

بحر الفصاحت

(جسمین)

راویہ حیدری

جو از شعرا و حقیقت شاعر عربی فارسی و ریختہ یعنی اردو و علم عروض و قوافی و ادبیت و ایجاب و ترکیب و دوا و اثر و قطیعات و امتیاز فصاحت و بلاغت و علم معانی و بیان مع تعلقات فعل - حصر و انشاء فصل و وصل تشبیہات و استعارہ و علم بدیع و غیرہ وغیرہ نہایت شرح و بسط کیساتھ درج ہیں اور ان خوبیاں لائقہ کے علاوہ جو خاص شرف امتیاز اس کتاب بلاغت نصاب کو حاصل ہے وہ یہ ہے کہ مصنف علام نے اپنی خوش اعتقادی سے

(اس ہدیہ محقر کو)

اعلیٰ حضرت قدر قدرت جم جاہ کیوان بارگاہ مجتہ خصال دریا نوال فصیح الفصاحت بلغا مظلوم نواز ظالم گداز و فنی بخش محروسہ ریاست رامپور صر سہا اللہ من الآفات والشر ورجان ہم کان کرم راغب علم و ہنر طالب اہل جوہر مخلص الدولہ ناصر الملک امیر الامرا ہنر ہائش فو اب سید محمد حامد علی خان بہادر دام بالعدل و التقاخر کے نام نامی سے نہایت ادب اور غایت خلوص کے ساتھ ممنون کیا ہے اور جبکہ ہندوستان حضور پر نور دام ملکیم نے براہ قدر شناسی منظور فرمایا ہے

(مصنفہ)

فاضل اہل ماہر کمال عالیجناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خاں صاحب زلفیہ تخلص نجفی رامپوری
باہتمام پرنٹ منوہر لال بھارگوہی سلسلے پرنٹنگ

مطبع نجفی نو کشتہ واقع کھنوپن چھپی

بار اول سال ۱۳۱۵

(حق تصنیف بحق مطبع ہذا محفوظ ہے)

اطلاع اس مطبع نامی گرامی میں ہر علم و فن کے کتب کا ذخیرہ سلسلہ و فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول مفت مطبع ہذا سے مل سکتی ہے اس کتاب کے پیش لکھ کے دو مخون میں ہم علم عروض و قافیہ و تذکرہ شعرا اردو و فارسی و غیرہ درج کرتے ہیں تاکہ شائقوں کو آگاہی کا وسیع حاصل ہو

فہرست	نام کتاب	فہرست	نام کتاب
	تذکرہ شعر فارسی		عروض و قافیہ
۱۰	خزائنہ عالمہ -	۱۲	معیار البلاغۃ اقسام نظم و نثر -
۱۰	تذکرہ حبیبی -	۱۰	زر کامل البیار - ترجمہ اردو و معیار الاشعار
	کلیات و دواوین	۱۰	مطلع خورشید -
۱۰	کلیات نظم ہر چار جلد کامل و دو جلد میں -	۱۰	کنج شانگلان -
۱۰	انتخاب کلیات نظم -	۱۰	ترجمہ اردو و حدائق البلاغت -
۱۰	کلیات مومن -	۱۰	بحر العروض - مع نقشہ زحافات
۱۰	دیوان ناسخ -		علم عروض و قافیہ
۱۰	کلیات آتش -		عروض و سبکی -
۱۰	کلیات نعتیہ مجید -		شجرۃ العروض
۱۰	کلیات امیر اللہ تسلیم -		تذکرہ شعر اردو
۱۰	کلیات میر تقی میر -		تذکرہ شمیم سخن -
۱۰	کلیات سودا -		سراپاے سخن -
۱۰	کلیات انشاء اللہ خان -		گلستان بے خزان مقبہ بغیرہ عنایہ
۱۰	کلیات نساخ مین سے حسب ذیل		گلزار سخن - معنہ فنی جو الابریشاد صاحب فیض
۱۰	رسائل موجود ہیں - جو علمدہ بھی		تذکرہ حکیم شیخ الرکیس -
۱۰	فروخت ہوتے ہیں -		نخادہ جاوید مولفہ لالہ سری رام صاحب
۱۰	(۱) شاہد عشرت -		ایم اے معصنہ دہلوی حصہ اول
۱۰	(۲) سخن شعرا -		ایضاً حصہ دوم -
۱۰	(۳) زبان رکبتہ -		

خَلَقَ الْإِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ

الحمد لله الذي كتب في كتابنا يا رب لا جواب خير من عرو من قواني معدن
علوم معاني وبيان مخزن صنائع وبدائع أردوزبان جريده بلاغت سراپا افادت



افضل الفصلا قدوة الحكما شيخ الفضائل مصداق الافضل فارس مضما فصلا خوش سياي مستدار له
بزم بلاغت بهر اني جناب مولوی حکیم محمد نجم الغنی مصنفه نغمی را بهر سوزی ملامت لعل

مطبع منشوری نو کشف لکهنه یونین طبع در کتب خان

۱۲۹۹ د
۶۵۰

۵۹
۱۲۱



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و ثنا تار بار گاہ ناظم مجبوء کن فلکان شیرازہ بند اور اقی زمین و آسمان ہے جسے معشوق سخن
مے خال و خط آراستہ و پیراستہ فرمایا اور شعرے نو و کن کو شام لگی عروس نظم میں ہے تن مصروف کیا
شان اسکی لم لید و لم یولد و لم یکن لکن تو اس کے (جل جلالہ) اور ہدیہ نامہ در و صلوٰۃ و درود اس مطلع قصائد
ایجاد و تحریک معجز انوار صدیقی سعدی اسرار احدی کو سزاوار ہے جسکے پر تو نبوت نے رباعی و نسیا کو
نور ایمان سے بیت المعمور بنایا اور صفحہ شش حیات عالم سے ظلمات کفر و شرک کو شش حرف غلط کے
مثالی نام اُن کا معنی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور گوہر شاہ ہوا تحییت اور لائی آبدار منقبت تختہ آستان مقدس
و جناب اقدس حضرات اہل بیت اطہار اور اصحاب کبار اور ائمہ عالی مقام اور اولیائے کرام سے ائید
عنہم ہے جو ہر نگاہ جواب ہر سوال کے جان فصاحت قالب تقریر میں ڈالتے اور وقت تفسیر آید آسانی کے
تخد و کلاب باہم ملائے اُن کا ہر کلمہ رحمت کا باب ہے اور ہر فقرہ کلام مغفرت امتساب ہے

ہے ترجمہ قرآن میں کا دہن اُن کا

سلطان کلام فصاحت سخن اُن کا

بعد اس کے فقیر خیر زندہ ناچیز ابرہ خان دبستان ناوا فی محمد نجم الغنی خان طلبہ کار الفضال سبحانی المتخلص
بہ بنجم و نجمی ساکن رام پور ملک رومیلکھنڈ ابن مولوی محمد عبدالغنی خان ابن مولوی محمد عبدالعلی خان
ابن مولوی محمد عبدالرحمن خان ابن مولانا حاجی محمد سعید خان برومند مضجع عرض رسا ہے کہ اس مجبوء
لطافت موج خیز دریائے بلاغت کو جس کا عرف بحر الفصاحت ہے اور تاریخی نام اس کا مقاصد البیان
(۱۲۹۹) ہے سہ بارہ سو خانہ ہے ہجری میں تالیف کر کے سلسلہ ہجری میں چھپوایا خطاب کہ تیرہ سو

اٹھائیس ہیں اس پر نظر ثانی کر کے بعد ضرورت کمی بیشی کی گئی ہے۔ اس میں طالبین کے فائدے اور اور اہل بصیرت کیلئے جواز و عدم جواز شعر و حقیقت شعر عربی و فارسی و ریختہ (اُردو) و علم عروض و قافیہ و علم سماعی و بیان و بدیع وغیرہ کی چند باتیں ضروری ایک صدف اور چار جزیروں میں لکھی گئی ہیں صدف حقیقت شاعری عربی و فارسی و اُردو و کیفیت زبان ریختہ و جواز و عدم جواز شعر و اقسام شعر کے بیان میں ہے اور اس میں تین موقی ہیں پہلا موقی شعر عربی و فارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے بیان میں دوسرا موقی حقیقت اُردو اور شاعری ریختہ کے بیان میں تیسرا موقی شعر کی تعریف اور اسکے اقسام میں پہلا جزیرہ عروض کے بیان میں اور اس فن کو ہم چھ مضامین لکھیں گے اور ہر فصل کا نام جزیرے کی مناسبت سے شہر ہے پہلا شہر بحر و مکی ایجا کے ذکر میں دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحر و مکی ترکیب اور دائرون کے بیان میں تیسرا شہر زحافون کے بیان میں چوتھا شہر تقطیع کے بیان میں اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر میں پانچواں شہر بحر و مکی تفصیل میں چھٹا شہر رباعی کے بیان میں دوسرا جزیرہ قافیہ کے بیان میں اس کا حال باغ شہرون میں ذکر کیا جائے گا پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان میں دوسرا شہر حروف قافیہ کی حرکتوں کے ذکر میں تیسرا شہر قافیہ کے عیون کے بیان میں چوتھا شہر اقسام قافیہ میں باعتبار وزن کے پانچواں شہر ردیف کے بیان میں تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت میں اس میں تین شہر ہیں پہلا شہر علم سماعی کے بیان میں اور یہ شہر آٹھ باغ رکھتا ہے پہلا باغ اسناد و خبری کے بیان میں دوسرا باغ مسند الیہ کے حالات میں اس میں دو چین ہیں چین اول متضادے ظاہر حال کے موافق میں چین دوم متضادے ظاہر حال کے خلاف میں تیسرا باغ مسند کے احوال میں چوتھا باغ متعلقات فعل کے بیان میں پانچواں باغ قصر کے بیان میں چھٹا باغ انشاء کے حال میں ساتواں باغ فصل و وصل کے حال میں آٹھواں باغ ایجاز و اہلناں و مسادات کے بیان میں دوسرا شہر علم بیان کے ذکر میں اس میں چار باغ ہیں پہلا باغ تشبیہ کے بیان میں اس باغ میں چھ چین ہیں پہلا چین طرین تشبیہ کے بیان میں دوسرا چین وجہ تشبیہ کے بیان میں تیسرا چین غرض تشبیہ کے بیان میں چوتھا چین اداء تشبیہ کے بیان میں پانچواں چین اقسام تشبیہ کے بیان میں چھٹا چین بیان مراتب تشبیہ میں باعتبار قوت و ضعف کے مبالغے میں دوسرا باغ استعارے کے ذکر میں اس میں پانچ چین ہیں پہلا چین طرین استعارہ کے بیان میں دوسرا چین وجہ باغ کے بیان میں تیسرا چین استعارے کے بیان میں باعتبار مستعار و مستعار لہ اور وجہ باغ کے چوتھا چین استعارے کی قسم کے بیان میں پانچواں چین استعارے کے حسن و خوبی کی شرائط میں تیسرا چین ہا درمل کے بیان میں

چوتھا باغ کتابی کی تصریح میں تیسرا شہر طریح کے احوال میں اس میں دو باغ ہیں پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان میں دوسرا باغ صنائع معنوی کے ذکر میں چوتھے جزیرے میں ایک شہر لطافت نیز اور دوسرا وحشت آگیز ہیں شہر اقسام نثر میں اور اس شہر میں دو باغ ہیں پہلا باغ نثر کی قسموں میں باعتبار الفاظ کے دوسرا باغ نثر کی قسموں میں باعتبار معنی کے صحرا کے اول عیوب کلام میں صحرا کے دوم سرقاقت شہری کے بیان میں۔

امید ناظرین پر تمکین سے یہ ہے کہ ۵

جہان پائین طرز بیان کچھ خلاف کہ شاعر نہیں میں سخنور نہیں نہ دعا ہے شیوا بیانی مجھے نہ میں قابل اعتبار سخن	مجھے رکھیں طعن زبان سے معاف زبان دان نہیں نکتہ پرور نہیں نہ لاف کمال معانی مجھے نہ خواہاں حبابہ و دو قار سخن
--	---

گو اپنے نزدیک غور و تامل کو کسی موقع پر معاف نہیں رکھا لیکن بقصد تھنایا انسان مرکب من النسیا والنسیان سو وہ خطا ہر شخص کی آب و گل میں سرشت ہے جس سے خطا نہ وہ آدمی نہیں فرشتہ ہے اگر غلطی و سہو پائیں تو اصحاب مروت کیس داریاب دور اندیش عیب پوشی کریں اور نگاہ لطف کی اصلاح سے مدد فرمائیں ۵

یہ زیر چرخ دیکھا میں لے اکثر اگر چہ لالہ ہو غیرت دہ باغ جواہر میں ہنر ہون گر چہ وانی ہمیشہ عیب جو یوں کاہر پڑھنگ	ہزاروں عیب جو ہیں اک ہنرور ہزاروں ہی نکالیں عیب جو داغ جو دیکھیں مو کر بن بس موشگافی کہ عمل بے بہا کو کہتے ہیں سنگ
---	---

یہ تو یقین ہے کہ جو داماد اور دراندیش ہیں وہ بسبب انہی بلند جنگلی کے میرے کلام کی بستی کو اپنی طرف کھینچنے اور بہ لحاظ من شک و شک کے حاسد نہ سمجھ نہ ہنسین گے کہ اصل داغ میرا مطالعات اساتذہ سلف و خلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے کتبہ چینی اور اظہار عیب میں سعی کی تو اسے گویا دست گستاخ و امن تحقیق اساتذہ میں مارا کہ میں انکا مقلد اور پیرو ہوں۔

جب کبھی اس روضہ ریاحین کی سیر و نظارہ سے خطا اٹھائیں تو کتبہ میرزا کو برعائے طرح داریں یا دفرائیں کہ اسکے تالیف کرنے سے غیر ملایا تقصیر کے یہی خاطر لیشین ہے نہ غرض تحصیل تحسین ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مطبوع طبائع طبع کے آفاق کرے اور صفات درد نان بے نفاق کی دستاویز بنائے اور کوہ سلیمان

ذی الشقاق زاد ہم اللہ مرض النفاق کی زہر بھری آنکھوں سے محفوظ رکھے مصرع
السنڈلے کام کبھی نکتہ گیر سے

صدف بیان حقیقت شاعری عربی و فارسی و اردو و کیفیت زبان رنجیتہ و جواز و عدم
جواز شعر و قسام شعر میں

اسین تین سو تری آہن

پہلا موتی شعر عربی و فارسی کی ایجاد اور شعر گوئی کے جواز و عدم جواز کے بیان میں
مرآت آفتاب نما۔ روضۃ الاحباب۔ تذکرہ دولت شاہی۔ زین القمص۔ روضۃ الصفا کامل التواریخ
اور تفسیر معالم التنزیل میں آیا ہے کہ شعر کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہے جب قابیل نے باہل کو قتل کیا
تو حضرت آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ماتم میں مرثیہ اشعار میں کہا تھا امیر خسرو دہلوی اسی مثنوی میں کہتے ہیں ۵

ماہمہ در اصل شاعر زادہ ایم

دل باین محنت نہ از خود دادہ ایم

مرزا صاحب کا قول ۵

آئکہ اول شعر گفت آدم صلی اللہ علیہ وسلم

طبع موزون حجت فرزند آدم بود

لیکن بعض اس امر کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر شعر گوئی سے مبرا ہیں اور زمرہ شری بھی کہتا ہے کہ
یہ روایت محض غلط ہے انبیاء علیہم السلام اس بات سے مصوم ہیں یہی قول امام فخر الدین رازی کہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس غم و رنج کے
سہنے کو زبان سریانی میں شر کے اندر ادا کیا تھا پھر اُس کا ترجمہ زبان سریانی سے زبان عربی میں شعر میں
موزون ہوا چنانچہ یہ شعر ترجمہ کیے ہوئے یعرب بن قحطان کے کتاب روضۃ الصفا تاریخ طبری در روضۃ الاما
وغیرہ میں منقول ہیں ۵

تغیرت البلاد و من علیہا
تغیر کل ذی طعم و لون
فوالسفا علی ہابیل ابی
وجاد رناعہ و تلیس یغنی

دوجہ الارض متبیت
و قل بشائثہ الوجہ الملح
تقیلات تضمینہ الضریح
بعین لایوت خستہ

زبان عربی اور ایجاد شعر عربی

قاسم بن سلام بغدادی نے لکھا ہے کہ شعر عربی کا موجد یعرب بن قحطان ہے چنانچہ یہ اس کا کلام ہے

من الناس من اب دام

علیف جمل و طیف علم

اور بعض کہتے ہیں کہ اشعر بن سبامینی اکثر کلام موزون بولا کرتا تھا اور لوگ اُسکے سخماے موزون کو شعر کہا کرتے تھے پھر شدہ شدہ لفظ شعر نے کلام موزون متھے پر بیان تک اطلاق پایا کہ جس کسی نے ایسا کلام کہا وہ شاعر کہلایا۔ صاحب نزہۃ الناظرین کہتے ہیں کہ بعض کے نزدیک عرب کا پہلا شاعر خلیان بن اویہم کا تب بود علیہ السلام ہے۔ بلحاظ زبان عرب کے دو طبقے مشہور ہیں ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ اور تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقوں پر اس طور سے تقسیم کیا گیا ہے (۱) عرب عاربہ یہ نام اٹکا اسیلے ہوئے کہ انکو عربیت میں بہت دخل تھا یا اس وجہ سے کہ یہی گروہ عربیت کا فاعل و مفعول تھا اب اس گروہ کی نسل کا کوئی شخص جہان میں باقی نہیں رہا (۲) عرب مستعربہ اس طبقے کو اس نام سے اسیلے موسوم کرتے ہیں کہ کل اسما و لغات عربیہ انہیں عرب کے طبقہ اول سے منقول ہو کر آئے ہیں گویا یاب ایسے حال میں ہو گئے ہیں کہ اس سے پیشتر اُس حال پر اُنکے اہل نسب نہ تھے اور چونکہ عرب کا طبقہ اول البتہ اہل مقدم ترین گروہ سے تھا باوجود لغت عربیہ انکی اصلی زبان مانی گئی۔ اس طبقے کا مورث اعلیٰ قحطان ہے جسکے نسب میں اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام بیٹا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ عین بن قیناز کا ارد کا ہے اور بعض کے نزدیک جناب اسماعیل کا اولاد سے ہے بنو قحطان عرب عاربہ کے معاصر تھے اور میر بن قحطان اُنکے نامی اور عظیم الشان بادشاہوں میں سے ہے اسی گروہ نے عرب کا نام و نشان عالم ہستی کے صفحہ سے ایسا مٹایا کہ حشر تک نام کے سوا اُن کا نشان کمین ڈھونڈنے سے بھی مل سکے گا نبی جبرئیل اسی طبقے میں شمار کیے جلتے ہیں جن میں حضرت اسماعیلؑ نے پرورش پائی اور انھیں سے عربی زبان سیکھی تھی نہ نہ وہ عرب کے رہنے والے تھے نہ انکی عربی زبان تھی (۳) عرب المتعرب اس گروہ کے مورث اعلیٰ حضرت اسماعیلؑ ہیں یہ طبقہ دوسرے طبقے سے نسبتاً اور زماناً بہت ہی قریب ہے (۴) عرب ستمجہ و جہتمیہ اس گروہ کی یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی نے عرب کو شرک و اتحاد کی تاریکی سے نکال کر ایک طرزی دولت و حکومت کی بنا ڈالی تو عجمی مخالفت و مجاہست نے انکی اُس زبان کو جو کہ اصلی مادری زبان کی قائم مقام ہو رہی تھی ایسا کچھ متغیر و متبدل کر دیا کہ بہ ظاہر بالکل مخالف ہو گئی یہ طبقہ درحقیقت طبقہ ثالثہ کی اولاد ہے۔

مستقدمین میں عمدہ ترین شعلے عرب جریر اور ابو الفراس قرظوق وغیرہ ہیں اور متاخرین میں ابو الطیب متنبی ابو نواس۔ صمعی۔ ابودلامہ غلب اور ذعیل وغیرہ ہیں۔ مگر جاہلیت کے کلام مثلاً سبغہ معلقہ اور دیوان حماس کے مرثیہ کی نسبت دیوان متنبی یا دوسرے مولدین کا کلام مشکل پسند ہے نازک خیالوں اور بلند پروازیوں سے بھرا ہوا ہے۔ زبان عربی کی سداہل و مہات سے لی جاتی ہے اس لیے کہ

شہر ہائے مشہور مثل کعبہ، معقلہ اور مدینہ منورہ کی زبان غیر فصیح ہے سند کے لائق نہیں کیونکہ ہر سال لکھوئے مختلف زبانوں کے آدمی جمع ہوتے ہیں اور اب وہاں اکثر ہند بھارا افغانستان اور دیگر ممالک کے آدمی آباد ہیں جو سبب گذرنے ایک دہشت کے عرب کی شکوین ہو گئے ہیں وہ نہ شیبی کلید بردار ہاڈ کعبہ اور بقلے زفرم یعنی بنی عباس اور شریف مکہ یا خال خال اور دو چار گھر کے سا کوئی عربی الاصل نہیں مگر اہل باد یہ کہ محض عربی النسل ہیں زبان ان کی صحیح ہے اور عربیت میں جاہلون اور بد ذہنی گفت گو کی سند یجاتی ہے۔

شعر زبان فارسی

شعر فارسی کی ابتدا بہرام گور سے ہے کہ ایک روز شکار گاہ میں شیر کو مار کھپے ساختہ یہ مصرع بول اٹھا مصرع منہم آن پیل ومان و منہم آن شیر لید و وہن اُسکے و دیر نے جو نہایت ذہنی ذہین حاضر جواب اور اُسکے ہر کاب تھا مصرع ثانی سے جواب دیا مصرع نام بہرام ترا بد رت و جلد و بعض کہتے ہیں کہ مصرع ثانی اُسکی معشوقہ دلارام نام نے جواب میں کہا تھا معاصی نوزہۃ الناظرین کتاب ہے کہ شعر فارسی کی ابتدا فرارنج حکیم معاصر ضاک سے ہے اور یہی قول معتبر معلوم ہوتا ہے صاحب ہنگ انجمن آراء ناصر نے جو معتبر اہل زبان فارس سے ہے یہ شعر اُسکے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔

ترا گر فریذ دان داد باشد

جہان دانی ہمہ سراو باشد

ہمہ سراو ہم سراو باشد

ز سرادست گفتن نام سراو

سابق میں اہل ایران شاعری سے بخوبی واقف نہ تھے جب لکسایلن اہل اسلام کے قبضے میں آیا تو اختلاط اہل عرب سے ایرانیوں نے بھی مذاق شعر حاصل کیا اور اول اول ملا عباس مروزی نے خلیفہ مامون عباسی کی طرح میں دوسری صدی کے آخر میں زبان فارسی میں قصیدہ کہا جسکا مطلع یہ ہے۔

اگر سترانیدہ بکود و فضل وصالم پیرین

اے رسانیدہ بدولت فرق غوثا فخرین

اور بعض کہتے ہیں کہ شعر فارسی کی ابتدا اسلام ان میں یعقوب بن لیث صفار سے ہے جسکا عمدہ سند کا کاون میں تھا اور ایک گروہ کے نزدیک شعر فارسی کی ابتدا حکیم ابو حنیس سفدی سے ہوئی جو تیسری صدی ہجری میں گذرا ہے شعر اول اُس کا یہ ہے۔

پانہ اردو سبے پاسے چک نہ رودا

اہوسے کو ہی در دست چگونہ دودا

ابتدا میں شعر کوئی خال خال اور بے قرعہ بھی عہد سلطین سانیہ میں استاد رود کی عمر قدسی پیدا ہوا اور زبان فارسی میں اول اُس نے دیوان جمع کیا اور طرح مع کوئی کی بھی اُسی نے ڈالی پھر دوسری وغیرہ

ظاہر ہوئی اور اسی زمانہ میں شعر عربی کا بھی بہت چرچا ہو گیا یہاں تک کہ متنبی کوئی نے جو عمدہ ترین شعر لے
متاخرین سے تھا خوب اسد مخموری دی سلطان محمود غزنوی کے عہد میں شاعری فارسی کی خوب سبکی چنانچہ
اسکی سرکار میں تین سو شاعر نوکرتھے سر آمد اور منتخب اسکی عہدہ فرودسی تھے پھر رفتہ رفتہ رواج اسکا
زیادہ ہو گیا اور خاقانی - ثنائی - انوری - نظامی - سعدی - حسنہ و فیضی - حافظ - جامی - ہلالی - فغانی -
ظہوری - نظیری - عربی - صائب - کلیم - سلیم - اور قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد میں حق بخموری بخوبی ادا
کیا اور اس فن کو کمال عروج پر پہنچایا اور انہیں سے ہر شاعر خاص ایک طرز میں یدِ طولے رکھتا تھا مثلاً
فردوسی رزم کا مدنی تھا اور اگرچہ وہ اس خاص صفت میں اسدی اور دقیقی کا پیرو ہے مگر دونوں سے
گوئے بوقت لے گیا ہے نظامی بزم میں کمال رکھتا تھا اور سعدی غوغلت میں جس طرح عرب کے شعرا میں
امرا اعیس گھوڑے اور عورت کی تعریف اور عیش کے بیان میں شہور تھا اور اعشے حسن طلب اور وصف
شراب میں ضرب المثل تھا اور اسی طرح ہر شاعر کی شہرت کسی خاص بیان کے ساتھ مخصوص تھی۔ رودکی
فردوسی اور اسدی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہ تک دیکھا جاتا ہے تو ان کا کلام کسی قدر تفاوت
ایک ہی ڈھنگ پر ہے انہیں کوئی فرق نہ تھا اگر تھا تو اسی قدر جس قدر ہر شاعر میں اپنے خاص طبی جذبات
کے لحاظ سے اور دوسرے شاعر میں ہوتا ہے پھر سعدی شیرازی طرز خاص کے موجد ہوئے اور
غزل سرائی اگرچہ پہلے سے جاری تھی لیکن انکی غزلوں میں جو فصاحت و سلاست و متانت پائی جاتی ہے
کسی کی غزلوں میں نہیں خواجہ حافظ بھی اس صفت میں سعدی کے قدم بہ قدم چلے مگر سعدی سے بہت آگے
نکل گئے جامی اور ہلالی وغیرہ نے انھیں کی طرز اختیار کی امیر خسرو دہلوی اور مرزا اشرف جہان کی بھی یہی
طرز ہے پھر فغانی کی نازک خیالی و شیوا بیانی کوگون کو پسند آئی اور اس کا متبع ہو اظہوری نظیری - عربی
وغیرہ کی یہی طرز ہے پھر صائب و کلیم و سلیم و قدسی وغیرہ نے اپنے اپنے عہد میں فنِ مخموری کو رونق بخشی
مخمر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر کے ایران کا کلام تین طرز پر ہے خاقانی اور انوری وغیرہ کا ایک طرز ہے
ظہوری اور نظیری اور عربی وغیرہ کا دوسرا طرز ہے صائب اور اسکی امثال کا اور ڈھنگ ہے آخر میں
دو طرزوں کا زیادہ رواج ہو گیا تھا ایک نظیری و عربی وغیرہ کی طرز جو اکبر کے زمانے سے شروع ہوئی تھی
دوسرے مرزا بیدل کی طرز جو عالم گیر کے عہد میں شائع ہوئی اور علوی و سہبائی پر اگر ختم ہو گئی جو لوگ
شعر فارسی میں کمال بہم پہنچا چاہتے تھے وہ انھیں دونوں میں سے کوئی طرز اختیار کرتے تھے اگرچہ حافظ
اور خسرو کی غزل اُن سے بہت زیادہ مقبول خاص و عام تھی مگر متاخرین کے پائوں کو طرز جدید لگ گئی تھی
جس میں قوت تخیل کی بلند پروازی کا وسیع میدان تھا۔ اہل زبان مرزا بیدل کی طرز کو کمال باہر خیال

رتے ہیں بلکہ آج کل تو نظیری و جہرئی و مہروری وغیرہ کی طرز کو بھی اہل زبان نام رکھتے ہیں اور تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ رضا قلی خان ہدایت نے اپنے تذکرہ مجمع الفصحائین تصریح کے ساتھ لکھا ہے سب قدما کی روش کو پسند کرتے ہیں اور انھیں کی متبع کا دم بھرتے ہیں حالانکہ ان کے طبقے میں بڑے بڑے نامور شعرا گھڑے ہیں۔ جن کے کمال اور اُستادی کا انکار نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے آج کل کے شعراء ایران کے کلام میں بمقلد اُن کے شرکے جھنڈوں نے صنویہ اور غلیہ کے عہد و حکومت میں ایران یا ہندوستان میں علم اُفتیا دہلن کیا تھا روانی اور بے ساختہ پن زیادہ ہے۔

مقلد شعراء فارسی کے واسطے ایران اور توران و دونوں جگہ کی زبان سندھ ہے مگر تورانیوں سے آذربائیجانی کی زبان بہتر ہے اور اہل خراسان اہل آذربائیجان سے فصیح تر ہیں اور شیراز کے لوگ فصیح ہیں خراسان کے لوگوں سے اور اہل صفابان و طہران فصاحت میں مستند ہیں تمام جہان کے فارسی دانوں سے اشعار و جملات شہری و کوہی ایران کے سب صاحبان ہیں بول چال میں ایک عامی اور مرزا صاحب و قاضی تینوں برابر ہیں کہ زبان و دونوں کی صحیح اور محاورہ فصیح ہے مگر اکثر اہل زبان بعض ہندیوں کی طرح بعض حروف کے نخرج نہیں پہچانتے چنانچہ ہر فرقے اور ہر قسم میں ایسے لوگ ہیں کہ بعض نخرج نہیں پہچانتے جیسے نخرج قاف کہ اسکو بہت سے لوگ ادا نہیں کر سکتے پس ایسے لوگوں کی زبان لائق سند نہیں اور اگر شعراء ایران سے بحر و قافیہ میں کوئی خطا واقع ہو تو وہ بھی سند نہیں البتہ تصرف کرنا ان کا الفاظ عربی میں عجی طور پر اور الفاظ عجی میں عربی طور پر سنانا جائیگا جس لفظ کو چار شعراء مشابہت استعمال کیا ہو یا ایران کے دس موزون طبع شاعر اس پر اتفاق کریں یا علی العموم تلفظ کر کے ہون وہ سند ہے اگرچہ دراصل غلط ہو۔

جواز و عدم جواز شعر

نظم کی قدر و منزلت و فضیلت میں کسی کو کلام نہیں ہے تفاسیر و احادیث میں اُسکی صفت آئی ہے بسم اللہ قرآن فصاحت عنوان رسالہ بلاغت محبوب خاص حکیم مخن آفرین حضرت رسول رب العالمین نے شعرا کی تعریف کر کے انکو عز و امتیاز بخشا ہے اور ان کے نتائج طبع اور یکیدہ قلم کو ملاحظہ کر کے خزانہ فیض سے صراحتاً تحسین مرحمت فرمایا ہے یہ چند شعرا کتاب مظہر الحق کے شاہد مہاجین۔ ۵

در شرف شعر رسول خدا	گفت بے قول بحر و مثنیٰ
شعر کہ اصحاب بھی گفتہ اند	چون درو یا قوت گہر سنا نہ اند
شعر علی گفت حسین و حسن	گفت انش گفت ادیس قرن
شعر کہ حسان عرب گفتہ است	سید کوئین پندیر فتنہ است

صاحب مخزن الشعر اشعر کے سنت ہو نیکی دلیل لاتا ہے اور بڑی تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے کہ سنت کے لغوی معنی ماہ و روش و عادت کے ہیں اور اصطلاح میں وہ فعل ہے جس پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی اہل کرام اور صحابہ عظام نے عمل کیا ہو مگر کبھی قصداً ترک بھی کیا ہو پس یہ صفت شعر پر صادق آتی ہے اور مسنون ہونا اس کا ثابت ہوتا ہے قطع نظر اسکے تمام علماء دین کا اس پر اتفاق ہے کہ جمادات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو اور اس کے کرنے کے واسطے بھی فرمایا ہو اسکا کرنا ممنوع نہیں ہاں اگر منع فرمایا تو ممنوع ہے پس در صورتیکہ حضور نے شعر گوئی سے منع فرمایا بلکہ خود فی البدیہہ شعر کہا تو قصداً نہ کہا تو وہ کیونکر منع ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابواسحاق تابسی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ براہین عازب صحابی کہتے تھے کہ حضرت نے جنگ حنین میں دلیل سے اتر کر اللہ تعالیٰ سے فتح اور مدد کی دعا مانگی اور کیا

انا البنی لا کذب | انا بن عبد المطلب

یعنی میں پیغمبر ہوں کچھ جھوٹ نہیں اس میں میں بیٹا ہوں عبد المطلب کا لفظ کذب اور مطلب میں بے موعده کو جرم ہے جیسے صحیح اور نظم میں پڑھنے کا معمول ہے۔ اور بخاری و مسلم نے جناب سے روایت کی ہے کہ ایک لڑائی میں (اور وہ غزوہ احد ہے) جناب سرور کائنات کی ہانگلی زخمی ہوئی تو آپ نے اس وقت فرمایا۔

ہل انت الا ارضیع ویت | دنی سبیل اللہ العزیز

یعنی نہیں ہے تو مگر اُنکلی کہ خون آلودہ ہوئی اور راہ خدا میں ہے وہ چیز کہ تو نے دیکھی۔ اور جو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واطمانہ الشعر جواب اسکا یہ ہے کہ شعر اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں جس کی سوزنیت کا قصہ کہنے والے نے کیا ہو اور یہ کلام آنحضرت سے وزن شعر طبعیت سوزنوں کے اقتضا سے صادر ہوا ہے مقصود بالذات نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ یہ رجز کے قبیل سے ہے اسکو داخل شعر نہیں کہتے اور طبعی نے کہا ہے کہ جو کوئی بطریق ندرت کے کبھی کبھی شعر کہے وہ شاعر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے واطمانہ الشعر مراد یہ ہے کہ آنحضرت شاعر نہیں ہیں اور براہ سے بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ غزوہ خندق میں آنحضرت مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے یہاں تک کہ حضرت کا شکم عبا آلودہ ہوا اس وقت آپ یہ اشعار پڑھنے لگے۔

واللہ لولا اللہ ما اہتدینا | ولا تصدقنا ولا صلینا

یعنی خدا کی قسم اگر اللہ ہدایت نہ فرماتا تو ہم راہ رست نہ پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ ہم نماز پڑھتے

کافر لمن سکینہ علینا | وثبت الاقدار من لا قینا

پس اے اللہ ہم پر آرام و تسلیش اوتار اور جبکہ ہم کفار سے ملین تو ہمارے قدم ثابت رکھ۔ ۵

إِنَّ الْأَوَّلَ قَدْ بَقِيَوا عَلَيْنَا | اَعْلَامُ اَوْدَ قُتِبَتْ اَبْنِيَا

تحقیق ان کفار مکہ نے ہم پر زیادتی کی ہے بسبب اس کے کہ جب وہ قتلے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں
آنحضرت نے کبھی کبھی اصلاح شریعی دی ہے چنانچہ قصیدہ بابت سعاد مصنفہ کعب بن زہیر رضی اللہ

عنه کی اس بیت میں۔ ۵

إِنَّ الرِّسُولَ كَسَيْتُ كَيْسَ نَضَائِبِهِ | مَهْنَدٌ مِنْ سَيُوفِ الْهِنْدِ مَسْكُولٌ

لسیف کی جگہ نغور اور سیوف الہند کی جگہ سیوف الہند بدل دیا۔ حسان الہند میر غلام علی آزاد دکنی
کہتے ہیں کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلاح دینے کی یہ وجہ ہے کہ کلام میں لفظ زائد نہ ہے کیونکہ
ہند کے لوہے کی بنی ہوئی تلوار کو مہند کہتے ہیں پھر ہند کا ذکر زائد تھا پس یوں بہتر ہوا مصرع مہند بن
سیوف اللہ مسلول + اور مروی ہے کہ جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو کعب بن زہیر نے دریافت حال کے لیے
اپنے بھائی کو بھیجا وہ بسبب سابقہ مسرفت کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور انکی ہدایت سے
حضور اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا کعب بن زہیر کو یہ بات ناگوار گذری کہ بغیر میرے شہرے کے
کیون مسلمان ہوا اور اپنے بھائی کو کچھ اشارہ لکھ بھیجے انہیں سے ایک یہ ہے۔ ۵

سَقَاكَ ابُو بَكْرٍ بِجَاسٍ رَوِيخٍ | فَانْهَلَاكَ الْمَأْمُورُ مَهْنَادُ مَلَاكَ

پلایے تھے ابوبکر نے براہیالہ پھر سیر کیا بھگوانا مرنے اس سے اور کر کر دیا آمور مجاورے میں اس شخص کو
کہتے ہیں جس سے جن سے رابطہ ہوا اور جن کا امر اسکو پہونچے یہ کہنا یہ کیا تھا اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے اور اور ہجوین بھی اسنے کسی تحقیق اس لیے خون اس کا حضرت نے ہر فرمایا تھا یعنی جہاں پائین
مار ڈالین مگر وہ ہاتھ نہ آیا بعد فتح مکہ معظمہ کے جب آپ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو کعب
بن زہیر بھی بہ قصد حصول ملازمت روانہ ہوا رات کو چلتا اور دن کو چھپ رہتا ایک درآپ جہن
تشریف رکھتے تھے ایک بار گی دروازہ مسجد پر اونٹنی کو بٹھا کر آواز دی کہ میں کعب بن زہیر حاضر ہوں لو
کلمہ طیبہ پڑھ کر مشرف ماسلام ہوا اور قصیدہ بابت سعاد جو نعت میں لکھا تھا سنا یا آپ بہت خوش ہو
اور رولے مبارک صلہ میں عنایت فرمائی اور قصیدے کے شونہ کورہ بالا میں لسیف کی جگہ نغور اور
سیوف الہند کی جگہ سیوف اللہ بدل دیا پھر اپنے کعب سے پوچھا کہ یہ شعر تیرا ہی ہے۔ ۵

سَقَاكَ ابُو بَكْرٍ بِجَاسٍ رَوِيخٍ | فَانْهَلَاكَ الْمَأْمُورُ مَهْنَادُ مَلَاكَ

اسی وقت کعب نے براہ و بابت دو حرف اس شعر کے ایسے بدل دیے جس سے یہ شعر جو کانا کلب میں

ہو گیا کہا میں نے ردیہ وال سے نہیں کہا بلکہ ردیہ واو سے کہا ہے جسکے معنی خوشگوار ہیں اور ماورے سے
 نہیں کہا بلکہ فون سے کہا ہے مامون یعنی وہ شخص کہ انانت واو ہے خدا کی دسی میں آپ کب کی ضرورتی
 اور جو دیت ذہن سے بہت راضی ہوے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
 کہ حضرت عمر مسجد میں حضرت حسان پر ایسی حالت میں گذرے کہ وہ شعر پڑھ رہے تھے آپ نے
 حسان کی طرف ترچھی نظر و لے دیکھا اُس وقت حضرت حسان بولے میں مسجد میں شعر پڑھتا تھا جبکہ
 وہ شخص ہوتا تھا جو تم سے بہتر ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مسک انخام شرح بلوغ المأمین
 لکھا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے اس پر کہ مسجد میں شعر پڑھنا جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو وارد ہوا ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں شعر پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو انہیں شعر سے وہ اشعار مراد ہیں
 جن میں لغو مضمون اور لات و منات کی تعریف اور شرک کی بانیں یا جو بزرگان دین ہو ورنہ مطلق
 اشعار کا پڑھنا ممنوع نہیں ہے اور بجز یہ تو جمیع ایک اور حدیث کا مضمون یہاں لکھا جاتا ہے
 چنانچہ بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور
 سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک ممبر حسان کے واسطے رکھتے تھے کہ وہ اُس پر کھڑے ہو کر اشعار
 پڑھا کرتے تھے اور حضرت امیٰ تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ حسان کی تائید جبریل کے ساتھ
 کرتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میں پہنچے تو چنگام
 تھکے عمر حضرت ابن رواحہ آگے آگے اشعار متضمن عظمت و شوکت و نعت و صفت حضور پر نور
 پڑھتے جاتے تھے اور مضمون اُن اشعار کا یہ تھا کہ اے کفار کہ راستہ خالی کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم تشریف لائے ہیں وہ آج تمکو ہر خدا قتل کریں گے اور خوب نزا دیں گے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
 انکو منع کیا کہ یہ موقع شعر خوانی کا نہیں ہے تو حضور نے فرمایا منع نہ کر شعر اُسکے کفار کے واسطے تیرے زیادہ
 کارگر ہیں۔ اور عمر بن شریب سے مسلم نے روایت کی ہے کہ اُنکے باپ کہتے تھے کہ میں ایک روز حضرت محمد
 سوار تھا اپنے فرمایا کہ تمھلو کوئی شعر امیہ بن صلت کا یا د ہے میں نے کہا ہاں کہا پڑھ میں نے ایک شعر پڑھا
 فرمایا اور پڑھ میں نے اور پڑھا فرمایا اور پڑھ میں نے اور پڑھا یہاں تک کہ سو شعر پڑھے فرمایا اُنکی زبان
 ایمان لائی اور دل کا ذرا بے ایمانی زبان سے تو مضمون اچھے نکلے لیکن دل سے کفر اور حب دنیا نہ گئی
 قائدہ اُمیہ ایک شخص تھا شاعر زمانہ کفر و جاہلیت میں اُسکا شمار میں حوائی اور مذمت دنیا کا
 مضمون تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لبید کا یہ مصرع صحیح الاکل ثنی
 ما خلا اللہ ماطل (یعنی خبر وادھو ہر چیز اللہ کے سوا کافی ہے) سنکر فرمایا کہ یہ نہایت سجا کلام ہر بار سے

بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ جب بنی قریظہ کا آنحضرت نے حاصرہ کیا تو حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ تم مشرکین کی بجز کرو کہ تمہارے ساتھ جبریلؑ ہے اور آنحضرت حسان کو فرمایا کرتے تھے کہ کافروں کو میری طرف سے جواب دو اور آپ نے حسان کے حق میں دعا کی کہ بارخدا یا تو حسان کو جبریلؑ کے ساتھ قتل وقت لے۔ اور حضرت عائشہؓ سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت نے مشرک کو فرمایا تھا کہ تم تمہارے فرشتے کی بجز کرو کیونکہ وہ انہیں ہمارے سے سخت تر ہے اور آنحضرت یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسان نے کفار کی بجز کر کے مسلمانوں کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے ثالث عائشہؓ رضی اللہ عنہا کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یثابثون عندہ الاشارة و ہو تیسرے یعنی حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے شمار پڑھتے تھے اور آپ مسکراتے تھے۔ بہجوت شرک کے جواز میں کسی طرح کا شک نہیں اور احادیث معتبرہ و روایات صحیحہ میں اس کے مسنون و مستحسن ہونیکے دلائل قویہ دار و بین۔ اور غلام ہرے کے مبالغہ قبول اور تشبیہ و استعارہ معقول مثلاً معشوق کے منہ کو چاند سے مشابہت یا مروج کے گھوڑے کو ہولے تشبیہ دینا داخل کفر اور جھوٹ نہیں ایسے کلام کو سنکر ہر آدمی جاں تلے کہ معنی حقیقی مراد نہیں تعریف منظور ہے اس طرح کی عبارتیں حدیث میں بھی آئی ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ کے گھوڑے کو دیکھا تو فرمایا ہے اور جو مضمون نادر ہے وہ نظم و نثر دونوں میں لکھا بڑا ہے نظم ہی کی خصوصیت نہیں حضرت عائشہؓ نے دارقطنی نے اور عروہ سے شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک کی نسبت فرمایا ہو کلام فہسنہ حسنہ و قبیحہ صیح یعنی وہ کلام ہے کہ اچھا اس میں سے اچھا ہے اور بڑا اہل میں سے بُرا ہے اور ابو داؤد نے صفہ بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ان من الشعر حنظل یعنی بعض شعر قائمہ مند ہے امام تاج الاسلام شمس المفاخر والمعالی ابو حامد محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں الموزون المفہوم وزن دار کلام باسمیٰ ہوا الشعر اور ہیک نام شعر ہے وذلک لایخرج الا من خیرۃ الانسان اور یہ نہیں نکلا مگر گولے انسان سے قطعاً باباقتہ میں اس کے معنی مباح ہونیکا حکم قطعی کیا جاتا ہو لکن لانه اذا دالاکونہ مفہوم یا اس کے کہ نہیں یادہ پکار مہنا کا معنی دار کلام المفہوم غیر حرام اور کلام باسمیٰ حرام نہیں ہے والصوت الطیب الموزون غیر حرام اور آواز خوش و دلن داری حرام نہیں ہے فاذا لم یخرج ما لا جاؤفین ائین یخرج المجموع پس جبکہ حرام نہیں ہوئی ایک بات پس کہ اسے حرام ہو گا مجموعہ نعم منظر دنیا نعم منہ ان اس کے مضمون میں دیکھا جائے گا خان کان فی انظر، محظوظ، خرم، نثرہ و نظمیں پس اگر اس میں کوئی ممنوع بات ہے حرام ہے نثر اور نظم دونوں و حریم المقصودیت بہ سوا ان کان بالمالک اولم یکن اور حرام ہے اس کا بولنا خواہ نغمے اور خوش آوازی سے ہو یا بے نغمے کے و انھما فیہ

ما قالہ الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ اذ قال الشعر کلام محسن وقصیح قبیح اور حق اس پر سین دہ ہو جو شافعی
 رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ شعر کلام ہے سوا چھا اسکا اچھا ہے اور بڑا اسکا بڑا ہے و منها جاذا انشاد الشعر غیر صوت
 والجان جاذا انشادہ مع الاسمان اور جبکہ شعر کا پڑھنا بغیر خوش آوازی اور نغمے کے جائز ہے تو اس کا پڑھنا
 خوش آوازی اور نغمے کے ساتھ بھی جائز ہو گا فان اکراد المباحات اذ اجمعتم کان ذلک المجموع حاما واسیلا
 کہ جب تک ایک چیز مباح جمع ہوئی تو مجموعہ بھی مباح ہو گا و منها انکم مباح الے مباح کہ تم اگر جمع الا اذا اجمعتم مجموع
 معظور الا یصمتنہ الا حاد اور جب ایک مباح دوسرے مباح کے ساتھ ملے تو درمیان میں اگر جبکہ مجموعہ ایسے
 امر ممنوع کا متضمن ہو جو احادیث میں نہ تھا ولا معظور رہنا اور اس جگہ کوئی امر ممنوع نہیں و کیف یستل
 انشاد الشعر وقد اشد یمن یرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کیسے انکار کیا جائے شعر کے پڑھنے سے
 در حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا گیا وقال علیہ السلام ان من الشعر عکلا اور آپ نے
 فرمایا کہ بعض شعر مفید ہے و انشدت ما کثرت رثے اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی
 شعر پڑھا ہے ان سب احادیث اور اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شعر کہنا جائز ملک مسنون ہو مگر خلاف شرع
 اور واجبات مضامین باندھنا بالکل منع اور قطعاً ناجائز ہے اور شرعاً یہ جو مشہور کر رکھا ہے کہ شعر میں
 جائز ہے جو کچھ جائز کہیں اور کہتے ہیں یجوز للشاعر الا یجوز لغیرہ یہ بات محض غلط اور سببی بنیاد ہے
 بلکہ مطلب اسکا یہ ہے کہ شاعر قادر سخن کو الفاظ میں بعض تصرف کرنا قدرت کی رو سے جائز ہے
 نہ عجز کی رو سے جیسے کسی لفظ میں سے کوئی حرف گرا دینا یا زیادہ کر دینا یا متحرک کو ساکن کر دینا یا ساکن کو
 متحرک وغیرہ وغیرہ ہے

یہ بھی مخفی نہ ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث میں حسن وقصیح قبیح قبیح کے معنی مبالغے کے لیے ہیں
 اور مبالغے کو ناجائز قرار دیا ہے انکی غلط فہمی ہے قبیح سے مراد خلاف قرآن وحدیث کے مضمون باندھنا ہے
 و مبالغے کا استعمال کرنا پس قبیح وہ شعر ہے کہ جس میں کوئی مضمون خلاف شرع باندھا جائے یا کسی آیت نے
 حدیث کا مضمون غلط لکھا جائے یا بتو کی تعریف کی جائے یا کسی بزرگ اور پیشوے دین کی نسبت تمہیں
 بے ادبی ہو جیسے اس حدیث کا مضمون ولدت فی زمان الملک العادل منوچہر نے اس شعر میں غلط باندھا ہے

جہان نازد بعدل شاہ مسعود	چو پیغمبر نبو شر دان عادل
نمود با سد مادی سبل محبوب جزو کل مالک کون	و مکان تہنشاہ زمین وزمان ختم المرسلین علیہ السلام
کافر پر ناز کرتے ہاں شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس مضمون کو صحیح باندھا ہے۔	
سزدگر بد ورا نشخ نادم چنان	کہ سید بدوران تو شیر وان

حضور کے لئے نوشیروان پر ناز کیا تھا نہ ذات نوشیروان پر اسی طرح اپنی طرف سے بنا کر کہنا کہ حضرت نے یوں فرمایا ہے یہ بھی منع اور داخل گناہ ہے جیسے یہ شعر۔

الکثر محمد مصطفیٰ محبوب و مطلوب خدا
کتبتہ درینا حسرتا لہ رمضان الطوار

قصع ہے حضرت نے ایسا نہیں فرمایا پس کسی قول و فعل کو بے سند حضرت کی طرف منسوب کرنا سبب عیبت باندھنے میں داخل ہے اور کتب حدیث میں حضرت پر جھوٹ باندھنے کو کفر لکھا ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر ابو العیض فضی کی مثنوی تلذذ من کا بارگاہ ابو المنظر حلال الدین محمد اکبر کی تعریف میں۔

بروے زمین و آسمان باز
بادر گدگسریا ہم آواز

(یعنی شاہ کی درگاہ زمین پر ہے اور باعتبار رفت کے آسمان کے ساتھ بازی کرتی ہے اور درگاہ کبریا سے ہم آواز و مقابل ہے) نہایت قبیح و خلاف ادب ہے۔ اسی عالم سے ہے یہ شعر انشا کا۔

اُس سے طوت کی ٹھہراتی توین اللہ سے
اور لے دو دن کے حشر کبریا کی مانگنا

میر تقی

پارسا ہیں جو جان سیر پہ لے لیتے ہیں
سالمک مسلک دل راہ ناکتے ہیں
جو ولایت رکھے ہیں شاہِ دلاکتے ہیں
ایک مولا کہے ہیں ایک خدا کہتے ہیں

یا علی جو تجھے کہتے ہیں جلا کہتے ہیں

آفتاب فلک عزو علا تو ہی تھا
جانشینی پیمبر کے سزا تو ہی تھا
چہرہ آراے زمین اور سما تو ہی تھا
قالب خاکی کر پے سے میں خدا تو ہی تھا

یا علی جو تجھے کہتے ہیں جلا کہتے ہیں

اسی طرح میر صاحب حضرت علی کی تعریف میں کہتے ہیں۔

کاٹھے طوفان بلا سے تری بہتے پار
فوجِ ممنون ہے یوں لٹ ہے ترا شکر گزار

ایضاً

آیامی ہے یہ جو تجھے ہم شاہ کہتے ہیں
تجھے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہتے ہیں

ایضاً

جاتے ہیں تجھی کو سب معبود
تھا زمین و زمان سے تو مقصود

مصطفیٰ

دستوار ہے رہنے کو پیمبر کے پہونچنا
ہے موسیٰ عمران بھی مارون مرے آگے

حضرت درمچ امام موسی رضا

رُتبہ دربان کا ترے کتے ہیں عیسیٰ و کلیم | انصُر شاہی کا ترے گنکرہ ہے عرسِ عظیم

میرت

اگر اُس لبِ جان بخش کی اک بات سناؤں | عیسے بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤں

ناسخ حضرت امام حسین کی تعریف میں کہتے ہیں۔

تعریف کروں کیا میں شہ والا کی | موتے کی ہے کچھ قدر نہ یاں عیسیٰ کی

حسام الدین حیدر خان حیدر

ملک خصال پری دس فرشتہ خاکستا | مجال تھی کہ سب یار کو مین تو کستا

علیٰ احمد زین۔ منقبت امیر المومنین علی میں لکھتے ہیں

سومنا ت محبت تو بود | فارغ از رسم حمل آرائی

ان اشعار میں کمال گستاخی جناب کبریا میں اور اہانت پیغمبرِ طہیل اقدار اور ملائکہ کی اور بے ادبی جناب ولایت آب میں نکلتی ہے ایسے ہی شعروں کی نسبت کہا گیا ہے الشعر من مزامیر لبس شاعر کو چاہیے کہ حق بات کو ہاتھ سے نہ لے اور پابندیِ شرع کی لازم سمجھے اور ظالم و فاسق کی جھوٹی باتوں کی تعریف و تصدیق نہ کرے اور ایسا وصف بیان نہ کرے جس کو خوب نہ جانتا ہو اور اگر کسی کی جھوٹی تعریف کی تو سامعین اشعارِ ملکہ خود مدح و خود شامدی و دروغ گو تصور کرینگے اور خدا کے ہاں جھوٹوں کے دفتر میں لکھا جائیگا اور جھوٹ کی بُرائی بہر شخص پر ظاہر ہے اگر مدح اس جھوٹی تعریف کو اپنی نسبت صحیح سمجھ کر مدح سے خوش ہوگا تو لوگوں کی نظر و عین دونوں احمق دکھلائیگی اور مدح پر مدح کے حق کا گناہ لازم آئے گا اور ادھر اسکی طبیعت سے راستی دور ہوتی جائے گی اور ادھر جھوٹی اور بے سرو با باتیں وزن و قافیہ کے دلکش پیرے میں تشنتے تشنتے سوسائٹی کے مذاق میں زہر گھلاتا جا کے کا حقائق و واقعات سے لوگوں کو روز بروز مناسبت کم ہوتی جاگی جھوٹی تعریف کرنا اپنے دل میں خود بھی جانتا ہے کہ مدح میں یہ صفت نہیں ہے جو میں بیان کرتا ہوں پس یہ ظاہر داری و مکاری بلکہ ٹھیک علامت نفاق کی ہے اور یہ بات عقلاً ناروا اور بشر کا گناہ ہے قطع نظر ان سب باتوں کے جھوٹی تعریف کرنا کمال درجہ کی چالپوسی ہے اور شاعر و کوجن طرح محسن اور بے ہمدی سے اعتراف واجب ہے ایسے ہی خوشامد و چالپوسی اور حد سے زیادہ مدح کرنا بھی نازیبا ہے اشعارِ کذاب ایسے ہی شعر کے حق میں آیا ہے۔

تفسیر تیسری میں لکھا ہے کہ دو شاعر حضرت خیر الانام علیہ السلام کی اہانت اور اسلام کی مذمت میں

شعر کہا کرتے تھے اور مشرک اُنسے سُکر پڑھتے پھرتے تھے اُنکے حق میں آیہ والشعر یسبحون النادون الخ نازل ہوئی پس جو شاعر اپنے شعر میں ایسا مضمون لکھے جس میں اہانت کسی پیغمبر یا دین اسلام کی یا کچھ بے ادبی خد تعالیٰ کی جناب میں ظاہر ہو وہ مصداق اس آیت کا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابن اوس وغیرہ شاعر و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم بھی تو شاعر ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ ہمیں شاعر جانتا ہے بلکہ ابن رواحہ نے کہا کہ میں اس وصف میں مرنا نہیں چاہتا اپنے فرمایا تم ان شاعر و نہیں جو غاوی ہیں بلکہ تم غازی ہو اسیلئے کہ مومن شمشیر کے ساتھ جہاد کرتا ہے یا زبان کے ساتھ پس جس شعر مذمت کفار میں کہتے ہو وہ انگو تیر و سنان سے سخت ترین اُسی وقت آئیہ کریمہ الا الذین آمنوا وعلوا الصالحات و ذکر و الذکر نازل ہوئی رسالہ شان نزول آیات قرآنی میں مذکور ہے کہ یہ آیت ناسخ ہے آیت والشعر الخ کی - ۵

شاعر ان را گر چه غاوی خواند در قرآن خدا | مہست از ایشان بقراں خواہر مستشارا |

ہمارے واجب الرحم علماء مذمت شعر و شاعری میں آئیہ کریمہ والشعر یسبحون النادون الخ الم تر انہم فی کل دا و یسبحون لیسوا لعلوا لعلوا سے دلیل تو لے آتے ہیں کہ مستثنائیں آئیہ آخر سے قیام عارفانہ کرتے ہیں اور وہ یہ ہے الا الذین آمنوا وعلوا الصالحات و ذکر و الذکر و امن بعدا لعلوا و یسبحون الذین ظلموا اسی مقابلی یسبحون (ترجمہ پوری آیت کا) اور شاعر پیروی کرتے ہیں انکی گمراہی تو لے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر با تہ پھرتے ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ نہیں کرتے وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں اور یاد کیا اللہ کو اور بد لایا بعد اسکے کہ اپنے ظلم ہوا اور جلد معلوم کر سکے ظلم کرنے والے کہ کس کروٹ اُلتے ہیں۔ کا فر پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن بتاتے تھے کبھی شاعر کہتے تھے اور نبوت کے منکر تھے سو اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کاہن میں فرق بیان فرمایا اور اس آیت میں ج ربیان حضور کے اور شعول عرب کے جو یہودہ باتیں بنا کرتے تھے اعدلات و منات وغیرہ کی تعریف لکھا کرتے تھے فرق بتلایا کہ شعر اگر اہی کی پیروی کرتے ہیں اور یہ دو طرح ہے ایک یہ کہ ہر جنگ میں پھرتے ہیں یعنی طرح طرح کے بیہودہ مقنا لکھتے ہیں کبھی کچھ کہتے ہیں کبھی کچھ ایک بات پر قائم نہیں رہتے اور ان باتوں سے کوئی شخص ہرایت نہیں پایا بخلاف امر آنحضرت کے کہ وہ اول سے آخر تک ایک ہی بات ہے کہ دعوت الی اللہ فرمانے میں اور اس سے لوگ راہ درست پر آتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ نہیں کرتے یہ بھی علامت گمراہی کی بخلاف آنحضرت کے کہ وہ خود بھی وہی کرتے ہیں جو اور و نئے کہتے ہیں یعنی توحید باری تعالیٰ اور عبادت مہود برحق اور ترک شرک و معاصی وغیرہ اور باز رہنا افعال و اوصاف و سیمہ سے تعلیم فرمانے میں اور خود بھی ان اوصاف و صفات سے متصف ہیں گریہ بر ایمان جو او پر بیان کی گئیں انسے وہ شعر کہتے ہیں جو ایمان رکھتے

اور افعال مٹنے کے صالح ہوں اور شعرا و نون کے توحید و نبوت و دعوت خلق لے الہ اور ایسی باتوں سے ملو ہوں جو سچی ہوں اور یاد الہی سے غافل رکھنے والے نہوں اور کسی کی جو نکرے ہوں مگر کوئی جو کرے تو اسکو جواب دینے میں مضائقہ نہیں ہے اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ زیادتی نہ ہو کہذا استفاد میں مفاعیل غیبیہ صاحب مرآۃ الخیال کہتا ہے کہ کلام ملک العلام اکثر جگہ وزن شعر پر ہے اور اس میں صنعت شعری پائی جاتی ہے پس یہ قول بعض کا کہ کلام الہی میں نظم مفقود ہے مردوس ہے (۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم بحر سیر میں ایک مصرع موزون ہے بروزن مغفولن مغفولن فاعلان ۵ بسم اللہ الیکم شری جو جواب ہا موزون چارست انجہ لقرآن مقدم ست ہا اور اسی کے بحر وزن میں سورہ طہ کی یہ آیت ہے قال فما خلیک یا سامی بروزن مفتعلن مفتعلن فاعلن (۲) انا عطیناک الکواثر بحر متدارک میں ایک مصرع موزون ہے بروزن فعلن فعلن فعلن بسکون میں (۳) یہ آیات بحر ل کے وزن پر ہیں لن قالوا لہرحتنہ مفتولا بروزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اسی طرح تم اقرنم و اتم شہد و ن اسی طرح تم اتم مولوا لقتلون اور سورہ سبا کی یہ آیت بھی اسی بحر کے وزن میں ہے و جانی کا جواب و قد ذریرا سیات بروزن فاعلاتن فاعلان دوبار (۴) سورہ کہف کی یہ آیت بحر طویل میں ہر فن شاعر طویون و من شاعر طلیک بروزن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن (۵) بحر متقارب میں سورہ اعراف کی یہ آیت ہر وائی لہم ان کیسی متین بروزن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن ویرزہ میں حیث لا تعقب (۶) بحر جن میں سورہ یوسف کی یہ آیت ہر وائی لہم ان کیسی متین بروزن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن (۷) بحر فصیح میں سورہ دہر کی یہ آیت ہر وائی لہم ان کیسی متین بروزن فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن (۸) بحر مضارع میں سورہ مومن کی یہ آیت ہے یوم النوا یوم توون مدیرین بروزن مغفول فاعلاتن فاعلن فاعلن فاعلن (۹) بحر مدیر میں سورہ مومن کی یہ آیت ہے یوم النوا یوم توون مدیرین بروزن مغفول فاعلاتن فاعلن فاعلن فاعلن (۱۰) بحر بسیط میں سورہ انفال کی یہ آیت ہے یوم النوا یوم توون مدیرین بروزن مغفول فاعلاتن فاعلن فاعلن فاعلن (۱۱) بحر وافر میں سورہ توبہ کی یہ آیت ہے یوم النوا یوم توون مدیرین بروزن مغفول فاعلاتن فاعلن فاعلن فاعلن (۱۲) بحر بحر کمال میں یہ آیت ہے اذ انزلنا الی صراط مستقیم بروزن مستفعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن (۱۳) بحر خفیف میں یہ آیت ہے اذ انزلنا الی صراط مستقیم بروزن مستفعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن (۱۴) بحر بحر مقتضب میں یہ آیت ہے اذ انزلنا الی صراط مستقیم بروزن مستفعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن (۱۵) بحر مجتث میں سورہ توبہ کی یہ آیت ہے یوم النوا یوم توون مدیرین بروزن مغفول فاعلاتن فاعلن فاعلن فاعلن (۱۶) بحر جریم میں یہ آیت سورہ دہر کی ہے ودا نیک علیہم ظلالہا و دا لک ظلو کما تذلک لہا۔ مولوی صہبائی لکھتے ہیں کہ جو آیتیں کلام الہی کی یا حدیثیں موزون ہیں وہ شعر نہیں اسلیے کہ شعروہ

کلام مخفی ہے جو بقصد شعر موزون کیا جائے پس جو کجیات موزون ہیں اگرچہ بلا قصد موزون ہونا ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا اور نہ میں کہہ سکے کہ اُس جناب اقدس سے بلا قصد موزون ہو گئے ہیں اور اُس پر اطلاع نہ ہوئی ہو (معاذ اللہ) لیکن بقصد شعر موزون نہیں فرمایا پس شعر نہوین اور اگر بقصد شعر موزون کرنے کی قید نہ لگائی جائے تو ہر کلام کا شعر کہنا جائز ہے لیکن چونکہ اکثر شعر میں مبالغہ و کذب ہوتا ہے اور کلام الہی ان امور سے پاک ہے لہذا شعر کا اطلاق ادب کی رو سے منع ہوا ہے۔
مگر میرے نزدیک یہ آیات شعر میں داخل نہیں شروء کے قبیل سے ہیں جس میں شعر کا وزن ہوتا ہے اور قافیہ نہیں ہوتا۔ مولانا غلام علی آزاد خاں عامرہ میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ کلام موزون کا صدر اول متکلم قدیم یعنی جناب باری عز اسمہ سے ہے لیکن چونکہ اسے الہی توقیفی میں ایسے شاعر کا اطلاق اُس ذات متعالیٰ پر نہیں ہو سکتا یا دیکھو کہ اسے الہی کے توقیفی ہونے سے یہ مراد ہے کہ اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقتہً اور محباناً بغیر اذن شائع کے درست نہیں مولوی عبدالحی محدث دہلوی اور علامہ قاری شریح مشکوٰۃ میں کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن مجید و حدیث میں موزون واقع ہوا ہے مقصود بالذات نہیں۔

بالجملہ شعر کا وجود و جواز قبل زمانہ حضور پر نور سے اور خاص عبد البریکت میں بتشریح متذکرہ بالا ثابت ہو گیا اور بعد میں بھی شعر کہنا صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کا ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسبب نہ آگاہ ہونے فن شعر سے تاسف ظاہر فرمایا ہے ابن جوزی سے مروی ہے عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما مالک بن نویرہ کہ یندبنا غاہ ویقول الشعر فقال یا لینی اقول الشعر فاندب اتی زیداً (ترجمہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ستم برادر مالک بن نویرہ اشعار کہتا ہے اور اُس میں اپنے بھائی کے محاسن و خوبیاں بیان کر کے روتا ہے فرمایا کاش کہ میں بھی شعر کہتا ہوتا کہ اپنے بھائی زید پر روتا اور اُس کی خوبیاں بیان کرتا یا صاحب مخزن الشعر نے ایک شعر حضرت ابو ہریرہ کا نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ بیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ماتم میں کہی تھی بڑے تعجب کی بات ہے یہ نہ خیال کیا کہ آپ وقت شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عالم میں کب تشریف رکھتے تھے بلکہ حضرت عمر فاروق بھی رونق افروز خلد برین ہو چکے تھے دراصل وہ شعر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے و کیفیت منضّل اُس شعر کی یہ ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوڑے سے چھوڑا دین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے دھلے برکت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ ان چھوڑاؤں کو اپنے لئے شہدان میں ڈال رکھو ان چھوڑاؤں میں ایسی برکت ہوئی کہ قریب تیس برس کے خراج ہوئے تھے اور بنو جھوڑا سے لے کر ابی راہہ بن جیہ گم گم ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن وہ تو شہدان کو گویا اور ابو ہریرہ کو نہایت رنج ہوا اور یہ شعر کہتا ہے۔

	لَمَّا سَهِتَمُ وَلِي هَيْسَان	لَقَدْ ابْجَرَابَ وَقَتْلُ الشَّيْخِ عُمَانَ
یعنی لوگوں کو ایک غم ہے اور کج بود و غم میں ایک گرم جانے تو شدہ دان کا دوسرا شہادت حضرت عثمان کا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دیوان مشہور ہے جسکی شرح بڑے طول و بسط کے ساتھ قاضی حسین بن علی الدین بیہندی صاحب شرح ہدایت الحکمت نے لکھی ہے یہاں پر چند شعر تمینا و تہر کمال لکھے جاتے ہیں۔ ۵	فَرَحٌ ذَكَرَ هَيْتَ فَمَا لَمِنْ وَفَاؤُ يَكْتَسِرُنْ قَالَتْ ثَمَّ لَا يَجِبُ سِرْنُ	رَجَّحَ الصَّبَا وَهَمُّهُ وَهَيْتَ سَوَاءُ وَقَتْلُ سُبُهْنِ مِنَ الْوَفَا حَسَنًا
ترجمہ) چھوڑ کر اٹھا یعنی عورتوں کا اسلئے کہ انہیں وفائ نہیں ہو ا کا مجھوں کا اور اٹھا عہد و پیمان برائے		یہ نہ دل کو توڑی گئی پھر نہ چڑی گئی اٹھا دل و فلسے خالی ہے۔ ۵
قال النجم والطبيب كلاهما ان صح قولكما فقلت بناسر	ان نختار الاموات قلت اليكم وان صح قولی فانسار عليكم	
ترجمہ) کہا منجم اور طبیب دونوں نے کہ مرنے پرگز نہ اٹھینے کہا میں نے دور ہو اگر تمھاری بات سچی ہے تو مجھے نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میری بات سچ ہوئی تو تم کو نقصان ہوگا۔ امام غزالی نے یہ دو شعر بوالعلاقہ معزی کی طرف منسوب کیے ہیں لیکن شیخ العارفین امام محی الدین قدس سرہ فتوحات میں فرماتے ہیں کہ یہ شعرین علی کے ہیں چنانچہ شرح مذکور میں بھی مندرج ہیں۔ اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اشعار کے ہیں چنانچہ روایت ہے کہ جب روح مطہر جناب سالت اب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاکدان ظلمانی سے عالم نورانی کی طرف تشریف فرما ہو کر رولق افروز اعلیٰ علیین ہوئی تو حضرت سیدۃ النساء کو ایسا الم ہوا کہ حیض تحریر و تقریر سے باہر ہے بعد دفن کے قبر مبارک پر تشریف لائیں اور تھوڑی سی مٹی وہاں کی اٹھا کر سو گئی اور یہ اشعار پڑھے۔		
مَا ذَا عَلِيٍّ مِنْ شَيْءٍ تَرَبَّتْ أَحْمَدُ صَبَّتْ عَلَى مَصَائِبِ كَوْنِنَا	أَنْ لَا يَشْتَمَ مَدَّ الزَّوَانِ غَوَالِيَا صَبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ حُرْنُ لَيَا بَيَا	
ترجمہ) کیا چاہیے اُسے جو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سو گئے اسکو یہ چاہیے کہ عمر بھر کوئی خوشبود نہ ہو مجھ پر وہ مصیبتیں پڑیں کہ جو دنوں پر پڑتیں تو دونوں کی رائیں ہو جائیں۔ اور حضرت سید الشہداء علیہ السلام مقام درجین فرماتے ہیں۔		
خَيْرُ اللَّهِ مِنْ اخْلُقِ ابْنِي	ثُمَّ آتَى قَانَا مِنْ الْخَيْرِ ثَمِينِ	

یعنی میرا باپ بہترین مخلوق خدا ہے اور ان بھی پس میں دو اچھوں کا بیٹا ہوں۔
حضرت عباس بن امیر المومنین علیؑ فرماتے ہیں۔

والسدر لو قطعتم کمنی | لا حین صابر کمنی ونبی

یعنی قسم خدا کی اگرچہ میرا ہاتھ تنے کاٹ ڈالا لیکن میں لوگوں کو اپنے دین سے بچاؤں گا یعنی دین پر جو حملات ہیں
میں اُسپر کسی نہیں کر دوں گا۔

حضرت علی اکبرؑ فرماتے ہیں۔ ۵

انا علی بن حسین بن علی | نحن ونبیت السدر ولی بالنبی

یعنی میں بیٹا حسین بن علی کا ہوں قسم ہے بیت السدر کی ہم نبی سے بہت قربت رکھتے ہیں۔ ۵
امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں۔

ماذا تقولون اذ قال النبی کلم | ماذا فعلتم وارتقم خیر اللمم

یعنی کیا جواب دو گے جب نبیؐ کہنے لگے کیا حالانکہ تم خیر اللمم تھے۔
روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے لشکر واسطے جہاد نو شیروانیوں کے روانہ کیا تو جو لوگ
شعر کے فن میں مہارت رکھتے تھے انہیں فرمایا کہ اسے شعار جو غازیوں کی طبیعت کو تیز اور مستعد بنو نیز کرین سناؤ پنا پنہ
شعر اور غازیوں نے ایسا ہی کیا۔ مذکرہ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت ابو العباسؑ اساری میں حضرت ابو بکرؓ کی
رحمتہ السدر علیہا فرماتے تھے کہ اگر ناز بے قرآن کے روا ہوتی تو اس شعر سے روا ہوتی۔ ۵
کنت علی الزمان مبالا | ان یرے فی الیومہ طلع جری
یعنی زمانے سے توفیق چاہتا ہوں یہ کہ کبھی جائے زندگی میں صورت آزاد مرد کی۔

شعر محمود و مذموم

اس حدیث سے کہ شعر مولا کا مفسد حسن و قبیح قبیح یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ بعض شعر محمود و بعض مذموم
محمود وہ ہے جس میں کوئی امر خلاف شرع نہ ہو اور وہیات مضامین اور لاطائل بے فائدہ باتوں سے خالی ہو اور غلو سے
پاک ہو اور مسہین خالص اور فاسق کی خوشامد نہ ہو اور مذموم وہ شعر ہے جس میں اس قسم کی باتیں ہوں اور جس طرح
شعری و قسیمی ہوں شعر کی بھی دو قسمیں ہوں ایک فسر قہ محمودہ اور اس میں وہ شعر داخل ہیں جنکے شعری نہیں
مضمون حسن و پاکیزہ اور نہایت عمدہ ہو جسکے سننے سے بے اختیار کلمات تحسین و آفرین زبان سے نکلن اور
لئے کلام میں کوئی بے تہذیبی اور خلاف شرع بات نہ ہو و دوسرا فقرہ مذمومہ اس میں وہ لوگ ہیں جنکے شعر
قبیح بزرگوں کی جو اور کلمات تنہک اسلام اور شہرے شریعت اور مرقعات و وہیات پر ہوں اور نہ لیاک مہو ہوں

ہر شاعر کو اس بات کا لحاظ رکھنا ضرور ہے کہ یہ وہ کلمات اور برسی بات زبان سے نہ نکالے اور دشنام و ہجوم و ملامت سے پرہیز کرے ترمذی نے ابوامامہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حیا اور بات لحاظ کر کے کہنا و دشمنین ہنر ایمان کی اور فحش و بد زبانی اور بے دھڑک بات کہنا و دشمنین ہنر نفاق کی۔ بعض شاعرے متقدمین نے جو کلمات پند و نصائح خرافت و ہزل بازی میں دانستے شہر کیے ہیں وہ صاحب دلوں کے واسطے اعتبار کا لہجہ عقلا خوب جانتے ہیں چنانچہ شیخ سعدی علیہ رحمۃ اللہ اپنے کلام میں فرماتے ہیں۔

بجز احت کلفتہم این گفتار
ہزل بگزار و جہاز و بردار

شاعر و نکو یہ بھی ضرور ہے کہ شعر گوئی میں ایسے مشغول و مبہوت نہ رہیں کہ بیشتر اوقات شعر ہی کا شغل رکھیں ذکر الہی اور دوسرے امور سے غافل نہ رہیں بلکہ چاہیے کہ فکر معاد و معاش و سرشتہ عظیم مراتب بزرگان اور تمیز حق و باطل ہاتھ سے نہ دیر بہرچہ شاعر ایسا خیال کرے اور شب و روز اشی میں رہے اور اوقات ضائع کرے اسکو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان فرمایا ہے جیسا کہ مسلم نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا جاتا تھا الیکبارگی ایک شاعر آگے آیا کہ شمار پڑھنا جاتا تھا (یعنی اُس راہ میں مدح و شانہ اشعار پڑھنا چلا جاتا تھا) آپ نے فرمایا کہ کپڑ و شیطان کو اور یہ بھی فرمایا کہ آدمی کے پیٹ کا پیپ سے بھرنا بہتر ہے اس بات سے کہ وہ شعر سے بھرے اس سے معلوم ہوا کہ ہر وقت شعر کی فکر میں منہمک ہنا اور اوقات ضائع کرنا اور فکر معاد و معاش سے غافل رہنا ممنوع ہے۔

دوسرا موقی حقیقت اردو اور شاعر می رنجیتہ کے بیان میں

رنجیتہ مصدر رنجین سے مفعول کا صیغہ ہے یعنی بٹھا ہوا یا گری پڑی پریشان چیز جو کہ زبان اردو کی پانچویں لکھنوی ہے اسلیئے اسکو رنجیتہ کہتے ہیں اور اس زبان میں ہر طرح کے الفاظ پریشان جمع ہیں مثلاً عربی فارسی ترکی پنجابی پوربی بنگالی ماڈواڑی برہمی بنیل کھنڈی دکھنی انگریزی سریانی یونانی فرانسیسی جرمنی پشتو وغیرہ مثال نقل مرزا آغا فرمائے تھے کہ احمد کی زبانی دریافت ہو کہ روم روس کی لڑائی جو ہو رہی تھی اُس میں ایک موبے پر عثمان پاشا کو ہزیمت ہوئی روسی غالب آئے مین نے کہا آپ اُس جہلی کی بات کا کاہے کو یقین کرے میں عثمان پاشا جمل افواج روم بڑے شجاع و بہادر ہیں بغیر فتح کیے ہوئے میدان جنگ سے منھ نہ پھیرے گئے اس مثال میں زبانی اور دریافت اور بہادر اور میدان جنگ الفاظ فارسی ہیں اور ہزیمت اور غالب اور یقین اور افواج و شجاع و فتح وغیرہ الفاظ عربی اور جہلی بمعنی نادان و زبان دراز پنجابی اور پاشا ترکی اور جنرل انگریزی اور کاہے جسکے ساتھ لفظ کو ملا ہوا زبان برنج کا لفظ ہے۔

دریے ستلج سے اُس طرف زبان پنجابی ہے اور جب قدر دریائے ستلج سے اس طرف دہلی تک نظر کریں تو اردو زیادہ تر فصیح ہوتی جاتی ہے دہلی دارالسلطنت اور اُس کے گرد و نواح سے جب قدر آگے بڑھیں سبج بھاشا اور پوربی داخل ہوتے ہوتے بنگالی بن جاتی ہے اور جب قدر جنوب کو چلے جائیں ٹاڈ واڑی داخل ہوتے ہوتے دکنی اور گجراتی ہو جاتی ہے۔

اصل زبان اردو کی بھاشا ہے اور حلاوت دکنی فارسی و عربی سے ملی ہے قدیم شعرا ہند ہلوک اور دوسرے اور گیت میں مضامین شعری کو ادا کرتے تھے ابتدا میں ہندوستان میں وید کی زبان لُج کھی گیا رھوین صدی عیسوی سے پہلے زبان بھاشا ایجا دھوئی جسکی عمر نو سو برس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر سہی زبان لُج رہی مگر گیارھویں صدی عیسوی تک کوئی کتاب زبان بھاشا میں تصنیف نہیں ہوئی سنہ گیارہ سو اکیانوے میں سلطان محمد شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر چڑھا کی اور یہاں کے آخری راجہ پر تھی لُج کو شکست دیکر اپنا تسلط کیا اور رفتہ رفتہ غجربی قبضہ ملا ملین اسلامیا کا ہو گیا تو شعراے نامدار اور اویان بلاغت شعرا فارس سے ہندوستان میں آئے اور کچھ عربی و فارسی ہلی زبان میں شعر کہتے رہے رفتہ رفتہ ہندوستانی زبان قدیم میں الفاظ عربی و فارسی اور ترکی ملتے گئے یہاں تک کہ تیرھویں صدی عیسوی مطابق ساتویں صدی ہجری میں حضرت ابوالحسن امیر خسرو دہلوی جو طبع خدا داد اور قوت ایجاد رکھتے تھے سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد میں اس عالم میں رونق بخش ہوئے اور داؤد شاہ عریزی اور حق سخنوری ادا کیا اور طرز جدید کے وجود پر وہ نیا و نکل اختیار کیا کہ تا قیام قیامت نام اُنکا صفحہ ہستی پر قائم رہے گا اگر گیت اور پہیلیاں زبان بھاشا میں اُسی طرز ترکیب پر کہی ہیں اور بہت اشعار و غزلین زبان مروجہ وقت اور بحر فارسی میں موزون کی ہیں اور کر نیان زبان بھاشا میں خاص اُنکی مفرعات سے بن اُسی طرح اُنکل اور ڈھکوسلے اور دوسنے بھی کہی گئی کہ کرتے تھے کہ وہ بھی نہی کی ایجاد ہیں یہاں پر کچھ اشعار اُس قسم کی غزلوں کے اور تھوڑی سی مکر نیان وغیرہ بطور مثال کے لکھی جاتی ہیں تاکہ ناظرین کو اس وقت کی شاعری کا ڈھنگ معلوم ہو۔

اشعار غزل

شبان بھون دراز چون نلک و زو و لٹش چو عمر کو اہ	سکھی بیا کو جوین ندر کھون فرمیسے کاٹون اندھیری تیلن
بیا یک اذول دو چشم جامد و لصد فریم ہر دینکین	کسے پڑی ہے جو جاسانے پیارے پو کو ہماری تیلن
بجن رو زو و مال مشر کہ داد مارا فریب بخشرو	بھائے را کھون سن عیو ساجن جو کینے بافتن کون تیلن

مکر نی

اوپنی آٹاری پانگ مچھایا	مین سوئی میرے سر پر آیا
-------------------------	-------------------------

اکھل گئیں اکھیاں بھی آبت	سکھی کوئی ساجن ناسکھی چینہ
ایضاً	
ایک سجن مورا من لپا دے	کچھ چوے اور بات بنا دے
ہوٹن لاک سبھی رس لھینچا	سکھی کوئی ساجن ناسکھی نیچا
ایضاً	
سگری رین جھپٹین پر رکھا	دناک رس سب واکا چاکھا
بھور بھٹی تب دیا ڈار	سکھی کوئی ساجن ناسکھی بار
ایضاً	
کچھ مورا چومت دن رات	ہوٹن لاکت کمت نہ بات
جات میری جگ مین پت	سکھی کوئی ساجن ناسکھی نت
ایضاً	
اُس بن مجھو چین نہ آدے	وہ میری تس آن بجھا دے
ہے وہ سب سخن بارہ بانی	سکھی کوئی ساجن ناسکھی پانی
اکھل	
کھیر کانی جن سے - چرہ دیا جلا - آیا کتا کھا گیا - تو بیٹھی ڈھول بجا - لا پانی لا -	
[دھنکو سلا]	
جھاوون کی کپی پیلی - چوچو پڑی کپاس - بی ہترانی داں چا دگی - یا ننگا ہی سور ہون -	
[نبولی کی پیلی]	
بڑور سے ایک تریا اتری اُسے بہت رچھایا	باپ کا اٹک نام جو پوچھا آدھا نام بتایا
آدھا نام تپا پر پیار ا بوجھ پیلی موری	امیر خسرو یون کہین اپنے نام نبولی
[ناخن کی پیلی]	
بسیون کا سرکات لایا	انا مارا ناخن گیا
[لال کی پیلی]	
انہا گونگا بہر ابلے گونگا آپ کھائے	دیکھ سفیدی ہوت اگا گونگے سے بھر جائے
بائس کا مندر واکا باسائے کا وہ کھا جا	رنگ سے تو سر پر اکھین واکو را دراجا

سی سی کر کے نام بتایا۔ تائین بیٹھا ایک بجسید پہلی مین کے تومن لے میرے لال	اٹھاسپدھا ہر ہر دیکھو وہی ایک کا ایک عربی فارسی ہندی تینوں کے وسمیال
خالق باری بھی انہی کی مخلوقات فکر سے ہے اسین فارسی کی بحرون نے اول اثر کیا ہے اور اسی سے پہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت کون کون سے الفاظ استعمال تھے جواب متروک ہیں۔	
و لہ	
اور دن کی چو پہری باجے چٹو کی آٹھ پہری صاف صاف کر کے رکھے جس مین تائین لال	باہر کا کوئی کے تائین آئین سب شہری اور تے جہان سنگ سلاوے چٹو کے موسل
ایسے ہی اور شعلے وقت لے غزل سرائی کی ہے چنانچہ حامد کوئی شخص ہوا ہر اسکا زمانہ معلوم نہیں کہتے ہیں طبع باری اسی کی تصنیف ہے اسکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی پنجابی ہے یہ اسکا کلام ہے۔ ۵	
عزم سفر چون کر دی سا جن مینو نیند نہ لے گی قدرو صالت نادر استم قمر بن پرہ ستارے گی	
ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ایک پرانی بیاض مین جو اسوقت میرے پاس موجود ہے شہر پیارے لال توفی تخلص کی ایک غزل مندرج ہے جو عہد جاگیر مین فارسی شاعر تھا اور اردو بھی کہنے لگا تھا مین اس کے چند شعر بیان لکھتا ہوں ۵	
جن پریم چاکھان مین امرت پیا تو کیا ہوا توید اور طوار مین ساری عمر ضائع کیتی جو گی و جنگ سیوڑ رنگ لال کٹے پیر کے جو مین نہیں پی کا درو بیٹھا شایع ہوئے کہ جب عشق کے دریائے مین ہوتا نہیں کاشن مارگ بسی سب مجھو ڈکڑل تن سے مین خلوت کڑ	جن عشق مین مرنا دیا جو جگ جیا تو کیا ہوا سیکھے گریے کھنے مٹا ہوا تو کیا ہوا واقف نہیں اس حال مین کپڑا لگا تو کیا ہوا من کارہٹ پھر تائین سمن کیا تو کیا ہوا نگار بنار در کا پٹھٹ پھرا تو کیا ہوا شوقی بیائے لال بن سب سین ملا تو کیا ہوا
پھر خیر فتنہ دکن مین بھی شاعری شروع ہوئی اور وہاں کے دکنی الفاظ ریختہ کی زبان مین ملنے لگے اور سبب اسکا یہ ہوا کہ محمد شاہ بن تغلق نے اپنے عہد مین ایک مرتبہ تمام اہل دہلی کو مٹا کر دولت آباد دکن مین بھیج دیا تھا اس قتل حکمت کے سبب سے دکنی الفاظ ریختہ مین بہت مل گئے دوسرا سبب یہ تھا کہ جو لوگ سلاطین اور امر کے ہر کائے کن جاتے تھے اشعار شعلے دکن کے لاتے تھے اور دکن کے شعرا یہ ہیں۔ احسن۔ اشرف۔ جعفر۔ خوشنودی۔ عزیز الدین۔ احمد۔ فضل۔ لطفی۔ ہاشمی۔ ہاشم۔ سعدی وغیرہ یہاں پر تھوڑا سا کلام بھی بعض شعرا سے دکن کا فہم کیا جاتا ہے۔	

سعدی		
گفتا کہ رہو ہا ورے اس ستر کی یہ ریت ہے	مشتاق چو دیدم برخت گفت کہ یہ کیا دیدیت ہے	
تم یہ کیا ہم وہ کیا یہ بھی جگت کی ریت ہے	ہمنا تن کو دل دیا تم دل لیا اور دکھ دیا	
در رختہ در رختہ ہم شفر ہے ہم گیت ہے	سعدی غزل انگشتہ شیر و شکر آغشتہ	
احمد		
از اصل خود ناید بدون آفر گلیلا ہے پر	گر مبیضہ زانغہ کسے وزیر سیرغہ مند	
اصلیکہ دارد کے رود آخر بنور اچھے پر	گر طفلکے باری گئے خواندہ و عالم شود	
مردی کہ دارد کے رود آفر گلیلا ہے پر	گر بچہ شیرے کسے با شیر رو بہ پرورد	
ولہ		
کرمیت کی باندھی اور بیت کی باٹ پر سٹکے	بھریں دوینین کی چھ گلکان صبور سی ساتھ لے تو سٹکے	
خوشنودی		
چپ پیچے دیکھی باٹ میں دشمن کو دکھایا نہیں	سب رین جلے سیج پر تو کبھی سخن آیا نہیں	
فضلی		
کیا سب تن کو میں بین اچھون درشن نہ پائے مہن	رکھون ہون غیر جان جانان تصدق تجھ پہ کئے کو	
باشم		
اگر گھرے چاند سے چرن کے خط کیچ تاب اچھے	دکھن اور ہند کے دلبر ہمن سے بے حجاب اچھے	
احسن		
یابگ پی آیا کرین یا معب کو لے ہواے کر	جب تے سفر پی نے کیا تپ تے غریب آوارہ ہونا	
جعفر		
مجرع تہ پراہ منی ٹھار کر چلے	غمران سے دیکھو شوق مجھ مار کر چلے	
اشرف		
بھدو تاب جو کیوں کا ناگ لایا جو جو مہنی ہو سو ہو جا	بیان میرے تیلن یارگ بھایا جو جو مہنی ہو سو ہو جا	
عزیز اللہ		
عاجز عزیز اللہ امر دکھن کے سب بیان مدد	مجھ نیم جان میں کیا سکت بولون جو ولیان کی کھفت	
لطیفی		

میں عشق کی لگی میں گھائل پڑا ہوا تیسرا

تجربہ کا ماتا اگر محسوس کو کھندل گیا ہے

ما تفسی

تیسری انگھان وزلف سے کافر ہوا سارا جان

اسلام اور تقویٰ کہان نہ ہوا اور مسلمان کی کدھر

اُس عہد کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص صری کو دو دھرمین گھولے تو اول اُسکی موٹی موٹی ڈالیان

ہوتی ہیں اور پینے والے کو کبھی پھیکے دودھ کا گھونٹ اور کبھی کچھ میٹھا اور کبھی ساری صری منہ میں آجاتی ہے

مگر آخر کو محسوس کر دو تون ایک ہو جاتے ہیں جب شہنہ ہجری میں نسل تیموریہ کے پانچویں تاجدار ہند شاہ جہان نے

نیا شہر شاہ جہان آباد کیا اور قلعہ معلے اور جامع مسجد اور شہر شاہ کو تعمیر کرایا اور نواب علی مردان خان نہر لایا

اور بادشاہ نے جشن فرمایا اور شہر کو دارالخلافہ قرار دیا تباہی و تاراج و تباہی اور صاحب ہنر قدردانی

فیض رسانی اُس صاحب قرآن ثانی کی منکر حیرت میں جمع ہوئے اور ہر ملک کے لوگوں کا مجمع ہوا رفتہ رفتہ پڑائی بولی

متروک ہونے لگی اور محاورہ صاف ہوتا جیلا مختلف ملکوں کے آدمی باہم جمع ہوئے سو دلسلافین میں نہایت سبقت

سوال و جواب میں ایک دوسرے سے گفتگو ضرور چلی چونکہ اصلی زبان ہر ایک کی جدا تھی اسلئے ضرورت ہوئی

کہ کچھ الفاظ دوسری زبان کے ملا کر مخاطب کو سمجھائیں اسی طرح میان کے اصلی باشندوں کو بھی واجب ہوا کہ ایسے

کلام میں کچھ الفاظ و محاورات اہل فارس کے ملا کر مطلب کو لکھنے میں نشین کریں چند روز کے بعد ایک نئی زبان

حساب و اب اردو کہتے ہیں ہو گئی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترکی میں اردو بازار لشکر کو کہتے ہیں اور یہ زبان اردو سے

شاہی سے نکلی ہے پس کثرت استعمال سے خود زبان کو بھی اردو کہنے لگے اور اردو و زمرہ شہر دہلی کا نام ہو گیا۔

یہ صرف شاہ جہان کا اقتبال ہے کہ یہ زبان اُسکے اردو کی طرف منسوب ہو گئی ورنہ اوپر کے بیان سے معلوم

ہوا ہو گا کہ بنا اُسکی اُسی زمانے میں پڑ گئی تھی جبکہ مسلمانوں کا قدم پہلے ہیل ہندوستان میں آیا شاہ جہان کے عہد

تو صرف زبان اردو کے ایک متنازع صورت اختیار کر نیکی بنیاد قائم ہوئی تھی اُس عہد سے اب تک اس زبان میں

تبدیلی جاری ہے پیشتر جو لوگ اردو زبان ہوتے تھے نہ تو وہ شاعر ہوتے تھے نہ سبب عدم رواج کے اردو میں

شعر کہتے تھے اور نہ کسی دوسری علمی اہم ضرورت تون میں اس گھریو زبان سے کچھ کام لیتے تھے کیونکہ اسکی انشاد واری

فخر نہ سمجھتے تھے پس علمی کتابی اور درباری زبان تو فارسی تھی اور معاملات میں عوام کے ساتھ اردو بولنی چاہی

اور جو لوگ شاعر تھے وہ سبب اہل فارس ہونیکے اردو سے ناواقف ہوتے تھے اس سبب سے شعر فارسی کہتے رہے

اور اگر فکر بھی کی تو اسوقت کی ٹوٹی پھوٹی بولی اُنسے پوری پوری خوبی کے ساتھ اداسنوں کی چانچہ میرزا معز قسطن

کہ بڑا عالم ایران کا تھا اور شاعر کامل عہد عالمگیر میں ہوا ہے اور مدت تک ہندوستان میں رہا ہے اُس نے

زبان اردو میں یہ شعر کہا۔

از زلف سیاہ تو قبل دوم پری ہے	در گلشن آئینہ گما جوم پری ہے
ایسے ہی قمر لباسش خان امید نے کہ بڑا صاحب کمالات تھا اور اہل ہند نے اسکی خوب صحبت رہی ہے اور علم موسیقی میں بھی مہارت تھی اردو میں یہ مطلع لکھا ہے۔ ۵	
با من کی بیتی ایک مری آنک مون یی	گالی دیا وغضتہ کیا اور دگر لری
آخر عہد عالمگیری سے شعر اس زبان میں شعر کہنے کے لئے چنانچہ مرزا عبد الغفار بیدل جو شاعر کامل اور فخر و شرف میں بے مثال تھے اور سنہ گیارہ سو تینتیس ہجری میں انتقال کیا کتے ہیں۔ ۵	
مست پو چھ دل کی باتیں وہ دل کمان ہو ہم میں	اس تحم بے نشان کا حاصل کمان ہے ہم میں
جب دل کے آستان پر عشق آنکر چکا را	پر دے سے یار بولابیدل کمان ہے ہم میں
مرزا عبد الغنی بیگ قبول کتے ہیں۔	
دل یوں خیال زلف میں پھر تلے نعرہ زن	تار یک شب میں جیسے کوئی یا سبان پھرے
مگر ایک عرصے تک شاعری اردو نے بہت ساروں کو بنایا اور نہ کوئی نثر زبان اردو میں تصنیف ہوئی۔ یہ سب شاہ عہد سے پہلے کوئی تصنیف نثر اردو کی دیکھنے میں نہیں آئی میر شاہ کے عہد میں شکستہ ہجری میں ایک شخص نے کتاب وہ مجلس اردو میں لکھی ہے جس میں وہ خود کہتا ہوں کہ کوئی اس صنعت کا نہیں جو اختراع اور ابتک ترجمہ فارسی عبارت ہندی میں نہیں ہوا مستمع پس اس اندیشہ عمیق میں غوطہ کھایا اور بیابان تامل و تدبر میں سرگشتہ ہوا، یہ عبارت اوپر کے بیان کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے اس وقت کی زبان کتابی بھی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بعض بعض تصانیف اردو میں ہونے لگیں اور شاعری کا چرچا بھی زیادہ ہو گیا یہاں تک کہ سر ملکہ شریک ریختہ، بسم اللہ دیوان شاعری عنوان رسالہ سخوری حاجی علی متخلص بہ ولی نے دہلی میں انکراس فن کو رونق بخشی اور ہندوستان میں نظم شاعر کا بولیا سے نظم اردو میں وہی رتبہ حاصل ہے جو انگریزی نظم میں چائے کر اور فارسی میں زود کی کو اور عربی میں مسلسل کو یہ شخص احمد آباد ہجرت کا رہنے والا عالمگیری کے عہد میں پیدا ہوا محمد شاہ، بادشاہ ہندوستان کے وقت میں دہلی میں آیا اور آخر عمر اپنی زمین گذری اور اردو شاعری کو پھیلایا اور فارسی کے طور پر دیوان کو مرتب کیا اگرچہ اس سے پہلے اور اسکے عہد میں اس زبان میں حکیم نادر علی شفا اور غازی اور خواص اور شاہ کلی اور سراج اور جولان اور طالب وغیرہ اکثر شعر نے فارسی بحر و مثنیٰ اردو کے اشعار کے ہیں لیکن کوئی شاعر اس وقت تک زبان ریختہ میں لکھ نہ سکتا تھا کہ نہیں ہو چکا ہر چند کلام اس کا بہ نسبت کلام زمانہ حال کے ایسا ہے جیسے ہندوستانی گزری بمطالعہ انگریزی طبع کے لیکن وہ اپنی طبع خدا داد کی مدد سے نظم اردو کا دیوان جمع کر کے پھیلو گواس امر کا شوق دلا گیا اور اردو شاعری فارسی شاعری کے ڈھنگ پر لانے کے لیے رہنما ہو گیا گو سکتے نقش قدم تے دے ہے جوم خدائی کے پردن نے	

۲۹
مرزا عبد الغنی بیگ قبول
کتے ہیں۔

مشاکر رکھ دیے مگر نہیں اُسے اپنا نقش قدم نظم اردو کی تواریخ کے صفحہ زیر السیادیا ہے کہ قیامت تک حق اُستادی کا کسی طرح باطل نہیں ہو سکتا اُسکے کلام میں اکثر مضمون مناسب بھی ہیں اور فصاحت بھی بہ نسبت دوسرے شعراء معاصر کے زیادہ ہے اور مذاق بھی اچھا ہے یہاں پر بطور نمونہ کچھ اُسکے اشعار لکھے جاتے ہیں۔ ۵

حالات نہیں کسی کو کہ اک حرف میں سے اُکے وکی ہماری طرف تیغ ناز لے خط کے آنے نے خبردار کیا گلرو کو سُن وئی پہننے کو دنیا میں مقام عاشق بُجھ لب کی صفت لعل بخشان سے کو نکا میں جب سے دکھا خواب ہوا عیاںِ خوبی تقریف ترے قد کی الف والدے ساجن بے وفائی نکر حسد اسون ڈر آر سی دیکھ کر نہ ہو مفسر و ر یہ تیل تجھ گھم کے کعبے میں مجھے اسود مجھ دستا	احوال گر کون میں دل بے قرار کا اُس شوخ کو خیال اگر ہے شکار کا نشہ ہوش ہے اس بادہ ریحانی میں کو کچھ زلف ہے یا گوشتہ تنہائی ہے جادوہین تری من غزالے کو نکا اس خواب کو میں یوسف کُنا لے کو نکا جا۔ رو گلستان کو خوش الحان سے کو نکا جگ ہنسائی نکر حسد اسون ڈر خود منائی نکر حسد اسون ڈر زخمدان میں ترے مجھ جاہِ نرم کا شربت
--	---

چونکہ اس وقت تک زبانِ ریختہ شستہ اور صاف نہیں ہونے پائی تھی بندش کی جستی ترکیب کی درستی نفطو کا دور ولست کم تھا اور نہ خیالات میں آج کل کی سی نزاکت تھی اور نہ تشبیہ و استعارہ تھا اور نہ فارسی محاوروں کا زور حاصل تھا ایسے بہشتی الفاظ بھاشا اور گجراتی وغیرہ کے ایسے سے کہ اب سننے میں بھی نہیں آتے اور محاورات میں بھی فرق تھا مثلاً سون اور سین اور سیتی بجائے سے اور کون بجائے کو اور ہن کو بجائے ہم کو اور جگ سننے بجائے دنیا میں اور برسنے بجائے برین میان آبرو کا قول ہے مصرع برسنے جامہ نہ تھا اک جھول تھی اور بُجھ لب کی صفت بجائے سیر لب کی صفت اور من بجائے طرح یا صفت اور بچن بجائے کلام و زنت بجائے ہمیشہ اور نگھ بجائے منہ اور بھیر بجائے نذر اور بُجھ دل بجائے میرے دل اور مومن۔ ستر کن۔ پی۔ پیتم بجائے مشوق اور انھوان افسو وکی جمع کے لیے اور بھوان لپکان بھودن بلکونکی جگہ اور زمین آگھونکی جگہ اور مرا بجائے میر اور یوہ بجائے یہ اسی طرح در اور بردار وغیرہ اکثر بلکہ بالکل حروف و ابواب موجود تھے جس طرح مردوعین وکی وکنی اردو زبان میں سب سے پہلے صاحبِ یوان ہوا ہوا اسی طرح مذکورہ حکیم قاسم نے ثابت ہوا کہ تو نہیں سب سے پہلے مہر تھا نام چننا اخص ایک حیدر آبادی عدوت بازار سی شاگرد شیر محمد خان اخص بایانے اردو زبان کا دیوان فراہم کیا مزید برآں یہ کہ وہی کئی عالمگیر اول کے وقت میں موجود تھا تو چندا زبندی وکنی نے عالمگیر ثانی کے عہد میں یہ غزلیاں کہ عورتاں میں سب سے پہلے صاحبِ یوان کہلائی سنی ہیں

جسکا چرچا عالمگیر ہوا وہ عالمگیر ہی کے زمانے میں دکن میں پیدا ہوا۔ انتر تابان سے ظاہر ہوا کہ چند اسکات نام اور مہ لقا خالص تھا اور طبقات الشعراء سے دریافت ہوا کہ ۹۹۹ء میں اس شاعر نے اپنا دیوان کسی مجرگاہ میں ایک دیشان انگریز کو نذر دیا تھا جو سرکار کمپنی کے کتب خانہ موجودہ شہر لندن میں رکھا گیا اس کے کلام سے صرف یہی ایک شعر اکثر تذکرہ نویسین دیکھا گیا ہے۔

اخلاق سے تو ایسے واقف جہاں ہے گا	پراپ کو غلط کچھ اب تک گمان ہے گا
مگر یہ ثابت نہیں کہ زبان اردو میں پہلے پہل کس عورت نے شعر کہا کیونکہ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ نور جہاں زوجہ جہانگیر شہنشاہ ہندوستان نے اردو شعر کہا بلکہ یہ شعر اسکی طرف منسوب کرتے ہیں۔	
کل تم جو یہ کہتے تھے شمشیر ہو اور میں ہوں	یہ طشت ہے یہ سر پہ تصویر ہو اور میں ہوں
احسن میں ہے جو نیچھی سی بونی	نگہ کے بوجھ سے جاتی چوٹی
ظاہر میں مرے حال کو سر بفر نہ جاؤ	پوشیدہ جاگر رکھتی ہوں مانند حنا کے

مگر یہ قول بایہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ نور جہاں ایاز تاتاری کی بیٹی تھیں ہمارے خیال میں پہلے ہوئی اپنے والدین کے ہمراہ اکبر عظمیٰ کے زمانے میں وارد ہند ہو کر شیر افغان خان ترکمان سے بیاہی گئی جو اسکو اپنی جاگیر اضلاع پورب میں لگایا اور جہانگیر نے تخت نشین ہو کر سندھ جیسی چھریاسات میں شیر مذکور کو روایہ گری سے مراد کر کے اپنے محل میں داخل کیا پس اسکی زبان کس طرح اردو ہو سکتی ہے کیونکہ کو خلیجوں کے زمانے میں حضرت امیر خسرو دہلوی نے کچھ کچھ چھپڑ چھپڑ ہندی بولی میں شروع کی تھی اور اشعار اردو کی اکثر صنف کے موجد ہوئے تھے اور اس بعد بھی بعض بعض نے اردو کی شعر گوئی پر سبادت کی مگر اسکو اکثر نے تسلیم کیا ہے کہ زبان اردو نے ایک متنازع صورت شاہجہان کے وقت سے اختیار کی ہے بلکہ شعر گوئی تو اسکے زمانے میں بھی بخوبی سنوئی تھی پھر نور جہاں کیونکہ اردو کے شعر کشی میں اس نے اس شاعرہ فاضلہ نے وہ مضامین فارسی میں ادا کیے ہوں اور متاخرین نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لیے ہوں البتہ اس قدر ثابت ہے کہ مردوں کے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کی شعر گوئی بھی شروع ہوئی ہے۔

پھر روز بروز اردو کی شاعری ترقی پاتی گئی اور بہت سے اساتذہ فارسی گوئے بھی اس میں طبع آزمائی کی اور باعث فصاحت و بلاغت و موجب تسکلی الفاظ اور درستی زبان ہوئے چنانچہ شہنشاہ شمس علی خان کراستاد فارسی گوہر اور میر افضل ثابت اور شیخ عبدالرضا متین سے انکی صحبت اور مطارحات رہے ہیں اور شاعر با مذاق ہیں سخن درخیز بیان مضامین عاشقانہ باندھنے میں طاق ہیں اور سلاست ہجری میں حیات ابدی کا شرب نوش کے زندگیاں وید پائی ہے کہتے ہیں۔

گور کے سونے دواؤ کو جگاتی ہے بہار	سور ہے غل ہے قیامت ست آتی ہو بہار
-----------------------------------	-----------------------------------

میرشمس الدین فقیر دہلوی کہ علم عروض قافیہ و معانی و بیان بدین مین یہ طوے لکھتے تھے اور اسلئے ہجری دارقانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی کہ کہتے ہیں۔ ۵

خان اسکی بیاض گردن کا	لفظ انتخاب ہے گویا
ہے عرض یہ سے یان کام تکلف سے نہیں	خواہ ادھر بیچے گئے خواہ ادھر بیچے گئے
کم ہے آواز ترے کوپے کے باشند و مکی	نالہ کرنے سے مگر نیکے گلے بیچے گئے

سراج الدین علی خان آرزو جو زبان فارسی کے استاد تھے بڑے فنی استاد تھے اور جنکے مین تہذیب ایسے بالکمال شہرے رغبت پرورش پاکر اٹھے جو زبان اردو کی اصلاح دینے والے کمال کے شاعر کی بنیاد رکھتے اور ذہنی لغت پر تھی اسے لکھنے چکر فارسی کی طرز اور ادائے مطالب پر لکھتے مین مرزا جان جاناں مظہر مرزا رفیع سودا میر تقی میر خواجہ میر درد وغیرہ اور ۶۹ لکھتے ہیں۔

اُس تند خنم سے ملنے اکا ہون جب سے	ہر کوئی ماننا ہے میری دلاوری کو
جان تجھ پر کچھ اعتماد نہیں	زندگانی کا کیا بھروسہ ہے
بدھ سنگھ نام قائد رخصت اسکی کا ہم حسیرون ائمہ سرائی کرتا ہے۔	

جی کو سر زندگی نہیں ہے	کیا جی کے کرین کہی نہیں ہے
نچھتے ہی تھمتے کا اشک ناصح	رونستے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

نظام الدین احمد لکڑی صانع خالص شیخون نے شیخ علی حزین وردالہ دستانی کی صحبت لطف اٹھایا انعام شعر کی ہر زمین مین رنگ طبیعت لکھایا ہے کہتے ہیں۔

صنم کی اُس محبت پر دیا تھا جان دل زمانہ	نہ تھا معلوم ہو جائے گا یوں نامہ بے زبان
حسان الدنہ مولانا مسید غلام غنی آندو لکڑی نے بھی زبان اردو مین طبع آزمائی کی ہے یہ شخص وہ ہر دم علمائے ہندوستان مین سب سے پہلے دیوان عربی اشعار کا مرتب کیا ہے اور شمس الدہلوی مین سب سے پہلے اول ہندوستان اُن عالموں اور ادیبوں کا تذکرہ جو تصانیف سے باقیات ماحیات رکھتے ہیں کتاب سجد المرجان فی آثار ہندوستان کی دوسری فصل مین لکھا ہے۔	

کیا دھوان دھارا س مٹی سے اسکی جوتھر لیب	دل جلون کھتے یہ دود آہ دامن گیر لب
جسکی ٹٹو کر سے مسیحا بنی ہو اُسکے لب کو مین	گر لب عیسے سے دون تشبیہ تو ہر توحیر لب
داندہ خال لب سے اُسے دامن مین باقون کماہ	محل دکھا کر مین دل میرا کیا تنسب لب
تیری تحریر سی لے قتل اک عالم کیا	ہے بجائے اس کو میان کیے اگر شمشیر لب

انھوں نے ایک قصہ بحسب نثر اردو میں بھی لکھا ہے جو بکلی نئے نئے نام سے مشہور ہے۔ انکے سوا دوسرے شاعر
 ریتہ گوئل نجم الدین ابرو و معروف بہ شاہ مبارک اور حسن خان شوق اور شیخ شرف الدین مضمون
 اور مصطفیٰ خان تیکرنگ شرف الدین طلیحان پیام اور شیخ ظہیر الدین شاہ حاتم اور شاہ غلام محمد خان غلامی میر سجاد
 میر محمد شاہ کراچی اور شیخ حسن الدین حسن وغیرہ نے اس زبان کو فقوڑا سادہ کیا ان سب میں قصیح تر ظہیر الدین
 شاہ حاتم تھا اُسے اوائل میں جو غزلین اور قصائد اور رباعیات و مثنوی وغیرہ لکھیں وہ شاہ مبارک ابرو اور ناجی کی
 طرز میں ہیں اور اکثر زبان قدیم کا استعمال ہے لیکن آخر عمر میں بہت سی تین فیہر مانوس چھوڑ دیں چنانچہ اپنے کلیات سے
 ایک چھوٹا سا دیوان خود انتخاب کر کے اُسکا نام دیوان زادہ رکھا جس میں پانچ سو سے زیادہ ابیات ہیں دیوان زادہ
 دیباچے میں لکھا ہے کہ میں نے بہت سے محاورات و الفاظ قدیم جیسے دکو بر تو آدو کسی کیلے تسبیح و تسمیٰ جابے جمع و بیکانہ
 بجلے بیکانہ و دو آند بجلے دیوانہ و نین و جگ و دت و تر بجاے تیر اور تسمیٰ بجاے سلے و اردو دھ بجلے اُدھ اور کیدھر بجلے کیدھر
 اور تیر بجاے پر اور بان اور دان بجاے تہان اور دکان کو ترک کر دیا اور بے ربط کا فاقیر راہی ہندی کی کسا پیش کشا
 و پورا و ہڑ و سبھی موقوف کر دیا اسلئے شاہ حاتم کا کلام بہ نسبت دیگر شاعر سابق کے صاف ہوا اور اس صفت اسیام
 وغیرہ کا بھی بہت کم استعمال کیا ہے مگر کچھ بھی اسیام کا طریقہ بہت جاری رہا بلکہ اسکے بعض مہمکھروں نے اس صفت کو
 اپنا شیوہ اختیار کر لیا تھا چنانچہ ناجی دہلوی بھی اسی میں سے ہے اور یہ طوقان قباحت زیادہ تر اکبر آبادی شاعر کا حصہ
 چنانچہ شاہ مبارک ابرو اور اُنکے ہم عصر شرف الدین مضمون کو ہکا بہت خیال تھا اور میر سجاد اسیام کو اکبر آبادی بھی اپنے استاد
 ابرو کے شیوے کا متبع ہے چنانچہ سید آتشا کہتے ہیں۔ ۵

جھمکا چمکا ترے اس نگ کا	نہ لیتا جو تھکا تو تھا بن ملک کا
یہ ہے میر سجاد کا طو ران شا	دوا نہ ہوں میں تو عرض اس چمک کا

ایک بڑا نامی شاعر اس عہد کا کہتا ہے۔ ۵

پوست کھینچے ان رقیبوں کا خدا	جن مرے لالے کو نافسران کیا
کافر بچہ لب شکر می دودھ ملائی	ملک ان گئے لاگ تجھے رام دہائی
سو تاڑا تھا کیا رمی نازک بدن کیلا	دل آم ہو کے ٹپکا جا میں اُسے اٹھلا
کیوں نہ ہم سے ہودہ میں باغی	فتد جو جس کا سہناں کی مانند

غور کیا گیا تو اُسکی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ زبان اردو کا خاندان عربی و فارسی و ہندی ہے اور ان تینوں
 زبانوں میں اس قسم کی صنعتوں کو نہایت حسن و خوبی سمجھتے ہیں۔ شعر عربی کی مثال

اصح واقوے ما معفا من اللہ	من تہم الما تو رستہ قدیم
---------------------------	--------------------------

	عن الجبر عن كفت الالميرسيم	احادیث یزید و یسار المستول عن الحیا
ان اشعارین شاعر مدوح کے جو دو سنا کی تعریف بیان کرتا ہے اور صفت مراعات النظم میں کہتا ہے کہ صحیح ترین اور قوی ترین اخبار اور ہ سے جو پہنچے جو خوشبش کے بائے میں مٹے ہیں وہ خبریں ہیں کہ کیل نے زبان باران سے اور باران نے دریائے اور دریائے مدوح کے ہاتھ سے سنی ہیں اور معنی چلی آتی ہیں پس یہ بات ثابت ہوئی کہ ماخذ اخبار صحیحہ جو دو سنا کا مدوح ہے اور رتبے میں بحر وسیل دابر سے بڑھ گیا ہے۔ فارسی کی مثال۔		
	مولوی حاجی	
مرا فراق تو روزے ہزار بار کشد	فراق چون تو گلے این چنین ہزار کشد	خنجر عشق خون من ریخت بجاک پالے تو
	الوری	
ساقیانیز کہ گل رشک رخ حورا شد	بوستان جنت دے کو شرط بے دست چنار	
	سلمان ساکوجی	
چو از زلف کمان گرد و عتاب تیرا پران	شود بوم وجود مشوم و شمن جفت با عفا	
علی بن القیاس ہندی و سنسکرت کی کتابیں استعارات و کنایات سے بھری ہوئی ہیں۔ ہماری شاعری میں چونکہ فقط احتمالی اور وہی مضامین ہوتے ہیں اس باعث سے جو تاریخ کی کتابیں نظم میں ہیں وہ پائے اعتبار سے ساقط ہیں اور ایک رہت مطلب کو صاف صاف ادا کرنا ہمارے شاعر و نگو نہایت مشکل ہو جاتا ہے اور عبارت سے مطلب اصلی مفہوم نہیں ہوتا اس امر کی شکایت میں مرزا رفیع السودا نے کیا مزے کا ایک نظم لکھا ہے۔		
کامل فن سخن کہتے ہیں اُس کو اکمل	پرورش لفظ کی منظور ہو جس کو اول	پر نہ یان تاک کہ عبارت ہی کو کردین بسمل
	موند ہو پرورش شانہ میں تو ہو موصل	
شعر مبوط پر ایاد یہ کر لے نہ ڈارین	لپے دیوان میں اُس شعر کو پڑھ چڑھ کرین	لفظ بے ربط تا زم کے لیے جس میں بھرین
	ابو کو تنخ سے تشبیہ ندین بے صیقل	
ریش بابا جو سنی ہے کوئی قسم انگور	شانہ و دسمہ بن اُس کا وہ نہ لاوین نہ کو	لفظ و نشر اُن کو مرتب جو ہو کر نامنظر
	رام پور کی یہ کتابی لکھن اور سیٹا پھل	

بان ٹاک باک نہیں ہا کے گر ساتھ ہو شہر	زلف کے واسطے ہندہ جلے کہیں تپ کی لہر
چشم کے وصف میں گو ہوئے تو ہو گردش دہر	نہ تلاش لنگے سخن کا سا کہ جس میں یہ تہر
باندھیں لب کو جو یہ اگلے تو دہن کو نفل	
ایک قصیدے میں بھی اسی بات کی شکایت کی ہے۔	
اُستاد کی اُن کے ہے انھوں کو یہ نصیحت اتنا تو خادم رکھو الفاظ کا ملحوظ جب تک کہ نہ منظوم ہو پاسنگ تر ازو تم شعر و سخن اپنے کی بندش میں کسان بن جہرے کو نہ معشوق کے دو شمع سے تشبیہ مضمون جو قد و زلف کا معشوق کے باندھو ملحوظ فرمیں رکھو ہر آن نظر میں	لفظی نہ متناسب ہو تو کچھ مٹ کر و تحریر بے نیچہ و ناخن نہ لکھو و وودھ کو ہم شیر باندھو نہ کبھو شعر میں تم لفظ شکم سپر بولو گد یا رکھو یا رو نہ کبھو تیسر تا زلفوں کو باندھو نہ کسٹھل سے گلگیر لکھو الف و لام کے سپارے کی تفسیر مرج ہو مٹو نہ تو ضمیر اسکی ہو تذکیر
<p>آفا حسن امانت اور فشی اہما میل حسین منیر کہ بڑے نڈی استعداد تھے وہ بھی رعایت لفظی میں صاحب ایجاد تھے غرض یہ قباحات اسقدر شائع ہوئی کہ آج اگر کوئی چاہے تو اصلاح اسکی ممکن نہیں بہر حال الفاظ مصنوعی غلاف خادہ نہ لانا چاہیے کیونکہ جب تصنع اور بطلان اہل مطلب کا سامع کے ذہن ثابت ہوگا تو اسکی طبع پر ایسے جھوٹ اور خیالی باتوں کا کچھ اثر ہونگا اور اسکے دلچسپ ہونیکا ذکر کیا ذکر زیادہ تر بایہ رسیدگی اور باعث ہتھ ہوگا اور جو معاملہ بند و بیان واقعی اور بہت مغالی ہو تو اس صورت میں اُس کا فائدہ نکلے گا اور تاثر و ترجمہ اور شغف خاطر سامع ضرور ظاہر ہوگا ایسے ہی شرکی جو کتابیں مثل قصص عجیبہ و حکایات غریبہ و دروغ سے غالی و صحت سے محروم بہت مفید ہیں لیکن اس تقریر سے یہ غرض نہیں کہ زمان کے کچرے اتار کر نڈکا کر دیں ہتھارہ و تشبیہ کا نام نہ لین نہیں بلکہ ایسے کچرے پہنا آ چاہیے جو لطافت و نازک خیالی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں اور اسکے اصلی حسن کو روشن کریں اور خوبی پسند در رعایت مناسب الفاظ و معانی پیدا ہو اور کوئی بات نکلتی ہو۔</p>	
<p>دلی کے بعد اکثر محاورات اور الفاظ جو منہ میں کھٹکتے تھے نڈا ہو گئے اور سخن اور میان اور نورن خان اور لاکھ مبئی معشوق قائم ہے اور تنک مبئی تھوڑا اور پٹ مبئی بہت اور تنک مبئی ذرا آہر پر وزن زحل اور تس آہر مبئی اسپر اور تس بجائے اُس اور آوہ اور کیدہ اور حیدہ اور تنون اور ستین اور ستی بجائے سے وغیرہ الفاظ بھی مستعمل ہے۔ اسی زمان میں انتظار اور داؤد اور اشراف علی خان فغان اور میر محمد علی شمسیت اور میر رفیع اللہ آزاد اور عبد السبحان اور خلیفہ محمد علی مرثیہ گوشتاگر دناجی اور نجم الدین علی خان سلام بن شرف الدین بخاری</p>	

اور شمع شمع اور شفیقہ اور مرقط اور جمال الدین عاشق اور عشاق اور محمد حسن الہوری قدوسی غلص
شاگرد شاہ مبارک آبرو اور میر تقی علی نجف اور مرزا منل ندرت اور مہتاب اور شاہ شمس الدین شاکر شاہ
آبرو اور آفتاب رائے رسوا اور میر محمد ناصر سالان اور خزین رغبتہ گوار و سعادت علی سعادت شعر کہتے رہے۔
جب خواجہ میر درد اور میر تقی میر اور مرزا رفیع سودا شاگرد شاہ حاتم اور میر سوز اور مرزا جان جاناں
مظہر کا دور آیا تو انھوں نے زبان اردو کو بہت درست کیا اور اکثر الفاظ غیر انوس و قبیح مثل بی و پتیم (بہمنے
مشتوق) و درشن (بمعنی دیدار) و پاتی (خط) اور رین (رات) اور سانجھ (شام) اور پڑھ (فراق) اور اگن
(آگ) اور ستے (نفع) و فون کسور و یلے مہول (بمعنی مین) وغیرہ الفاظ ترک کر دیئے تاہم لفظ ریت بمعنی رسم
اور جن بمعنی مشتوق اور نت بمعنی ہمیشہ اور ملک اور سپہ اور بید ہر اور کید ہر اور او دھڑ اور تنک اور اڈہ و وزن کور
بمعنی طرف اور دکھو بغیر یلے تختانی بجائے دیکھو اور لگ جینی تک اور سنی اور سیتی بجائے سنے و باتان و رانان اور بلان وغیرہ
علامت جمع بالغ دونوں اور جیو (بمعنی جی) اور مجھ دل کی بجائے میرے دل کی اور تجھ رخ کی صفت بجائے تیرے
رخ کی صفت اور مجھ ساتھ بجائے میرے ساتھ اور چکن بمعنی کلام بابائین اور جون اور جیون بمعنی مثل اور کسے بمعنی نکلے
اور سون بمعنی قسم اور دو واندہ بجائے دیوانہ اور لو مو بجائے لہو و بیچ بمعنی درمیان اور انفاظ جمع بنے اضافت اور اکثر جگہ
علامت فاعل کا نہ ظاہر کرنا جیسے مین دیکھا بجائے مین نے دیکھا وغیرہ استعمال میں ہے۔ نمود لکھتے ہیں۔ ۵

گرد لاکھون ہی غیورن کی صبا ک دم میں کھولے ہے نہ بکھین تجھ سے آؤ سحر مجھ دل کی کچھ نہ بیان

یا الہی مین کہوں کس سستی اپنا احوال و لغین خوبان کی مرے دل کی ہوئی مین جنجال

اسی دامن وقت مین ایک جگہ سیتی بزیادتی مے تختانی آئے اور لفظ سیر ذاب مونت بولا جاتا ہے سو دانے اُسکو
نہ کر باندھا ہے۔ ۵

ہر سنگ مین شرا ہے تیرے گھور کا موتے نہیں جو سیر کروں کوہ طور کا

ہننے عالم کا سیر کر دیکھا اُس پری روسا کم بستر دیکھا

تقصا را وہ قاتل ادھر آن نکلا کہ لینے کو جس کے مرا جان نکلا

اگرچہ جہان مین نے سب جاننا دے اُس کی نایابی نے جان مارا

ولہ

انہیں جسے ہے مرے دل کی آلیہ ہے گاہے | اے فلک بہر خدارخصت آہے گاہے

اور بھیک بزیادتی بیٹے سخانی بجائے بھیک تیرے کلام میں آیا ہے اور انھوں نے برخلاف جمہور شعر کو موزون کیا ہے میر سوز کو (علامت مفعول) واو معروف سے استعمال کرتے تھے اور بعض شعر کون باضا کو ن غنہ لکھتے تھے اور مرزا جان جانان مظہر بجائے کو کون بولتے تھے چنانچہ جب میر انشا را سد خان انکی ملاقات کو گئے اور وقت ملاقات کے کہا بڑو حیات سے تا عفتوان اور عفتوان سے الی الا ان اشتیاق بالایطاف لتقبیل عتبہ علیہ بنہ بجائے تھا کہ سلک تحریر و تقریر میں منتظم ہو سکے انھیں لکھ کر اب باحسن وجہ شاہد مراد جلوہ گر ہوا "تو مرزا صاحب نے اسے جواب میں فرمایا "اپنے کون بھی بدو لفظی سے کھین ایسے اشخاص کے ساتھ موانست و مجالست را کی ہوا اور لفظ ہم یعنی دکھا گیا خواجہ محمد میر اثر تخلص چھوٹے بھائی اور سجادہ نشین خواجہ میر درد کی شہسوی میں آیا یہ شہسوی سرسی حمادریہ تصنیف فرمائی ہے کوئی شہسوی اس تعریف کے ساتھ زبان اردو عام فہم میں کم نظر آئی ہے۔

انشاء را سد خان نے دریائے لطافت میں لکھا ہے کہ خواجہ میر درد تلوار کی جگہ تروار بولتے تھے چکھات چکھات اور فضول استعارات اور ایہام کا ترک اور صفائی کلام کی خواجہ میر درد کی ذات سے ہوئی ہے۔

اسی زمانے کی آخری سرحد میں میر حمید علی حیران اور مرزا جعفر علی حسرت شاگرد اے سرب سنگھ دیوانہ اور انشاء را سد خان افشار بن میر انشا را سد خان بھدر تخلص اور علام حسین شکیبہا دہلوی اور غلام بہدانی مصحفی شاگردانی اور میر حسن دہلوی ابن میر غلام حسین ضناحک اور قائد بخش جرأت شاگرد حسرت وغیرہ شمرے گئے ہیں لکھنؤ شمر لکھتے ہیں اور زبان اردو میں بہت سے تصرفات کیے اور الفاظ ایدہ اور وجیدہ اور کیدہ اور بھیر اور بھیر بھیر سے حرف یا اور او دھرا اور آنا اور چونا وغیرہ سے حرف واو اورستی سے حرف نا کو کالڈالا اور باتان و راتان وغیرہ الفاظ کی علامت جمع کو واو اور نون سے بدل دیا اور بھیر اور ریت اور رنک اور رنک نہریت وغیرہ الفاظ ترک کر دیے اور زبان علامت نعل ذکر کرنا ضرور ہو وہاں اسے ذکر کرنے لگے گراغبین سے مصحفی کے کلام میں میر سوز کے وقت کے عمارے لکھے چنانچہ لکھے کلام میں ملک اور میان اور مین بجائے میں نہاد و جنہوں کو بجائے جنگا اور انھوں کو بجائے لکھا اور ایدہ اور کیدہ اور بھیر اور بھیر بھیر اور ریتان اور شرانیمان اور رجا تمان اور رت اور رجا تمان اور کھولیان مستعمل ہوئے ہیں۔

سید انشا اور جرأت نے بہت صاف کلام کہا اور مقلدے دوسرے معصرون کے بہت کچھ چھوڑ دیا مگر رت اور رنک اور انکھریان اور زور یعنی بہت اور کئے معنی پاس اور جنہوں کے بجائے جن کے اور تسبیہ معنی اس پر اور میان پتے غلط بولتے رہے اور واچھڑے بجلا رہے جھکنا، حاجی سید انشا کا انداز خاص ہے اور کہیں کہیں جبات کے کلام میں مین نے کی جگہ مین اور بھیر اور کیدہ اور بھیر بھیر کے اضافے

کے ساتھ آیا جو اور تین کی جگہ بیچ بھی بول جاتے ہیں۔
جب زمانہ شیخ امام بخش ناسخ اور خواجہ حیدر علی آتش شاگرد مصحفی اور حکیم مومن خان مومن اور شیخ
محمد براہیم فوف اور شاہ نصیر دہلوی شاگرد میر محمدی مائل اور مرزا اسد اللہ خان غالب امد میر مستحق
خلیق اور میر سلامت علی دہر اور میر بہر علی انیس کی شاعری کے عروج کا آیا تو ان حضرات نے قدائی
ناہموار روش کو ایسا صاف کیا کہ طرز جدید پیدا ہو گئی اور اس زبان کو نہایت صفائی اور شستگی
حاصل ہوئی تین اور بیگانہ کو استعمال سے خارج کیا اور بہت سے قدیمی الفاظ جو سید ہنشا اور تجرأت
کے یہاں مستعمل تھے وہ چھوڑ دیے۔

اسانہ دہلی کے کلام میں لگے ہے اور جائے ہے کثر ہے مگر انہی کی غزلوں میں انھوں نے بھی بجا کیا ہے
شاہ نصیر انہی ابتداء کی غزلوں میں کہیں کہیں ٹاک بول جاتے ہیں اور جس طرح جمع مونث کے لفنون کو
الف و لون کے ساتھ مصحفی کے زمانے تک بے تکلف بولتے تھے ان کی ابتداء کی غزلوں میں کہیں کہیں
چنانچہ میر کی غزل کا مطلع ہے۔

جہاں دیکھ لیاں بے وفا لیاں دیکھیں	جہاں ہو کہ تری سب بڑا لیاں دیکھیں
-----------------------------------	-----------------------------------

شاہ نصیر کا مطلع ہے

کبھی نہ اس رخ روشن پہ جھانیاں دیکھیں	اکٹھائیں چاند پہ سو بار جھانیاں دیکھیں
--------------------------------------	--

اسی زبان میں ظفر خواجہ دزیر علی وزیر میر دزیر علی صبا۔ رنم۔ رشک۔ قلیق۔ امیر امیر اللہ
قلیلم حکیم ضامن علی جمال۔ بحر۔ منیر۔ امانت منشی امیر احمد منیا امیر نواب مرزا خان داغ شکر کہتے ہیں
ان لوگوں کی زبان آج ہمارے واسطے سند ہے اور یہ لوگ زبان اردو کو ایسی حالت میں کر گئے ہیں کہ جتنا کوئی
اور طریق جدید نہ پیدا ہو تب تک یہ زبان کچھ حاجت اصلاح و مداخلت کی نہیں رکھتی لیکن اس غمزدہ دہلی و
لکھنؤ کی زبان میں بڑا فرق پڑ گیا یعنی شعرے دہلی کے بہت سے متروک الفاظ و ترکیب کو شعرے لکھنؤ نے جائز رکھا جو
اور بہت سے الفاظ و محاورات جو شعرے دہلی کے نزدیک درست تھے انکو ترک کر دیا ہے کیونکہ زبان دانان لکھنؤ کو
الفاظ کی آراش و زخار کا بڑا خیال رہتا ہے اور رات دن اسی فکر میں رہتے ہیں اور حضرت دہلی ایسی باتوں کو
فضول سمجھتے ہیں فائدہ جن الفاظ و محاورات کا ترک کرنا ہر ایک طبقے کے شعرا کی نسبت بیان کیا گیا وہ پہل
اکثریت کے ہے اگر کوئی محاورہ متروک انہیں سے کسی کے کلام میں پایا جائے تو اس سے ہمارے بیا کی تکذیب
نہیں ہو سکتی ایسے کہ فقہائے متاخرین جو متفق علیہ اور مستند عامی شعر کے ہیں بعض بعض موقع پر ان کے کلام میں
اس قسم کے الفاظ موجود ہیں چنانچہ آتش اور امیر کے کلام میں ایک جگہ زور کا لفظ بہت کے معنی میں آیا ہے۔

نا سخ	
عابد و نادر چلے جلتے ہیں بیتا ہر شراب	اب تو نا سخ زور نہ لایا بانی ہو گیا
امیر	
لطف برسات کا ہے زور گھٹا چھائی ہے	صحن گلزار میں گھنکر گھٹا چھائی ہے
غالب	
آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لے کے رہ گئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غور تھا
بے آئینہ دیکھ کر	
جمال حور و دہری پر ہے طعنہ زن مٹی	ہاے جان ہوئی سرخ و سفید بن مٹی
یہ بن کے یا بنگلہ	
موصوف جمع ہو اور صفت لفظ ہندی ہو تو اب موصوف کی مطابقت کے لیے صفت کو جمع بولنا خلاف سمجھتے ہیں مگر خواجہ حیدر علی آتش فرماتے ہیں	
عہد طفلی میں بھی تھا میں بسکہ سودائی فراج	بیڑیاں منت کی بھی نہیں تو میں نے بھاریاں
انہیں جلد ہی میں گوجرانوں نے چومیں بچا سیاں آتش خفنگان بجو نظر آتے ہیں مردوں کے پڑے	
غالب ستم کش مصلحت ہوں کہ خواب تجھ پہ عاشق ہیں + ولہ کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے +	
یاں تو کوئی شستا نہیں فریاد کسو کی + غالب اپنے دیوان کے خاتمے میں کہتے ہیں کہ کسو فصیح نہیں قافیہ کی رعایت سے اگر لکھا جائے تو عیب نہیں در نہ فصیح بلکہ ان فصیح کسے ہے داؤ کی جگہ یا تے تھانی سے میرے دیوان میں ایک جگہ قافیہ کسو بواو ہو۔	
طرز قدیم و جدید	
شعرے ریختہ کی طبع آزمائی اکثر فقط اسنی چند مطالب میں مضمون ہے مضامین عاشقانہ گلگشت مستانہ نصیب و ناکار و نا امید مہوم پر خوش ہونا امر کی ثنا خوانی جیسے خواہوے اسکی خاک اوڑانی اور اب تو صرف اسقدر رہ گیا ہے کہ چند معمولی تر ولیدہ خیالوں اور پامال مضمونوں کو بار بار غزل کے چند شعر و غنیم جو سیدھی سادھی متعارف و نہین ہوتے ہیں جمع کر دیتے ہیں۔ پیش پا افتادہ تشبیہوں اور مبتذل استعاروں کا ذخیرہ لٹکے لیے موجود ہے جسکو متعدد صدیوں سے لوگ دوہراتے چلے آتے ہیں ایسے ہی کار ناموں کے طفیل ان میں سے بعض کے آوازہ کمال ٹٹکے نچے ہوئے ہیں اور جہاں استاد کھلاتے ہیں۔ زمانہ کما ناسے کہا تا تک پہنچا دینا کہیں سے کہیں لگتی۔ مگر کیا ان شعر کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ انکی نظمیں سولے زلف و سرخ خط و خال اور معمولی چما چاٹی اور	

بے مزہ مبالغوں کی دھوم دھام اور قانون کے مسلسل کشکون کے کوئی اور ایسا مضمون نہیں ہوتا جس سے قوس کے دل ہل جائیں اور جس کام پر انکو مادہ کرنا چاہیں آادہ ہو جائیں سخت سے سخت بگر انسان کے دل میں جوش پیدا ہو جائے گریبان چاک ہو جائیں درود دیوار سے صدمے آفرین بلند ہو۔ ایسی شاعری کسی کام کی نہیں جس میں دلعت اتنی دراز ہو کہ سر پہی نہ ملے معشوق کی کمر ندارد۔

دیوان میں سادہ ہی جگر چھڑوئی تھنے | مضمون یہ باندھتا تری نازک کمری کا

البتہ اب اہل کمال کی ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جو ایشیائی طرز قدیم کی انشا پر دلازی میں کامل دستگاہ رکھنے کے علاوہ زبان انگریزی کی لطریقی قابلیت میں ماہر ہے اسلئے مغربی خیالات کو نرے شعرا و نئی تشبیہوں انوکھی ترکیبوں اور لفظوں کی عمدہ تراشوں سے ایشیائی لباس پہنانے میں ساعی ہمتی ہواں لوگوں نے گمنہ طرز سخن کو بدل کر فن شاعری کو سہل کیا اور ایشیائی تشبہات خیالات کو قدرتی مضامین کے سلسلے میں ڈھالا جس سے ایشیائی طرز قدیم میں مغربی انشا پر دلازی کا رنگ لگا کر ایک طرز جدید پیدا ہو گئی جو درجہ دلچسپ اور دلکش ہے اسکی اشاعت اخبارات کے ذریعہ سے روز افزون ہونے لگی فارسی کی تقلید سے اردو نظم میں جس قدر سختی کی گئی تھی اور صدمہ قسم کی قیدیں اور ہزار ہا قسم کی پابندیاں مقرر ہوئی تھیں وہ ان اہل قلم نے کم کرنا شروع کر دیں اب وہ بے لطف مضمون آفرینی اور خیالی معرکہ آرائیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں ورنہ جلیت کے اُجھارنے اور پھر کساں دکھانے کی طرف متوجہ ہیں جس سے ہماری بان کا فیشن نہایت خوبصورتی سے بدل رہا ہے اب یہ طرز ایسی مقبول خلافت ہوئی ہے کہ وہ پرانے اور نامی شاعر جنگی طبیعت پر پڑانی روشنی اپنا سکھ جا چکی تھی اُس سے متنفر ہوتے جاتے ہیں اور بمصداق کل جدید لذت اس نئی مفید طرز پر ایسے فریفتہ و دلدادہ ہوئے کہ یہی رستہ اختیار کرنے لگے ہیں اس نئی طرز میں نہایت سہولت سے کام لے رہے ہیں نہایت کم کرا ب انگریزی کی تقلید سے قافیہ کی قید کو بھی اڑانا چاہتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ قافیہ خاص کر ایسا جیسا کہ شعرے حجم نے اُسکو نہایت سخت قید سے جکڑ بند کر دیا ہے اور پھر سیر دلعت اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلاشبہ اُسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے جس طرح صنائع لفظی کی پابندی معنی کا خون کر دیتی ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ قافیہ کی قید اولے مطلب میں خل انداز ہوتی ہے۔ اب اُردو کی نظم و نثر دونوں چیزیں نہایت آسان ہوتی جاتی ہیں کیونکہ نظم اردو کی بیوہ کی مجبوریاں قدیم شاعری کی تقلید نہیں کرتے دیتیں اور نہ گلارنگ زمانہ حال کے مذاق کے موافق ہے۔ خدا جانے شورا نگنان زمان استقبال کیا قیامت بپا کرے

گر چہ جس وقت میں ہم نہونگے۔۔۔

دنیا کے جرم سے ہیں ہرگز یہ کم نہونگے | چو پے یہی رہیں گے افسوس ہم نہونگے

شاید کہ یارانِ دادرس ہماری یاد میں بھی کوئی آہِ حسرتِ یسین اور دھڑے خیر میں یادِ کریم یورپ میں
بلینک ورس یعنی غیر متقفہ نظم کا نسبت متقفہ کے زیادہ رواج ہے غیر متقفہ نظم کی مثال یہ اشعار مولوی
محمد اسماعیل کے ہیں۔ ۵

اسے چھوٹے چھوٹے تارو تھین دیکھ کر نہ ہو دے کہ تم اونچے آسمان پر ہوے روشن اس روش سے	کہ چمک دک رہے ہو مجھے کس طرح تحیر جو ہے کل جہان سے اعلیٰ کہ کسی نے بڑویے ہیں
گھر اور لعل گویا	
جو ہیں آفتاب تابان وہن جلوہ گر ہوے تم ہے مسافر دیکھتے حق میں اگر اتنی روشنی بھی تو غریب جنگلون میں نہیں دیکھ سکتے	لے چھپایا اپنا چہرہ یہ تھا رسی جگمگا ہٹ بڑی نعمت اور راحت نہیں آتی ان کو یوں ہی بولتے بھٹکتے نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشان راہ پاتے	
مولوی محمد حسین آزاد	
ہنگامِ ہستی کو ہر خشک و تر عالم جو خاک کا ذرہ ہے حکمت کا مرقع ہے اندازت ہے جاری اک رنگ کہ آتا ہے اور دیکھنے والوں کی خزمہ رہ رنگین یا ہر لحظہ و ہر ساعت	گر غور سے دیکھو تم صنعت کے تلامذہ میں یا پانی کا قطرہ ہے جس پر قلم قدرت اور کرتا ہے نگکاری سورنگ دکھاتا ہے آنکھیں تو کھلی ہیں بلور کے ٹکڑے ہیں قدرت کے تماشے ہیں

عالم میں پڑے ہوتے ہرگز کہ یہ سب کیا ہے	پہاُن کی نہیں پہوا اور اس کا سبب کیا ہے	تنبیہ اس قسم کے تمام کلام اصطلاح کی رو سے شرم جزین داخل ہونیکے قابل ہیں انکو نظم میں داخل کرنا فن انشا پر داری عربی۔ فارسی۔ اردو کے خلاف ہے یہاں انگریزی کا قاعدہ چلا نا گویا ایک مقصرہ اصطلاح فن کے گلے پر پھیری پھیرنا ہے۔
شعر کا کلام اور شعر منہی کے وجود		عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ ہر شرمین شعر کا کلام غیر شعر کے کلام سے فصیح اور روزمرہ اُنکا اور ان کی بول چال سے فصیح ہوتا ہے قابل اعتبار اور لائق تسلیم نہیں تہا می اہل الرائے اور ارباب تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ اکثر اوقات شعر بسبب رعایت قافیہ و حفظ وزن کے غلغل انداز فصاحت ہوتا ہے۔ خان آرزو نے داؤ سخن میں کہا ہے کہ غالب یہ ہے کہ اہل روزمرہ سے بھی غلطی واقع ہوتی ہے اور سبب اسکا اکثر وزن و قافیہ کی رعایت ہے جو نظم کے واجبات سے ہے اور اس وجہ سے تقدیم و تاخیر پیدا ہوتی ہے اور روزمرہ دان کو اپنی ترکیب کی غلطی پر اطلاع حاصل نہیں ہوتی اور کبھی عجز طبیعت کی وجہ سے وزن اور قافیہ کا تنگ راستہ غلطی میں ڈالتا ہے اور غیر موقع لفظ استعمال میں آجاتا ہے ان میں لفظ کو شاعر کے کلام میں مطابق محاورے کے پائین وہ فصیح اور سست ہے جس لفظ کو حار شاعر عالی مرتبہ نے استعمال کیا ہو وہ سست ہے اگرچہ دراصل غلط ہو یا دس شاعر اہل زبان اس پر اتفاق کر لیں یا علی العوم اُسے ساتھ لفظ کرنا اور کہتے ہوں تو وہ بھی سست ہے لیکن بحر قافیہ میں خطا قابل سند نہیں ہو سکتی۔
اور شعر کے سمجھنے کے کئی طریق ہیں (۱) عام اہل زبان کا طریق کہ مفردات و مرکبات کے معانی جو کچھ مشہور و معروف ہوتے ہیں بزرگوں سے سُکر یاد کر لیتے ہیں اور اُسے موافق شعر کا مطلب سمجھ لیتے ہیں اور اس طریق میں خواص و عوام دونوں شریک ہیں اس باب میں فصیح و غیر فصیح کا کوئی تمیز نہیں۔ چونکہ عوام کو کلام کی باریکیوں پر اطلاع نہیں ہوتی اسلئے وہ شخص زیادہ فصیح اور سمجھدار ہو گا جسے خواص سے تربیت پائی ہو اور وہ شخص ایسا سمجھدار اور فصیح نہیں ہو سکتا جسے عوام سے تربیت پائی ہو اس لیے یہ بات کہنے کا حق کسی اہل دلی یا لکھنؤ کو نہیں پہنچ سکتا کہ زبان اردو ہماری ماوری زبان ہے اور ہم نے اس کو اپنے ہاں کی بوڑھی عورتوں سے سیکھا ہے اسلئے ہمارا روزمرہ دوسرے شہر کے رہنے والوں سے زیادہ فصیح اور صحیح ہے کیونکہ عوام سے زبان کو سیکھنا کمال میں داخل نہیں اور عوام کے موافق بولنا عزت و اعتبار کے قابل نہیں جب تک قائل اور اسرار پر اطلاع حاصل نہ ہو اور یہ بات فصحا کی تربیت اور اُنکے کلام کے سمجھنے پر موقوف ہے (۲) اُن لوگوں کا سمجھنا ہے جنہوں نے کچھ کتابیں زبان اردو کی پڑھی اور کبھی میں اور کسی اہل کمال کی صحبت نہیں پائی ہے (۳) ارباب معانی کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ نکات تقدیم		

و تاخیر و فصل و وصل اور بجا و طاب کو جاننے ہیں مگر مجاز مرسل اور تشبیہ و استعارہ کے اسرار سے قف نہیں جانتے
 حالانکہ انہی پر شعر کے کلام کی بنیاد ہوتی ہے (مم) ارباب بیان کا سمجھنا ہے کہ یہ لوگ تشبیہ وغیرہ کے
 نکات کو تو جانتے ہیں لیکن محسنات بدلی سے مطلع نہیں ہوتے (۵) عالمان بریل کا سمجھنا ہے کہ اوس فن
 پوری پوری مہارت رکھنے کی وجہ سے کمال سخن کو نکات بدلی پر مقصور کرتے ہیں اور یہاں تک صنائع
 برائع میں مبالغہ کرتے ہیں کہ فصاحت و بلاغت سے بے خبر ہو جاتے ہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض اہل بریل نے
 نکتہ التفات کو کہ علم معانی کے مسائل میں سے ہے اور ہتھارے کی بحث کو جو علم بیان کے قبیل سے ہے علم بریل میں
 داخل کر دیا ہے اسی طرح سرقہ شعر کو بعض اہل بریل نے صنائع میں شمار کیا ہے حالانکہ عیوب میں داخل ہے اور بعض
 اہل بریل نے حشو کو جو علم معانی کے مباحث سے ہے علم بریل میں وارد کیا ہے اور صرف حشو طبع کے سبب جو حقیقت میں
 کوئی صنعت نہیں ہے حشو قبیح وغیرہ کو بھی صنائع معنوی کے بیان میں لکھنا پڑا ہے (۶) اُن لوگوں کا سمجھنا ہے
 جنہوں نے دو تاس فن کے کاہلین کی صحبت اٹھائی ہے اور نہ کسی قسم کا کمال علمی رکھتے ہیں اسلیے یہ جو اشعار
 کے معانی اپنے قیاس و ریلے سے کرتے ہیں وہ فصاحت و بلاغت سے بہت گریے ہوئے ہوتے ہیں (۷)
 مذاق شعر کے موافق سمجھنا ہے اور یہ تہی با تو پر موقوف ہے بند و بہت اور ترکیب الفاظ کا جاننا اور اُس طریق کی
 رعایت رکھنا جو صاحب شعر کو منظور ہو خواہ وہ خیال ہو یا ادبندی ہو یا تمثیل ہو یا اور کچھ ہو اور ان چیزوں کا
 معلوم کرنا نہایت مشکل ہے اسلیے کہ متاخرین میں سے بعض شعرا یہ کہتے ہیں کہ یہاں وہاں بہ وزن جان نہو
 بہ وزن جہاں ہو یہی معنی بالاد لیکن کی جگہ پر ہوتا ملک نہوتا ملک ہو۔ ہنی کے لیے مرت ترک کر دیا جائے اسکی جگہ
 نون لقی کا استعمال کیا جائے حروف علت جو آخر الفاظ عربی اور فارسی میں آتے ہیں اُن کا خوب واضح ہونا چاہیے
 خلکی کے ساتھ وکبرز باہر نہ آئیں مگر الفاظ ہندی میں خصوصاً مقام جمع میں مضائقہ نہیں ساتھ اور ہاتھ کو
 بات اور راست کے ساتھ قافیہ نہ کرنا چاہیے اور یہ کی جگہ جو ہر کے معنی میں ہے پرانا نا چاہیے لفظ فارسی یا عربی اور
 ہندی کے درمیان واو عاطفہ نہ آنا چاہیے جو نون آخر الفاظ عربی و فارسی میں آئے ہے اگر وہ کسی ترکیب ہو
 تو باعلان استعمال کیا جائے یہاں شمسے چند الفاظ کے جنکو گفتگو میں مضاعف اعلان کے ساتھ نہیں بولتے ہیں مثلاً
 کران اور خزان اور روان اور دووان اور طہان اور عیان وغیرہ اور جس لفظ مضائقہ المیہ میں فہم واقع ہو
 اسکا اعلان نہ کرنا چاہیے الف آخر الفاظ ہندی و فارسی و عربی سے ساقط نہ کرنا چاہیے البتہ الف کا سقوط و حرفی
 الفاظ میں مضائقہ نہیں۔ لفظ سر جو اس کے معنی میں ہے جب ترکیب کے ساتھ نہ لگے تو حرف اول کے کسر سے
 موزون کیا جائے اسلیے کہ روزمرہ میں اسی طرح مستعمل ہے اور جب یہ لفظ با ترکیب ہو تو چاہیے کہ حرف اول کے فتح سے
 بانڈھا جائے اگر کہ حرف شرط ہے بلائ کے نہ بانڈھا جائے لفظ اور کہ حرف عطف ہے اس میں ظاہر ہونا لازم

اور رے مملہ کا ضرور ہے بلے موحده کو الفاظ فارسی اور عربی کے قبل نہ لگانا چاہیے جیسے بوقت صبح یا کھانا شام عرصہ یعنی دیر کی جگہ وقفہ بولنا چاہیے گئے ہے۔ جائے ہے کی جگہ آئے ہے جانا ہے لکھنا چاہیے رے تخفیف کان کے ساتھ ہنوکان مشد کے ساتھ ہو۔ لفظ بل بے کو استعمال کرنا چاہیے جھانا نہ ہو بٹھانا بعد بے موحده کے یا تختانی کے ساتھ ہو اس طرح پہنانا نہ پہنانا بعد بے فارسی کے بے ہونے کے ساتھ ہو سمجھنا کبھی ہوشعلہ اور وعدہ وغیرہ کو دریا کا فایز نہیں کرنا چاہیے لفظ طرح کہ لغت کی رو سے ساکن الاوسط ہو رعایت اصلی ساکن الاوسط ہی باندھنا چاہیے زیادہ اور میادہ اور پیالہ اور سیاه کی لیے تختانی کو خوب ظاہر کرنا چاہیے مگر ہندی الفاظ میں یعنی پیارا اور پیاس کی بے تختانی کو بہت ظاہر کرنا چاہیے بلکہ یہ تخفیف و بکر زبانیے نکالنا چاہیے رکھا اور کچھا کو حرف الاوسط کی تشدید کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے نہ بغیر تشدید کے اس باب میں کی جگہ اس بے میں استعمال کرنا چاہیے کہ تین اور مہیگا کو ترک کر دینا چاہیے اول کی جگہ گواور دوم کی جگہ ہے استعمال کرنا چاہیے اور دیکھ کر کی جگہ صرف دیکھ نہ لکھنا چاہیے گرو و سرطان الفاظ کا لانا جائز جانتے ہیں اور یہ عمل احتیاط کے نہایت مناسب ہے اس لیے کہ ارباب تصوف نے کہا ہے کہ مباح کو مرت محظور باکہ تو حرام میں نہ بڑ جائے۔

اور اس ذرہ بے مقدار کا اعتبار یہ ہو کہ اس شخص کو ان تمام مراتب کا جامع ہونا چاہیے اور مراتب مذکورہ کے جامع اور شاعر سخن فہم میں فرق ہے۔

تذکرہ نویسوں کے نقائص

تذکرہ نویسوں نے عجب جھٹکا اختیار کیا ہے جس پر مہربان ہوئے کسی تعریف میں بہت کچھ غامض فرمایا کی جولو جن سے کچھ سروکار نہیں ان کے حال سے چشم پوشی کی ہے کسی شاعر کے حالات اصلی اور کیفیت استعداد اور دستور عمل ایام زندگی اور اسکے معاملات جملہ کے ان کے ساتھ واقع ہوئے ہوں اور تاریخ ولادت و وفات و ذکر تصنیفات اور نام حاکم وقت وغیرہ ضروری باتیں درج نہیں کیں نہ یہ لکھا ہے کہ یہ شخص صاحب دیوان تھا یا نہیں جس سے کچھ تعلق ہوا اسکے اشعار بہت در عمدہ عمدہ انتخاب کر کے لکھ دیے ہیں اور جس سے عداوت ہوئی اسکے ایسے اشعار تلاش کر کے درج کیے ہیں جو موجب مضحکہ ہوں بلکہ اسکے اوصاف سے اعراض کر کے جو طبع لکھی ہے۔ نواب مصطفیٰ خان شینہار اپنے تذکرہ گلشن نے خارجیں اکثر شاعروں کے استاد کا نام تک لکھنے میں کاہلی کی ہے اور بہت شاعروں کے حالات ایک ایک درود و سطر و نہیں ختم کر دیے ہیں البتہ بعض شعرا کی تعریف بہت کی ہے خصوصاً اپنے استاد متومن خان متومن کی تعریف اور نقل اشعار میں بہت سادہ تذکرے کا حرف کیا ہے اور بعض شعرا کو مفت عیب لگایا جو پنہا نہ بیان بھی امان عن قلندر بخش جرات کی نسبت بہت کچھ موقی اٹھنے میں لکھتے ہیں کہ یہ شخص اشول

دو تین شاعری سے بہرہ ور لکھتا تھا نجات خاں آہنگ گاتا تھا اور اسکی ناموری کا باعث یہ ہوا کہ اشعار موافق طلباء اور دانش والوں کے لکھا تھا ہم کہتے ہیں کہ جرأت بڑا خوش فکر تھا اسکی نازک خیالی سب پر ظاہر ہے سنو خوش مذاق شعر عاشقانہ کہنے میں طاق تھا عاشق و معشوق کے راز و نیاز اور حسن و عشق کے معاملوں کو جس شوخی اور چمچے پن سے لے کر تہہ پہ تہہ وہ اسی کا حصہ ہے جرأت سا شاعر معاملہ بند کم گذرا ہے اور اس امر سے بہرہ مند کو اقرار ہے چنانچہ وہ اب مصطفیٰ خان نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے جو مضامین درمیان عاشق و معشوق کے گذرتے ہیں اکثر موزون کرتا تھا طبیعت فکی لکھتا تھا اور اپنے استاد محترم کا فخر تھا لائق ہے یہی عجب بات ہے کہ جرأت کے کلام میں رطب و یابس بہت نہیں ہے اور وہ غزل گوئی میں اگرچہ تیر کا تبع ہے مگر تیر کی فصاحت اور سادگی پر ایک شوخی اور بانگین کا انداز ایسا بڑھایا ہے کہ خود صاحب طرز ہو گیا ہے اسکی طرز اسی کا یہاں ہے اور آج تک اسی کے لیے خاص ہے جیسے اسوقت مقبول خلاق تھی آج تک ویسی ہی چلی آتی ہے۔ اسی طرح سید انشاء اللہ خان کی نسبت جاک نامور شاعر تھے لکھا ہے کہ انکے کلام کی روشن طریقہ رائے بہترین اور علم تو اسقدر نہ تھا مگر ہر فن میں کوس لمن الملکی کہاتے تھے اور شاعرات و مطارحات سے شہرے محاصرین کا قافیہ تنگ کر رکھتا تھا۔ مین کہتا ہوں کہ میر انشاء اللہ خان علم تازہ طبع بلند آواز دہ رکھتے تھے کلام کا عالی مقام رکاکت سے خالی سقم سے پاک عیب سے صاف ہے سابقین جو موجد فن تھے انکے دیوانوں میں دس باغ شرمالی صنائع و بدائع وغیرہ کے دیکھنے میں آتے ہیں منصف مزاج انکشا کا کلام دیکھئے اور غور کر کے کوئی تحریفیت سے خالی اور کوئی مضمون نادرست نہیں ہر ایک غزل مطلع سے لیکر مقطع تک پر سی کی صورت ہے بیان کا لطف محاورے کی نگین تریکیوں کی خوشنما تراشیں دل کو تڑپا دیتی ہیں۔ علم کے ساتھ شوخی طبع و ظرافت بہت تھی ایسے اُفتوں نے کلام کا انداز ایسا رکھا ہے کہ جو چاہتے ہیں سو کہ جاتے ہیں نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا روزمرہ یہی ہے یا سفر پر کرتے ہیں جو غزل میں یا غزلوں میں اشعار با اصول ہو گئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ جواب نہیں انکی غزلوں میں جو غزلیت کے اصول کی پابندی نہیں تو وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کی غزلیں اکثر مستطاب زمین میں ہوتی تھیں پھر اُس میں قافیہ نہایت سخت لیتے تھے اسی واسطے قانون کلام پر رکھا تھا کہ کیسا ہی قافیہ ہوا کیسا ہی مضمون جس برجستہ پہلو سے بندھا جائے پھوڑا نہیں چاہیے ہی حال قصائد کا ہے کہ کبھی کوئی ایسا شوخ مضمون نئی تراش سے لے آئے ہیں کہ قصیدے کی مناسبت اور وقار کے اصول ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں پس اپنی قوت بانی اور جوش مضامین کی وجہ سے کہیں کہیں قصیدے کے اصول کو کھو تے ہیں انکے بحر طبع میں شبہ کرنا تحقیق کے خلاف ہے علوم متداولہ و درسیہ میں وہ خاصی دستگاہ رکھتے تھے چنانچہ یہ قطعاً اہمکار زبان پوری میں اس معیار شاہ ہے۔

صدر اٹھارہ صدین میں جن سیتی طلبہ کے

انسانہ کھان میان بٹے بھا جل جبین میں

انکی نسبت یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں معلوم ہوتا کہ طبری قابلیت کے لحاظ سے انشا جیسا جامع حیثیات آدمی امیر خسرو اور فیضی کے بعد آج تک ہندوستانی خاک سے نہیں اٹھا انکی نسبت کہا گیا ہے کہ انکے علم کو شاعری نے اور شاعری کو مسخرے پن نے برباد کیا۔ ایسے ہی میر سوز کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ کلام ان کا جادہ مستقیم سے ہٹا ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ گو انکی انشا پر وازی میں صناع اور اغراق نہیں مگر زبان عجیب میٹھی زبان ہے و حقیقت غزل کی جان ہے ہمالس نگین کی بعض مجلسوں سے اور ہمارے عہد کے پہلے کے تذکرہ نویسے معلوم ہو چکے کہ ان کا کلام صفائی عاودہ اور لطیف زبان کے باب میں ہمیشہ سے ضرب ثل ہے انکے شعر کا قوام فقط محاورے کی چاشنی پر ہے فارسی بند شین۔ اضافت تشبیہ۔ استعارہ لکے کلام میں بہت کم ہے۔ اس لحاظ سے بھین گویا اردو غزل کا شیخ سعدی کہتا چاہیے اگر اس انداز پر زبان رہتی یعنی فارسی ترکیبیں۔ مشکل استعارے۔ بعید الفہم تشبیہیں۔ سخت و سنگین الفاظ اور نازک خیالیان اس میں داخل نہ ہوتیں۔ بلند پر وازی اور مضمون آفرینی کی بجائے اس میں قوت بیانی کا مادہ زیادہ ہوتا تو آج اہل اردو کو اس قدر دشواری نہ ہوتی اور اردو نظم میں ہر ایک مضمون کے ادا کرنے کی لیاقت اور طاقت ہوتی کلام کو رنگینی اور استعارہ و تشبیہ سے بلند کر دینا آسان ہے مگر زبان اور روزمرہ کے محاورے میں صاف صاف مطلب اس طرح ادا کرنا جس سے سننے والے کے دل پر اثر ہو بہت مشکل ہے مثنوی حیرن کی نسبت لکھتے ہیں کہ قطع نظر بعض باغیر ہمارے شاعری کے محاورہ عوام میں بُری زمین کسی بیٹے یا الفاظ سحرالبیان کی شان سے بہت گرے ہوئے ہیں انکے صاف بیان صبح محاورے ایسے ہیں کہ آج تک کوئی مثنوی اُسکو نہ پہنچ سکی بیان ایسا دلچسپ ہے کہ اصل واقعہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا ہے اور باوجود اسکے ایک شعر بھی اصول جن بال بھر ادھر یا ادھر نہیں گرے اسے اپنے قول عوام ہی کا شرف نہیں پایا ہے بلکہ خواص نے بھی اس کو پسند کر کے تعریف کی مثنوی شبلی نے موازنہ اٹیس و دبیر میں گلشن بخار کے مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے میر حسن فن نگاری کی وسعت میں ابتدل اور عامیانه بول چال کی پروا نہیں کرتے افسوس مولوی صاحب نے میر حسن کے انتہائے کمال پر کیا بدنامی داغ لگایا ہے یہ نہ خیال کیا کہ میر حسن کی خوش بیانی واقعات اور نچر مذاق میں دبی ہوئی ہے اسکی صفائی بیان اور لطیف محاورہ اور ضرب ثل کی خوبصورتی کے ساتھ بندش اور شوخی مضمون اور طرز ادا اور ادا کی نزاکت حد توصیف سے باہر ہے آج کس کا منہ ہے جو ان خوبصورتی کے ساتھ پانچ شعر بھی موزون کر سکے میر حسن کی مثنوی بالکل فطرت کے اصول پر ہے یعنی جو جذبات عاشق و معشوق کے دو زمین پیدا ہوں ہی اُن کو وہیں نظمیر کبر آبادی کی نسبت کہتے ہیں کہ اُسکے کثر اشعار بازار یوں کے زبان زد ہیں باعتبار ایسے اشعار کے

اُسکا شمار شعرا میں نہیں ہو سکتا مگر ہم سے کوئی پوچھے تو یہی کہیں گے کہ قطیر کا ذہن بہت راسخ تھا مشق کا یہ عالم تھا کہ نواجی طبیعت سے دیا کی طرح مہبتا تھا اور موزونی طبع کا یہ حال تھا کہ کیسی ہی سنگلاخ زمین ہوتی اُسکی سمند فکر کی پامال تھی وہ اپنے کلام میں نیچر کا سامان دکھانے کی طرف متوجہ تھا اور وہ خیالی معرکہ آرائی نہ اس کو ترجیح دیتا تھا اور اب جو جو انگریزی ترقی کرتی جاتی ہے نظیر کا رنگ ہر مل عزیز ہوتا جاتا ہو انگریزی تعلیم سے دلوں کو واقعات اور قدرتی مناظر کے ساتھ ایک خاص قسم کا لگاؤ ہو جاتا ہے اور انسان اُس قسم کا رنگ ہر جگہ ڈھونڈھنے لگتا ہے پس اردو کی دنیا میں ایسے شخص کو قطیر کے شعرو میں اپنے مذاق کی کچھ کچھ پھسکی پھسکی باتیں نظر آتی ہیں مگر شعر کی نازک خیالیوں میں جسکو شفیقہ اصل شاعری سمجھتے ہیں ایسی ایک بات بھی نظر نہیں آتی اسلئے اُنکی شاعری روز بروز بیکار اور فضول ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس زمانے میں حالی وغیرہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جنکو نچرل مذاق کی طرف توجہ ہے یہ سبلی تے مواد نہ اُنہیں ددیر میں نظیر کے کلام کو متبدل اور ساقیانہ بتایا ہے اور یہ نہیں خیال کیا کہ اُسکے بیان میں اگرچہ مبالغے کے زور یا جوش و خروش کی دھوم دھام نہیں مگر جس چیز کا بیان کرتا ہے اُسکی کیفیت واقعی دکھا دیتا ہے جس سے سننے والے کو وہ مزہ آجاتا ہے جو اصل شے کے دیکھنے سے آتا ہر خلاف اُن شعر کے جن کو اُنھوں نے انتہا درجے کا قافرا لکلام مانا ہے کہ وہ جس شے کا ذکر کرتے ہیں صاف اُسکی بڑائی بھلائی نہیں دکھا دیتے بلکہ اسکے مشابہ ایک اور شے جسے اُنھوں نے اپنی جگہ اچھایا برا سمجھا ہوا ہے اُسکے لوازمات کو اپنے اول پر لگا کر بیان کرتے ہیں جسکی شدت نے کلام کو خیالی باتوں سے شمع توہمات کا فائوس بنا دیا ہے شیخ امام بخش ناسخ کے حق میں صاحب تذکرہ گلستان سخن نے لکھا ہے کہ ناسخ بے معنی کو پہلو اُسکے شعرا متل میں مکر یہ کلام مہنایت ناظر اُم ہے اور اپنے زعم میں اذالہ ثقالت طعن اور تخفیف شدت اعترض کیلئے اس مطلب کو گویا پردہ لطیفہ و کنایہ میں بیان کیا ہے۔ ایک دشمن کمال نے اپنے دیوان میں ناسخ کو خود منہ اور بے مرشد لکھا ہے۔ ار مغان گو گل پر شاو میں محمد عیسیٰ تنہا دیو سی خوشاگر دیکھی کا قرا دیا ہے غشی شیو پر شاو وہی لکھتا ہے کہ شیخ امام بخش ناسخ نے سرقہ مضامین سے متقدمین کے فارسی دیوانوں کو خراب کیا ہے اور اسیر لکیر آبادی نے اپنے تذکرے میں شیخ صاحب کے ہر شعر کے مقابل ایک شعر لکھ دیا ہے میں کہتا ہوں کہ ناسخ کا سا اعتبار کسی کو نصیب نہوا دشمنوں نے بھی عاجز ہو کر اور اپنے استادوں کی زبان چھوڑ کر اُنہی کی پیر دی کی اور ناسخ کے دیوانوں کے طفیل سے زبان و دان بن گئے اُنکے اشعار اہل علم اور صحیح الذوق کی زبانوں پر نہ کورا اور سخنور و غین مشہور میں ہاں نابلدان کو چہ شعر فنی اُن کے اشعار صحیح المعانی کو بے معنی لکھ کر ناواؤں کو دھوکا دیتے ہیں کیونکہ اُنکے ادراک و فہم سے دور ہیں ناسخ کا کلام

مواثاعی کے ظاہری عیبوں اور لفظی سقوفے بہت پاک ہے اصول کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا
صائب کی تشبیہ و تمثیل کو اپنی صنعت میں ترکیب دیکر ایسی خوبی سے بیان کیا کہ بعض موقع پر کلام میں
بتبدیل اور ناصر علی کا رنگ آگیا اور اردو میں وہ اس سے صاحب طرز قرار پائے انھیں ناسخ کہنا جاتا
کیونکہ نامہوار طرز قدیم کو نسخ کیا ہے انکی طرف سرقہ مضامین کی نسبت کرنا اپنی نادانی دکھانا ہے
ایسا صاحب کمال جسکی تصنیفات کمال نازک خیالی اور مضامین عالی کے ساتھ کئی دیوانوں میں
موجود ہے وہ سرقہ کا قصد کرتا اور توارد مضامین سے کوئی کشر خیالی نہیں پس ان جزوی و توپیر
توجہ بے حاصل ہے۔ مولف کا کشن بے خارج چونکہ طبیعت مشکل پسند رکھتے تھے موشگافی اور خیالی بینی کو
پسند کرتے تھے اسلئے وہ ایسے کلام کے زیادہ مراح بہن جسکے مضامین میں خیالی نزاکت اور انتہا درجے کی
موشگافیاں ہوں اسی لیے ناسخ اور آتش کو رتبہ شاعری میں برابر نہیں جانتے حالانکہ دونوں
صاحب کمال بہن اور اپنی اپنی طرز میں ہر اک جواب نہیں رکھتا و دونوں میں سے کوئی کمال سے
خالی نہیں البتہ طبیعتیں مختلف بہن ناسخ کی طبیعت مضمون و دقیق کی طرف مائل تھی اُنکے کلام میں
شوکت الفاظ اور بلند پروازی اور نازک خیالی تو بہت ہے مگر تاثیر کم ہے اور خواجہ صاحب کلام کی نازکی
اور محاورے کی صفائی پسند تھی وہ سیدھی بات کو بیچ نہیں دیتے تھے استعارے اور شبہیں قریب بہنہ
لکھتے تھے جس سے سننے والے کے دل بہرہ نہ ہوتا تھا۔

اہل تذکرہ کو چاہیے کہ شاعر کا اصلی حال بغیر رعایت و طرفداری کے لکھیں اور عداوت کا انہما بھی
تذکرہ نویس میں کرین اول سے آخر تک نیک نیتی اور انصاف پر نظر رکھیں اور اشعار کے انتخاب کی طرف
متوجہ نہ ہو کر حتی الوسع پوری غزل نقل کرین تاکہ ناظرین اُس شاعر کی لیاقت و استعداد سے واقف ہوں
اور جانیں کہ فن شعر میں اس شخص کی کیسی دستگاہ ہے اور کس مرتبہ کا شاعر ہے۔

میسر امونی شعر کی تعریف اور اسکے مقام میں

شعر کے معنی لغت میں جاننے کے ہیں اور اصطلاح میں اُس کلام موزون کا نام ہے جو اوزان مقررہ میں
کسی وزن پر ہوا اور مقفے ہوا اور بالقصد موزون کیا گیا ہو پس یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر ایک کلمہ کسی کن کے
وزن پر ہوا کلام ہو مگر موزون نہ ہو یا کلام موزون ہو مگر مقفے نہ ہو یا کلام موزون مقفے بالقصد نہ موزون
کیا گیا ہو وہ اصطلاح کے موافق شعر نہیں ہے اور شاعر کے لغوی معنی جاننے والے کے ہیں اور اصطلاح میں
اُس شخص کو کہتے ہیں جو بلائی بھلائی مجرور وذن و تقطیع قافیہ وغیرہ لوازم شعر کو جانتا ہو پس جو شخص ان لوازم
شعری سے خبر دار نہ ہو گا گو طبع موزون رکھتا ہو اسکو شاعر نہ کہنا چاہیے۔ محالی اپنی کلیات کے مقدمے میں

لکھتے ہیں کہ شعر کے لیے وزن ایک ایسی چیز ہے جیسے راگ کے لیے بول جس طرح راگ فی حذاتہ الفاظ کا محتاج نہیں
 وسطیٰ نفس شعر وزن کا محتاج نہیں البتہ وزن کی شرط نظم کے لیے ہے قدیم عرب کے لوگ یقیناً شعر کے
 یہی معنی سمجھتے تھے جو شخص معمولی آدمیوں سے بڑھ کر کوئی موثر اور دلکش تقریر کرنا چاہتا اسی کو شاعر جانتے تھے
 جاہلیت کی قدیم شاعری میں زیادہ تر اسی قسم کے برجستہ اور دلاویز فقرے اور مثلیں پائی جاتی ہیں
 جو عرب کی عام بول چال سے فوقیت اور تہیاز رکھتی تھیں یہی سبب تھا کہ جب قریش نے قرآن مجید کی
 نزالی اور عجیب عبارت سنی تو جنھوں نے اُسکو کلام الہی نہ مانا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے لگے
 حالانکہ قرآن شریف میں وزن کا مطلق التزام نہ تھا محقق طوسی اساس الاقتباس میں لکھتے ہیں کہ عبری اور
 سریانی اور قدیم فارسی میں شعر کے لیے وزن حقیقی ضرور نہ تھا سب سے پہلے وزن کا التزام عرب نے کیا ہے
 قافیہ بھی ہمارے ہاں شعر کے لیے ایسا ہی ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کیلئے ضروری ہے
 نہ شعر کیلئے اس میں لکھ کر یونانیوں کے یہاں قافیہ بھی مثل وزن کے ضروری نہ تھا الغرض وزن اور قافیہ ہر
 ہمارے موجودہ شاعری کا دار و مدار ہے اور جبکہ سوا اُس میں کوئی خصوصیت ایسی نہیں پائی جاتی جسکے سبب
 شعر کا شعر بطلان کیا جاسکے یہ دونوں شعر کی ماہیت سے خارج ہیں اسی لیے زمانہ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ
 عموماً خیال کیا جاتا ہے نہ کر نہیں ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو بٹھرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جہل و حکمت کا کام براہِ راست یہ ہے کہ
 ہدایت کرے تحقیقات میں مدد پہنچائے اور روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اُس سے محفوظ یا متعجب نہ رہے
 یا نہو اسی طرح شعر کا کام براہِ راست یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا اثر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا
 کوئی مقصد اُس سے حاصل ہو یا نہو اور عام اس سے کہ نظم میں ہوا اثر میں خالی نے یہاں استہوار ہے کی غلطی کی ہے
 اور اپنے معتقد و فکوحطی میں ڈالنے کا کام کیا ہے اسلئے کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ شعر کے لیے وزن شرط نہیں
 وہ اہل منطق ہیں اور اساس الاقتباس کا جو حوالہ دیا ہے وہ بھی فن منطق ہی میں ہے منطقین کی اصطلاح میں
 شعر اور چیز ہے اور شعر کے نزدیک شعر اور چیز ہے پس خالی نے نافی سے منطقین کی تعریف کو شاعر و ن کی
 تعریف کے بحث میں داخل کر دیا ہے محقق طوسی نے اساس الاقتباس میں بطور منطقیو کے شعر کی تعریف کی ہے
 کیونکہ یہ کتاب ہی منطق میں لکھی ہے اور معیارِ بالا شعار میں شعر کی تعریف اسی طرح کی ہے جو عرفِ جمہور میں مشہور ہے
 اور وہ یہ ہے کہ شعر کلام موزون مقفہ کا نام ہے کیونکہ یہ کتاب فن عروض میں لکھی ہے پس منطقو کے نزدیک
 وزن شعر کی ماہیت میں معتبر نہیں انکے نزدیک جو کلام قفا یا تہذیبیہ سے ہے وہ شعر ہے وزن کا ہونا مسہن
 ضرور نہیں چنانچہ شیخ ابوعلی سینا کتاب شفا کی بحث منطق میں فرماتا ہے لا نظر للمنطقی فی شئی من ذلک الا فی
 کہ نہ کلاماً نہ جملاً یعنی منطق کی نظر وزن اور قافیہ کی طرف نہیں اُسکے نزدیک تو یہ چاہیے کہ وہ کلام غیل ہو اور

دوسری جگہ کہتا ہے انما نظر المنطقی فی الشعر من حیث ہو تخیل یعنی وہ شعر میں اس حیثیت سے فکر وغور کر کے ہے کہ وہ کلام خیال ہے اور امام رازی نے شرح عیون الحکمہ میں فرمایا ہے ان نظر فیہ من حیثیت انہ لینیہ تخیل کا مقام التصدیق والتغریب فذلک ہو المنطق بلکہ محقق طوسی نے خود اساس میں دونوں اصطلاحوں کے فرق کو لکھ دیا ہے اس طرح کہ شعر در عرف منطقی کلام خیال است و در عرف متاخران کلام موزون متقف اور دوسری جگہ لایا ہے مادہ شعر سخن است و صورتش نزدیک متاخران وزن و قافیہ و نزدیک منطقیان تخیل اور پھر لکھ کر اساس میں یوں کہتا ہے نظر منطقی خاص است تخیل و وزن را اذان ہمت اعتبار کنند کہ بوجہ تقنا تخیل کند و صناعت منطق باحث بالذات از تخیل شعریست و بالمرض از دیگر احوال یہ تو شعر منطقی کی نسبت دیکھو شعر متعارف کی نسبت اساس میں کیا کہا ہے بحسب این عرف ہر سخن را کہ وزنی و قافیہ داشتہ باشد خواہ آن سخن پر ہانی باشد خواہ خطابی خواہ صادق خواہ کاذب و اگر ہمہ توحید خالص یا ہدایات محض باشد از شعر خوانند و اگر از وزن و قافیہ خالی باشد اگرچہ تخیل بود از شعر خوانند اور غیلات وہ باتین ہیں کہ جب نفس کو پہنچتی ہیں تو وہ انکی تاثیر سے کسی چیز کی طرف رغبت ہو جاتا ہے یا اس سے نفرت کرنے لگتا ہے بغیر غور و فکر کے کیونکہ نفس رغبت یا دہشت سے منفصل ہو جاتا ہے اور تخیل کا اثر بمقابلہ تصدیق کے نفس پر جلد پڑتا ہے کیونکہ اس میں نوب صدق سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ یہ لذت ہے اور غیلات کی طرح ہوتے ہیں کبھی سچے ہوتے ہیں کبھی جھوٹے ہوتے ہیں کبھی حقیقت میں کبھی محض تخیل ہوتے ہیں اور نفس میں لگاؤ ہے یا انقباض پیدا ہو جاتا ہے یا انقباض اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ غیلات کی تاثیر تصدیق سے زیادہ ہوتی ہے اگرچہ اسکے ساتھ تصدیق نہیں ہوتی اور منطقین نے شعر کے لیے یہ بات شرط کی ہے کہ کلام قانون لغت کے مطابق ہو اور اس میں ایسے اعلیٰ درجے کے استعارے اور عمدہ تشبیہیں ہوں کہ نفس میں انکی وجہ سے تاثیر عجیب اور انفعال پیدا ہو کر فرحت یا رنج و غم آجائے اسی لیے قضایاے شعر یہ میں اولیات صادقہ کا استعمال جائز نہیں اور اولیات صادقہ سے مراد ایسے قضایا ہیں کہ عقل ان قضایا کا تصور کر لے ہی انکے قطعی ہونے کا حکم لگا دیتی ہے کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہیں ہوتی جیسے کل بڑے جڑے بلکہ شعر میں غیلات کا ذبہ کا استعمال مستحسن ہے جس میں شعر میں غیلات صادقہ کا استعمال ہوتا ہے وہ بے مزہ ہوتا ہے جیسے ناسخ کی نظم سراج کے یہ شعر ہے

کی خدا نے جو یہ زبان عطا	ہے بلا شک عطیہ عطا
اس سے ہے مختلف مزد کی تمیز	اس سے پاتے ہیں لذت ہر چیز
کوئی کرموسی ہے کوئی ہے مٹی	نکمین کوئی کوئی کھٹ مٹی
کوئی اچھی ہے کوئی زشت زبان	فرے سب چیزوں کے ہیں گوناگون

سب مرنے زبان واقف ہے جو نہو یہ تو کچھ نہ ہو معلوم اور بھی ہونے ہیں زبانے کام اس سے احکام بہر دندان ہے	اسنی اسرار کی یہ کاشف ہے نہ ہو کوئی مزہ کبھی مفوم ہے مدد وقت بلع آب و طعام قوت تام بہر دندان ہے
نفع کیا کیا موا کو بخشا ہے بعض اوقات اگر ہوا نہ چلے دم رکین آدمی پڑیں بیمار آدے طاعون یا وبا آدے اس سے ہے زندگانی ابدان ناک سے جو تن میں جاتی ہے خان تن میں لگتی ہے یہ اگر	ولہ صحت جسم اس سے پیدا ہے کبھی ن رات اگر ہوا نہ چلے میوے فاسد ہوں سو کھیں کھل گیا غیلے پر آفت و بلا آئے اس سے ہے نفع صحت انسان زندگی اس سبب آتی ہے حق میں ابدان کے ہے مصلح تر

اسی طرح یہ شعر مولوی محمد حسین آزاد کے

اے آفتاب صبح سے نکلا ہوا ہے تو ہن رو دوشب زلے کے پیسہ قدم تے داتان کو ہسار میں اب جل کے سو رہو اے دوست تیرا کلم تھا جاری جہان میں دن ہے خدانے ہم کو دیا کام کے لیے	عالم کے کاروبار میں دن بھر پہر ہے تو پہلے ٹھنٹے کے یہ ہن بیش و کم ترے دن بھر کا کام شام کو سمجھا کے سو رہو اور روشنی تھی عام زمین آسمان میں اور رات کو بنا یلے آرام کے لیے
--	--

لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے نہ کلی اس لیے کہ بعض نظم باوجود صدق مقدمات کے عمدہ استعاروں اور برجستہ تشبیہوں کی وجہ سے نفس میں تاثیر اور لذت پیدا کرنے میں نخیلات کا ذب سے کم نہیں ہوتی بہر صورت جہوں کے نزدیک شعر میں وزن اور قافیہ دونوں معتبر ہیں صرف تخیل ہی کافی نہیں پس جو سخن وزن حقیقی اور قافیہ رکھتا ہو خواہ اس کی ترکیب براہیات سے ہو یا جہلیات سے یا خطابیات سے یا نمالطات سے یا نخیلات سے یا ہذانیات سے وغیرہ وغیرہ وہ شعر ہے اور تخیل ذات شعر میں معتبر نہیں اسی لیے شعر کی تعریف کلام موزون متقف کے ساتھ کرتے ہیں نہ کلام تخیل موزون متقف کے ساتھ اور وزن مراد ہے اس ہیئت سے جو نظام ترتیب حرکات و سکنات اور ترتیب حروف اور تناسب عدد حروف اور مقدار کے تابع ہو ایسے پنج پر کہ نفس اس سے

ایک خاص قسم کی لذت کا اور اک کرے اس اور اک کو ذوق کتنے ہیں تناسب عدد سے مراد یہ ہے کہ ارکان مصرعہ کے مساوی ہوں پس چار رکن والا مصرعہ تین رکن والے مصرعے کے ساتھ موزون نہ سمجھا جائیگا اور مقدار کے تناسب سے یہ مراد ہے کہ ارکان باہم مقدار حروف میں متناسب و متقارب ہوں پس جو مصرعہ تین مفعول پر مشتمل ہو وہ اس مصرعہ کا جو تین مفعول پر مشتمل ہو متحد الوزن نہ ہوگا لیکن سالم اپنے مزاجت کے ساتھ جیسے مفعول اور فعلان اسی طرح ایک مزاجت دوسرے مزاجت کے ساتھ مثلاً فاعل اور فاعل تناسب معتبر ہے غالی نہیں اور چونکہ بیتین مختلف ہوتی ہیں اس لیے وزن شعر بھی تو یوں میں مختلف طور پر ہوتے ہیں اور ہر وزن کسی وجہ سے غفل ہو سکتا ہے اور اک طرح کی تاثیر پیدا کرتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ ہر کلام جمیل وزن شعر رکھتا ہو بہت سی شرکی عبارتیں جمیل کا فائدہ بخشتی ہیں اور چونکہ وزن سے کلام کی خوبی و بالا ہو جاتی ہے اسی لیے کہتا ہے کہ وزن دار کلام سلاست میں بانی کی طرح ہے اور لطافت میں ہوا کی مثل ہے اور نظام میں موتیوں سے مشابہت رکھتا ہے عرب کی قدیم شاعری میں جو زیادہ ترہ حبستہ فقرے اور مثلین بانی جاتی ہیں تو اس سے شاعر دلی طبیعت کی خوبی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ شعر کے لیے وزن ضرور نہیں اور عرب جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر پیغمبر خدا کو شاعر کہنے لگے تھے تو اس سے بھی یہ امر ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا کہ شعر کے لیے وزن شرط نہیں بلکہ وجہ اسکی یہ تھی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ فیض و بلیغ کلام نظم و نثر یا شعر عربی اور اسکتا ہے۔ نظم اور شعر میں وزن اور عدم وزن کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں دونوں میں وزن معتبر ہے شعر کی اصطلاح میں نظم الفاظ کی ایسی ترکیب کو کہتے ہیں کہ ٹکے معانی میں بھی ترتیب ہو اور اسکی دلالات کا بند و بست مقتضائے عقل کے موافق ہو اور یہ بات سنو کہ لفظ نکو آگے پیچھے بول دیا جائے اور جس طرح اتفاق پڑے بغیر لحاظ ترتیب اور دلالت کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے ملا دیا جائے پس یہ نظم ہے۔ ۵

سیہ چوئی زرافشان نامک سبز و سپر دو شالہ ہے	تاشا ہے پر طاؤس نے کالے کو پالا ہے
--	------------------------------------

اور جب اسکو یون کہیں ۵ سیہ افشان زربز نامک دو شالہ چوئی ہے اسپر پر ہے تاشا کو کالے طاؤس پالتا ہے تو یہ لفظ ہو گا نہ نظم۔ اور عالی کا یہ کہنا کہ حال کے محقق شعر کا مقابل شرکو نہیں ٹھہرتے بلکہ علم و حکمت کو ٹھہرتے ہیں یہ بھی درست نہیں اسلامی اندکے تمام انشیر واداد و شعور بالاتفاق شعر کا مقابل شرکو ٹھہرتے ہیں غرض یہ کہ یہی ترتیب ہو اور جو لوگ شعر کا مقابل علم و حکمت کو ٹھہرتے ہیں وہ اہل فلسفہ ہیں انکے نزدیک شعر غیر یقینات میں ہے اور علم و حکمت یعنی یقینات کا مقابل ہر شے یہ ہر اک ملکہ و صطلح ہو اور یہ کہنا کہ شعر کیلئے فن حقیقی ضروری ہے تناسب بے وزن کلام عربی کیا ہو بالکل تحقیق کے خلاف ہو وہی ہے کہ ہر زبان کے شعر کیلئے وزن ضروری ہے البتہ موجودہ قواعد وزن کو ترک کرنا

ایجاد کیا ہے در نہ فن عروض کی ایجاد کے پہلے سے بھی شعر وزن دار ہوتے تھے اور ان کے وزن کا معیار
 ویدان سلیم اور ذوق طبع مستقیم تھا انہی اشعار کو جانچ کر وزن کے قواعد مقرر ہوئے ہیں اور محقق طوسی نے
 اساس میں یہ جو کہا ہے کہ قدما کلام غزل کو شعر کہتے تھے اگرچہ وہ وزن حقیقی نہ کہتے ہوتے اور یونانیوں نے
 بعض اشعار اس طرح کے تھے اور دوسری پُرانی زبانوں جیسے عبری ہرملانی فارسی میں بھی اس کا اعتبار
 نہ تھا عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر میں اعتبار کیا ہے مثل تافہ کے اور پھر دوسری قوموں نے ان کی
 متابعت کی یہ قول بھی حالی صاحب کے مفید نہیں اس لیے کہ ہم یہ کیسے کہ قوموں نے جس شعر میں وزن کا
 اعتبار نہ کیا تھا وہ وہ ہے جو یقیناً کے مقابل ہے اور قبل سے مراد محقق طوسی کی حکما و فلاسفہ میں نہ شعر
 کیونکہ شعر اہل عروض کو انھوں نے متاخرین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے علاوہ اسکے ان زبانوں میں علمائے
 علم عروض کے قواعد بھی منضبط نہ کیے تھے اس لیے سولے ذوق طبع سلیم کے وزن شعر کے جانچنے کا کوئی
 معیار نہ تھا یہی حال شعر عرب کا بھی تھا کہ وہ ذوق طبیعت سلیم کے اقتضائے شعر تو کسی وزن عروضی پر
 کہتے تھے مگر ان کے ہاتھ میں اُسکے جانچنے کے لیے کوئی میزان نہ تھی اسی وجہ سے کبھی ایک وزن سے دوسرے
 وزن قریب پر انتقال کر جاتے تھے اور غلطیاں کھا جاتے تھے قواعد عروض کے ایجاد کرنے کے وقت انہی
 انہی غلطیوں کو تغیر و خافات اور سکتہ ماننا پڑا ہے کیونکہ قواعد عروض ان کے اشعار کے مطابق بنائے گئے ہیں
 نہ کہ قواعد عروض کو پیش نظر رکھ کر شعر کے جاتے تھے جس کو جمہور کی اصطلاح میں شعر کہتے ہیں ایسا شعر
 ہر زبان میں وزن دار ہی ہوتا رہا ہے اگر کوئی جاہل اپنا دل خوش کرنے کو چند الفاظ بے وزن جوڑ کر
 ان کو شعر سمجھتا تو ایسا کلام اہل علم کے نزدیک سلف سے خلف تک کسی زبان میں شعر نہیں مانا جاتا۔ اور
 یہ قول بھی صحت سے عاری ہے کہ عرب نے اول وزن حقیقی کو شعر میں اعتبار کیا اس لیے کہ ہندوؤں کے یہاں

سلطان اور یحیٰ بن محمد بن محمد بنی جسے تقریباً ستر سو سال قبل پائی ہوئے کتابا ہند کے تیرھویں مقدمے میں جو زبان سنسکرت کے علم نحو
 اور شعر کی کیفیت اور ایجاد کے بیان میں لکھا ہے کہ ایک مہاراجہ جس کا نام سالی دان ہے اور صحیح نام شاید انہی ہے
 اس کے مہد میں ایک ہندو عالم نے مہادیو کی بہت پرستش کی تو انھوں نے ظاہر ہو کر نحو کے کچھ قواعد بتائے اس عالم نے قوت و
 سالی دان کو سکھائے اور ان کے سامنے چند پرشے اور چند دن سے شعر و نکا وزن کیا جاتا ہے اور یہ علم عروض کے مقابل ہے ہندو
 اس سے مستغنی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی کتاب میں نظم میں ہیں تیلوہ چند ہو وزن اشعار مقابل علم العروض لایستغنی عنہ فان کتبہم
 منظومہ بعد اس بیان کے علم وزن شعر کے ایجاد کی نسبت البیرونی لکھا ہے واول من استخرج ہذہ الصناعۃ کان بطلًا و جلالت
 یعنی جس نے اس صنعت کو اول استخراج کیا وہ یہ دو شخص ہیں (۱) بطل (۲) جلالت سالی دان کا سنسکرت کلاما
 ہے اور سنہ عیسوی سے اٹھتر برس اور ہمت بکری سے ایک سو ۳ سال بعد شروع ہوا ہے ۱۲ منہ۔

ہزاروں برس سے شعر میں وزن حقیقی کا اعتبار چلا آتا ہے پس کلام میں وزن حقیقی موجود ہو وہ شعر ہے اور جب میں نہ ہو وہ شعر ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ قافیہ مطلق شعر کے واسطے ضرور ہے یا نہیں بعض اس طرف گئے ہیں کہ مطلق شعر کے واسطے ضرور نہیں بلکہ اسکی بعض قسموں کے واسطے ضرور ہے جیسے قصیدہ اور قطعہ اور رباعی وغیرہ اور اس تقریر پر ذاتیات شعر سے نہوگا بلکہ اس کے عوارض سے ہوگا اور محققین کا کردہ اعظم قافیہ کا اعتبار ذات شعر میں واجب سمجھتا ہے چنانچہ بوعلی سینا بھی شفا میں کہتا ہے لایکا دان ایسی عندنا الشعر ایسے بمقطف یعنی جو مقطف نہیں وہ ہمارے نزدیک شعر نہیں یا در کھو کہ کلام اُن دو کلموں کو کہتے ہیں جو باہم ایسی اسناد رکھتے ہوں کہ اگر اس کا کہنے والا جب رہے تو سامع کو فائدہ حاصل ہو جائے اور کچھ انتظار نہ رہے پس شعر میں کلام کی قید سے سخن بے معنی بھی نکل گیا اور شعر کی تعریف اُسے صادق نہ آئی اسلئے کہ اُس سے سامع کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا لیکن مجازاً اُس کو بھی شعر کہتے ہیں جیسے کہیں یہ شعر مہمل و بے معنی ہیں مثال اسکی یہ شعر آشد علی ضیا بدایو انی شاگرد نشی استماعیل حسین خنیر کا

لحوظ موقع طلب مدعا رہے	چشم حباب بحر میں سرمہ لگا رہے
ایسے ہی یہ شعر شاگرد نخلص بدایونی کا	
تم چشم حنائی میں لگا دگے جو مسمی	ہر بضیہ شعر میں نکل آئینے چھلے
گستاخ نے نساخ کے اس شعر کے مصرع ثانی کو	
بوسہ نہ لون گا وہ ہے نزدیک آئین آپ	کہنا ہے بکھو کاں میں کچھ میں تو جا لیں آپ
مہمل لکھا ہے اور دونوں جگہ (میں) مفید معنی ظرفیت پر طحا ہے حالانکہ میں جا لیں مشتق ہے من طاحیے	
جسکا ترجمہ فارسی میں خوشنود شدن ہے چونکہ دونوں جنس کے درمیان لفظ تو فاصلہ پڑا ہے اسلئے یہ وہم پیدا ہوا ہے	
اسی طرح اس شعر کے مصرع ثانی میں بجائے نہیں جو مشتق ہے بننے سے نہیں پڑھکر مہمل قرار دیا ہے۔	
دیکھتے کچھ نہیں سولے فراق	اپنی اکھیں نہیں سرے فراق
مشہور ہے کہ کسی بادشاہ کی فرمائش سے ایک شخص نے خمسہ نظامی کے جواب میں ایک خمسہ بے معنی	
کہا تھا آپ حیات میں لکھا ہے کہ جب شیخ ناسخ کے پاس کوئی ناواقف شخص شائق کلام آتا تو چند بے معنی	
غزلیں بنا رکھی تھیں اُن میں سے کوئی شعر پڑھتے یا اُسی وقت چند بے ربط الفاظ جو ذکر موزون کر لیتے	
اور سناتے اگر وہ سوچ میں جانا اور چپ رہ جاتا تو سمجھتے تھے کہ کچھ سمجھتا ہے اُسے اور سناتے تھے اور اگر سننے	
نے تھا شاعر تعریف کرتی شروع کر دی تو اسی طرح کے ایک دو شعر پڑھکر چیکے مور پتے تھے مثلاً۔	
آدمی نخل میں دیکھے مورچے بادام میں	ٹوٹی دریا کی کلائی زلف ابھی بام میں

تو نے ناسخ وہ غزل آج لکھی ہے کہ ہوا	سبکو شکل ید بیضا میں سخندان ہونا
ہر شعر	
مرکز محور گردون پہ لب آب نہیں	ناخن قوس قزح شبہ مضرب نہیں
السخ طومار اغلاط میں کہتا ہے کہ ناسخ کے اس شعر کا مصرع دوم مہمل ہے	
خیال زلف میں ہم باغ جو گئے ناسخ	تمام برگ تھے کچھ ہر ایک مار کی شاخ
اسی طرح اس شعر کو ان کے مہمل قرار دیا ہے۔	
کیا ہے اس قدر لاغر فراق یا رنے مجھ کو	کہ کہتے ہیں مرے ہم نہ میلی ہو نہ مجھ کو
السخ کہتا ہے کہ مہمل کے اس شعر کا مصرع ثانی مہمل ہے	
ہو اشارہ حضرت سے چاند و ٹکڑے	ہو اسے کو چہ شق القمر میں کی رفتار
بعض کا قول ہے کہ قصہ منظم شعر میں لازم نہیں لیکن میر تقی میر نے قصہ منصف حدائق اہل بیت کہتے ہیں کہ یہ قول مردود ہے اس لیے کہ جہان میں کوئی ایسا منظم نہ ہو گا کہ کبھی نہ کبھی اس کی زبان سے قصہ کلام موزون سرزد نہ ہو جائے پس جب قصہ قصہ کی موزون کرنے میں ہنوی تو منظم کو شاعر کہنے لگیں حالانکہ ایسا نہیں ہے اور مرزا رحیم بیگ لکھتے ہیں کہ ذات شعر میں قصہ کو دخل نہیں اگر بلا قصہ شعر موزون ہو جائیگا تو فی البدیہہ جانیگا اصطلاح میں شعر کو بیت بھی کہتے ہیں کہ دو مصرع مساوی ہوتے ہیں اور عروض و ضرب کہتے ہیں وہ جاسکی یہ ہے کہ بیت کے معنی گھر کے ہیں اور گھر کے لیے زمین چھت رستون۔ یخ۔ رشتی کیبل ٹاٹ۔ کپڑا اور نقاشی سب چاہیے ایسے ہی چیزیں شعر کو چاہیں کہ اس کو بھی گھر سے مناسبت ہو پس اسکی زمین مضمون ہو یعنی جب کوئی ارادہ مکان بنانا کا کرنا ہو تو پہلے زمین تلاش کر لیتا ہو اسی طرح جب شاعر شعر کہنے کو ہوتا ہو تو پہلے مضمون تلاش کر لیتا ہو اور اسکی چھت قافیہ ہوا و رستی اور میخ اور ستون ارکان بیت ہیں جس طرح کہ رستی اور ستون اور میخ سے گھر مستحکم ہوتا ہے ایسے ہی ارکان بحر سے مضمون ہوا کیونکہ ارکان مرکب ہیں سبب اور قید اور فاصلے سے اور لغت میں سبب سی کو کہتے ہیں اور وند میخ کو اور فاصلہ ستون کو اور جیسے کہ گھر کے لیے اور کیبل اور ٹاٹ سے تیار ہوتا ہے اسی طرح بیت الفاظ سے تیار ہوتی ہے فائدہ اکثر مصرعہ ثانیان عرب کا گھر کیبل اور کپڑے کا ہوتا ہے بطور مثال کے اور گھر میں آرائش کے واسطے نقاشی بھی کرتے ہیں قویت کی نقاشی صنائع و بدائع لفظی و معنوی کی رعایت کرنا ہے اور گھر کے دروازے کے دو کنواڑ ہوتے ہیں اسی طرح غالباً شعر کے بھی دو مصرع ہوتے ہیں اور جس طرح لوگ گھر کے اندر دروازہ کی راہ سے آتے جاتے ہیں اسی طرح خیال سے مراد بیت میں مصداق کی راہ سے پہنچتے ہیں چنانچہ کے نزدیک بیت کے لیے دو مصرع ہونا لازم ہے اور شعر کے نزدیک بیت کا مراد ہے اور مولے خلیل کے نزدیک مولے	

بیت کے لیے دو مصرعوں کا ہونا واجب نہیں جانتے بیت کے مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور اخیر جز کو عرض کہتے ہیں اور دوسرے مصرع کے جزو اول کا نام ابتدا و مطلع اور پچھلے جز کا نام ضرب و عجز ہے اور درمیان میں دو نون مصرعوں کے جوڑ ہاں اسکو حشو قرار دیتے ہیں۔ فنوی معنوی صدر کے اول و بندی و ابتدا اور مطلع کے معنی شروع و جائے آغاز وغیرہ اور عروض کے معنی طرف کے اور ضرب کے معنی قسم و حصہ کے اور عجز کے معنی سرین وغیرہ کے ہیں اور حشو بھرتی کو کہتے ہیں پس یہ تسمیہ اجزاء بیت کی ان اسما کے ساتھ ظاہر ہے الغرض کلام نمونہ و متفقہ کی دس قسمیں ہیں۔ غزل۔ قصیدہ۔ مسقط۔ ترکیب بند۔ ترجیع بند۔ فنوی۔ قطعہ۔ رباعی۔ مستزاد۔ فرد۔

بیان غزل

غزل اُن اشعار متفق اوزن و اقوافی کو کہتے ہیں جنکی بیت اول کے دو نون مصرعے ہوں اور اُس بیت کو مطلع کہتے ہیں اور باقی ابیات غزل میں صرف مصرع ثانی میں قاضیہ ہوتا ہے اور بیت ثانی کو حسن مطلع و ویب مطلع کہتے ہیں اور ایک غزل میں دو یا تین یا زیادہ مطلع بھی لائے ہیں جیسا کہ لطف نے ایک غزل چودہ شعر کی لکھی ہے اور وہ سب شعر مطلع ہیں چنانچہ خود اُنھوں نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

لکھے سب اس غزل میں لطف تو نے مدح کے مطلع | غزل اک اور بھی پڑھو اگر مدح حضرت کا |

اور امانت کی اس غزل میں ۹ مطلع ہیں

مدح میں ہوا سہ گروں جناب کا | ذمے کو حق نے رتبہ دیا آفتاب کا |

اور اس غزل میں ۱۱ مطلع ہیں۔

نظر میں تو قاتل ہے شراب ہر غیرت یوسف | امانت گرم ہے بازار اپنی طبع سوزن کا |

امانت کی ایک غزل میں ۳۲ شعر ہیں جس میں سولہ مطلع ہیں

ذوق کی اس غزل میں ۱۰ مطلع ہیں

ترے کوچے کو وہ بیمار غم والے شفا سمجھے | اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی واد سمجھے |

اور سب سے آخر کی بیت کو تمکیم غزل اور مقطع کہتے ہیں۔ فارس اور ہند کے شاعر نے ایک اچھا طریقہ وضع کیا ہے کہ اپنی ذات کے لیے ایک مختصر سا نام اختیار کر لیتے ہیں اور اُسکو اپنی نظم کے بیت آخر میں لائے ہیں اور اُس کا نام مخلص ہے خان آرزو چراغ ہدایت میں لکھتے ہیں کہ مخلص اُس بیت کو کہتے ہیں جس میں شاعر یا مخلص لائے جیسا کہ اس شعر میں کمال نجد کے۔

کمال از گفہ خود ہر چہ داری | مخلص ہاے تو بس آبرار است |

مولف کتاب ہے کہ اس شعر میں تخلص سے مراد گریہ ہے کہ اُس کا ذکر قصیدے میں آیا والا ہے مقطع مقصود میں اور ظاہر ہے کہ حسن تخلص بھی اُس صفت کو کہتے ہیں کہ قصیدے میں اول چند شعر کسی مضمون کے لکھ کر پھر مدح ممدوح کی طرف سلاست الفاظ اور نفاست معنی اور وجہ لطیف اور طرزِ ظریف کے ساتھ رجوع کی جائے شعر عرب میں تخلص کا دستور نہ تھا یہ تخلص یا نام کا جز ہوتا ہے جیسے انشاء اسد خان نے اپنا تخلص آنکا کیا اور حکیم مومن خان نے مومن اور منشی امیر احمد مینا کی نے امیر یا کوئی اور نام کسی رعایت و مناسبت سے تجویز کرتے ہیں جیسے محمد تقی نے میر اور مرزا رفیع نے سودا اور مرزا اسد اسد خان نے غالب اور شیخ ابراہیم نے ذوق اور نواب مرزا خان نے دلغ اور شیخ امام بخش نے ناسخ اور خواجہ الطاف حسین نے حالی رکھا تخلص اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر نام شاعر کا ارکانِ بحر میں گنجائش پذیر نہیں ہوتا اس لیے ضرورت تخلص کی ہوتی ہے ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض شاعر جو فارسی و رخیۃ یا اردو بھاشا یا فارسی و بھاشا دو زبانوں میں سخن سر کی کرتے ہیں وہ دونوں میں تخلص مختلف لاتے ہیں جیسے عتبہ شاہ خان فارسی میں عتبہ اور اردو میں آشفۃ تخلص کرتے تھے اور نواب مصطفیٰ خان کا فارسی میں حسرتی اور اردو میں شیفۃ تخلص تھا اور حسین علی خان شاگر مرزا غالب فارسی میں خیالی اور اردو میں شادان تخلص کرتے تھے جن لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تخلص مونث نہ چاہیے اور اس خیال سے تخلص نسیم پر معترض ہوئے ہیں ان کی محض نادانی ہے اس لیے کہ بہت سے تخلص اساتذہ کے مثل حرات اور وحشت اور حشمت وغیرہ کے مونث ہیں ہاں تخلص اچھا چاہیے کیونکہ اس کی تاثیر ضروری ہوتی ہے جب بجا علی اور رنگ نشین اور دھکے قلق و آسیر جو نامی شاعر ہیں مصاحب ہوئے ایک درویش صاحبِ حال نے کہا خدا فرما اسد تاثیر سلمے صاحبین سے بچلے ان کا نام کا عرصہ قلیل بین فقیر روشن ضمیر کے اندیشے کا ظہور ہوا بادشاہ کی ہمت جاتی رہی یکا یک سیر قلقِ عظیم ہوئے شاد و نادر بعض شعر تخلص مطلع میں بھی لاتے ہیں اور پھر اُسی غزل کے مقطع میں مکر لاتے ہیں یہ بات سودا کے کلام میں بہت پائی جاتی ہے مثلاً۔

جرات	
عاشقی جرات نہ کر ناحق نہ جی کو غم لگا	ربط سب سے رکھ بہت پر جی سے کلم لگا
دن بدن تحلیل جرات کیوں ہوا جاتا ہوتا	آہ یہ بیٹھے بٹائے جھک بکا غم لگا
میر	
وہ کمان ابرو دار در پے ہولے میر کے	ترکشن ان بلاؤں کا ہے بالائے ترکشن کے
روے دلکش وہ خدا جانے کس کس کچ گیا	
میر کو م عاشق ہے ہن ایسی ہی تصویر کے	

نا سخ	
اگر گئے ناسخ مجور سے کچھ کام نہیں رات دن نور خدا کو ہنجف سے ہر عیان	بخدا اُس بت مغرور سے کچھ کام نہیں مجلو ناسخ جہل طور سے کچھ کام نہیں
اگر تخلص کو مقطع میں اس طرح لائیں کہ وہ معنی کی طرف بھی رجوع کرتا ہو اور اسکو قطعی تخلص کہنے میں تامل ہو اور اس سے تخلص قائل معلوم نہ ہوتا ہو تو یہ بات بے لطف ہے اور خالی رکاکت سے نہیں مثلاً لفظ تمنا کہ خوش کن معنی میں ہے شاعر کا تخلص ہو تو چاہیے کہ مقطع میں اس طرح لائیں کہ شاعر کے تخلص ہونے پر دلالت کرے جیسے اس مقطع میں مولوی محمد قاسم تنما مراد آبادی کے۔ ۵	
رکھتے جاؤ قدم آنکھوں نیچے تنما کی ذرا	اوسیان اُس حرم پاک کے ہالے ولے
نہ یہ کہ سامع جب تک دوسرے شخص سے نہ پوچھے معلوم نہ ہو جیسے اس مقطع میں۔ ۵	
ما شوق خستہ کی رخصت دم آخر ہے فرو	ہے ات تیرے ہواٹنے کی تنما باقی
اس بیت میں یکایک بغیر تحقیق کے لفظ تنما سے شاعر نہیں معلوم ہوتا بلکہ غور ہش کے معنی پیدا ہوتے ہیں علیٰ ہذا القیاس اس مقطع میں مرزا امین رفاقت کے۔ ۵	
اے سونگلی ایک دم میں نہ فاقیت جو چھوڑے	کیا ایسی زندگی کا بھر و سا کرے کوئی
اسمین صاف صاف نہیں معلوم ہوتا کہ یہ شعر رفاقت کا ہے۔ لطیف کا مقطع ہے۔ ۵	
بندگی پر نہیں موقوف ترا لطف لکھتے	تو نے جب چاہا تو درویش کو سلطان کیا
سکندر کا مقطع ہے۔ ۵	
حیف عقبی کے لیے کچھ نہ سکندر نے کیا	آپ کو رو دجیا کس لیے دارا مارا
الغرض غزل میں سولے ذکر شراب و کباب و خال و خط و شاہر و عنایت و شکوہ و الم و مفارقت و ذکر وصال و بیان جفاے فلک و غوے بد معشوق کے اور قسم کے مضمون مثل نصیحت و معرفت و وعظ و پند و غیرہ کے یہاں نہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ اول سے آخر تک ساری غزل ایک ہی مضمون کی ہو خواہ فراق کی خواہ وصال کی خواہ اور خواہ مضمون کی مگر متاخرین کے نزدیک غزل میں ہر شعر کا مضمون علاحدہ اور مختل ہونا بھی جائز ہے یعنی اگر شاعر مطلع میں وصل کا حال باندھے اور زیب مطلع میں حواری کا حال بیان کرے تو رولہم بلکہ یہی بہت شائع ہے اور ایک نئی طرح اور نکلی ہے کہ اپنے معشوق کو دوسرے کا ماثق قرار دیکر کچھ اسکی بیٹابی کو اپنا رشک کچھ اور چھڑ چھڑا لکھتے ہیں اس سے عجیب و غریب لطف حاصل ہوتا ہے۔ شعرانہ مستعمل استفادہ و نسبت پہنچنے کے لیے نئے ہتھکڑے	

اور استعارے در استعارے نکالے ہیں اور اُسے ایک ایجاد جدید تصور کر کے نازک خیالی نام رکھا ہے اس سے کلام نوین خیالی نزاکت اور تازگی لطافت تو موعجاتی ہے مگر کلام پُر اثر نہیں ہوتا چونکہ دنیا میں ہر اک نئی چیز مزہ دیتی ہے اسلئے یہ طرز ہر اک کو پسند ہے اور علم کی شکل پسندی نے اُسے زیادہ تر قوت دی ہے جو قدیم کی تقلید سے صفائی اور سادگی کی گیر پر فقیر ہیں اور انشلاق کو ناپسند کرتے ہیں اولے مطلب اور طرز کلام میں صفائی سپارگری ہوشیار رکھتے ہیں جس سے سُنے والے کے دل پر اثر ہوتا ہے۔

نازک خیالی کا نمونہ - ۵

تصویر یا رہبر نکیرین پاس ہے	رکھ دیکھ میری قبر میں شیشہ گلاب کا
-----------------------------	------------------------------------

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ جب قبر میں نکیرین آئینگے اور مجھ سے کچھ سوال کریں گے تو یار کی تصویر دکھا دوں گا یا یہ کہ جب وہ مجھ سے پوچھیں گے کہ تیرا رب کون ہے تو میں یار کی تصویر دکھا دوں گا اور کہو گا کہ میں اس کے سوا کسی کو نہیں جانتا (جیسا کہ عجبوں کا جواب مشہور ہے) نہ چندان شور لیلی در سرم بود و نہ کجا پرولے کا دیو گیم بود و نہ بہر پنج وہ اُس تصویر کو دیکھ کر غش کر جائیں گے اُنکے ہوش میں لانے کے لیے شیشہ گلاب کا ساتھ ہونا ضروری میری قبر میں رکھ دینا اس قسم کے اشعار نما سمجھے جاتے ہیں اور ہر ایک کے فہم میں شکل سے آتے ہیں۔ غالب ۵

ظاہر ہے کہ گھبرے کے بھاگنے نکیرین	ہاں منہ میں گمراہ دوشینہ کی بوتلی
-----------------------------------	-----------------------------------

بادہ دوشینہ یعنی رات کی بی ہوئی شراب جو مرے سے پہلے ہی تھی محض اذراہ شوخی کے کہتا ہے نکیرین سوال و جواب سے بچنے کی کوئی تدبیر اُس کے سوا نہیں کہ شراب پیکر میں تاکہ نکیرین اُسکی بو کی کراہت سے بغیر سوال و جواب کیے چلے جائیں۔ ولہ ۵

کار کاہستی من لا دلغ ساں ہے	برق خرمین رحمت خون گرم ہرمان ہے
-----------------------------	---------------------------------

یعنی دہقان کی سعی گل کے حق میں گل کی خرمین رحمت کے لیے برق کا کام دیتی ہے دیکھو وہ لالے کے دھچکے اس قدر کشش کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ صرف یہ ہوتا ہے کہ گل لا لہ کے دل پر داغ ہوتا ہے۔

انچہ تا شگفتہا برگ عافیت معلوم	یا وجود دھیمی خواب گل پریشان ہے
--------------------------------	---------------------------------

مطلب یہ ہے کہ کھلنے کے وقت تک فنجے کے مالہ آرام و عافیت کا باقی رہنا ناممکن ہے کیونکہ ظاہر میں اگرچہ اسکی صورت صنوبری سے اُسکی دھیمی کا خیال ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اسکی نکھر یوں میں پریشانی کا مادہ پنہان ہوتا ہے۔

ولہ		
رکھا غفلت نے دور افتادہ ذوق فناور نہ	اشارت فہم کو ہر ناخن بیدار بر وقت تھا	
ولہ		
پریشانی سے مغز سر ہوا ہے پنبہ بالمش	خیال شوخی خوبان کو رہت آفرین پایا	
ناسخ		
سیری آنکھوں نے تجھے دیکھکے وہ کچھ دکھایا	کہ زبان مرہ پر شکوہ ہے مینا کی کا	
ولہ		
کھل گیا ہم پر غنا صرب مجھے بے ہمتاں	را بطر واجبے ممکن دوست دشمن میں نہیں	
<p>آج کل کے بعض شعرا کلام میں نہایت تکلف کرتے ہیں الفاظ مصنوعی اور شکل بھرتے ہیں اور یا ران لمبید الطبع پر رعب غالب کرنے اور صاحب طرز جدید مشہور ہونے کو اپنے اشعار تما کرتے ہیں اور اکثر کلمات خلاف محاورہ و رد مرہ اُردو ہستمال میں لاتے ہیں جنکے دریافت کرنے کے واسطے کتب لغت وغیرہ کی حاجت پڑتی ہے اس واسطے کلام اُن کا غیر فصیح اور قابل عدم التفات ہوتا ہے کلام غص و شوم سے بھی شاعر کو احتراز کرنا چاہیے بعض اوقات ایسا مضمون بدشگون زبان سے نکلتا ہے کہ اسکی تاثیر سے ضرور زہابی واقع ہوتی ہے جیسے ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ خاتم آل تنہیہ کا یہ شعر۔</p>		
مر گئے آخر پھر کد دامن سے جھوٹے نہ ہم	دل کی دل ہی میں تنملے رہا کی گئی	
<p>حضرت بادشاہ صاحب مر گئے انگریزوں کی قید سے نہ جھوٹے دل کی دل ہی میں تمنا سے رہائی رہ گئی۔</p>		
<p>المختصر اصطلاح میں غزل اُن اشعار کا نام ہے جنکی تعریف اور پر کی گئی اور لغت میں غزل جوانی کا حال بیان کرنے اور عورت کی صحبت اور عشق کا ذکر کرنے کو کہتے ہیں اور بعض کا قول ہے کہ ایک شخص عرب میں تھا جس نے اپنی ساری عمر نزد مشربی اور عشقبازی میں گذاری اُس کا نام غزل تھا اور ہمیشہ عشق و حسن کی تعریف کیا کرتا تھا اور سخن عاشقانہ کہتا تھا پس ایسے اشعار کو جن میں حسن و عشق وغیرہ کا بیان ہو اسکے نام سے موسوم کر دیا یہ غزل کہنے لگے مگر قول اول درست ہے۔ عرب کے اشعار میں مرد کا عشق عورت کی طرف ہوتا ہے اور فارسی میں عشق مرد کا امر کی طرف اور اُردو میں مرد کا عشق عورت کی طرف اور مرد کا عشق امر کی طرف یعنی دونوں طرح ہے ایسے کہ باخدا ر دو کا عربی اور فارسی ہے اور شعرے رغبتہ تیج عرب و عجم دونوں کے میں ہیں ادیان عرب کی تقلید سے مدح و عیش و عورت کی طرف اظہار کیا اور شعرے فارس کی اتباع سے امر کے ساتھ</p>		

عشقبارسی کا شیوہ اختیار کیا جو لوگ کہتے ہیں کہ اردو میں عشق مرد کا امر کی طرف ہے نہ عورت کی طرف وہ بڑی غلطی پر ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ شاعری ریختہ میں امر دونوں کے سبب خط وغیرہ اور عورت کی پستان وغیرہ دونوں کی تعریف موجود ہے اور اسانہ و موجدین فن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہے۔ مثلاً۔

امانت	
یارِ محرم سے پڑے ہیں سیدہ نازک میں نیل	لے پری انگلیا کا سب آب روان آہنی ہوا
آتش	
کسی کی محرم آب روان کی یاد آئی	حباب کے جو برابر کوئی حباب آیا
برق	
چاندنی بن گئے کرتی جو نہا کر بہنی	گاج کے پھول مجھے لنگے بدن میں مہتاب
ذکی	
سبز محرم میں دکھائے گر لطافت حسن کی	خام انار آسابت رنگین کی پستان سبز سر
رند	
روشن ہے آفتاب سے وہ گورا گورا پیٹ	بہتر کرن سے یار کی کرتی کی تڑپی ہے
قلق	
گلو بہر خاص دھوکا ہو گیا رنگین کٹوریکا	رگ گل میں جو عالم تھا تری انگلیا کے ڈوریکا
ولہ	
دو پٹہ آب روان کا سر کا جو سے مجھے سیم	کہ بہر حسن صنم کا ہم کو دکھا دیا ہے حباب اوجھا
مصحفی	
بیم کیون پنجہ شاہین سے نہ ہو پستان کو	دام نین رکھتی ہے اپنے دو کبوتر کرتی
انکار	
اُس ناک کی لوٹک سونگھنا ہوں	حاجت مجھے کیا الاچی کی
ذوق	
الصدر می تاب حسن کہ اُس کا دُورِ بلاق	خشبک زنی کرے ہے سہیل میں کے ساتھ
نادر	
کیں سونے کی بنے عکسِ طلائی رنگ سے	حلقہ بینی کی جار کھو جو تھکا ناک میں

خزین	
پہنے جو یار تم نے کرن بھٹول کان میں	پتو نہ لو پتی رہی شبنم تمام رات
احمد حسین خان صبا	
کان چھ دو لے جو آئے تو منش آیا بجلو	بلے پن ہی میں کیا بس تہ وبالا بجلو
محسن	
واہ کیا تاثیر ہے رنگ صبح یار کی	بن گیا ہیرا جو پہنا اُسے سنبہ کان میں
شہید	
چاندی کی چوڑیو نکو طلائی بنا دیا	رنگ حنا ہے یا ترے اکسیر ہاتھ میں
ولہ	
شوخ یہ رنگ خاناو گل ہے جسکے گل سے	گلبرے چھو لو گئے بنے سوئے انگن ہاتھ میں
نادر	
بو جھ اتنی خیر کیا دمرت نازک سے اٹھے	آر سی پچھلے کرتے پہنچی سارے چوڑیاں
بحر	
حسن روز افزون سے کنجا کش نیا فی حبیب میں	بن گیا انگلیا کے اندر وہ سمنگر چھاتیان
نمازیت	
ٹٹولتے ہیں شنب وصال مست شوق اُنھیں	یہ گول گول ہے کیا سخت تیرے سینے میں
جلال	
اُہ ہی لف ہوتے جو تری لہستان پر	اُہ رنے لیلیا آغوش میں کہساروں کو
جوش	
اتھاری مانگ نے ٹوٹا ہے ہوش و سب زوار	لٹا ہے شام کے رستے میں قافلہ دل کا
امانت	
سیہ موباف پا جامہ گلابی چنپی نیفہ	تو وہ پٹہ سرخ انگلیا تیرے کرتی رعفرانی ہے
جلال	
بناؤ سر سرچرخ اختری جو ٹی +	گیا ہ سنبہ سے بھی ہے بڑی جو ٹی

گویا	
الپٹی ہے چوٹی یار کی پھونکنے ہار میں	سنبھلنے گل کھلائے ہیں فصل بہار میں
منیر	
سوچ پڑے لاکھ بلائیں ہو کمین باہم	ان سب سے بنائی بُت مغرور کی چوٹی
ان تمام اشعار میں اُن چیزوں کی تعریف مذکور ہے جو عورتوں سے خصوصیت رکھتی ہیں۔	
اسیر	
خط نمودار ہوا وصل کی رائیں آئیں	جن کا اندیشہ تھا منہ پر وہی باتیں آئیں
آباد	
سبزہ خط ہے طلسم حسن سے رخ پر عیان	ورنہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا
تسلیم	
دید کے قابل ہے جو بن سبزہ رخسار کا	معجزہ ہے سبز مونا گل پر گلزار کا
خیل	
بتو کھا سبزہ خط خال کا نہیں محتاج	بغیر مہر یہ خط اعتبار رکھتا ہے
وزیر	
سبزہ خط سے ہوا اور وقار عارض	خضر آباد ہوا نام دیار عارض
وزیر	
مسکین بھیگی نہیں ہیں وزیر اس آئینہ کی	نمایان پشت لعل لبّ ہو یہ عکس مرگان کا
ان اشعار میں ایسی چیز کی تعریف ہے جو مرد سے خصوصیت رکھتی ہے۔	
<p>رغبت کے مقابل ایک زبان رشتی اور ایجاد ہوئی ہے اُس میں عورتوں کی بولی عورتوں کے ساتھ باندھی جاتی ہے موجد اسکے سعادت یار خان رنگین میں اسکی بنیاد فقط یاروں کے ہنسنے ہنسانے پر ہے مگر انشاء اللہ خان نے اس طرز کو جلا دیکر خوب گلہ سے سجا یا متاخرین میں جان صاحب اس فن کے بڑے ماہر ہیں زبان پر ایک دوشعر رشتی کے بطور نمونہ کے لکھے جاتے ہیں۔</p>	
رنگین	
میں وہ بھی اوڑھنے کی نہیں گل کی اڑھنی	باہی مجھے منکا دو جھلا جھل کی اوڑھنی
ذرا گھر کو رنگین کے تحقیق کرو	سیا نئے ہے کڑ پیسے ڈولی کہا رو

مرد و امجد سے کہ ہے جلو آرام کرن	انشا	جسکو آرام وہ سمجھے ہے وہ آرام مہیج
نہیں پریتی کہانی تو بیٹری انا	ولہ	آپ بیٹی تو کوئی بات نہ پھیرٹی انا
نہیں سدا کار لیا تو نے تو پھر اٹھانے		مرے دروازے کی کیون چول اٹھیرٹی انا
میں ترے صدقے نہ کھلے مری ساری روزہ	ولہ	بندی رکھ لیگی ترے بلے ہزاری روزہ

جان صاحب

نماز پڑھ پڑھ کے تو گناہوں سے اپنے توبہ پا لیا	نجان ہندو پیسے دو گناہ خدا خدا خدا کر
انعامی بیایا کو کچھوڑ بیٹھے سماعی نڈی گھڑن	بنایا صاحب لام باڑہ خاکی مسجد کتنے ڈھاکر

بھاشا میں عشق عورت کا مرد کی طرف ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ ہندو فنی قوم میں مرد کم اور عورتیں زیادہ ہونیکے سبب مرد محبوب ہوئے کیونکہ کم چیز عزیز اور زیادہ چیز حقیر ہوتی ہے پس شان مجبوی مردوں نے متعلق ہوئی اور عاشقی عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوئی مولوی غلام علی آزاد نے اسی طرح لکھا ہے۔ ۵

باکین چھڑے جات ہو نبل جان کے موکے	اس ہر دے فی جاؤ گے مرد بدو کی توکے
-----------------------------------	------------------------------------

ہتھی ورنہ سے مستغاد ہوتا ہے کہ اگر عورت کی طرف سے عشق بازی کی ابتدا کی جاتی ہے تو ایسے یا نہیں شیرینی زیادہ ہوتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عورت کا عشق مرد کی نسبت بیان کرنا چاہیے پھر عورت کی عاشقی کا ذکر کیا جائے۔

غزل کے شمار طاق ہوتے ہیں اور تحقیق کے نزدیک ایک غزل کی تعداد پانچ شعر تک نہیں ہوتی اور کیا رہ شعر سے زیادہ نہیں لیکن بعض اگلے شاعر نے نزدیک ایک غزل کی تعداد کم سے کم تین شعر اور آہل بے شعر تک ہے ہر نئے میں سترہ اور اکیس بلکہ اس سے زیادہ اشعار کی غزل لکھتے ہیں چنانچہ مخدوم متاخرین فارسی کے کام میں پانچ شعر تک اور شعرے متاخرین ریختہ کے کام میں پچاس میں شعر تک کی غزلیں موجود ہیں پس اگر کوئی شاعر نہایت رجبہ اور پسندیدہ زمین اور دلچسپ بحر و نمین لطف محاورہ درستی ترکیب عالی درجے کی لطافت و فصاحت نے خیالوں شینے قافیوں کے ساتھ طول طویل غزل لکھے اور اصول غزلیت کو اتھ سے نہ جانے دے تو یہ کمال شوق سخنوری پر دلیل ہو لبتہ اگر مضمون پھر و و اہیات اور قافیہ بوج و خراب ہو گئے تو کوئی پسند نہ کرے گا اگر کوئی کہے کہ ایسا طائر مضمون کم پایا جائے جو د ا م متعین کا اسیر نہ ہوا ہو۔ ۵

حریفان بادہ باخوردند و رفتند	تہی خمنا نہ با کردند و رفتند
------------------------------	------------------------------

یہ تو قول ہرگز مسلم نہیں اسلئے کہ مبدیہ فاض کا فیض نانا ہی ہوا اسکی فیض رسانی میں کسی صورت سے کمی نقصان نہیں ہر اس قول کو ایک بزرگ کے پاس بیٹے کے مطابق پاتے ہیں۔ ۵

ہنوز آن ابر رحمت در فشان ست	غم و غم خانہ ما مہر و نشان ست
اور نسیم کہتا ہے ۔	
ہر چند کہ اگلے اہل فن تھے	سلطان قلم و سخن تھے
لگے ان کے فسر و غ پانا	سورج کو چسپ رخ ہے دکھانا
پھر سخن سد ہے باقی	دریا نہیں کا ر بند ساقی
اور صاحب ترانہ شوق کہتا ہے	
لیکن نہیں انجن ہے خالی	کب میکہہ سخن ہے خالی
حاصل مگو کش کو کچھ نہ کچھ ہے	پلچھٹ ہی سہی اگر نہیں گئے
شعرے ریختے نے ایک زمین میں چار چار پانچ پانچ غزلین لکھی ہیں اور ہر غزل کے مقطع میں دوسری غزل کا اشارہ کیا ہے شیخ امداد علی بکر ابن شیخ امام بخش نے جو امام بخش تاسیخ کے شاگردوں میں نامور ہیں ہفت غزل لکھا ہے یعنی سات غزلین ایک زمین میں کی ہیں ایک غزل کا مقطع یہ ہے ۔	
اسک و دربان کے لیے کوچہ جانان چھوڑا	بھر تم رک گئے خاشاک سے دریا ہو کر
مولوی مذاق کا بھی ایک ہفت غزل ہے جو نہایت تاب و تاب کے ساتھ لکھا ہے انہیں کا ایک شعر ہے	
بھاڑ کر بھدیک لے مٹھو کا غنڈ کشمیر کو	پردہ دل کا ورق لایا رکی تصویر کو
زمین غزل مراد دین و فافہ سے ہے مع قید بحر کے صورت مذکورہ بالا میں ہر غزل میں دوسری غزل کا اشارہ کرنا ضرور نہیں ۔ اکثر شعرے ریختے ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک زمین میں ایک غزل لکھا کر اسی زمین میں فافہ بد لکر دوسری غزل لکھتے ہیں اور غزل اول کے آخ میں تبدیل فافہ کا اشارہ کر دیتے ہیں ۔ اور کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ مطلع غزل کے مصرع ثانی کو مطلع کا مصرع ثانی کر دیتے ہیں جیسے اس غزل میں خواجہ درد علیہ الرحمۃ کے ۔	
مرا نہیں ہوں کچھ میں اس سخت دل کے ہاتھوں	پستا ہوں آپ اپنے کجخت دل کے ہاتھوں
اے درد پھر بھڑا دل میں ہی ہے میرے	پستا ہوں آپ اپنے کجخت دل کے ہاتھوں
غالب	
عرض نیا و عشق کے قابل نہیں رہا	جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا
موسیقی ابدل اور ہی تدبیر کر کے میں	شایان دست و بازوے قائل نہیں رہا
گو میں رہا رہیں ستم کے روزگار	لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

بیدا و عشق سے نہیں ڈرتا اگر اسد	جس نے یہ نادر تھلجھے وہ دل نہیں ہٹا
مضامین کے مطلع کا مصرع ثانی کو تمام غزل کا مصرع ثانی بنایا ہے۔	
<p>بنی ہی کا وہ عالی آستان ہے اڑا دی خاک ہننے اب وہاں ہے ملائک لے گئے رضوان شاد شب یلدا میں نیچے ہو گیا چاند ہوا مضامین پہ ثابت عکس مضمون</p>	<p>زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے زمین اوپر ہے نیچے آسمان ہے</p>
مثال اس غزل کی جو مضمون واحد میں ہے۔	
<p>شب وہ جو پیے شراب نکلا قربان پیالہ لے کر ناب تجمہ بن جو پیا تھا قرطہ کا مستی میں شراب کی جو دکھا شیخ آئے کو سب کدے میں آیا ایک جرمہ شراب ہی میں دھنڈا تھا غیرت بادہ عکس گل سے</p>	<p>جانا یہ سگر آفتاب نکلا جس سے کہ تر حجاب نکلا آنکھوں سے ہو خون ناب نکلا عالم یہ تمام خواب نکلا برہو کے بہت خراب نکلا ہر شخصرگی کا باب نکلا جس جرمے میں سے آب نکلا</p>
میسر	
<p>قضا را در قاتل ادا صراحت نکلا کھر افس پر ہونے بولا کہ ہے کھر ٹے رہنے والو مگر سوز ہے یہ مرا کشتہ ایسا تو ہے جس کی خاطر چھری لے کے من بعد سینے کو چھڑا</p>	<p>کہ لینے کو اس کے مرا جان نکلا یہ کشتہ تو کچھ جان پہچان نکلا بھلا اس کے دل کا تو ارمان نکلا یہ خورشید بھاڑے گریبان نکلا تو دل کی جگہ خشک پیکان نکلا</p>
فطرت کی یہ غزل فقط چشم دابرو اور دیکھنے کے مضمون میں ہے۔ غزل	
<p>بہت سے چشم جادو اور بہت دیکھے کمان پسند آدین نہ کیونکر وہ ہوائے دیدہ لگو</p>	<p>نہ اسی چشم دیکھی اور نہ ایسے دلستان برد عجب نگیرہ ہر وہ چشم طرفہ سالبان برد</p>

<p>نہا کے کس طرح دہشت مجھے جس شہم داؤد سے نظر اپنی ہی وجہ و غلمان پر پڑے کیونکر ہزاروں لالہ روغیہ دہان دیکھے پر قدرت</p>	<p>کہ ترک مست ہو وہ چشم تیغ خون فشان ہو تھاری ہی اکی شہم دیکھی نے تان ہو کہان وہ چشم فشان شاخ گل کہان ہو</p>
<p>شال ہنس غزل کی جو مستغرق مضامین میں ہے</p>	
<p>ذوق</p> <p>ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی بیٹھے بھرے مجھے ہن خمے کی طرح ہم چلے بغیر خون کوئی رکتی ہو تیری تیغ میت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کی عیسائی گریہ پاس تو ممکن نہیں شفا بٹھے کب کسی سے کہ اسکی فزہ کی نوک بیٹھے ہن دل کے پیچھے ولے ہزار ہا منہ سے لگا ہوا ہے اگر جام سے تو کیا لے ذوق دیکھ دھتر نہ کو نہ منہ لگا</p>	<p>رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی پر کیا کریں کہ مٹھے منہ لگی ہوئی ہے یہ تو اسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی ہے تن پہ خاک کو چہ دلسبر لگی ہوئی خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی ہو سچا سہی کیجے کاندہ لگی ہوئی گذری ہے اسکی راہ گذر پر لگی ہوئی ہے دل سے باد سانی کو تر لگی ہوئی چھلکتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی</p>
<p>مثال دیگر اد حضرت تشاد</p>	
<p>ذرا ڈو دل جلوئے نا کہ شبگیر رکھتے ہیں ہنوں کی طرح ہنوی دعا مقبول دیکھنے مخالف کیا کر گیا کرشی سنی ہو پاس اپنے توکل پر ہر تکیہ عقل سے ہم کام لیتے ہیں جودا بستہ ہیں کیسے سے یہ اگلی نیت ہے نزدیک خدا کے پاس جانے سے کوئی جھکو نہ سیراب کی حاجت نہ جنت کی ہن خواہش نہ وحدت جو پیتے ہیں ہمیشہ تشاد ہتے ہیں</p>	<p>نہان سینے میں بسیر فلک ہم تیر رکھتے ہیں تصدیق میں دل پر درد کے تاثیر رکھتے ہیں روان منہ میں نہیں رکھتے ہیں ہم شہر رکھتے ہیں ادھر تقدیر رکھتے ہیں ادھر تدبیر رکھتے ہیں گلے میں طوق ہوا باؤ زمین زنجیر رکھتے ہیں کسی کے ہم نوا ہونے کے لیے تصویر رکھتے ہیں کہ ہم داغ و فہرے دلیں گلشن کشم رکھتے ہیں نہیں وہ اپنی خاطر کو کبھی دیکھ رکھتے ہیں</p>
<p>بیان قصیدہ</p>	
<p>قصیدہ اصطلاح میں ان اشعار کا نام ہے جن میں کسی کی طرح یا جو ذکر کی جاتی ہے یا وہ غلو نصیحت و پند</p>	

و موعظت یا تہلیل ہمارا شکایت کے وزگار وغیرہ مضامین درج ہوتے ہیں اور وہ اشعار معانی دقیق اور صنائع
 و بدائع لفظی و معنوی کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں جس سے زور طبیعت شاعر کا معلوم ہوتا ہے اور شاعری کی
 تکمیل خاص قصیدے کی مشق و مہارت پر موقوف ہے جس شاعر نے قصیدے میں کمال ہم نہیں ہو جایا وہ
 مسلم الثبوت نہیں سمجھا گیا یہاں تک کہ حکیم سنائی شیخ سعدی اور امیر خسرو جیسے بزرگ گوشتادہن بھی اس کو کئی
 ایک نہیں رہا مرزا غالب کا قول تھا کہ جو قصیدہ نہیں لکھ سکتا اسکو شعرا میں شمار کرنا نہ چاہیے اور اسی بنا پر وہ
 شیخ ابراہیم ذوق کو پورا شاعر اور شاہ نصیر کو ادھورا جانتے تھے۔ برخلاف غزل کے قصیدے میں فصاحت و
 بلاغت و متانت تینوں باتوں کا ہونا ضرور ہے آج کل کے اکثر شعرا نے قصیدے کو غزل کے ڈھنگ پر لکھا ہے
 اور یہ نہیں جانتے کہ قصیدہ اور غزل میں بڑا فرق ہے۔ لغوی معنی قصیدے کے گاڑے مغز کے ہیں چونکہ
 ان اشعار میں بڑے بڑے مضامین زور طبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے ہیں اس مناسبت سے
 انکو قصیدہ کہنے لگے بعضوں نے اور کبھی دھپن لکھی ہیں مگر لکیا ہن۔ ریختہ میں متقدمین سے لے کر
 متاخرین تک سیرتقی و مرزا قانع سودا اور حسرت اور انشا اور توسن و غالب و ذوق نے قصیدے لکھے ہیں
 مگر متقدمین میں میر کا قصیدہ بہ نسبت انکی غزل کے کم پایا ہے اور سودا کے قصائد لاجواب اور نہایت دیکھنے
 میں وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ سودا کی غزلیں انکے قصائد سے بہت رتبہ بہن متوسطین میں سید اشک کے
 قصیدے بھی نہایت عمدہ ہیں متاخرین میں شیخ ابراہیم ذوق نے وہ زور طبیعت دکھایا اور ایسے قصیدے لکھے
 کہ آج تک کسی کو وہ بات نصیب نہ ہوئی سچ پوچھو تو قصیدہ گوئی ختم کر گئے دو قصیدے فوت و منتبت میں
 شہیدی کے بھی مشہور ہیں ہر چند کہ اور شاعر و نئے بھی اُس زمین میں زور طبیعت آزاہ ہے مگر انکا غلام
 اُس مرتبے کو نہ پہنچا میرزا نالافکار میں بحث الطامین لکھا ہے کہ کتر قصیدہ وہ ہے جو سات شعر لکھا ہو اور
 ریختہ میں قصیدے کے اٹھارہ پندرہ شعر سے اور بقول بعض انیس میں شعر سے کم نہیں ہوتے اور اٹھارہ شعر تک
 قرار دے ہے لیکن فصحاء متاخرین کے قصیدے دو دو سو شعر تک کے بائے جاتے ہیں بعض شعرے فارسی
 نے بھی ایک سو میں شعر تک حد مقرر کی ہے اور عرب کے شعر نے پانچ پانچ سو اشعار کے قصیدے لکھے ہیں
 حسان المند میر غلام علی آزاد و گلرامی سب سے المر جان میں کہتے ہیں کہ میں نے قصیدے کی حد اکیس بیت سے
 اکتیس تک مقرر کی ہے تار قوت سامع کو اُس سے آرام ملے اور طبیعت کو ناگوار نہ گذرے یہ بھی دستور ہے
 کہ اکثر قصیدے اپنے حروف رد و لین سے مشہور ہوتے ہیں مثلاً حرف آخر بیت قصیدہ کا کاف ہوگا تو کافیہ کیلئے
 اور لام ہوگا تو لامیہ اور قاف ہوگا تو قافیہ علیٰ ہذا القیاس بعض قصیدے اپنے مضمون سے مشہور ہوتے ہیں
 یعنی جو ذکر ان میں ہوتا ہے اُسی سے منسوب ہو جاتے ہیں مثلاً اگر قصیدے میں کسی کی

مرح ہو تو مدحیہ اور اگر اپنے فخر و مبالغہات میں ہو تو فخریہ اور جو اس میں بہار کا ذکر ہو تو بہاریہ اور مشق کا ذکر ہو تو عشقیہ کہلاتا ہے اور کبھی قصیدے کا نام باعتبار اس کے کہتے کے ہوتا ہے جیسے عربی شیرازی نے اپنے ایک قصیدہ فارسی کا نام غمان الجواہر رکھا ہے اور ایک کا ترجمہ الشوق اور انشائے ایک قصیدے کا جو صنعت ماعطلہ میں ہے اور کئی صنعتوں پر مشتمل ہے طور الکلام نام رکھا ہے اور سودا نے اپنے قصیدہ کو باب البحرینہ اور بحر بکریان اور تصحیک روزگار کے ساتھ موسوم کیا ہے حسرت نے اپنے ایک قصیدے کی جس کی ردیف ساون ایک ہے گل باغ بخت تاریخ نکالی ہے غرض کہ ہر صورت میں قصیدے کی دو تین ہونگی ایک تمہید یہ دوسرا خطابیہ جسکو مجدد یہ بھی کہتے ہیں

بیان قصیدہ تمہیدیہ

تمہید یہ کے معنی لغت میں فرش بچھانیکہ ہیں چونکہ ایسے قصیدہ زمین مرع مروج کی اور نام مروج کا بعد ذکر چند امور نہ دے بیان کیا جاتا ہے پس یہی فرش بچھا ہے اور اس جگہ تمہید سے یہ مراد ہے کہ مرع کے پیشتر چند بیتوں میں کچھ بہار کی صفت یا زائلی شکایت خواہ عشق و حسن کی کیفیت یا اور کوئی مضمون بیان کیا جائے اس کے بعد عمدہ طور سے ربط و ذکر مرع کی باجوہ یا جو کچھ مقصود ہو شروع کیا جائے تمہید کے بعد مطلب کی طرف متوجہ ہونے کو گریز اور حسن تخلص اور تخلیص کہتے ہیں اور جس مقام سے تمہید چھوڑ کر مطلب شروع کیا جائے اس مقام کو مخلص کہتے ہیں اور دوبارہ ایک اشارہ مقول بھی کر دیا کرتے ہیں اور جس قصیدے میں گریز نہ ہو اس کو مقصضب کہتے ہیں اور تمہید کو تشبیب بھی کہتے ہیں شین منقوطہ سے تفصیل کے وزن پر اور بعضوں نے اس کا نام تشبیب نون و سین محلہ سے بروزن نجیب بھی رکھا ہے اہل تحقیق کا قول ہے کہ تشبیب وہ ابیات ہیں جن میں ابام شباب اور عشق کا ذکر ہوا سیلے کہ تشبیب شباب کا حال بیان کرنا اور عشق کی صفت کرنا ایک معنی میں شباب سے مشتق ہے اور تشبیب بھی غزل کہنے اور عورت کے جمال کی صفت کرنے کے معنی میں ہے اور شاعر نے نزدیک تشبیب اور تشبیب آن ابیات کا نام ہے جو قصیدے میں تمہید کے طور پر مرع یا جو کچھ پہلے لکھتے ہیں اور شاید پہلے ہی عادت ہو کہ ان شعر و زمین مضمون عشقیہ ہی لکھتے ہوں لیکن اب اس کی قید نہیں تشبیب عام ہے خواہ حسن یا عشق یا اور طرح کے اشعار ہوں یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تشبیب بمنزلہ جزو قصیدہ کے ہے گویا اس کا دیا ہے ہے پس قسم علیحدہ نہ ٹھہری جیسا کہ اور بعض لوگوں نے اسکو ایک قسم جدا قرار دیا ہے حالانکہ علیحدہ نہیں بلکہ قصیدے ہی کے شمار میں ہے۔

الفرض ایک ہی قصیدے میں مروج کو غائب فرض کر کے پھر خطاب پر آتے ہیں اور تعریف کرنے ہیں اور

جو کچھ مدعا ہوتا ہے وہ عرض کیا جاتا ہے تاکہ اُسکی خاطر خاطر پر بارگزدہ بعض شعر غیبت سے خطاب کی طرف آتے وقت ایک اشارہ بھی کرتے ہیں جیسے اب کوئی مطلع مع حاضرین پر ہوتا ہوں مدوح میرے سامنے ہے اور طرح پر اشارہ ہوتا ہے اور قصیدے کے آخر میں مدوح کے حق میں دعا کرتے ہیں اور اسکو دعا کہتے ہیں اور اگر دعا شرط کے ساتھ ہو اس طرح کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہے تیرا اقبال قائم ہے تو بعض شرطیہ بھی کہتے ہیں اور بعض صرف دعائیہ۔ قصیدے میں چار چیزوں کا اچھا ہونا ضرور ہے ایک مطلع کہ سامع مستر خوش ہو جائے اور طبیعت اُس کی ایسی محفوظ ہو کہ بے اختیار ہو جائے اور نہ مٹے باقی قصیدے کے قرار نہ پڑے بلکہ مطلع ہر اہوکا تو سامع کا جی نہ لگے گا اور طبیعت کو وحشت ہوگی کیونکہ مضمون ناظم طبیعت کو ناگوار ہوگا بلکہ قصیدہ سُنانے سے گھبرے گا اگرچہ باقی کلام نہایت عمدہ اور لطیف ہو جس قصیدے میں کسی مطلع کہتے ہیں اُسے ذوالمطالع کہتے ہیں اور یہ بات خوبی میں داخل ہے۔ ذیل کے مطالع کو ملاحظہ کرو۔

سودا	
اگر عدم سے نہو ساتھ فکر روزی کا	تو آب و دانہ کو لے کر گھر نہ ہو پیدا
ولہ	
اگر کیا سبھج دے کا چھستانے عمل	تین اُردی نے کیا ملک خزان حاصل
ولہ	
ہو اجب کفر تاب ہے وہ تمغائے مسلمانی	نہ ٹوٹی تیغ سے زنا رسیج سلیمانی
مطلع ثانی	
عجب نادان ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطانی	فلک مال ہا کوئل میں سوچے ہو گس رانی
ولہ	
صبح حید ہو اور یہ سخن ہو شہرہ عام	حلال دختر زبے کھلج و روزہ حرام
ولہ	
ہے پرورش سخن کی مجھ اپنی جان تلک	جون شمع زندگانی ہے میری نہان تلک
ولہ	
چہرہ مہروش ہے اک سنبل مشک فام دم	حسن بتلن کے دور میں ہو سحر ایک شام دم
ولہ	
لسان دانہ روئیدہ ایک بار گرہ	لفظ جو کام سے میرے پتے ہزار گرہ

معدن ہے یہاں سونیکا وان خاک کچھ	ولہ	مستغنی ذاتی نہ ہوس کی ہو تفسیر
باور نہیں تو دیکھ کہ نالان سدا ہے تنگ	ولہ	ہم جو ش کا ہودل تو ہے دہرے تنگ
عشق لے کر دیے عیاں آتش و باد و آب خاک	انشا	نوع بشر میں تھے نہاں آتش و باد و آب خاک
جنمیش باد بہاری سے گئی آنکھ اچھٹ	ولہ	مبہوم میں نے جولی بستر گل پر کروٹ
پر چلتے ہیں فرشتوں کے انسان کے سامنے	ولہ	کیا چیز دیومر و سخندان کے سامنے
کہ صاف چاند سے کھڑے کھل گئے گھوٹ	ولہ	سحر بہار سے خوشبو میں آگئی یہ لپٹ
کہ ہوا کھانیکو چلی گئی جو انان چمن	ولہ	ابھیان فوری تیار کرے بے سمن
عیان ہو خاے سے تحریر نمونے صریح	ذوق	نہے نشاط کہ گر کیجیے اُسے تحریر
فلک پر بھی کھاتا ہے جوانی کی قسم	داغ	کیا جوان نعت جان سال ہولے عالم
کیونکر سخن فروش ہون سو و لگران تیغ	مومن	کتنی ہے میری تیغ زبان سے زبان تیغ
میرے زبان کے آگے چلے کیا زبان تیغ	مطلع ثانی	ہنلا دیا عسد و کوہ میں زبان تیغ
<p>دوسرے قصیدے کا مخلص یعنی گریزا چھا ہونا چاہیے اور یہ مقام تمام قصیدے میں مشکل ہے کیونکہ دو مطلب نہ آشنا کو باہم ربط دینا ایسا ہے جیسا دو وحشی کو آپس میں موافق کرنا گریزا تمام قصیدے کی جان ہے مثلاً۔</p>		

سودا	
دو ختم رسالت بنین جبکا کوئی ہمتا	اور ہے بھی جو کوئی شہ مردان ہر برابر
اسمین حضرت علی کی مع کی طرف گریز ہے۔	
ولہ	
جو طشت شمع منور سکے روضہ میں جا کر	تو آفتاب نہ ہر شب نظر سے گم ہوتا
اسمین مع حضرت علی نموسی صاکی طرف گریز ہے۔	
ولہ	
خدا کے واسطے باز آؤ اب ملنے سے جوان کے نظر رکھے سے حاصل اُنکے چشم دوزخ کے اوپر بحال اُس کفر کو دے کہ اب وہ وقت آیا ہے نہ ہے دین محمد پیروی میں اُسکی جو ہو دے	نہیں ہے اُنسے ہرگز فائدہ غیر از شیبانی مگر بیمار ہو دے صعب یا کھینچے پشانی برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف سسلانی رہے خاک قدم سے اُسکے چشم عرش نورانی
گریز ہے مع حضرت پیغمبر خدا کی طرف۔	
ولہ	
معدوم دستگیر کا شیوہ ہے ہتھکڑ ہوتا نہ اتنے ناخلفو نہیں جو اک خلف یعنی وہ سیف دولہ بہادر کہ جس سودا	نزدیک ہے نہ ہاتھ کو بڑے خنا کا رنگ کھاجاتی زہر مادر ایا م تگے تنگ پاؤں نہ کوئی لطف و کرم کا کسی میں شک
گریز ہے مع سیف الدولہ کی طرف۔	
ولہ	
ارض مسا کا ہونا قبضے کے بیچ لینے جو کچھ کہا ہے تو نے یہ تجھ کو مبارک	بے دعویٰ خدائی کیونکر مجھے گمان ہو میں اور میرے سر پر یہ بہنت خان ہو
گریز ہے مع بہنت خان خواجہ سرا سے بادی شاہی کی طرف۔	
ولہ	
غلط ہے تو جو زمانے میں سمجھے یہ سودا بغیر ناخن شیر خدا جہان میں کوئی	کہ کار بستہ سے بارون کی کھوین بارگرہ کسی کے کام کی کھوئے نہ زنیارگرہ
گریز ہے منقبت حضرت علی کی طرف	

		ایضاً اول	
	ہو کے کہتے ہیں بیک اہل کرم جباروں ایک موتے عنصر نہ کبھی ملے ہم جباروں ایک		کافہ و خامہ و تحریر و مرکب سودا شاہ مردان جو نہوتی تری خلقت منظور
		ایضاً حشر	
	باحث رنج و تعب ہیں یہ مکان ساتون ایک کہ ہشتین ہوئیں اب حق کی دہان ساتون ایک		ہفت اقلیم کی مین سیر کی پر میرے لیے بان گردل بین یہ ہے کہے نجب کو جادون
		مومن	
	زر خورشید کی درخشانی کچھ نہ ہو گا بجز پشیمانی کھول دون میں یہ راہ پشانی ختم جس پر ہوئی سخن دانی		لے فلک دل کو داغ کرتی ہے بے زرمی سے مری تجھے حاصل تجھے معلوم ہے کہ ہون میں کون میخ خوان ستہ وزیر لقب
		حالی	
	تلخ کردون مذاق فسق و فجور دل خُرد و مین ڈال دون ناسور لے کے آؤن نوید عفو قصور اگر لکھوں نعت سرور جہور یاں گنہگار اور دان مغفور		گر کرون ذکر لذت طاعات چھیڑ دون گرفتہ منہ باد کرنے جادون جو حق سے مذہر گناہ نون ملائک سے داد حسن کلام وہ شہنشاہ اُمّتی جس کا
			تیسرے حسن طلب یعنی مداح مدوح سے مقصد حاصل کرنے اور کوئی چیز مانگنے میں سی سحر جانی فسون بازی کرے کہ اتنا اس قبول ہو جائے اور مدوح اگر چہ خلیل و شوم ہو مگر علوتہتی کو کام فرما کر بڑی سیرت پر سخاوت سے اسکی حاجت روا کرے مثال اسکی - ۵
		غالب	
	مانا کہ جاہ و منصب بے ثروت نہیں مجھے		کیا کم ہے یہ شرف کہ نافر کا غلام ہوں
		ولہ	
	قرب ہر روزہ بے سبیل دوام جسز بہ تقریب عید ماہ میام		مہتابان کو ہو تو ہواے ماہ تھکوکیا پایہ روشناسی کا

ماں تاشا ہوں کہ اس کے فیض سے تو ماہ بن ماہتاب بن مین کون میرا اپنا جہد معاملہ ہے ہے مجھے آردوے بخشش خاص جو کہ بخشے گا تجھ کو فر فر و غ	پھر بنا چاہتا ہے ماہ تسام جگو کیا بانٹ دے گا تو انعام اور کے لین دین سے کیا کام گر تجھے ہے اُمید رحمت عام کیا ندے گل مجھے دے گلغام
--	--

دریائے لطافت

دل مرا مجھ سے طلب کرتا ہے سودینا رنخ سنکے کہتا ہے کہ تمکو شرم بھی آتی نہیں آپ میں مداح ایسے کے کہ جسکے ہاتھ سے کس کو باور ہے کہ تم رکھتے نہیں پواندنوں	میں یہ کہتا ہوں کہ مفلس میں انا زکمان جھوٹ سے کیا فائدہ فرمائیے لے مہربان مگر کا کیسہ تھی ہے اور خالی جیب کان اس قدر دولت کہ رکھنے سے سلاطین کیان
---	--

چوتھے قطع عمدہ ہوا سیلے کہ سامع تمام ابیات سنکر کھول جاتا ہے اور قطع کا منتظر رہتا ہے پس اگر قطع اچھا ہوا تو تمام ابیات از سر نو لطف دینگی ورنہ سارے قصید کا مزہ جاتا رہیگا مثال اُنسکی۔

سو دا	طرف سے ساتی کوثر کے ساتی گلغام
ولہ	ہو محبت نہ تری جسکو نہ پائے وہ پھل
ولہ	شہباز کا طالع کے تھے اُسپر چنگ
ولہ	یہ آستان دولت مسجود و دو جہان ہو
انشا سلیمان شکوہ کے مدحیہ قصید یمن	
بس سلیمان جہان تو ہی ہوا و دنیا ہو	جب تک کہ نہ مینا میں ہے چکا ہٹ
ولہ	
ہر چند ہوں میں بے سرو سامان ولیک آج کلفی مجھے بھی ہومے تعجب نہیں کرتھا	آیا ہوں مجھ سے باسرو سلمان کے سامنے ہر ہر کے سر پہ تاج سلیمان کے سامنے

مومن	
نیرا اقبال روز افزون ہو	جیسے مومن پہ فضل رحمانی
دلغ	
دُعا آکھوں پہرے ہفت قلم کے قبضے میں	ترے قلعہ کے ٹھہرے ربع مسکون چار دیواری
<p>شب کو میں اپنے سر پہ خواب رحمت منہ لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے ہو گیا علم حصولی تھا حضور ی مجھ کو جو مسائل نظری تھے وہ بدیسی تھے نہ نہ فرض مجھ کو نتیجے سے نہ شکل سے کام ذہن میں سب کے حاضر طور علیہ چار و ناچار جو ترغیب سے یار و یار کبھی کبھی ہمت تھی مری قاعدہ صرف میں مرن کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطق سے کبھی میں کرتا تھا تصریح معانی و بیان کبھی تھا علم الہی کی طرف ذہن رسا کبھی تھا عقل پہ مذہب پرانہ حکیم کبھی کرتا تھا قدم چرخ کائنات بہت کبھی انکار قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل حشر اجساد میں تھا گاہ تر و مجھ کو کبھی تھی عرصہ تدویر فلک کی مجھے یہ کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم کبھی منقول پہ مائل کبھی سوے مقول کبھی کرتا تھا محسوطی پہ حواشی تحریر</p>	<p>لشہ علم میں سر مست غرور و نخوت تھا تصور مرا ہر امر میں تصدیق و منفعت تھا مرا ذہن نہ عجمی حصول صوت عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت تھی مری فکر کو ہر شکل خطائے عصمت پر جہانی نہ تھی منظور مجھے طبیعت درسِ تدریس پہ آجاتی تھی مجھ کو رغبت کبھی تھی غموں میں ہر نحو مجھے محویت سخت حکمت ہو یہ فن گر جہ ہر حکمت کبھی میں کرتا تھا قیاس و فیض نجوم و نہایت کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت کبھی مثل مشکم مجھے پاس ملت اور کبھی کرتا تھا باطل پہ سناشت کبھی تکرار تنازع پہ مجھے سوچت کبھی تھی عالم برزخ میں مجھ اک حیرت کبھی میں ناپتا تھا سطح زمین کی وسعت کبھی ثابت مرے نزدیک زمین کی حرکت کبھی میں کرتا تھا سطول سے ثابت علت کبھی میں فتنہ پہ راغب کبھی سوے حکمت کبھی کرتا تھا اشارت و شفا کی صحف</p>

کبھی من کرتا تھا قانون سے تشریح علاج
 کبھی مشائیوں سے کرتا تھا من پیش روی
 کبھی من نفعی حقائق من تھا موصفا علی
 کہ ملاحظہ کی تھی تردید کلام الحاد
 کبھی من شیخ شیوخ اور کبھی شیخ شیخ
 بائبل موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا
 کبھی من شاعر غزاد ادب دان بلخ
 کبھی پیش نظر بخیل و زبور و توریت
 کبھی زردشتیونین ایسا کہ سالے موت
 کبھی یہ لگی شاستر و بید و پران
 آتش و دیکھا تو علم حجاب الاکبر
 فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
 بے قدر نہ پڑے صورت بہود نظر
 علم سے لاکھ ہوشی تری بے تقدیر
 یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ
 لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خوب میں ان
 اندر اسے حسن اس کا کہ سر تا بہ قدم
 چمنی رنگ کا وہ لپے دکھا کر عالم
 لکے اس لشک سیجائے کہا بالین پر
 دیکھ تو کیا افق مشرق انوار سے ہے
 چرخ مینائی پر اک سبز پری کا عالم
 دی ہے مسجد میں موزن نے آواز ہر غار
 ہوئی تہانے سے ناتوس کی پیدا آواز
 سحر عید ہے کر عید کا سامان نشاط
 فکر کہ تہنیت عید کا اس شاہ کی تو

کبھی من کرتا تھا کاموس میں تصحیف نصت
 کبھی لیجانا تھا اثر تو پیر میں سبقت
 کبھی میں معتزلی باعث توریت
 کہ وجودی و شہودی سے بیان حد
 کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت
 کبھی میں بارہ مقام اور کبھی جابون
 نظم میں نام مرا نثر میں میری شہرت
 کبھی مصحف میں نظر میری سرگوریت
 زند و باژند میں کرتے تھے سر پریت
 کروں ملکات سے بندت کی تھامیں کھنت
 عاقبت پایا تو ہاں ابلہ کو اہل جنیت
 فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت
 دور آئینہ دل سے نہونزنگ کلفت
 نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمہ
 ہوے اکبار جو افسانہ خواب غفلت
 کہ مجسم نظر آتی ہے نوید بہجت
 تھا وہ خالق کا تماشے ظہور قدرت
 ایک عالم کا ہودل لیکے لعل میں جنیت
 لاتمزم کہ یہ غافل ہنن وقت غفلت
 جلوہ افروز رخ ہانوی صبح عزت
 شفق صبح پر اک لال پری کی حالت
 با وضو ہو کے نمازی نے ہر باندہی تہیت
 چلے جتنا کو بہمن کوئی لیکر مورت
 روز شادی کی ہے آمد شب غم کی رخصت
 دور میں جس کے ہر صبح صبح دولت

<p>وہ شہنشاہ بہادر شدہ کسے انصاف تو تملت و دین قاصح کفر و الحاد کون اس کا نہیں و صاف صفات نیکو مستتر ہی میں لے بھی ہر مطلع روشن نکلا</p>	<p>حسرو و جم خدم و دوا و دالہ شصت حامی شرع بنی ماحی شرک و بدعت کون اس کا نہیں سرگرم شاد و رحمت مطلع صبح کو ہو سُننے سے جسکے فحلت</p>
<p>مطلع ثانی</p>	
<p>صحف نفع تراے سایہ رب العزت تیرا آواز کدہ دولت ہے مقام امید تیرے عشرت کدے میں غل کے غیر نشا صنم علم پہ بر جیس سے تو ہم زانو ماہ نو ایک فلک پر ترے نور دون میں کیسے گوہر انجم ترا صرف انعام نیت نیک حری آنہ حسن عمل تجھ سے راضی ہے خدا و رخ کا منبر کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق نفل شیریں سے ترے عام حلاوت ہو اے طوفان جو ترے قہر کا طغیانی پر وہ تری تیغ کی برش ہو کہ سایہ حبکا آسیا وار بھرے کیون نہ فلک گرد زمین کیا ترے فیض کے اوصاف لکھو جن کہ وہ اسکی خرطوم ہے گر طرہ لیلے کی شال آب باران کرم تیرا ہو وہ شربت خضر عدل کے لفظ کو دیتا نہیں قطع کوئی دورا انصاف میں کر تیرے ہو کشتہ سیاہ عید کو دیکھ ترے ساتھ خلافت کا جو ہم مشتی ہوں نہ کبھی تیری صفات نیکو</p>	<p>کھول دے معنی تہمت علیکم نعمت تیرا لیوان عدالت ہے محل عبرت تیرے خلوت کدے میں بارکے جزا جملہ عیش میں ناہید سے تو ہم محبت نوفلک نوکر و نین تیرے قدیم خدمت طاقت اطلس گردون ترا وقت خلعت عمل خیر ترا جلوہ حسن نیت تیرا حامی ہے بنی اور بنی کی عزت کیونکہ واجب نہ خلافت پہ ہوشکار نعمت شر تلخ ہو غفل کا سب سے شربت کشتی نوح بھی اعدا کو ہو گرداب صفت کے اک دم میں ہیولے سے مفارق صورت تیرے توسن کے جو کائے کی را جا بھرت ابر قار جبل پیکر و گردون رفت تو ہیں دندان صفا سا عدل کی صفت بر سے لائے پہ تو افیون میں نہویت عدل سے تیرے جو موقوف ہو کر شہوت تو بلاشبہ بڑے دینی مہوس کو بیت کے عارف کہ یہ کثرت میں ہی پیدا و حد گر بیان کیجیے تا حشر صفت بعد صفت</p>

ذوق کر لے ہے دعائیہ پر اب ختم سخن عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو گئی نشاط	کہ زبان کو ہے نہ بار نہ قلم کو طاقت باشکوہ و حشم و جاہ و بصر و صوت اور بد خواہوں کے رخسار پر شکست
---	---

بیان قصیدہ خطابہ

قصیدہ خطابہ یا مجریدہ اسے کہتے ہیں کہ ابتداء قصیدہ سے بیجا جو وغیرہ اصل مطلب شروع کر دین در تمہید نہ لکھیں مثال اسکی یہ قصیدہ شہید کی بطور انتخاب کے جس میں خود شاعر نے قصیدے کے مجرید ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ ۵

طلوع روشنی جیسے نشان ہوشہ کی دوبستان ازل میں وہ معلم عقل کل کا تھا عمر میں زلزلہ نوشیہ دان کے قصر میں آیا چمن پرے کن فرش اسکی بزم نگین میں شرف حاصل ہوا آدم اور ابرہہ کو اس سے شب روز کے صا جزا دکھا گمراہ چنانچہ وہ ہم ازل میں نق نبش تھا حور و فی تسکین شب بلع پڑھ کر عرش پر دم میں اتر آیا گذر و حدت سے کثرت میں نہ ہوا ذات طلوع بھر و سا ہر کسی کو اک حصار عافیت کا ہو ترے پاؤں سے ہنرم فلک پر نزل کر دیا اُدھر اللہ سے وہل دھر مخلوق کا مثال میتے جس گھڑی غنیمت کے سامان بزم حیات میں خدا بن گئے کیا کیا معتمدین دیا ہو بند و ملک را کجے میں تیرے در کے روضہ پر نہ جا پائی لب گو ہر نشان اچھٹے جمع فضیلت کو عدو کو شتر تک انکار ہو تیری سالت میں تری تعریف سے میری باغین کی ہر تیرہ	ظہور حق کی حجت ہو جہان میں نور احمد کا تھا نام و نشان جن درون اس لوح چو عربین شورا تھا جس دم اسکی آمد آد کا بہار آفرینش ایک ہوا اس کی مسند کا نہ تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب و جد کا عجب حبت و تھا روح الامیں کو بھی خوشایہ کا کیا حجت میں طوبے شکسائے اس سہی قد کا بیان اس قلم زمینی کے کیا ہو جزا و رد کا نہ بتا صغر نقش احد میں میم احمد کا عجے نام مبارک کا ہے ذوالقرنین کو سد کا ترے بعد سے شہتہم آسمان پر فرقہ کا خواص میں بزم کبرے میں تھا حرف شد کا کھلے گا حال امت کو ترے انعام ہمد کا ترا دست دعا حاضر ہیں جسے کل کے مقصد کا ہی اندوہ ہے ہر رنگ تیرہ سنگ اسود کا تاشا کاہ عشر میں ٹھیکے نیک منہد کا محل باقی ہے اللہ کے قول نو کد کا صفا بان تک سفر مہم گلاس تیغ مسند کا
---	---

<p>پیشگی مثل تقدیم کن دیوان ہزاروں کے ہوئی ہے ہمت عالی مری معراج کی طالب بھی نزدیک جا کر تسانے پر لون آنکھیں سرینے کی زمین کے گرنے لائق ہو مولا شہ تملے نہ درختو نیز تیرے روضے کے جا بیٹھے خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت</p>	<p>ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعار مجد و کا میسر موطاف لے کاش نجو تیرے مرقد کا کبھی میں دوڑ چھوٹوں اور گردن نظارہ گنبد کا کسی صحرا میں ان کی میں غور میں ہوں نام اور دعا تھیں جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا زبان پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا</p>
<p>بیان مختصراً</p>	
<p>مستطاب مفعول ہے تمیذاً اور تمیذ کے معنی موتی پر ونا اور جمع کرنا ہیں اور اصطلاح شعر میں اسے کہتے ہیں کہ چند مصرعے متداولین و القوانی جمع کر کے بند اول کرین اصطلاح اور کئی بند اسی وزن میں کہیں اور ہر بند کا قافیہ جدا ہو لیکن مصرع آخر ہر بند کا قافیہ میں متداول کا تابع ہو اور اسی آٹھ قسمیں ہیں ۱۔ مثلث ۲۔ مربع ۳۔ مستطاب ۴۔ مستطاب ۵۔ مستطاب ۶۔ مستطاب ۷۔ مثلث ۸۔ مستطاب ۹۔ مستطاب ۱۰۔ مستطاب ۱۱۔ مستطاب ۱۲۔ مستطاب ۱۳۔ مستطاب ۱۴۔ مستطاب ۱۵۔ مستطاب ۱۶۔ مستطاب ۱۷۔ مستطاب ۱۸۔ مستطاب ۱۹۔ مستطاب ۲۰۔ مستطاب دو مصرع قافیہ جدا گانہ میں لکھ کر میرے مصرع میں قافیہ متداول کی رعایت سے ہو و علی ہذا القیاس مثال اسکی۔ ۵</p>	
<p>مومن</p>	
<p>منظور ہے کچھ اور کہ اسکے کچھ سے پہلے</p>	<p>من کیستم کہ گریہ بحالم کنی دے</p>
<p>مے زیدت بہ زکس شہلا کرستین</p>	
<p>این خون فشانیان بہت چشمت لشکبار</p>	<p>اگر کام دل بگریہ میسر شد ہی دیار</p>
<p>صد شلال می توان بہ مناکرستین</p>	
<p>مومن یہ کہدو جلے کہ ہر دل پہ گر چہ تاق</p>	<p>عرفی زگریہ دست نداری کہ در فراق</p>
<p>در دوت ذول نبی بردالا کرستین</p>	
<p>میر تقی</p>	
<p>اگر تک تو فریبندہ ملاقات تھی پہلی</p>	<p>امر دز یقین شد کہ ندرای سراہی</p>
<p>بیچارہ ز لطف تو بدل بہت گماننا</p>	
<p>انشا</p>	
<p>اگر چہ سیکڑوں اس جا پہ تھے کھڑے دن و مرد</p>	<p>نشد قلیل زمان کہ یک کس از سرورد</p>

سبے نعرش من خستہ جان چہ بنانند	
کبھی ایسا کرتے ہیں کہ پہلے بندے کے مصرع آخر کی ہر بند کی گروہ میں تکرار کرتے ہیں	
نظام الدین میرٹھی	
خوشی اک مشعلہ ہو رات دن کا	شمار افزون ہو اسکے سال و سن کا
خدا حافظ خدا حافظ کوئٹن کا	
کوئٹن دنیا کے ہر خطے میں نامی	غریبوں اور سکیونو کی حامی
خدا حافظ خدا حافظ کوئٹن کا	
رہے دندہ کوئٹن بادولت و بخت	رہے محفوظ اُس کا تاج اور تخت
خدا حافظ خدا حافظ کوئٹن کا	
عبدالحمید ازل لاہوری نے مثلث میں تیسرے مصرع کا قافیہ بند اول کے قافیہ کا تابع نہیں رکھا ہوا تو	
اصطلاح جمہور کے خلاف ہے۔ ۵	
ہم ہیں جب محروم تیرے دیدے	کیا غرض ہم کو ہال عید سے
کیا مزہ ہم کو وصال عید سے	
عید کیا ہم بے قرار دن کی بھلا	عید کیا فرقت کے ماروں کی بھلا
عید کیا ہوں نگاروں کی بھلا	
وہ جو آٹے ازل تو عید تھی	ہم سے ہوئے ہم بفل تو عید تھی
دل کو نچھڑائی جو کل تو عید تھی	
نظام رامپوری نے ایک مثلث اسطرح کا لکھا ہے کہ اُس کے بند اول کے تینوں مصرع ہم قافیہ ہیں بی بند کا	
دوسرا اور تیسرا مصرع قافیہ میں بند اول کا تابع ہے اور چوتھے مصرع کا قافیہ علاحدہ ہے حالانکہ دستور یہ ہے کہ	
ہر ایک بند کا پہلا اور دوسرا مصرع ایک طرح کا قافیہ رکھتا ہے اور صرف تیسرا مصرع قافیہ میں بند اول کا تابع	
ہوتا ہے۔ ۵	
مگر فردوس سے حور دن نے تو گوندھنا	کوئی انسان سے کہ تو موتی نہ کا لا سہرا
لپچھے نزشہ کے لیے جا رہے تھے سہرا	
جوش میں آگے جو مستو کی طرح جھومتا ہے	کس کی آنکھوں کا یہ ہے دیکھنے والا سہرا
مست ہوش ہو کر سوئے ایسا سہرا	

عرق رخ سے بنا نور کا دریا سہرا	عکس حیرت سے ہونوشہ کی ہر اک گل شاداب
لہریں لیتا ہو پڑا موج میں کیا کیا سہرا	
آبیار چین خلد نے بھیجا سہرا	ایا سرکار سے نوشہ کا شہنا خلعت
دل حاسدین ہو کاٹنا سا کھٹکنا سہرا	
دردندان سے ندامت زدہ ہو گا سہرا	منکھ پہ اسوا سٹے نوشہ کے ہے روال نظام
گودرخشانی میں تابش میں ہو کیا سہرا	
قف	
میٹھی چاہے میٹھی لے لے کھٹی چاہے کھٹی	کبوترے کی سی ہاٹ ہو دنیا جنس ہو سار کٹی
لے تے من چلے کا سودا ہو کھٹا اور ٹھٹھا	
اوپر میٹھی نیچے کھٹی آٹھوا کی سی کیری	روپ نگ پر بھول نہ دلیں کھیت عقل کے پیری
لے تیرے من چلے کا سودا ہو کھٹا اور ٹھٹھا	
و لہ	
اور جاتا ہے یان سے جانا تجھے آخر ہے	دُنیا ہے سراسر اس میں تو بیٹھا مسافر ہے
کچھ راہ خدا دیا جاتا ہے بھلا ہو گا	
گریبان نہ دیا تو نے وان دیو کا کیا بندے	جو رب نے دیا بھکو تو نام پر رب کے لے
کچھ راہ خدا دیا جاتا ہے بھلا ہو گا	
پر ہے یہ ظفر بھکو آواز سنا جاتا	دیوے گا اسی کو تو وہ جس کو ہے دلوانا
کچھ راہ خدا دیا جاتا ہے بھلا ہو گا	
<p>مُرتجع میں چار چار مصرع اسطرح ہوتے ہیں پھر دوسرے بند میں تین مصرع قافیہ جدا گانہ میں لکھ کر چوتھا مصرع قافیہ بند اول کی رعایت سے لکھا جاتا ہے ایسے ہی بند تیسرا اور چوتھا اور پانچواں جہاں تک اتفاق پڑے لکھتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں کہ غزل کے اشعار پر دودو مصرع بڑھا دیتے ہیں منشی عبدالعلیمان تو مگر خلف عبدالاحد مسکین نے مولف کے شعر کو موع کیا ہے۔ ۵</p>	
دل نہیں ہے مرے یار مرے قابو میں	ہاں جاتی ہے یہاں ہجرت دل جو میں
بیقراری نہو کسطح ہر اک آنسو میں	درد فرقت کا بشت ہو کے پہلو میں

تپش مہرِ بخار سے تن گل جباتا	سر سے لے تا بہ قدم آبلو نئے پھل جاتا
طالبِ یدِ توبیس دیکھتے ہی جل جاتا	سرد مہری کا جو ہوتا نہ اثر مہرو میں
دل خوش	
کیا صل محلے روئے رسول دوسرا ہے	وہ لوحِ جبین مراۃ انوارِ خدا ہے
عارضِ یہ خدا شمسِ قرہین نوجا ہے	اُس چہرہ پر نور کا عالم نوجا ہے
گودل ہے سراپا کے تصور میں عرفانک	یہ ہووے رقم کیونکہ شبیہ سہ لولاک
سب نور سے معمور ہے سنگا جہاں	وہ مطلع انوارِ خدا شمسِ ضعی ہے
مرزا قاتل دریائے لطافت میں کہتا ہے کہ اس زمانے میں شعلہ ریغیہ جنگی طبیعت میں شاعری کی قوت	سینہ ہوتی جب اپنی شہرت اور حصولِ منفعت کے لیے مرثیہ گوئی شروع کرتے ہیں تو مریع میں لگتے ہیں۔
گو یا	
دیتے تھے اہل بیتِ پیبر کے واسطے	ستے تھے مہر جی نہ لعین زر کے واسطے
کہتے تھے شیرِ تاجِ نہنِ اصغر کے واسطے	باقی ملاؤ ساقی کو شر کے واسطے
جب تیر کھا کے اصغر بے شیر مر گیا	گو دی کو خالی دیکھ کے بانوں کی یکما
باشادہ میں ہماؤ مر لال کیا ہوا	اصغر کو لاؤ خالقِ اکبر کے واسطے
کبھی ایسا کرتے ہیں کہ پہلے بندہ کے مصراعِ آخر کی باقی بند و نمین تکرار کرتے ہیں جیسے ۵	
مولوی محمد معین	
تنے گا مسرت کا اب شامیانہ	نبے کا محبت کا لغتِ ارخانہ
حمایت کا گائیکے مل کر ترانہ	کو قصیدہ آتا ہے اچھا دمانہ
تہ ہم روشنی دن کی دیکھیں گے لیکن	چمک اپنی دکھلائی گے اب سلطان

رکے گانہ عالم ترقی کیے بن کرد صبر آتا ہے اچھتا زمانہ	
زبان قلم سیف پر ہو گی غالب	دشمن کے نہ طاقت سے پھر حق کے طالب
کہ محکوم حق ہو گا دنیا کا غالب	
کرد صبر آتا ہے اچھتا زمانہ	
<p>مخمس اسکو کہتے ہیں کہ پانچ پانچ مصرع کے بند لکھے جائیں اور ہر بند کا پانچواں مصرع پہلے بند کے پانچویں مصرع کے قافیہ پر ہو یعنی پہلے بند کے پانچویں مصرع اور باقی بندوں کا صرف پانچواں مصرع متحد القوافی ہوں مثال اسکی۔</p>	

دیا شناسر نسیم

مجھے تو کہتے ہو گیت لکھڑیں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	زبان کی طرح ڈھنگ کہ لکھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے
نہ آج انوکھا گل کا وعدہ گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے	کے بعد دوسرا دم کا نقصا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے
<p>گھڑی کی صورت لگا ہو لکھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے</p>	
میں ہوں مرض تب و تاب عیان ہے بے تاب و بے صورت	میں دل جلا ہوں دم عیادت نہ بیکے بچنے کی آئی تو بہت
جو کوئی دم پائے گرم صحبت تو پھونکے جاحصور سحر اُلفت	نہ کہجو ہم ذرا بھی غفلت کہ شل اٹھر ہو دم کی حالت
<p>جو دم میں زندہ تول میں مردہ گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے</p>	
شکوہ فائدہ نہ تم قبولیہ باد بندی ہے سب فصول	جو نسل برق آسمان کو چھو لو تو پہل مست سحاب ہو
نہ شاع شاع جہن چھو لو نہ تہمت عشق رنگ و بول	نہ باغ سیر جہان نہ پھول نسیم نہ رنگ ہے نہ بھول
<p>کہ بازی گر کا یہ سوتا گھڑی میں کچھ ہے گھڑی میں کچھ ہے</p>	
<p>الترایا کہنے ہیں کہ غزل کے اعتبار پر تین تین مصرع لگاتے ہیں اور یہ قسم مخمس کی بہت شائع ہو اور ہر ایک شاعر</p>	
<p>متقدمین سے لیکر اس زمانے تک مخمس لکھے ہیں اور ابھی با دوسرے شاعر و مکی غزل پر مصرع لگا کہ میں کمال مخمس کا</p>	
<p>لطف یہ ہے کہ پانچواں مصرع بیکار ہو جائے یعنی تین تین مصرع اس قسم کے لگائے جائیں کہ چوتھا مصرع اُسکے ساتھ بہت چلتا</p>	
<p>اور پانچویں مصرع کا محتاج نہ رہے اور اس میں ربط قیصر سے اور چوتھے مصرع کا بہت عمدہ چاہیے! جو دیکھتے شاعرے اضافی</p>	
<p>و حال نے اسکی طرف توجہ کی ہے مگر ان لطائف سے کم لوگ واقف ہوئے ہیں جن شاعروں نے ان باتوں کا التزام</p>	
<p>رکھا ہے انکے مخمس ہر ایک کو پسند و مرغوب ہیں حق یہ ہے کہ مخمس مشکل ترین اور اعلیٰ ترین اقسام مسطمت سے ہے</p>	
<p>شاعر کی طبیعت اور استعداد کا حال اس سے معلوم ہوتا ہے دوسرے کے مضمون کو اپنا کر لیا بڑا مشکل کام ہو مگر ایک حسین خان</p>	

ناور نے تمام شعرے مشاہیر کی ایک ایک غزل کی تحفیں کر کے دیوان ترتیب دیا ہے۔

تحفہ ناور بدر غزل مصحفی

ہم کو ہر سلسلے میں رہنا گھر بنانا منع ہے
راہ چلنا منع ہے کوچے میں آنا منع ہے
سرفور کھتے ہیں گردن کا اٹھانا منع ہے
دیکھنا کس کا دیان درگاہی جانا منع ہے

رودن دیوار سے کھین لڑنا منع ہے

ہوتی ہے تدبیر سے ہر ایک مشکل دل نشین
ہو سکے ممکن محال ایسا بھی ہو تسکے کین
مطرفہ ظلم ایجاد کرتے ہیں بتان نادین
رازدل کا پوچھتے ہیں بولنے دیتے نہیں

بات منہ پر آگئی ہو لب جانا منع ہے

دم نہ سکے تن سے یہ مجھ غم جان کو حکم ہے
تر نہوں کپین چشم خون نشان کو حکم ہے
ہونو نہ نالہ ہے اب قطع دیان کو حکم ہے
سینہ میں سوزش ہے اور ضبط فغان کو حکم ہے

اگ گھر میں لگ گئی ہو اور بھجنا منع ہے

کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ پہلے بند کے مصرع آخر کی ہر بند کی گرد میں تکرار کرتے ہیں جیسے

جرات

جبے لے رحمت جان تجھے جبار ہتا ہوں
کیا کمون سخت مصیبت میں بھنسا رہتا ہوں
مضطر و تشدد و حیران و خفا رہتا ہوں
کسی چہرے میں تو مشغول میں کیا رہتا ہوں

منہ لپیٹے ہوئے دذات پڑا رہتا ہوں

کیا بیان اپنی جوانی کا گردن میں غم گین
طاقت اب بستر اندوہ پہلنے کی سنیں
نہ تو یہ ٹھون ہوں اٹھتا ہوں نہ جاتا ہوں کین
یا وکر کے تری صحبت کو بس اے پردہ نشین

منہ لپیٹے ہوئے دذات پڑا رہتا ہوں

مسند اس میں چھ مصرع کا بند ہوتا ہے اور ہر بند کا مصرع ششم قافیہ میں بند اول کا تابع ہوتا ہے
مثال اسکا

غلام محمد سمجھو باشندہ سورت

غامہ ہے حسین کہ آفت یدر بیضا کردن
لوڑے شعلے کا کاجل لاؤن طور ایسا کردن
سنگ موسیٰ کی کھل ہر ویدہ مینا کردن
آب و اشک سے حل ہو سکے جتنا کردن

<p>ہر کاغذ سائیک بال ہر پیا کروں و صنف اس پیغمبر سے سائیک کا نشان کروں</p>	
<p>ہے سید کاری پڑی جو نشتا ہر فہر میں کان کے بلے کی مچھلی کی طرح ہوں جال میں</p>	<p>زلف خویاں کے پھنسا ہوں بطرح جبال میں ہوں گرفتار بلا سودے خط و خال میں</p>
<p>یا رسول اللہ تڑپوں کب تک ملے گا میں آؤں بازار مرینہ میں کچھاب سودا کروں</p>	
<p>رخیہ کو یوں نے ایسے چہر مصرعون کو جن میں چار ایک وزن اور قافیہ کے ہوں اور دو مصرع اُسی وزن اور دوسرے قافیہ کے بطور گرہ کے ایک مطلع کی طرح واقع ہوں مسدس قرار دیا ہے اور ہک و ستمط میں شمار کرنا محض غلطی ہے ایسے کہ مسدس کی تعریف ایسے اشعار پر صادق نہیں آتی ستمط میں اول بند میں سب مصرعون کا متحدہ لوزن والقوافی ہوتا اور بند کے صرف مصرع آخر کا باعتبار وزن اور قافیہ کے بند اول کا تابع ہونا شرط ہے وہ بات ایسے اشعار میں پائی نہیں جاتی ایسے کہ ان میں دو مصرع آخر کے علاوہ قافیہ کہتے ہیں اور چار مصرع دوسرے قوافی میں ہوتے ہیں یہی حال تمام بندوں کا ہوتا ہے کہ دو شعر وغیرہ قافیہ اور ہوتا ہے اور تیسرے شعر کا قافیہ اور ہوتا ہے پس اس قسم کا مسدس داخل مسط نہیں۔</p>	
<p>مستطیع۔ یہ سات مصرع کا بند ہوتا ہے پہلے بند کے ساتوں مصرع متحدہ لوزن والقوافی اور دوسرے تیسرے چوتھے بند کے جہاں تک اتفاق ہو چھ مصرع اور قافیہ پر اور ساتوں مصرع ہر بند کا مثل قافیہ بند اول کے ہوتا ہے۔</p>	
<p>متمم میں ہر بند آٹھ مصرع کا ہوتا ہے پہلے بند کے آٹھوں مصرع متحدہ لوزن والقوافی اور بندوں کا صرف آٹھواں مصرع قافیہ میں تابع بند اول کا۔</p> <p>متسع میں نو نو مصرع کا بند اور متعشر میں دس دس مصرع کا بند برعایت معلومہ ہوا کرتا ہے مگر قیسمین شعر کے دیوانہ میں کم دیکھی جاتی ہیں شاذ و نادر کسی رسالے میں بطور مثال کے لکھدی ہیں ہم بھی بسبب طوالت اور متروک الاستعمال ہونیکے ان اقسام کی مثالیں درج نہیں کرتے۔</p>	
<p>بیان ترکیب بند</p>	
<p>ترکیب بند اسے کہتے ہیں کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھ کر اس کے بعد ایک اور بیت متغنی یعنی ایک مطلع بطور گرہ کے لگائیں پھر دوسرے بند میں دوسری غزل بند اول کے ہی وزن پر مذکور کریں اور اس کے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگائیں ایسے ہی جتنے چاہیں بند لکھیں اور ہر بند کا مطلع یعنی گرہ مختلف لاتے جائیں تو مکمل</p>	

اگر ایک ہی مطلع کی ہر گزہ مین تکرار ہوگی تو اسکو ترجیح بندہ کہنے کے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ ترکیب بندی کی مثال

چشم

ساتیا انجن دہر ہے عبرت کا مقام
ستلون ہے فراخ فلک مینائی
صبر کو اور ہے کچھ رنگ جہان شام کو
ایک کو ایک طرح پر زمین اک غلط قرار
شاہد اس قول پہ ہو رنگ حسینان جہان
چھڑکی ہیں وہ گھاتیں ہنسی کی تہن
نہ کہنے نہ ناشائے نہ وہ چون وہ آنکھ
نہ وہ غمزہ نہ وہ عشوہ نہ وہ عالم نہ وہ وہ
ریختہ نیت سے نہ تھی جنگو گھڑی بھر فرصت
زلف کے دم مین کرتے تھے جو عطا کو کار
وہ تہ خاک بلا دھین سر سر مین اسیر
کوئی سننا نہیں آواز اب انکی آغوش
احواب مین بھی نظر آتی نہیں انکی صورت

دل پر خون ہے یہاں جام شرب کلام
طرفہ نیزنگ دکھانا ہے طلسم آیام
طبع خوبانکی طرح رنگ بدلتا ہو دلم
چین بلبل کو نہ اس باغ مین گل کو آرام
کہ نظر آتے ہیں وہ خار جو تھے گل اندیم
نہ کسی سے وہ گھومتا نہ کسی پر العزم
رسم و رہاب وہ کسی سے نہ وہ مقام و لام
نہ وہ گرانی کی ادائیں نہ وہ شوخی کے کلام
اب مطلب اٹھیں لاکھے سے دہری سے کام
خود وہ ضیاء مین نچر کی صوت تہ دام
لنگھسی جوئی مین گرفتار جوہتے تھے دلم
جو نہ غماض سے سنتے تھے میسا کا کلام
دلین گھر آنکھوں مین جن حوروں کو نکالنا تھا

روپ بدلا جوڑے لے نیا دور ہوا

اور تھارنگ جہان اور سے کچھ اور ہوا

کیا ہوا سرو قد وہ تھا راخم و چم
کہو کیوں چھوٹ گئی مشق جفا کاری کی
کھینچتے کیوں نہیں اب میلے تم خبر ناز
کچھ نہ شقاق سے مطلب ہونہ غیلے سے کام
چین کیونکر تمھیں آغوش سعد مین آیا
کیا گذرتی ہے تہ خاک تھا اے سر پر
نازنینو وہ نزاکت کو کس نے لے لی
صحن تک تھا تمھیں دلاں سے آنا منزل

کیا ہوا لالہ ر خواب وہ تھا را عالم
کہو کیوں ٹوٹ گیا سلسلہ جوہر دستم
دیکھتے کیوں نہیں اب تیغ ادا کا دم غم
نہ اوہر چشم غصہ نہ اوہر چشم کرم
تم تو آغوش تصور مین بھی لینے نہ غم
فرش پر تم تو نزاکت سے نہ کہتے تھے قدم
سچ بناؤ تمھیں اپنی ہوتا کت کی قسم
کس طرح لے ہوئی راہ سفر ملک عدم

<p>نازد و انداد و اداعشوہ کرشمہ غمزے ہے وہ چین چین شوخی انداز کے ساتھ ہے وہ اہلے غمزار وہ مژگان دراز ہے وہ شعلہ رخسار کی ٹھٹھے میں بھڑک ہے وہ فتنہ جگمگنے کی روش سے چلنا</p>	<p>خاک میں مل گئے سب ہائے ستم ہائے ستم ہے وہ ناز سے تیور کا بدلنا ہر دم ہے وہ چشم فونگر کی ادائیں پیہم ہے وہ گیسو پر بیچ کا ہونا پرہم ہے وہ چھا گلین پہنچے ہے پھر ناچھم</p>
<p>اداد و انداز ہی ایک کبھی صورت باقی بہر عہد ہے زبانونہ حکایت باقی</p>	
<p>بیان ترجیع بند</p>	
<p>ترجیع بند سے کہتے ہیں کہ ایک ہی شعر کی ہر گزہ میں تکرار ہو اس میں اور ترکیب بند میں یہی فرق ہے کہ وہاں ہر گزہ میں مختلف شعر لگائے جاتے ہیں اور یہاں ایک ہی شعر لگایا جاتا ہے مثال اُسکی۔</p>	
<p>نظمیہ کبر آبادی</p>	
<p>تیرے لب لال سے گل انعام گل برگ ہے غرق شبنم رشک عارض سے گل ہے عارض صبح چمن بکام دل تو پا کر خوبی نے تجھے کیا ہے زیبا اتنی بھی نیکی ہے جنا کین دکھ پا کے تری تعدیوں سے</p>	<p>ہے حسرت لعل حسرت انعام دیکھے سے تریہ لطف اندام کاکل سے نخل ہے کاکل شام رکھتا ہے غضب ہمیں تو ناکام زمیندہ نہیں ہے تجھ سے یہ کام جو خوبی پہ جس سے آئے الزام ہم سخت بجان ہیں اے دلارام</p>
<p>اب چھوڑ مت اب کی ادا کو دے طول نہ رش نہ جفا کو</p>	
<p>وہ گل ہے تو آج حسن آباد قامت کا ترے بیان خوبی ہیں تیرے ہول کے ہم ہوا دار ہم دیکھ تجھے ہیں شاد ہونے یوں زلف میں تیری ہم پھنسے ہیں</p>	<p>ہے گلشن حسن تجھ سے آباد کرنے ہیں چمن میں سرود شمشاد تو ہم کو الم سے کر نہ برباد تو ہم کو کرے ہے غم سے ناشاد ہو دام میں جیسے صید صیاد</p>

ہو دل سے فدا جو اپنے اوپر	اتنی نہیں کرتے اسپہ بیداد
تیرا ہے نظیر جان دل سے	سُن عرض یہ اُس کی لے پر نراو
اب چھوڑ عتاب کی ادا کو	مے طول نہ رشتہ بجا کو
ترکیب بند و ترجیع بند باختراع جدید	
<p>رخیہ گو یوں نے ایک صورت نکالی ہے کہ اپنے مُسَدِّس کو ترکیب بند قرار دیتے ہیں اس طرح کہ اول چار مصرع ایک قافیہ میں رکھتے ہیں پھر دو مصرع دوسرے قافیہ میں لکھ کر ان کو ان چار مصرعوں کے ساتھ ملحق کرتے ہیں اور پہلا بند نام رکھتے ہیں پھر چار مصرع دوسرے قافیہ میں لکھ کر دو مصرع دوسرے قافیہ کے اُس سے ملحق کرتے ہیں اسے بند دوم بولتے ہیں اسی طرح اور بند لکھتے ہیں یہ قسم نہ تو ترکیب بند میں داخل ہو سکتی ہے اور نہ مسمط کی تعریف اس پر صادق آسکتی ہے کیونکہ ترکیب بند میں پہلا شعر منفی ہوتا ہے اور باقی اشعار کے مصرع دوم میں قافیہ ہوتا ہے اور اس مُسَدِّس میں بند کے دونوں شعر منفی ہوتے ہیں اور مسمط میں ہر بند کا مصرع آخر یا شعر آخر قافیہ میں بنادول کا تابع ہوتا ہے پس ایسا مُسَدِّس دو نوے علیحدہ ہے اور کبھی اس میں گرہ کا شعر کمر آتا ہے جب ہر بند کی گرہ کا شعر علیحدہ ہو گا تو وہ ترکیب بند ہے اور جو ایک ہی شعر کمر آئیگا تو یہ ترجیع بند ہوگا اور اس قسم کے ترکیب بند و ترجیع بند مُسَدِّس پر منحصر نہیں مثنیٰ اور مثنیٰ وغیرہ صورتیں بھی مستقل ہیں مُسَدِّس ترجیع بند کی مثال۔</p>	
امیر	
ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہیں	جان تازہ گل و نسرتن سمن پائے ہیں
جھومتے ہیں جو شجر سر ہو کھلتے ہیں	قص کرتے ہیں تو طوائس یہ چلاتے ہیں
<p>مند و پر شور و سنہ مست ز کسا آمد مے کشان مرادہ کہ ابرام و بسیا آمد</p>	
کرتے ہیں مرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے	ہر روش نیچے ہیں مور گھٹا چھائی ہے
نظن برسات کلبہ نور گھٹا چھائی ہے	صحن گلزار میں گھنگور گھٹا چھائی ہے
<p>مند و پر شور و سنہ مست ز کسا آمد مے کشان مرادہ کہ ابرام و بسیا آمد</p>	
مثال مُسَدِّس ترکیب بند کی۔	

حالی	
امیرون کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے	خمیر اٹھا اور اُن کی طینت جُدا ہے
سزاوار ہے اُن کو جو ناست ہے	روا ہے اُکھین سب کو جو نار ہے
شریعت ہوئی ہے مکو نام اُسے	
بہت فخر کرتا ہے اسلام اُسے	
ہر اک بُل پر اُن کے مجلسِ خدا ہے	ہر اک بات پر دِانِ درست اور بجا ہے
نہ گفتار میں اُنکی کوئی خطا ہے	نہ کردار اُن کا کوئی ناست ہے
وہ جو کچھ کہیں کہ سکے کو اُن کو	
بنایا مذہبِ یون نے فرعون اُن کو	
کسی قوم کا جب اُلٹا ہے دفتر	تو ہوتے ہیں سِخ اُن میں پہلے تو کمر
کمال اُن کین رہتے ہیں باقی نہ جہر	نہ عقل اُنکی با دین اُن کا نہ ہر
نہ دُنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا	
نہ عقبہ میں دوزخ نہ جنت کی پروا	
اور مثنیٰ ترجیع بند مولوی سید احمد بریلوی کا جسکی گرہ میں اس بیت کی تکرار ہے۔	
ادل کو مرے کسیر کیا اک عربی نے	کئی مدنی ہاشمی و مطلبی نے
اور مثنیٰ ترکیب بند میر حسن صاحب مثنوی سحر الیاء کا جسکا پہلا شعر یہ ہے۔	
انقاب پھر یسے نور شید جب اُٹھتا ہے	سحر ہر ایک کو ہر کام پر لگاتا ہے
اور مثنیٰ ترکیب بند میر تقی کا جسکے پہلے بند کا پہلا شعر یہ ہے۔	
عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار	سُج و مَخٹ کے تین آرام سے ہنسنے وال
اور معشر ترجیع بند شہید کا لغت میں جسکا ایک بند یہ ہے۔	
جب چلا جانے شے کا سوراخ طویل	بجھ گئی مہر درخشان کی فلکِ قندیل
شیرِ فردوس کی کھی کہیں دم نہ میل	کہ اسی راہ سے گزرے گا وہ فزنجیل
نیشِ ظلت کا بھاتے تھے کسی جانچیل	کہیں پونف تھے کھڑے اور کہیں اسمیل
روحِ پردہ لگی گھرنے براہِ فحیل	جب ہوا لغہ سرا صو میں یونِ فہیل
مرحبا سید علی مدنی العسلی	

لے دو وزن لٹ کر بہم اس طرح	کہ ساون سے بھاوون لے جس طرح
کسی سمت تھے گزرا آتش فشان	کہیں پار سینوں کے نوک سنان
منشی طوطا رام شایان نے اسی وزن میں مہا بھارت کو نظم کیا ہے۔ شروع کتاب میں لکھا ہے۔ ۵	
زبان قلم گل نشانی پر ہے	بہارِ رضا میں جوانی پر ہے
دکھائے ورقِ حنہ ناک کارنگ	صریر قلم بانگِ بلبیل کارنگ
مہک اُٹھے غنچے کی صورت و ات	ہنوحس سے سر سبز غنچے کی بات
سعدی نے اس وزن میں بوستانِ اخلاق و آداب اور فصاحت میں لکھی ہے۔ لیکن استاد ابوالقاسم منصور فردوسی نے اس وزن میں مثنوی یوسف زلیخا قصہ عشقیہ کو بھی موزون کیا ہے یہ شعر اُس کا بطور نمونہ کے لکھا جاتا ہے۔ ۵	
بد نبال چشمش کیے خال بود	کہ چشم غودش ہم بد نبال بود
اور ریختہ گو یون میں سید غلام حسن نعلت میر غلام حسین صاحب نے قصہ عشقیہ مثنوی سحر البیان معروف بہ مثنوی میر حسن اس وزن میں لکھی ہے جس کا ہندوستانی شہرہ ہے اور آج تک جواب نہیں ہوا یہ شعر اُسی کا ہے۔ ۵	
جو نصف سنگ کیے کہینگے سبھی	نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
اسی طرزِ مرثیہ علی مروت فرزند کبیر علی سنبھلی نے ایک مثنوی لکھی ہے فن شعر میں اُسکے دعوے کا مدرا سی پر ہے اور غلام علی متخلص سنبھلی کی مثنوی حسدہ لقا جو بنام ہندا جواب مثنوی سحر البیان کے لکھی گئی ہے اور مثنوی یوسف زلیخا مصنفہ شاہ رؤف احمد رافت اور مثنوی اکرام الدین ضعیف بھی اسی وزن میں ہے یہ اُسکے شعر ہیں۔ ۵	
دکھائی تھی زلیو کی اپنے پھین	جو اہر کے دریا میں تھی غوطہ زن
حلسے ہوا دست دیا کا وہ رنگ	کہ یا قوت کیے تو ہو جائے رنگ
پیش نے بہار دانش کو بھی اسی بحر میں نظم کیا ہے یہ شعر اُسی کے ہیں۔ ۵	
طبعیت کو تھا ایک شب اضطراب	جگر تفتہ تھا اور پتھینِ جُرّاب
دل و سینہ بھی متصل تھا طپان	الم سے تھی ہر اک مرہ خونِ چکان
(۲) بکھر ہر جہ مسدس محذوف الاخر یا مقصور الاخر اسکا وزن یہ ہے مفاعیلن مفاعیلن فاعولن یا مفاعیلن دوبارہ وزن عشق و عاشقی کے ذکر کے ساتھ مختص ہے چنانچہ فارسی میں مثنوی یوسف زلیخا مولانا جامی کی اور یوسف زلیخا سے ناظم ہروی اور مثنوی نیرنگ عشق تصنیف محمد اکرم ضحیت لاہوری اور مثنوی	

شیرین خسرو خواجہ نظامی اسی وزن میں ہے اور رشتہ میں نواب محبت خان فرزند حافظ الملک حافظ رحمت خانکی
 مثنوی سوسونچو اور مثنوی بدلت مصنفہ میرضیا الدین عبرت شاگرد نواب محبت خان اور میر غلام علی عشرت
 شاگرد مرزا علی لطف تلمیذ سودا اسی وزن میں ہے تصنیف دوشاعر اس کا مادہ تانچ ہے اگرچہ یہ مثنوی دھب
 مرثیہ عاشقان ہے لیکن بہت سی باتیں اُس میں بوج و بحر ہیں جس سے اہل علم کو اس پر حیرت ہے میان عشرت
 ایک جگہ لکھا ہے۔ ۵

نہیں اسکا جو تاج و تخت ثابت	تو یہ تخت روان ہے تخت تابوت
-----------------------------	-----------------------------

ثابت میں الف زائد غلط ہو صحیح ثبوت ہو لیکن اس جگہ واو زائد ہو۔

عبرت کہتا ہے۔ ۵

وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقاطیس کھینچے
------------------------------	------------------------

ولہ

اولیٰ کہنے والے خرد و کلان ہیں

ان عبرت کی نظم میں تسلیم اچھی واقع ہوئی ہیں اور اسکا کلام بھی عشرت کے کلام سے پر زور ہے
 مثنوی طلسم شایان بھی اسی وزن میں ہے لیکن سپند طبائع سخن پنج نہیں۔ منشی سید اسماعیل حسین میر کی مثنوی
 معراج المضامین کا بھی یہی وزن ہے یہ اسکا شعر ہے۔ ۵

ہوا جسد مے اس کھانیکے قابل	نمک ٹھہرا قسم کھانے کے قابل
----------------------------	-----------------------------

سودا کی دو مثنویاں اس وزن میں ایک مثنوی میں کہتے ہیں۔ ۵

اگلی شعلہ زن کر آتش دل	تپ دل دے ہقد رخو اہش دل
کرامت کردہ عشق آتش اگلسر	کرنا ہر استخوان میہرا ہو گلہ ریز

دیگر

مراد دل نام پر اس کے ہے شیدا	کیا ہے جس نے حسن و عشق پیدا
دہی ہے آب و رنگ اپنے چمن کا	دہی مئے ہے طوطی کے سخن کا

بعض شعرا نے اس وزن میں مضافین عتیقہ کے دوسرے حالات بھی لکھے ہیں چنانچہ خوشترے را مان کے
 دوستانوں کو اس وزن میں نظم کیا ہے مگر زور شاعری اور قوت بیانی کے اعتبار سے یہ مثنوی گری
 ہوئی ہے۔ ۵

ہوا جینا سے بے رام مشکل	نہ لائی ناب ہجر گل عنادل
-------------------------	--------------------------

یہاں غنادل سہیل ہے عندلیب چاہیے رنگین نے اس وزن میں گھڑون کے علاج میں ایک سالہ لکھنا ہے جسکے خاتمے کا شعر ہے۔

فرسنامہ جو یہ ہو بخا با تمام	فسر است نامہ رنگین رکھانام
------------------------------	----------------------------

(۳) بحر ہزج مسدس مخبون مخدوف الآخر یا مقصور الآخر اس وزن میں ہے مفعول مفاعیلن فعلن یا مفاعیل دو بار یہ وزن بھی حالات طالب و مطلوب کے ساتھ مخصوص ہے فارسی میں ایلی مجنون نظامی و نذیر فیضی اسی وزن میں ہے اور رختہ میں دیا شکر نسیم لکھنوی شاعر آتش کی مثنوی گزرا نسیم کا یہی وزن ہے رختہ میں کوئی مثنوی آج تک ایسی عمدہ اس بحر میں نہ ہوئی۔ نسیم نے ہر مضمون کو تشبیہ کے پرے اور استعارے کے بیچ میں ادا کیا ہے اکثر مطالب کو اشاروں اور کنایہ کے رنگ میں دکھایا ہے باوجود اسکے زبان فصیح اور کلام شستہ اور پاک ہے مختصر بھی اس مثنوی کا ایک خاص صفت ہے ہر معاملے کو اس قدر مختصر کر کے ادا کیا ہے جس سے زیادہ ہونین سکتا اور ایک شعر درمیان سے نکال لو تو داستان ہم نہ جاتی ہے یہ اشعار اس کے ہیں۔

نہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری	نہر ہے ظلم کا حسد باری
کر تاسے یہ دو زبان سے یک سر	صدق و مدحت پیچیدہ
باغ انگلیوں میں یہ حرف تان ہے	یونے کہ مطیع خجستہ ہے

مثنوی مظفر علی اسیر کی مثنوی درۃ التاج بھی اسی وزن میں ہے یہ ایک شعر براق کی تعریف میں لکھا ہے

ستوخی سے نہ بھی لسی جگہ باب	پانی کی جگہ پیا تھا سیاب
-----------------------------	--------------------------

مثنوی ایلی مجنون مصنفہ نواب مرزا تقی خان ہوس کا بھی یہی وزن ہے یہ اشعار اسی کے ہیں۔

یار رب مرے سر میں شور غم رکھ	بے غم مجھے صاحب الم رکھ
ہوتا رہے درد میرے دل میں	بیچینی ہو میری آب و گل میں
تر پون غم دل کی کاہشوں سے	دون جان ہزار کا دشتوں سے
اگر غم عشق دل پہ برسے	ریزان رہن اشک چشم تر سے
جلتا رہے غم سے داغ دل کا	افسردہ نہ ہو چیراغ دل کا

یہی وزن مثنوی ترا نہ شوق کا ہو۔

(۴) بحر خفیف مسدس مخبون مخدوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے فاعلاتن مفاعیلن فعلن یا فعلن دو بار اس وزن میں زیادہ تر مواعظ اور حقائق و حکم مذکور ہوتے ہیں جیسے فارسی میں حدیقہ

حکیم سنائی غزنوی اور سلسلۃ الذہب مولوی جامی کی اور ریختہ میں اسی زمین حالی نے مثنوی حُسنِ وطن لکھی ہے
چنانچہ اس میں کہتے ہیں۔ ۵

اے وطن لے مرے بہشت برین رات اور دن کا وہ سماں نہ رہا تیری دوری ہے مَنوؤدِ آلام کلاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے	کیا ہوے تیرے آسمان و زمین وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام گل بن نظرون میں داغ بن تیرے
--	---

لیکن بعض شعر لے ریختہ اس وزن میں عشق کا بیان کرتے ہیں جیسے مثنوی دریلے عشق میر تقی کی اور
مثنوی سعد بن انوار صمدین تسلیم کی اور بعض مثنویان مرزا شوکت کی اور مثنوی طلسم اُلفت قلی کی۔ ۵

ساقیادے وہ جام اُلفت خیز اس لیے ہوں ایام کا مشتاق ایک دل چاہتا ہے عشق کا داغ عہد طفلی ہی سے بزمِ جوان	ہو جو صہبائے جوش عشق انگیز اک کلیجہ ہے داغ کا مشتاق ایک دیرانے میں طے گا چراغ محو اُلفت تھا وہ مشعرِ خوابان
--	--

(۵) بحرِ رمل مسدس مخدوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن
فاعلاتن یا فاعلاتن دو بار اس وزن میں اکثر حقائق و معارف و حکایات علماء و اہل البدو پند و نصائح وغیرہ
بیان کی جاتی ہیں جیسے مثنوی حضرت شیخ فرید الدین عطار مومون بہ منطق الطیر اور مثنوی شاہ بوعلی قلندر اور مثنوی
مولانا سہروردی کی اور رسالہ نان و حلوا تصنیف خواجہ بہاء الدین آملی بھی اسی وزن میں ہے اور ریختہ میں مثنوی
امجد علی گیلین تصنیف سعادت یار خان رنگین اور مثنوی گلزار ابراہیم اسی وزن میں ہے یہ چند اشعار راہِ باد
رنگین کے ہیں۔ ۵

میں جو چندے دہر میں مہمان رہا میں نے جیتے جی کیے لا کھوں گناہ ساہما افسوس پاؤں در گل جیا تو کہیں چلنا نہ میری راہ پر	گرچہ دانا تھا ولے نادان رہا جانکر نامہ کیا اپنا سیاہ میں جیا دُنیا میں پُر غافل جیا رکھو دھیان اپنا ذرا اللہ پر
---	--

محمد عبداللہ خان نے مثنوی عابد اسی وزن میں لکھی ہے جس کے دو شعر یہ ہیں۔ ۵
دو چشم خلق سے حق سے قرن
تھا کسی صحر میں اک عابدِ کلین

حاصل اُس کو جب سے تھا شبن شعور	اہل دُنیا سے رہا کر تا تھا دور
کبھی اس وزن میں قصہ عشقیہ اور شوریدہ بہر و نکی شورش بھی بیان کرتے ہیں چنانچہ انور مخلص اتام الدین خان نے اس وزن میں ایک مختصر مثنوی موسوم بہ فراق نامہ ریختہ میں موزون کی ہے یہ اُس کے اشعار ہیں۔ ۵	
عشق سے ہے دُلف کا مصرع دراز	عشق رومے حسن کا آئینہ ساز
عشق بازی کا سُنا چاہے جو حال	پوچھ انور سے کہ ہے اُس کو کمال
دل کی سوزش سے وہی آگاہ ہے	اُس کو اس آتش کدے میں آہ ہے
اور ایک مثنوی حکیم مومن خان کی بھی اس زمین ہے جسکے دو شعر یہ ہیں۔ ۵	
سا قیا اب ناز بیجا کس لیے	چن ابرو بے غا بکس لیے
لے شک ظرافت اس قدر بد خو نہ ہو	دل ہوا کھٹا ترش ابرو نہ ہو
میر کی کئی مثنویاں مختلف مضامین میں اس وزن میں بنکے آغاز کا ایک ایک شعر یہ ہے۔ ۵	
میر	
تھا مکتے کا بچراک درویش پاس	بود و باش اسکی تھی مجھ درویش پاس
ولہ	
ایک بلی موہنی تھا اُس کا نام	انے میرے گھر کیا آکر مقام
صفتیں جنب بھین تو یہ فن شریف	کسب کرتے جنگی طبعین لطیف
سُنیو لے اہل سنن بعد از سلام	چھپتے تھے جگہ اک تخم حرام
سودا نے ایک شخص کی جو میں اس وزن میں ایک مثنوی لکھی ہے کہتے ہیں۔ ۵	
آہ داویلازد دست روزگار	قوش خاؤن میں یہ غم سہر و بکار
میان فرتی کی جو میں بھی ایک مثنوی ہے۔ ۵	
سامیا بھرا سنے جادو سے جام	جس کا سحر سامری بھی ہو غلام
(۶) بحر رمل مسدس مخبون مخذوف الآخر یا مقصور الآخر اس کا وزن یہ ہو فعلات فعلات فعلن یا فعلن و دبار اور اس میں حسب قواعد مقررہ عروض فعلات کی جگہ فاعلاتن سالم بھی دل میں آسکتا ہو اس وزن میں بھی بزرگان دین اور باب حکمت کا ذکر پسندیدہ ہوتا ہے مولوی غلام امام شہید کی مثنوی ریختہ موسوم بہ خضوع اسی بحر میں ہے۔ ۵	

ایک عاشق تھی حلیمہ دانی وہ کچھ اس رمز سے آگاہ نہ تھی یعنی اُس شاہ کو لائی گھس مین	حس نے گھر بیٹھے یہ دولت پائی اُس کی قسمت میں یہ دولت تھی لکھی نور اللہ کو لائی گھس مین
اس وزن میں مومن خان نے قصہ عشقیہ لکھا ہے جسکے چند شعر یہ ہیں ۔	
ساقیا زہر پلا دے مجھ کو تمنی یا س عبادت کب تک کیا ذرا سودا الماس نہیں بھرتے اک جام کہ مر جاؤں ابھی	شرت مرگ چکھا دے مجھ کو حسرت ذوق شہادت کب تک سم ہلاہل ترے کچھ پاس نہیں بھول کر آپ میں آؤں نہ کبھی
(۷) بحر سرج مسدس مخدوف الآخر یا مقصور الآخر اسکا وزن یہ ہے مستقل متعلق فاعلن یا فاعلان وزن میں سوائے عشقیہ قصوں کے اور سب کچھ حالات زیاہن مخزن الاسرار نظامی مطلع لانا تخصر اور تحفۃ الاحرار جامی یہ تینوں مثنویاں فارسی کی اسی وزن میں ہیں اور ریختہ میں ایک مثنوی جس میں میلاد شریف حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خال کو موزون کیا ہے مولوی حفظ اللہ بدایونی متملک بہ بندہ نے لکھی ہے جسکے یہ شعر ہیں ۔	
حمد خدا خامے کی معراج ہے بسم اللہ مصحف حسن رسم	نام نہا نامے کا سرتاج ہے شاید مضمون کی ہے ابرو کا خم
علامہ امام شہید نے قصہ حضرت بلال کو اس وزن میں لکھا ہے۔ ہودا نے لکھی کی تعریف میں ایک مثنوی اس وزن میں ہوزون کی ہے ۔	
ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز سوداے حکیم غوث کی بچو میں ایک مثنوی لکھی ہے ۔	سب سے سوا سودا کو لاٹھی عزیز
صدیکے بازار میں ہے اک و بنگ عار اطبا و طبابت کا ننگ	
المختصر مثنوی انہی ساتوں وزن کے ساتھ مخصوص ہے سوال کے دو سرے اوزان میں نہیں لکھی جاتی اور جو بعض مثنویاں دو سرے اوزان میں مثنویاں لکھی ہیں مورد طعن ہوئے ہیں مثلاً فارسی میں میر غات صفہانی کی مثنوی گل کشتی جبکہ یہ شعر ہے ۔	
آخرین باد بردے کہ جو ایش گوید اس وزن میں ہے فاعلاتن فعلاتن فعلن روز بجان علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیر و شکر اس وزن میں ہے	صیر فی در نظرے در خوش آیش گوید

فعلن فعلن فعلن فعلن عین اور رختہ میں میر کی ایک ثنوی متقارب اترم سالم کے وزن پر ہے جس کا ایک شعر یہ ہے۔

کوئی مرد انداز حساب پر | آنکھ تھی اس کی پشت پا پر |
اور اسی وزن کی ایک ثنوی مومن کی ہر جگہ کا یہ شعر ہے۔

کھو لیو ساقی مجھ کو سو بکے | پیتے ہیں کب سے گھوٹا لوکے |
میر کی ایک ثنوی کا وزن یہ ہے مفاعیل فعلن مفاعیل فعلن۔

اکٹی برس سے ہالے گئے تھا ایک خبر کو | خروس عرش کی ولادت سے وے نفوس |
میر صاحب کی ایک ثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاع لات مفاعیل فاعلن

اے جھوٹ آج شہرین تیر ہی دور ہو | شیوہ سی سبھون کا بھی سبک طور ہو |
ایضا ولہ

اک چوپچہ کو رزق کی دست سی ہر گئی | تنگی کی حوصلے نے تو جھٹ سی ہو گئی |
محمد حسین آزاد کی ثنوی موسم زمستان کا یہ وزن ہے فاعلاتن فعلن فاعلاتن فعلن

ہے جوان لیتا اسی شب میں جوانی کا فخر | اور جو بڑھا ہو تو لیتا ہو کہا کی کا مڑہ |
اور آزاد کی ثنوی شب قدر کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن

اے رات سنتا ہوں کہ ترے سر پہ تاج ہے | ہر گوہر اسیں ملک جس کا خراج ہے |
یہی وزن ثنوی ابر کرم کا ہے۔

منہ پر زمین کے دیکھو تو ہو خاک اڑ رہی | اور گرد دیا رسوۂ افلاک اڑ رہی |
سوز کی ایک ثنوی کا یہ وزن ہے مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن آغاز ثنوی کا یہ شعر ہے۔

دعویٰ بڑا ہو سوز کو اپنے کلام کا | جو غور کیجیے تو ہے کوڑی کے کام کا |
اگرچہ ان میں سے بعض متونوں کے لاجواب ہونے میں کسی کو کلام نہیں اور حتیٰ یہ ہے کہ ہر سبب

عمر کی مضامین اور شوخی ادا کے اس طرف توجہ بھی نہیں کی جاتی ہے لیکن یہ وزن ثنوی کے نہیں۔
بیان قطعہ

قطعہ کبیر اول و سکون ثانی اس کے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں حرف اول کے تحت کے ساتھ خطا ہو کر بعض
فصحاے متاخرین نے فتحہ بھی جائز رکھا ہے۔ مطلق شعرا میں مراد ہے اُن چند ابیات سے کہ جن میں ایک بیت کا
مطلب دوسری بیت سے متعلق ہو یعنی جب تک دوسری بیت نہ معلوم ہو مطلب نہ کھلے اور بیت اول مقیم نہ ہو

اور بنائے قافیہ بیت اول کے مصرع ثانی پر ہوا اور دوسری بیتین قافیہ میں اُسی مصرع کی تابع ہوں بغزل میں بھی قطعہ پائے جاتے ہیں مگر متقدمین کے نزدیک غزل میں قطعہ لکھنا میوہ تھا شعر نے حد قطعہ کی دو بیت سے لیکر ایک سو ستر شعر تک مقرر کی ہے جو لوگ تصدیقہ مختصر کو قطعہ کہتے ہیں محض نادانی ہے قصیدے میں دو تین بلکہ زیادہ مطلع ہو سکتے ہیں اور قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا کبھی قطعہ میں کسی دوسرے کے یا اپنے شعر کو فارسی ہویا ریختہ یا کسی ضرب المثل کو تقصین کرتے ہیں۔

ذوق

کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے
مرے بخت سسید کی تیرگی نے
اور آتے تھے پسینوں پر مہینے
کہ او بے ہوسر بہ اختر کھینے
مری جانب سے تیرے دھین کھینے
ارے ظالم تری کینہ وری نے
پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے
قرینے سے ہوئے سب بے قرینے
پچھتے جاتے تھے ہمایوں کے سینے
بچھے تابانی و بے طاقتی نے
بہت الماس کے توڑے کھینے
بہت سی جان توڑی ناگہنی نے
طلوع صبح سے مٹھو روشنی نے
یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
پڑھی یاسین سرائے کسی نے
لگا رکھے تھے میری زندگی نے
اذان مسجد میں ہی بارے کسی نے
اذان کے ساتھ میں و فرخی نے
کہ خوش ہو کہ کہا خود یہ خوشی نے

کہوں کیا ذوق احوال شب بھر
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر
تب غم شمع سان ہوتی نہ تھی کم
یسی کہتا تھا گھبرا کر فکاک سے
کہان میں اور کہان یہ شب گرتے
سوا ب غلامت کے پڑے میں کی ظلم
عوض کن بادہ نوشی کے مجھے آج
حساس ہوش جو منجھ سے قرین تھے
مری سینہ زنی کا شور میں کر
اٹھایا گاہ اور گاہ بے بٹھایا
کہا جب مٹنے کو کچھ کھاکے سورہ
نہ ٹوٹا جان کا قاب سے رشتہ
بہت دکھنا نہ دکھلایا ذرا بھی
کہا جی نے مجھے یہ جبر کی ات
گے پانی چوانے مٹھ میں آنسو
مگر وہ غم کے تھوڑے سے باقی
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے
بشارت بلکہ صبح وصل کی دی
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر

موزون مرحبا بروقت بولا	تری آواز کے اور مدینے
سودا	
تیرے جواب میں اس چین میں ہم	دھونڈے ہوئے کو غنایب دوست
تو بڑا مان مست مضی لکھتے کیا	فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
غالب	
گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں	در بار دار لوگ ہم آشنا نہیں
کانون پہ اتھ لکھتے ہیں کہ تمہیں سلام	ہے اس سے یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں
اکبر	
قدیم وضع پہ قائم رہوں اگر اکبر	تو صاف کہتے ہیں سید یہ رنگ ہے میلا
جبرید طرز اگر اختیار کرتا ہوں	خود اپنی قوم چاتی ہے شور داویلا
جو اعتدال کی کہیے تو وہ ادھر نہ اُدھر	زیادہ حد سے نیے پاؤں سب ہیں پھیلا
ادھر یہ ضد ہے کہ لٹنڈ بھی چھو نہیں سلتے	اُدھر یہ دھن ہے کہ ساقی صراحی مولا
ادھر ہے دفتر تہ بیر و مصلحت ناپاک	اُدھر ہے دجی لایت کی ڈاک کا تھیلا
غرض دو گونہ عذاب مست جان مجنون را	بلے صحبت لیلا و فرقت لیلا
بیان رباعی	
اسکو دو بیت اور ترانہ اور چار مصرعی ادھری بقیع خانے مجھ دے صادمہ بھی کہتے ہیں اور اوزان اس کے مخصوص ہیں لکے سوار رباعی اور اوزان میں نہیں لکھی جاتی تفصیل اوزان رباعی کی توضیح تمام جزیرہ عروض میں مذکور کی جائیگی رباعی میں چار مصرع ہوتے ہیں جن میں سے چوتھا مصرع پہلے اور دوسرے مصرع کے ساتھ قافیہ میں متفق ہوتا ہے اور تیسرے مصرع کے واسطے لازم نہیں کہ اسکا بھی وہی قافیہ ہو چوتھا مصرع نہایت خوبی کے ساتھ ہونا چاہیے جس سے تینوں مصرعون میں جان بڑ جائے مثال اسکی۔	
امانت	
کر عجز اگر غافل و فرزانہ ہے	دانائی پہ بھولا ہے تو دیوانہ ہے
تسبیح کے دانے پہ نظر کر نادان	گردش میں گرفتار ہے جو دانہ ہے
مومن	
الفت میں بھی مجاہد کہیے جلتے ہو	مذکور نہ امت کا کیے جاتے ہو

کتے ہو کہ اب غیر کا مین نام نہ لون	یون بھی تو وہی نام لیے جاتے ہو
ناسخ	
نصویر صنم مین کمرے کلک ازل	نہان ہے نگہ سے یا نگہ کا ہے غل
جز عالم غیب کون جانے یہ راز	کئے مہرے پڑھے خدا سچ ہے پیش
غالب	
کتے ہن کہ اب وہ مہر آزار نہیں	عشاق کی پرستش سے اُت عار نہیں
جو ہاتھ کہ ظلم سے اٹھایا ہو گا	کیونکر مانوں کہ اُس مین تو انہیں
تدا کو بیشتر اس کا بھی التزام تھا کہ رباعی کے ہر مصرع مین قافیہ رکھتے اب کچھ ضرور نہیں رہا اس قسم کی باغی کی مثال یہ ہے	
غالب	
بھیجی ہو جو جلو شاہ جم جاہ فے دال	ہر لطف و عنایات مست منشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال ہو سب بحث و بدل	ہر دولت و دین و دانش و داد کی دال
ولہ	
میں شہ مین صفات ذوالجلالی باہم	اتنا رحب جلالی و جمالی باہم
ہوں شاد و مین اسافل و عالی باہم	ہو اب کے شب قدر و دولی باہم
بیان مستزاد	
مستزاد است کتے ہن کہ رباعی کے مصرعوں کے ساتھ ایک ایک فقرہ رباعی کے وزن کا ملحق کر دین مستزاد مین غزل کے ساتھ بھی غزل کے وزن کا فقرہ لگا کر مستزاد کیے ہن اور یہ دو قسم ہوتا ہے مستزاد عارض اور مستزاد الزم مستزاد عارض وہ ہے کہ مضمون شعر کا فقرہ پر منحصر نہ ہو اور مستزاد الزم وہ ہے کہ معنی اس کے فقرے پر منحصر ہوں قسم اول بہتر ہے بعض کتے ہن کہ مستزاد زوائد مذکور ہن اور اکثر کے نزدیک مستزاد مذکور علیہ کلام ہو اور مستزاد کی کسی حد تک یا ایک فقرہ ایک مصرع کے ساتھ ہو یا دو فقرے یا تین فقرے یا زیادہ ایک شعر کے ساتھ مثال ایک فقرے کی ایک مصرع کے ساتھ غزل مین اور یہ بہت شائع ہے	
غزل	
میں ہوں عاشق مجھے غم کھانے سے انکار نہیں + کہ ہے غم میری غذا	
تو ہے مشوق تجھے غم سے سرو کار نہیں + کھائے غم تیسری بلا	

دل و دین تیرے حوالے کیے کرتے ہی طلب + اور جو کچھ کہا سب	
پھر جو بیزار ہے تو مجھ سے بتا اس کا سبب + میری تقصیر ہے کیا	
بھیجے خط سیکڑوں لکھ کر تمھیں ہشیاری سے + بڑی دستاویزی سے	
تھنے بھینجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے + یہ بھی قسمت کا لکھا	
طلب بوسہ پہ کیوں اتنا بُرا مانتے ہو + ہمیں سچا سنتے ہو	
دیکھو ہم میں وہی جاننا زخمین جانتے ہو + کرتے ہیں جان فدا	
ہے حیات ابدی اگر ہو شہادت حاصل + تیرے ماتھون قاتل	
تیسرے آب دم شمشیر کو تیرا سہل + سمجھے ہے آب بقا	
کیا کہوں میں ترے انداز واداکا عالم + ہے ستر ہے ستر	
دیکھ کر ہوش رہین کیا کہ کل جائے گام + اے بُت ہوش رہا	
نہ تو تقدیر سے ہو اور نہ تحریر سے ہو + اور نہ تیرے ہو	
ہمتوں کہتے ہیں ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو + ہے سی بات بجا	
جرات	
ہاں وہ نہ چھپے غضب تہرے کھڑا + اور قد چڑھ گیا	غارت گردین ہست کا فرہو سراپا + اللہ کی قدرت
ہیں بال یہ کھبے کھڑے پہ سونے ہمارے جو نہ دیکھو	صُن بُت کا فرہو خدائی کا بھگڑا + ٹک دیکھو صورت
انشا	
میں نے جو کہا ہو نہیں ترا عاشق و شیدا + اس کا نہ ملاحمت	فرمانے لگے ہنسکے سنو اور تاننا + یہ شکل یہ صورت
کہے کاروں طوف کہ تجلے کو جاؤں کیا حکم ہے مجھ کو	ارشاد مرے حق میں بھی کچھ بڑھ گیا آیا + اس پر طریقت
ایک مصرع کے ساتھ دو فقر و نئی مثال -	
سراج	
اعراب خط و خال نقطہ چشم ہر مطلق + مصحف ہر ترا منہ + اس آیت خوبی	
ہو سورہ اخلاص کی خواہش مرے من میں + ہسم اللہ ابرو + نہ لکھ سارا	
انشاء اللہ خان نے رنجی میں مستند ادب باج باج فقر و کا لکھا ہو اور وہ مستند ادب ہے -	
میں پھانکے کلمات جو دیوانجاتی + کشدشی ہلاتی + جا کر نہ جگاتی + نیند اس کو نہ آتی + جو بن کی وہ ماتی + تیرا شی ملاتی +	
اور شکوہ نہیں میرے تئیں صبح اُڑاتی + ماتھو نہ بجاتی + گاتی نہ بجاتی + کھانے کو نہ کھاتی + پھر تو نہ ملاتی + کسوٹو بے گاتی	

اور ایک شعر کے ساتھ ایک فقرے کی مثال یہ مستند اور میر سید حسین ساکن بارہ کار۔ ۵		
اُس رشک میسما کی جدائی میں یہ ہے حال	عاشق کو نہ ہو صبر نہ طاقت ہو بدین + بیمار ہو گویا	
کس طرح ادا ہو سکے اُس بُت کا سراپا	خاموش زبان ہوتی ہو اوصافِ ہن میں + ہلر ہو گویا	
فسر یاد ہے بسبیل ہوں تری تیغ نگہ سے	خبر کی طرح پھرتی ہو عاشق کے بدن میں + تلوار ہو گویا	
اُس بُت کی محبت ہے مری خاک میں مخلوط	یہ نشہ رگ ہو جو عیان میرے بدن میں + زہار ہو گویا	
مستند کی مثال رباعی میں -		
مومن		
گہ دین میں تھا لقب یگانہ اپنا + تھے مجھے خفا	گاہ صمنون کو جانا اپنا + اللہ رمی خطا	
سبے یرو حرم کی خاک چھانی مومن + کیا خاک کہین	دیکھا تو کہین نہین ٹھکانا اپنا + جی بیٹھ گیا	
ولہ		
مومن دل سامکان جو برباد دیا + مانند حباب	ان سنگد لون کو مریکے کیا خاک لیا + جزب و عذاب	
مینے وہ مکان کہ تھا خدا کا مسکن + کز رتبان	بر باد کیا اُسے یہ کیا کام کیا + اے خانہ خراب	
مرزا رفیع السود نے ایک مریع مستند لکھا ہے۔ ۵		
ہو ایک روایت از روایات پر از غم + رو اُس کو قوسن کر		
میدان میں شہ دین کے ماتے گئے جب دم + سب خویش و بولار		
زرب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم + تم تنستی ہو خواہر		
سر پر زبا کوئی مے مونس و ہمد + غیر از دم خنجر		
یہ کلکے ہو اشاہ کا میدان کو آہنگ + رخصت ہو بہن سے		
اور راست کیے اپنے بدن پر سلج جنگ + ہمشکل کفن سے		
اُس لڑن حرم بیچ قیامت کا ہو آہنگ + فرقے من سے		
الکبار گیا شیون دلہائے پر از غم + افلاک سے اودھر		
لاغب کرو دل میر پر حق کا ہے یہ مرغوب + کوچی ہو غم اندوز		
اس امر میں بندے کو خموشی ہے بہت محبوب + از نالہ جانسوز		
اگر یہ مبادانہ کہین حضرت ایوب + محشر کے تعین روز		
صابر نہ ہی مرضی ایزد پہ کوئی دم + اولاد میسر		

بیان فرد

فرد اُسے کہتے ہیں کہ ایک بیت بلا قافیہ متضمن مثل وغیرہ مضمون خاص کی لکھیں اور بعضوں کے نزدیک موزون مصرعہ کا قافیہ مختلف ہونا ضرور نہیں۔ اور ابیات غزل وغیرہ پر اطلاق فرد کا نہیں ہو سکتا یعنی غزل اور قصیدے کی بیت کو ہر چند واحد ہو فرد نہیں کہینگے پس فرد خاص ہے اور بیت عام کیونکہ فرد اُسی شعر کو کہنا چاہیے جو تنہا ایک شعر ہو پس معلوم ہوا کہ بہا زخیوان کے مصنف نے جو یہ لکھا ہے (کہ فرد کے واسطے یہ بات ضرور نہیں کہ شاعر جب ایک ہی شعر کے تب اُسکو فرد کہینگے بلکہ غزل یا قصیدہ خواہ قطعه یا مثنوی وغیرہ کا بھی شعر لکھا یا پڑھا جائے تو وہ بھی فرد ہے) سمجھنا تحریر کیا ہے اگر ایسا ہوتا کہ ہر بیت بے قافیہ وغیرہ پر اطلاق فرد کا روا رکھتے تو قسم جدا کا نہ کیوں قرار باقی۔ دریاے لطافت میں مرزا قتیل بھی ایسا ہی لکھتے ہیں اچھا فرد کہنا بیشتر طریق قدما کا تھا۔

مذاق

عشقِ خالِ جُبان سے ہو گی نجات کیونکہ نکتہ نواز ہے اسد

ولہ

زہر کھائیں اس شکر لب پہ پیکر نہ کر سبز و رنگ آج طوطی بولتا ہے اُسکے خط سبز کا

درد

سہیں ہر بے سبب یہ خندہ و دندان ناہر گز کسی کے تو لو پیٹنے پہ یعنی اُنت لکھتا ہے

مومن

جان باز مومن لسنے دیا غیر کو خطاب ہم جانبر بھی کھیلے پہ نام اور کا ہوا

ولہ

رحم کرنے کا نہیں مومن وہ کافر کیش پھر فائدہ رونے سے سر چٹکے سے حاصل پھوٹا

پہلا جزیرہ علم عروض میں

اور اس میں چھ شعر دلا دیں ہیں۔

پہلا شعر و نکی ایجاد کے ذکر میں

عقلانے چند قاعدے مقرر کیے ہیں کہ اُن سے وزن شعر کی صحت و سقم دریافت ہو جائے اور اس علم کا نام

عروض ہے عین کے فتح سے موجد اس علم کا خلیل بن احمد بصری جو جس نے اس علم کو کوہِ گافر کی آواز سے
استخراج کیا ہے حمزہ بن حسن اصفہانی خلیل کے حق میں کتابِ تنبیہ میں لکھا ہے کہ خلیل نے یہ علم اپنی بکاد سے
سین بن کمالا بلکہ اُسے تصحیف کی ہے یعنی علم موسیقی اور نظم سے یہ ہولِ علیہ کہ کے انبراہیم فن بنا کر کھڑا کر دیا ہو
کیونکہ یہ دونوں علم آپس میں قریب اور ایک دوسرے کے نزدیک ہیں اور خلیل کو ان فنون میں بہت مہارت تھی
مگر یہ بھی کسی کتاب میں لکھا ہے کہ جب سے اہل اسلام کا شیوع ہوا کسی نے ایسا علم کوئی بھی نہیں نکالا جسکی اصل
علمائے عرب نے نہ نکالی ہو سولے خلیل مذکور کے کیونکہ اسکی کوئی اصل نہ کسی حکیم کی مقرر کی ہوئی تھی اور نہ کوئی
اسکی مثال متقابل اسکی سابق میں ہو چکی تھی اور وجہ تسمیہ اسکی یہ ہے کہ جب اسے یہ علم بکاد کیا تھا تو کہہ مضمین
وار د تھا سو تینا و تبر کا کعبہ منظمہ کے نام سے نام زد کیا کیونکہ عروض ایک نام ہے غانہ کعبہ کا اسلئے علاوہ اور بھی
کئی وجہ تسمیہ میں جگہ رسالہ عروض سیقی وغیرہ میں لکھا ہے بعد اسکے دوسروں نے بھی اسی قیاس پر اور بہین کیا وہاں
کین چنانچہ اول خلیل بن احمد نے یہ پندرہ بحرین بکاد کی ہیں طویل - مدیدہ - تبدیط - کامل - واقف - تنج - رتبه - قیل
ممنوع - مضارع - تریح - خفیف - مجتہد - مقتضب - نقارب - بعد اسکے چار بحرین اور کلین ایک متدارک ہو کر چھوڑ
اخفش نے وضع کیا ہے ونگ افات و حالات نحاۃ ضمیمہ کتاب غایۃ البیان و مسالک البہیمہ میں جو لکھا ہے کہ بعد
خلیل بن احمد عروضی کے اخفش نے بحر مجتہد ایجاد کی یہ بات سراسر غلط اور محض بے بنیاد ہے بلکہ بحر مجتہد منجملہ
اُن پندرہ بحرؤں کے بحرِ جگر خلیل بن احمد نے وضع کیا ہے اخفش نے تو بحر متدارک نکالی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا
دوسری حدیث اسکو بزرجمہر نے استخراج کیا ہے اور بعض اس بحر کو غریب بھی کہتے ہیں مولوی صہبائی اور مولوی
مفتی سعد الدین بزرجمہر کو وزیر نوشیروان کا لکھا ہے یہ محض غلط ہے اسلئے کہ عبد البرکت حضور پرنو بنوی میں
آخر زمانہ بزرجمہر وزیر کا تھا اور خلیل بن احمد عروضی زمانہ تابعین میں دوسری صدی میں ہوئے کہ سنہ ایک سو میں
پیدا ہوا اور سنہ میں مراور یہ بھی معلوم ہے کہ بحر جید بعد خلیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسوقت بزرجمہر وزیر
نوشیروان کماں تھا قیسری بحر قریب اسکو مولانا یوسف فیثا پوری نے کالیا ہے اور یہ وہ شخص ہے کہ فارسی میں
علم عروض پہلے اسی نے جاری کیا ہے اور یہ شخص خلیل بن احمد عروضی سے دوسو برس کے بعد پیدا ہوا ہے جو چوتھی شاکل
یہ کسی اور شخص نے نکالی ہے۔

بحر مذکورہ بالا سے بحرِ مجددہ یعنی جدید قریب اور شاکل شمار فارسی کے ساتھ مختص ہیں بل عربان میں
شعر نہیں کہتے اسی طرح طویل و مدید و تبدیط و واقف کو شعر سے بحر نے استعمال نہیں کیا اسلئے کہ وہ وزن نامطبوع و نامعربین
عربی شعروں کے ساتھ مخصوص ہیں مقدمین انصاف بحر نے بحرِ کامل میں بھی شعر لکھے تھے لیکن حضرت ائیر خسرو اور مولوی
جامی نے اس وزن میں شعر کہنا شروع کیا پھر یہ بحر بہت شائع ہو گئی اور بحرِ مقتضب نہایت کم مستعمل بحرِ سوالان کے

باقی بحرین عربی و فارسی و رنجتہ میں علی النجوم متعل بہن اوتد بخور بد کورہ سے سات بحرین منفرد ہیں اور بارہ مرکب
منفرد انکو کہتے ہیں جن میں ایک ہی کن کی تکرار ہوا اور مرکب وہ جو دو مختلف کنوں کی تکرار سے حاصل ہوں اور وہ
سات بحرین منفرد یہ ہیں شرج - رطل کا تمل - وافر - متقارب - متدارک - اور بارہ بحرین مرکب یہ ہیں شرج
مستقرب - متقارب - مجتہد - طویس - یثید - البیضا - مہر - خفیض - جانیذ - قریب - متاقل - بحر منفرد وہ جن
متقارب اور متدارک مشتمل الاصل ہیں یعنی سب ٹھٹھا ٹھار کان سے مرکب ہیں اور شرج اور رطل اور طویل اور متدارک
مستدل اصل ہیں لیکن شعراے فاضل در رنجتہ کے یہاں یہ بھی مشتمل ہیں اور بحر کہہ دین بعض مشن ہیں اور بعض مستدل یا خواہ مشن
مستدل میں رنج و مشتے وغیرہ متعل کہیں اہ مستدل مشن بحرین وغیرہ لائیں جو بحر مشن ہوا اور مستدل لائی جائے لکھو جو کہتے ہیں اسلئے کہ ایک
جزیرہ سے کہ ہو گیا اور بحر کے معنی کہتے ہوں کہ کے جن میں جس بحر کے مصرع میں چار کن ہوں اسے باعتبار بیت کے مشن
کہتے ہیں اور جس میں تین کن ہوں اسے باعتبار بیت کے مستدل اور جس کے مصرع میں دو کن ہوں اسے ملخا
اصل بیت کے مرقع کہتے ہیں - عربی کی بحرین مثلث اور مشتے اور موحد بھی ہوتی ہیں مثلث خلیل کے نزدیک
اور مشتے اخفش کے نزدیک اور موحد صواسے زجاج کے سب کے نزدیک شعر نہیں ہے بلکہ سبع میں درخس ہے
اور مثلث دو مصرعہ پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام ایک بیت ہوتا ہے اور یہ رے غیر خلیل کی ہے جن کے نزدیک
بیت کی تقسیم دو مصرعہ پر واجب نہیں اور خلیل کے نزدیک سبع میں داخل ہے کیونکہ وہ بیت کا انقسام دو مصرعہ
واجب جانتا ہے البتہ مشتے دو مصرعہ پر مشتمل ہوتا ہے مگر فارسی و رنجتہ میں مشن و مستدل کے مواہبت ہی کم
راجح ہے بلکہ متاخرین نے دس کن اور سولہ سولہ اور بیس کن کے اشعار کہے ہیں ارکان کا حال آگے ہم متصل
بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ -

فائدہ علم عروض ہندوستان میں قبل بناے رنجتہ سے رائج ہے اور اس علم کا نام ہندی میں نیگل ہے -
شعراے ہند بڑے نازک خیال گندے ہیں اب بھی خال خال موجود ہیں زنان ہندی بن اشعار فریبیک سو
بحرین چ صنعتاے نوناگون پائے جاتے ہیں بحرین عربی و فارسی و ہندی کی اکثر مختلف ہیں کچھ متفق بھی ہیں
چنانچہ بحر تقارب و رکض الجمل یعنی متدارک و بحر سبع عربی و ہندی غنوں زبافونین مشتمل ہیں انبار بکو
ہندی میں بھیجنگ پر یا ت بعض بے سرحہ و فوج جیم کہتے ہیں معنی اس کے سانپ کی جال ہیں اور یہ ٹکے یہاں
مشن مشتمل ہے اور رکض الجمل کا نام آرم بھنگ ہے کسرۃ تالے فو تانیہ سے اور ہند یونے یہاں یہ وزن مشن
و مستدل مشن مضاعف مشتمل ہے مضاعف ہونکی صورت میں اکثر سبب خفیف یا تقیل اصل مصرع میں اور ایک
سبب خفیف آخر مصرع میں لاتے ہیں اور درمیان میں سات فلان ہوتے ہیں ان میں بھی اکثر متحرک اعراب ہوا کرتے ہیں
تر بھنگ کے لغوی معنی ٹوٹنے والے کے ہیں اصطلاح میں اس بحر کو کہتے ہیں جیمین تین جگہ بسرام لینے وقف ہوا اور

اس بحر میں دو دو تک یعنی دو د و مصرعہ مقفے ہوتے ہیں اور کون کی تعداد مقرر نہیں ہے اور بحر صریح کو ہندی میں چوپائی کہتے ہیں اکثر شنیان اسی بحر میں نظم کرتے ہیں۔ ہندی کی ایک بحر میں جبکہ نام سوزر ٹھو ہے قافیہ درمیان شعر کے آتا ہے اور عجب لطف دیتا ہے ظاہر ایسا قافیہ کسی بان میں نہیں آتا جیسے اس سور ٹھ میں

دو ہا لٹا جان اور بات دو جی نہیں | پنگل کرت بکھان چھند سور ٹھ ہوت ہیں |

ان دونوں کون بھی مصرعہ نہیں جان اور بکھان قافیہ ہے اور دو ہد کو لٹا کرنے سے سور ٹھ ہو جائیگا
اسی مضمون کو شاعر نے اس سور ٹھ میں ادا کیا ہے چنانچہ سور ٹھ مذکور کے لٹا کرنے سے یہ دو ہا ہو جائیگا

اور دو جی بات نہیں دو ہا لٹا جان | چھند سور ٹھ ہوت ہیں پنگل کرت بکھان |

دوسرا شہر ارکان افاعیل اور بحر ونکی ترکیب اور دائروں کے

بیان میں

اشعار کے وزن کرنے کے لیے چند طرح کے الفاظ مقرر کیے گئے ہیں ان کو ارکان کہتے ہیں اور بحر میں اُسنی ارکان سے مرکب ہوتی ہیں اور ارکان آٹھ میں جن میں سے دو ختاسی یعنی پنج حرفی ہیں ایک فو لن دوسرا فاعلن اور چوبیسامی ہیں مفعیاعیلن اور مفعولات بضم تابلانوزین اور فاعلاتن اور مستفعلن اور مفعلاتن اور مفعلاتن لیکن عروضی دور کون فاعلاتن اور مستفعلن کو چار قرار دیتے ہیں اور دو قسم کرتے ہیں فاعلاتن اور مستفعلن کو مفضل اور فاعلاتن لاتین اترس تفع لن منفصل کہتے ہیں اس حساب سے دلکن ہوئے لیکن یہ فرق اعتباری ہے اور فائدہ اسکا دائرہ مشبہ و منعکس میں معلوم ہوگا اور وجہ اتصال و انفصال کی کتابت سے معلوم ہو سکتی ہے غرض کہ ارکان کو اصول اور اجزا اور میزان اور تفاعیل اور مفعاعیل اور افعال اور اوزان عروض بھی کہتے ہیں اور اُن سے قرعے شعر کو برابر کرتے ہیں اور یہ رکنان تین جزوئے جنکو اصول سے گانہ کہتے ہیں مرکب ہوا کرتے ہیں سبب - و تہ - فاصلہ - سبب کلہ و حرفی کو کہتے ہیں اور اُسکی دو صورتیں ہیں اگر حرف اول متحرک اور دوسرا ساکن ہو تو اسکو سبب خفیف کہینگے جیسے اب - تو جا - مف - عو - لن وغیرہ اور اگر دونوں حرف متحرک ہوں تو سبب ثقیل کہتے ہیں اور اسطرح کا لفظ سوا عربی کے اور کسی بائین پایا نہیں جاتا یا کسی لفظ کا جز ہوتا ہو جیسے لفظ ہمہ میں ہائے تختی نہ شمار کیا جائے تو سبب ثقیل رہتا ہے اسلئے کہ ہم متحرک ہے ہندی میں سبب ثقیل ترکیب حرفی یا لفظی سے حاصل ہو سکتا ہے مثلاً نما میں نر کو سبب ثقیل اور ہا سبب خفیف

۱۔ بنم میں ہلہ و سکون و اوجہ اول و ثانیہ مفتوح و ثانیہ ہندی مفتوح و ثانیہ مغلوط و التلقا ۲۔

اعتبار کر سکتے ہیں ورنہ دراصل فون حرف نفی اور با صیغہ ماضی ہے و تدریکہ سہ حرفی کو کہتے ہیں اکی و تمین ہیں
 فرد و حرف اول متحرک واقع ہوں اور حرف ثالث ساکن تو اسے و تدریکہ مجموع یا و تدریکہ مقرون کہتے ہیں جیسے دیا
 یا وغیرہ اور اگر حرف اول و آخر متحرک اور حرف وسط ساکن ہو تو اسے و تدریکہ مفروق کہتے ہیں جیسے تار اور پان
 اور تان اور بخت اور تخت اور در و در و در دین حرف ثالث ساکن نہیں اسلئے کہ عرب و خنیو کی اصطلاح میں حرف ساکن
 اس حرف کو کہتے ہیں جسکے باقبل حرف متحرک ہو پس جس حرف ساکن کا باقبل بھی ساکن ہے اسکو صلا ساکن نہیں
 جانتے بلکہ متحرک کے حکم میں کہتے ہیں اور وجہ اسے مرزا قاتیل نے چار شریعت میں اس طرح لکھی ہے کہ عروضی
 ساکن ایسے حرف کو کہتے ہیں جس سے ابتدا محال و منع ہو پس جس حرف ساکن کا باقبل بھی ساکن ہو اسکے ساتھ
 ابتدا کرنا محال نہیں بخلاف ایسے حرف ساکن کے جسکا باقبل متحرک ہے مثلاً سواع کچھ آگ رکھی تھی سوعاشق کا
 دل بنا ہوا ظاہر ہے کہ کچھ آگ لگے مفعول بضم لام کے و زبر ہے اور اگر مفعول مضمووم اللام کی جگہ مفعول بسکون لام
 پڑھیں تو درست نہو اسلئے کہ تقطیع میں یہ وزن لام کے ضم سے آئے بلکہ مفعول سکون لام سے رسالہ عروض میں
 آیا ہی نہیں ہے اور اگر عرب و خنیو نے خلاف کیا جائے تو حسرت کے اس مصرع کا کیا حال ہوگا جو اسی وزن میں ہے
 س نازک دل کے زخم کو مرہم کہو نہو کہ دال دلو کی مفعول کے لام اور آگ کی کاف کے مقابل واقع ہوئی ہے
 پس ایسے کاف کو ساکن نہ کہنا چاہیے یہی حال ہار اور پان اور جان اور بخت اور تخت اور در و در وغیرہ کے
 حروف سوم کا ہو غرضکہ عروضی جس حرف کو ساکن قرار دیتے ہیں وہ کبھی تقطیع میں متحرک نہیں ہو سکتا جیسے ب تو بجا کلا حرف دم کو وہ حرف
 خود دیکھنے نزدیک ساکن ہو متحرک ہو جاتا ہے پس جو حرف ساکن ایسا ہے کہ اسکا باقبل بھی ساکن ہے وہ اس گروہ کے نزدیک
 متحرک ہے مثلاً بدقت اشک اب تکھے ہے شاہدہ اشک کا کاف مفاعیلین کے میم کے مقابل واقع ہوا ہے
 پس اگر ساکن ہوتا تو ابتداء رکن کی اس کے ساتھ کس طرح جائز ممکن ہوتی اور اگر دراصل متحرک نہوتا تو مصرع ناموزون
 پڑھا جاتا صاحب بصیرت پر یہ بات روشن ہے کہ جب واقف عروض یہ مصرع سننا ہے تو بدقت اشک مفاعیلین
 اس کے ذہن میں گذرنا ہے اور بعد اس کے اب تکھے مفاعیلین ذہن میں آئے اگر مصرع میں کاف کی حرکت پڑھتے ہیں
 ظاہر نہو اور سر کی رے موط کی طرح ساکن قطعی قرار پائے تو مصرع کاموزون ہونا منع ہو جائے فاصلاً بھی
 دو طرح پر ہے اگر چار حرف کا کلمہ ایسا ہو کہ اُس میں تین حرف اول متحرک ہوں اور چوتھا ساکن تو اسکو فاصلاً صغیر
 اور فاصلاً صولت کہتے ہیں جیسے عربی میں اَخَذْتُوین کے ساتھ (یعنی اَخَذْنِ) اور فارسی میں معنا اور
 چکنم ہندی میں کوئی لفظ ایسا دیکھنے میں نہیں آیا البتہ ترکیب کے ساتھ حاصل ہو سکتا ہے جیسے گلیا اور زبا
 کہ فون نفی کا ہے اور گلیا اور زبا صیغہ ماضی کا صرح کی زائیں سمجھنی معنی مشوق چوتھ یعنی دیکھتی ہے یا دیکھتا ہے
 نبری معنی دلہن وغیرہ کلمات پائے جاتے ہیں اور اگر باج حرف ایسے ہوں جن میں چار حرف متصل متحرک ہوں

اور پانچان ساکن اُسکو فاصلہ کبرے کہتے ہیں بعض اُسکو فاصلہ مضبوط کہتے ہیں ہندی میں اسکی مثال نہیں
البتہ عربی میں ہے جیسے سکتہ بحالت تونین (یعنی سکتہ تونین) بعض کہتے ہیں کہ چار حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور
سبب خفیف سے بنا ہے اور پانچ حرف کا کلمہ سبب ثقیل اور و تدمقرون سے مرکب ہے اور فاصلہ علحدہ کوئی چیز
نہیں۔ مولوی صہبائی بھی کہتے ہیں کہ یہی حق ہے لیکن جمہور نے اس جزو ثالث کا بھی اعتبار لیا ہے چنانچہ
رکن متفعلن میں بعضوں نے نزدیک و تدمجوع پر فاصلہ صغیر مقدم ہے اور جو لوگ فاصلے کے قائل ہیں
وہ کہتے ہیں کہ و تدمجوع کے پہلے ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف ہے اور متفعلن میں بھی کہہ سکتے ہیں
وہی ترکیب برعکس ہے یعنی فاصلہ یا ایک سبب ثقیل اور ایک سبب خفیف پر و تدمجوع مقدم ہے اور بعضوں نے
فاصلہ کو مانا ہے لیکن سبب ثقیل کے قائل نہیں مرزا قتیل کی بھی یہی رائے ہے اور حق یہ ہے کہ عروض غم میں
فاصلہ نہیں سبب ثقیل و خفیف یا سبب ثقیل و تدمجوع کی ترکیب قرار دی جائے گی اور عروض عرب میں فاصلہ
معجز ہے مثلاً اُحَدِّجْ لفظ عربی کو عروضیان عرب فاصلہ صغیر بولینگے اور صننا کو عروضیان فارسی ثقیل
اور سبب خفیف سے مرکب بتلائیگی سکتھن کو عربی عروض کے فاصلہ کبرے کیسے اور فارسی واسے
ایک سبب ثقیل اور ایک و تدمجوع میں سبب اور و تدمعربی و فارسی میں مشترک ہیں اور فاصلہ عربی کے ساتھ
خصوصیت رکھتا ہے فارسی میں اسکا اعتبار نہیں علیٰ ہذا القیاس ریختہ میں۔ بعض فاصلہ کبرے کو فاصلہ
بضا و مجملہ اور فاصلہ صغیر کو فاصلہ بصا و مملہ کہتے ہیں اور بعضے دو نو کو بضا و مجملہ قرار دیتے ہیں فائدہ
شاعر کو اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ ایک بیت میں فقط اسباب یا او تا و یا فو صل ہی سنون بلکہ سب کا جمع کرنا
لازم ہے گو شعر کے قدیم نے اصول سے گناہ میں اشعار منفرد کہے ہیں لیکن وہ پسند طبائع نہوے جیسا کہ۔

میسر	
گل آشفتنہ اُس کے رو کا	مُتَعَلِّل اُک دنجیری مڑ کا
اس شعر میں سبب خفیف جمع ہوئے ہیں کیونکہ وزن اس کا فعلن فعلن فعلن فعلن سکون عین دوبارہم	
بہادر سنگھ کام بہ ایو نی	
یہ تھوڑی تھوڑی موندے کلانی مٹوٹوٹا	بھلا ہو تیرا قیلا سے خرم چوٹوٹا
اس شعر میں تمام و تدم جمع ہوئے ہیں اسلئے کہ اس کا وزن یہ ہے متاعلن متاعلن متاعلن متاعلن دوبار	
ظفر	
مرا دشمن اگر چہ زمانہ رہا	ترا ہون ہی میں دست بیکانہ رہا
اس شعر میں تمام فاصلے جمع ہوئے ہیں اسکا وزن یہ ہے فعلن فعلن فعلن فعلن کسر میں۔	

دو بار اس بحر میں سے تفعیل منفصل ہے بحر قریب کا یہ وزن ہے مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن دو بار اس بحر میں فاعلاتن منفصل ہے بحر مشاکل کا یہ وزن ہے فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار اس بحر میں فاعلاتن منفصل ہے بحر عریض اس کا وزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن دو بار ہے صاحب حیار لا لا شعار کہتے ہیں کہ اس کا نام مطلوب طویل رکھا ہو لفظ ہر کلمہ کی شکل پر دوسری بحر عمیق اس کا وزن فاعلن فاعلاتن فاعلن فاعلاتن دو بار ہے یہ مقلوب مدید ہے اور عریض کو مستطیل اور عین کو ممتد بھی کہتے ہیں تیسری بحر مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن دو بار ہے اس کے رکن سالمین آٹھ حروف ہیں م ن ا ع ک ا ت ن مگر اس بحر کا کوئی نام نہیں رکھا گیا ہے اور حقیقت میں یہ وزن رجز شمن مجنون مرغل یا کامل شمن موقوف مرغل ہے اور ابو عبد اللہ فرشتی نو بحرین اور دائرہ منقسمہ سے استخراج کی ہیں مگر اہل فن مثل ہر امی سرخی وغیرہ کے نزدیک یہ بحرین مقبول نہیں کیونکہ بحر قدیمہ مشہورہ میں مندرج ہیں غور کیا جاتا ہے تو قاف لکلی نہیں پایا جاتا جیسا کہ مدالوت الجمسم میں غایۃ العروین سے نقل کیا ہے اور وہ بحرین یہ ہیں بحر صمیم اس بحر کا وزن مفاعیلن فاعلاتن فاعلاتن دو بار ہے اس بحر میں فاعلاتن منقسم ہے بحر کبیر اس کا وزن مفعولات مستغفلن دو بار ہے بحر بدیل اس کا وزن مس تفعیلن مس تفعیلن فاعلاتن دو بار ہے اس بحر میں مس تفعیلن منفصل ہے بحر قلیب فاعلاتن فاعلاتن مفاعیلن دو بار ہے اس بحر میں فاعلاتن منفصل ہے بحر حمید اس کا وزن مفعولات مستغفلن مفعولات دو بار ہے بحر صمیم فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن دو بار ہے اس بحر میں فاعلاتن منفصل ہے بحر مسلم مفعولات مفعولات دو بار ہے بحر صغیر تفعیلن فاعلاتن مس تفعیلن دو بار ہے اس بحر میں مس تفعیلن منفصل ہے بحر حمیم فاعلاتن مس تفعیلن مس تفعیلن دو بار ہے بحر اسیمین مس تفعیلن منفصل ہے۔

ایک شخص معاصر حضرت امیر خسرو علیہ الرحمۃ فاشق صادق نام نے اپنے رسالہ جامع الاصناف میں دو رکن متسا علقن اور مفعولاتن بہشت حریفی تازہ اختراع کیے ہیں اور تین بحرین اور اجاد کی ہیں لیکن نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو متسا علقن ابتداء و فعلن کبر عین کا ہے اور مفعولاتن دو فعلن سائن بعین کا اجتماع ہے اول ہجرت یا مخبون ہے اور دوسری متدارک مقطوع اور وہ تین بحرین یہ ہیں اول رکعت متسا علقن متسا علقن متسا علقن متسا علقن دو بار دوم زلل متسا علقن متسا علقن متسا علقن دو بار یہ وزن رجز شمن مطوی مرغل معلوم ہے جسکو بعض رسالہ والوں نے بحر صرح میں ذکر کیا ہے اور یہ انکی غلطی ہے ہر کث متسا علقن رکن مستغفلن کی فرج چنانچہ کئے چکر معلوم ہوگا سوم او فر مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن مفعولاتن دو بار اور صاحب جوامع القواعد نے ایک رکن مفعولاتن ایجاد کر کے منون نام رکھا ہے اور دوسرا مفعولاتن نامے فونانی کے فتح اور عین کے کسر اور

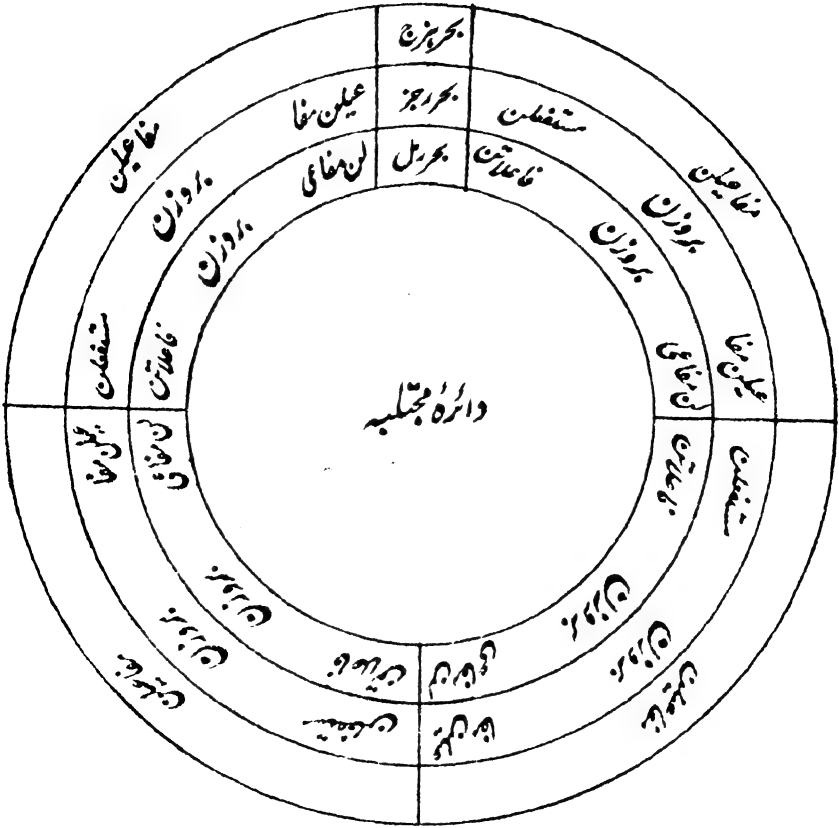
تے فوقانی آئز کے حصے سے ایجاد کر کے اٹھانا مقلد رکھا ہے کہ یہ مفعولاتن دونوں کن یا کن الیٰین کا اجتماع ہے اور
مستعدت فعل فعل کے وز پر ہے اور یہ دونوں کن فعل کی فرع ہیں اول اشرم ہے اور دوم مقبوض ہے
علاوہ ان کے اور بھی بحرین ہیں خبب مفعول فاعل مفعول فعلال دوبار مواضع فاعلتن مفعول فعلون
یا علتن مفعول فعلون دوبار قرین مفعول مفاعیل مفاعیل فعلون فعلاتن دوبار رگو یا ہرج مشمن اخرج مکنوف
نزد وینا پر نہ تاتن برتھا دیا ہے) غرض یہ ہے کہ افعال محصور ہیں نہ فرع یعنی ارکان فاعیل دس سے زائد نہیں
آسکتے اور جو رکن پایا جائیگا وہ انہی کی ترکیب کو کی پیشی وغیرہ سے پیدا ہوگا اور فروع کی شکلین اور بحر وئے
تفسیرات محصور نہیں پنا پنج عرب اور متقدمین شمرے عم کے یہاں بھی ایسی شکلین ارکان کی مستقل ہیں جو ریخ ہیں
نہیں کبھی جاتیں پس ہم بقدر فروع بیان کریں گے وہ وہ ہیں جو غالباً موجود ہیں اور ان سے سوا کبھی حاصل ہونا
مکن ہے۔

دارون کا بیان

انہی بحرین میں سے ایک بحر کے سبب اور وتد و فاصلے کو مقدم اور موخر کرین تو اس سے دوسری بحر
نکل سکتی ہے اور مکھنا اس طرح کا ہوتا ہے کہ اس وزن کے الفاظ نکل آتے ہیں پھر ان الفاظ کی جگہ اصلی ارکان کھینچتے
ہیں اور اس امر کو قات بحر کہتے ہیں اور اس کے واسطے دائرے بھی مقرر ہیں یعنی ارکان کو ایک دائرے میں لکھتے ہیں
پس مدور جگہ میں لکھنے سے ایک رکن کا جزہ آخر دوسرے رکن کے جزو اول کے متصل ہونا بے تکلف
معلوم ہو جاتا ہے اور جو بحرین باہم سبب و تد فاصلے کی تقدیم و تاخیر سے نکلتی ہیں ان کو کہتے ہیں کہ ایک
دائرے سے ہیں۔

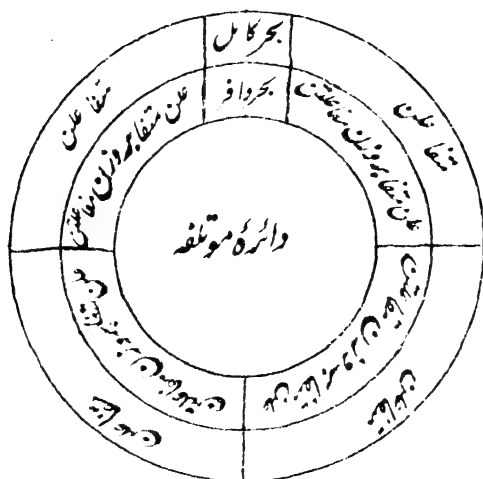
مثلاً رکن مفاعیلن کو کہ اس میں اول وتد مجموع پھر دو سبب خفیف ہیں اگر چار بار پڑھیں تو بحر
ہرج ہے اور اگر دو وزن سبب خفیف وتد مجموع پر مقدم کر کے عین مفاعیلن چار بار پڑھیں تو بحر وزن سبب خفیف
بحر جز ہو جائے اور وتد مجموع کو دونوں سببوں کے بیچ میں ڈالیں اور لن مفاعلی چار بار پڑھیں تو
بر وزن فاعلاتن بحر مل ہو جائے پس یہ تینوں بحرین ایک دائرے سے نکل سکتی ہیں اور
چونکہ اس دائرے میں ارکان کے سبب اور وتد اور فاصلے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لکھتے ہیں اسلئے
اس کام کا نام مجلبہ رکھا گیا ہے کیونکہ جلب کے معنی کھینچنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لکھنے کے ہیں صورت

اُس دائرے کی یہ ہے۔

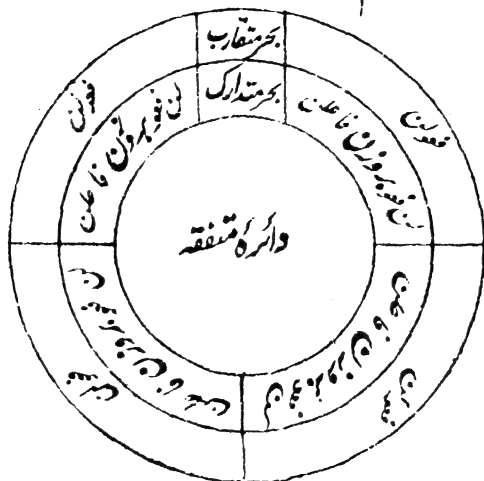


ایسے ہی رکن متفاعلن کو کہ اُس میں فاصلہ صفر سے و تہ مجموع پر مقدم ہے اگر چار بار پڑھیں تو بحر کامل ہے اگر اُس کے برعکس و تہ مجموع کو فاصلہ صفر سے پر مقدم کریں اور چار بار پڑھیں تو علن متفاعلن متفاعلن بحر وافر ہے پس یہ دو بحرین بھی ایک ہی دائرے سے نکلتی ہیں اور اُس دائرے کا نام متعلقہ ہے اس لیے کہ اُلفت سے ماخوذ ہے اور ان دو نون بحرون کے ارکان میں اُلفت ہے یعنی جیسے بحر خویل کا رکن متفاعلن فاصلہ صفر سے و تہ مجموع سے مرکب ہے اسی طرح بحر وافر کا رکن متفاعلن

و تد مجموع اور فاصلہ صفر سے بنا ہو۔ اس دائرے کی صورت یہ ہے

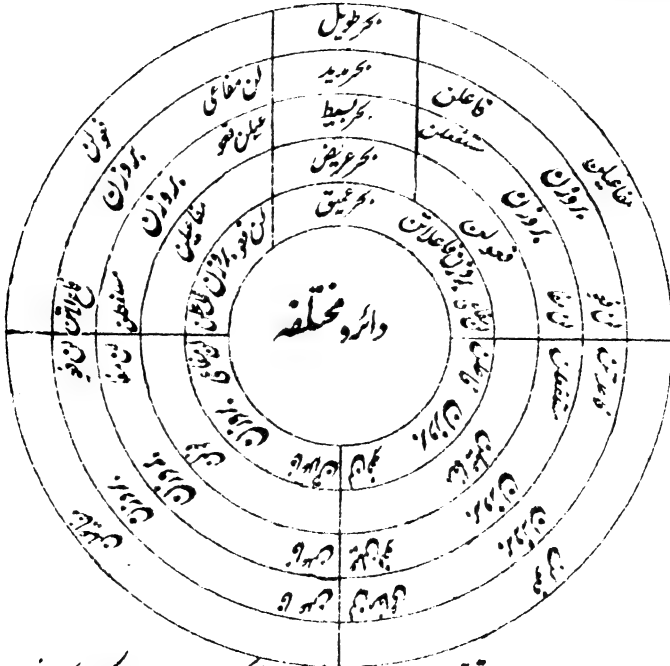


اسی طرح اگر رکن فعلین کو چار بار پڑھیں تو بحر متعارف ہو اور جو سبب خفیف یعنی ان کو فوری کہ و تد مجموعہ مقدم کر کے ان کو چار بار پڑھیں تو بحر داف یعنی بحر متدارک بنتی ہے اس دائرے کا نام متفقہ ہو اس لیے کہ دونوں بحر داف رکن و تد اور سبب سے مرکب ہونے میں اتفاق رکھتے ہیں صورت دائرے کی فعل میں کمی جاتی ہے پہلے اس دائرے سے صرف بحر تعارف حاصل ہوئی تھی اور منفرد نام تھا بعد خلیل بن امیر کے جب انھوں نے بحر متدارک ایجاد کی تو اس دائرہ کا نام متفقہ رکھا۔



بحر طویل اور بحر بدید اور مبتدیع بھی ایک دائرے سے ہیں یعنی بحر طویل مرکب ہو فوعلین سے یہ کن چار بار

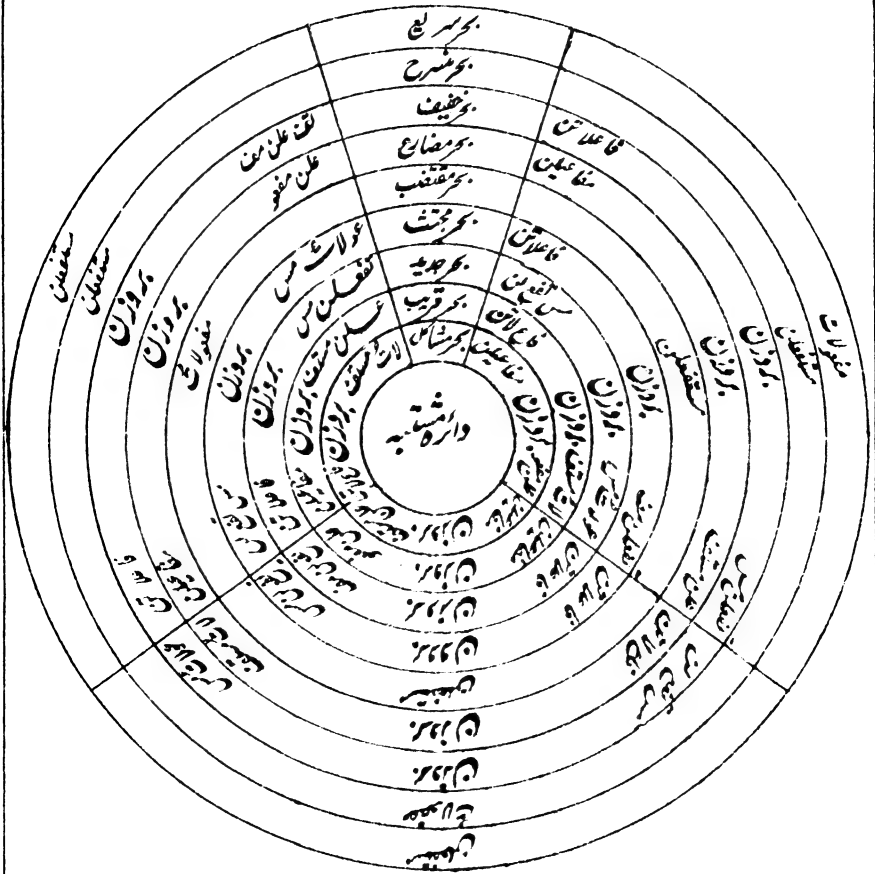
آتے ہیں پس اگر فعلوں کے سبب خیف سے شروع کریں اور وہ مجموع کو آخرین ڈال دیں تو لن مفاعیلن فوجا بارہم
بر وزن فاعلان فاعلن چار بار یہ بحر مدید ہے اور اگر مفاعیلن کے پہلے سبب خیف سے شروع کریں اور وزن
یعنی فاعل کو آخرین ذکر کریں تو عیلن فعلون مفاعا چار بار بر وزن مستفعلن فاعلن چار بار ہو جائے یہ وزن بحر سبط کا ہے
اور بعض فضیول نے بحر عریض اور عین کو بھی اسی دائرے سے لٹکا کر کیا ہے بحر عریض مفاع سے شروع کر کے مفاعیلن
فعلون چار بار ہے اور بحر عین لن سے شروع ہو کر لن فواین مفاعی چار بار بر وزن فاعلن فاعلان چار بار ہو جس حساب سے
پانچ بحرین ایک دائرے سے نکلتی ہیں اور دائرہ کا نام مختلف ہے کیونکہ ارکان باہم مخالفت ہیں کوئی تناسی بہر کوئی سباعی
اس دائرے کی صورت یہ ہے۔



بحر مدید اور بحر سبط اور بحر عریض اور بحر عین ایک دائرے سے جبکہ دائرہ مشتبہ کہتے ہیں
نکلتی ہیں مگر اس صورت میں کہ بحر مدید کا بحر سبط اور بحر عریض کا بحر مدید اور بحر سبط کا بحر عریض
مستفعلن اور بحر مدید کا بحر سبط اور بحر عریض کا بحر مدید اور بحر سبط کا بحر عریض
یہ بحرین مشتمل ہیں اور بحر مدید و خیف مسدس الاصل ہیں مثلاً بحر سبط کا یہ وزن ہے مستفعلن مستفعلن فاعلن
اگر دوسرے مستفعلن سے شروع کریں اور اول کو نیچے ڈال دیں تو مستفعلن مستفعلن فاعلن دو بار ہو جائے
یہ بحر مدید مسدس ہے اور اگر دوسرے مستفعلن کے سبب خیف ثانی سے شروع کریں اور ماقبل کو آخرین لائیں تو

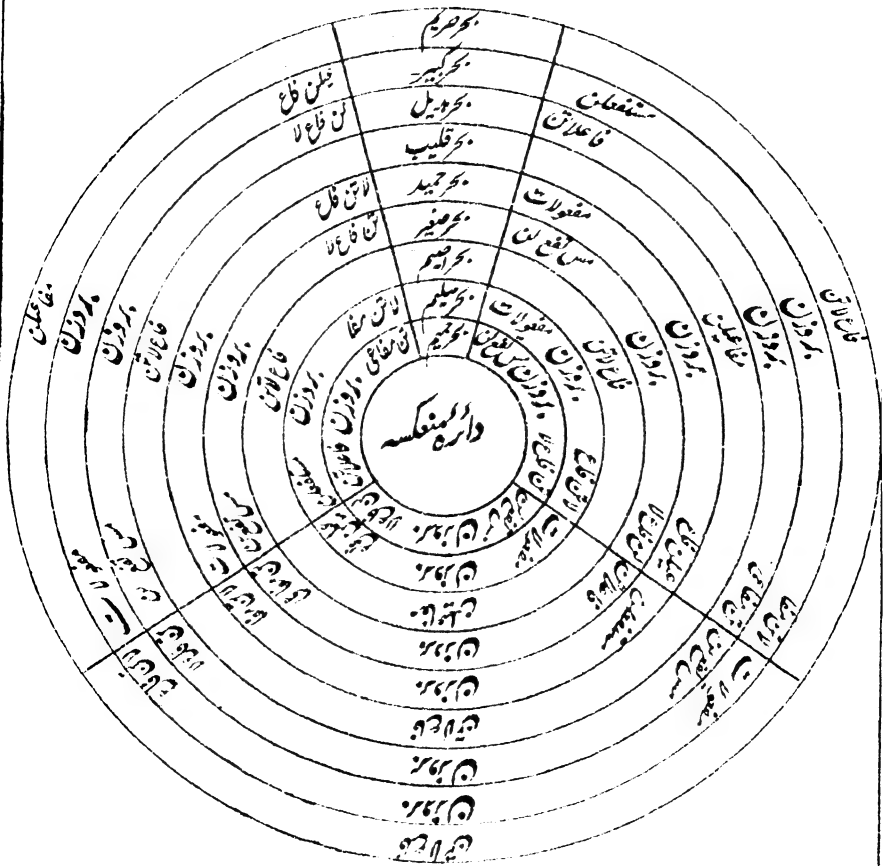
نعلن مفعولات مستفعلن مس بروزن فاعلاتن مستعلن فاعلاتن دوبار بحر خفیف ہو جائے اور اگر مستفعلن ثانی کے
تد مجموع سے پڑھیں توعلن مفعولات مستفعلن مستف دوبار بروزن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن ہو جائے
ور یہ بحر مضارع مسدس ہے تنبیہ بحر خفیف میں مس تفعیلن اور بحر مضارع میں فاعلاتن منعزل ہو سیکے کہ بحر
خفیف میں عو کے وزن پرس اور لائے کے وزن پر تفع اور مص کے وزن پر کن ہے یوں مستفعلن بنا ہے اور
عر مضارع میں لائے کے وزن پر قاع اور مص کے وزن پر لاتن ہے اس طرح فاعلاتن حاصل ہوا ہے اور
بحر سر لبع کو مفعولات سے شروع کیا جاوے تو مفعولات مستفعلن مستفعلن دوبار بحر مقتضب مسدس
ہو جائے اور اگر مفعولات کے دوسرے سبب خفیف سے ابتداء کریں تو عولات مستفعلن مستفعلن مف
دوبار بروزن مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن دوبار بحر محبت مسدس ہو جائے (اس میں بھی
رکن میں تفعیلن منعزل ہے اس لیے کہ عو اور لائے اور مس کے مقابل میں اور تفع اور کن واقع ہوا ہے)
بحر جدید اور قریب اور مشاکل بھی اسی دائرے سے نکلتی ہیں لیکن اگر بحر سر لبع کے مستفعلن اول کے
سبب ثانی سے پڑھیں تو تفعیلن مستفعلن مفعولات مس دوبار بروزن فاعلاتن فاعلاتن مس تفعیلن
دوبار ہو جائے یہ بحر جدید ہے اس بحر میں مس تفعیلن منعزل ہے اس لیے کہ عو کے مقابل میں اور
لائے کے مقابل تفع اور مس کے مقابل کن واقع ہوا ہے اور اگر مستفعلن اول کے وتد مجموع سے
شروع کریں اور سبب کو مؤخر کریں توعلن مستفعلن مفعولات مستف دوبار بروزن مفاعیلن مفاعیلن
فاعلاتن بحر قریب ہو جائے اس بحر میں فاعلاتن منعزل ہے کیونکہ لائے مستف کے مقابل
واقع ہوا ہے اور اگر مفعولات کے وتد مفروق سے شروع کریں تو لائے مستفعلن مستفعلن مفعو دوبار
بروزن فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دوبار بحر مشاکل ہو جائے اس بحر میں بھی فاعلاتن
منعزل ہے کیونکہ فاع مقابل لائے کے اور لاتن مقابل مستف کے واقع ہوا ہے اسی سبب سے
بعضوں نے اس دائرے کا نام وتد رکھا ہے لیکن اس دائرہ مشتبه میں وتد مفروق واقع ہیں
اور وجہ اشتباہ بھی اس میں یہی ہے کہ مس تفعیلن اور فاعلاتن دولان متصل اور منفصل
واقع ہوئے ہیں پس دونوں میں شبہ پڑتا ہے اور سہروردی نے کہا ہے کہ بحرین اس کی
مشتبه ہیں فائدہ میثم الدین فیہر حدائق البلاغت میں کہتے ہیں کہ بحر جدید اور
بحر قریب اور بحر مشاکل کو کہ متاخرین کی اختراع سے ہیں اساتذہ نے استعمال نہیں کیا اور
نہ یہ بحر بانچون دائروں میں سے کسی دائرے سے نکلتی ہیں یہ لکھنا ان کا صحت کے خلاف ہے
اس لیے کہ یہ تینوں بحرین دائرہ مشتبه سے بموجب تشریح مندرجہ بالا نکلتی ہیں۔

صورت دائرے کی یہ ہے۔



تعب یہاں اہل خرد سے کہ جو راسدس اور شمن کو ایک دائرے سے انکساک کرنے کے لیے بڑا نقصان گوارا کرتے ہیں ان کی بعینہ نظیر یہ ہے کہ ایک عضو کی اصلاح کے واسطے دوسرا عضو صحیح اور سالم کاٹ ڈالا جائے اور پھر بھی کوئی نفع معتد بہ مترتب نہو یہ نہیں سوچتے کہ جب شمن بحرین مسدس ہو گئیں باوجودیکہ وہ ہمیشہ شمن ہی مستقل ہیں تو ایک دائرے سے مکالمے سے کیا فائدہ حاصل ہو الطف الفکاک اس صورت میں ہے کہ اصل رکن بحر کے مخدوف نہوں اور اسکی صلوٰۃ یہ ہے کہ ثمنات کے واسطے ملحدہ ایک دائرہ تجویز کیا جائے اور مسدسات کے واسطے جداگانہ دائرہ قرار دیا جائے لیکن ہم دودا اُسے کہتے ہیں کہ جن سے بخوبی شمن بحرین

بحر کبیر - قلبیہ حمید - حیم وغیرہ جنکو ابو عبد اللہ قرشی نے استخراج کیا ہے وہ دائرہ منکسہ سے نکلتی ہیں اس دائرہ کی ہر ایک بحر دو و تد مجموع اور چار و تد مفروق پر مشتمل ہے برعکس دائرہ مشتبہ کے کہ اس کی ہر بحر چار و تد مجموع اور دو و تد مفروق کو شامل ہے اسی واسطے نام بھی اسکا منکسہ کہلا ہے صریح - قلبیہ - صمیم میں فاع لاتن متصل ہے اور بدیل - صغیر - حیم میں مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے یہ نو دن بحرین دائرہ منکسہ سے اس طرح نکلتی ہیں (۱) بحر صریح کا وزن یہ ہے مفاعیلن فاعلاتن فاعلاتن اس میں فاع لاتن منفصل ہے (۲) اگر مفاعیلن کے تد مجموع کو مؤخر کے پہلے سبب خفیف سے شروع کریں عیلن فاع لاتن فاعلاتن مفاعیلن مفعولات مفعولات متفعلن ہو جائے یہ بحر کبیر ہے (۳) اگر مفاعیلن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کریں اور متقبل کو آخرین لائین تو لن فاع لاتن فاعلاتن مفاعیلن بروزن متفعلن متفعلن فاعلاتن بحر بدیل ہو جائے اس بحر میں مس تفع لن منفصل واقع ہوا ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع پڑا ہے (۴) اگر پہلے فاع لاتن سے شروع کریں اور مفاعیلن کو پیچھے کر دیں تو فاع لاتن فاعلاتن مفاعیلن بحر قلبیہ ہو جائے اس میں فاع لاتن منفصل ہے (۵) اگر پہلے فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کریں اور تد مفروق کو آخرین لائین تو لاتن فاعلاتن مفاعیلن فاع بروزن متفعلن مفعولات متفعلن بحر حمید ہو جائے (۶) اگر پہلے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کریں اور اول کو آخرین لائین تو تن فاعلاتن مفاعیلن فاعلا بروزن متفعلن فاعلاتن بحر صغیر ہو جائے اس میں مس تفع لن منفصل ہے اس لیے کہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے (۷) اگر دوسرے فاع لاتن سے شروع کریں اور اس کے مقابل کو مؤخر کر دیں تو فاع لاتن مفاعیلن فاعلاتن ہو جائے اور یہ بحر اقصیہ ہے اس میں فاع لاتن متصل ہے (۸) اگر اسی فاع لاتن کے پہلے سبب خفیف سے شروع کریں اور تد مفروق کو پیچھے پڑھیں تو لاتن مفاعیلن فاعلاتن فاع بروزن متفعلن مفعولات مفعولات ہو جائے اور یہ بحر سلیم ہے (۹) اگر دوسرے فاع لاتن کے دوسرے سبب خفیف سے شروع کریں پہلے تمام اجزاء کو پیچھے کر دیں تو تن مفاعیلن فاعلاتن فاعلا بروزن فاعلاتن مس تفع لن متفعلن بحر حیم ہو جائے اور اس میں مس تفع لن منفصل ہے کیونکہ فاع کے مقابل تفع واقع ہوا ہے -



تیسرا شہر زحاف کے بیان میں

منفی نہ ہے کہ جو رکن اوپر بیان کیے گئے ہیں ان کی جگہ پر اسی صورت یعنی اسل وضع پر
 اٹھا استعمال نہیں ہوتا بلکہ اکثر اس سے حرز میں کمی بیشی تسکین و تبدیل وغیرہ کرتے ہیں جس سے
 ایک بحر سے کمی بچ رہی اور اب یہ رکن سے کمی ارکان جنکو فروغ کرتے ہیں پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ تغیر کبھی

کسی حرف کے ساکن کرنے سے کبھی کم کرنے سے کبھی کچھ زیادہ کرنے سے ہوتا ہے اور اس تغیر کا نام زحاف ہے اور زحاف جمع زحف کی ہے اور زحف بالفتح کے معنی لغت میں تیر کے نشانے سے بیڑ چا جانے اور کسی چیز کے اصل سے دور ہو جانیکے ہیں اور بعض کے نزدیک زحاف حرف اول کے کسر سے لغت میں تیر کے نشانے کے پاس پہنچ جانے کے معنی میں ہے اور اصطلاح علم عروض میں تغیر و تبدیل و کمی بیشی اور ساکن کرنے حروف ارکان کو کہتے ہیں اگر زحاف کو زحف کی جمع قرار دیا جائے تو یہ جمع مفرد کی جگہ مستعمل ہے اور دوسری صورت میں زحاف لفظ مفرد ہو گا نہ جمع اور نہایت الراجح سے بھی یہی بات ہے اور ارکان کا متغیر ہونا تین طرح سے ہوتا ہے یا متحرک کو ساکن کر دینا یا بعض حروف کو کم کر دینا یا بعض حروف رکن میں بڑھا دینا متاخرین تمام تغیرات کو زحاف کہتے ہیں اور متقدمین کے نزدیک اس تغیر کا نام زحاف ہے جو حرف آخر سبب خفیف یا ثقیل میں واقع ہو اگر وہ تدا یا فاصلے یا سبب کے حرف اول میں کسی قسم کا تغیر ہو گا تو علل ہے لیکن متقدمین کا قول آج کل مشہور نہیں علی العموم ہر ایک تغیر کو زحاف ہی کہتے ہیں ہم بھی طریقہ مردہ کو پسند کر کے عام طور پر زحاف سے بحث کرتے ہیں اور بے فائدہ ناظرین کتاب کو علما میں نہیں ڈالتے بعض اہل فن نے زحاف و علل کو علیحدہ علیحدہ قرار دیکر دونوں کی تفصیل جدا جدا کی ہے لیکن اپنے ہی قول سے مخالف ہو کر زحاف کو علل میں اور علل کو زحاف میں داخل کر دیا ہے۔ تاہم زحاف دو قسم ہیں منفردہ اور مزدوجہ منفردہ وہ کہ کسی رکن میں ایک ہی تغیر واقع ہو مثلاً خرم اسے کہتے ہیں کہ اس قدر مجموع اسے جو رکن کے اول میں واقع ہو پہلا حرف گرا دینا اور کف یہ ہے کہ رکن کے ساونین حرف ساکن کو ساتھ کر دینا مزدوجہ وہ ہے کہ ایک سے زیادہ تغیر لیکر کن میں واقع ہوں اور نام ایک ہو اور تغیرات مزدوجہ میں سے بعض ثنائی ہیں بعض ثلاثی ثنائی وہ کہ دو تغیر سے مرکب ہیں اور ثلاثی وہ کہ تین تغیر سے مرکب ہوں نہیں سے بعض کے لیے لقب خاص یعنی لفظ مفرد و مطلق ہوتا ہے ثلاثی کی ضرب ہو کہ اجتماع خرم و کف کا نام ہو اور ثلاثی کی جمع ہو کہ یا اجتماع کف و عقل و خرم کا نام ہے پس جمہ میں تغیرات سے مرکب ہے ایک خرم دوسرے کف تیسرے عقل اور بعض کے لیے کوئی لقب خاص مقرر نہیں ہوتا بلکہ ترکیب مفردات کے موافق اسے تعبیر کرتے ہیں جیسے مقبوض سابع زحاف منفردہ ہائیس ہیں اوالہ۔ اضمار۔ ترفیل۔ تبسغ۔ تشعیش۔ تلم۔ جب۔ جبع۔ حذو۔ حذت۔ ضبن۔ خرم۔ دفع۔ صلح۔ طح۔ عصب۔ عصب۔ قبض۔ قصر۔ قطع۔ کف۔

۱۲۱ در باب لغات ۱۲

۱۲ غیاث اللغات ۱۲

۱۲ علت کی جمع ہو ۱۲

زحف - اور زحاف فرد وجہ الکیں ہیں - تبر - نرم - جحف - حجم - خبل - ضرب - خزل - خلع - ریح - زل -
شتر - شکر - عقل - قصف - کسف - نحر - نقص - وکص - ہتم -

ان میں سے بعض مخصوص کسی ایک بحر سے ہیں بعض مشترک ہیں چند جو ملین اور بعض عروض عربی سے
مخصوص ہیں اور بعض عروض فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں بعض مشترک ہیں دونوں میں اس کتاب میں
انہیں نہایت کا ذکر ہوگا جو رخیہ میں مستعمل ہیں اور رخیہ میں زیادہ وہی زمانہ مستعمل ہیں جو شعر فارسی
کے استعمال میں ہیں کیونکہ اردو کی شاعری انہی کا فیضان ہے مگر تکمیل فن کی غرض سے بعض وہ زمانہ
بھی کہیں کہیں ذکر کیے جائینگے جو رخیہ میں مستعمل نہیں ہوں زحافات کے بعد جو فرع حاصل ہوتی ہیں
انکے دو ہیں ایک مولف ایک غیر مولف مولف اس فرع کو کہتے ہیں جسکی تعمیر و دکلونے ہوتی ہو جیسے
مقبوض سنغ اور غیر مولف وہ ہے کہ اسکی تعمیر و دکلونے ہوا اگرچہ اسکا مصداق دو تعمیر سے مرکب ہو
مگر لفظ میں مفرد ہو جیسے اخرب کہ عبارت ہے از غم و کفوف سے یہ بیان محل زحاف کا تھا اب مفصل تعمیر
ارکان کے لکھا جاتا ہے اور تفصیل ارکان کی ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں اور سب رکن باعتبار ترکیب
تحریر کے دس قرار دیے ہیں -

ارحافات مفاعیلین

رکن مفاعیلین کے بارہ زحاف ہیں - خرم - کف - قصر - قبض - شتر - حذف - ضرب - ہتم - زل -
جب - تبر - سنغ -
خرم بفتح خاء معجمہ سکون ولے مملکت میں اسکے معنی اوٹ کے تنھیں میں حلقہ ڈالنے کے ہیں اور
اصطلاح میں مراد ہے اتفاق حروف اول و متجموع سے جو رکن کے اول میں واقع ہو پس مفاعیلین سے مفاعیلین
رہتا ہے اسکی جگہ مفعول رکھتے ہیں کیونکہ اہل عروض کا قاعدہ ہے کہ جو رکن مزاحف بے مشی یا غیر متوزن
رہتا ہے اسکو لفظ مانوس متفق اوزن سے مل لیا کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے اس رعایت کو
ملاحظہ رکھتے ہیں اور جہاں ممکن نہیں ہوتا ناچار لفظ محل کے ساتھ تعمیر کرتے ہیں جیسے فح -
کف لفتح کاف و تشدید فال کے لغوی معنی بار رکھنا ہیں اور اصطلاح علم عروض میں رکن کے ساتویں
حرف ساکن کے گرنے کو کہتے ہیں پس مفاعیلین سے مفاعیلین بضم لام رہتا ہے -

قصر بفتح قاف و سکون صلا مملہ ولے مملہ اسکے لغوی معنی چھوٹا کرنا ہیں اور اصطلاح میں مراد ہے اساقط
حرف ساکن سبب خفیف کا جو آخر رکن میں واقع ہوا ہو اور ساکن کرنا اسکے ماقبل کا پس مفاعیلین سے لن سبب
خفیف کا ساکن گر چہ اولام ساکن ہلکیا مفاعیلین رہا فائدہ ہر چند کہ مفاعیلین کلام عروضیہ کے نزدیک

متحرک ہے اسلئے کہ وہ حروف موقوف کا اعتبار نہیں کرتے یعنی جس حرف کا ماقبل ساکن ہو اسکو متحرک مانتے ہیں مگر چونکہ قصر مصرع کے آخر میں واقع ہوتا ہے اور حرف آخر میں سکون کو چاہتا ہے اسلئے حرف مذکور کو ضرورۃً ساکن مان لیتے ہیں میزان اللفظ میں لکھا ہے کہ مفاعیل لبکون لام کی جگہ فو لان بہتر ہے تاکہ مفاعیل مکون کے ساتھ کتابت میں التباس پیدا نہ ہو۔

قبض نفع قاف و سکون باء موحده و سکون ضا و معجزہ اسکے لغوی معنی پنجے سے پکڑ لینا ہیں اور اصطلاح میں عبارت ہے اس سے کہ رکن کے پانچویں حرف ساکن کو جو سبب میں ہو کر دینا پس مفاعیل کا پانچواں حرف ساکن یا تختانی ہے اسکو گرنے سے مفاعیل رجا آتا ہے۔

شعر نفع شین معجزہ و نفع ثنات فوقانی و سکون رے مطلقہ لغت میں اسکے معنی پلک کے پھر جانے اور کٹ جینے ہیں اور عروضیوں کی اصطلاح میں عبارت ہے و قلع خرم و قبض سے پس سبب خرم کے حسب مندرجہ بالا مفاعیل سے میم گر اور بسبب قبض کے یا تختانی کہ حرف پنجم ہے سا قاط ہوئی تو فاعل ر گیا۔

حذف نفع حائے مطلق و سکون ذال معجزہ ذال کے مننے ذال دینا ہیں اور اصطلاح میں مراد ہے اسقاط سبب خفیف سے جو رکن کے آخرین ہو پس مفاعیل سے لن کہ آخر کا سبب خفیف ہے کہ پڑا مفاعی رہا اسکو اسے چونکہ فعلن سے بدل لیا۔

حزب نفع خال معجزہ و سکون رے مطلقہ و باء موحده اسکے معنی ویران کرنا ہیں اور اصطلاح عروض میں مراد ہے اجتماع خرم و کف سے پس میم مفاعیل کا بسبب خرم کے اور فعلن بسبب کف کے گر دیا تو فاعل ر گیا اسکو مفعول سے بدل لیا۔

ہشتم نفع باء موحده و سکون تاء فوقانی و میم اسکے معنی جڑ سے دانت توڑنا ہیں اور یہاں مراد ہے اجتماع حذف و قصر سے پس مفاعیل سے لن بسبب حذف کے گرا و رے تختانی بسبب قصر کے گر کر عین ساکن ہو گیا تو مفعول رہا اسکو فعلن لام ساکن سے بدل لیا یہ زحاف مصرعہ کے آخرین آتا ہے۔

جذب جیم مفتوح اور باء موحده کی تشدید سے اسکے لغوی معنی تھکی کرنا ہیں اور اصطلاح عروض میں دو سبب خفیف جو آخر رکن میں ہوں انکے حذف کرنے کو کہتے ہیں پس مفاعیل سے عی اور لن دو سبب گر مفاہرہ گیا اسکی جگہ فعل لکھ دیا لام ساکن سے یہ زحاف بھی مصرعہ کے آخرین آتا ہے اور بعض جب کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ رکن مفاعیل میں دو مرتبہ حذف کو عمل میں لانا جب ایک مرتبہ مفاعیل کے آخر سے سبب خفیف سا قاط کیا تو مفاعی رہا اور دوسری مرتبہ بسبب خفیف کے حذف کرنے سے مفاہرہ گیا جسکو فعل سے بدل لیا پہلی مرتبہ زحافات مفردہ سے ہو گا اور دوسری نقد پر زحافات مزدوجہ میں سے۔

وَلَمْ يَنْفَعْ زَلَمٌ مَجْرُؤًا لَامٌ اَوَّلٌ وَسَكُونٌ لَامٌ وَوَمِ اسْكُو مَعْنَى رَانَ كَابُ غُوشَتِ هُوَ نَاجِنٌ اَوْرَصَطْلَحَ مِیْنِ
اجتماعِ خرم و ہتم کو کہتے ہیں پس مفاعیلین سے بسببِ خرم کے فاعیلین اور سببِ ہتم کے فاعِ باقی رہ گیا۔
کثیر نفعِ باے موحده و سکون تائے فوقانی و رے مہل لغت میں دم کلٹنے اور بڑے اگھیرنے کو کہتے ہیں
اور اصطلح میں مراد اجتماعِ خرم و جب سے ہے پس میم بسببِ خرم کے اور دونوں سبب بسببِ جب کے حذف
ہو گئے فاعیلین سے فاعِ باقی رہا اسکو فاع سے بدل لیا۔

تسبیغ نفع تائے فوقانی و سکون سین مہل و کسر لے موحده و یائے تخفانی معروف اور سکون غین معجمہ سے
لغت میں اس کے معنی تمام کرنا ہیں اور اصطلح میں مراد ہے اس سے کہ ایک سبب خفیف کے بیچ میں جو آخر کرکین
واقع ہوا جو الٹ زیادہ کرنا پس مفاعیلین سے مفاعیلان ہو گیا یہ زحافِ آخر میں اپنے اصلی رکن مفاعیلین کے
ہموزن لگنا جاتا ہے اسی طرح مفاعیل اور فحولن ہموزن شمار کیے جاتے ہیں اور فحول و فعل باہم اور فاع و فع
آپس میں ایک وزن میں خیال کیے جاتے ہیں بشرطیکہ آخر مصرع میں فاع ہوں وسط کلام میں کی ویشی درست نہیں
پس یہ بارہ زحاف مفاعیلین کے ہوئے اور فحج اسکی اٹھارہ میں یعنی رکن مفاعیلین اہل ہے اور بعد واقع ہونے
زحاف کے اٹھارہ صورتیں اسکی ہوجاتی ہیں مفعولن اخرم ہے مفاعیل لام مضموم سے مفعولن ہے مفاعیل
لام ساکن سے مقصور ہے مفاعیلن مقبوض ہے فاعلن اکثر ہے مفعول لام کے ضم سے اخرم ہے فحولن
محدوف ہے فحول لام ساکن سے ہتم ہے فعل نفع میں و سکون لام محبوب ہو فاع ازل ہے فن اکثر ہے
مفاعیلان مسبغ ہے مفاعیلان مقبوض مسبغ ہو یہ فرع ووز مافونے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مفاعیلین
قبض کی وجہ سے مفاعیلن ہوا اور جب مفاعیلن میں تسبیغ کی وجہ سے ایک لفظ زیادہ کیا گیا تو مفاعیلان ہو گیا
اسی لیے مفاعیلان کو مقبوض مسبغ کہتے ہیں مفعولان اخرم مسبغ ہے یہ فرع خرم اور تسبیغ کے جمع ہونے سے بنی ہے
خرم کی وجہ سے مفاعیلین فاعیلن ہوا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور تسبیغ کی وجہ سے اس میں ایک لفظ زیادہ کر
مفعولان کر لیا فاعلان اکثر مسبغ ہے اس لیے کہ مفاعیلن شتر کی وجہ سے فاعلن ہوا اور تسبیغ کی وجہ سے فاعلن
فاعلن بن گیا ہے فحولان محدوف مسبغ ہے حذف کی وجہ سے مفاعیلن مفاعی ہوا اسکو فحولن سے بدل لیا اور
تسبیغ سے فحولن فحولان بن گیا غیاث لافات میں اسی طرح لکھا ہے حالانکہ یہ اور مقصود یعنی مفاعیل وقف لام سے ایک ہی
وزن ہے فاعلن بسکون میں اخرم محدوف ہے یہ فرع خرم اور حذف کے جمع ہونے سے حاصل ہوتی ہے اس لیے
کہ مفاعیلین خرم کی وجہ سے فاعیلن ہوجاتا ہے اور حذف کے سبب سے فاعی رہتا ہے اسے فاعلن سے بدل لیتے ہیں
فعلان بسکون میں اخرم مقصور ہے اس لیے کہ خرم کی وجہ سے مفاعیلین فاعیلن ہوا اور قصر کے سبب سے فاعیل
لام ساکن سے رہا اسکو فعلان سے بدل لیا

از خانات فاعلاتن

فاعلاتن متصل کے دس زحان ہیں خبن۔ کف تشعیش۔ قصر۔ شکل۔ حذف۔ تبر۔ ربح۔

بحر یسین

خبن نفع قلب مجرہ سکون بے موجدہ و سکون لون اسکے لغوی معنی چھپا دینا یا لپیٹ دینا اور درمیان سیدنا جن اصطلاح عروض میں مراد ہے مقاطع حرف ساکن سبب خفیف سے جو کہن کے اول میں ہو پس فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا فائدہ یہ زحان بحر مضارع کے فاعلاتن میں نہیں آتا اس سبب سے کہ خبن سبب خفیف کے ساتھ مخصوص ہے اور مضارع میں جو فاعلاتن ہے اسکا اول میں وند مفروق ہے کیونکہ وہ منفصل ہے۔ کف کان کے فتح آوردنے کی تشدید سے باز رکھنا یہاں مراد ہے اسقاط ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاعلاتن فاعلاتن بضم تار گیا۔

قصر بفتح قاف و سکون صاد و مایہ و لے مملو کہن کے آخر سے سبب خفیف سے حرف ساکن کے گرنے اور اسکے اقبل کے ساکن کے نہ کو کہتے ہیں پس سبب قصر کے فاعلاتن سے لون کہ سبب خفیف کا حرف ساکن ہوگا اور اسکے اقبل کی تے فوقانی ساکن ہوگا فاعلاتن بسکون تار گیا اور فاعلان سے بدل لیا تاکہ فاعلاتن مضموم التباس نہ ہو۔

تشعیش نفع قلب فوقانی و سکون شین و کسر صین مملو و سکون بے معروف و ثانی مشابہ موقوف لغت میں اسکے معنی پر اگندہ کہنے کے ہیں اصطلاح میں وند مجموع کے دو حرف متحرک میں سے پہلے حرف کے گرنے کو کہتے ہیں اور یہ قول انفس کلمہ اور تطرب کا قول ہے کہ تشعیش وند مجموع کے حرف ساکن کے گرنے اور اسکے اقبل کے ساکن کرنے سے مراد ہے اور غلیل کہتا ہے کہ وند مجموع کے دوسرے متحرک کے گرنے کا نام تشعیش ہے پس فاعلاتن میں علا وند مجموع ہے سبب تشعیش کے فاعلاتن یا فاعلاتن بسکون لام یا فاعلاتن رہا ان کو مفعول سے بدل لیا اور رواج کہتا ہے کہ تشعیش زحافات مزدوجہ میں سے ہو کہ اول فاعلاتن میں خبن کرتے ہیں یعنی سبب خفیف اول کے ساکن کو گرا دیتے ہیں بعد اسکے وند مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دیتے ہیں پس الف ناول کے حذف کر نیچے بعد فعلاتن عین کے کسر سے رہا جاتا ہے اور عین کو ساکن کر دینے کے بعد فعلاتن بن جاتا ہے جس کو مفعول سے بدل لیتے ہیں فائدہ معنی طوسی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کر دینے کے بعد اسکا حرف متحرک وند مجموع سے تکریم حرف متحرک جمع ہو جائیں اور جب درمیان کے حرف متحرک کو جو وند مجموع کا پہلا حرف ہوتا ہے ساکن کیا جائے تو اس تغیر کو ہم تسکین کہتے ہیں اور تسکین کا شمار زحافات مزدوجہ میں ہرگز اگرچہ تسکین حقیقت میں یہ ہے کہ وند کے متحرک اول کو ساکن کر دین اور پہلے سبب خفیف سے گھر چھوڑ دینا کا وقوع۔

ایک تغیر سابق پر موقوف ہے اور وہ سبب خفیف کے حرف ساکن کو حذف کرنا ہے ایسے تسکین کو مرکبات میں داخل کیا گیا۔ زجاج مفعول کو مخبون مسکن نہیں کہتا بلکہ مشعث کہتا ہے مشعث میں اگرچہ جار فعل ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی عبارت مخبون مسکن سے ہے پس مخبون مسکن عین مشعث ہے اور مشعث عین مخبون مسکن ہے یہ زحاف بحر مضارع کے رکن فاعلاتن میں نہیں آتا اس سبب سے کہ اس میں تہ مجموعہ نہیں ہے۔

شکل ۱ بفتح شین مجرہ وسکون کاف ولام اسکے معنی لغت میں چو پائے کے پاؤں ہی سے باندھنا ہیں اور اصطلاح عروض میں مراد اجتماع خن وکف سے ہے پس فاعلاتن سے بسبب خن کے الف گر فاعلاتن اور بسبب کف کے نون گر فاعلاتن لایعتم باقی رہ گیا یہ بھی بحر مضارع میں نہیں آتا ایسے کہ خن وکف کے جمع ہونے کا شکل ہوا اور بحر مضارع کے فاعلاتن میں خن ہی نہیں ہوتا۔

حذف بفتح حاء حلی وسکون ذال مجرہ وفامعنی ذال نیٹا ایسے اصطلاحی معنی حذف کرنا سبب خفیف کا ہیں جو رکن کے آخر میں واقع ہو پس فاعلاتن سے تن گر کر فاعلا رہ گیا اسکی جگہ فاعلن رکھ دیا۔

شعر بفتح بے موحده وسکون تاء فوقانی دہلے مملہ موقوف اسکے لغوی معنی دم کا ٹاپنا ہیں اور اصطلاح میں حذف و قطع کے جمع ہونے کو کہتے ہیں پس فاعلاتن سے بسبب حذف کے فاعلا رہا اور قطع کی وجہ سے الف گر کر اسکا ما قبل ساکن ہو گیا تو فاعل بنا اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا بعض اسکو بجائے بترکے کے مقطوع محذوف کہتے ہیں اور بعض اسکو صرف مقطوع کہتے ہیں اور ان کا قول ہے کہ فاعلاتن میں قطع ایسے واقع ہوتا ہے کہ آخر سے سبب خفیف کو مع ساکن و تہ مجموعہ کے گرا دیا جاتا ہے اور اسکا حرف ما قبل کو ساکن کو دیا جاتا ہے تنبیہ قطع رکن فاعلاتن منفصل میں نہیں آتا ایسے کہ اس میں و تہ مجموعہ نہیں اور اس زحاف کے واسطے کہ رکن و تہ مجموعہ کا ہونا شرط ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ مفعولن مشعث کے محذوف کرنے سے بھی فعل پیدا ہوتا ہے یعنی مفعولن سے بسبب حذف کے لن گر کر مفعول رہا اسکو فعلن سے بدل لیا پس ایک فعلن ابتر ہے اور ایک مشعث محذوف اور فعلن مخبون محذوف مسکن بھی ہے یعنی فاعلاتن مخبون سے بسبب حذف کے تن گر کر فاعلا عین متحرک ہے ہوا اور بسبب تسکین کے عین ساکن ہو گیا پھر اسکو فعلن ساکن العین سے بدل لیا اور زحاف نظیر الدین طوسی کے نزدیک یہی بہتر ہے کیونکہ اس جگہ خن لازم ہے۔

رُفْع بفتح راء مملہ وسکون بے موحده ووقف عین مملہ بمعنی جار ہونا مراد ہے اجتماع خن و تہ سے پس فاعلاتن سے بسبب خن کے فاکے بعد کا الف گر گیا اور بسبب تہ کے آخر کا سبب یعنی تن و اسکا ما قبل کا الف گر کر لام ساکن ہو گیا اس صورت میں قبل ساکن اللام باقی رہا بعض لوگوں نے اسکی ترکیب اور طرح بھی لکھی ہے

جسکا مال یہی ہے جس نے بیان کیا تفصیل کا فرق ہے اور یہ زحاف چونکہ مرکب ہے جن اور حذف اور قطع سے
اس لیے بعض اسکو مخبون مخذوف مطلق بھی کہتے ہیں۔

محذف بفتح جیم وسکون حلی ووقف فامعنی نقصان کرنا اور کھال اتارنا اور گیند کا ایک لپٹا
عروضیوں کی اصطلاح میں مراد ہے فعلاتن مخبون کے فاصلہ صفر کے حذف کرنے سے پس فعلاتن سے
تن باقی رہا اسکی جگہ نقل کر لیا۔

تبسیغ تفصیل کے وزیر مراد ہے اس سے کہ سبب خفیف جو آخر رکن میں واقع ہوا ہو اس میں اضافہ یا
پس فاعلاتن سے فاعلاتن ہوا اسکی جگہ فاعلیان استعمال کرتے ہیں یہ رکن آخر میں اپنے اصلی رکن فاعلاتن کا
ہم وزن شمار کیا جاتا ہے اور رکن مخذوف اور مقصور بھی ایک ہی وزن میں محسوب ہوتے ہیں یہ دونوں حالت
فاعلاتن کے ہوتے اور اسکی فرع سولہ ہیں فعلاتن کسر عین مخبون ہے فاعلاتن بضم تاء کنوف ہے مخفون
مشعت یا مخنون ممکن فاعلان بسکون نون مقصور فعلاتن کسر عین وضم تاء مشکول فاعلان مخذوف فعلان
بسکون عین اجزا مشعت مخذوف یا مخنون مخذوف مسکن یا مقطوع یا مقطوع مخذوف فعل کسر عین بسکون
لام مزع فاعلیان مسبق فعلان کسر عین مخبون مخذوف یہ فرع دوزحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے
اس طرح کہ فاعلاتن جن کی وجہ سے فعلاتن ہو گیا اور حذف کی وجہ سے فعلاتن کے آخر سے تن گر گیا تو فعلان
کسر سے رہا اسکو فعلان سے بدل لیا فعلاتن کسر عین وسکون تاء فو قانی مخبون مقصور ہے یہ فرع دوزحافون
جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن کو جن نے فعلاتن کر دیا اور قصر کی وجہ سے فعلاتن کا نون حذف ہو کر تاء
فوقانی ساکن ہو گئی اس طرح فعلاتن حاصل ہو گیا اس کو فعلان سے بھی بدل لیتے ہیں فعلان بسکون عین
وسکون نون مخبون مسکن مقصور ہے یہ فرع کئی زحافون کے جمع ہونے سے بنی ہے فاعلاتن جن کی وجہ سے
فعلاتن کسر عین ہوا اور فعلاتن مخبون کے عین کو ساکن کرنے سے فعلاتن ہو گیا اور پھر قصر کی وجہ سے
اس کے آخر کا نون ساقط ہو کر نون کے ماقبل کی تاساقط ہو گئی پس فعلاتن بسکون عین و تاء کو فعلان بسکون عین
و نون سے بدل لیا اور اس فرع کو مشعت مقصور بھی کہہ سکتے ہیں یعنی فاعلاتن میں تشعیت اور قصر کے جمع ہونے سے
بھی فعلان حاصل ہو سکتا ہے اس طرح کہ تشعیت کی وجہ سے فاعلاتن فاعلاتن یا فاعلاتن ہوا جاتا ہے
اور جب قصر اس میں آتا ہے تو آخر کا نون حذف ہو کر تاء فوقانی ساکن ہو جاتی ہے پھر فاعلاتن یا فاعلاتن یا
فاعلاتن فعلان سے بدل جاتا ہے اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تشعیت کی وجہ سے فاعلاتن فعلاتن بسکون عین سے
ہو جاتا ہے جیسا کہ زجاج کا مذہب ہے اور قصر کے باعث سے فعلاتن تاء ساکن سے رہتا ہے اسکو فعلان سے
بدل لیتے اسکو مقطوع مسبق بھی کہتے ہیں اور پھر مسبق بھی بولتے ہیں اس لیے کہ زحاف قطع یا تکرار واقع ہونے سے

فاعلاتن فعلین بسکون عین بنتا ہے اور فعلین میں تسبیح کے آنے سے فعلان ہو جاتا ہے اور خواجہ نصیر الدین کے نزدیک چونکہ یہاں غبن لازم ہے اسلئے غبون مسکن و مقصور ہی سمجھنا چاہیے فاعل غبون مسبغ جو بہ فرع دوزخا فونکے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کو جھٹ کی وجہ سے فاعلاتن فع ہو گیا اور رفع تسبیح کے سبب سے فاعل بگیا فعلیان کبسر عین و کسر لام و تشدید یائے تحتانی غبون مسبغ ہے غبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلان کبسر عین ہوا اور اسمین تسبیح کے آنے سے فعلاتان ہو گیا جسکو فعلیان سے بدل لیا مفعولان مشت مسبغ ہو تسمیث کی وجہ سے فاعلاتن مفعولن ہو تا ہے اور تسبیح کے سبب سے مفعولن مفعولان بن جاتا ہے اس کا نام غبون مسکن مسبغ بھی ہے کیونکہ فاعلاتن غبن و تسکین کی وجہ سے فعلاتن سکون عین سے ہو جاتا ہے اور تسبیح کے باعث سے یہ فعلاتان بن جاتا ہے پھر مفعولان سے بدل لیتے ہیں۔

زحافات فاعلاتن

فاعلاتن متصل کے تین زحافات ہیں۔ کف۔ قصر۔ حذف۔
کف۔ مراد ہے گرنے ساکن ہفتم سبب خفیف سے پس فاعلاتن سے فاعلات بضم تار گیا۔
قصر کہتے ہیں ساکن سبب خفیف رکن آخر کے گرنے اور اُس کے اقبل کے ساکن کرنے کو پس فاعلاتن سے فاعلات بسکون تابقی رہا اُسکو فاعلاتن سے بدل لیتے ہیں تاکہ فاعلات مضموم اتنا سے امتیاز رہے۔
حذف اُس سبب خفیف کے گرنے کو کہتے ہیں جو رکن کے آخر میں ہو پس فاعلاتن اُسکو فاعلاتن سے بدل لیا اور اُسکی فرع بھی تین ہیں فاعلات بضم اتنا مفعولان بسکون فاعلاتن مفعولان حذف۔

زحافات مستغفلن

رکن مستغفلن متصل میں زحافات آتے ہیں۔ غبن۔ ط۔ قطع۔ خیل۔ خلع۔ رفع۔ حذف۔ اذالہ۔ تریض۔
غبن یعنی حذف کزحاف ساکن سبب خفیف کا جو رکن کے اہل میں آیا ہو پس مستغفلن سے بسبب غبن کے سین گر کر مستغفلن رہا اُسکو مفاعلن سے بدل لیا۔
کٹے نفع طے مٹھی و تشدید یائے تحتانی بمعنی لینا اصطلاح میں مراد ہے اسقاط ساکن چارم و دو سبب خفیف میں سے جو رکن کا اول میں بے فاصلہ واقع ہوں پس مستغفلن سے بسبب ط کے حرف فاگر کر مستغفلن رہا اُسکو مقتول کبسر عین سے بدل لیا یہ زحاف تسقین متصل میں نہیں آتا کیونکہ اسمین چوتھا ساکن و تدریس ہے نہ سبب خفیف میں اور ط کے واسطے دو سبب خفیف کا اول رکن میں بے فاصلہ واقع ہونا شرط ہے۔
قطع نفع قاف و سکون طے مٹھی و عین مٹھی اصطلاح میں مراد ہے حرف ساکن و تدریس مجموع کے حذف کرنے اور اُس کے اقبل کے ساکن کرنے سے بشرطیکہ رکن کے آخر میں واقع ہوا ہو پس مستغفلن سے بسبب قطع کے نون گر کر

لام ساکن ہو گیا اور مستفعل باقی رہا اسکی جگہ فاعل بن گئے۔

مَجْبُولُ نَفْعِ غَلَسَ مَجْرَمٌ وَسَكُونٌ بَلَّ مَوْجِدٌ وَلام اس کے لغوی معنی ہاتھ پاؤں کاٹنا ہیں اور اصطلاح میں افعالِ مَجْبُولِ نَفْعِ غَلَسَ سے مستفعل بننے کے سبب غنبن کے حرف سین اور سبب ط کے فُرُکَرِ مَسْتَفْعَلِیْنِ رہا اسکو فاعل بن نفع عین و لام سے بدل لیا۔

خَلَعَ نَفْعِ غَلَسَ مَجْرَمٌ وَسَكُونٌ لام و عین مہملہ اس کے لغوی معنی کپڑے اتارنے کے ہیں اور نہان مراد ہوا جمعِ مَجْرَمِ و قطع سے پس مستفعل بننے کے سبب غنبن کے بموجب تشریح مندرجہ بالا سین اور سبب قطع کے فون گر کر لام ساکن ہوا اور مستفعل رہا اسکی جگہ فاعل رکھ دیا۔

رَفَعَ نَفْعِ رَمَّ مہملہ وسکون فاعلین مہملہ اس کے لغوی معنی اٹھانے کے ہیں اصطلاح میں ایک سببِ خفیف کے حذف کرنے کو کہتے ہیں اُس کن سے جس کے اول میں دو سببِ خفیف واقع ہوئے ہوں پس مستفعل بننے کے فاعل رہا اسکو فاعل بن سے بدل لیا۔

حَدَّوْ نَفْعِ حَلَّ حَلَّی وَذال منقوطہ اول مفتوح و ذال منقوطہ دوم ساکن یعنی ٹھوٹا ہونا دوم کا اصطلاح میں عبارت ہے اسقاط و تدمجوع سے جو آخر رکن میں واقع ہو پس مستفعل بن سے مستفعل رہا اس کی جگہ فاعل وسکون عین رکھ دیا اور یہ زحاف مستفعل منفصل میں نہیں آتا اس لیے کہ اس میں تدمجوع نہیں ہوتا۔

اِذَالَهُ کَبِیرُ الْفِ نَفْعِ ذَالِ نَفْطٍ وار وسکون الف دوم و نفع لام معنی من و لا ذکر نما اصطلاح میں عبارت ہے ایک الف و تدمجوع میں قبل از ساکن زیادہ کرنے سے بشرطیکہ و تدرکن کے آخر میں واقع ہوا ہو پس مستفعل بن سے مستفعل رہا اس کی جگہ زحاف مستفعل منفصل میں نہیں آتا اس لیے کہ اس میں ایک و تدرقوق در میان دو سبب خفیف کے ہے۔

تَرَفَّیْلُ نَفْعِ تَفَّیْلُ فَوْقَانِ وسکون بے مہملہ و کسر فاعلین وسکون یے تختانی و لام معنی در میں کھینچنا اور و را ذکرنا اور تہرگ کرنا یہاں مراد ہے و تدمجوع آخر رکن پر سبب خفیف زیادہ کرنے سے پس مستفعل بن سے مستفعل بن ہو گیا اس کی مستفعلات بن سے بدل لیا یہ زحاف بھی مستفعل منفصل میں نہیں آتا کیونکہ اس میں تدمجوع نہیں ہے فائدہ فارسی اور اردو میں یہ زحاف کم آتا ہے عربی میں بکثرت۔

یہ نو زحاف مستفعل کے ہوتے اور فروع یہ ہیں یعنی زحاف کے بعد ایسی فعلین اور نام پیدا ہوتے ہیں۔
مفاعِلن مَجْبُولن مَفْعُولن مَقْطَعن فَعْلَتُنْ مَجْبُولن مَفْعُولن مَخْلَع فاعِلن مَرْفُوع فَعْلُنْ مَسْکُونِ مِینْ مَوْذُوسْتَفْعِلَانِ مَذَالِ مَسْتَفْعِلَاتِنْ مَرْفُوع مَفَاعِلَانِ مَجْبُولن مَذَالِ یہ فروع دو زحاف کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ مستفعل غنبن کی وجہ سے مفاعِلن ہوا اور مفاعِلن اِذَالَهُ کی وجہ سے مفاعِلان ہو گیا مفعولان

مطوسی نڈال ہے مستغفلن لم کی وجہ سے مستغفلن ہوا اور مستغفلن اذالہ کے سبب سے مستغفلان بن گیا فعلتان میں
اور لام کی تحریک سے مخبول نڈال ہے اس فرع میں خیل اور اذالہ جمع ہوئے ہیں خیل کی وجہ سے مستغفلن فعلن ہوا
اور فعلتن اذالہ کے باعث سے فعلتان ہو گیا فاعلان مرفوع نڈال ہے یہ فرع زحاف رفع اور اذالہ کے
جمع ہونے سے بنی ہے رفع کی وجہ سے مستغفلن فاعلن ہو گیا اور فاعلن اذالہ کے باعث سے فاعلان بن گیا
مفاعلاتن مخبون مرفعل ہے خبن کی وجہ سے مستغفلن مفاعلن ہو گیا اور مرفعل کے سبب سے اس کے آخر میں
تن دیا وہ ہو کر مفاعلن تن بنا جسکو مفاعلاتن سے بدل لیا فاعلن محذوف محذوف ہے اس فرع میں حذو وحذف
یہ دو زحاف جمع ہوئے ہیں مستغفلن حذو کی وجہ سے مستغفل ہو کر فاعلن مسکون عین بدل گیا پیچھے خان کے
آخر سے بوجہ حذف کے سبب خفیف سا قاطع ہو گیا پس رفع ہو گیا فاعلن محذوف مقصور ہے یہ فرع حذو اور قصر کے
جمع ہونے سے بنی ہے حذو کی وجہ سے مستغفلن مستغفل رہا اور قصر کی وجہ سے مستغفل کے پچھلے سبب خفیف کا
حرف ساکن سا قاطع ہو کر اسکا ماقبل ساکن ہو گیا پس نے کے حذف ہو کر تک فوقانی کے ساکن ہوئے البتہ
نشت رہا اسکو فاعل سے بدل لیا۔

ازحافات مس تفع لن

زحافات مس تفع لن متصل کے پانچ ہیں - خبن - قصر - شکل - تسبیغ - کف -
خبن سے حرف ساکن سبب خفیف جو رکن کے اول میں ہو کر جاتا ہو پس تفع لن سے سین گزر کر
تفع لن رہا اسکو مفاعلن سے بدل لیا۔
قصر سے حرف آخر سبب خفیف کا جو آخر رکن میں ہو کر جاتا ہے اور ماقبل اسکا ساکن ہو جاتا ہے پس
مس تفع لن سے تفع لن حرف آخر کے سکون سے رہ گیا اسکی جگہ مفعولن رکھ دیا۔
شکل سے مراد اجتناع خبن و کن کا ہو پس مس تفع لن سے سبب خبن کے حرف سین اور سبب کف کے
حرف نون گزر کر متصل بضم لام رہا اسکو مفاعل مضموم لام سے بدل لیا۔
تسبیغ سے یہ مراد ہے کہ سبب خفیف کے درمیان میں جو رکن کے آخر میں واقع ہو ایک لٹ لیا وہ کر دینا
پس مس تفع لن سے مس تفع لان ہو گیا جیسا کہ صاحب میزان الاصحار نے حدائق البلاغت سے نقل کیا ہے
مستغفلن متصل میں مستغفلان نڈال کہلاتا ہے اور یہاں مسغ -
کف اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ رنگن کے ساتویں ساکن کو کہ سبب خفیف میں ہو کر دین پس
مس تفع لن سے مس تفع لان کے ختم سے رہ جاتا ہے۔ اور نیز مس تفع لن کے ہیں مفاعلن مخبون مفعولن
مقصود مفاعل بضم لام مشکول مس تفع لان مسغ مستغفل بضم لام مکفوف مفعولن مخبون مقصور

یہ رفع مس تفعیل میں خبن وقف کے جمع ہونے سے حاصل ہوئی ہے اس طرح کہ خبن کی وجہ سے مس تفعیل من متفعیل ہوا اور پھر قصر کی وجہ سے کھلے سبب خفیف کا حرف ساکن سا قظ ہو کر اُس کا پہلا حرف ک لا م ہے ساکن ہو گیا اور اب مُتَفَعِّلُ رہ گیا جس کو فَعُولُن سے بدل لیا مفاعِلان مخبون مذل ہے مس تفعیل سے بوجہ خبن کے مفاعِلن حاصل ہوا اور جب بوجہ اذالہ کے آخر کے و تہ مجموع میں ساکن سے ماقبل ایک الف بڑھایا تو مفاعِلان ہو گیا۔

زحافات مفعولات

زحاف مفعولات بضم تاء فو قانی کے نو ہیں۔ وقف۔ طر۔ خبن۔ خیل۔ کسف۔ رفع۔ صل۔ جمع۔ بحر۔ وقف۔ نفع۔ واو۔ سکون۔ کاف۔ وفا بمعنی کھڑا ہونا اصطلاح میں مراد ہے اسکان تاء مفعولات سے پس مفعولات بسکون تارہ گیا اور مفعولان سے بدل کیا اور یہ بدل لینا محض واسطے امتیاز مفعولات غیر موقوف کے ہے ورنہ مفعولات بھی غیر مانوس نہیں۔
طر مراد ہے سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کے دور کرنے سے پس سبب طر کے واو گر کر مفعولات یعنی زحافات زحاف اسکی جگہ فاعلات بضم تاء لگے۔

خبین سبب خفیف اول کا ساکن گرنا پس سبب خبن کے لئے گر کر مفعولات سے مفعولات بضم تاء لگ کر مفعولات یا مفاعیل سے بدل لیا اور ان دونوں کا حرف آخر مضموم ہے۔
خیل یعنی اجتماع خبن و طر کا پس مفعولات سے سبب خبن کے لئے اور سبب طر کے واو گر کر مفعولات زحافات زحاف اسکی جگہ فاعلات تاء مضموم سے بدل لیا۔

کسف نفع کاف و سکون سین مملہ وفا کھڑا بیوقوف اور اونٹ کی ایڑی کا شے کے معنی میں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کسف شین مجہول سے برہنہ کرنے کے معنی میں ہے لیکن صاحبان کشف و شفا و قاموس و مفتاح اسے پہلے لغت سے تصحیف بتاتے ہیں اور اصطلاح میں مراد ہے اس سے کہ وہ موقوف کے دوسرے متحرک کو گردین میں تاء آخر کے سقوط کے بعد مفعولات سے مفعولات باقی رہے کہ اس مفعول سے بدل لیتے ہیں اور صاحب مفتاح کے نزدیک کسف اجتماع وقف و کف کا نام ہے پس مفعولات سبب وقف کے مفعولات بسکون تارہ اور سبب کف کے تاء ساکن گر کر مفعولات زحافات زحاف اس کی جگہ مفعولن کھدا پہلے قول کے مطابق کسف زحافات مفردہ میں سے ہو گا اور دوسرے قول کے موافق زحافات مزدوجہ رفع بمعنی اٹھانا بیان مراد ہے دور کر دینا سبب خفیف کا جواول رکن میں واقع ہو پس مفعولات سے مفعولات رہ گیا اسکی جگہ مفعول لام مضموم سے بدل لیا۔

تحریر: نکتہ نون و سکون حلقہ حلقی و رلے مملہ سنیہ کاٹنا اور اونٹ کو مار ڈالنا اصطلاح میں عبارت ہے
بعد جمع کے اسقاط الف سے پس مفعولات بسبب جمع کے لات بسکون تاربا تھا اور اس سے الف ساتھ ہوا
تولت ہ گیا اسکو فتح سے بدل لیا یہ نوزحان مفعولات کے ہیں اور فروع اسکے مستقر ہیں مفعولان
باعلان تون موقوف فاعلات بضم التا مطوی مضاعف بضم اللام مخبون فعلات بضم عین بضم عین تاجنول
مفعولن کسوف مفعول بضم لام مرفوع فعلن بسکون عین اصلم قاع مجزوع فتح منحور فاعلہ مغزوع
اور منحور ہوزن شمار کیے جاتے ہیں فاعلان بسکون مطوی موقوف یہ فرع لم اور وقف کے جمع ہونے سے
بنی ہے مفعولات لم کی وجہ سے مفعلات بضم تا ہو گیا اور وقف کی وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اس کو
فاعلان سے بدل لیا مضاعف بسکون لام مخبون موقوف ہے ضبن کی وجہ سے مفعولات مفعولات بضم تا
اور وقف کی وجہ سے اسکا حرف آخر ساکن ہو گیا جس کو مضاعف سے بدل لیا فاعلان مطوی کسوف
اس فرع میں لم اور کسوف دونوں زحان جمع ہوئے ہیں مفعولات لم کی وجہ سے مفعلات ہوا اور کسوف کی
وجہ سے مفعلا رہ گیا اسکو فاعلان سے بدل لیا فعلات بضم عین و سکون تاربا فوقانی مخبول موقوف ہے
یہ فرع جبل اور وقف کے جمع ہونے سے بنی ہے مفعولات بسبب انشیل کے مفعلات بضم تاربا اور وقف کی
وجہ سے حرف آخر ساکن ہو گیا اسکو فعلات سے بدل لیا اسکی جگہ فعلان عین تحریر کے ساتھ بھی استعمال
کیتے ہیں فعلان عین ساکن کے ساتھ مخبول موقوف مسکن ہے فعلن کسوف عین مخبول کسوف ہے
جبل کی وجہ سے مفعولات مفعلات لفتح میم وضم عین وضم تاربا فوقانی رہ گیا اور کسوف کی وجہ سے تاربا
فوقانی گر گئی اور مفعلا باقی رہا اسکو فعلن سے بدل لیا فعولن مخبون کسوف ہو مفعولات ضبن کی وجہ سے
مفعولات بضم تاربا اور کسوف کی وجہ سے حرف آخر گر کر مفعولا ہو گیا جس کو فعولن سے بدل لیا
فعولان مخبون موقوف ہے اس لیے کہ ضبن ووقف کی وجہ سے مفعولات بسکون تاربا ہو گیا اس کو
فعولان سے بدل لیا۔

زحافات مفاعلتن

مفاعلتن کے آٹھ زحافات ہیں۔ مصب۔ عصب۔ قسم۔ عقل۔ حجم۔ نقص۔ عقص۔ قطف۔
عصب لفتح عین مہملہ وسکون صاومہملہ و ہائے موحده اسکے لغوی معنی فراہم کرنا شاخ کے درخت کا
کاٹنے کے لیے اور خشک ہونا تھوک اور زبان کا منہ میں پیاس کی وجہ سے ہیں۔ اصطلاح میں عبارت ہے
اسکان لام مفاعلتن سے پس بسبب عصب کے مفاعلتن بسکون لام رہا اسکو مفاعیلین سے بدل لیا۔

عصب لفتح عین مہملہ وفتح ضاومہملہ وسکون ہائے موحده اسکے لغوی معنی شاخ کا ٹوٹنا ہیں اصطلاح میں
رکن مفاعلتن میں خرم کرنے سے مراد ہے یعنی اُس وند مجموع کا جو رکن کے اول میں ہو پہلا حرف گرا دینا
تو یہاں میم گر کر فاعلتن رہا اسکی جگہ مفتعلن نقل کر لیا۔

قسم لفتح قاف وفتح صاومہملہ وسکون میم اسکے معنی دانت توڑنا ہیں اور مراد ہر اجتماع خرم اور
عصب بصاومہملہ سے پس مفاعلتن سے بسبب خرم کے میم گرا اور بسبب عصب کے لام ساکن ہو گیا
فاعلتن رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا۔

عقل لفتح عین مہملہ وسکون قاف ولام لغوی معنی اس کے اونٹ کے بازو اور ساق باندھنے کے ہیں
اصطلاح میں اجتماع عصب بصاومہملہ اور قبض کو کہتے ہیں پس مفاعلتن کا بسبب عصب کے لام ساکن ہونا
اور بسبب قبض کے گر چڑا مفاعلتن رہا اسکو مفاعلتن سے بدل لیا۔ اور مولوی سعد الدین نے قول المانوس
فی صفات القاموس میں یون کہا ہے کہ عقل مفاعلتن میں عصب اور قبض کے جمع ہونے کا نام ہے پس
مفاعلتن بسبب عصب کے مفاعیلین ہو گیا اور پھر معصوب مذکور قبض کی وجہ سے یاے تختانی گر کر مفاعلتن
بن گیا غرض کہ مولوی صاحب اول مفاعلتن کا لام عصب کی وجہ سے ساکن کر کے مفاعیلین سے بدلتے ہیں
اور پھر مفاعیلین کی یاے تختانی کو قبض کی وجہ سے گراتے ہیں اور ہائے پہلے قول میں یہ بیان ہے کہ
مفاعلتن کا لام بسبب عصب کے ساکن ہو جاتا ہے اور اسکو بغیر مفاعیلین سے بدلے ہوئے بوجہ قبض کے
لام ساکن کو گر ادیتے ہیں پس مفاعلتن رہتا ہے وہ مفاعلتن سے بدل دیا جاتا ہے مطلب ایک ہی ہر طرز بیان
فرق ہے اور صاحب خزرجیہ کہتا ہے کہ عقل عبارت ہے اس سے کہ مفاعلتن کے سبب نقیل کے دوسرے
متحرک کو کہ پانچواں حرف رکن یعنی لام ہے گرا دین پس مفاعلتن کو مفاعلتن سے بدل لیتے ہیں اور میں صورتیں
عقل زحافات مفردہ میں سے ہو گا فائدہ یہ مفاعلتن مشابہ ہے ساتھ اُس مفاعلتن کے جو مفاعیلین سے
بسبب قبض کے حاصل ہوئے لیکن امتیاز یہ ہے کہ یہ مفاعلتن معقول سوا بوجہ اخر کے نہیں آتا اس لیے
کہ زحافات عقل لکن مفاعلتن سے خصوصیت رکھتا ہے اور رکن مفاعلتن مخصوص ہے بوجہ اخر سے۔

جُزْمُ نَفْعِ جِیمِ تازی و میمِ اول و سکونِ میمِ دوم اسکے لغوی معنی مرد کا لڑائی میں بے نیزہ ہونا ہیں اور اصطلاح عروض میں یہ ہے اجتماعِ عقل و خرم سے پس مفاعلتن سے بسببِ قفل کے لام ساکن ہو کر گر گیا اور بسببِ خرم کے میم متحرک حذف ہوئی فاعلتن باقی رہا اسکو فاعلتن سے بدل لیا۔

نقص بمعنی کم کرنا مراد اجتماعِ عصب بہ صا و مملہ و کف سے ہو پس بسببِ عصب کے مفاعلتن کا لام ساکن ہوا اور بسببِ کف کے نون ساکن گر پڑا مفاعلتن بضم تا باقی رہا اسکو مفاعیل بضم لام سے بدل لیا۔ عَقَصُ بفتح عین و سکون قاف و صا و مملہ بمعنی زلفوں کے بال لپیٹنا اور اصطلاح میں عبارت ہے اجتماعِ خرم و نقص سے پس بسببِ خرم کے مفاعلتن سے میم گر آیا اور بسببِ نقص کے لام ساکن ہو کر نون حذف ہوا فاعلتن بضم تارہ گیا اسکی جگہ مفعول بضم لام لے آئے۔

قَطْعُ نَفْعِ قاف و سکون طے مملہ و فال اسکے لغوی معنی انگور وغیرہ کا خوشہ کاٹنا ہیں اصطلاح عروض میں مراد ہے اجتماعِ عصب بصاد و مملہ اور حذف سے پس مفاعلتن سے بسببِ عصب کے لام ساکن ہوا اور بوجہ حذف کے آخر کا سببِ خفیف گر گیا مفاعل لام کے سکون سے رہا اسکی عوض میں فعلن لے آئے۔

یہ آٹھ زحافات مفاعلتن کے ہیں اور فروغ کے یہ نام ہیں معصوب صا و مملہ سے مفاعیلین امضاب ضا و معجم سے منقطعین اقضم مفعولین منقول مفاعلین اجم فاعلتن منقوص مفاعیل بضم لام مقص مفعول بضم لام مقطوف مفعولین۔

زحافات مفاعلین

زمان رکن مفاعلین کے سات ہیں۔ اضمار۔ نقص۔ خزل۔ قطع۔ حذف۔ اذالہ۔ ترتیل۔

اضمار یکسر الف و سکون ضا و معجم و میم و الف و رے مملہ اسکے لغوی معنی گھوٹے کا دبا کر دینا ہیں اور اصطلاح میں مراد ہے ساکن کرنے کے مفاعلین سے پس مفاعلین بسکون تا کی جگہ مستفعلن رکھتے ہیں۔ و نقص بفتح واو و سکون قاف و صا و مملہ اسکے معنی گردن توڑنا ہیں اور یہاں مراد ہے اجتماعِ اضمار و نقص پس بسببِ اضمار کے مفاعلین کی تے ساکن ہوئی اور بسببِ فبن کے گر پڑی مفاعلین رہ گیا فاعلہ مفاعلین شہ بہوتا ہے کہ وہ مفاعلین ہو گا جو مستفعلن سے بسببِ فبن کے حاصل ہوئے ہیں معنی مستفعلن سے بھی بسببِ فبن کے سین گر کر مستفعلن رہتا ہے اور مستفعلن مفاعلین سے منقول ہو جاتا ہے پس پہچان یہ ہے کہ مفاعلین موقوف مفاعلین کا سوا بھر کامل کے نہیں آتا اسلیے کہ رکن مفاعلین بھر کامل سے مخصوص ہے خزل خاص معجم کے فخر اور رے معجم کے سکون اور لام کے سکون سے اسکے معنی کٹ جانے کے ہیں یہاں عبارت ہے اجتماعِ اضمار سے پس مفاعلین سے بسببِ اضمار کے لام ساکن ہوا اور بسببِ طے کے جو تھا حرف

ساکن حذف ہو گیا **مُتَفَعِّلُنْ** رہ گیا اسکی جگہ **مُتَفَعِّلُنْ** رکھی یا۔

قطع نفع کا ف و مکون طے مہلہ و عین مہلہ یعنی رکن کے آخر سے ساکن تہ مجموع کو اگر اگر اسکا ماقبل ساکن کرنا پس متفاعلن سے متفاعل لام ساکن سے رہا اسکو فعلاتن عین کسور سے بدل لیا۔

حذف نفع حائے حلی و فتح ذال نقطہ و اراول و سکون ذال نقطہ وار و دم جنی دم کا چھوٹا ہونا چھوٹا حلی میں مراد ہے رکن کے آخر سے و تہ مجموع کا سا قح کرنا پس متفاعلن سے متفاعل ہا اسکو فعلن عین کسور سے بدل لیا تو اموس و صراح وغیرہ کتب لغت و عروض میں حذف حائے حلی و ذوال نقطہ سے لکھا ہے لیکن مولوی صہبائی جہد جہم مفتوح اور ایک ذال نقطہ سے لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس رکن میں یہ حائے لاق ہو اسکو اجزہ کہینکے اور میر تقی الدین فقیر کا بھی یہی قول ہے اور باعتبار لغوی معنی کے بھی دونوں لفظ مترادف ہیں اور یہ جو میزان الافکار میں لکھا ہے کہ بعض سے جہم اور ذال مہلہ سے کہتے ہیں اتنے تو یہ انکی غلطی ہے۔

اذا لہ یعنی و تہ مجموع میں جو رکن کے آخر میں ہو ایک لاف زیادہ کرنا پس متفاعلن سے متفاعل علان ہو گیا۔

تر فیل آخر رکن کے و تہ مجموع پر ایک سبب خفیف اور بڑھانا پس متفاعلن سے متفاعل تن ہو اسکو متفاعلاتن سے بدل لیا۔

یہ سات زحاف متفاعلن کے ہوئے و رفوع اسکی یہ ہیں **مُتَفَعِّلُنْ** مضمر متفاعلن موقوف متفاعلن مخزول فعلاتن مقطوع فعلن کبسر عین مخذوذا اجزہ متفاعلان ذال متفاعلاتن مرغل متفاعلان مضمر ذال یہ رفوع اضار اور اذالہ کے جمع ہونے سے بنی ہے اس طرح کہ متفاعلن میں انما کی جڑ سے لے فوفا کی کو سکون ہو گیا اور اذالہ کے سبب سے نون سے پہلے ایک لاف بڑھ گیا اس طرح متفاعلان بن گیا جسکو مستفعلان سے بدل لیا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ متفاعلن اضار کی وجہ سے متفاعلن سے بدلا گیا اور اذالہ کے سبب سے متفاعلن مستفعلان بن گیا متفاعلاتن موقوف ذال ہے یہ رفوع ان دوزخا فون کے جمع ہونے سے بنی ہے و قص اذا لہ متفاعلن و قص کی وجہ سے متفاعلن ہو گیا اور پھر متفاعلن اذالہ کی وجہ سے متفاعلان بن گیا متفاعلاتن مخزول ذال ہے متفاعلن خزل کی وجہ سے متفاعلن ہو کر متفاعلن سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے متفاعلن میں نون سے قبل ایک لاف زیادہ ہو کر متفاعلان ہو گیا فعلان کبسر عین مخذو ذال ہے حذف کی وجہ سے متفاعلن سے عین گر گیا تو متفاعلن کسور العین سے بدل لیا اذالہ کی وجہ سے اس میں ایک لاف نون سے قبل زیادہ ہو کر فعلان بن گیا متفاعلاتن مضمر مرغل ہے یہ رفوع اضار اور تر فیل کے جمع ہونے سے بنی ہے اضار کی وجہ سے متفاعلن کی تے ساکن ہو گئی پھر تر فیل کے سبب سے ایک سبب خفیف اُسکے آخر میں اضافہ ہوا تو متفاعلن تن ہو کر متفاعلاتن سے بدل گیا متفاعلاتن موقوف مرغل ہے

فعلان بسکون عین اتم تسبیح اس فرج میں دوزخات جمع ہوئے ہیں ایک شلم سبکی وجہ سے فو لن سے
عون ہو جاتا ہے اور تسبیح کی وجہ سے فو لن ساکن کے پیشتر ایک لف پڑھ کر فعلان سے بدل لیا جاتا ہے اور یوں بھی
کہہ سکتے ہیں کہ اول عو لن کو فعلن سے بدل لیتے ہیں پھر فعلن میں فو لن تسبیح کا اضافہ ہو کر فعلان بن جاتا ہے اور

از حافات فاعلن

رکن فاعلن کے چھ زخاف میں ضبن - قطع - خلع - حذر - اذالہ - ترخیل
ضبن یعنی ساکن سبب خفیف کو حذف کر دینا جو رکن کے اول میں ہو پس فاعلن سے فعلن جن کسوتے ہا
قطع یعنی ساکن و متجموع کو گرا کے اسکے باقی کو ساکن کرنا پس فاعلن سے فاعل ہا اسکی جگہ فعلن بسکون عین
لے آئے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ وہ متجموع کے دوسرے تحرک کو حذف کر دینا چاہیے اس صورت میں لام
گر جائیگا اور فاعن رہیگا اسکو بھی فعلن سے بدل لیتے۔

بعض کہتے ہیں کہ فعلن بسکون عین جنون مسکن ہے یعنی فاعلن میں ضبن کے بعد تین حرف متحرک
جمع ہو گئے پھر بسبب تسکین کے درمیانی حرف کو ساکن کر دیا کہ وہ وہ متجموع کا پہلا حرف ہے پس فعلن بسکون عین
حاصل ہوا اور اسکی یہ ہے کہ رکن مقطوع حرف مصرعہ کے اواخر میں آتا ہے اور فعلن بحر متدارک میں اور جگہ بھی
آ جاتا ہے اس تقدیر پر یہ فرع جنون مسکن کہلائے گی اور بحر متدارک کے ساتھ خاص ہوگی فعلن کو فاعلن سے
مقطوع کئے کی صورت میں علت تغیر اور ہے اور جنون مسکن کئے کی حالت میں علت تغیر دوسری میز ہے اور
پہلی صورت میں فاعلن کا فو لن اور لام کی حرکت گر کر فعلن حاصل ہوتا ہے اور دوسری صورت میں الف اور
عین کی حرکت حذف ہو کر فعلن بنا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تمام شعر فعلن بسکون عین کے وزن پر ہو
تو اسکو جنون مسکن کہنا چاہیے اور اگر عوض و ضرب میں فعلن واقع ہو تو اسے قطع سمجھنا چاہیے اور
جنون مسکن متدارک کے سوا دوسری جگہ نہ آئیگا اور مقطوع بسیط میں بھی آتا ہے۔

خلع یعنی اجتماع ضبن و قطع کا پس فاعلن سے الف بسبب ضبن گرا اور فو لن بسبب قطع کے گرا کر لام ساکن
فعل کسبر عین و سکون لام ہو گیا۔ یہ قول ابن قیس کا ہے صاحب مخزن الفوائد نے جو خلع ضبن و قصر کا جماع
قرار دیا ہے اور فعلن کو جنون مقصور لکھا ہے یہ غلط ہے اسلیے کہ قصر اصطلاح میں عبارت ہے اسقاط
ساکن سبب خفیف و امکان باقی سے اور فعلن جنون میں سبب نہیں کیونکہ یہ رکن فاعلن سے حاصل ہوا ہے
اور اس میں سبب خفیف کے بعد وہ متجموع ہے غرض کہ نہ اصل رکن فاعلن میں سبب کا وجود ہے نہ فعلن
جنون میں جو قصر آئے۔

حذر یعنی وہ متجموع کا ساقط ہونا پس فاعلن سے وہ متجموع گر کر فار ہا اسکو قطع سے بدل لیا۔

اذالہ یعنی آخر کن کے و تہ مجموع میں ساکن سے ماقبل الف بڑھانا میں فاعلن سے فاعلان ہو گیا۔
تفریضیل و تہ مجموع پر سبب خفیف زیادہ کرنا پس فاعلن سے فاعلن تن ہوا اس کو فاعلان

سے بدل لیا۔

یہ چھ زحافات فاعلن کے ہوئے اور فروع اسکی یہ ہیں فعلن کبسر عین جنون فعلن بسکون عین قطع
فعل کبسر عین سکون لام قطع فعند و ذ فاعلان ندال فاعلان مرغل فعلان عین کے کسر سے
جنون ندال یہ فروع دو زحافات کے اجتماع سے بنی ہے ایک جنون دوسرے اذالہ جنون کی وجہ سے فاعلن۔ تہ
فعلن کبسر العین بنا اور اذالہ کی وجہ سے جنون سے پیشتر ایک الف زیادہ ہو کر فعلان ہو گیا اور بعض کہتے ہیں
کہ فاعلان ندال میں سے الف سبب جنون کے گرنے کے بعد فعلان ہو جاتا ہے فعلان سکون عین سے
مقطع ندال قطع کی وجہ سے فاعلن فاعل رہ کر فعلن ساکن العین سے بدل گیا اور اذالہ کی وجہ سے
ایک الف اضافہ ہو کر فعلان ہو گیا۔ اور بعض فعلان کو جنون مسکن ندال کہتے ہیں۔

بیان معاقبہ و مراقبہ و مکافئہ

مراقبہ بضریم و فتح فاق و بات موحده اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کے پیچھے آنا ہیں اور معطلوں
عروض میں آتے کہتے ہیں کہ ایک شعر میں جب و سبب خفیف جمع ہوں تو ان دونوں کو چاہیں ایک ساتھ ہونے
یا ایک کو یحییٰ ایک کو کریمین مثلاً بحر جثت میں رکن مستفعلن کی سین اور یون کا ایک ساتھ گرانا جائز نہیں
خواہ دونوں کو ثابت ہونے میں خواہ ایک کو گرا کر ایک رکھیں اور دو سبب خفیف کے جمع ہونے کے ایک
شعر میں تین اور میں یا یہ کہ بے سبب و ضن کے تھل گن میں دو سبب خفیف جمع ہونگے جیسے منہ عین مستفعلن
اور قولات میں یا بعد مزاحف ہونے کے دو سبب لکھے ہو جائیں جیسے فاعلن مضر ہو کر مستفعلن و فاعلن
معصوب ہو کر مفاعیلن ہو جاتا ہے یا دور کن ملارو سبب خفیف پیدا ہونگے جیسے بحر بل فاعلان فاعلان
کہ بیان رکن اول آخر و رکن ثانی کا اول ٹکڑن فاعلان سبب خفیف ہو گئے ہیں یا تو ان دونوں سببوں کو
سالم رکھ کر تین فاعلن پرستے ہیں یا سبب اول کے یون کو حذف کر کے ت فاعلن کر کے ہیں یا دوسرے سبب کے
الف کو دور کر کے ت فاعلن پرستے ہیں ان تینوں صورتوں کو معاقبہ کہتے ہیں اور ت لکھنا جائز نہیں اس لیے
کہ دونوں سببوں کے حذف ساکن حذف کر لینے سے آہٹا پیدا ہو جائے گا اور یہ فاعلہ کبر ہے جیسے عروضی
آئیں جانتے ہیں۔

مراقبہ بضریم و فتح فاق و بات موحده اسکے لغوی معنی ایک دوسرے کی نگاہ میں آنا ہیں اور معطلوں
پرستے کہتے ہیں کہ سبب کو سبب خفیف جمع ہو جائیں تو دونوں کا گرانا اور دونوں کا ثبات رکھنا ایک ساتھ جائز نہیں

بلکہ ایک کو ضرور گراتے ہیں اور یہ رکن مفاعیلین اور مفعولات اور مستغفلین میں واقع ہوتا ہے مثلاً بحر مضارع میں رکن مفاعیلین کی سی اور ن کا ایک ساتھ رکھنا اور ایک ساتھ گرا نا جائز نہیں۔

مکمل لفظ بضم سیم وفتح نون فاعل کے لغوی معنی ایک دوسرے کو کٹر لینا ہیں اور اصل طراح میں اُسے کہتے ہیں کہ جب دو سبب خفیف تہج ہو جائیں تو دونوں کا ایک ساتھ گرا نا جائز ہو یعنی چاہیں تو دونوں کو ایک ساتھ رکھیں چاہیں گرا دیں یا ایک ہی کو رکھیں اور یہ صرف کرنا حرف ساکن کا بسبب کسی زحاف کے زحافون متذکرہ بالا سے ہوتا ہے چنانچہ رکن مفعولات میں اسباب جمع کے دونوں سبب خفیف گرا جاتے ہیں یہ بھی معلوم ہے کہ یہ تینوں صورتیں ایک سے کچھ مخصوص ہیں کئی ہیں بلکہ ہر قسم سے متعلق ہیں یعنی ایک رکن میں کسی بحر کے درمیان معاقبہ ہے مراقبہ نہیں اور اسی رکن میں کسی دوسری بحر میں مراقبہ ہے معاقبہ نہیں اسلئے ہم لکھے دیتے ہیں کہ معاقبہ مدیدہ منسج رمل وافر بنج خفیف طویل کامل و مختص ثین آتا ہے مگر کامل اور وافر میں ایسی حالت میں واقع ہوتا ہے کہ مضمر مقصوب ہو کر آئین اور مراقبہ متشاکل قریب جدید اور مضارع میں لازم ہے اور سریع و منسج میں غالباً ہوتا ہے اور بحر خفیف میں جائز ہے اور مکمل لفظ سریع منسج بابت اور جز میں آتا ہے۔

کون کون زحاف کس کس زبان اور بحر سے خصوصیت رکھتا ہے

ناظرین پختی فرمے کہ اگرچہ کل زحاف اڑتالیس ہیں جن میں سے گیارہ زحاف عصبیہ و عصبیہ مملوہ عصب ایضاً و مجملہ عقل - نقص - قطف - قصم - جسم - عقص - انصار - وقص - نزل عربی سے مخصوص ہیں اور اہل فارس کے استعمال میں بہت ہی کم ہیں اور یہ تیرہ زحاف اہل فارس کی ایجاد سے ہیں جب بہتم - نزل - بتر - جع - نحر - جوف - رنج - درس - عرج - طمس - ساج - سفج - عربی میں مستعمل نہیں اور یہ نو ہیں زحاف بن - لخر - قبض - کف - خیل - شکل - خرم - لم - خرب - شتر - ثرم - قطع - عذو - اذالہ - حرفیل - قطع - وقف - کسف - سلم - قصر - حذف - تبسج - بتر - تشبیث - مشترک ہیں جو بتر اہل فارس کی ایجاد سے ہے وہ رکن مفاعیلین سے مخصوص ہیں اور بتر مشترک فاعلون اور فاعلاتن سے مخصوص ہے مگر ہم نے انہی زحافات بیان کیا جو زبان اردو میں کثرت سے متعمل ہیں خود وہ عربی سے مخصوص ہوں یا فارسی سے اور جو زحافات ان کے اشعار میں جاری نہیں ان کا ذکر خاص کر مع تفصیل بے سود ہے اور زحافات کی تقسیم بھی باعتبار خصوصیت کے جو انکو عربی و فارسی سے حاصل ہے اس کتاب میں بالکل فضول ہے مگر پیریل شند و کمین ایسا بھی ہو گیا جو خصوصاً فارسی کے تیرہ زحافات میں سے متعمل چار زحاف جب بہتم - نزل - بتر - باجی سے مخصوص ہیں کسی

رباعی کا عروض و ضرب اسے خالی نہیں ہوتا لیکن اساتذہ نے رباعی کے وزن میں غزل کہنی بھی جائز کہی ہے
اسی لیے یہ زحاف غزل کے عروض و ضرب میں بھی آسکتے ہیں باقی نوزحاف بہت ہی کم مستقل میں اور تعریف
و تفصیل اس زحاف کی زیادہ مفید ہوتی ہے جو زحاف کہی رکون میں مشترک ہوتا ہے اور اگر غور سے
دیکھو تو مستقل متصل میں مفعولان جسے اہل فارس اعرج کہتے ہیں مقطع مسبق ہے اس لیے کہ مستقل قطع ہو کر
مفعولن ہو جاتا ہے اور مفعولن تسبیغ سے مفعولان ہو سکتا ہے مگر اس سبب سے کہ اس حالت میں رکن کے
آخر ہی میں کمی بھی اور بیشی بھی ماننی پڑے گی اور یہ معیوب ہے اس لیے ایک نیاز زحاف ماننا پڑا اور مستقل کے
لام کی تسکین کے قائل ہوئے اور اسکو مفعولان سے بدل لیا اسی طرح مستقل متصل میں فعلان بسکون عین کو
جبریہ مطوس کہتے ہیں ہم سے فذ و مسبق بول سکتے ہیں کیونکہ مستقل مجد و ذ ہو کر فعلان بسکون عین جاتا ہے
اور فعلان مسبق ہو کر فعلان ہو سکتا ہے مگر یہاں بھی اسی خوف سے ایک نیاز زحاف جس میں وہ عیب نہ ہو
ماننا پڑا چنانچہ طمس یعنی اسقاط عین و لام کے قائل ہوئے اور مستقل کو فعلان سے بدل لیا پس اعرج کو
اعرج اور مطوس کو مطوس کہنا چاہیے نہ اعرج کو مقطع مسبق اور مطوس کو مجد و مسبق ہر چند کہ یہ دونوں
زحاف ایک ہی رکن میں ہوتے ہیں اور انکی نظیر کمین بائی نہیں جاتی مگر ان کا انکار نہیں ہو سکتا کس لیے
کہ ان دونوں زحافو عین بلکہ سلخ اور دُرس میں بھی کہ اول فاعلان متصل میں اور دوم فاعلان متصل میں
فاع ہو کر آتا ہے ایک ایسا بنا تغیر ہوتا ہے جو سوائے مستقل متصل اور فاعلان متصل اور متصل کے کسی اور
رکن میں نہیں ہوتا یہاں سے ثابت ہوا کہ محقق طوسی نے جو تشعیت کے بانیین غلیل کے مذہب پر یہ عرض کیا
ہے کہ اسکی نظیر کمین بائی نہیں جاتی یہاں سے کہہ سکتے ہیں کہ یہاں سے تغیرات ایسے ہیں جن کا نظیر کمین بائی نہیں جاتا اس طرح
مشقت میں بھی ایک ایسا بنا تغیر ہوتا ہے کہ سولے فاعلان کے اور کمین بائی نہیں جاتا۔

جبکہ اول نمل بیان زحاف کا کیا گیا اور پھر ایک رکن کے ساتھ زحافو عین شرح ہوئی تو اب ہر ایک
زحاف کا حال بتخصیص بھر لکھا جاتا ہے۔ زحاف اذالہ بحر جز و مدارک و بسیط و کامل اور سراج و شرح
و مقضب و مدید و جدید میں آتا ہے اور اکثر عروض و ضرب میں واقع ہوتا ہے حشو میں کم اور صدر و ابتدائے
بالکل عین آتا اور یہ ہم تیسرے موتی میں بیان کر چکے ہیں کہ مصرع اول کے پہلے جز کو صدر اور مصرع ثانی کے پہلے
جز کو ابتدا و مطلع کہتے ہیں اور مصرع اول کے پہلے جز کو عروض اور مصرع ثانی کے پہلے جز کو ضرب و بحر بولتے ہیں
اور رد و وزن مصرع کے بیچ میں جو اجزا ہیں انکا نام حشو ہے شمار اور وقف اور خزل یہ زحاف بحر کامل سے
مخصوص ہیں ترفیل یہ زحاف فارسی ریختہ میں نادر لوقع ہے عربی میں بحر کامل سے اختصاص لکھا ہو کسی جز میں بھی آتا ہے
بحرینج رمل متعاقب متابع مجتہد مدنیض ان آٹھ بحرینج لکھا ہے تشعیت بحر رمل مجتہد مدنیض چار بحر و عین آتا ہے

شکم یہ زحاف بحر متقارب میں واقع ہوتا ہے اور طویل میں بھی آتا ہے جب یہ زحاف بحر ہزج اور مضارع میں آتا ہے
 جوع منسج مقتضب سربیع تین بحر وین آتا ہے حذف بحر جزو کامل و متدارک و بسیط میں بہت آتا ہے
 باقی بحر وین اگر نہ مستعمل متصل ہو بہت کم آتا ہے حذف بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید
 خفیف۔ مشکلی قریب میں آتا ہے غلین بحر رمل رجز متدارک منسج مقتضب مجتث مدید بسیط سربیع خفیف
 جدید گیارہ بحر وین آتا ہے جحف بحر رمل اور مجتث اور خفیف میں واقع ہوتا ہے قطع بسیط اور رجز اور
 متدارک میں آتا ہے خرم بحر ہزج اور مضارع اور قریب میں طوع ہوتا ہے رفع رجز و منسج و بحر وین آتا ہے
 صلح بحر منسج و مقتضب و سربیع میں آتا ہے طی بحر رجز منسج مقتضب بسیط سربیع پانچ بحر وین واقع ہوتا ہے
 اور شبہ اضاہ بحر کامل میں بھی آتا ہے قبض بحر ہزج متقارب مضارع طویل چار بحر وین میں آتا ہے قصر
 بحر ہزج رمل متقارب مضارع مجتث طویل مدید مشکلی خفیف جدید میں واقع ہوتا ہے قطع بحر جزو کامل رمل
 متدارک مقتضب مدید بسیط سربیع خفیف و بحر وین آتا ہے چونکہ قطع رکن مستعمل متفاعلن فاعلن میں آتا ہے
 اور اول سے فاعلن دوسرے سے فاعلن تین مکسور سے تیسرے سے فاعلن لبکون عین بعد قطع کے حاصل
 ہوتے ہیں اور مفعولن و فاعلن اور ارکان سے بھی اور زحافات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں پس خیال رکھنا
 چاہیے کہ مفعولن سوائے بحر مضارع و مجتث کے سب بحر وین مقطع ہے اور ان دونوں بحر وین مقصور ایسے ہی
 فاعلن صرف بحر کامل میں مقطع ہے اور فاعلن صرف بحر متدارک میں مقطوع ہے مگر متدارک میں فاعلن کو خواجہ
 نصیر الدین طوسی کی رے کے موافق مقطوع نہیں کہہ سکتے۔ اور دوسرے دن کے نزدیک کہنا درست ہے
کف ہزج۔ رمل مضارع مجتث۔ طویل مدید خفیف۔ قریب۔ جدید۔ مشکلی میں آتا ہے۔
 بترہ زحاف تین طرح پر ہے یعنی اجتماع ثلم و حذف کو بھی تبرکتے ہیں جیسے فاعلن سے فاعل اور اجتماع حذف
 و قطع کو بھی تبرکتے ہیں جیسے فاعلن سے فاعلن اور اجتماع خرم و جب کو بھی تبرکتے ہیں جیسے فاعلین و سرف
 پس بعض رکن میں اس کا لقب تبر ہوتا ہے اور بعض میں قطع و مخدوف کہتے ہیں اور بعض میں خرم و محبوب
 کہتے ہیں اور یہ زحاف حسب تشریح ارکان مذکورہ بالا بحر ہزج و رمل و تقارب و مضارع و مجتث و خفیف
 مدید میں آتا ہے شرم بحر طویل و متقارب میں واقع ہوتا ہے شل چار بحر
 منسج اور رجز اور بسیط اور یزج میں آتا ہے خرب بحر ہزج و مضارع و قریب میں آتا ہے بلع بحر رمل
 و مضارع میں آتا ہے زلل بحر ہزج اور مضارع میں آتا ہے شتر بھی بحر ہزج اور مضارع میں واقع ہوتا ہے شکل زحاف
 بحر رمل و مجتث و مدید و خفیف میں آتا ہے۔ آٹھ زحاف عصب بصاد و مملہ عصب بصاد و منقوط بحر عظم
 عقص۔ قصم۔ قطف۔ نقص۔ بحر وافر سے مخصوص ہیں ان آٹھ زحافات میں سے چار زحاف عصب

چوتھا شعر تقطیع کے بیان اور حروف ملفوظی و مکتوبی کے ذکر میں

خفیٰ نہ ہے کہ لغت میں تقطیع کے معنی کڑے نکڑے کرنے کے ہیں اور اصطلح علم عروض میں جزو شعر کو ارکان افاعیل سے ہموزن و برابر کرنے کو کہتے ہیں تقطیع میں تخصیص نہیں کہ حرکات باہر کیساں آئیں اسی قدر کافی ہے کہ متحرک اور ساکن مقابل ہو جائیں یعنی یہ ضرور نہیں کہ ضمرہ مقابل ضمرے کے اور فتحہ مقابل فتحہ کے اور کسرہ مقابل کسرے کے ہو حرکت کا مقابل حرکت کے اور سکون کا مقابل سکون کے ہونا شرط ہے مثال

ذوق

عدد آیات ہے بلکہ نامہ بر لکھا نصیبہ ان کا | کرنگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے
تقطیع عدد آیات فاعلاتن ۶ بلکہ نامہ فاعلاتن ۴ ہر لک کا مفاعیلین نصیبہ کا مفاعیلین کرے گئے فاعلاتن
اں خط کا مدعا فاعلاتن مدعی سے مدعا فاعلاتن و ما سمجھے مفاعیلین۔

الغیا

دل عبادت سے چرانا اور نہبت کی طلب | کام چور اس کام پر کس نہبت اجرت کی طلب
تقطیع دل عبادت فاعلاتن سے چرانا فاعلاتن اور نہبت فاعلاتن کی طلب فاعلاتن ۴ کام چور اس
فاعلاتن کام پر کس فاعلاتن نہبت سے اجرت فاعلاتن کی طلب فاعلاتن ۴ الفاظ بے معنی اکثر اشعار کے تقطیع
کرنے میں مقابل ارکان کے واقع ہوتے ہیں اگر بے معنی ہوں بہتر ہے مگر یہ کچھ ضرور نہیں ہے۔
اس شعر میں ذوق کے ہر کن کے مقابل الفاظ ایش آتے ہیں۔

مے دل میں جو حسرت ہو نہ کو نہیں کہان اسکو | نہ وہ زبرد فاک نہ کھلے نہ وہ زبرد میں نہ کھلے
تقطیع مے دل میں مفاعیلین جو حسرت ہے مفاعیلین نکالو نہیں مفاعیلین کہان اس کو مفاعیلین
نہ وہ زبرد مفاعیلین فاک نہ کھلے مفاعیلین نہ وہ زبرد مفاعیلین زبرد میں نہ کھلے مفاعیلین۔
اس امر کا بھی لحاظ متحسن بلکہ واجب ہے کہ جزو شعر کا جو مقابل جزو شعر کے واقع ہو وہ مضحکہ انگیز نہ ہو
جیسے میر حسن کے اس شعر میں۔۔۔

الگ ہم سے یوں رہنا اور چھوٹنا

یہ اوپر ہی اور پر سے ٹوٹنا

عروض و ضرب میں ثنائی مقابل فعل کے واقع ہے اگرچہ اساتذہ کرام و بلغائے عظام کی نظر بیشتر بلند سی مضامین و ایجاد لطائف معانی و مراعات علم بیان و بدیع وغیرہ امور عظیم پر مقصور ہوتی ہے اور نگاہ انصاف امور رکیکہ اور کسی جزئیات کی طرف کم ہوتی ہے اور ارتکاب اس قسم کے عیوب کا کلام کو پایہ اعتبار سے ساقط اور مرتبہ کمال متکلم کو سبب بھی نہیں کرتا تاہم ایسی ترکیبوں سے احتراز ادا ہے کیونکہ اکثر اربابِ دل اور صاحبانِ فرست کے سامنے غفل ہونا اور خفت اٹھانا پڑتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شاعر نے کسی بادشاہ کی مح میں قصیدہ لکھ کر پیش کیا بادشاہ نے ندرت معنی و بھنگی عبارت و خوبی تشبیہ و محاسن استعارات سے غفلت ہو کر جا ہا کہ صلہ لائق و جائزہ فائق عطا کر کے دربار میں ایک حاسد بھی حاضر تھا اسے شاعر کے حق میں بادشاہ کی یہ عنایت دیکھ کر ازراہ حسد عرض کیا کہ فذل ان شعر کی تقطیع کرنا چاہیے انفا قانس شعر میں تاج دولت بر سر تاج تھا تقطیع کی تولد بر سر تاج پڑا یا حاسد نے وہ عرض کیا قبلہ عالم ملاحظہ ہو حضور کی نشان میں کیسی گستاخی کی ہے بادشاہ کو نہایت خستہ آیا اور بہت خوار و ذلت کے ساتھ واپس لوٹا دیا پھر اسے خفت کے مارے کو بجز صلہ ناکامی کچھ ہاتھ نہ لگا۔

تقطیع کے واسطے اول جاننا ارکان و وجود کا اور دو اہمیت اوزان بحر کی ضرورت ہے تاکہ تقطیع حقیقی چھوڑ کر غیر حقیقی نہ کرے تقطیع حقیقی اسکو کہتے ہیں کہ تقطیع میں بحر کے رکن مطابق و صحیح آئین نیست اس شعر کی قطع میں

ذوق

وشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار

باتین کریم ہو مقف سپر کہن کے ساتھ

تقطیع و شست گ مفعول ایمن بعد فاعل لاث فنا بی م مفاعیل را غبار فاعل لان + باتے ک مفعول رس + مقف فاعل لاث سپر کے مفاعیل بن کے سات فاعل لان + یہ وزن بحر ضاع مثنیٰ آخر ب مفعول مقصور کا ہے اور تقطیع غیر حقیقی وہ کہ جو اس کے مخالف ہو مثلاً اس شعر کی تقطیع اس طرح پر کی جائے و شست گئی مستعملین نہ بعد مفعول فنا بی مفعول مرا غبار فاعل لان + باتے کرستہ فاعلن + مقف فاعلن کہن کے سات مفاعیلن + یہ رکن کسی بحر خاص کے نہیں ہیں اور یہ امر بھی قابل غلط ہے کہ تقطیع میں حروف غیر ملفوظی شامل نہ کیے جائیں اور حروف کہ لکے نہیں جاتے مگر پڑھنے میں آتے ہیں وہ تقطیع میں شمار کر لیے جائیں یعنی حروف مکتوبی غیر ملفوظی تقطیع سے ساقط کر دیے جاتے ہیں اور حروف ملفوظی غیر مکتوبی داخل کر لیے جاتے ہیں۔

بیان حروفِ مکتوبی غیر ملفوظی

مثال حروفِ مکتوبی غیر ملفوظی کی فارسی میں لفظ خود داری ہے کہ داواؤں کی تقطیع میں نہیں آتی۔

اکبر

ادہ ادا کی کہ قضا آگئی خود داری کی | ود نظر کی کہ اثر کر گئی جادو کی طرح

تقطیع و ادا کی فعلاتن کہ قضا آفعلاتن گ و خد و افعلاتن۔ سی کی فعلن و و نظر کی فعلاتن کا اثر
فعلاتن گ جادو و فعلاتن ک طرح فعلن۔ اسطرح خورشید کی داو تقطیع میں نہیں آتی۔

ارشاد

پایا کہ مجھ باتھ میں ساتی کے نہیں تھا | خورشید کو سنجے میں لیے ماہ میں تھا

تقطیع بیان مفعول و محبات مفاعیل م ساتی ک مفاعیل ہی نا فعلن و خورشید مفعول ک نیچے م
مفاعیل لے ماہ مفاعیل ہی نا فعلن اور ہند میں لے غلط تلفظ معتبر نہیں ہوتی بسبب گھرا و خجرا و جھنڈ دلا کی اسی طرح
انتاکے اس ضمن لفظ کھو لے اور کھڑے اور گھوٹ اور بھر کی ہا تقطیع میں ساقط ہوتی ہے۔

اکھ لے جب پاؤں سے اُس کھڑکیا گھوٹ عاشق | کیوں نہ پھر لویے بلا میں تری چٹ چٹ عاشق

تقطیع کول جب چا فاعلاتن و س اس ہمک فعلاتن ٹک کو گٹ فعلاتن عاشق فعلن و کون پڑے فاعلاتن
جو بلائے فعلاتن تر چٹ چٹ فعلاتن عاشق فعلن و ان اشعار میں سولہ حروف کور کالاکے اور حرف بھی
تقطیع کے وقت نکال ڈالے جلتے ہیں اور نون پندول اور داغونے وغیرہ الفاظ کا بھی معتبر نہیں ہوتا اور
جہاں الفاظ عربی پر الف لام وارد ہو وہاں الف تقطیع میں نہیں آتا جیسے ہوا لہوس اور انا الحق اور ابا الحسن
اور عبد الحمید وغیرہ ان اشعار کی تقطیع سے سب کی مثالیں معلوم ہو سکتی ہیں۔

ناسخ

غصبتے سرو باز ہا اس سہی کے قد گلگون کو | یکس شاعر نے ناموزون کیا مصرع موزون کو

تقطیع غصبتے سرو مفاعیلن و با د اُس مفاعیلن پر سی کے قد مفاعیلن و گلگون کو مفاعیلن و یکس شاعر
مفاعیلن ن ناموزون مفاعیلن کیا مصرع مفاعیلن ع موزون کو مفاعیلن۔

امانت

ہرین انگی گھائیونین چکیتی کی پھر تیان | پالٹ کی چوٹ دیتے ہیں سر کا تبا کے اٹھا

تقطیع ہر ایک مفعول کا یوم فاعلاتن چکیتی کی مفاعیل پر تیا فاعلن و پالٹ ک مفعول چوٹ دیت

وہ

بانو سراسر صفر کے قریب آگے چکا رہی

مومن

رقیب و الہوس نے رو نما میں تیرے کب جان دی

وہ

خود فتنہ و شر ٹیپ ہے ہن فاتحہ خیر

آسمان جاوانخبر

بت لکنم کو چھوٹے کعبے کو جاسن کیون

تقطیع فیض مفعول خود کو جوڑ فاعلات کہ کہے کہ مناعیل جا رکون فاعلان اور یہ عام
 قاعدہ ہے کہ وزن عنہ لفظ ہن اور مین اور دمان اور جہان اور کہان اور کمین اور کہون اور جون اور ہون
 اور نون جمع وغیرہ کے مصرعے کی ج میں تقطیع میں نہیں آتے چنانچہ یہ بات اوپر کی مثالوں سے بھی ظاہر ہوئی اور
 اشلہ ذیل سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔

من

حب میں کہتا ہوں کہ میں کسی مہارے عارف

تقطیع جب ہم کہتا فاعلاتن وہ کس ہے کس فعلاتن ک پیارے فعلاتن عارض فعلن + کا چمک کرفاعلاتن
وہ کہتے فعلاتن ک ہمارے فعلاتن عارض فعلن + اس شعر میں لفظ میں اور ہیں اور ہوں کے نوں ضمیر
تقطیع میں نہیں شمار کیے جاتے۔

	ذوق	
مصروف زخم دل کی گس را بنوین ہم		سینے کا جاک سینے کی فصحت کہاں کہیں
	ولہ	
کبھی ہنسنے تجھے تنہا نہ پایا		جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا
<p>ان شعرو میں الفاظ کہاں اور رانیوں اور جہاں وغیرہ میں نون قطع میں شمار نہیں کیا جاتا اور نون غنہ جھکا اور پڑ کر ہوا آخر مصرع میں ہو تو اُسکے گرانے اور رکھنے کا اختیار ہے اور اس کا حال بحر کے بیانی میں معلوم ہوگا اور اگر وسط مصرع میں ایسا لفظ آئے کہ اُسکے آخر میں سوانون کے اور کوئی حرف ساکن ہو اور اُس حرف کا قبل بھی ساکن ہو اور اسکے حرف علت ہونے کی قید نہ ہو تو اُس حرف کو موقوف کہتے ہیں اور وہ حرف اکثر اسطرح قطع میں آتا ہے کہ اسپر کوئی حرکت قرار دی جاتی ہے اور جو آخر میں واقع ہو تو اسکو بحالہ ساکن کہتے ہیں جیسا کہ ہم نے قصہ وغیرہ کے بیانی میں اور پڑھا ہے کہ غرضیکہ نزدیک جس حرف کا ماقبل ساکن ہو وہ ساکن نہیں متحرک کے حکم میں ہے اور آخر مصرع میں بدرجہ مجبوری اسکو ساکن مانتے ہیں کیونکہ آخر میں ہر ایک لفظ سکون کا ہنسبہ مثال لفظ موقوف کی تلاش معاش چشم چشم زرد درد دیر سیر وغیرہ۔</p>		
	شعری	
روشن ہے یہ کہ مجھ کو آنجھہ آفتاب		پھر تار ہے ہے چار ہر خط آفتاب
<p>اس شعر میں چار کی را اور آفتاب کی فا اور محو کی وا قطع میں متحرک ہو جاتی ہیں اور آفتاب کی باء موحہ ساکن رہتی ہے قطع پڑا مفعول ہے کہ چار فاعلات بہر مضط مفاعیل ر آفتاب فاعلان روشن مفعول ہے کہ محو فاعلات ہوا تاج مفاعیل ر آفتاب فاعلان۔</p>		
	مہدی علیخان جلیس	
ابو غیرہ کو سمجھتے ہیں وہ اچھا دہن		باس ہے کا بھلا بھیرو نکا کیا کام
<p>اس شعر میں باس کا سین متحرک رکھا گیا ہے کیونکہ درمیان میں واقع ہوا ہے اور لفظ کام اور میں آخر مصرع میں واقع ہوئے ہیں ایک میں میم موقوف ایک میں نون غنہ حرف آخر جو رد و نون ساکن ہی کھے گئے ہیں (کا کام ہا اور (دل میں) فعلان کے وزن پر ہیں اور سب اسکے کہ نون غنہ پڑھنے میں نہیں آتا فعلان کی جگہ فعلن بھی درست ہے۔ اگر وسط مصرع میں تین ساکن آجائیں تو اول کو بحال خود رکھتے ہیں اور دوسرے کو متحرک کر لیتے ہیں تیسرے کو قطع میں شمار کیا کرتے ہیں اور اگر آخر مصرع میں ہو تو حرف اول و دوم کو بحال خود ساکن رکھتے ہیں اور تیسرے کو گرانے ہیں۔</p>		

غالب

دوست غمخواری میں بھی فرامیٹنگ کیا | زخم کے بھرنے تک نخن نہ بڑھانے کیا

اس شعر میں لفظ دوست کی واو ساکن اور سین متحرک ہو گا اور تائے فوقانی ساقط ہو جائے گی
تقطیع دوس غم فاعلاتن زی م میری فاعلاتن سعی فرما فاعلاتن لُک کا فاعلن + زخم کے برفاعلاتن
نے تک نانا فاعلاتن نخن بڑ جا فاعلاتن لُک کا فاعلن -

سعد الشاہ

وابستہ ہو تجھ سے اپنی بان زلیست | جب تو ہی نہیں تیرا کہاں زلیست

اس بیت میں لفظ زلیست زمین واقع ہے حرف یا اور سین ساکن ہیں اور تائے فوقانی ساقط ہو جائے گی
تقطیع وابستہ مفعول ہ تجھ سے اپنی فاعلن ن یا دس مفاعیل جب تو ہ مفعول نہی ت پر فاعلن کہا
ز میں مفاعیل + اور یا سے تختانی کیاری اور نیولا اور کیون وغیرہ الفاظ کی اور اکثر یہ تختانی لفظ پیار
اور خیال کی تقطیع میں نہیں آتی۔

انشا

نبولی زکس کی جب کیاری میں نہ کھیلانی | ہے ہماری سی طرح تجھ کو بھی کیاری وزو

تقطیع نبولی زکس فاعلاتن گج کاری فاعلاتن م ن دیکھا فاعلاتن پانی فاعلن ہ ہماری فاعلاتن م ن
نچ فاعلاتن ک ب کاری فاعلاتن روزہ فاعلن +

گلزار نسیم

جانا کہ یہ ہے شگون نرالا | انیولا کپڑا آستین میں پالا

تقطیع جانا کہ یہ ہے شگون فاعلن نرالا فاعلن + نولا پ مفعول کڑا آستین مفاعیل م
یا لا فاعلن -

میر تقی

عشق بُرے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا | جی کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا
تقطیع عشق مفعول ہے ہی فاعلن خیال مفعول پڑا ہے فاعلن چین مفعول گیا آرام گیا
فعلن جانا فاعلن ٹھہر گیا ہے صبح فعلن گیا یا شام فعلن گیا -

انشا

اکھول آغوش نہ تو مجھ سے رکاوٹ سے لپٹ | اب جو لپٹا ہو تو آ پیار کی کروٹ سے لپٹ

تقطیع کول آغو فاعلاتن شن توج فعاتن س رکاوٹ فعاتن س لیٹ فعاتن ابج لیٹا فاعلاتن
ہے اُت اُپا فعاتن رک کروٹ فعاتن س لیٹ فعاتن +

یکریک

کیون ہوے جو تم کو دشمن ہمارے اس قدر دوست کا ہوتا ہے دشمن کوئی پیارے اس قدر

تقطیع کو ہوے ہو فاعلاتن تم کو دش فاعلاتن من ہمارے فاعلاتن اس قدر فاعلاتن + دوں کل ہوا فاعلاتن
ناہ دشمن فاعلاتن کوئی پائے فاعلاتن اس قدر فاعلاتن + جو حرف اپنے اقبل کی حرکت کے اظہار کے لیے
وہ حرف بھی مکتوب غیر محفوظ ہے یعنی تقطیع میں نہ آئیں گے جیسے ہائے مخفی نالہ اور لالہ اور بچہ اور غنیمہ کی

حسن علی فاعلاتن

شن کے غل شب در زندان اگر بھر گیا شیون زنجیر خواب نحت کو افسانہ تھا

تقطیع رنگ غل شب فاعلاتن تا در زن فاعلاتن داؤا اگر فاعلاتن پر گیا فاعلاتن + شیون زن
فاعلاتن حیر غل شب فاعلاتن نحت کو فاعلاتن سان تا فاعلاتن + اور بہت سی جگہ ایے تخمائی جیسے اور
ایسے اور اُسے اور اُسے اور میرے اور تیرے اور بھارے اور ہمارے اور پیشانی اور نورانی وغیرہ الفاظ کی اور
اکثر موقعوں پر لفظ وہ اور شہ وغیرہ کی اور داؤا جو اور کو اور تو وغیرہ کی تقطیع کرتے وقت خارج
کرتے ہیں اور یہ باتیں مثلاً صدیق نجوئی ظاہر ہیں اور اشعار ذیل سے بھی واضح ہوتی ہیں۔

ہائے وہ دل جسے ہم سمجھے تھے غلام کے مول دولت عشق سے کہتا ہے وہاں خاک کے مول

تقطیع ہائے وہ دل فاعلاتن جس ہم سم فاعلاتن جت اخلا فاعلاتن ک ک مول فاعلاتن + دولے عش فاعلاتن
قس کہتا فاعلاتن ہما فاعلاتن ک ک مول فاعلاتن + اس شعر میں ایے تخمائی الفاظ جسے اور تھے اور اُسے
کی تقطیع میں محسوب نہیں اس لیے کہ پڑھنے میں نہیں آتی۔ راحت مصرعہ بل ہم سے وہ بات میں کر جاتے ہیں کیسے
تقطیع بل ہم من مفعول دہر بات مفاعیل م کرات مفاعیل ہ کیسے فاعلاتن + اس مصرعہ میں ہے دکر جاتے کی
ایسے تخمائی اور وہ کی ہ شمار تقطیع میں نہ آئی۔

ہما یون قدر امین

حاجت نہیں ہر شمع کی میرے مزار پر ہر شب ہر سوز آہ سے روشن چراغ دل

تقطیع حاجت ن مفعول ہی ہ شمع فاعلاتن ک میرے مفاعیل زار پر فاعلاتن ہر شب ہ مفعول
سوز آہ فاعلاتن س روشن چ مفاعیل راغ دل فاعلاتن + اس شعر میں رہا اور کی اور رت کی یاے تخمائی
تقطیع میں سا قح ہوتی ہے۔

بیدار

نہ لگی تیری سرکشِ ظالم | ہم نے ہر چند جبہ سائی کی

تقطیع نہ لگی تے فعلاتن بر سر کشی مناظرن ظالم فعلن باہمن ہرجن فاعلاتن و جبہ سامفاظن کی فعلن باہمن شعر میں تیری اور ہم نے کی یاے تختانی تقطیع سے گرتی ہے امانت بات پیشانی کی جو کچھ ہے سو پیش آتی ہے + تقطیع بات پیشا فاعلاتن ن ک جو کچھ فعلان کا س پیشا فعلان نی ہر فعلن اس مصرع میں پیشانی اور کی اور ہے کی یاے تختانی اور سو کی وا و تقطیع میں سا قطف ہوتی ہے۔

غالب

خیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کے | اگر حیا بھی اُسکو آتی ہے تو شر طابے ہے

تقطیع غیر کو یا فاعلاتن رب و کو کر فاعلاتن منع گستاخی کرے فاعلن + اگر حیا بی فاعلاتن ہمیں ک آتی فاعلاتن ہے ت شر فاعلاتن جاے ہے فاعلن + اس شعر میں باوہ کی اور وا اُسکو اور تو کی گرتی ہیں۔

سید علی حسن آشک

توں ابرو کی حمایت میں بل پر تلے ہیں | توڑ گرتی ہیں جو تیرو کی برابر بلکے ہیں

تقطیع فوس ابرو فاعلاتن ک حمایت فعلاتن س ہ بل پر فعلاتن اکین فعلان توڑ گرتی فاعلاتن جج تیرو فعلاتن ک برابر فعلاتن بلکے ہیں فعلان + اس شعر میں کی اور سے کی یاے تختانی اور جو کی وا و تقطیع میں محسوب نہیں اسلئے کہ لفظ میں نہیں آتے۔

میر حسن

میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں | یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

تقطیع صریح ثنائی سے شرکت فعلون ت بندی فعلون ک باقی فعلون ہمیں فعلون اس مصرع میں تو اور کو کی وا و تقطیع میں نہیں آتی اسلئے کہ وہ پڑھی نہیں جاتی۔
انف بھی اکثر لفظ لئے گرتا ہے۔ اشعار ذیل پر غور کرو۔

میر

آندورت بیان کیا کروں میں کے تو | یہ دل گرد کلفت کا اک کاروان ہے

تقطیع کہ درت فعلون بیان کا فعلون کروئے فعلون کے تو فعلون پڑے دل گرد فعلون د کلفت فعلون ک اک کا فعلون روا ہے فعلون + گرد کلفت کا تے ان مزدون ہوتا ہے۔

گویا

جرمن میں کیجے اشارہ جو سوے نخل حنا | تو ساتھ اشاعے کے انگلی بربگ مرجان ہے

تقطیع جن میں کی مفاعلن ج اشارہ فعلاتن ج سوے نخل مفاعلن ل خافعلن دث سات شا
مفاعلن رگ انگلی فعلاتن بربگ مفاعلن ج ہے فعلان دوسرے مصرع میں اشارے کا الف سا قح ہوئے ہے
اور اور بھی کئی حروف سا قح ہوتے ہیں۔

محمد حسین آزاد

دفعہ دیکھا کہ اک پسر گھن سال آکے | پر عجب شان سے وہ مدحوش اعمال آئے

تقطیع دفعتن دے فاعلاتن ک کاک بی فعلاتن رکن سا فعلاتن لائے فعلن یا پر عجب شا فاعلاتن
ن س وہ مرفعاتن دختش افعا فعلاتن لائے فعلن یا دیکھا کا الف حذف ہوتا ہے اسکے سوا اور بھی دوسرے
کئی حروف سا قح ہوتے ہیں۔

ولہ

کرتا خرمن ہے تو ہی کبھر ہے مجھے دانوں کو | تو ہی لکٹانے سے ہے پالتا سو جانوں کو

تقطیع کرت خرمن فاعلاتن کت ای بی فعلاتن ر فوے دا فعلاتن نو کو فعلن + توہ اک افعالاتن
ن س ہے پا فعلاتن کت سو جا فعلاتن نو کو فعلن + اس شعر میں علاوہ کئی حروف کے کرتا اور پالتا کے
الف تقطیع میں گرتے ہیں۔ واو عطفہ بھی کبھی پڑھنے میں نہیں آتی اور کبھی اپنے مابین کے صغے کے ظاہر کر دینا
کام دیتی ہے پہلی صورت میں تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتی اور دوسری صورت میں شمار کی جاتی ہے۔

ذوق

جو سمجھیں حسن بتان کو ایمان نصیب کفر و دین یکساں | یہو نیچے کعبہ میں وہ مسلمان ہر شہ صفت فرنگ ہو کر

تقطیع ج سمجھنے فعل فعلن بتان ایما فعل فعلن لے رہے کنف قول فعلان ر دسی ہایک سان
فعل فعلان + سچیت کعبہ فعل فعلن وہ مسلمان فعل فعلن ہمیش چنیو فعل فعلن فرنگ ہو کر فعل فعلن شعر میں
جواور کو کئی واو اصل اور کفر و دین کی واو عطفہ تقطیع میں نہیں آتیں اس لیے کہ پڑھی نہیں جاتیں او و جین
و فرنگ کی واو عطفہ تقطیع میں حرف ساکن شمار ہوتی ہے۔

بیان حروف ملفوظی غیر متنبی

اب یہاں سے ان حرفوں کا بیان کیا جاتا ہے جو لکھے نہیں جاتے اور تقطیع میں شمار کیے جاتے ہیں ان کو حرف

لفظی غیر مکتوبی کہتے ہیں جیسے الف مدودہ کو بجائے دو حرف الف کے شمار کرتے ہیں اور صورت مد کی یہ ہے
 جس حرف پر یہ نشان ہوتا ہے اُسکو کھینک کر پڑھتے ہیں جیسے آو گیا برو دن مفولن۔

امیر ضیاء الدین ضیا

صاف تھا جب تک تو کچھ بھی جواب نہ تھا
 ابو خطا نے لگا شاید کہ خطا نے لگا

تقطیع صاف تاجب فاعلاتن تک ہمکو فاعلاتن بی جولے فاعلاتن صاف تا فاعلن + اب ت خطا
 فاعلاتن نے لگا تا فاعلاتن یہ کہ خطا فاعلاتن نے لگا فاعلن + حروف مشدوبھی دو حرف گئے جاتے ہیں
 کیونکہ تشدید ایک حرف کے دو دفعہ پڑھنے کو کہتے ہیں اور صورت اُسکی یہ ہے جس حرف پر یہ علامت ہوگی
 وہ مد تہ پڑھا جائے گا اور دو حرف تقطیع میں آئینگے جیسے مہذب برو دن فونل اسکو تقطیع کے وقت لین لکھیں گے
 مہذب۔

واسطی

سوز عشق قد جانان نے کیا لکھو خشک
 سکو کر گلزار میں ہر سرو کا نسا ہو گیا

تقطیع سوز عشق فاعلاتن قد جانا فاعلاتن نے کیا کس فاعلاتن کو نہ خشک فاعلان + سوک گل
 فاعلاتن زارے ہر فاعلاتن سرو کا تا فاعلاتن ہو گیا فاعلن + فائدہ مرزا قلیں نے درلے لطافت میں
 لکھا ہو کہ حروف لفظی غیر مکتوبی ہندی میں نہیں آتے یہ بات خالی سہو سے نہیں کس لیے کہ بہت سے
 الفاظ ہندی میں ایسے لکھے جاتے ہیں جن میں ان قسم کے حروف موجود ہیں جیسے آجاؤ اور رتی اور گتا اور
 ندی اور بھدا اور بتی وغیرہ اشلہ ذیل پر غور کرو۔

امانت

کشتہ رخ ہوں جلاؤ نہ اگر کی بچی
 چاہے قبر پہ کا فور عمر کی بچی

سودا

ہو یہ کتوال تو وہ مانے دور
 یہ تو مچھر کی جھول کا ہے چور

ولہ

ہونہ کے شاعر اور شعر پہ یہ دل نیا
 اپنا تخلص ندان بنیے کا لو کیا

عظم

آتا بھی لکھی حوصلہ قرارہ ساننگ
 چلے ہی بھر جوابی میں گز بھرا چھل چلے

۵

تم اپنے فیل معنے کو نکالو
مرے ہاتھی سے دو ٹکڑے لڑانو

آرشد

دو پتہ آب روان کا پراس ہے سینہ پر
چھلکا کسی نے بھی دیکھے حباب درآب

تیسر

ایک دن ایک کوڑا آ بیٹھا
بے گمان جیسے ہوا آ بیٹھا

دولہ

میں دین کیوں نہ بھیجیے یک سر
نچوٹس بھی تو نہیں ہے چھپتر پر

دولہ

پیکر اپنی خدا نے رکھتی ہے
ڈانس اک بابک سیسے کھتی ہے

دولہ

گتوں کی جستجوین ہوا روڈا باٹ کا
دھوبی کا گتہ ہو کہ نگہ کا نہ گھاٹ کا

دولہ

غرض افسوس کی جگہ بلی
اب کہاں گو کہ چھپا نیسے دلی

آرشد

انصیت کا ٹوڑا ہر گھڑی کیوں پسینا پیسے
بڑا دانا جو ہو چلی میں کیا چھوٹو کو دل ڈالے

دولہ

بڑا منہ واسا جو ایک ہے بیٹھا
اُسکا پالی میں ہے بندھا لٹھا

اسیر

دینے زلفونین لٹک کر جو لگائی چکر
چرخ پوے کا سینو کا تا شاٹھرا

ضیا

ادہ نوشی میں جو زلف کا ذکر آ گیا
حلق میں ایسا پڑا پھندہ کہ اچھوٹ گیا

سید صفر علی آبرو

حال ہاں ملک عدم کا کوئی پوچھے اُنسے
مقل کو جنکی ہے مضمون کس میں چکر

	ظفر	
اور اُلفت سے دیے ہنسنے جو کھلے کھلے گئے		رات کو گھر کے کواڑ اُنکے نہ کھل سکتے مگر
	ولہ	
کہ جسکے سامنے دم بند ہو صحرا میں جھلکا		اُڑا دینے کو خاک اندھنی نہیں جو خوش ہے
	ولہ	
اور پھر پوچھے ہے تو یہ کیسا گھر انا ہوا صید نکلن تھکے ناوک کا یہ ستنا ہوا پوچھے ہے آہوں نے مجھ کو کیا یہ جھڑا ہوا		ہوتے ہاتھوں نے عاشق کا گلا کاٹا ہوا سہکلاں ناتواں کا ہو گیا بس دم نہ ہوا کھینچے ہے دامن سراخا جون جب بشت میں
	حاتم	
شیر ہے ہیر ہے دھنشت ہے		مارنے کو رقیب کے حاتم
توڑیں بھی آخر کلمات میں آتی ہوا دیکھی نہیں جاتی دوسرے حرف قرار دیکھتی ہر اور قطع میں مجھ سے تیری ہر کلمہ سنوین کن نام		
	درو	
میں جو چاہی تو کیا خبر یہ مذکور نہ تھا		اُڑ کر میرا ہی وہ کرتا تھا صریحاً لیکن
قطع ذکر میرا فاعلاتن و ذکر فاعلاتن و ذکر فاعلاتن لیکن فعلن ثبوت ج پوچھا فاعلاتن کلمات فعلاتن سے ذکر فاعلاتن رن تا فعلن کما حاصل جو حرف بڑے اور بڑے ملنے ہیں اگرچہ لکھے نہ جاتے ہوں تقطع میں شمار کیے جائینگے جیسے لفظ طاؤس و کاؤس میں دو واو اور اُس کسرے میں جو پہنچ کر پڑھا جائے ایک یاے تھانی اور ہائے غننی وغیرہ میں وقت اضافت جانب کلمہ دیگر ایک ہمزہ تحرک منسوب کرتے ہیں درجہ ہمزہ کھینچ کر پڑھا جائے وہ ہمزہ ایک حرف مستقل کے گنا جاتا ہے۔		
	منشی	
کہ ترکون نے کاٹا سیاؤ منشا کاسر		سنی شاہ کا ووس نے یہ خبر
تقطع سنی شاہ فعلن و کاو دفعولن س نے یے فعلن خبر فعل ہا کہ ترکو فعلن ن کاٹا فعلن سیاوش فعلن ک سر فعل ہا لفظ کا ووس میں دو واو شمار کی گئی ہیں۔		
	محمد سعید خان سعید	
کیسو پڑا ہے چیمے دل و اقدار کے		دیکھا نہیں ہے مار کو طاؤس مارنے
تقطع دیکھان مغول ہی و مار فاعلاتن ک طاؤس مفاعیل مارنے فاعلن کیسو پ مغول ٹا پچ فاعلاتن		

لے داغ مفاعیل دار کے فاعل اس شعر میں طاووس میں دو داو شمار کی گئیں اور دل کے لام کے بعد ایک یے تختانی اضافہ کی گئی جو کسرۃ اضافت کے کھینچنے سے پیدا ہوئی ہے۔

ذوق

بندہ سکا جسے نہ مضمون دہان تنگ کا | ہاتھ اپنا فکر میں زیر زرخندان ہی رہا

تقطیع بن رکا ہم فاعلاتن سے ن مضمون فاعلاتن اس دہانے فاعلاتن تنگ کا فاعلن پُ بات پنا فاعلاتن فکرے سے فاعلاتن سے زرخندان فاعلاتن ہی رہا فاعلن پُ اس شعر میں لفظ دہان تنگ اور زیر زرخندان میں کسرۃ کھینچ کر پڑھا جاتا ہوا اور یے تختانی شمار کجاتی ہوا اور دال اور ہا لفظ بندہ سے اور خون لفظ مضمون اور زرخندان سے خارج کر دیے جاتے ہیں۔

ایضا

طاسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردان باندھا | کہ ہے اک اک گرہ میں جاہل صبر و کان باندھا

تقطیع طاسم طرفہ تر آنسو مفاعیلن ن میرے مفاعیلن دُ ما با د مفاعیلن کہ ہے اک اک مفاعیلن کرہ سے جا مفاعیلن صلی صلی مفاعیلن رکا با د مفاعیلن اس شعر میں بھی طاسم طرفہ ترا و حاصل صبر کے کسرۃ کے کھینچنے سے یے تختانی پیدا ہوتی ہے اور نون اور یے تختانی وغیرہ چند حرف کٹتے ہیں

ارشاد

نالہ منج سحر نے اُسے بیدار کیا | کہیں ڈرے کہ خفا مجھے وہ دل نہ ہو

تقطیع نالہ منج سحر نے فاعلاتن اُس بیدار فاعلاتن ر کیا فعلن پُ کہ ڈرے فاعلاتن ک خفا مجھے وہ دل نہ ہو فاعلاتن س و دل فاعلاتن نہ ہو فعلن اُس شعر میں لفظ نالہ منج سحر میں ہاے مخفی کے مرغ کی طرف مضامین ہونے کی وجہ سے ایک ہمزہ پیدا ہوتا ہے اور تقطیع میں وہ ایک حرف علیحدہ شمار کیا جاتا ہے۔

پانچواں شہزاد کی تشریح میں

جس قدر بحرین دوسرے شہر میں بیان کی گئیں اُن میں سے بعض بحرین اشعار عرب سے خصوصیت رکھتی ہیں جن میں شعر اے غم نے طبع آزمائی نہیں کی اور بعض فارسی شعروں کے ساتھ مخصوص ہیں عربین مستعمل نہیں اور بعض مشترک ہیں اور جو مستعمل فارسی میں سے بعض ایسی ہیں جن میں متقدمین نے شعائے عرب اور متاخرین نے انکو متروک کیا ہے یا اس طرح برائ کا استعمال نہیں کرتے ہیں یا جو بحر مسدس مربع استعمال

کیجاتی تھی اب اسکو دشمن کے سوا نہیں لاتے غرضکہ ایسے ہی اختلاف واقع ہو گئے ہیں اور ان سب بحر مستعملہ عرب و عجم میں سے بعض ایسی ہیں جو رنجیتہ میں مستعمل ہیں اور بعض ایسی ہیں جنکو رنجیتہ والوں نے متروک کیا ہے پس یہ کتاب جو عروض و قافیہ رنجیتہ کی ہے اس میں وہی بحرین اور وہی تشکیکین بحر و کئی بہ تشریح لکھی جائیگی جو رنجیتہ میں مستعمل ہیں اگر ضرورت کوئی ایسی بحر لاوینگے جو شعر عربی یا فارسی کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے تو اسکی طرف اشارہ کر دیں گے اور اس کتاب میں ہر ایک مقام اور ہر ایک فن میں زبان رنجیتہ سے بحث کی جائیگی۔

ناظرین کتاب کو یہ بات اول معلوم ہو چکی ہے کہ بعض بحرین مفرد ہیں بعض مرکب پس یہاں برابر امور سے قطع نظر کر کے اول بحر مفردہ کا پھر بحر مرکبہ کا حال مع وجہ تسمیہ لکھا جاتا ہے۔

بیان بحر مفردہ

(۱) بحر ہزج

بحر ہزج مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین دو بار ہزج فہج ہا و فتح زلے معجزہ سکون جہم افتاب اچھی آواز اور گانے کی آواز کو کہتے ہیں چونکہ عرب میں اکثر اسی وزن کے اشعار گائے جاتے ہیں اس لئے بحر کا نام ہزج رکھا گیا۔ بحر ہزج کی اصل مسدس ہے مگر شعرے فارس و رنجیتہ دشمن بھی استعمال میں لاتے ہیں حدائق البلاغۃ کے ترجمے میں مولوی صہبائی کا یہ قول کہ اصل اس بحر کی اٹھ رکن ہیں دو رکن کم کر کے مسدس بھی استعمال کرتے ہیں مسامحت سے خالی نہیں۔ شعرے عرب میں بحر کو مزج بھی استعمال میں لاتے ہیں دشمن ہونے کی صورت میں سالم اور مزاحف و ولون طرح آتی ہے بخلاف مسدس کے کہ اکثر مزاحف آتی ہے سالم نہیں آتی اور عروض و ضرب السکے سالم یا مقصور یا محذوف ہوتے ہیں اور رباعی میں اور طرح بھی آتے ہیں چنانچہ رباعی کی بحث میں وہ اوزان بیان کیے جائینگے اور صدر اور ابتدا اور شومن زحاف بہت آتے ہیں اور اُسے بہت سے وزن حاصل ہوتے ہیں۔

ہزج دشمن سالم مفاعیلین مفاعیلین مفاعیلین دو بار مثال اسکی۔

عبد الغنی خان جاوید

خجوشی اسلئے دیوانگی میں پہنچے حاصل کی خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے منہ سے کیا نکلے
تو قطع خجوشی اس مفاعیلین لے دیو مفاعیلین لگی سے ہم مفاعیلین حاصل کی مفاعیلین پر خدا جانے
مفاعیلین دو کا پوچے مفاعیلین ہمارے مفاعیلین میں کھلے مفاعیلین پر

اسد بسمل ہو کس انداز کا قاتل سے کتنا ہی غالب آتشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر	اور عروض و مضرب مفاعیلان مسبق بھی آتے ہیں۔
میر محمد زکی کی تخلص کی	
بڑا ہونا مرادی کا رولایا ہے لہو پر خون مے دلسین ہی ہے دلغ ہنگر آرزو پر خون	جناب شاد وزیر اعظم حیدر آباد
توکل بر ہو تکیہ عقل سے ہم کام لیتے ہیں ادھر تھپڑ پر رکھتے ہیں ادھر تدبیر رکھتے ہیں	ان دونوں شعروں میں عروض و مضرب مفاعیلان واقع ہے عروض مسبق ضرب سالم بالکس بھی آسکتا ہے جیسے
نواب مرزا ظہیر	
یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم انکو چھوڑ بیٹھے ہیں جب تکھین چاہی ہوئی ہیں مردت آہی جاتی ہے	عروض مفاعیلان ہے اور مضرب مفاعیلان
واجہ علی شاد	
ابھی منظور ہو دم بھر نہوں وہ دور آنکھوں سے مری آنکھوں کی تپنی کی طرح وہ باس از زمین	اس شعر میں عروض مفاعیلان اور مضرب مفاعیلان ہے۔ محقق بلوسی معیار الاشعار میں کہتے ہیں کہ ایسے دوسا کنونکے واقع ہونے کی وجہ سے مسبق نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الف اور نون غنہ دو حرف نہیں بلکہ ایک حرف کے قائم مقام ہیں جیسا کہ درمیان ابیات میں ایسے دو حرف ایک حرف کے حکم میں شمار کیے جاتے ہیں اگر کہا جائے کہ درمیان ابیات میں چونکہ اشباع نہیں ہو سکتا اسلئے وہ ان ایسے دو حرف بلکہ قرائے لے جاتے ہیں بخلاف او آخر ابیات کے کہ وہ ان اشباع ہوتا ہے پس یہاں مسبق نہ ماننے کا کیا سبب ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ او آخر ابیات محل تبسین ہے لیکن دائرے سے خرچ لازم آتا ہے اسلئے یہاں بھی دوسا کنونک ایک ہی ساکن قرار دینا چلیے البتہ بحر و مین مضائقہ نہیں لیکن خواجہ کا یہ قول نون غنہ میں جاری ہو سکتا ہے حالانکہ متاخرین ساکن زائد غیر غنہ بھی لاتے ہیں اور وہ سولے تبسین کے دوسری تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا مولوی سعد اللہ نے شرح میں اسی طرح لکھا ہے مثلاً۔
سید محمد خان رند	
اگر کمال سے بہتر جانتے کجواب و شبنم کو کسی آئینہ رو سے کیا کبھی پھر دل لگایا ہے	گلیم فقر کو کیوں دوش پر ہم ڈالتے اور رند سدا تصور کی صورت جو حیران رہتے ہو گزند
لحد میں سمعے جب جا کر نہ رشتہ ہو نہ ناتا ہے دلہ	یگانے زندگی تاک ہیں عزیز و اقربا اور رند

تینوں شعر دیکھئے عروض مسنخ ہن۔

قاضی یوسف کے مکمل متخلص بہ یوسف

رسول اللہ کے فرزند علی کے لافٹے لہندہ ہن زہر کے جگر یونین محمدی الدین جیلانی

عروض مسنخ ہے۔

امیر مینائی

ترے آگے زمین میں گر گیا سر و چین اللہ خزان تو ہوا لکبکی سی بھولا چلن واللہ
غضب گرمی بلا سوخی قیامت باکین واللہ ترسی کیا بات سہاؤ شاہ پاک سخن واللہ

عجب انداز ہے ناز و ادا کا چال کا قہ کا

چار دن مصرعوں کے عروض و ضرب مسنخ ہن کیونکہ واللہ کا حرف آخر اشباع کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جسے کہ
دیہ کے اس قول سے ثابت ہے ع واللہ کلاہ سریشیر ہی ہو۔ واللہ مفعول کے وز پڑ ہے

گلزار نسیم

ابو لاوہ خدا کروادہ ہے جملہ جہان کا مالک اللہ

صبر شاگر تسلیم لکھنوی

فلک ظالم بری قسمت جہان دشمن ہستندہ است تو بھلا کچھ کسے جا کر میں کردن فریاد

عروض ضرب و وزن مسنخ ہن
بعض شعر نے بحر سنج دشمن سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے مثال اسکی

از معیار البلاغت

چمن میں وہ نگار سبز خط گیسو پریشان راست قد خوش چشم مہ سیماء جو اگر طوبہ کر ہووے
نیشہ با پیسے سودا میں منہل تیج کھائے با بگل شمشاد و زکس زرو و گل چاک جگر ہووے
ہنچ دشمن سالم محذوف الآخر یا مقصور الآخر مفاعیلن مفاعیلن مفعولن یا مفاعیل
و بار حذفت مراد ہے اسقاط سبب آخر کن سے پس مفاعیلن سے مفاعی محذوف رہا اسکو مفعولن سے
بدل لیا اور قصر مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف اور اسکان ماقبل سے پس مفاعیل مقصور رہا۔
محذوف کی مثال۔ ۷

ظفر

بتو پیر جان جاتی ہے خدا مارے کہ چھوڑے انھیں کی طرز بھاتی ہو خدا مارے کہ چھوڑے

تقطیع بتویر جا مفاعیلن جاتی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چوڑے فاعلن پڑانی کی طرح
مفاعیلن زبانی ہے مفاعیلن خدا مارے مفاعیلن کہ چوڑے فاعلن پڑا مثال قصور کی۔

ولہ

کہان ہین صبح پہاے کے گھر نزدیک نزدیک
خانہ ناخن بازیر سرو قاست یار
ستارے ہین یہ نزدیک قمر نزدیک نزدیک
پڑے دس پانچ ہین گھر گھر نزدیک نزدیک

دونوں بتوین عرض و ضرب مقصور یعنی مفاعیل کے درپہ ہین باقی بدستور ہے اور اجتماع دونوں کا
ایک غزل میں جائز ہے جیسا کہ ولہ

بجز بزم بتان دشمن دین دل و جان
کوئی صحبت ہین بھائی خدا مارے کچھ چوڑے

عرض مقصور ہے اور ضرب مخدوف باقی بدستور مگر تحقق پوسی کی راے کے مطابق عرض بھی مخدوف ہے
ہنر مشتمل مقبوض مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار قبض مراد ہے استقاط حرف پنجم سے
جوساکن ہو پس مفاعیلن سے مفاعیلن مقبوض۔ ہا مثال اسکی یہ شعر سہا در سنگھ کام بد لوانی کا ۵

یہ تھوڑی تھوڑی سے سے کلائی موٹو کر
بھدا ہو تیرا سا قیام دے غم بخور کر

تقطیع یہ ڈر تو مفاعیلن ڈرے مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن پڑا ہونے مفاعیلن
رسا قیام مفاعیلن پلا دھم مفاعیلن بخور کر مفاعیلن فائدہ مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن سے سبب قبض کے حاصل ہوا
اور مستفعلن سے بھی سبب جن کے مفاعیلن بتا ہے جیسا کہ اوپر زحافون کے بیان میں معلوم ہوا ہوگا پس
رجز مخموم اور ہنر مقبوض دونوں کا ایک وزن ہوا لیکن اس وزن کو بحر پنج میں شمار کرنا زیادہ مناسب ہے
اس لیے کہ یہ رکن مفاعیلن مفاعیلن سے بہ آسانی پیدا ہو سکے بہ نسبت مستفعلن کے کیونکہ اس میں صرف حرف
یاساقط کیا گیا ہے اور اس میں حرف سین گرا کر مستفعلن کو مفاعیلن سے بدلا ہو۔

ہنر مشتمل اشتر فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن دوبار اشتر مراد ہوا اجتماع خرم و قبض سے یعنی حرف
اول و تہ مخموم و حرف پنج ساکن کو گرائیں مفاعیلن سے فاعلن اشتر بنا لیا

نشا

برق شعلہ زن مکی بر بھی خروشان ہے
گرم اس گھڑی ساتی بزم درد نشان ہے

تقطیع برق شعلہ فاعلن ل زن مکی مفاعیلن ابر بی فاعلن خروشا ہے مفاعیلن پڑ گرم اس فاعلن
گھڑی ساتی مفاعیلن بزم درد فاعلن و نشا ہے مفاعیلن

کیا مضائقہ اس میں ہم بھی گر ہوئے رسوا ہادی
اشوق تھا بڑا تمکو اپنی خود نانی کا

غالب	
عشق سے طبیعت نے زیست کا خزا پایا	درد کی دوایا بی درد لا دوایا
ولم	
ذکر اُس کی بی ش کا اور بھی بیان اپنا	انگلیار قیاسِ آخر تھا جو راز دان اپنا
فکار	
قدحی دیا مست تھا زلف کیون بڑھائی ہے	اور ساتھ محشر کے اک بلا لگائی ہے
ان سب اشعار میں صدر وابتدا مشتر ہے اور عرض ضرب سالم اور دشوین ایک لگے کن اشتراکِ سالم ہے	
اور عرض یا ضرب مسیح بھی آئے ہیں جیسے حبل کے شعر میں ۵	
انگدیسے ہم اٹھ کر لٹے پاؤں گھر	اپنے نقش پاؤں تھا سجدہ ہر قدم بعد
تقطیع تنگدے س اٹ کر فاعلن مفاعیلن اُٹ پاؤں گرا لٹے فاعلن مفاعیلن پڑ پڑیں نقش پاؤں	
فاعلن مفاعیلن سجدہ ہر قدم کے بعد فاعلن مفاعیلن پڑ صدر وابتدا مشتر ہے اور دشوین بھی ایک لگے کن	
اشتر ہے اور ایک ایک سالم اور عرض بھی سالم گر ضرب مسیح واقع ہوئی ہے اسی وزن میں ہے یہ شعر	
سقم کا ۵	
وان اشارہ ابرو مطلع ہلائی ہے	ہے یہ آہ کا مصرع مقطع فنائی یان
ہنچ مٹمن اُخر ب مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن دو بار غرب مراد ہے اجماع خرم و کف سے	
یعنی بسبب خرم کے حرف اول و بسبب کف کے حرف ہفتم گرایا تو مفاعیلن سے فاعیل اُخر ب یا اس کو	
مفعول سے بدل لیا مثال۔	
مغل	
خورشید جو نکلا جو اس وقت یہ لرزان ہوا	کوٹھے پہ کھڑا شاید وہ ماہ لقا ہوگا
تقطیع خورشید مفعول ج نکلا ہے مفاعیلن اس وقت مفعول سی لرزا ہو مفاعیلن پڑ کوٹھے پہ مفعول	
کڑا شاید مفاعیلن وہ ماہ مفعول لقا ہوگا مفاعیلن پڑ صدر وابتدا اُخر ب ہے اور عرض ضرب سالم اور	
ایک رکن مشکو کا بھی اُخر ب ہے اور ایک سالم۔	
اعبدالرسول شاعر	
جب فن محبت کے باہم سے گئے گذرے	ہم تم سے گئے گذرے تم سے گئے گذرے
اور عرض و ضرب مسیح بھی لانا درست ہے جیسے نمود کے اشعار میں ۵	

مرت پوچھ کر کس پر قرض ہے ہیں نہ سینے سے گھنچے کیونکر عاشق کے خنکشت	اک شیخ غوسہ کی دستار نظریں ہے جوداغ کین لُس کا سو فار نظریں ہے
میر محمد بی بییدار	
یہ طرح کچھ ایدھر کو وہ مست احسن یوں مہرے فرمایا اُس نے وقت صبح	گھنچے ہوئے اُسے تلوار خدا حافظ ہم جلتے ہیں اب تیرا تیر خدا حافظ
چارون شعرون میں عرض مسنیع ہیں اور ضرب سالم۔ اس وژن میں اصمیع میں مفاعیلین کی جگہ مفاعیلان سکون نون کے ساتھ آسکتا ہے لیکن مصرع زبان پر کھٹکتا ہے اور اسکو سکتا ہے ہیں مسمیٰ قلیل ہے باو غلام محمد طور کی ایک نظم ۔ ۷	
اسمبود تھے جب جہنم مفلوہ تھا حق کا نام تقطیع معبود مفعول ت جب جہنم مفاعیلان مفلوہ مفعول ت حق کا نام مفاعیلان ؤ اسدم مفعول ت	اسدم علم اسلام تجھ سے ہوا اونچا ہے
اسلام مفاعیلان تج سے مفعول داو چاہے مفاعیلین ۔ ہنرج مشمن ا خرب مکفوف سالم الاخر مفعول مفاعیل مفاعیلین دو بار خرب مراد ہے اجتماع خیم و کف سے نیچے حرف ا دل و حرف ہفتم کو گرا نا پس مفاعیلین سے فاعیل ا خرب ہوا اسکو مفعول مضموم اللام سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سے پس مفاعیلین سے مفاعیل مکفوف ہا یوزن رغبتہ میں مخرج مبین بہر صورت متاج ہے ۔ ۷	
تا عکس رخ یا رکو سینے میں رکھے اپنے ہے دل میں اُڑانے کی مے رے گریبان کو	آئینے کو اس واسطے سیاب سے ربط ہدیگا ہمدم تجھے کیا فکر رفوساز کا خط ہدیگا
صدر وابتدا خرب اور حشو مکفوف اور عرض و ضرب سالم ہیں تقطیع تا عکس مفعول رخ یا رکو مفاعیل کے سینے مفاعیل رکھے اپنے مفاعیلین ؤ آئین مفعول کے اس واس مفاعیل ط سیاب مفاعیلین ربط ہدیگا مفاعیلان شعر و نین ہدیگا کی مابھی ساقط ہوتی ہے ۔ ۷	
آئینے تو مجھے زخم کا ہرگز نہیں خطرہ ہے پر ڈر ہے کہ میں تیرے نہ بیکان کے کڑے ہوں	
اس شعر میں ضرب مفاعیلان مسنیع ہے اور عرض بدستور ہے ۔ ہنرج مشمن مکفوف محذوف الاخر مفاعیل مفاعیل مفعولن کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب خفیف سے پس مفاعیلین سے مفاعیل بضم لام مکفوف ہوا اور حذف کتبہ ہیں اسقاط سبب خفیف کو آخر رکن سے پس مفاعیلین سے مفاعی محذوف رہا اسکو فونل سے بدل لیا مثال	

	طالب	
تپ چہرے سے یار دل زار جلا ہے	خوار و کیمہ دل زار نیا باغ کھلا ہے	
تقطیع نیچے ہجر مفاعیل سے ای یار مفاعیل نے زار مفاعیل جلا ہے مفعول۔ اگر اس وزن میں ایک مصرع اُخر بکفون مقصور یا مخذوف ہو تو شعر ناموزون نہوگا جیسے۔ ۵		
اجاب تو یوں کہتے ہیں کچھ چیز تو کھالو	اگر خون جگر جسکی غذا اُسکی غذا کیا	
پہلے مصرع کا یہ وزن ہو مفعول مفاعیل مفعول مفعول اور دوسرے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفعول۔ ۵		
یہ دم لیتا ہے اوپر کے کہا ہنسکے اگر چہ	پر ہستی سے لے راہ عدم دیکھیے کس وقت	
پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفاعیل مفاعیل مفاعیل مفعول اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول		
<p>مفاعیل مفاعیل</p> <p>ہنچ مشتمل اُخر بکفون مقصور الاخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل دو بار اُخر بکفون سے مراد ہے اجتماع خرم و کف کا یعنی حرف اول و ہفتم کو اگر مفاعیل سے مفاعیل اُخر بنا اُسے مفعول سے بدل لیا اور کف مراد ہے اسقاط حرف ہفتم سبب اخفیف سے پس مفاعیل سے مفاعیل بضم لام بکفون ہوا قصہ سے مراد ہے اسقاط حرف ساکن سبب خفیف سے جو آخر کنین ہو اور ساکن کرنے کے اقبل سے پس مفاعیل سے مفاعیل بسکون لام مقصور رہا مثال۔</p>		
	عشقی	
آئینے میں چھا لائے نہیں کجی تر نواف		تو جسکو کمر سمجھا ہے شیشے میں وہ ہر بال
تقطیع تو جسکے مفعول کمر تہج مفاعیل ہ شیشے مفاعیل و ہر بال مفاعیل۔		
	ناسخ	
تیرے لب جان بخش ہوے پان سے جب سُرخ	عالم نے کہا چشمہ حیوان میں لگی آگ	
	عش	
اُس شک مسیحا کا جو کرتا ہر کوئی ذکر	ہوئے مرصورت بیا ربیب	
ہنچ مشتمل اُخر بکفون مخذوف الاخر مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول دو بار		
	میر درد	
مقدور ہیں کب تھے و مفعول کے رقم کا	حشا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا	

نواب محبت خان	
جسکو بڑی آنکھوں سے سردکار ہے گا	بالفرض جیابھی تو وہ بیمار ہے گا
لمو لفظ	
کیون کرتے چو چشم بہت عیار کا چچا	بیمار سے اچھا نہیں بیمار کا چچا
ولہ	
لمو لے کی طرح آنکھ بدل جاتا ہر حسبے	یہ گنبدِ دوآر نہیں یار کسی کا
ولہ	
ای چارہ گرد کرتے ہو تدبیر دوا کیا	باقی تن رنجور میں اب میرے ریا کیا
اگر عرض ضرب مختلف ہوں یعنی ایک مقصور دوسرا مخدوف تو شعر ناموزون نہوگا جیسے اس شعر میں -	
قائم	
تھاموں مجھے آدمین کوئی اُسکی کہ ناگاہ	بجائے نہ گھرے کہیں باہر تیشِ نل
صدر و ابتدا اُخر ہے اور حشو مکفوف ہے اور عرض مقصور اور ضرب مخدوف	
اشا	
ہم متکلف خلوت بجا نہ ہیں اے شیخ	جا تا ہے تو جا تو ہی طوافِ حرم چھا
اکھر لگتا آہوں کوئی دم میں مین تم میں	پھٹے پھٹے کل کی طرح سے جھکڑم اچھا
اگر حشویں ایک رکنِ سالم اور ایک اُخر ہے یعنی مفاعیلُ مفاعیلُ کی جگہ مفاعیلُ مفعولُ آجائے تو درست ہے مثال -	
لمو لفظ	
شیدا نہیں ہوتا ہوں کسی محبتِ پاسبی سے	میں آپ ہی مجنون ہوں میں آپ ہی لیلہ
پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ فعلن اور دوسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلُ مفعول مفعول قطع یون ہے مگر آپ مفعول و مجنوبو مفاعیلُ مے آپ مفعول و لیلہ فعلن صدر و ابتدا اُخر در عرض و ضرب مخدوف اور مصرع اول کا حشو مکفوف اور مصرع ثانی کے حشویں ایک رکنِ سالم اور ایک اُخر ہے -	
ہزج مفعول اُخر مقبوض ال مفعول مفاعیلُ مفاعیلُ فاع دو بار فاع رکن مفاعیلُ میں تہا خرم و ہتم مے حامل ہوتا ہے اسکو اصطلاح میں ازل کہتے ہیں مثال اسکی سید عضنفر علی خان حکیم سپر سید مظفر علی خان	

اسیر کتبہ این سہ

لیا خوب چھپا ہے واسطی کا دیوان	ہر دل کو حکیم پیہن ہو مقبول
تقطیع کا خوب مفعول مچا ہوا مفاعیل سلی کا دی مفاعیلن دان فاع ہر دل کے مفعول حکیم ہے	
مفاعیلن سخن ہے مفعول مفاعیلن بول فاع ہر	
ہنرچ مشمن انحر مفعول محبوب مفعول فاعلن مفاعیل فعل دوبار مفعول انحر ہے اور فاعلن	
اشتر ہو اور مفاعیل بضم لام مفعول اور فعل بفتح نین و سکون لام محبوب ہے۔	
ہنرچ مشمن انحر ہا اہتم مفعول مفاعیلن مفعول فاعل دوبار مفعول انحر ہے اور فاعل اہتم مثال ہر وزن	
حکیم	
پوچھا جس وقت مجھے ہاتھ لگی	آگے چھپا دیوان فضل رسول
مصرع اول کا یہ وزن ہے مفعول فاعلن مفاعیل فعل اور مصرع دوم کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن	
مفعول فاعلن تقطیع ہر دو مصرع پوچھا جس مفعولن وقت مج فاعلن س ہاتھ لگی مفاعیل کنی فعل تانچ مفعول	
چپا دیو مفاعیلن نے فضل مفعول رسول فاعل	
ہنرچ مسدس سالم مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال اسکی یہ ہے۔	
مولفہ	
کیا کیوں زلف کو قربان کھڑے پر	بلائیں گر صنم لیتے تو ہم لیتے
وہ اٹھی لگ گئے جسے قسم لینے	جو سچ پوچھو قسم لیتے تو ہم لیتے
تقطیع کیا کو زلف مفاعیلن ف کو قربان مفاعیلن ن کھڑے پر مفاعیلن الخ۔	
ہنرچ مسدس مقبوض مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار قبض سے مراد ہے ہا طرف ساکن نیم ہیں	
مفاعیلن سے مفاعیلن رگہ یا مثال اسکی۔	
طالب	
روانہ میرے گھر سے جب ہوا صنم	ہوا صنم ہوا صنم ہوا صنم
تقطیع روانہ مفاعیلن ر گھر سے جب مفاعیلن ہوا صنم مفاعیلن	
مولفہ	
کہو تو یہ شب کو تم سے کہاں	سحر تک پڑا رہا مین نیم جان
ہنرچ مسدس مقصورا آخر مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال	

میر ممنون	
انہیں بتی دکھائی صورت نہ سبت	غضب صوبت ہوں آیا دیکھ کر آج
عروض ضرب مقصور میں باقی ارکان سالم تقطیع منی بتی مفاعیلن دکائی / صوم مفاعیلن تے تے سبت مفاعیلن سنی و زمین ہے یہ شعر آتش کا	
محبت کوڑیوں کے ہو اگر مٹول	بنی آدم نہ لے یہ درد سر مٹول
ہنج مسدس مخدوف الآخر مفاعیلن مفاعیلن فونلن دوبار مثال۔	
ذوق	
مست رہی یہ گر سود و زیان ہے	تو ہم نے یان نہ کچھ کھو یا نہ پایا
کے کیا ہائے زخم دل ہمارا	دہن پایا لب گوا نہ پایا
لموافقہ	
صبت سامان ہے غافل برس کا	بھروسا ہے نہیں یان ارک نفس کا
ہوس باقی رہی دل میں نہ کوئی	مگر اک نام باقی ہے ہوس کا
خیال دل ہی آخر ہم نے چھوڑا	کہ یہ ظالم نہیں ہے اپنے بس کا
سب شعر و غنیم عروض و ضرب مخدوف ہے یعنی مفاعیلن سے سبب خفیف گر ادیا مفاعی مخدوف رہا اسکو فونلن سے بدل لیا اگر عروض و ضرب میں ایک جگہ مفاعیل مقصود و دوسری جگہ فونلن مخدوف لایا جائے تو ہو سکتا ہے مثال اسکی	
صدق	
بر وقت شک اب نکلے ہے شاید	ہوا آنکھوں میں ہے نخت جگر سب
ہنج مسدس ل خرب مقبوض مسنغ مفعول مفاعیلن مفاعیلان دوبار مفاعیلن سے سبب ب کے مفعول اخرب حاصل ہوا اور سبب قبض کے مفاعیلن سے مفاعیلن در تسبیح سے مراد ہوا آخر سبب خفیف میں ایک الف بڑھانے سے پس مفاعیلن سے مفاعیلان ہوا۔	
مولوی صہبائی	
کتا ہے کہ اب نہ کھینچ تو آہن	ہن دل سے ترے تو ہم تک لاپہن
تقطیع کتاہ مفعول کلابن کے مفاعیلن ج تو آہن مفاعیلان الخ اس در زمین حاف بھی بل حافین یعنی صدر و ابتدا و حشو و عروض و ضرب میں باہم کچھ فرق بھی ہو جاتا ہے جیسے اس شعر میں مولوی صہبائی کے	

بیٹھا وہ رقیب کے جو سیلو میں	اٹھا یہ درد دل کہ کھینچی آہ
تقطیع بیٹا و مفعول رقیب مفاعلن ج پہلو میں مفاعیلان اٹھا ٹاٹا مفعولن درد دل فاعلن کہ کھینچی آہ مفاعیلان صدر ارب اور ابتدا خرم اور عرض و ضرب مسجع واقع ہوئے ہیں اور پہلے مصرع کا حشو مقبوض اور دوسرے کا حشو اشتہر۔	

جی میں ہے کسی کو منہ نہ دکھلاؤں	اک کھینچ کے آہ سرد مر جاؤں
مفعول مفاعلن مفاعیلان	مفعول مفاعلن مفاعیلان
اگر نون فتنہ کو اعتبار نہ کریں تو بجائے مفاعیلان مسجع مفاعیلن سالم کہہ سکتے ہیں مسجع کی مثال بے خلاف یہ ہجر۔	

کیا کیا نہیں مجھ پر کر پٹے بیدار	اسد سے ہے تو مجھے فریاد
تقطیع کا کان مفعول ہرچ پ کر مفاعلن پٹے بیدار مفاعیلان الخ۔ ہنج مسدس ارب مقبوض مفعول مفاعلن مفاعلن دوبار مثال۔	
گل پھولے جو تھے حین کے بھر گئے	ادہ نقش و نگار سب گریز گئے
تقطیع گل پول مفعول ج تھے حین مفاعلن ک بڑ گئے مفاعلن پادہ نقش مفعول نگار سب مفاعلن گریز گئے مفاعلن اگر اس شعر میں چھڑ گئے اور گریز گئے میں ہجرہ کسور کو ساقط کر کے صرف کان فارسی کو مفتوح اور پائے تختانی کو ساکن پڑھیں تو یہ وزن ہو جائے مفعول مفاعلن فاعلن یہ شعر مہوس نے شبنوی سیلی مجنون میں اسی وزن میں لکھا ہے اور وقت و مکلف سے خالی نہیں اور یہی ہے جس وزن کی مثال میں دار کیا ہے وہ بے مکلف ہے۔	

ہنج مسدس ارب عالم الاخر مفعول مفاعلن مفاعیلن دوبار مثال۔	
کہتے ہیں کہ وہ نگار آتا ہے	کیا فائدہ جی ہی تن سے جاتا ہے
تقطیع کہتے مفعول وہ نگار مفاعلن آتا ہے مفاعیلن جی ہی تن سے جاتا ہے مفاعیلن اور اس وزن میں عرض ضرب مسجع اور سالم جمع کرنا بھی جائز ہے۔ ہنج مسدس ارب مکفوف تصور مفعول مفاعیل مفاعیل دوبار۔	
جب تک ہے جہان میں گل و گلزار	یار ب رہے وہ گوشہ رستار
تقطیع جب تک مفعول جہاں میں گل و گلزار مفاعیل ل گلزار مفاعیل یار ب مفعول وہ گوشہ مفاعیل تقطیع جب تک مفعول جہاں میں گل و گلزار مفاعیل ل گلزار مفاعیل یار ب مفعول وہ گوشہ مفاعیل	

بحر ستار مفاعیل

ہنر مسدس خرب مقبوض مخدوف الآخر مفعول مفاعل مفعول دوبار مثال

محمد شاکر

کیا پوچھے ہے حال ببلون کا
گل چین تجھے کیا ترسی بلا سے
جو ان پر گزرنی ہے گزر لے
گل توڑ کے تو تو گود بھر لے

مولوی محمد حسن کا گوری

بیضا وی صبیح کا بیان ہے
تفسیر کتاب آسمان ہے

تقطیع بیضا و مفعول ہے صبیح کا مفاعلن بیاض مفعولن ہذا تفسیر مفعول کتاب اامفاعلن سلم ہے مفعولن

لموقفہ

اے خانہ خراب یسار بی
کیسان نہیں دو چرخ ایدل
دیکھ آپ کو اے دل اور سنبھل کچھ
خوش باش کہ آج کچھ ہے کل کچھ

ہنر مسدس خرب مقبوض مقصور الآخر مفعول مفاعل مفاعیل دوبار مثال

مولوی محمد حسن

انوار بیاض مطلع صاف
داغ بھر کے حاشیہ پر کشات

ہببت فلی خان حسرت

سر باد سے ہم سہری کے کون
سر کس کا پھر ہے یون مے کون

ہنر مسدس اخرم اشتہر مخدوف الآخر مفعولن فاعلن مفعولن دوبار اخرم ہے مراد ہے امعاظ حرف اول
وہ مجموع سے پس مفاعیلن اے فاعیلن رہا اسکو مفعولن سے بدل لیا اور اشتہر و حذف کا حال اوپر معلوم ہو چکا
فاعلن اشتہر اور مفعولن مخدوف ہے۔

نسیم

کاٹا دن تو تڑپ تڑپ کر
آفت کی رات سر پر آئی

تقطیع کاٹا دن مفعولن تو تڑپ فاعلن تڑپ کر مفعولن آفت کی مفعولن رات سر فاعلن پر آئی مفعولن

انشا

گویا خرطوم اثر دیا تھی
صورت دیوار قہقہا تھی

ترانہ شوق

صبح کا ذب کو دن نہ جانو
ٹٹی دھوکے کی ہے یہ مانو

ہنچ مسدس اخرم اشتر مقصور الاخر مفعولن فاعلن مفاعیل دوبار

انشا

پنچیل پیاری تھی مادہ فیل ایک
جس پر ہو جائیں غش بد و نیک

تقطیع خجل پامفعولن ریت مفاعیلن وفیلیک مفاعیلن پڑ جسیہر ہو مفعولن جلے غش فاعلن بُد نیک
مفاعیلن فائدہ یہ چارون وزن یعنی مسدس اخرب مقبوض محذوف اور مسدس اخرب مقبوض مقصور اور
مسدس اخرم اشتر محذوف اور مسدس اخرم اشتر مقصور ایک ہی شمار کیے جاتے ہیں اور انکو شاعر ایک غل میں
جمع کر کے تو جائز ہے۔

ناظم

اڑھتا ہے شراب پی کے لاحول
ناظم رند و نین پارے سا ہے

مصرع اول ہنچ مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہنچ مسدس اخرم اشتر محذوف

ناظم مستوجبی جس سے ہو جمیع انشا روشن دہ کرے مراو کی شمع

پہلا مصرع ہنچ مسدس اخرم اشتر مقصور ہے اور دوسرا مصرع ہنچ مسدس اخرب مقبوض مقصور

حسن کا گوری

تجھ سے دشمن کو دوست جانا
مفعولن فاعلن فاعلن
خال ابرو نے مار ڈالا
مفعولن فاعلن فاعلن
جی بھی ٹکلا تو اے حسرت
مفعولن فاعلن فاعلن
احسن کیون چپ ہو کسی ہر باد
مفعولن فاعلن فاعلن
دل سے مرے ساتھ دشمنی کی
مفعولن فاعلن فاعلن
کعبے والوں نے رہزنی کی
مفعولن فاعلن فاعلن
نکلی حسرت نہ اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فاعلن
کچھ ہم سے کو تو اپنے جی کی
مفعولن فاعلن فاعلن

اوزان مذکورہ بالا کا کلیہ یہ ہے کہ اگر صدر وابتدا اخرب (مفعولن) آوے تو شش مقبوض (مفاعیلن)
آوے گا اور اگر اخرم (مفعولن) آئے تو شش اشتر (فاعلن) آویگا اور عروض و ضرب محذوف یا مقصور اس

اس اختلاف کو کہ وحاف مین واقع ہوتا ہے عوام سکتے کہتے ہیں۔

ہنج مسدس اشتر محذوف الآخر فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار مثال۔ ۵

آج ہے یار سے جدائی | پھر باس پر اپنے آئی

تقطع آج ہو فاعلن یار سے فاعلن جدائی فاعلن کو پر بلا فاعلن سر پہ فاعلن ن آئی فاعلن تر
صدر وابتدا اور حشو اشتر ہوا اور عوض ضرب محذوف۔

ہنج مسدس اشتر مقصور الآخر فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن دوبار مثال۔ ۵

بادہ ایسا کہ ہوا لوالعزم | جسکو چکر سنوارون اک بزم
جس پہ لپٹائے زاہد خشک | جس سے شرٹائے نافہ مشک

صدر وابتدا اور حشو اشتر ہے اور عوض ضرب مقصور فائدہ عوض ضرب مین ایک ہی بیت مین
یا کئی اشعار مین بمقابلے فاعلن کے مفاعیل بھی آسکتا ہے۔

ہنج مربع سالم مفاعیلن مفاعیلن دوبار اس وزیر نہایت مؤثر مضمون کا ایک بھجن ہندوئی بان مین
دیکھا گیا ہے اُس مین سے دو شعر ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ ۵

سجن جٹنے کی بار سی ہے | عجب مدھ بدھ بساری ہے
بھجن بن کام جاتا ہے | سجن مین بول بھاری ہے

فرمان علی سوجان پوسی

ہلال عید جان افرا | دکھائی دے گیا ہر جا

جہان مین غلغلہ اٹھا
کہ روز عید ہست امرود

جوان و پیر گاتے ہیں | ننہیں پھولے سلتے ہیں

نقاب غنم اٹھاتے ہیں
کہ روز عید ہست امرود

اس مربع مین گرہ کے شعر کے آئین مفاعیلان واقع۔ جس جگہ ایسا ہی لکھا ہے لیکن حقیقت مین شیخ
ہنج مربع مقبوض مفاعیلن مفاعیلن دوبار مثال

لمو لوفہ

دل و جگر کو چھین کر | وہ بے وفا گیا کہہ

پہارے حال دار سے	اُسے ذرا نہیں خبر
تقطع دلو بحر مفاصل ک چین کر مفاصل پڑو بے وفا مفاصل کیا کر مفاصل ۴ ہنرج مربع ا خرب مفعول مفاصلین دوبار محمد حسین آزاد کی یہ نظم غیر متفقہ اسی وزیر ہے ۵	
مہنگا مہ ہستی کو	گر غور سے دیکھو تم صنعت کے تلامذہ میں
ہنرج مربع ا خرب مقصور مخدوف مفعول مفاصلین دوبار مہاراجہ سرکشن پر شاد بہادر ارشاد فرماتے ہیں ۵	
آیا ہوں وطن سے ہاں آؤ خبر دار برخواست ہوئی شمع آنسو ہیں کہ موتی مردے کو سروکار لیکر مرے دل کو	ناشاد و کن سے نکلے نہ دہن سے دنیا کی لگن سے آئے ہیں عدن سے سے گور و کفن سے رکھے گا جتن سے
فسر زند کا غم آہ بلبل گئی از کر ہے محکوشکایت اس عشق کو پوچھو مفسور کو ہے کام واقف ہے تو لے شاہ	لایا ہے وطن سے افسوس چین سے اس جہنم کن سے نہل اور دمن سے ہاں دار و دمن سے کیا شعر کے فن سے
(۲) بحر رمل	
بحر رمل فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دوبار رمل الفج رمل مملہ مفتح میم و سکون لام لغت میں دوڑنے اور پوہ چلنے کے منے میں ہو چونکہ یہ بحر طبعی اور سرعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اسلئے اس کو رمل کہتے ہیں بعض نے وجہ تسمیہ اسکی یہ لکھی ہے کہ رمل لغت میں بوریائے کو کہتے ہیں چونکہ اس بحر کے رکن میں دو متب کے درمیان تین و تہ ہے اور و تہ سی کو کہتے ہیں تو کو یا سب کو و تہ سے بن دیا ہے اور اس تقدیر پر میم کے سکون سے ہونا چاہیے مگر مشہور میم کے فتح سے نہر چنانچہ سید انشا کہتے ہیں ۵	
اگر تو مشاعرے میں صبا آج کل چلے	کیونکہ عظیم سے کہ ذرا وہ سنبھل چلے پڑھنے کو شب جو یا زخزل زخزل چلے
بحر جزین ڈال کے بحر رمل چلے	
اس بحر کو شعرے عرب نے متمن استعمال نہیں کیا ہے اور فصحا بعم و ریختہ نے متمن اور مسدس و فون طرح استعمال کیا ہے اور عروض و ضرب اس بحر کے شعرا ردو دین سالم نہیں کہتے اسلئے کہ ان کے سالم ہونے سے شعر بے لطف ہو جاتا ہے جیسے ۵	

ناب آتا نہیں مطلق دل بے تاب جواب خانہ جنگی کی تری شہرت مجی ہوا سقد دی بیان غم نے میرے کوہ کو بیان تک لکھ دیا تیرے دیوانے کی خاطر زلف کی زنجیر سے لب	بیچ کیا کھانے لکھیں لکھیں تھاری نہ زون من مہر کے بھی ہیں ہشت سے ہے شمشیر طلائی آخرش من من کے رشک آبگینہ ہو گیا وہ اے پری جوش جنون میں کچھ تو زبور طیبیہ کر
--	---

اسیے اکثر محذوف یا مقصور یا مقطوع یا مشقت یا مسیغ لاتے ہیں اور اس میں نوزحاف آتے ہیں
خبن۔ کف۔ شکل۔ حذف۔ قصر۔ تسخیر۔ تسبیغ۔ رجع۔ محف۔
رمل شمن محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار سبب حذف کے فاعلاتن سے
سبب خفیف آخر کا کر فاعلاتن سے بدل لیا گیا۔

مولوی شاہ محمد طالب	یہ میرے سینے کو شوق کیجے دل و لکیر کو نقطع چیرے سی فاعلاتن نے کُ شوق کی فاعلاتن ہے دے دل فاعلاتن گیر کو فاعلاتن دے دے دو جا فاعلاتن تگاہ اُر کا فاعلاتن کا لیکے فاعلاتن تیر کو فاعلاتن دے
---------------------	---

جرات	اور میں کہتا ہوں کوئی یا تو ان اُسکے والد
کیا غضب ہے اُسکی تو مرضی ہر اسکو ڈالو	فلسفہ
قصد خونریزی کا گرد لین بجا جان ہے	ذوق
حق تو یہ ہے یہ امانیت عجب غلط ہے	لمولفہ
کردیا دندہ ہین ٹھوکر لگا کر ناز سے	ولہ
نالہ مستی میں ہم جو بوسہ بازی کر گئے	منت من کھینچے کیوں سا لکھیں گے سٹے
اگرچہ ہے مطلوب جان فریج کے واسطے	رمل شمن مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار سبب قصر کے فاعلاتن کا ساکن ہنم کر کر

اور اسکا ماقبل ساکن ہو کر فاعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال -

قدرت	حفظ جان کے واسطے گر کیجیے لکھا حریف
امانت	نقش پائے ہے نخل حسن و جمال آفتاب
لمولفہ	کوئی تو مہ خوار یاں ڈوبا ہوا ہر دریائے سن
اقبال	اس چمن میں مرغ دل کائے نہ آزادی کا گیت
رجب علی سرور	یا تو ہم پھرتے تھے اُنہیں یا ہوا یہ انقلاب
لمولفہ	عقد پر دین کو سمجھ کر خوشہ انگور ہم
انسانخ	دشمنی کرتا ہے جس سے ہو امید دوستی
لمولفہ	کھوٹے ہے لمبل جو نیچے غنہ کا منہ سے
حضرت غفر علیہ الرحمۃ نے بحر مل کو معشر بھی استعمال کیا ہے یہ انکا کلام ہے -	
ہو کے خاک اپنا مشادینا جسے منظور ہو وہ خاکسار	خاک رہ ہو خاک پا ہو یہ بھی ہو دور وہ بھی ہو اور کچھ نہ ہو
برودن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار عروض مقصور ہے اور ضرب محذوف	رمل متسن مجنون فلاتن فلاتن فلاتن فلاتن فلاتن دو بار سبب ضن کے حرف دوم ساکن سبب خفیف کا

اگر کہ بجائے فاعلاتن فعلاتن رہ گیا اگرچہ یہ وزن بحر کامل مقطوع سے مشتبہ ہے اس لیے کہ اس کا رکن قطع کے بعد متفاعل رہتا ہے جسکو فعلاتن سے بدل لیتے ہیں مگر اس وزن کا رمل میں شمار کرنا بہتر ہو کیونکہ رمل میں فعلاتن بدل کر نہیں آتا ہے مثال ظفر کے مخمس کا بن حکیم سنائی کی غزل فارسی پر۔

اگنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تور زق رسانی	ترے اطفاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستارے سب تفساں را رہنائی	ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تو دانی

ہمہ را رزق رسانی کہ تو موجود عطا کی

تقطیع کن اوزر فعلاتن مہربی کر فعلاتن تہ تور ز فعلاتن ق رسانی فعلاتن اور عرض ضرب میں فعلاتن کے عوض فعلیان مسبق بھی درست ہے۔

ولہ	کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آگئے اسے چند
ظفر اسوقت میں خاموش ہو کیا غنجہ کی مانند	لب و دندان ستائی ہمہ تو حید کو گویند

مگر ز آتش دوزخ بودش ز دور بائی

اور رکن اول سالم بھی آتا ہے اور یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ارکان شش حرفی ارکان اصلی وارے میں نہیں ہیں بلکہ سباعی کی فرع ہیں اس لیے کہ جب اکثر ارکان سداسی پائے گئے اور ایک سباعی اور سباعی سے زحاف ضمن کی وجہ سے سداسی بنتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ارکان سداسی وارے میں دراصل سباعی ہیں پس جن عرضیوں رمل سالم اور رمل بنیوں کو علیحدہ علیحدہ بحر قرار دیا ہے یہ اگلی رے تحقیق کے خلاف ہے۔ مثال

میں شہیدیں لب لعین کا ہوں ہم مے خوشے	سگریز و زمین بھی ہو لعل بدخشان کی لٹی نوح
ہمسا جانا ز بھی ہو کوئی شہر دیکھیں تو جانان	رکھتے اس تیغ جفا کے تلے سرکھین تو جانان

پہلے شعر کے عرض و ضرب میں فعلاتن ہے اور دوسرے شعر میں فعلیان واقع ہو رہے۔

رمل ششمن مجنون مشعش مقصور فعلاتن فعلاتن فعلان بسکون عین دوبال سبب ضمن کے

فاعلاتن سے فعلاتن رہ گیا اور تشعیش مراد یہ ہے کہ وہ مجموع کے پہلے حرف متحرک کو ادراک فعل کے موافق و متجموع کے متضاد متحرک کو گرا دینا اور ایک فعل کے مطابق و متجموع کے ساکن کو گرا کر اسے اہل کو ساکن کر دینا اور ایک فعل کے مطابق اول فعلاتن میں ضمن کر کے پھر وہ مجموع کے حرف اول کو ساکن کر دینا پس فاعلاتن سے خالاتن یا فاعاتن یا فاعلتن بسکون لام یا فعلاتن بسکون عین را اور سبب فکر کے فون گر کر فالات یا فاعات یا فاعلت بسکون تا و لام یا فعلات بسکون عین شمعش مقصور ہوا اسکو فعلان ساکن لعین سے بدل لیا خواجہ نصیر الدین محقق طوسی کے قول کے موافق فعلان کو

مشقت مقصور نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ یہاں ضمن لازم ہے پس فعلاتن مجنون کو مسکن و مقصور کیا ہر مثال۔

نظیر	اپنی ل ہے کہ ہوا تھا نہ کبھی بھی غمناک
وہی ل ہے کہ ہوا تنغ قضا سے صد چاک	

تقطیع سے دل ہے فعلاتن ک ہوا تا فعلاتن ن کبی بی فعلاتن غمناک فعلان پڑ و دل ہے فعلاتن کہ ہوا تے فعلاتن غ قضا سے فعلاتن صد چاک فعلان پڑ

غالب	غم شبیر سے ہو سیدہ یہاں تک لبریز
کہ رہیں خون جگر سے مرے آنکھیں رنگین	

رمل مشمن مجنون مقصور فعلاتن فعلاتن فعلان عین کے کسرے سے دوبار

غالب	تیش ل نہیں بے رابطہ خوٹ عظیم
کشمش دم نہیں بے ضابطہ تجریل	

تقطیع تیشے دل فعلاتن نہ و بے فعلاتن بے خو فعلاتن ف عظیم فعلان پڑ کشش دم فعلاتن ن و بے ضا فعلاتن بے جو فعلاتن ر قلیل فعلان پڑ

رمل مشمن مجنون محذوف مسکن فعلاتن فعلاتن فعلان فعلن بسکون عین دوبار خواجہ نصیر الدین طوسی کا قول ہو کہ یہاں فعلن کو اتر کمانہ چاہیے اس لیے کہ اتر محذوف مقطوع ہو کہ بے بدون ضمن کے اور اس جگہ ضمن لازم ہے پس بہتر یہ ہے کہ مجنون محذوف مسکن کمین فعلاتن مجنون کو محذوف کیا تو فعل اکبر عین رہا اور مسکن کرنے سے فعلان کا عین ساکن ہو گیا اسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا۔

مصحفی	مرض عشق سے گرا کی سنبھل جاؤں گا
تو میں دو چار برس کو کمین ٹل جاؤں گا	

عرض ضرب مجنون محذوف مسکن ہوا اور باقی تمام رکن پہلے شعر کی طرح ہیں

رمل مشمن مجنون محذوف فعلاتن فعلاتن فعلان فعلن عین کے کسرے سے دوبار فعلن مجنون محذوف ہے مثال

غالب	ہوس گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ
عجب آرام دیا بے پردہ بالی نے مجھے	

تقطیع ہوس گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ

تقطیع ہوس گل فعلاتن ک تصور فعلاتن م ب کھٹکا فعلاتن ن ب کھٹکا فعلان پڑ عجب آرام دیا بے پردہ بالی نے مجھے

پر بالی فعلاتن ن بے فعلن۔

کنور سین مضطر	
خلل انداز و فاکوٹ اغتاز ہوا	جو جواب خط مضطر قلم انداز ہوا
ان چاروں وزنوں کے واسطے ایک حکم ہے اور اجتماع ایک غزل میں روئے اور اگر سب میں پہلا کلمہ پہلے یا صدر سالم ہوئے اور ابتدا مخبون یا اس کے برعکس تو بھی شعر ناموزون نہ ہوگا اور یہ اکثر مستعمل ہے۔	
عباس علی خان بیاب	
بھاگیا اپنے زبں قتل کا ایسا ہم کو	بعد مردن بھی ہے مرنے کی تنہا ہم کو
لمولفہ	
یا دین یارے نگارین کے تھے لے گلرو	جس کو دیکھا کٹ فسوس ہی ملتے دیکھا
صدر وابتدا ساکن ہو اور عروض و ضرب مخبون محذوف مسکن	
مولو شہ محمد عرف حافظ شہزادی طالب	
قاصدا ستنے ہی اُس عہد تنکن کا بنفا	دل مرا آج پیغمبر کی قسم ٹوٹ گیا
صدر وابتدا ساکن ہو اور عروض مخبون مسکن مقصور اور ضرب مخبون محذوف۔	
دلغ	
روکش اُس چین چین سے خم گیسو نہوا	نہ ہوا مد مقابل جسز ابرو نہ ہوا
صدر سالم اور ابتدا مخبون اور عروض و ضرب مخبون محذوف	
متوال صبا لکھنوی	
چرخ کو کب یہ سلیقہ ہر شہکار سی بینا	اکوئی معشوق ہو اس پردہ نگاری بینا
صدر وابتدا سالم اور عروض و ضرب مخبون مسکن مقصور	
ناسخ	
گو پہننا نہیں جسز جامہ رنگین تو آج	کفن اک روز لے گا تجھے خود کام سفید
صدر سالم اور ابتدا مخبون اور عروض مخبون مسکن مقصور ہو اور ضرب مخبون مقصور ہو	
لمولفہ	
نور بخ زلف سے چمکا تو جھکے سجد کو	لیلا القدر سمجھ کر دو دیوار تمام
صدر وابتدا سالم ہو اور عروض مخبون محذوف مسکن اور ضرب مخبون مقصور۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ستونین مقولن بجائے فحلاتن لایا جائے مثال اسکی	

و ضرب دونوں شعر کا مخبون مقصور اور خوشو مخبون ہے۔
 رمل مشن مشکول فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن دو بار شکل مراد ہو اجتماع مخبن و کتب سبب مخبن کے
 الف فاعلاتن کا اگر اور سبب کھکے ساکن ہفت یعنی نون گرا پس فعلات مشکول رہ گیا مثال

انشا

چلتے تھے حرم کو رہ میں ہو کہ صنم طشت نہ ہوا ثواب حاصل یہ لیا عذاب لٹا

تقطیع چل تے فعلات رمل کے رہے فاعلاتن ہو کہ ص فعلات تم بہ فاعلت فاعلاتن نہ سنوا
 فعلات داب حاصل فاعلاتن لیا غ فعلات ذاب لٹا فاعلاتن +

مرزا احمد بیگ قیس

دل مضطرب کا دیکھا عجب اضطراب لٹا ہوا اور مضطرب لٹے جو ذرا انقلاب لٹا

غالب

ترے وعدے پر جیسے ہم تو یہ جان بھڑکا
 کوئی میرے دل سے پوچھے تے تیرے خوش
 یہ مسائل تصوف یہ ترانہ بان غالب
 کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
 یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
 تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

تمام اشعار میں صدر وابتدا مشکول ہے اور عروض مضرب سالم اور خوشو میں ایک رکن مشکول اور ایک
 سالم ہے۔ اور عروض مضرب میں فاعلیان مسخ بھی درست ہے

بندر ابن تراحم

مری بد شرابیوں نے کہین تو بہ مگساران ہے وہ عمل کہ ہوے سبب جات یاران

صدر وابتدا مشکول ہے اور عروض مضرب مسخ ہے اور خوشو میں ایک کن سالم ہے اور ایک مشکول ہے
 تقطیع مری بد شراب فعلات لایو سے فاعلاتن کہ تو ب فعلات مگساران فاعلیان رو و د ع فعلات
 مل کہ ہوے فاعلاتن سبب فعلات جات یاران فاعلیان

انشا

ینگہ یہ منہ یہ رنگت یہ میسی یہ لعل خندان غضب اور تپ لیتا زبان بزیروندان

اگر اعلیٰ اور نون غنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن لایا جے بہر صورت مسخ کی
 مثال یہ جو۔

کئی عمر میری ساری جیسے شمع باد کے بیچ میری رونا جلنا گلنا یہی اضطراب تجھ بن

عروض مسجع ہوا اور ضرب سالم	
رمل مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن دو بار مثال۔	
قتل عالم کر چکا غمزہ تو بولے	ایک کیا اسے خانان بہادرتوں
تقطیع قتل عالم فاعلاتن کر چکا غمزہ فاعلاتن رُح بولے فاعلاتن بڑ کا کیا لے فاعلاتن خانان فاعلاتن	
بادتوں نے فاعلاتن پُ اور عروض و ضرب مسجع یعنی فاعلیان بھی لاسکتے ہیں جیسے۔ ۵	
بے غما با چاک کرتا ہے گریبان	کس کے آنے سے ہوا ہر گل پریشان
میر کی مثنوی زبان زد عالم کے اس شعر کی تقطیع بھی اس وزن میں ہو سکتی ہے۔ ۵	
جب بڑوں سے مارنا ہموار کھائیں	کچ خرامی سے تب اپنی بازائیں
تقطیع جب بڑوں سے فاعلاتن بارنا ہم فاعلاتن دار کائیں فاعلیان بڑ کچ خرامی فاعلاتن سے تباہی	
فاعلاتن بازائیں فاعلیان بڑ اگر الف اور نون فتنہ کو ایک حرف مانا جائے تو فاعلیان کی جگہ فاعلاتن آجیگا	
مثال فیل میں فاعلیان ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ۵	
فندق انکشت سے وہ کرتا ہونگ	اور بان دل پر ہر غم کے ہاتھ سے ننگ
رمل مسدس مقصور فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار	
ہے یہاں سکوت شب بے وقت میں ہوش	ہو چکی ہوگی ہزاروں بار صبح
تقطیع ہے یہاں فاعلاتن کو شبہ فرما فاعلاتن قتم ہوش فاعلاتن ہو چکی ہو فاعلاتن کی ہزاروں	
فاعلاتن بار صبح فاعلاتن	
ملو فضا	
مطلق ابھو پر نہیں اُس بت کے خال	خانہ حق میں مودن ہے بلال
رمل مسدس مخدوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن دو بار مثال	
خواجہ وزیر	
خطبہ خط لائے جو میرے نامہ بر	بولان مرفون کا ڈیہ کھل گیا
نواب یوسف علی خان ناظم	
ہے بڑائی اتوار دُ سامنے	
صلح میں ہمسے بہت پردہ کیا	

	لمولفہ	
ان بتوں کا یہ ہی ایل کام ہے سرد تر ہے خطہ کشمیر سے آہ سوزان شمع دکھلانے لگی		ایک کو گالی ہے بوسہ ایک کو حشمت کے خس خانے میں رہ برق و من راہ گم کی زلف کے کوچے میں جب
عروض و ضرب میں ایک جگہ فاعلان مقصور اور ایک جگہ فاعلن محذوف بھی جمع کرنا درست ہے		
نواب مصطفیٰ خان شریف		
یہ صدا آئی لب سو فارس		اکھول جلد امر شریفہ آغوش شوق
لمولفہ		
کیا خطا صادر ہوئی زنجیر سے		پائون کیوں پڑتی ہو میرے بار بار
رمل مسدس مخبون فعاتن فعاتن فعاتن دوبار مثال		
کہ ترے واسطے وہ خاک لبیر ہے		تجھے عاشق کی بھی امیر یا رعب ہے
تقطیع حج عاشق فعاتن کب لے یا فعاتن زنجیر فعاتن پڑ کہ ترے و افعلاتن سطاؤ فعاتن فعاتن کب بستر ہے فعاتن -		
رمل مسدس مخبون مسبق فعاتن فعاتن فعاتن دوبار مثال ۵		
کب کل سکتی ہے بل سے پیر آواز		آئے کا دیکھ مرے باغ میں انداز
صدر و ابتدا سالمین اور عشو مخبون اور عروض و ضرب مخبون مسبق		
رمل مسدس مخبون محذوف مسکن فعاتن فعاتن فعاتن فعاتن لبکون عین دوبار		
شہید		
کبھی سینے سے لگا لیتی تھی		کبھی آنکھوں پہ بٹھا لیتی تھی
تقطیع کب آ کو فعاتن پ بٹلے فعاتن ق ق ق فعاتن الخ		
رمل مسدس مخبون محذوف فعاتن فعاتن فعاتن فعاتن فعاتن لبکون عین دوبار		
شہید		
کہ حلیمہ پہ ہوا فضل خدا		در و دیوار سے آتی تھی صدا
تقطیع در و دیوار فعاتن رس آتی فعاتن ت صدا فعاتن - ان اوزان کے عروض و ضرب میں فعاتن عین کے کسرے اور سکون سے بھی لکھا ہوا اور صدر و ابتدا میں		

بجائے فعلاتن مجنون کے فاعلاتن سالم بھی آتا ہے۔

جرات

اب جھک کر سے سمجھائیے گا

ماں کو آپ میں جرات نہ

تھو اجد و زبر

کسی پھر جھوٹی قسم کھائیے گا

سرور اکاٹ کے پچھائیے گا

دونوں شعر زمین صدر وابتدا سالم ہیں اور عروض و ضرب مجنون محذوف ہیں۔

مصحفی

پھر بیرویت کہ بھٹے بیٹھے ہیں

شیشہ مو کی طرح امر ساقی

دلہ

شوخیان ہم سے ہر کہتے ہیں

تم زرا چشم غامی کرو

دونوں شعر زمین عروض و ضرب مجنون محذوف مسکن اور صدر وابتدا سالم ہیں

غالب

آبلو پھر بھی خا باندھے ہیں

اہل تدبیر کی واما ندگیان

صدر وابتدا سالم اور عروض و ضرب مجنون محذوف یعنی مغلن میں کے کسے سے

ملو لفظ

جا پر اپنی جفا کرتے ہیں

دل کہ ہم اپنے فدا کرتے ہیں

اس شعر میں عروض و ضرب دونوں مجنون محذوف مسکن ہیں باقی بدستور

الغیب

دلو پر دے میں بھجایا آئے

منہ دوپٹے سے چھپایا آئے

ملو لفظ

دیکھ لے آکے بہار مارض

شوق ہو جس کو گلوں سے بل

ان دونوں شعر زمین عروض و ضرب مجنون محذوف مسکن ہیں

ہمارا جد سرکشن پر شاد و بہادر شاد

کس میں جلے کر دن بفریاد

ہائے کیا جو ہے کسی بیداد

	<p>فاعلاتن فعلاتن فعلان آسمان نے کیا بجگو برباد فاعلاتن فعلاتن فعلان مرا پیارا مرا آصف پرشاد فاعلاتن فعلاتن فعلان دل ہی دل میں ہا ہا کرتا تھا شاد فاعلاتن فعلاتن فعلان کس نے اس سے جو جلد آزاد فعلاتن فعلاتن فعلان</p>	<p>فاعلاتن فعلاتن فعلان دن دہائے میں کئی امر لوگو فاعلاتن فعلاتن فعلان مے گیا داغ مرا سخت جگر فاعلاتن فعلاتن فعلان دیکھتا تھا جو تھے باپ ترا فاعلاتن فعلاتن فعلان اب تو وہ دام الم میں ہے اسیر فاعلاتن فعلاتن فعلان</p>	
	جرات		
	<p>بچھ میں اوسان نہیں ہنے کا فاعلاتن فعلاتن فعلان کسی عنوان نہیں رہنے کا فاعلاتن فعلاتن فعلان اتنا حیران نہیں جو پہننے کا فاعلاتن فعلاتن فعلان</p>	<p>پر وہ مرت سنھ سے اٹھایا کلبا فاعلاتن فعلاتن فعلان تو چلا اور یہ جی اس تن میں فاعلاتن فعلاتن فعلان بجر کے غم سے نہ گھبرا جرات فاعلاتن فعلاتن فعلان</p>	
<p>عروض پہلے شعر میں مخبون مسکن مقصود ہوا اور باقی میں عروض اور سب میں ضرب مخبون مخذوف مسکن ہے ہے ان تمام شعر و نہیں نون غنہ کو ملکہ حرف ساکن نہیں مانا ہے اگر ضرورہ حشو میں بجائے فعلاتن کے مفعول ہو تو بھی درست ہو مثال اسکی</p>			
	بس نہ اتنا بھی عاشق کو کڑھا	ادھر آدو جانی اب نہ سنا	
<p>تقطیع اور اُردو فعلاتن جانی اب مفعولن سنا مفعولن بس نہ اتنا فاعلاتن بی عاشق مفعولن ک رکڑا مفعولن نو رمل مربع مقصور یا مخذوف فاعلاتن فاعلان یا فاعلن دوبار مثال -</p>			
	ظفر		
	دل ہم اپنا دین تعین	بوسہ رخ دو ہمیں	

	<p>در دل اپنا صنم چُپ رہا جاتا نہیں وہ عیشِ مہین کوستے اس فسنل پر سب ظفر</p>	<p>کیون نہ ہم تم سے کہیں کب تک چھپے رہیں آگے بن کیونکر مرین آفسرین تجھ کو کہیں</p>	
<p>ان تمام اشعار میں عروض و ضرب کو مؤدوف قرار دینا چاہیے اور نوں غنہ کو علوہ ساکن ماننا چاہیے جیسا کہ متقن طوسی کا مذہب ہے مقصور کی مثال اشعار ذیل کے عروض ہیں</p>			
<p>شاد و وزیر اعظم حیدر آباد</p>		<p>کیا کون میں کیا کیا دم میں ویران کر دیا کر دیا اُس نے جدا اس شکر نے دیا کر دیا صبح و سنا ہونا جو تھا ہو گیا</p>	<p>اس نے میرے ساتھ حیف اس نے صد ماگھر کو آہ باپ سے بیٹے کو حیف باپ کا بیٹے کو رنج وے گا وہ دل کی مراد کیسی شادی کیسا رنج</p>
<p>رمل مربع مخبون ضلالتن غلاتن دوبار</p>			
<p>انشا</p>			
<p>کہ سکھائے ہنر آؤ تجھے اچھو خیر آؤ</p>			<p>ارسی موئی ادھر آؤ مرے دل کی بھی خبر ہے</p>
<p>پہلے رکن کا سالم ہونا بھی جائز ہے مثلاً</p>			
<p>دلہ</p>			
<p>جاوے اپنے جو گھر آؤ</p>			<p>مارے کیا ہی کو دے</p>
<p>دلہ</p>			
<p>چکیوں میں نہ اڑاؤ بس نہ انشا کو کڑھاؤ</p>			<p>ہو جہان خوش و بہن جاؤ آگ دل میں نہ لگاؤ</p>
<p>اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک شعر کے صدر وابتدا میں رکن سالم و مخبون کو جمع کیا جائے جیسے۔</p>			
<p>ولہ</p>			<p>رہ گئی دیکھ اُنھیں کل</p>

کوئی کنجش نہ ہوگی	کمین تجہر سی کٹر آ تو
ولہ	
ادھر آؤ نہ ستاؤ	پس اپنے نہ بلاؤ
ولہ	
کچھ کیا ہی نندین	دیوے چھٹی اگر آ تو
کیا ہو گرا تشا تجھے ہاں	دیکھ لے بھر نظر آ تو
رمل مربع مشعت مقصور فا علان فعلان بسکون مین دوبار یہ ٹکو پہلے بتا دیا گیا کہ جمہور فعلان کو مشعت مقصور کہتے ہیں اور محقق طوسی کی رائے کے مطابق اسکو مخبون مسکن مقصور کہنا چاہیے مثال سکی ہے۔	
ناز مت کر لے سرد	العبت چوب ہے تو
عروض مشعت مقصور ہر اور ضرب مخبون مخذوف یعنی فعلن کسرہ عین سے کس لیے کہ فا علان سے بسبب ضمن کے فعلان ہوا اور اسکے آخر سے سبب خفیف گرا بسبب حذف کے پس فعلان کو فعلن سے بدل لیا رمل مربع مشکول فعات فا علان دوبار مولوی محمد اسماعیل نظم غیر متقفے میں کہتے ہیں۔	
وہ غریب کھیت والے	وہ امید دار دہقان
کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی	کمین کھیت کٹ رہا ہے
کمین گہ رہا ہے خرمن	نہیں آنکھ اُن کی جھپکی
یوں ہی شام سے سحر تک	ہیں تمام رات جاگے
یہ چاروں شعر اس وزن میں فعات فا علان دوبار	
(۳) بحر جز	
مستعلن مستعلن مستعلن مستعلن دوبار رجز لفع رلے مملہ وفتح جہم و سکون رلے مجر ان اشعار کو کہتے ہیں جو معرکہ جنگ میں اور فخر کے موقع پر اپنی قوم کی مردانگی اور شرافت کے بتائے کو پڑھتے ہیں اور چونکہ اکثر ایسے اشعار اس بحر میں ہوتے ہیں اس لیے اس بحر کا نام رجز رکھ دیا رجز کے معنی فطاری اور شتابی کے ہیں اور اشعار بہادری جو میدان جنگ میں پڑے جاتے ہیں وہ وقت اضطراب کا ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا نام رجز رکھا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ رجز اونٹ کی ایک بیماری کا نام ہے جو اُسکے چوڑوں میں ہوتی ہے اور اُسکی وجہ سے چلنے میں کاٹتا ہے چلتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے چونکہ اس بحر کے پہلے دو سبب خفیف ہیں اس وجہ سے حرکت کے بعد سکون واقع ہے اس مناسبت سے اس بحر کا نام رجز رکھا ہے اس بحر کو فضولے فاراں	

درختہ نے اکثر شمن سالم استعمال کیے ہیں بخلاف شعلے عرب کے کہ شمن استعمال نہیں کرتے مسدس اور مثلث اور مثلثہ بیشتر استعمال میں لاتے ہیں اور شعلے فارس و درختہ مسدس استعمال نہیں کرتے لیکن بدلی بنی نے فارسی میں مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اس کا یہ ہے۔ ۵

نوشہ جهان زین نو بہار و سال نو

بروزن مستفعلن مستفعلن اور یہ تمام ایک بیت ہو جس میں دو مصرعہ نہیں۔ اور موحدا سی بحر سے مخصوص ہو اور بحر موحہ نہیں ہوتی اور سولے غن طے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہیں اور اس بحر میں بانج زحاف آتے ہیں غن طے۔ قطع۔ اذالہ۔ تریل۔

مومن خان

وزرات فکر جو میں یون رنج اٹھانا کب تک
تقطع وزرات فکر مستفعلن لے جو رے مستفعلن یو رنج اٹھا مستفعلن ناکب تک مستفعلن لے بی ذرا مستفعلن
آرام مستفعلن تم بی ذرا مستفعلن آرام لو مستفعلن۔

ولہ

مومن تم اور عشق تہاں پر ورم شد خیر ہے
یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی میں لغزش ہو گئی معذور رہا چاہیے
اے اہل مسجد اس طرف کیا ہوں میں بہکا ہوا

اور رکن سالم کے مقابل رکن مستفعلن مزال بھی سکتا ہے اذالت عبارت ہے ایک لفظ مجموعہ میں بڑھانے سے ذوق کا ایک خمس ہے۔ ۵

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف
غور شید و مہ کو رو بہو ترے کہان مقدر لاف
جسکی پہو بختی لوشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف
کرتے ہیں دو وزن روز و شب اگر ترے در کا لاف

ایر قہلار و روشن ملان اس کو کبہ اہل صفا

تیری ثنا کب ہو سکے لے خسرو والا نکا
جب تک میں پر ہے فلک اتر رہا پر بہراہ
اب یہ دعا ہے ذوق کی حق میں نئے شام و بچا
فرخ ہمیشہ عید ہو تھکو شہا با عس و جاہ

بدخواہ ہو تر اسدا رنج و الم میں مبتلا

ہر اک بند کے چارون مصرعہ کے عوض و ضرب مزال ہیں۔ اگر آخر میں وزن غنہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ وہ قطع میں غنہ مسوب نہیں ہوتا لیکن یہاں زائد غیر غنہ ہے اور اس صورت میں دائرے سے خروج

لازم آتا ہے۔

ہستاد عبدالوسع حبلی نے رجز مثنیٰ کو دو چند بھی استعمال کیا ہے اور قصیدہ مسجع لکھا ہے اگرچہ ریختہ میں مستعمل نہیں مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اس کے اشعار یہ ہیں ۵

آئی بہار اب ہر محسن ہو بلبل و گل کا وطن دیو و حرم سے نعرہ زن گئے ہیں شیخ و برہمن
زاہد سے کمد و یہ سخن ہو فصل گل تو بہ نیکن گر جا ہے عیش جان و تن بخوار و کجا سیکھے جلن
آئی بہار جانفر لائی گلستان میں صبا پیغام وصل در با گل کھل کھلا کر منس پڑا

موج ہولے داکیا ہر غنچے کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہے صدا اب میں ہوں اور میرے چین

رجز مثنیٰ مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو باطے آتے کہتے ہیں کہ اُن دو سبب خفیف میں سے جو رکن کے اول میں ہوں چوتھے ساکن کو گرا دینا پس مفتعلن سے مستفعلن مطوی ہاں اس کو مفتعلن سے بدل لیا

مثال شکی ۵

خواب میں آئے سہ رنگ کف پا ہاتھ لگا رات نہ پھیری میں مے دزد حنا ہاتھ لگا

تمام ارکان مطوی ہیں تقطیع خواب ہم اک مفتعلن بوسہ رن مفتعلن گے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن

اسی طرح دوسرا مصرع ہے

رجز مثنیٰ مطوی فعل مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار تر تریل سے کہتے ہیں کہ آخر

رکن کے و تہ مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کر دینا پس مفتعلن کے آخر میں کہ مطوی ہر تن بڑھایا تو مفتعلن

تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

تو سر دنیا نفل الہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی تحت ترا ہوتا بہ ترے اور فوق ہو تیرا تا بہ تر یا

حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوں جشن کی خاطر فوج سکندر لشکر دار تخت فریدون مسند کسے

جلوے سے تیرے ہونے متور شام بھر آفاق تو کو کو تیری تیسیم خلق سے طاری تیری تیسیم طبع سے جاری

باد مہارے مشک تناری عود قناری غنبر سارا

تقطیع تو سر دنیا مفتعلاتن نفل الہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بہ ماہی مفتعلاتن ۴ تحت ترا ہے

مفتعلاتن تا بہ ترے اُر مفتعلاتن فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ تیری یا مفتعلاتن یہ وزن متقارب مثنیٰ

اثر م سائل فعل فعلن سے ملتا ہے اور جہاں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے

مطابق پڑھا جائے تو فرق وہاں اس طرح ہوگا کہ جہاں ارکان اصلی فراخات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ

درختہ نے اکثر مشن سال استعمال کیلئے بخلات شرع عرب کے کہ مشن استعمال نہیں کرتے مسدس اور مثلث اور مشن بیشتر استعمال میں لاتے ہیں اور شرطے فارس و درختہ مسدس مستعمل نہیں کرتے لیکن بدیع بنی نے فارسی میں مثلث کا بھی جواب دیا ہے چنانچہ اول اس کا یہ ہے۔ ۵

نوشہ جهان زین نو بہار و سال نو

بروزن مستعمل مستعمل مستعمل اور یہ تمام ایک بیت ہو جس میں دو مصرعہ نہیں۔ اور موحدا اسی بحر سے مخصوص ہو اور بحر موحہ نہیں ہوتی اور سولے غبن طے کے اور کسی زحاف کا استعمال کم کرتے ہیں اور اس بحر میں بانج زحاف آتے ہیں غبن طے۔ قطع۔ اذالہ۔ ترخیل۔

مومن خان

وزنات فکر جو میں یون رخ اٹھانا کب تک
تقطع وزنات فکر مستعمل لے جو لے مستعمل یون رخ اٹھا مستعمل ناکب تک مستعمل لے بی ذرا مستعمل
آرام مستعمل تم بی ذرا مستعمل آرام لو مستعمل۔

ولہ

مومن تم اور عشق تہاں ی پر و مہر شد خیر ہے
یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

میر تقی

مستی میں انزس تو کئی معذور رکھا چاہیے
اے اہل مسجد اس طرح کیا ہوں میں بہکا ہوا

اور رکن سالم کے مقابل رکن مستعملان مزال بھی سلک ہے اذالت عبارت ہے ایک لفظ جمع میں
بڑھانے سے ذوق کا ایک خمس ہے۔ ۵

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ہے ایسا صاف
خورشید و مہ کو رو بہو ترے کہان مقدر لاف
جسکی پہونچتی روشنی ہے قاف سے لے تا یہ قاف
کرتے ہیں دو وزن روز و شب کرتے روز و کلاط

ایر قلم و روشن ملان ام کو کبہ اہل صفا

تیری ثنا کب ہو سکے لے خسرو والا نکاح
جب تک میں پر ہے فلک اے رہن فلک پر بہرام
اب یہ دعا ہے ذوق کی حق میں تے شام و بچا
فرخ ہمیشہ عید ہو بھکو شہا با عسرو جاہ

بدخواہ ہو تیرا سدایخ و الم میں تہلا

ہر اک بند کے چارون مصرعہ کے عوض و ضرب مزال ہیں۔ اگر آخر میں وزن غنہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے
کہ وہ قطع میں علیحدہ محسوب نہیں ہوتا لیکن یہاں زائد غیر غنہ ہے اور اس صورت میں دائرے سے خروج

لازم آتا ہے۔

استاد عبدالوسع حلبی نے رجز مثنیٰ کو دو چند بھی استعمال کیا جو اور قصیدہ مسجع لکھا ہے اگرچہ رنجیتہ میں مستعمل نہیں مگر مولوی غلام امام شہید نے ایک قصیدہ مسجع لکھا ہے اس کے اشعار یہ ہیں ۵

آئی بہار اب ہر محسن ہو بلبل و گل کا وطن دیو و حرم سے نعرہ زن آئے ہیں شیخ و برہمن
زاہد سے کمد و یہ سخن ہر فصل گل تو بہ نیکن گر جا ہے عیش جان و تن غوار و کاسیکے چلن
آئی بہار جانفزا لائی گلستان میں صبا پیغام وصل در با گل کھل کھلا کر ہنس پڑا

موج ہولنے والیا ہر غمخیز کا بند قبا بلبل یہ کرتی ہے صدا اب میں ہوں اور میر چمن

رجز مثنیٰ مطوی مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو با طے آئے کہتے ہیں کہ ان دو سبب خفیف میں سے جو رکن کے اول میں ہوں چوتھے ساکن کو گرا دینا پس مفتعلن سے مستفعلن مطوی اس کو مفتعلن سے بدل لیا

مثال مثنیٰ ۵

خواب میں آئے سہ رنگ کف پا ہاتھ لگا	رات نہ بھیری میں مے دزد خنا ہاتھ لگا
------------------------------------	--------------------------------------

تمام ارکان مطوی ہیں تقطیع غائب ماک مفتعلن بوسہ رن مفتعلن گے کف پا مفتعلن ہات لگا مفتعلن

اسی طرح دوسرا مصرع ہے

رجز مثنیٰ مطوی فعل مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن دو بار تر فیل سے کہتے ہیں کہ آخر

رکن کے و تہ مجموع پر ایک سبب خفیف زیادہ کر دینا پس مفتعلن کے آخر میں کہ مطوی ہوتی بڑھایا تو مفتعلن

تن ہوا اسکو مفتعلاتن سے بدل لیا۔

ذوق

تو سر دنیا نفل الہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی حکم پہ حاضر نظم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر جلوبے سے تیرے ہونے متور شام بھر آفاق تو کو کو کر تیری شمیم خلق سے طاری تیری شمیم طبع سے جاری	تحت ترا ہوتا بہ ترے اور فوق ہو تیرا تا بہ تر یا فوج سکندر لشکر دارا تحت فریدون سند کہے مہ ہودولے دیدہ شیر مہر ضیاء حیرت حرا باد مہاری مشک تناری عود قناری غنبر سارا
--	--

تقطیع تو سر دنیا مفتعلاتن نفل الہی مفتعلاتن حکم ترا تا مفتعلاتن ماہ بہ ماہی مفتعلاتن تحت ترا ہے

مفتعلاتن تا بہ ترے از مفتعلاتن فوق ہ تیرا مفتعلاتن تا بہ تیری یا مفتعلاتن یہ وزن متقارب مثنیٰ معضی

اخرم سالم فعل فعلن سے ملتا ہے اور جہاں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بحر کا زحاف دوسری بحر کے زحاف کے مطابق پڑھا جائے تو فرق وہاں اس طرح ہوگا کہ جہاں ارکان اصلی فراخات مخصوصہ ایک بحر کے ساتھ

پائے جائینگے تو وہ بحر متنازع و متعین ہو جائیگی پس جبکہ بحر متغارب اثرم سالم میں کن حملی بھی کن اثرم کے ساتھ موجود ہو تو بہتر یہ ہو کہ اس وزن کو اسی میں داخل رکھنا چاہیے۔
رجز مثنوی مخبون مفتعلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مطوی ہر اور مفاعیلن مستفعلن ہے
بدلا ہوا مخبون ہے مثال

اویسی	
باغ میں گلزار ہو فصل بہار ہو نہ ہو	میں ہوں غزل سر و بان مکیں زار ہو نہ ہو
تقطیع باغ ہم گل مفتعلن غدار ہو مفاعیلن فصل بہا مفتعلن رہو نہ ہو مفاعیلن اسی طرح دوسرے مصرعے کی تقطیع ہوتی ہے	

لمولفہ	
اؤ نہ تم تو نجی خستہ جگر کو لو بکا	کوئی تو بات مان لو یہ نہ سہی یہ سہی
نجی دہ کس کس کدو ہے ہیں بھی جامے	کیونکہ بدنگ ہیں بہت نشہ کے اچھا ہے
حشو یا عروض یا ضرب کا مخبون مثال یعنی مفاعیلن لانا جائز ہے مثال	

ذوق	
اما کہ یہ گیر اور ہنود طاق پرست چون باز	چھوڑ دین شرک پوجنا آتش و آب خاک باد
تقطیع تاک یہ کہ مفتعلن راہ ہنود مفاعیلن طاق پرست مفتعلن ت چون باز مفاعیلن پڑچوڑ مشہر مفتعلن ک پوجنا مفاعیلن آتش ا مفتعلن خاک باد مفاعیلن مصرع اول کا حشو اور مصرع ثانی میں عروض و موزن مخبون مثال واقع ہوئے ہیں یعنی مفاعیلن مخبون میں بسبب اذالت کے سبب خفیف کے درمیان الف اور پڑھ گیا ہے۔ غالب۔	

میں نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے سہی	سنئے ستم ظریفے مجکو اٹھا دیا کہ لون
الشا	

کھیل کھلاڑی کے دیکھ کیا ہی بہم ہو گئے	ایک پالیک مہربان آتش و باد و آب و خاک
جان پٹی فشی میں ہر ایسی کشاکشی میں ہے	ایسا کرین ہاے بے زبان آتش و آب و خاک

ایک کن مطوی اور ایک مخبون یا ایک مطوی اور ایک مخبون مثال علی الترتیب واقع ہوئے ہیں۔
رجز مثنوی مخبون مطوی یعنی رکن مخبون کو مقدم اور کن مطوی کو مؤخر لانا مفاعیلن مفتعلن مفاعیلن مفتعلن دوبارہ شعر نے اسکا استعمال نہیں کیا بہر حال یہ شعر اس وزنیہ ہو۔

چراغ گنا رشاک پری دکھا مجھے اپنی ادا	تو کیا کہوں میرے وہیں اس سے جاتے رہے
تقطیع جُ اُٹ گیا مفاعلن رشاک پری مقتعلن دکا بجے مفاعلن اپن ادا مقتعلن پڑ تو کا کو مفاعلن	میرو ہی مقتعلن حماس سے مفاعلن جات رہے مقتعلن
رجز مسدس سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال - ۵	
ہنگو ملا جو لطف کوے یار کا	کب وہ صبا کو لطف ہو گا زار کا
رجز مسدس مطوی مقتعلن مقتعلن مقتعلن دو بار مثال - ۵	
ظلم کا اب اس سے گلہ لطف ہو گیا	جو نہ سنے شکوے کا کیا فائدہ
رجز موزن سالم مستفعلن مستفعلن دو بار	
واجد علی شاہ اختر	
اس عشق نے رسوا کیا	میں کیا بتاؤں کیا کیا
آہ دل ناشاد نے	اور آسمان پیدا کیا
اس بحر میں شعلے عربا یہ ایسے زحاف استعمال کرتے ہیں کہ شعرے فارسی در خیال بندان ریختہ	وہ صورتیں استعمال نہیں کرتے۔
(۴) بحر کامل	
مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن واریہ بحر صبیحی اسے میں وضع کی گئی ہے ویسی ہی مستحسن ہے اسلئے	اسکو کامل کہتے ہیں مثال
رفیق	
رہ عشق کے کچھ میں جو رفیق تھے سو جا رہے	مگر ایک نالہ واہ کو مرے دم سے ہم سفری رہی
تقطیع رحم عشق کے مفاعلن کچھ میں سے مفاعلن ج رفیق تھے مفاعلن س جبراً ہوئے مفاعلن مگر کیا	
مفاعلن کہ اُا ہ کو مفاعلن مرد دم س ہم مفاعلن سفری رہی مفاعلن +	
نعم	
ہمیں یہ امید نہ تھی صبا کہ یہ خاک یوں اُٹے جا بجا	توے در بدر کے پھرائے کو بھلا کیا مر اسی غبار تھا
شیخ مداری	
وہ ابھی ہر نوگل آرزو دہنوز تازہ بہار ہے	نہ کچھ اُٹنے سے اُسے خبر نہ خندے کچھ سرو کار ہے

حسرت

یہ بھی اک ستم ہے کہ خواب میں مجھے مثل آکے دکھائے
عروض ضرب نڈال بھی درست ہو جیسا کہ مرزا جعفر علی فصیح کے اس شعر میں۔

علی اصغر آج بھی تھا جان لب لب عبث اسکو مارا لعین لے تیر

وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا اسی جان حساب بین

عروض نڈال ہے اور باقی اجزا بدستور ہیں اگرچہ عروض و ضرب کے نڈال ہونے کی صورت میں اگر سے خروج لازم آتا ہے مگر جبکہ اسانہ نے استعمال کیا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں۔

اؤالت مراد ہے وند مجموع میں الف زیادہ کرنے سے پس متفا علان نڈال ہے اور یہ بحر زبان فارسی و ریختہ میں مزاحمت مستعمل نہیں الا شاذ و نادر بعض بعض شعر لے طبع آزمائی کی ہو مگر ایک دو بیت سے زیادہ نہیں لے سکے زما فونین مضمر بہتر ہے اگر تمام ارکان مضمر ہو گئے تو رجز کی طرف رجوع کر جائے گی ہم بھی بطور مثال کے دو ایک وزن لکھتے ہیں۔

کامل مشمن مضمر متفا علن متفا علن متفا علن متفا علن متفا علن کا ساکن کرنا مراد ہے
میں متفا علن مضمر ہوا اسکو مستفعلن سے بدل لیا مثال

طالب

نہ ہوئی کبھی مجھ سے خطا نہ ہو کر دو مجھ پر خفا
نہ دیا کر و تم گالیاں نہ کیا کر و مجھ پر جفا

ایک رکن سالم اور ایک مضمر ہے علی الترتیب تقطیع نہیں کی متفا علن مج سے خطا مستفعلن نہ ہو کر و متفا علن مج پر خفا مستفعلن الخ اور اگر اسکو مقلوب کریں تو یہ وزن ہو گا مستفعلن متفا علن متفا علن متفا علن متفا علن متفا علن بعض رکن سالم اور بعض رکن مضمر بلا ترتیب لانا اور کامل سالم و مضمر کا جمع کرنا بھی درست ہے مثال اسکی یہ ہے۔

اُس خبر کو جو دیکھ لے یہ مجال کیلے جو کی
کہ وہ سین نام خدا تصویر ہو ڈھلی نور کی

تقطیع اُس خوب رو مستفعلن کج دیکھ لے متفا علن یہ مجال کا متفا علن ہو جو کی مستفعلن کی دو تین متفا علن لے خدا مستفعلن تصویر ہو مستفعلن ڈل نور کی متفا علن

ضامن

ہو مکان اپنا لا مکان سو نشان اپنا ہے نشان
لب ضامن آکرے کیا بیان کہ خرد بھی وانیہ چری ہی

تقطیع مکان آپ متفا علن نالا مکان مستفعلن س نشان آپ متفا علن الخ باقی تمام ارکان سالم ہیں

حامد علی رضوی کتاب	
حامد علی بنیول کے گناہ بخشے اور خط	بطحیل احمد مجتبیٰ تری شان جل جلالہ
مصراع اول کا یہ وزن ہر مستفعلن مستفعلن متفاععلن متفاععلن کامل مسدس مضمر ذال متفاععلن مستفعلن مستفعلن دو بار مثال	
تھے ہجر سے آئی ہر لب پہ جان زار	یہ بنا مجھے تو تھا کسان ہر گلزار
تقطیع تر ہجر سے متفاععلن ازاہنی ہ لب مستفعلن پہ جان زار مستفعلن ذی یہ قبل مجھے متفاععلن تو ناہما مستفعلن اے گلزار مستفعلن ذی صدر وابتدا سالم بین اور حشو مضمر اور عوض وضرب مضمر ذال ہے کامل مربع متفاععلن متفاععلن دو بار مؤلف نے اس بحر کو بطور اہل عرب کے مربع بھی استعمال کیا ہے	
دل و سینہ اپنے فگار ہیں وہی خوش نصیب شہید ہیں کبھی ایک بھی نہ وفا کیا کہا میں نے ایک دن اے صنم نکا کئے ہنسکے کہ ختم حسن	تری پلکین ہیں کہ کٹا رہیں ترے کو میں جنگ مرار ہیں ترے جھوٹے سائے قرار ہیں ترے غم میں زار و نزار ہیں یوں ہی دے پھرتے ہزار ہیں
(۵) بحر وافر	
مفاععلن مفاععلن مفاععلن دو بار وافر فاع کے کسر سے اے اے کہتے ہیں کہ اس بحر میں شعر بہت کے گئے ہیں یا اس بحر میں حرکات کثرت سے ہیں یہ بحر عربی سے خصوصیت لگتی ہے ورنہ مین مستقل نہیں بعض شعرے فارس نے یہ تکلف اس میں شعر کے ہیں۔ وافر مشن سالم طالب کہتا ہے۔	
اڈا کے کہا بھلا بے بھلا لٹھا جو ذرا ہوا وہ صنم	مرا بھی ذرا لگھ نہا ہنساجو گیلی مجھے یہ ستم
تقطیع ڈراک کہا مفاععلن بلا مفاععلن فجاج ذرا مفاععلن ہوا و صنم مفاععلن اے مراب ذرا مفاععلن لگھ نہا مفاععلن ہساج گیا مفاععلن مجھے یہ ستم مفاععلن ذی	
(۶) بحر مقارب	
فولن فولن فولن دو بار یہ بحر اکثر مشن سالم مستقل ہے اور تقارب و در مقارب اسیے کہتے ہیں کہ اس میں و تذا و در سبب نزدیک ہیں کیونکہ لغت میں تقارب تفاعل کے و ز پر با ہم نزدیک ہونے کے معنی ہیں اور مقارب ضم میم اور فتح تے فوقانی اور کسر لے ہلہ سیک دو سرے سے نزدیک ہونے کو کہتے ہیں	

عروض و ضرب اس بحر کے سالم یا مقصود یا محذوف ہر طرح مستعمل ہوتے ہیں اور اسکو شعر فارسی نے بہت استعمال کیا ہے اور شعرے ریختہ بھی اس کو پسند کرتے ہیں اور اس کے زحاف چھ ہیں۔ قبض۔ قصر۔ حذف۔ تلم۔ شرم۔ تبر۔
مستقارب ثمن سالم الآخر فون فون فون فون فون فون دوبار۔

اش

سنی تھی کسی سے جو بحر تقارب
اُسے کر لیا گھنگر وون کا تفنن
فون فون فون فون فون فون فون
کہ تو ہے اپنے سبق پر یہ کہکر
تقطع سنی تی فون کسی سے فون ج بحر فون تقارب فون اُسے کر فون لیا لگ فون دوکا
فون فون فون فون فون فون فون

لند

عدو غیر نے مجھ کو دلبر بنایا
کوئی جوڑ مجھ پر مقبر بنایا
نہ گنتا تھا کوئی حسینون میں اوت
مجھے دے کے دل میں نے دلبر بنایا
شکر لب کہا میں نے کوٹے ہوئے ہم
عبث منہ کو مجھ پر سنگر بنایا

لمولفہ

جو ہے کس بارنگ رخسار تیرا
ہوا کیا کہین دل گرفتار تیرا
کٹی مثل حباب آہ اپنی
بجائے کہ اس بحر فانی میں کیا ہے

مستقارب ثمن مسنی فون فون فون فون فون فون دوبار مثال

نواب سید جعفر علی خان جعفر

لیے ہیں سلیمان کی بے کے عدد میں
تھیں تیرہ چارہ بالکل تھی مسدود

عروض و ضرب دون مسنی ہیں

سید علمدار حسین واسطی

مبارک تھیں تاجدار سی شہنشاہ
مبارک یہ دربار داری شہنشاہ
مبارک تھیں بختیار سی شہنشاہ
مبارک زبان پر ہماری شہنشاہ

شہنشاہ کی عمر و عزت زیادہ

چارون مصرعے عروض و ضرب مسنی ہیں اور کا تب کا تصرف یہاں نہ سمجھنا چاہیے یعنی یہ خیال کرنا چاہیے

کہ اصل میں شہنشاہ تھا کاتب نے شہنشاہ لکھ دیا ہے اس لیے کہ مصنف نے ریاست پٹیا لکے کے قصبہ بنوڑ میں ۱۲ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ایک جلسے کے اندر اپنی زبان سے شہنشاہ پڑھا تھا	
سحاب	
پڑا مٹی جو چٹنی میں کوڑے کامو بان	نظر آئے دو سانپ لک پچھلی میں
ماہی	
لب گنگ بیتابی ایسی ہے بے یار	کبھی دار میں ہوں کبھی پار میں ہوں
رند	
چڑھاؤ ٹھکا گل گور مجنون پر لے نند	نظر جب وہیلی شامل ٹپے گی
ولہ	
اگر م کیجیے آئیے حضرت عیش	ہے خون جگر مہمانی تمھاری
ان اشعار کے عروض مسخ ہیں اور ضرب سالم لکے رکھنے کی مثال یہ ہے	
جعفر	
پسر کو پدر کا ملا ارث یک سر	حکومت ہو عثمان علی خان کو مسعود
دراشت کی آیت کو نقلی میں لکھنا	نکالے ہیں جعفر نے اعداد مقصود
یہ تاریخ بھی ترجمہ ہے اُسی کا	سلیمان ہوا وارث تاج داؤد
محقق طوسی کہتے ہیں کہ یہ ناپسندیدہ ہے اس لیے کہ حرف آخر عروض ضرب کا دائرے سے باہر ہو چکا ہے	
عروض و ضرب کے نون غنہ کو مع اُسکے ساکن باقیل کے ایک حرف شمار کرتے ہیں	
امانت	
کشمش لذت شوق و صلت کی دیکھو	بہونے وہ میری زبان کھینچتے ہیں
منشی میر محمود جان افواج	
اکون کیا میں اُس چشمہ داد کی باتیں	اڑا یا مجھے آنکھ سب سے لڑا کر
شعر نے متقارب شبنم سالم کو مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ شعر ذوق کا اسی وزن میں ہے۔	
تھنا نہیں ہو کہ ادا کو کمپس کا صلہ ہو کہ مزد قلی ہو	بہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ لیل تیرا ذخیر جان ہو
نظام ساکن جاوہر	
یہاں معنی ہر تنگ جھون کہ ہر حرف جبکہ ہر اک در کمون	لگائی ہے غوطہ جدر طبع کو دل اٹھاتی ہے گو ہر تازہ مضمون

عروض محذوف ہو اور ضرب مقصور۔ قدانے اس وزن کے صدر وابتدا کو اٹلم یعنی فعلن بسکون عین بھی بہ ندرت استعمال کیا ہو لیکن شرے رنجیت کے کلام میں ایسے اشعار نظر سے نہیں گذرے بہر صورت مثال یہ ہو۔

	لمولفہ	
مہمان نوازی بہت خوب ہے	خدا کو بھی یہ بات مرغوب ہے	
تقطیع مہا فعلن نوازی فعلن بہت غو فعلن ب غو فعلن ت مرغو فعلن ب ہے فعل۔		
تمتقارب مثنی اٹلم سالم الاخر فعلن فعلن فعلن فعلن دوبار فعلن مین عین ساکن تھو لم مراد ہو فعلن کے حرف اول کو گزرنے سے عین ساکن اٹلم رہا اسکو فعلن سے بدل لیا۔		

	انشا	
دست جنون سے ایوے ویلا	سونے نیپائے تک پائون پھیلا	
ابر و ہوا ہے چمکے ہے بجلی	مست روٹھ ساقی لا جام کے لا	
صدر وابتدا اٹلم اور عروض و ضرب سالم ہے اور حشو مین بھی ایک جز و اٹلم ہے اور ایک سالم۔ تقطیع دستے فعلن جنوس فعلن ایو و فعلن و ویلا فعلن پڑ سونے فعلن نیپائے فعلن تک پائون پھیلا پیلہ فعلن۔ حشو مین بجائے فعلن سالم فعلن لا نا بھی جائز ہے خواہ ایک مصرع مین خواہ دونوں مین جیسے		

	انشا	
جام مہر عشق موند آنکھ رہی جا	ہے ایک ہی گھونٹ کڑوا کسیدا	
اس شعر کا وزن یہ ہو فعلن فعلن فعلن دوبار		
	ولہ	
اگرتے تھے مذکور سہرا مختارا	فرہاد و شیرین مجنون دلیلا	
اس شعر کے پہلے مصرع کا وزن یون ہے فعلن فعلن فعلن اور دوسرے مصرع کا وزن یہ ہے فعلن فعلن فعلن فعلن۔		

	سوز	
ای سوز وہ دیکھ کر آتا ہے قاتل	تک چونک عالم اتنا بھی غافل	
دین و دل و جان و صبر و تحمل	سب کچھ لیا بھین تپ رہی بیدل	
کس کس کو روئین مین اب یاد کر کر	ایو اشک ایو چشم ایو آہ ایو دل	

کوچے میں لے کے لاکھون پڑے ہیں	اندراج مجروح مقتول بسمل
پہلا اور چوتھا اور چھٹا اور آٹھویں مصرع کا یہ وزن ہو فعلن فعلولان فعلن فعلولن پانی مصرع کا یہ وزن ہے	
فعلن فعلن فعلولن	
متقارب مثنیٰ اٹلم فعلن فعلن فعلن سبکون عین دوبار تیر جوش عشق میں کہتے ہیں۔ ۵	
دیکھ اس رخ کی نور افشانی	شمع مجلس پانی پانی
تقطیع دیکھ فعلن رخ کی فعلن نور افشانی فعلن شانی فعلن شمع فعلن مجلس فعلن پانی فعلن پانی فعلن	
	منہ
کیا ہے اُس کے آب و گل میں	خواہش اس کی سب کے دل میں
خون باری سے تپ رہا گلگون	حلق بسمل چشم پڑ خون
متقارب مثنیٰ اٹلم سالم الاخر فعل فعلولن فعل فعلولن دوبار یا فاع فعلولن فاع فعلولن و بار فعل اور	
فاع کو خواہ اثر م کہیں خواہ اٹلم مقبوض یعنی اگر سبب اثر م کے فاعولن فعلولن کا گرا دیا تو فعلولن لام کے ضمے سے	
اثر م رہا؟ سکو فعل یا فاع مضموم الاخر سے بدل لیا اور اگر سبب اثر م کے حرف اول یعنی فاکو گرایا اور سبب مقبوض کے	
نون حرف نجم ساکن کو گرا دیا تو بھی فعلولن لام کے ضمے سے اٹلم مقبوض رہا سکو فعل یا فاع سے بدل لیا اور فعلولن	
سالم ہے پہلے س بجز کو خواہ اثر م سالم کہیں خواہ اٹلم مقبوض سالم کہیں مثال۔	
	شاہ جهان بیک شیرین
باغ و بہار جاہ و مناسب	لقش و نگار سند و ثروت
صدر و ابتدا اثر م اور عرض و ضرب سالم اور حشو میں ایک رکن اثر م اور ایک سالم ہے۔	
تقطیع باغ فعل بہاے فعلولن جاہ فعل مناسب فعلولن ر لقس فعل نگارے فعلولن سند فعل و ثروت فعلولن	
	مومن خان
شہر روان سے اشک روان ہو	راگ غننے سے مشق فغان ہو
در دروان نے پیر نکالا	عمر ابدے مار ہی ڈالا
	میر
چشم کرد انصاف کی گروا	یوسف و شیرین لیلیٰ و عذرا
	مومن
عیش وطن اندوہ غمہ بیان	دست جنون سے چاک گریبان

زلف مسلسل سلسلہ جنبان	حلقہ کا کل یا در دندان	
<p>اس وزن میں کن فعل و فو لن اِثْم و سالم کے ساتھ رکن اِثْم یعنی فعلن بسکون عین بھی آتا ہے اور خط ان ارکان کا ایک وزن میں ردالمبلکہ کثرت سے شائع ہو چنانچہ عیر کی مثنوی سیمی لمجوش عشق کے ان اشار میں۔ ۵</p>	<p>تاب نے ڈھونڈی اک دم فرصت فعل فو لن فعلن فعلن ایک گھڑی آرام نہ پایا فعل فو لن فعل فو لن سُبل اک زنجیری موکا فعلن فعلن فعلن فعلن ماہ دو ہفتہ مشر مند ہو فعل فو لن فعلن فعلن نقش قدم تھا یا سمن اُس کا فعل فو لن فعل فو لن شایان اُس کے شان تغافل فعلن فعلن فعل فو لن جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ فعلن فعلن فعل فو لن برق حرم من مہ پرے میں فعلن فعل فو لن فعلن برق حرم من عالم ارکان فعلن فعلن فعل فو لن خون صراحی اُس گردن پر فعل فو لن فعلن فعلن</p>	
<p>صبر نے چاہی دل سے رخصت فعل فو لن فعلن فعلن خواب و خورشید کا نام نہ آیا فعل فو لن فعل فو لن گل آشفۃ اُس کے روکا فعلن فعلن فعلن فعلن جب وہ چہرہ تابندہ ہو فعلن فعلن فعلن فعلن چشم برہ سارا جین اُس کا فعل فو لن فعل فو لن چشم کرشمہ جان تغافل فعل فو لن فعل فو لن سریر اُس کے سنگ ہمیشہ فعلن فعلن فعل فو لن تھا دیکھا یک رہ پر دے میں فعلن فعلن فعلن فعلن سینے میں وہ صفائے دندان فعلن فعل فو لن فعلن ریشک سحر کو صافی تن پر فعل فو لن فعلن فعلن</p>		
<p>اس وزن میں عروض و ضرب میں فعل لفتح عین و سکون لام و فو اور فو لن بھی قانع ہوئے ہیں فعل مخدوعہ</p>		

اور فع ایتر اور فعول مقصور۔ ۵

ظفر

<p>گذرے جو ہم کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع</p> <p>ہمتوا دل سے غم کش ہین فعل فعولن فعلن فع</p> <p>بیری کہ ورت سنگدلی فعل فعولن فعل فعل</p> <p>زلف دینے ہے شام و سحر فعلن فعلن فعل فعل</p> <p>رخ کو تیرے نور شید کہین فعل فعولن فعل فعل</p> <p>جھوٹی وہ تو بناتے ہین فعلن فعلن فعولن فع</p>	<p>پوچھ نہ دبیر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع</p> <p>تھکلو مقدر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع</p> <p>خاک اور تھیر کیا کہوین فعلن فعلن فعلن فع</p> <p>یہ نہ کہین گر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع</p> <p>ماہ انور کیا کہوین فعلن فعلن فعلن فع</p> <p>باتین طعیر کیا کہوین فعل فعولن فعلن فع</p>
--	--

ولہ

<p>جی کا ضرر دودن سے ہے فعل فعولن فعلن فع</p> <p>اُس کو سکھاتا کیا کیا شہ فعل فعولن فعلن فع</p> <p>پھر تاسے وہ ماہ کہاں فعلن فعلن فعل فعل</p> <p>اشک نشانی کرتے کیوں فعلن فعولن فعلن فع</p> <p>پھر تاقابل تیج کف فعلن فعلن فعل فعل</p>	<p>درد جگر دودن سے ہے فعل فعولن فعلن فع</p> <p>کوئی بشر دودن سے ہے فعلن فعولن فعلن فع</p> <p>خالی گھر دودن سے ہے فعلن فعلن فعلن فع</p> <p>چشم تر دودن سے ہے فعل فعولن فعلن فع</p> <p>آٹھ پہر دودن سے ہے فعل فعولن فعلن فع</p>
--	---

بیٹھا عاشق مرنے پر فعلن فعلن فعلن فح	باندھے کس دودن سے ہے فعلن فعلن فعلن فح
یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے مثال اسکی۔	
احمد مرسل کان سالک جان ولایت لک ملت	ساقی کوثر شافع محشر مجکو دکھا دوا اپنی زیارت
بر وزن فعل فعلن آٹھ بار ایک مرکب از م ہر ایک سالم علی الترتیب	
میر تقی	
عشق کیا سر دین گیا ایمان گیا اسلام گیا کن کن بانی کل کو رو سے ہجران میں بکلاں کا	دنئے ایسا کام کیا کچھ جس سے مین ناکام گیا خواب گئی ہر تاب گئی ہے چین کیا آرام گیا
تقطیع عشق فعل کیا سر فعلن دین فعلن کیا اسی فعلن مان فعلن اس فعلن لام فعلن گیا فعلن پڑلے فعلن ایسا فعلن کام فعلن کیا کچھ فعلن جس سے فعلن نے فعلن کام فعلن گیا فعلن پڑ	
آغا لکھنوی	
لوٹ لی میری ولایت بان کعبہ کو توڑ ڈھا کے	بان ذرا بھی ادب سے کافر تجھ کو خدا کا خوش آیا
تقطیع لوٹ فعل لی میری فعلن دول فعلت یا فعلن کعبہ فعل ودل کو فعلن تو نے فعلن ڈا کے فعلن ہا ذ فعلن را بی فعلن او ب فعلت کا فہ فعلن تج کو فعلن خدا کا فعلن خوف فعلن نہ آیا فعلن پڑ جلد اول خمانہ جاوید میں پہلے مصرع کے ابتدا میں ان ہی لکھا ہے جو حرفت یا باب ہے اگر اسے ہو جو پنج و فہوس کلمہ ہے تو پھر تقطیع یوں ہوگی ہائے فعل ذرا بھی فعلن	
شاہ نصیر	
شب کو کیونکر تجھ کو ہے بھبتا سر پر طرہ ہار گلے میں	جون پر دین و ہالہ مر تھا سر پر طرہ ہار گلے میں
تقطیع شب کو فعلن کو کر فعلن تج کو فعلن بھبتا سر پر فعلن طرہ فعلن ہار گلے میں فعلن پڑ جو پر فعلن دینو فعلن دینو فعلن ان فعلن و مہ تا فعلن سر پر فعلن طرہ فعلن فعلن ہار فعلن گلے میں فعلن	
ولہ	
رواق سران داغ جنون ہر شک سلسل کی گئی ہر	اچا ہے تجھ کو غیرت لیے سر پر طرہ ہار گلے میں
تقطیع رواق فعل قی سر یا فعلن داغ فعل جنون ہر شک فعل سلسل کی گئی ہر فعلن پڑ جاوہ فعل ہے کچھ کو فعلن غیر فعلت لی سلی فعلن سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعلن گلے میں فعلن	

ریشک چین تو سیر کرے گا جب کہ کنارِ حوضِ لبِ بحر | دلہ | فوارہ اور پھول لکھے گا سرِ پڑہ ہار گلے میں
تقطیع ریشک فعل چین تو فعل میر فعل کرے گا فعلون جبکہ فعل کنائے فعلون حوض فعل لب بحر
فعلون پڑ فوڑا فعلن رازہ فعلن پول فعل کے کا فعلون سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعل گلے میں
فعلون۔

دلہ

عکس شعل مہر نہیں یہ بل چنبیلی لپٹی ہے | | سر دھن نے کیا ہر پید سر پر پڑہ ہار گلے میں
تقطیع عکس فعل شعلے فعلون مہر فعل سنی یہ فعلون بل فعل چنبیلی فعلون لپٹی فعلن ہے فع پڑ
سر و فعل چین نے فعلون کیا ہے فعلون پید فعلن سر پر فعلن طرہ فعلن ہار فعل گلے میں فعلون پڑ
انشا

دلہ

لالہ کھلا سو کوں سر سر عدد ہوا کا وہ عالم | دلہ دل کا معرکہ آرا آہ کر وہ اہل صلاح |
تقطیع لالہ فعل کلا سو فعلون کوں فعل سر سر فعلون رد فعل ہوا کا فعلون وہ عا فعلن لم فع پڑ و لو فعلن
دل کا فعلون مہر فعل ک آرا فعلون آہ فعل گرو ہے فعلون اہل فعل صلاح فعلون۔
مقاربت مٹمن مقبوض اٹام فعلون فعلن فعلون دوبارہ قبض سے مراد ہو گرا نا حرفِ نجم ساکن کا
پس فعلون سے فعلون مقبوض ہے اور ٹم کے مقصود ہے گرا نا حرفِ ناول کا پس فعلون سے فعلون انجم ہوا اسکو
فعلن ساکن العین سے بدل لیا۔

طالب

ترپ رہا ہون میں نیم بسمل | | خبر میری شتاب قاتل |
دور کن مقبوض میں دو اٹام تقطیع ترپ ز فعلون ہا ہون فعلن کم نیم فعلون بسمل فعلن پڑ خبرل فعلون
میری فعلن شتاب فعلون قاتل فعلن

طالب

یہ عشق اب کیا بسا ہے دل میں | کہ بحر خون بہ رہا ہے دل میں |
یہ وزن مولوی جامی نے دو چند سولہ کن پر مبنی کیا ہوا اور رخیۃ میں بہت مستعمل ہے۔

انشا

جو کوئی ہم سے ستم کشوں کو عبث ستا کر خفا کرے گا | یہی کہینگے کہ جاو صاحب خدا تھا را بھلا کرے گا |

طالب

محبت علی حالی | | محبت علی حالی |
عوض میں بوسے کے ہے کالی سوال دیگر جواب گرا | یہ طرز تو نے نئی بکالی سوال دیگر جواب گرا |

	مولفہ	
تا شا ایسا ندیکھا ہوگا کسی نے ہم کو کہیں کبھی بھی	کہ مرلاتا تھا ہنگو ساقی نہ بہکے ہم وہ بہک اٹھا	
	روشن احمد رافت	
یہ کسکی مژگان کے آہ یا رب پچھے ہیں برین ہما یں تین	کہ شکل غریباں بڑ گئے ہیں ہزاروں دن ورن ل دھرمین	
	خواجہ امام الدین اثر	
وہ ہم سے چپ ہیں ہم ان سے چپ ہیں منانیاوے مناسب ہیں	شکا تین ل کی جو رہی ہیں مز محبت کے آگے ہیں	
	شاہ نصیر	
سد پر اس ہوشم تر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران	کھل کے دیکھو ایک اپنے گھر سے فلک بجلی زمین پہ باران	
زبان کو جب چشم ہر بشر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران	ہو اُس نگہ سے اس شگ سے فلک بجلی زمین پہ باران	
	ضیائی سکیم	
تمہارا ہم سے ہمارا تم سے نہ اٹھ سکے گا عتاب ہرگز	اُٹھتے تو کمیز نکالتے بناؤ کہ تم مو نازک میں نا توان نہیں	
	مولفہ	
نظر نہ آیا جو کوئی تجھ سازمین کے اوپر فلک کے نیچے	اسی سبب ہے تیرا پر پا زمین کے اوپر فلک کے نیچے	
بھونسنے جیری ہلال ترسان خرام سے لرزلہ ہولناک	کیسے ہیں تو نے یہ فتنے بر بازمین کے اوپر فلک کے نیچے	
	راقم الحروف نے اس وزمین سے چار رکمن کٹھا کر جو بارہ رکمن پر کبھی مٹی کہا جو۔	
	مولفہ	
حریف وبے مہر دشوخ دول کا ستانے والا	صنم رکھا کے ہیں کیسے کیسے یہ نام تینے	
عجب نہیں ہو فلک جو ایسے زمین کا بوسہ	کیا ہے ناز واد سے جانان خرام تینے	
	جگاتے غفلن انلم کے غفلان انلم سینخ انظہار نوں کے ساتھ بھی نا سکتے ہیں مگر مصرع کا وزن کو نا موزون معلوم ہوتا ہے اور اسکو سکتے کہتے ہیں مثال ۔۔۔	
میں ترے قربان مرا کہاں تو چل کے ساتھ ذرا پیار	کہ کھا میں گلغام ہولے گلزار شرب کا شغل رکھینگے دلدار	
	بر وزن قول فعلان قول فعلان قول فعلان دوبار شیخ علی حزمین مرحوم کی ایک غزل فارسی وزن متقارب مقبوض دلم پر ہے اور اس کے تین مصرعوں کے درمیان قول فعلان بجائے قول فعلن جمع ہو ہے چنانچہ مصرع اُسی غزل کا ہے مصرع اگرچہ صد سال ذخیر دیوانجاک راحت فنا دہ باشم تقطیع اگرچہ صد سال قول فعلان زبے خدا ہوا قول فعلن بنجاک راہت قول فعلن فنا دہ باشم قول فعلن ۔	

تقطیع این صوفاعلن رت ذرا فاعلن تم دکا فاعلن دوفع پڑ میرزل فاعلن کی لگی فاعلن کو بجا
 فاعلن دوفع پڑ یہ وزن مضاعف بھی مستعمل ہے اور چوتھا رکن ہر مصرع کے حشو میں محذوف آتا ہے مثال کی
 یہ اشعار نوٹ کر لے۔

جانی تھی ہوں دور کے دیکھو تکھنیں کھو لو ذرا نہیں بولو	اپنی بیکس بہن کی خبر لو میرے ماجے مظلوم بھائی
پیاس میں تنہے گردن کی تنے جھگل میں بستی لبائی	کر بلا کی زمین تکو بھائی میرے نان جائے مظلوم بھائی

تقطیع جان مے فاعلن تی ہ رو فاعلن روک مے فاعلن کوفع اک کو فاعلن لو ذرا فاعلن مٹے مٹے بولو
 فاعلن لوفع پڑ اپن بے فاعلن کس بہن فاعلن کی خبر فاعلن لوفع میرا فاعلن جائے مظ فاعلن لوم فاعلن
 مٹا رکن مشتمل مخبوم فعلن فعلن فعلن دوبار عین کے کسر سے

مرا دشمن اگر چہ زمانہ رہا	ترا یوں ہی میں دوست بگا نہ رہا
نہ تو اپنا رہا نہ بگا نہ رہا	جو رہا سو کسی کا فنا نہ رہا
میرا سینہ دل مرا جان و جگر	ترے ترے گم کا نشا نہ رہا
رہی کشت و داغ بدولت غم	مرے پاس ہمیشہ خزانہ رہا
گیا موسم گردش سا غم	نہ وہ دور رہا نہ زمانہ رہا
رہن خانہ خرابیاں جسکے لیے	وہ رقیب کار و نق خانہ رہا
ظفر آسکی تو زلفت میں لہے مرا	مرے پاس بلا سے رہا نہ رہا

جمع اجزاء مخبون بہن تقطیع مرا و من فعلن من گر فعلن چ زما فعلن ن رہا فعلن پڑ ترا یو فعلن ہام
 دو فعلن س بگا فعلن ن رہا فعلن۔ یہ وزن دو چند بھی مستعمل ہے چنانچہ۔

مرا صادق شہر

گئے دونوں جہانکے کام سے ہم نہ دھر کے رہے نہ دھر گئے	نہ خدا ہی ملانہ وصال صنم یاد دھر کے رہے نہ دھر گئے
---	--

فعلن سولہ بار

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہ گلوین گلو کی سی بڑھ رہی عزیز دشمن لطف کی عود کی	نہ وہ آج بھی آنکھ نہ ہنی وہ ہندی فزہ کی جنگ ہی
نہ حبیبوین بگاہا وہ رہا کہین اور کی کیا دہن	سویقہ لگا ہوئے رخ نہ ہے در پر یہ نقش جبین رنہ ہے

واجد علی شاہ اختر

دل جان سے فدا تھا جو تجھ پر کیا عشق میں وہ سو کا عدم
بھلا اور کا سکھ تو کیا کریں ہم کے مرنے کا تجھ کو بھی غم نہ ہوا

سلیمان خان اسد

ہوئے بسے جو عاشق زار تھے یہ سچھے اُغلیں کہے تو ہے
جو مریض محبت عشق مجھے نہیں انگو دوا و شفا سے غرض
قائدہ فعلن کسور العین کی جگہ بعض کن فعلن ساکن العین بھی جائز ہے جیسے -

گویا

جو پونج کے بن میں گذار لکے کا ٹوٹے جسم نزار ا
کر و عضو ہر ایک دکا مریض قفس برہنہ باکی قسم
تقطیع کر عرض فعلن (کبسر عین) دہرے فعلن (کبسر عین) دکا فعلن (کبسر عین) رمر فعلن (کبسر عین)
قسم فعلن (کبسر عین) س برہ فعلن (کبسر عین) نا با فعلن (کبسون عین) ک قسم فعلن (کبسر عین) اور اگر برہنہ باکی
اضافت کے ساتھ پڑھا جائے تو اگر چہ فعلن کبسر عین کے وزیر ہو جائے گا مگر اضافت زائد ماننا پڑے گی اور یہ
عیب ہے کیونکہ ایسی ترکیب کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک قول کے مطابق پہلا اسم صفت مقدم ہے اور دوسرا
اسم موصوف مؤخر ہے اور ایسی صفت جو اپنے موصوف حقیقی پر مقدم ہو اس کا حرف آخر ساکن ہوتا ہے اور
دوسرے قول کے مطابق پہلا اسم تیز مقدم ہے اور دوسرا میسر مؤخر اور اس صورت میں برہنہ باکی کے معنی یہ ہونگے
کہ برہنہ اندر ہے جیسے بلند پایہ اور خوب رو اور بد شکل یعنی بلند اور دے پایہ اور خوب زردے رو اور بد
ازر دے شکل - اور میسر مؤخر کے درمیان بھی کسرہ اضافت نہیں آتا یا کہ ایسی ترکیب قائم مقام اضافت
لفظی کی ہو اور یہاں کسرہ آخر مضان کا دور ہو جاتا ہے بخلاف اضافت معنوی کے -

متدارک مثنیٰ مقطوع فعلن فعلن فعلن دو بار عین کے سکون سے چونکہ قطع او آخر مصالیح سے
مخصوص سمجھا گیا ہے اور اس جگہ تمام بیت میں ہوتا ہے لہذا اس کو مخبون مسکن بھی کہتے ہیں اسی فعلن مخبون
کسور العین کو ساکن العین کر لیا ہے - مثال -

طالب

ہر دم کرتا ہوں میں زاری
دیکھی بس بس تیری یاری

تقطیع ہر دم فعلن کرتا فعلن ہوئے فعلن زاری فعلن زاری فعلن بس بس فعلن تیری فعلن یاری فعلن
تعبیہ یہ وزن متقارب میں بھی داخل ہو سکتا ہے اور وہاں اسکو متقارب مثنیٰ اٹل کینکے اسلئے کہ فو لن سے
فعلن اٹل ہو کر آتا ہے پس دونوں وزن نہیں مابہ الا متیازیس ہے کہ متقارب مثنیٰ اٹل من فعل اور فو لن اور فو لن
جمع ہو سکتے ہیں فو لن رکن سالم ہے اور فعل ماضی ہے اور متدارک میں نہ فو لن آ سکتا ہے

(مجنون) اُرُا فعلن (مجنون مسکن) ک ا فعلن (مجنون) ا ب فعلن (مجنون مسکن) ل گئے فعلن (مجنون)
مستدارک مشن مجنون مسکن محذوف فعلن فعلن فاعل دو بار مثال

کیا کیسے کیسا کچھ تھا | القصہ ایسا کچھ تھا |
تقطیع کا کہ فعلن یے گئے فعلن سا کچ فعلن فاعل ا فعلن فاعل صا کے فعلن سا کچ فعلن فاعل اس کو
مضاعف بھی استعمال کیا ہے چنانچہ یہ بیت ذوق کی اسی دوزخین ہو۔

قطرہ قطرہ اُسو جلی طوفان طوفان شدت ہے | پارہ پارہ دل ہے جس میں قودہ قودہ حسرت ہے |
تقطیع قطرہ فعلن قطرہ فعلن ا سو فعلن جلی فعلن طوفا فعلن شدت فعلن فاعل ہے فاعل الخ
اداس وزن کو اس طرح بھی مضاعف کرتے ہیں کہ مشوین بھی چوتھا کر کن محذوف ہوتا ہو۔
مستدارک مسدس فاعل فاعل فاعل دو بار۔

انشا
بس مرا سر نکھا ارے | دور ہو چل جتنے پرے |
میر کا ہے مزہ ابھی | کھیت ہیں سب کے بھلے |
تو ہی بتلا دے اے صنم | کوئی اب تجھے کیا کرے |
دیکھ انشا مجھے بھلا | سانس ٹھنڈی کیوں بھلے |
تقطیع بس مرا فاعل سر نکھا فاعل ارے فعل دور ہو فاعل چل جتنے فاعل پرے فعل۔

بحور مرکبہ کا بیان
(۸) بحر مشرح

مشرع بضم میم وسکون فون وفتح سین مملہ وکسرے مملہ وسکون طے خطی اسکے مننے آسان کیے ہوئے
کے ہیں چونکہ یہ بحر آسان ہے اسلئے اسکا نام مشرح رکھا گیا اور مولوی صہبائی لکھتے ہیں کہ اس بحر کا نام اسلئے
مشرع ہو کہ انشراح کے معنی کپڑے اتارنے کے ہیں چونکہ اس بحر میں کبھی ایسا اختصار ہوتا ہے کہ شعر عرب
دو ہی رکن مستفعلن مفعولات کو ساری بیت اعتبار کر لیتے ہیں اس نقصان کو کپڑے اتارنے سے تشبیہ دیکر اسکا نام
مشرع رکھ لیا اور وزن اسکا یہ ہے مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات بضم تا دو بار یہ بحر مزاحف مستقل ہو یہ سطر
اور شعر عرب نے مسدس استعمال کیا ہے گرشقے فارسی ورنیہ مشمن استعمال کرتے ہیں اور اس بحر میں عروض
و ضرب موقوف یا مسکون یا مجرد یا منحور آتے ہیں اور اس میں چودہ زحان واقع ہوتے ہیں بنحو ان کے پنج مستفعلن

متعلق ہیں طے۔ قبض۔ حذر۔ تسبیغ۔ رفع۔ اور نو مفعولات سے علاقہ رکھتے ہیں جن طے۔ اجتماع مفعول ووقف۔ اجتماع نہیں وکسف۔ اجتماع طے وکسف۔ اجتماع طے ووقف۔ رفع۔ جریع۔ نحر۔
 منشرح مشمن مطوی موقوف مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات دوبار مفتعلن مطوی سہے
 مستفعلن کا اور سبب وقف کے مفعولات اضم تاسے مفعولات بسکون تاربا اور سبب طے کے اس سے داؤ
 اگر ٹری مفتعلات مطوی موقوف ہوا اسکو فاعلات بسکون تاسے بدل لیا۔

نیاز

اولین ہم اپنے نیاز رکھتے ہیں سوطر را از سو مجھے ہے اسکو یہ بھید جسکی نہو حقیقہ کو
 قطع دل ہم ہمپ مفتعلن نے نیاز فاعلات رکعت ہ مفتعلن طرح را از فاعلات سوچ ہ اس مفتعلن کو
 ہے بید فاعلات جس کی نہو مفتعلن حشر کو فاعلات۔

منشرح مطوی مسوف مفتعلن فاعل مفتعلن فاعل دوبار فاعل مطوی مسوف اسلئے کہ مفعولات
 میں سے سبب طے کے واو اگر ٹری اور سبب کسف کے تے اگر ٹری پس مفتعل را اس کو فاعل سے بدل لیا

ناصر جنک

یاس و غم و آرزو جمع یہ چیز ہے بلے ترا حوصلہ دل بھی عجب چیز ہے
 اس شعر میں چار کن مطوی ہیں اور چار مطوی مسوف قطع یاس غم مفتعلن آرزو فاعل جمع
 یہ سبب مفتعلن چیز ہے فاعل یازنک ترا مفتعلن حوصلہ فاعل دل ب عجب مفتعلن چیز ہے۔

محمد روشن جو فشن

یار کو قاصد مرے جا کے اگر دیکھنا میری طرف سے بھی تو ایک نظر دیکھنا
 کل جو اُسے دیکھ کر ہو گئے ہم خمبر سنکے وہ کئے لگا پھر بھی ادھر دیکھنا
 یہ بھی جائز ہے کہ حشومین دوسرا کن فاعل (مطوی مسوف) واقع ہوا ورض ورض ورض فاعلات
 (مطوی موقوف) آئے جیسے

انشا

کسو سنا کر کہا اپنے او بے لحاظ مجھے نہ لتنے اچھی ہوتے رہو بے لحاظ
 ہونٹھ ہی مل ڈلیے جو یہ ٹھنی ٹھنی ہونٹھ لکے تم کہنے تو دو بے لحاظ
 قطع کس کن سنا مفتعلن کر کہا فاعل (مطوی مسوف) آپن او مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی
 موقوف) مجس ن اٹ مفتعلن نے اچھی فاعل (مطوی مسوف) ہوت رہو مفتعلن بے لحاظ فاعلات (مطوی)

موقوف) دونوں مشروغین رکن مستغفلن مطوی یعنی متغفلن آئیے اور رکن مغفولات عروض و ضرب میں مطوی موقوف ہے اور حشومین مطوی کسوف ہے غرضکہ یہ بات جائز ہے کہ حشومین یا عروض و ضرب میں مطوی کسوف فاعلن اسی طرح تینوں جگہ مطوی موقوف فاعلات لائین اور انکو باہم جمع کریں

انیا ز بریلوی

خاک کے پتلے نے دیکھ لیا ہی بجایا ہر شور جن و ملک کے اُپر گر رکھا ہے اپنا زور
تقطیع خاک کی پٹ متغفلن لے ن دیک فاعلات کا د پچا متغفلن یا ہر شور فاعلات جن ن ملک
متغفلن کے اُپر فاعلن کر رک ہے متغفلن اُچ ن زور فاعلات مصرع اول میں حشومین مطوی موقوف لینے
فاعلات ہے اور مصرع ثانی میں حشومین مطوی کسوف لینے فاعلن آیا ہے اور عروض و ضرب مطوی موقوف ہے۔

نزاکت

کیون نہ میں قربان ہوں جب کہے ناز سے ہم کو جفا کا ہے شوق اہل و فاکون ہے
میان عروض و ضرب میں جملہ فاعلات مطوی موقوف کے فاعلن مطوی کسوف واقع ہے اور مصرع اول کے
حشومین بھی مطوی کسوف ہے اور مصرع ثانی کے حشومین مطوی موقوف ہے۔

سودا

انکے سپاہی یہ بات ملین بہت خوش ہوا لیک بظاہر یہ حرف تند ہوئے سنے کہا
حشومین دونوں مصرعوں کے فاعلات مطوی موقوف ہے اور عروض و ضرب میں فاعلن مطوی کسوف ہے
اس وزمین اختلاف زحان کا بھی جائز ہے مثلاً۔

حال دل خستہ آہ میں نے جو اُن سے کہا تو بے یہ چپ ہی رہ سُننے کی طاقت کہاں
مصرع اول اس وزپیر ہے متغفلن فاعلات متغفلن فاعلن اور دوسرا مصرع اس وزپیر ہے مفاعلن
فاعلن متغفلن فاعلات مصرع اول میں متغفلن مطوی اور فاعلات حشومین مطوی موقوف ہے اور عروض
مطوی کسوف اور مصرع ثانی میں ابتدا مخبون اور ایک رکن حشو کا مطوی کسوف اور ضرب مطوی موقوف ہے
تقطیع حال دے متغفلن خستہ آہ فاعلات میں جُ اُن متغفلن سے کہا فاعلن پڑت بول کے مفاعلن
چپ و رہ فاعلن سُن ن کہ طام متغفلن قت کہاں فاعلات۔

مشرح شتمن مطوی متغفلن فاعلات متغفلن نفع دوبار متغفلن اور فاعلات مطوی ہیں اور نثر ہے
مراویہ ہے کہ مغفولات کے دو سبب نصف اول اور الف کو گر کر تلمے آخر کو ساکن کر دین پس مغفولات سے
لت مخور حاصل ہوا اسکو نفع سے بدل لیا انشاء اللہ خان نے ایک غزل اس وزمین لکھی ہے۔

کوئی نہیں اس پاس خوف نہیں کچھ یہ نہیں فتنے کا عطر جس سے کہ ڈر ہو یکجہ یہ نہیں چوکیدار جس سے بھجک ہو باندھو انشانہ دھیان آگ دھوین کا	ہوتے ہو کیون جو اس خوف نہیں کچھ آتی ہے پھولوں کی باس خوف نہیں کچھ ٹیلہ ہے اور اُسپہ گھاس خوف نہیں کچھ پھولے ہوئی ہن پاس خوف نہیں کچھ
تقطیع کو کہنی مفتعلن اُاس پاس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فغ ہوت ہوت مفتعلن بے حواس فاعلات خوف نہی مفتعلن کچ فغ۔	

آگ مری جان کو قرار نہیں ہے دیتے ہن جنت حیات دہر کے پرے تو نے قسم کج کشی کی کھاٹی جی غالب	غالب طاقت بیداد انتظار نہیں ہے نشر باندازہ خار نہیں ہے تیسری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے
--	---

تقطیع آگ مری مفتعلن جان کو ق فاعلات رار نہی مفتعلن ہے فغ طاقت بے مفتعلن وادہت فاعلات
خار نہی مفتعلن ہے فغ۔
منسج منمن مطوی مجدوع مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع دوبار۔ جرع اسے کہتے ہن کہ مفعولات کے
دو سبب خفیف کو سا فطر کے وند مفروق کے متحرک آخر کو سا کن کر دیں اس صورت میں مفعولات سے
لات لبکون تا مجدوع رہتا ہے اس کو فاع سے بدل لیتے ہن۔ انشا کے چارون شعرون میں عروض ضرب
منخور ہے اسلئے کہ ہائے خلوط التالف خواہ شعر کے آخر میں واقع ہو یا درمیان میں لفظ میں نہیں آتی اور
تقلیع میں بھی سا فطر کر دیجاتی ہے مثال اسکی یہ ہے۔ ۷

منہ تو نک اپنے کو دیکھ یو گایہ مول	یہ بھی ہوا لون تیل لے ہے جسے تول
تقطیع موت ٹمکٹ مفتعلن نے ک دیک فاعلات لے وگ نے مفتعلن مول فاع ڈیلے ب ہوا مفتعلن لون تیل فاعلات لے ہ جسے مفتعلن تول فاع ہ ان دونوں وزنوں میں جشو مطوی کسوف یعنی فاعل بھی درست ہے مثلاً۔ ۷	

اشعر تو بے ربط و یوح کہنے سے ہر شوق	قسیم انھیں خلق میں شہرے سے ہر ذوق
تقطیع شہرٹ بے مفتعلن ربط پوچ فاعلات کمں س ہے مفتعلن شوق فاع ہ قسبائے مفتعلن خلق سے فاعل شہر س ہے مفتعلن ذوق فاع۔ عروض ضرب میں منخور و مجدوع کا جمع کرنا بھی جائز ہے جیسے۔ ۷	

اکان ہین اُسکے زبس نالونے ملو	حال مل زار کب کرتا ہے مسوع
تقطیع کانہ اُس مفتعلن کے زبس فاعلن نال سِ م مفتعلن لونغ ۛ حال دے مفتعلن زار کب فاعلن کرت ۛ مَن مفتعلن موع فاع ۛ مفتعلن مطوی اور فاعلن مطوی کسوف اور فاع مجروح اور فاع منحوس ہے۔ فشرح مسدس مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مثال۔ ۛ	
نال دل نار سا ہے یا ر تلک	اپنی پہونچ کب ہے گفدار تلک
تقطیع نال دل مفتعلن نار ساۛ فاعلات یا ر تلک مفتعلن ۛ اپنی پہونچ مفتعلن کب ۛ کلغ فاعلات ذارتلک مفتعلن اس بیت میں سب اجزا مطوی ہین۔ فشرح مسدس مطوی مقطوع مفتعلن فاعلات مفعولن دوبار مفتعلن اور فاعلات مطوی مین مفعولن مقطوع ۛ یعنی مستفعلن سے سبب قطع کے حرف آخر و تدنیم یعنی نون گر کر اسکا ماقبل یعنی لام ساکن ہو گیا تو مستفعل مقطوع رہ گیا اسکو مفعولن سے بدل لیا مثال اسکی۔ ۛ	
اسکھون مین ۛ کا شمار اتیک ہے	سچ کہین ہم کو تو آب پر شک ہے
تقطیع ااک م کے مفتعلن کا شمار فاعلات اتیک ہے مفعولن ۛ سچ کہہ ہم مفتعلن کوت آپ فاعلات پر شک ۛ مفعولن عروض و ضرب مقطوع ۛ اور باقی مطوی اور یہ دونوں وزن شعری فارسی و ریختہ میں کمتر مستعمل ہین۔	
(۹) بحر متقضب	
مقضب بھرم میم و سکون قاف و فتح تے فوقانی و فتح ضا و جمد و سکون باے موحہ اسکے معنی ایک چیز سے بھلا ہوا اور کاٹا ہوا ہین جو کہ یہ بحر منسج سے نکالی اور کاٹی ہے یعنی اُس بحر کا عکس ہے اسلیے اسکا نام مقضب رکھا گیا وزن اسکا یہ ہے مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن دوبار یہ بحر کلام عرب میں مجز و مستعمل ہے یعنی آخر کا جز اُس سے گرا کر استعمال کرتے ہین اور اس بحر میں اتنے زحمت آتے ہین۔ جن طے قطع۔ صلح۔ وقف۔ کسف۔ جرع۔ پس انہیں سے ضمن اور طے اور وقف اور کسف اور جرع اور صلح مین مفعولات سے علاقہ رکھتے ہین اور قطع واذک مستفعلن سے تعلق رکھتے ہین۔ اس بحر میں مفعولات کے داوا ورف مین مراقبہ ہے یعنی معاً دو وزن کا گرائنا یا ثابت رکھنا جائز نہیں اگر نے ساقط کی جائے تو داوا ثابت رکھینگے اور اگر داوا ساقط کی جائے تو نے ثابت رکھے گی شعر اے قدیم نے اس بحر کے ایک دو وزن شمن اور مسدس مین طبع آزمائی کی ہے مگر وہ شعر تفیل ہونے کے سبب سے پند طلبا نے ہنوسے نادر کی خیالان عرب و فارس نے اکثر اس بحر کو مریع استعمال کیا ۛ	

اور خیال بندان رنجیتہ نے اس وزن کو دشمن بھی پسند فرمایا ہے۔
مقتضب دشمن سالم صنی کہتا ہے۔

ان بالوشین اب کیون نہیں ہوتا شان کیا چنم	تیرے گیسو اُچھے مراد ال آشفہ ہو کر صنم
تقطیع ان بالوشین مفتولات ب کو منی مستفعلن ہوتا شان مفتولات کا ہوشنم مستفعلن تیرے گیسو مفتولات	اُبجے مستفعلن دل آشفہ مفتولات ہو کر صنم مستفعلن۔
مقتضب دشمن مطوی فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار مفتولات سے فاعلات مطوی ہو کر صلیے	کہ مفتولات میں طے اس طرح واقع ہوتا ہے کہ سبب خفیف ثانی کے حرف ساکن کو دور کر دیتے ہیں اور مفتولات کو
فاعلات سے بدل لیتے ہیں اور مفتعلن مستفعلن سے مطوی ہو کر آیا ہے کیونکہ مستفعلن میں طے سے یہ مراد ہے	کہ دوسرے سبب خفیف کے ساکن کو گردین اور مستفعلن کو مفتعلن سے بدل لیتے ہیں۔ مثال۔

سحر

تجہ غیر رشک پری کب خوش آئی سیر چمن	گل ہو خار دل کو مرے دیتے ہیں زیادہ الم
تقطیع تجہ غیر فاعلات رشک پری مفتعلن کب کشای فاعلات سیر چمن مفتعلن پُر گل ہ خار فاعلات	دلک مے مفتعلن دیت ہو ز فاعلات یاد الم مفتعلن ہ اور یہ بیت بھی اسی وزن میں ہے۔
یار مے وفا سے ہمیں کب امید وصل ہوئی	شوخ دلربا سے ہمیں کب امید وصل ہوئی
اس میں بھی جمع اجز مطوی ہیں تقطیع یار مے وفا فاعلات فاس ہے مفتعلن کب امید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن	شوخ دلربا فاعلات باس ہے مفتعلن کب امید فاعلات وصل ہوئی مفتعلن۔
مقتضب دشمن مطوی مقطوع فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن دوبار فاعلات مطوی ہو مفتولات سے	اور مفتعلن مقطوع ہو مستفعلن سے مثال۔

غالب

کار کاہ ہستی میں لالہ داغ سامان ہے	برق خرمین دہت خون گرم دہقان ہے
ہم سے رنج بے نامی کس طرح اٹھایا جائے	داغ پشت دست عجز شعلہ خس بندان ہے
تقطیع کار کاہ فاعلات ہستی نے مفتعلن لالہ داغ فاعلات سامان ہوئی برق خرمین دہت خون گرم دہقان ہے	داغ پشت دست عجز شعلہ خس بندان ہے
راحت مفتعلن خون گرم فاعلات دہقان سے مفتعلن پُر یا در کھو کہ یہ بحر بحرین دشمن اشتر سے مل جاتی ہے اس لیے	کہ بحر بحرین دشمن اشتر کا یہ وزن ہے فاعلن فاعلین فاعلن دوبار مثلاً شعر مذکورہ صدر کو بحر بحرین
دشمن اشتر میں یوں تقطیع کر سکتے ہیں تقطیع کار کا فاعلن دہستی ہے فاعلین لالہ داغ فاعلن سامان ہو فاعلین	

برق خرافاعلن سے رعت مفاعیلن عون گر فاعلن م دھقاسے مفاعیلن گر خیال ہے کہ مقتضب شمن مطوی مقلوع میں
کبھی مقلوع مطوی ہو کر پینے مقلوع بن کر اور کبھی سالم بھی آجاتا ہے اور یہی بحر ہزج شمن اشترا اور بحر مقتضب مطوی
مقلوع میں باعث تیسرے چنانچہ دریائے لطافت میں مرزا قتیل کے کلام سے اور زرا کا ل العیار میں
خشی منظر کے اسیر کے قول سے یہی بات پیدا ہوتی ہے مثلاً اس شعر میں مہری شیرازی کے یہ بات صاف
معلوم ہو جاتی ہے۔ ۵

دفعہ اوقاد مہری فرض کن کشتیہارا	لیونان بروز آورد و زرا کسے چرکند
تقطیع اسکی یہ ہے در فراق فاعلات اور مہری مقلوع فرض کن ک فاعلات شہار مقلوع ہرے ثواب فاعلات روزاورد مقلوع لان روزراک فاعلات سے چ کند مقلوع پڑ پس اگر ہم اس بحر کو بحر شمن اشترا میں اور پچھلے مصرع کی یون قطع کرین تقطیع میتا فاعلن بروزاورد مفاعیلان روزرا فاعلن کسے چکند مفاعیلن تو ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ مفاعیلن کی فرع مفاعیلن کہاں آئی ہے بلکہ مفاعیلن کی فرع بحر وافر میں مفاعیلن آتی ہے پس فرق در میان بحر ہزج شمن اشترا اور بحر مقتضب شمن مطوی مقلوع کے ظاہر ہو گیا اس مقام پر چھو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اعتراض خان آرزو نے شیخ علی حنین کے چند اشعار پر باعتبار بحر ہزج شمن اشترا کے کیا ہوا دیوبولی الما بخش صہبائی نے قول فیصل میں اُس کا جواب دیا ہے ذکر کریں کیونکہ یہ بات فائدے سے خالی نہیں شیخ کے اشعار یہ ہیں۔ ۵	

شب کہ باہزار افغان در فراق یوسف خویش	دشمن بے دے رشک پر کنگارے
غیر تم صلا زد و گفت دلے بزن جہان	تا بے فروماندہ در طلسم حیرانے
فکر زاد راہ طلب رسم رہ خوردان نیست	بس بو شکستہ دلی با در ست پکانے
زین سروش فرخندہ ہوش در سماع آمد	تن ز شوق جانان شد پایے تابستوانے
از ادب بجای قدم دیدہ قطرہ زن کردم	تا گمان پیش آمد سگین بیا بانے

خان آرزو نے سب اشعار کو بحر وزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن بحر ہزج شمن اشترا میں قرار دیا کہ
شیخ کی غلطی نکالی ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے مصرع میں (یوسف خویش) کی نے اور دوسرے مصرع میں (بسیدینے)
کی اور تیسرے مصرع میں (زود گفت) کی اور چوتھے مصرع میں (شکستہ دلی) کی دال اور تیسرے مصرع میں
(جہان) کی جہم اور پانچویں مصرع میں (راہ طلب) کی طے اور نوین مصرع میں (بجای قدم) کا فاعل ملن ہون
اور تیسرے مصرع میں (گفت) کی تے ساقط کی جلس جب یہ وزن درست ہو دیوبولی صہبائی کہتے ہیں کہ ان
اشعار کو بحر ہزج شمن اشترا میں شمار کرنا بڑی غلطی ہے یہ ساری غزل بحر مقتضب میں ہوا اور بحر مقتضب کے

اصلی ارکان یہ ہیں مفعولات متفعّلن و دو باران اشعار میں مفعولات مطوی ہو کر ہر جگہ فاعلات
آئی ہے اور متعلّان بعض مقام پر مطوی ہو کر متفعّلن ہے اور بعض جا مطوی مسخ متعلّان اور بعض جا مقطعی ہو کر
مفعولن اور بعض جا مقطوع مسخ ہو کر مفعولان آئی ہے اور یہ بات تمام عروضیوں کے نزدیک جائز ہے اور
تقطیع یوں ہے تقطیع شب کہ باہ فاعلات زائد فاعل مفعولن در فراق فاعلات یوسف خویش متعلّان بز
داشتیم فاعلات سین و س متفعّلن رشک پر فاعلات کنفا مفعولن بز غیر تم ص فاعلات لازم گفت
متعلّان و اسنے فاعلات زن بھان متعلّان بز تا بکیت فاعلات روانہ مفعولن در علم فاعلات
حیرانی مفعولن بز فکر زائد فاعلات راہ طلب متفعّلن رسم رہن فاعلات ورنہ نیست مفعولان پس بود
فاعلات گشت دلی متفعّلن با در ست فاعلات پیانی مفعولن علی ہذا القیاس اور شروع کی بھی تقطیع ہوتی ہے
یہاں ثابت ہے کہ ماہ الامتیا بحر ہزج مثنیٰ اشتر اور بحر مقصد مثنیٰ مطوی مقطعی میں متفعّلن مطوی
و متعلّان مطوی مسخ وغیرہ کا آنا ہے ورنہ بحر ہزج میں و ما بحر مفاعلتن لانا پڑے گا حالانکہ فاعلتن
بحر ہزج کی فروع میں سے ہے ہی نہیں۔

(۱۰) بحر مضارع

مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن دو بار جانا چاہیے کہ مضارع بعض میں و فتح ضاد بحر و کسر لے
وسکون عین مہملہ کے معنی مشابہ کے ہیں چونکہ یہ بحر منسرح سے اور بقول بعض بحر ہزج سے مشابہ ہے اس لیے
اس کا نام مضارع ہے اس بحر میں فاع لاتن منفصل ہے یہ بحر سالم مستعمل نہیں مزاحف مستعمل ہے اور اس بحر کو
جب بحر وینے مسدس کرتے ہیں تو فاع لاتن گراتے ہیں نہ مفاعیلن کو جبکہ مثنیٰ کے مسدس کرتے ہیں
معلوم ہو گا اور اس بحر کے رکن مفاعیلن میں یا اور لون میں مراقبہ ہے یعنی دونوں کا سا قفا کرنا یا
ثابت رکھنا جائز نہیں اور اسکے زحاف سات ہیں کف - رخم - خرب - قصر - حذف - قبض - تسبیح -
بعض رسالوں میں تین زحاف سلخ اور طلس اور خفیع اور کجی - لکھے ہیں اس صورت میں بحر مضارع کے
زحاف دس ہوتے - مخفی نہ ہے کہ سلخ نفع سین مہملہ وسکون لام و ظ معجز لغت میں پوست کھینچنے کے
معنی میں ہے اور اصطلاح میں مراد ہے فاع لاتن میں دو سبب خفیف کے حذف کرنے اور عین کا نثرینے
پس فاع عین موقوف سے باقی ہے گا اور بعض فاع کو مجبور موقوف کہتے ہیں کیونکہ جب یہ ہے کہ دو سبب
خفیف جو رکن کے آخر میں ہوں گرا دیے جائیں پس جب کے بعد فاع کبسر عین لے گا اور وقف سے مراد
حرف آخر و تہ مفروق کا ساکن کرنا ہے اس صورت میں فاع وسکون عین سے باقی رہا اور طلس نفع اول وسکون

سیم و نون معنی ناپدید کرنا اور موذنا اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں کہ فاع لاتن کے دو سبب خفیف کو مع صین کے گر ادین اس صورت میں فارہا اسکو فاع سے بدل دیتے ہیں پس اس بحر میں فاع مطموس ہے اور بحر جرج میں ابتر ہے اور بعض اس کو محبوب کشف کہتے ہیں کیونکہ زحاف حب کی وجہ سے فاع لاتن فاع رہ جاتا ہے اور کشف عبارت ہے اس سے کہ و تدرہ فروق کا حرف آخر ماقط کر دیا جائے اس صورت میں فارہ جانے لگا جسے فاع سے بدل لینے اور تخفیف نفع تاکے فوقانی و سکون خلبہ و کسرتون و سکون یلے تخفیف و قاف موقوف لغت میں گلا گھونٹنے کے معنی میں ہے اور اصطلاح میں خرم کا قائم مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ مفاعیلین کے و تدرہ مجموع کے حرف اول کو گردینا پس مفاعیلین سے فاعیلین رہتا ہے اس کو مفعولن سے بدل لیتے ہیں اشعار عرب میں خرم ابتداء شعر کے موہمیں آتا اور شعرے فارس نے جمیع اجزائے بیت میں اس کا لانا جائز رکھا ہے جو کہ مفعولن مفاعیلین سے مشتق ہے اس لیے اگر شروع میں ہو تو اخرم کہیں گے اور باقی اجزائے بیت میں مفتوح بولا جاتا ہے مگر متاخرین اس تفریق کی بامندی کم کرتے ہیں اور یہ لفظ خاںہ سمجھ اور نون مشدد مفتوح کے ساتھ ہے حدائق البحر وغیرہ سے اسی طرح ثابت ہو لیکن شرح خزرجیہ میں علامہ نقشبند کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہ لفظ طے حلی اور باے موحده سے ہوا دیر مشتق ہے تہجوتی سے جو جمع کرنے کے معنی میں ہے۔ بہر صورت کف۔ قصر۔ سلخ۔ طس۔ حذف۔ فاع لاتن سے علاقہ رکھتے ہیں اور کف۔ خرم۔ خرب۔ قصر۔ جب۔ زل۔ تخفیف۔ قبض۔ تسبیح۔ رکن۔ مفاعیلین سے تعلق رکھتے ہیں۔

مضامع مٹھن اخرب مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن دو بار خرب کہتے ہیں اجتماع ضمن و کف کو یعنی رکن کے حرف اول اور حرف ہفتم کا گردینا پس مفاعیلین سے فاعیل بضم لام اخرب رہا اس کو مفعول سے بدل لیا مثال

راجہ بہادر

یہ زخم دل ہمارے مرہم تاک نہ پہونچے ہم اُن تاک نہ پہونچے وہ ہم تاک نہ پہونچے
تقطع یہ زخم دل ہمارے مفعول فاع لاتن مرہم تاک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + ہم اُن تاک
نہ پہونچے مفعول فاع لاتن وہ ہم تاک نہ پہونچے مفعول فاع لاتن + رکن مفاعیل اخرب ہے اور
فاع لاتن سالم آیا ہے

انشا

صاحب کے ہرزہ بن سے ہر ایک کو گلہ ہر
دین گالیان ہزاروں سن مطلع میں غزل کا
میں جو نباہتا ہوں میری جو سلسلہ ہے
کہنے لگا کہ انشا اس کا یہی سلسلہ ہے

محشر		
گیسو کو ڈھونڈو مارا اڑھ ٹوٹل دیکھا		دل کا پتہ نہ پایا زلفون کو کھول دیکھا
لمو لقمہ		
کامل کو تاب دیکر سنبھل سے ہاں دالے دل چھین لے چلے ہین غنچ ڈال دالے رہز سخن کو سمجھین نازک خیال دالے		انکھ ہوے دلوین جیتے ہین اور گرین ہر کام پر دکھا کر ناز و اداسے جلوہ اشعار کا سنا نا نادان کو ہے حاقق
عروض و ضرب مسبق یعنی بجائے فاعلاتن فاعلیان بھی آسکتے ہے خواہ ایک مین فاعلاتن اور دوسرے مین فاعلیان ہو مثال۔		
میر		
انکھوں مین یون مہاری عالم سیاہ تاجند		رہے بغیر ترے لے رشک ماہ تاجند
عروض و ضرب مسبق ہین		
ولہ		
مانند چشم اختر ہم دیکھین راہ تاجند		خط سے جو ہے گرفتہ وہ مہ نہیں نکلتا
عروض مین فاعلاتن اور ضرب مین فاعلیان ہوں		
میر		
اے تو بہت وہ ہم سے بیباک ہو گیا ہوں کس کس طرح کا عالم ن خاک ہو گیا ہوں		شرم و جفا کہان کی ہر بات پر شمشیر زیر خاک بھلا تو روئے ہو آکھو تیر
ولہ		
یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا		یوسف سے لیکر تا گل پھر گل سے لیکر تا شمع
تینوں شعروں کے عروض مسبق ہین اور ضرب سالم		
سودا		
واژوں ہو عقل تری او نہ جاہ تو جہم سے		لے چیخ مفلس پر ورے آسمان بے مہر
حیرن		
کہتا ہوں مین کہان کی سنیتے ہو تم کہ ہر کی نے پانوں کی نبر ہے جسکو نہ لپنے سر کی		مین حال دل کون ہوں تم شکوہ سمجھو ہو وہ جون آئندہ سراپا کس کا ہوں محدودیدار

مضارع مثنیٰ اُخرب محذوف مفعول فاعل لاتن مفعول فاعل لن دو بار فاعل لن محذوف ہے
فاعل لاتن سے۔ ۵

رکھنا نہیں ہو مطلق تاب عتاب ل | پہلو میں ہو گیا ہے مثل کباب ل |
تقطیع رکھنا مفعول ہی ہ مطلق فاعل لاتن تابع مفعول تاب دل فاعل لن پڑ پہلو م مفعول
ہو گیا ہے فاعل لاتن مثنیٰ مفعول باب دل فاعل لن۔
مضارع مثنیٰ مکفوف مقصور مفاعیل فاعل لات مفاعیل فاعل لان دو بار سبب کف مکفوعین سے
مفاعیل مکفوف حاصل ہوا اور سبب کف کے فاعل لاتن سے فاعل لات بضم تا مکفوف رہا اور سبب قصر کے
فاعل لاتن سے فاعل لات مبکون تار ہا اسکی جگہ فاعل لان رکھ دیا مثال۔ ۵

اے دل کہا تو مان نہ زلف و دو تا کو چھڑ | خبر دار کیا کر سے نہ کالی بلا کو چھڑ |
تقطیع اے دل کہ مفاعیل ہا مت مان فاعل لات نہ زلف و مفاعیل تاک چڑ فاعل لان پڑ خبر دار مفاعیل
کا کرے فاعل لات نکالی ب مفاعیل لاک چڑ فاعل لان یہاں پر مفاعیل کی فرع مفاعیل مکفوف اور
فاعل لاتن منفصل کی فرع لات مکفوف اور اسی کی فرع فاعل لان مقصور ہوا اور اگر حشو میں نہ جائے فاعل لات کے
فاعل لن آجائے تو بھی جائز ہے مثال۔ ۵

ہو مواج جبکہ سینے میں غم کا شط سیاہ | ہو پھر کیوں نہ اُس میں دلکی ثنا اور بیاہ |
تقطیع ہو مواج مفاعیل جبکہ سی فاعل لن م غم کا ش مفاعیل طے سیاہ فاعل لان ہ پڑ کو
مفاعیل اُس م دل کی فاعل لات ثنا و رب مفاعیل طے سیاہ فاعل لان۔ اور عروض و ضرب میں بھی
فاعل لن درست ہے مثال۔ ۵

اے استخوان پارہ انکار سیمہ کے کسا | کہین جیل نہ جائے لے یہ تیرا دیاں ہما |
تقطیع اے استخوان پارہ انکار سیمہ کے کسا | کہین جیل نہ جائے لے یہ تیرا دیاں ہما |
جائے ان سے فاعل لات سی تیرا و مفاعیل ہا ہما فاعل لن۔

ایضاً |
رہی سیر جب مقابلہ حیرت پر تھا | کہ گردون ہدیت تھا اور مرا مالہ تیر تھا |
مضارع مثنیٰ اُخرب مکفوف مفعول فاعل لات مفاعیل فاعل لاتن دو بار سبب جب کے مفاعیل سے
مفعول اُخرب حاصل ہوا اور سبب کف کے ساکن مفعول نون گر کر فاعل لاتن سے فاعل لات رہی اور مفاعیل سے
مفاعیل مکفوف باقی رہا مثال۔ ۵

اے عشق تجھ کو میرے ستانے سے فائدہ کیا	جب دل ہی جل چکا ہو جلانے سے فائدہ کیا
تقطیع لے عشق مفعول تجھ کو میر فاع لات ستانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن جب دل و	مفعول جل چکا و فاع لات جلانے س مفاعیل فائدہ کا فاع لاتن
دیگر	
سینے پہ داغ آئینہ کے اس سبب سے آئے	پر چھائیں پڑ گئی یہ کسی شک ماہ کی ہے
تقطیع سینے پہ مفعول داغ اسی فاع لاتن کے اس س مفاعیل بے س آئے فاع لاتن پر چاڑ	مفعول پڑ گئی ہی فاع لات کسی رشتک مفاعیل ماہ کی ہو فاع لاتن + مضارع مثنیٰ انخب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان دو بار مثال
مکرم الدولہ غالب	
رہتے ہیں آئینے سے ہمیشہ دو چار آپ	تنہا ہی لوٹتے ہیں یہ ساری بہار آپ
تقطیع رہتے ہ مفعول آئینے س مفاعیل ہمیشہ دو چار آپ فاع لاتن : تنہا و مفعول	لوٹتے ہ فاع لات یہ ساری ب مفاعیل ہار آپ فاع لان
لموقفہ	
ساقی یہ لاش مست کی ہر مست میں میں	اسکو خم شمر سب کے توتہ نشین میں داب
ایک مصرع کے مشو میں بجائے فاع لات مکفوف کے فاع لاتن سالم اور بجائے مفاعیل مکفوف کے مفعول	انخب لائیں اور دو سرا مصرع وزن سابق پر ہو تو جائز ہو جیسا کہ تنبیہ کے شعر میں - ۵
ہو حکم تو گرہ دل اعدا کی کھو لدین	رہکتے ہیں چشم ناخن سے انتظار ہاتھ
پہلا مصرع اس وزن پر ہو مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن اور دو سرا اس وزن پر مفعول فاع لاتن	مفعول فاع لان تقطیع ہو حکم مفعول تو گرہ و فاع لات ل اعدا ب مفاعیل کو لدے فاع لن پڑ سکتے ہ مفعول چشم ناخن فاع لاتن لے انت مفعول ظاہر ہات فاع لان پڑ
انشا و الدخان	
کیا کام ہو کو سجدہ دیر و حرم کے ساتھ	مستون کا سر جھکے ہو صراحی کے خم کے ساتھ
مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان	مفعول فاع لات مفاعیل فاع لان

و حشی تری نگہ کا بیان کعبہ دیکھ	بھرنے لگا شنگ غزالِ حرم کے ساتھ
مفعول فاعل لاث مفاعیل فاع لان	مفعول فاعل لاث مفاعیل فاع لان
کم قوت ایسے ہم نہیں اوقات اپنی یار	پتہ ہی کرتے گذرے ہو شیراجم کے ساتھ
مفعول فاعل لاث مفاعیل فاع لان	مفعول فاعل لاث مفاعیل فاع لان
مضارع مثنوی اُخر مفعول محذوف مفعول فاعل لاث مفاعیل فاعل لان دو بار مثال۔	
سودا	
آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا	کچھ آگ رہ گئی تھی سو عاشق کا دل بنا
تقطیع آدم کا مفعول جسم جبکہ فاعل لاث عناصر مفاعیل مل بنا فاعل لان بچہ آگ مفعول	رہ گئی تھی فاعل لاث س عاشق کا مفاعیل مل بنا فاعل لان
مناسحاب	
جسم صنم تو ناز و نزاکت سے مل بنا	پر یہ بڑا غضب ہے کہ پتھر کا دل بنا
حسرت	
نازک دلوں کے زخم کو ہم کبھونہ ہو	پیرا ہنِ حباب پھٹے تو ر فونہ ہو
لمولفہ	
قاتل نے جبکہ تن سے مرے سر جدا کیا	اتنا کوئی نہ بولا کہ ظالم یہ کیا کیا
ہرگز نہ آگ سیئہ پر سوز کی بھیجی	گو سیل اشک آنکھوں سے میری بہا کیا
کیا مال تھا جب دل آتے تھے نہ سے سکا	نا چیز چیز کے لیے ناحق خفا کیا
تمام شعرو میں صدر و ابتدا اُخر و عروض و ضرب محذوف ہے اور جنو مفعول عروض فاعل لان محذوف اور	
ضرب فاعل لان مقصور اور بالعکس بھی درست ہے اول کی مثال جان صاحب تو ماس کہتا ہے۔ ۵	
سودا ہوزن یوسف ثانی کا اسقدر	روئے ہیں ہم کھڑے سر بازار زار
عروض فاعل لان محذوف ہے اور ضرب فاعل لان مقصور ہے بالعکس کی مثال سلیمان خان اسد کہتا ہے ۵	
کیا کیا نہ دلتیں ہوئیں اس عشق میں نصیب	عزت گئی وقار کیا مال و زر گیا
مضارع مسدس اُخر مفعول محذوف سالم الاخر مفعول مفاعیل فاعل لان دو بار مفاعیل سے مفعول	
اُخر ہوا اور اسی سے مفاعیل مفعول محذوف ہوا اور فاعل لان سالم مثال	
شکوہ ہو کسی کا نہ ہم کو ایدل	دے بیٹھے جان اب تو اسکو دے دل

تقطیع شکوہ مفعول کسی کان مفاعیل ہنگ اے دل فاع لاتن پڑوے بیٹ مفعول ہ جانبت
مفاعیل اُس ک دے دل فاع لاتن پڑیہا نیز ایک گن فاع لاتن اہل مشن سے مشوین کم کر دیا ہو
مضارع مسدس اُخر ب مکفوف سالم الآخر بطور دیگر مفعول فاع لات مفاعیلن دوبار مثال ۵

کل میں نے چھڑ چھاڑ جو کی اُسے | بولے کہ چلے چھوڑ نہ تو ہم کو

تقطیع کل میں مفعول چڑھاڑ فاع لات ج کی اُن سے مفاعیلن پڑوے ک مفعول چلب چڑ
فاع لات نہ تو ہم کو مفاعیلن پڑیہا مفعول اُخر ب ہے اور فاع لات مکفوف اور مفاعیلن سالم اور پہلے
بیان کر دیا گیا ہے کہ اس بحر کا جب کوئی جز گزرائیگے تو فاع لاتن ہی گزرائیگے نہ مفاعیلن۔

مضارع مسدس اُخر ب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفعول اُخر ب ہر مفعول
مکفوف اور فاع لان مقصور اور عروض و ضرب میں محذوف و مقصور کا جمع کرنا بھی جائز ہے یعنی عروض
فاع لان اور ضرب میں فاع لان لازماً ممکن ہے۔ مثال ۵

کیون چاک کر بیان گل نہ ہو | ہے تنگ قبائے شکستہ ہنگ

تقطیع کو چاک مفعول کر بیان مفاعیل گل نہ فاع لان پڑیہا تنگ مفعول قبائے شکستہ مفاعیل کست
رنگ فاع لان صدر وابتداء اُخر ب اور محذوف اور عروض و ضرب مقصور ہے۔
مضارع مسدس اُخر ب مکفوف محذوف مفعول فاع لات فاع لان دوبار مثال ۵

آصبح نیت آئی نہ دم بھر | نو جیکیان چلین مرے سر پر

تقطیع تا صبح مفعول نیت آئی فاع لاتن دم بھر فاع لان نو چاک مفعول یا چلی م فاع لات
سر پر مفعولن۔

مضارع مسدس اُخر ب مکفوف مقصور مفعول فاع لات مفاعیلن دوبار ۵

بختہ بین اشک چشم جگر بار | دل کہینتا ہے آہ شرر بار
ہر بار چشم سے نگرے اشک | برسے نہیں ہے اب گھر بار
دل جھوڑ کر کے جاتا نہ ہر بار | ہوتا نہ بزم یار میں گر بار

(۱۱) بحر مجتث

مس نفع لن فاع لاتن مس نفع لن فاع لاتن دوبار جتا مث لغت میں بمعنی جڑے اُکھا رنے کے ہے چونکہ
اس بحر کے مسدس کو بحر خفیف سے نکالا ہے اس لیے بہت بضم میم و سکون حیم و فح تے فوقانی و سکون ٹائے شکت

نام رکھا ہو گویا بحر مجتہد بحر خفیف ہے کہ جڑ سے اٹھاڑی ہوئی اور پس مجتہد مشتمل ہے تفع لن فاعلان مس تفع لن فاعلان دوبارہ بحر مجتہد مس میں مس تفع لن مقدم ہے دو فاعلان پر اور بحر خفیف میں مس تفع لن دو فاعلان کے بیچ میں ہے گویا بحر خفیف کے مس تفع لن کو بیچ میں سے اٹھاڑ کر اور اول میں رکھ کر مجتہد مس میں کو حاصل کر لیا ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ مجتہد اصل میں مس میں کا نام ہے لیکن مشتمل کو مجازاً کہتے ہیں اور اس بحر کو شعری عرب مس میں اور مربع استعمال کرتے ہیں اور فصحاے عجم مشتمل کے سونہن لیتے پوشیدہ نہ ہے کہ اس بحر میں رکن مس تفع لن منفصل کی سین اور نون میں معاقبہ ہے یعنی معا گرا نا دو نون کا جائز نہیں اور اس بحر میں زحاف ٹ نہ آسکے گا اسلئے کہ ٹ اُسے کہتے ہیں کہ دو سب سے کہ رکن کے اول میں بے فاصلہ واقع ہوئے ہوں چوتھا ساکن گرا دیا جائے اور اس بحر میں مس تفع لن منفصل ہے بسیمین دو سبب خفیف کے درمیان ایک و تہ مفروق ہے اور اس بحر میں نوزحاف آتے ہیں جنہ - قصر - حذف - کف - رن - حجب - تبسغ - تشعیش - تشکل انہیں سے مس تفع لن کا ایک زحاف جن ہے باقی سب زحاف فاعلان کے ہیں اور قطع اگر اس بحر میں آئے گا تو فاعلان میں آئیگا نہ مس تفع لن میں - مجتہد مشتمل مخبون مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبارہ مس تفع لن بسبب جن کے مفاعیلن اور فاعلان بسبب جن کے مفاعیلن ہو گیا - مثال -

	رند	
موافقت میں عناصر کی گزرفاق نہوتا	فراق روح کا قالب سے اتفاق نہوتا	
تقطیع موافقت مفاعیلن م عناصر مفاعیلن ک گزرفاق مفاعیلن ق نہوتا مفاعیلن ق فراق روح مفاعیلن		
ح ک قالب مفاعیلن س ارت فاق مفاعیلن ق نہوتا مفاعیلن ق		
	مرا غالب	
تم اپنے شکوے کی باتیں نہ کھو دکھو کے پوچھو	خذر کرو و مرے دل سے کہ اس میں آگ دہی ہے	
دلایہ درد الم بھی تو منتہم سے کہ آخر	نہ گریہ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے	
تمام اجزا مخبون ہیں اور مفاعیلن کی جگہ مفعول بھی آسکتا ہے اسکو سکتے کہتے ہیں - مثال -		
تو ایک عمر سے بیچمن و بیقرار پڑا تھا	سبب ہے کیا اب ایدل جو مضطربان ہیں ہے	
تقطیع ت ایک عمر مفاعیلن س نے ہے مفاعیلن ن بے قرا مفاعیلن ر پڑا مفاعیلن ق سبب		
کا مفاعیلن اب ایدل مفعولن ج مضطرب مفاعیلن ب نہی ہے مفاعیلن -		
مجتہد مشتمل مخبون مقصور مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن دوبارہ مفاعیلن بکرت عین ہے		

	ظفر	
وگر نہ لگتا گن سے ہے آفتاب کو عیب	خط شعاع سے لہرائیں آفتاب میں سانپ	لگانہ خط سے بچ شوخ پر عتاب کو عیب اگر شراب کی موجیں بنیں سراب میں سانپ
تقطیع لگانہ خط مفاعیلن س ر ن مے شو فلاتن خ پ ر عتا مفاعیلن ب ک عیب فعلان عین متحرک سے		الخ عروض و ضرب مخبون مقصور ہوا و رہا قی مخبون مجتث مشمن مخبون مخذوف مفاعیلن فلاتن مفاعیلن فعلان عین کے کسرے سے دوبار
	عالی	
تو کیا غزل میں بھی پڑھ پڑھ کے ہم شانہ سکا		سر ج اُسکو اگر حال دل جتا نہ سکے عروض و ضرب مخبون مخذوف ہے۔
جو اپنی چشم سے سیلاب خون دان نہا کسی طرح سے مراد از دل نہان نہا کوئی زلمے میں ایسا تو آستان نہا	لمو لفظ	جگر میں زخم کا شاید کہ اب نشان نہا جنون کی پردہ درمی سے جہان میں فلک جہان ہم لگے بی جا کے جبہ سانہوے
مجتث مشمن مخبون مخذوف مسکن مفاعیلن فلاتن مفاعیلن فعلان بسکون عین دوبار فعلان		عین کے سکون سے اتر اور مقطوع بھی لگتا ہے مگر محقق طوسی اسے مخبون مخذوف مسکن ہی کہنے کو ترجیح دیتے ہیں مثال
	عشرت	
سحر ہے دور مرارنگ فقی ابھی سے ہے کہ پھولی آپ کے منہ پر شفقت ابھی سے ہے		شب وصال میں دل پر قلق ابھی سے ہے کسی نے شام کے آنے کو کیا کہا عشرت
دو دنوں بی تو عین عروض و ضرب مخبون مخذوف مسکن ہو۔		مجتث مشمن مخبون مسکن مقصور مفاعیلن فلاتن مفاعیلن فعلان (عین کے سکون سے) دوبار مثال
	ظفر	
جو پیست ہے سدا عاشق حزین پر دانت رکھا ہے جسے تری رلف عزیز پر دانت		غضب ہی اپنا ہے اُس شوخ خوشگین پر دانت رہا ہر شانہ صفت کش کش میں وہ اک عمر
عروض و ضرب مخبون ہے جسے مشمت مقصور بھی کہتے ہیں۔		

یاد رکھو کہ یہ چاروں وردن متحد شمار کیے جاتے ہیں اور ایک غزل میں جمع ہونا نکاحاً جائز ہے مثال

غلام محی الدین مبتلا

کے ہے سنگے وہ یوں مبتلا کے قہقہے کو کہ خراب ناز کو تازہ یہ اک فسانہ ہوا

اس بیت میں عروض مخبون مخذوم کن ہے اور ضرب مخبون مخذوف

ظفر

جہان میں دل عاشق کو ہو کمان آرام سمجھتا عشق میں ہر کون اضطراب کو عیب

عروض و مخبون مسکن مقصور ہے اور ضرب مخبون مقصور

نعم

شکست چرخ سے ہے اپنے آسگینے کی میان گلاب ہے یا عطریا کہ نافہ مشک ہر ایک شخص کوئے بٹھنا دہن دشنام
الہی ٹوٹے کہین گردن اس کینے کی عجب ہی لطف کی بوہے ترے پسینے کی میان یہ بات بھی ہے کچھ بھلا ترینے کی

مولفہ

یہ کسکی ساق بلورین کی تاب درتہ آب پھر ٹک کہین ترے تنھنے کی دیکھ لی شاید نسیم ہوائ وہ آب روان کی کرتی من سمجھ نہ تو عرق آلودہ اُسکے ٹکھڑے کو جلع ہوئے کی جو آتی ہو بویہ دریا سے
کرے ہے ماہی کا خانہ خراب درتہ آب جو چھلایوں کو ہوا اضطراب درتہ آب الٹ گیا ہے کوئی یہ جاب درتہ آب ہوا ہے جلوہ فرا آفتاب درتہ آب کلیمہ ہوئے ہے کسکا کباب درتہ آب

ولہ

حرم میں کعبہ میں بت خانے میں کلیہ اینا تمہارے حسن کا چرچا کمان کمان نرنا

ولہ

سمجھ کے ہاتھ لگانا کہ عاشق جانباز انہو گا مجھ ساز مانے میں جانم پیدا

جرات

اجل گرانی خیال جمال یار میں آئے بھلا پھر اُسکے اٹھانے میں کیوں دیر لگے
تو پھر بجائے فرشتہ پری مزار میں آئے کسی کی موت کسی کے جو انتظار میں آئے

نغان بھرا سکی ہو لبریز یا س کیونکہ نہ آہ لمین نہ دل سے اگر ہم کو گالیاں لاکھوں اٹھے جہاں سے نہ جزا اٹھلے دروزق	ہر پردام جو مرغ چین سہار میں آئے وہ دینے غیرت گل ایک کیا ہزار میں آئے الٹی موت بھی آئے تو وصل یا رہیں آئے
--	---

مجتہد مشتمل مشعش مجنون مخدوف یا مسکن مقصور مفاعلن مفعولن مفاعلن مفعولن مفعولن مفعولن
یا فعلان لبکون عین دوبار فاعلاتن سے مفعولن کرنے کو تشعیش کہتے ہیں اور اس دعوات کی کمی ترکیب میں
بعض فاعلاتن کا عین سا قط کرتے ہیں اور بعض لام حذف کر کے اسکی جگہ مفعولن رکھ دیتے ہیں اور بعض
فاعلاتن لبکون لام بنا کر اسکو مفعولن سے بدلتے ہیں اور زجاج نحوی کے نزدیک بہتر یہ ہو کہ اول
فاعلاتن مجنون کیا جائے بعد اس کے عین کو ساکن کریں اس صورت میں فعلاتن عین ساکن سے رہا اسکو مفعولن
بدل دیا جائے مثال اسکی

شاد	کسی کو ہرگز اپنا نہ جا بنو ام شاد	کہ دشمن جان ہوتا ہو بھائی بھائی کا
-----	-----------------------------------	------------------------------------

تقطیع کسی ک ہر مفاعلن گز بنا مفعولن بنایو مفاعلن لے شاد فعلان لبکون عین ہے کہ دشمن مفاعلن
جا ہوتا مفعولن ہا با مفاعلن کی کا فعلن لبکون عین ہے صدر وابتداء ووزن مصرعہ مجنون اور
عرض مسکن مقصور اور ضرب مجنون مخدوف مسکن اور حشو کا ایک جز مجنون ہے اور ایک جز مشعش اور
یہ بھی جائز ہے کہ ایک مصرع کے حشو میں فعلاتن ہو اور دوسرے کے حشو میں مفعولن مثال اسکی

شاد	کسی کا جاہ و ثروت نظر نہیں آتا	خواب ہو جو خانہ یہ خود نانی کا
-----	--------------------------------	--------------------------------

مصرع اول میں حشو کا ایک جز مجنون ہے اور ایک جز مشعش اور دوسرے مصرع کا حشو مشعش میں
تقطیع کسی ک جا مفاعلن ہو ثروت مفعولن نظر نہی مفاعلن آتا فعلن لبکون عین خواب ہو مفاعلن جو خانہ
فعلاتن سے خود مفاعلن کی کا فعلن لبکون عین ہے

ملوفہ	بنا سمجھ کے غم زلف عنبرین کا تو	اثر کرے نہ کہیں زہر مارشیش میں
-------	---------------------------------	--------------------------------

تقطیع بنا سمج مفاعلن کے غم زلف مفعولن عنبرین کا تو مفعولن مفاعلن کا تو فعلن لبکون عین ہے اثر کرے
مفاعلن کی زہر مارشیش مفاعلن سے مفعولن لبکون عین ہے

(۱۲) بحر طویل

فولن مفاعیلن فولن مفاعیلن دو بار اس بحر کا طویل اس سبب سے نام ہوا کہ اول واضح نے اس سے بڑی کوئی بحر وضع نہیں کی تھی مثال کنہیا لال مولف رسالہ بحر العروض کا شعر ۵

نکر تو جفا کاری نکر تو یہ عیاری | خدا سن سبھی مین ہو خدا سن سبھی مین ہے

تقطیع نکر تو فولن جفا کاری مفاعیلن نکر تو فولن سے عیاری مفاعیلن + خدا سن فولن سبھی مین مفاعیلن خدا سن فولن سبھی مین ہے مفاعیلن

قصفی امر و ہوی

بختاری جدائی مین لبون پر دم آیا ہو | کوئی تنگ جی سے یون سیما کم آیا ہے

تقطیع بختاری فولن جدائی سے مفاعیلن لبو پر فولن دمایا ہے مفاعیلن پکڑی تن فولن گ جی سے یو مفاعیلن سیما فولن کما یا ہے مفاعیلن اس بحر مین قبض - کف - قصر - حذف - نلم - نرم - تبسغ یہ زحان آتے ہیں اور فولن مین قبض نلم - نرم - حذف یہ چار زحان واقع ہوتے ہیں اور مفاعیلن مین قصر - قبض - کف - حذف - تبسغ یہ پانچ زحان آتے ہیں ریختہ مین مستعمل نہیں فارسی مین بھی یہ تکلف بعض بعض نے اس مین اشعار کہے ہیں یہ بحر عربی سے مخصوص ہے فالکہ جلیلا جو لوگ تحقیق سے بہرہ نہیں رکھتے وہ ہر اُس وزن کو بحر طویل کہتے ہیں جن مین رکن زیادہ ہوں مثلاً شہید کے اس شعر مین ۵ یہ شعر کیسی ہے پر نور کہ جمہو مین مسرور ہر اک باغ مین معمور ہو سامان بہار

گل جھکتا ہو چین زور مہکتا ہو پکلتا ہو ہر اک شخ تر و تازہ سے فیضان بہار اسی طرح نظیر کے اس قول کو بحر طویل مین ایک مصرع سمجھتے ہیں -
اک دن باغ مین جا کر شمع حیرت زدہ واکر جامہ صبر قبا کر طار موش اڑا کر شوق کو راہ ناک مرغ نظارہ اڑا کر کوکبی گنت چین کی خوبی نسرین دامن کی شکل بونے دہن کی تازگی لالے کے تن کی نازگی گل کے بکلی کشت سنب کے ہری تھی نہر بھی نہر بھی تھی ہر خیابان مین تری تھی ڈالی ہر گل کی ہری تھی خوش نسیم سحری تھی سرو و شمشاد و صنوبر سنب و سوسن و در و غزل میوے سے لہے بھر لعلن و معنبر در و دلو از مطر کہین قمری کلمتی طوق کہین انگور معلق نالے لبیل کے مدق کہین غوغائی کی بق بق اس قدر شاد ہو اوائل مثل غنچہ کی گلیا کہیں غم ہوا کشتہ و بسمل شادی خاطر سے گئی مل خوری ہو گئی چاہل روح بالیدہ ہوئی شان قدرت می کھائی جان سی جان مین آئی باغ کیا تھا گویا اندر نے اس باغ مین جنت کو تارا لیا

اور فاعل کے اس قول کو بحر طویل جانتے ہیں۔
 بخدا و بخلی ذلتے کہ رجم ست و کریم ست و علیم ست و علیم ست و حکیم ست و عظیم ست و عظیم ست و علیم ست و دقیم ست و دقیم ست و شریف ست
 لطیف ست و خیریت ست و بصیریت ست و نصیریت ست و کیریت ست و ورون ست و غفور ست و شکور ست و وود ست و مرقح ست
 نمود ست و بود خالق آفاق قسمے خرم اکنون کہ مراہج ز جو تو سرو کار بنو دست و لے از طرفت گشت شروع این
 ہما قوال مزخرف شنو لے مرک نادان اندر دہنت متاثنہ عالم الخ

(۱۳) بحر مدید

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن دوبار مدید بر وزن امیر کے منے کھینچے ہوئے کے ہیں چونکہ اس بحر کے
 رکن سباعی میں اول و آخر تہ مجموع کے ایک ایک سبب کھینچا ہوا واقع ہے اسلئے اسکو مدید کہا یہ بحر اکثر سالم
 آتی ہے شعرے عرب کے بیان کثرت سے اور شعرے فارس میں کثرت قمل جو اور نخیۃ میں بالکل مستعمل نہیں شاذ و نادر
 کسی کسی نے طبع آزمائی کی ہے اور نون فاعلاتن اور الف فاعلن کے درمیان معاقبہ جو اس جنی وغیرہ اس بحر کو
 مسدس الاصل بتاتے ہیں مگر صحیح قول دل ہے۔
 مدید متین سالم قدیر کہتا ہے۔

اور تو باتین برسی چھوڑ دین سب خیر سے | پر نہ اُس کو چے کی باز آ یا اب تک سیر سے
 تقطیع اور تو با فاعلاتن تے بری فاعلن چوڑ دی سب فاعلاتن خیر سے فاعلن پر نہ اُس کو فاعلاتن چے کی
 فاعلن لڑائے اب تک فاعلاتن سیر سے فاعلن۔

صفی

ہجر میں یہ حال ہے ز نیست کی صوت نہیں | آؤ جانی اب ہمیں طاقت فرقت نہیں
 تقطیع ہجرے یے فاعلاتن حال ہے فاعلن زیں کی صوفا فاعلاتن رت نہیں فاعلن الخ
 اور عروض و ضرب میں نڈال یعنی فاعلن کی جگہ فاعلاتن بھی درست ہے
 اور شعرے عرب اس وزن سے ایک فاعلن لڑ کر مسدس بھی استعمال کرتے ہیں اور اہل فارس نے بھی یہ تکلف
 اس وزن میں موافق اور بحر مخصوص عرب کے شعر کہے ہیں اور اس صورت میں عروض و ضرب فاعلاتن سالم اور
 فاعلاتن مقصور اور فاعلن محذوف اور فعلن بہ بحر یک عین مجنون محذوف اور فعلن ممکن میں بہر تخطا و غیر تخطا دونوں طرح
 روا ہیں اور معیار الاشعار میں ایک جگہ خواجہ نصیر الدین کے قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ عروض و ضرب فعلان
 آپسکین عین بھی جائز ہے جسے اس شعر میں۔

خاک میں مگر مہرے بر باد	دل لگانے کی ملی کیا داد
<p>بر وزن فاعلاتن فاعلن فعلان دوبار لیکن اسپر صاحب میثران الافکار شارح معیار الاشعار اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فعلان اگرچہ فاعلاتن کی فرع میں سے ہو لیکن بحر مدید میں نہیں واقع ہوتا نہ کامل عیار ترجمہ معیار الاشعار میں منشی مظفر علی اسپر لکھتے ہیں کہ فعلان مدید میں کیون نہیں آتا کہ محقق علیہ الرحمۃ بحر مدید میں لکھتے ہیں کہ در مجزوع وروض مجزوف یا مجنون مجزوف و ضرب مجنون مجزوف یا بحر بکار داشتہ اندر پس فعلان اور فعلان ایک ہے اور الف اور لٹن آخر میں بجائے یک حرف ہو اور زیادت یک ساکن بھی میثرون نہیں ہے اور خود جمشی لکھتا ہے کہ فعلان از فروع فاعلاتن است اور بحر مدید میں خود حاشیہ لکھا ہے کہ بعضے خبر فاعلاتن مقصور جائز نہ داند مگر صواب جواز آن است اور تسکین وسط سب جگہ جائز ہے اور رسالہ عبد الواسع میں فعلان منقطع مسیح بحر مدید میں لکھا ہے قائل۔ اور ربع اس بحر کا سبب اس کے کہ رمل سے ملتا ہوا ہے خوشناما ہو ظفر کی یہ غزل ۵ اس غزل پر سب ظفر ترا فرین تجھ کو کہیں۔ اسی وزن میں ہے۔</p>	

ملفوظ

در دگی حالت مری	گم دو جا کے یا سے
رات بھر بچکا کیا	سر تری دیوار سے
پوچھتے ہو حال کیا	عاشق بیمار سے
فتنہ بر پا ہو گیا	یار کی رفتار سے
شاد کیجیے ایک دن	وعدہ دیدار سے
رات بھر تڑپا کیا	فرقت دلدار سے

بر وزن فاعلاتن فاعلن دوبار یہ وزن بعینہ رمل مربع مجزوف الآخر ہے اور فاعلان ہیماں آخر میں نزال ہو نہ مقصور

(۱۴) بحر بسیط

مستفعلن فاعلن استفعلن فاعلن دوبار بسیط بفتح اول اور طے خطی آخر میں اسکے مٹنے بچے ہوئے کے ہیں چونکہ اس بحر کے ارکان میں دل سبب بچے ہوئے ہیں پھر و تم مجموع ہیں ایسے اسکو بسیط کہا ہے و عرض اس بحر کی مجنون اور سالم اور منقطع مستعمل ہے اور ضرب مجنون اور نزال اور سالم اور منقطع بھی آتی ہے مگر فاعلن سے فعلن اور استفعلن سے فاعلن اور میثران الافکار میں مولوی سعد الدمد مرجم نے مجنون بھی لکھا ہے مگر محبول

اس بحر میں کوئی ضرب نہیں بالجمہ یہ اوزان ریختہ میں مستقل نہیں زبان عربی میں مسین اشارے کے جاتے ہیں۔

بسیط ثمن سالم مثال اسکی۔ ۵

اگر کیا گھر میں دل گرفت ہوئی دشت سے

تقطیع گہرا گیا مستعمل گہم دل فاعل گرفت ہوئی مستعمل دشت سے فاعل بڑبھلا سے دل مستعمل جزو فاعل جنگل کیاب مستعمل گشت سے فاعل بڑ

صفی

اناج بلامین پڑا کیون دل نہجے کیا ہوا

بسیط ثمن محبوبون مفاعل فعلن مفاعل فعلن (عین کے کسرے سے) دوبار مثال۔

گویا

دیکھا دے شکل ذرا صنم برے خدا

تقطیع دکا د شک مفاعل ل ذرا فعلن صنم برا مفاعل ذرا فعلن بڑ یہ ہے سوا مفاعل ل مفاعل ل
نکھڑے رہے مفاعل ن ذرا فعلن تمام اجہ انجیون ہیں۔

بسیط مسدس مطوی مفتعلن دوبار مفتعلن مطوی ہر مستعمل سے

گویا

دیکھ کے تج کو پری ایک ذری

تقطیع دیک ک تج مفتعلن کو پری فاعل ایک ذری مفتعلن بڑ ہو گئی مج مفتعلن کو وہی فاعل بے خبری مفتعلن۔

(۱۵) بحر سرب

مستعمل مفعولات مستعمل مفعولات دوبار سرب برون امیشتی ہے سرعت سے سرعت کے معنی تباہی کے ہیں چونکہ یہ بحر جلد پر معنی جاتی ہے لہذا اس کا نام سرب ہو گیا اور یہ بحر ثمن سالم استعمال میں نہیں آتی بلکہ مسدس مستقل ہے اور اصل سے ایک لے کن مفعولات کم کر دیتے ہیں اور مستعمل مستعمل مفعولات لاتے ہیں اور شرعے فارسی و ریختہ اکثر مطوی لاتے ہیں اور عروض ضرب اکثر مطوی موقوف یا کسوت ہوتے ہیں اور اس بحر میں نو زحاف آتے ہیں طے خبن خبن۔ وقف کسفت۔ صل۔ خر۔ جرع۔ قطع ان میں سے طے خبن خبن قطع مستعمل سے متعلق ہیں اور خبن کسفت وقف صل جرع مخر مفعولات میں آتے ہیں۔

سرب مسدس مطوی کسوف مفتعلن فاعل دوبار طے مراد ہے اسقا طرف ساکن چپسارم

و بسبب خفیف مین سے جو رکن کے اول مین ہوں پس متعلق بسبب طے کے مستعلق مطوی رہا اسکو مفتعلن سے بدل لیا اور مفعولات کا و اسبب طے کے گر کہ مفعلات رہتا ہے اور بوجہ کسف کے اسکی تے نو فانی و دو ہوتی ہے اور مفعلا مطوی کسوت رہتا ہوا اسکو فاعلن سے بدل لیتے ہیں مثال -

شیفۃ

غیر بھی کیوں تجھ سے نباہینگے گر جُرم و فاقابل تضریر ہے
تقطع غیر کو مفتعلن تج سے بنا مفتعلن ہنگر فاعلن جُرم و فاقابل تضریر ہے
فاعلن نثر

نشاط

شرک سے دل جبکہ جبردا ہو گیا سنگ سے بُت بُت سے خُدا ہو گیا

مجیب

مُشک ختن زُلف کو مین نے کہا مجھ سے یہ اک کا خطا ہو گیا

لمولفہ

چشم کو چو اپنی بنین کھولت مار سہیہ یا کہ ہے کالی بکلا
کس کا یہ دل طالب دیدار ہے زُلف ہے یا کوئی شب تار ہے
مردوں کو کھٹو کر سے جلاتا ہے وہ ہے یہ کرامات نہ رقتا رہے

سریع مسدس مطوی موقوف مفتعلن مفتعلن فاعلان دوبار مفعولات سے بسبب طے کے مفعلات
بضم عین و تار ہا اور بسبب قف تے ساکن ہوئی مفعلات رہا اسکو فاعلان سے بدل لیا مثال دو شعر مفعلات کے
ایک قاضی کی جرمین ۔

مرد سے بولے کہ نکر دو نکاح زن سے کہے چار چن شو ہر بھاج
وے کوئی ہندو گرت ایک دام گلے مسلمان پہ یہ کر دے حرام

عرض ضرب مطوی کسوت کے ساتھ مطوی موقوف جمع کرنا بھی درست ہے مثلاً نسیم لوسی کے شعر مین
آپ کے وعدہ کو ہمارا سلام و کیم چکے خوبا جی جاؤ بھی

اگر تین زماں بدل بھی جاتے ہیں چنانچہ غلام امام شہید کے اس قول مین ۔

جس گھڑی اکبر کہا کلتا تھا لوگوں کا چھری سے گلا
مفتعلن مفعولن فاعلن مفتعلن مفتعلن فاعلن

پہلا مصرع مطوی مقطوع کسوف ہے اور دوسرا مطوی کسوف مفعولین مستفعلن نے قَطوع ہو قطع سے مراد یہ ہے کہ مستفعلن کے وہ مجموعہ کے حرف ساکن کو گرا کر اُس کے ماقبل کو ساکن کر دین پس نون گر کر لام ساکن ہو گیا مستفعل رہا اسکو مفعولین سے بدل لیا تقطیع جس گزرا ل مفعولن لامواک مفعولن برکما فاعلان پُرکست شت لومفعولن گو کہ چرمی مفعولن سے کلا فاعلان۔ نظرنے ایک غزل لکھی ہے جس میں زحافات کی ترتیبی واقع ہوئی ہے اور اُس میں بعض اجزا مرفوع بھی آئے ہیں اور رفع رکن مستفعلن میں ہے کہ اُسکی وجہ سے مستفعلن پہلا سبب خفیف حذوف ہو کر مفعولن رہتا ہے اور اُسکی جگہ فاعلان آتے ہیں پس صدر وابتدا میں چوبیس فاعلان مرفوع ہوگا اور عروض و ضرب میں مطوی کسوف اور کمین عروض صرف کسوف اور کمین فقط موقوف واقع ہوا ہے اگرچہ اہل عروض نے زحاف رفع کے بحر سرج میں واقع ہونے کی تصریح نہیں کی ہے لیکن ظفر کی غزل میں جب تک رفع نہ مانا جائے گا وزن درست نہ ہوگا وہ غزل یہ ہے۔

کچھ بھی ہے یا دستکار شرط
مفعولن مفعولن فاعلان

کی تہی کیا مجھ سے مرے بار شرط
مفعولن مفعولن فاعلان

صدر وابتدا مقطوع ہے اور چشم مطوی اور عروض و ضرب مطوی موقوف۔

دینا بوسہ بھی ہو اکبار شرط
مفعولن مفعولن فاعلان

دین وایمان و دل دجان لیکر
مفعولن مفعولن مفعولن

صدر وابتدا کسوف ہے باقی بیتوں کسوف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تائے مضموم کو ساکن کے محذوف کر دیتے ہیں پس مفعول کو مفعولن سے بدل لیتے ہیں۔

سرکنا بھی ہے سوا بار شرط
فاعلان مفعولن فاعلان

شمع کی طرح رہ الفت میں
فاعلان مفعولن مفعولان

صدر وابتدا مرفوع ہے اور چشم مطوی اور عروض فقط موقوف اور ضرب مطوی موقوف وقف سے مراد یہ ہے کہ مفعولات کی تائے مضموم کو ساکن کر دین پھر اسکو مفعولان سے بدل لیتے ہیں۔

ہے ادب بھی دل مبار شرط
فاعلان مفعولن فاعلان
کچھ ہی نہ کچھ بھگو ہے گفنا شرط
مفعولن مفعولن فاعلان
ہو دے گار سوا سوا بازار شرط

در پراُسکے نہ فغان کراتنی
فاعلان مفعولن مفعولن
چیکا نہ رہ مرغ چین دام میں
مفعولن مفعولن فاعلان
راز نہسان گریہ سے کسل جایگا

مفتعلن مفتعلن فاعلان	مفتعلن مفتعلن فاعلان
صدر ابتدا اور حشو کا منجھون ہونا بھی جائز ہے اور جن مفتعلن میں اس طرح ہوتا ہے کہ سین کو حذف کر کے مفاعیل سے بدل لیتے ہیں مثلاً۔ ۵	
دل و جگر سوز سے تھے داغ داغ	گھر میں زکھتا تھا وہ گھر کا چراغ
تقطیع دو جگر مفاعیل سوز سے مفتعلن داغ داغ فاعلان پر گرم زک مفتعلن تات و کر مفتعلن کا چراغ فاعلان پر واو عطف کو تلفظ میں لانے سے یہی بہتر ہے۔	
سریع مسدس مطوی مقطوع مجرور مفتعلن مفعول فاع و دو بار مفتعلن مطوی ہر اور مفعول مقطوع اور یہ دو تون مفتعلن کی فرع ہیں اور جمع مراد ہو اس سے کہ مفعولات کے دو سبب خفیف حذف کر کے آگے آخر کو ساکن کر دیا جائے پس مفعولات سے لات بسکون تا مجرور حاصل ہوا اسکو فاع سے بدل لیا۔	
مثال۔ ۵	

نالہ ہمارا ہے موزون	سنگ کو بھی کرتا ہے خون
تقطیع نالہ ہما مفتعلن رابطہ مفعول نون فاع پر سنگ کی مفتعلن کرتا ہے مفعول خون فاع حدائق البلاغت میں لکھا ہے کہ بحال مفعول مقطوع کے مستفعل مضموم اللام کفون بھی جائز ہے تلو اس جیسے تعجب ہو گا کہ مفتعلن کے زخافات میں بننے کف نہیں لکھا ہے پھر یہاں کیسے آ سکتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ بعض محققین کا یہ مذہب ہے کہ کف رکن کے ساتون ساکن کے گرنے کا نام ہے جو سبب خفیف میں ہو اس صورت میں کف کا آنا سولے سے قطعاً منفصل کے نہیں ہو سکتا ہو لیکن زخاشری اور صاحب مفتاح کے نزدیک کف سبب سے خصوصیت نہیں رکھتا بلکہ مطلقاً رکن کے ساکن ہفتم کے حذف کرنے کا نام ہے خواہ وہ سبب میں ہو یا نہ میں پس اس صورت میں اس کا آنا مفتعلن متصل میں بھی جائز ہے اور جبکہ مفتعلن کا سا توان ساکن کر جائے تو مستفعل لام مضموم سے باقی ہے گا اور اس مذہب کے مطابق بحر سریع میں مستفعل کفون کا آنا روا ہو اور جیسے اس بیت کے مصرع ثانی میں	

از معیار البلاغت

تو ہے سرا یا حسن اور ناز	میں ہوں مجسم سوز و گل ازار
تقطیع توہ سرا مفتعلن یا حسن مفتعلن ناز فاع پر ہے مجسم مفتعلن سوز و گل ازار فاع سریع مسدس مطوی مقطوع منجور مفتعلن مفعول فاع دو بار زخات مراد ہو دو سبب خفیف اور حرث	

آخر کے گرانے سے پس مفعولات سے مفعول آرت گر کر لاخور باقی رہا اسکو فتح سے بدل لیا مثال - ۵

عشق کا دیوانہ ہو دل | ابرو سے اُسکی جان لیں

تقطیع عشق کی دی مستعلن والہ ہے مفعول لن فتح ہر ابرو سے اس مستعلن کی جانیں مفعولن مل فتح
سریع مسدس مخبون مکسوف مستعلن مستعلن فعلن دو بار سبب غبن کے مفعولات مفعولات
بغیر تمام مخبون رہا اور سبب کسوف کے لئے گر کر مفعول مخبون مکسوف ہو گیا اسکو فعلن سے بدل لیا مثال - ۵

اے دل بجا ر فعلن میں سن صنم کی | ہر چین اُسکی قید ہے ستم کی

عروض و ضرب مخبون مکسوف ہوا اور باقی سالم یہ وزن فارسی دار دو من مستعمل نہیں۔
تقطیع لے دل بجا مستعلن ز ل فوم اُس مستعلن صنم کی فعلن ہر چین اُس مستعلن کی قید ہر مستعلن
ستم کی فعلن ہر

(۱۶) بحر خفیف

خفیف کے سنے ہلکے کے ہیں چونکہ اس بحر کے سبب ارکان ہلکے ہیں سبب اسکے کہ دو سبب خفیف ہر مجموعہ کو
گھیرے ہوئے ہیں اسلیئے اس بحر کا نام خفیف رکھا ہے اس بحر کو متاخرین شعراء فارسی اور مشرقی ریختہ نے
سولے مسدس مزاحف کے اور کسی طرح استعمال نہیں کیا ہے اور تمام اجزا سالم مستعمل نہیں مگر صدر و ابتداء سالم بھی
استعمال میں آتے ہیں اور مخبون بھی اور عروض و ضرب بھی مخبون بھی مخبون بسف بھی مخبون مقصور بھی مشعش
مقصود جسکو مخبون سگن مقصور بھی کہتے ہیں کبھی مخبون مخذون کبھی مقطوع جسکو مخبون مخذون سگن بھی کہتے ہیں
آتے ہیں اور اس بحر میں اتنے زحاف واقع ہوتے ہیں غبن - قفل - قصر - حذف - تشبیت - جحف - تسبیغ - کف - رکن
مس - تشع - لن - من - غبن - قصر - کف - شکل - حذف - تشعش - جحف - اور
تسبیغ آتے ہیں چونکہ اس بحر میں مس نفع لن مفصل ہے ایسے زحاف ملے نہیں آسکتا کیونکہ اسکے لیے رکن کے
اول میں دو سبب خفیف کا ہونا ضرور ہے اور میان اول میں ایک ہی سبب خفیف ہے اسی طرح قطع بھی
اس بحر کے رکن مس نفع لن میں نہیں آسکتا اگر آسکتا ہے تو فاعلاتن میں آسکتا ہے اور اس بحر کے پہلی رکن
یہ ہیں فاعلاتن مس نفع لن فاعلاتن دو بار متقدمین فارس نے شمن بھی استعمال کیا ہے اور مزاحف لے ہیں
اور شمن ہونے کی صورت میں آخر میں ایک مس نفع لن کا اضافہ ہوتا ہر زبان اردو میں اسکے استعمال کی جڑیں
ہیں وہ ہم بیان کرتے ہیں اور درمیان فعلن اور سین مس نفع لن کے اسی طرح درمیان فعلن سین
اور افع فاعلاتن کے اور فعلن فاعلاتن اور افع فاعلاتن کے معاتبہ ہو۔

خفیف مسدس مخبون فعلاتن مفاعلن فعلاتن دوبار فعلاتن مخبون ہے فاعلاتن سے اور مفاعلن مخبون ہے مس تفع لن سے مثال

لمولفہ

نظر آتی نہیں وصال کی صورت

تقطع دل مضطر تڑپ رہا ہے ولیکن
تقطع دل مضطر فعلاتن تڑپ رہا مفاعلن ہ ولیکن فعلاتن ہ نظر آتی فعلاتن نہیں وصال مفاعلن
لک صورت فعلاتن ہ اس مجھ کے اوزان میں صدر وابتدا خواہ فاعلاتن سالم ہوں یا فعلاتن مخبون آویں
ایک حکم میں ہیں چنانچہ یہ شعر اسی وزن میں ہے

لمولفہ

غنجہ سان دروے جگر ہوا شوق ہے

مثل گل رنگ چہرے کا ہوا شوق ہے
تقطع مثل گل رنگ فاعلاتن گ چہر کا مفاعلن ہو فقی ہے فعلاتن ہ غنج ساد فاعلاتن دے سے جگر
مفاعلن ہو شوق ہے فعلاتن

مرزا غالب

وہ شب درو زواہ وصال کہاں ہے

وہ فراق اور وہ وصال کہاں ہے

ذوق نظارہ جمال کہاں ہے

فرصت کاروبار شوق کسے ہے

یہ دونوں شعر مرزا غالب کے ہیں اور درستی مثال کے واسطے اصل مصرعوں پر فقط ہر جہا دیا ہے
خفیف مسدس مخبون مسبق فاعلاتن مفاعلن فعلیان دوبار خبن کی وجہ سے فاعلاتن فعلان کہن
ہو گیا اور اس میں تسبیح آنے سے فعلاتن بن گیا جسکو فعلیان بہ تشدید طے عثمانی سے بدل لیا مثال ہے

یوں ہنس کر ہمیں رولانا تھا احوال

اباس سے اسکے دور کر کے فلک آہ

تقطع پام سے اس فاعلاتن ک دور کر مفاعلن ک فلک آہ فعلیان ہو ہسا کر فاعلاتن ہے رُلا
مفاعلن نہ ت اے واہ فعلیان

خفیف مسدس مخبون مقصور فعلاتن مفاعلن فعلان کبیر عین دوبار مثال

قلق

ابھی ہو جاتی ہے حضور حیات

اگر اُس جان لبب کی شک یہ بات

تقطع گر اُس جان فاعلاتن لبب ک سن مفاعلن ک سے ات فعلان ہر آب ہو جا فعلاتن ت ہر حضور
مفاعلن نہ حیات فعلان ہر صدر وابتدا سالم کی یہ مثال ہے۔

یار علی خان شمس		
نزع تک وصل کی ہے یار امید	ہے مثل ایک دم ہزار امید	
خفیف مسدس مخبون محذوف فعلاتن مفاعلن فعلن دوبار عین کے کسر ہے۔		
قلق		
انہیں باتو نہیں تھا وہ شک چین	اگر جانے میں قبل قطع سخن	
تقطیع ان باتو فعلاتن م تاؤرش مفاعلن ک چین ڈک چین اتنے فعلاتن م قبل قطع مفاعلن سخن فعلن صدر وابتدا سالم کی مثال		
برہان الدین زار		
چرخ کے کیسے انقلاب ہو	پرکھی ہم نہ کامیاب ہو	
لمولفہ		
آپ اراقضا کا نام کیا	واہ جی واہ خوب کام کیا	
خفیف مسدس مخبون محذوف مسکن فاعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار		
غالب		
شکن زلف عنبرین کیوں ہے	انگہ چشم سرمہ سا کیا ہے	
تقطیع تیکن ذل فعلاتن ف عنبری مفاعلن کو ہے فعلن ڈنگے پیش فعلاتن م سرمہ مفاعلن کا ہو فعلن ذ اور صدر وابتدا سالم اس وزنین یوں ہو۔		
حالی		
سب کمالات اور ہنران کے	قبرین ان کے ساتھ جائینگے	
قوم کیا کہے اُن کو روکے گی	نام پر کیونکہ جان کھولے گی	
مست		
آج دلبر کو خواب میں دیکھا	نور حق کا حساب میں دیکھا	
خفیف مسدس مخبون مسکن مقصورہ فعلاتن مفاعلن فعلن بسکون عین دوبار۔		
قلق		
اگر گھسٹری بھر میں چھوڑ کر گھر بار	صل آئی تو اسے جگر افکار	

تقطیع ک گر ط ی بر فعلاتن م چوڑ کر مفاعلن گ ر بار فعلان م بھلائی فعلاتن ت لے جگر مفاعلن افکار
فعلان + صدر وابتدا سلم کی مثال

تسلم

چشم پر دور وہ شبیلی آنکھ | حلفت عینی ہے رسیلی آنکھ

اگر ایک مصرعے کے آخر کے لکن مین فعلان اور فعلن عین کسور سے اور دوسرے مصرعے کے آخر کے لکن مین
فعلان اور فعلن عین کے سکون سے لائے جائیں تو موزون ہے اور ایک غزل مین جمع ہوتے ہیں چنانچہ
شعرا پر بخوبی روشن ہے۔ مثال اسکی

غنبر شاہ خان شقہ

زندہ مانست شمع پھر نہ اٹھا | اسکی محفل مین جا کے جو بیٹھا

عروض محذوف ہوا اور ضرب مخبون مسکن محذوف

احمد علی نسبت

ہر کسی سے جو بل یہ کرنی ہے | کسی بلنگے سے کیا لڑی ہو آنکھ

شاہ حاتم

اُسکے کوچے مین بھگو پھر تا دیکھ | رشک کھاتی ہے آسیا میرا

عروض مخبون مسکن محذوف ہوا اور ضرب مخبون مسکن مقصور ہے۔

درد

دیکھنے کو رہے ترستے ہم | نہ کیا تو نے رحم پر نہ کیا

سب کے جو ہر نظر مین آئے درد | بے ہنر تو نے کچھ ہنر نہ کیا

لمو لفظ

ہو گیا جو فنا حباب آسا | وہی دریائے غم سے پار ہوا

چشم سے اشک نے نکل کے کیا | دل کے جانے کا پاترا ب شباب

بحر رہتی مین جو کوئی آیا | مٹ گیا بلد وہ بسان حباب

(۱۷) بحر جدید

فعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دوبار اس بحر مین مس تفع لن منفصل ہے یہ بحر نئی ہے اور بعد

خیل بن احمد کے ایجاد ہوئی ہے اسکو جدید کہتے ہیں اور بزرجمہری بھی مشہور ہے اسلیے کہ بزرجمہری نے ایجاد کیا
اس بحر میں فقط چار زحاکت کف اور نبین اور قصر و اذالہ آتے ہیں۔ فاعلاتن میں نبین و کف واقع ہوتے ہیں
اور س تفع لن میں نبین و قصر و اذالہ آتے ہیں۔ قیلے بعم اسکو مربع بھی کرتے تھے مگر متوسطین اور متاخرین نے
مترک و فرمایا۔

جدید مسدس سالم فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن دو بار مثال

مولفہ

کچھ نہیں باقی رہا اب بس نام دل

لے گیا وہ ہمیں روت آرام دل

تقطع لے گیا وہ فاعلاتن بے مروت فاعلاتن آرام دل مس تفع لن بڑکچ نہی با فاعلاتن قی رہا
اب فاعلاتن جز نام دل مس تفع لن
جدید مسدس منجول فاعلاتن فاعلاتن مفاعلن دو بار فاعلاتن فاعلاتن مس تفع لن سے
بنیوں ہے اس وزمین انشانے ایک غزل لکھی ہو

غزل

تو رہے کیوں بیش و در دواغ دل
لے مشرت سے تھی ہر ایاغ دل
یہ مرا بار حشر ایاچہ دل
نہ ملا اس میں بھی انشا عس دل

مجھے حاصل ہو جو تک بھی فراغ دل
تجھے لازم ہے تغافل یہ ساقیا
نہ نہجے باد مخالف سے تو کبھی
غزل اب اور بھی بحر و زمین کلمے پڑھ

تقطع مچ حاصل فاعلاتن مچ تک بنی فاعلاتن فراغ دل مفاعلن پڑت رہے کو فاعلاتن تپش و در فاعلاتن
دواغ دل مفاعلن۔

انشا

تری چاہت میں گھوڑے اثر نہیں

ارے دل کچھ اٹھیں تیری خبر نہیں

ولہ

مری حالت پہ تجھے کچھ نظر نہیں
تو رہی پھر وہی دود و پھر نہیں
یہ لگی کہنے کہ کچھ اس کا در نہیں
یسی افسوس ہے انشا کے پر نہیں

مگر دن شکوہ شکایت سو کیوں بھلا
جو کبھی ایک گھڑی مان بھی ہو گئی
جو کہا میں نے کہ عشق ہوں تو وہ پری
ابھی اڑنے لگے قارون کی طرح

جدید مربع مکفوف فاعلات مس تفع لن دوبار فاعلات مکفوف ہر کف لے کہتے ہیں کہ فاعلات کسا تون حرف ساکن جو سبب خفیف میں ہر گرا دین پس فاعلات سے فاعلات بضم تار گیا اور مس تفع لن سالم ہے اور اصل بحر سے یہاں ایک فاعلات کم ہو گیا ہے مثال - ۵

اعتبار کچھ تو رکھو | اتنے بدگمان مت بنو |

تقطیع اعتبار فاعلات کچ تو رکھو مس تفع لن دُرُتُن بدگمان مت بنو مس تفع لن -

(۱۸) بحر تریب

چونکہ اس بحر کے ارکان بحر مضارع و بحر ہزج کے قریب تریب ہیں اسلئے اسکو قریب کہتے ہیں اصل اس بحر کی مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دوبار ہے اس بحر میں فاع لاتن منفصل ہے اور یہ بحر مزاحف مستعمل ہے اور اس میں بانج زحاف آتے ہیں کف - خرم - خرب - قصر - حافت پہلے تین زحاف مفاعیل میں آتے ہیں اور دو تھپھل فاع لاتن میں -

قریب مسدس مکفوف مفاعیل مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیل سے بسبب کف کے مفاعیل بضم لام رہ گیا ہے مثال - ۵

ترے غم میں پیار سے بھل گیا دل | شرارے سے ہے فرقت کے جل گیا دل |

تقطیع ترے غم مفاعیل پیار سے مفاعیل جل گیا دل فاع لاتن دُرُ شرارے سے مفاعیل ہ فرقت مفاعیل جل گیا دل فاع لاتن -

قریب مسدس مکفوف مخذوف یا مقصور مفاعیل مفاعیل فاع لن یا فاع لان دوبار مثال یہ ۵

کروں شکوہ شکایت نہ کیوں بھلا | مرے غم سے اُسے ہے خبر نہیں |

تقطیع کرو شکوہ مفاعیل شکایت نہ کیوں بھلا فاع لن، مرے غم سے مفاعیل اُسے ہے خبر نہیں مفاعیل برسنی فاع لن +

قریب مسدس ا خرب مکفوف مفعول مفاعیل فاع لاتن دوبار مفاعیل سے مفعول بضم لام ا خرب ہے اور مفاعیل بضم لام مکفوف ہر جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا اور فاع لاتن سالم ہے مثال - ۵

کیوں کرتا ہے مجھ کو تیار رسوا | چھپ چھپ کوٹے گا نہ مجھ سے اسٹیدا |

تقطیع کو کرتا ہے مفعول و مجھ کو مفاعیل یار رسوا فاع لاتن دُرُ پر چھپ چھپ مفعول سے گا نہ مجھ سے مفاعیل رسوا شیدا فاع لاتن دُرُ

قریب مسدس اُخریب مکفوف مقصور مفعول مفاعیل فاع لان دوبار مفاعیلین سے مفعول بضم لام
اُخریب ہے اور مفاعیل بضم لام اُسی سے مکفوف ہے اور فاع لاتن سے فاع لان مقصور ہے۔ ۵

اُس شوخ سے پیدا ہو کیسے ربط گستاخ بہن ہم اور وہ بد مزاج
تقطیع اُس شوخ مفعول سے پیدا ہو مفاعیل کیسے ربط فاع لان پڑ گستاخ مفعول ہ ہم از و مفاعیل
بد مزاج فاع لان۔

قریب مسدس اُخریب مکفوف محذوف مفعول مفاعیل فاع لن دوبار فاع لن فاع لاتن سے
محذوف ہے مثال۔ ۵

اے یار چلو باغ سیر کو پر ساتھ نہ لے چلنا غیر کو
تقطیع اے یار مفعول چلو باغ مفاعیل سیر کو فاع لن پڑ پر ساتھ مفعول نہ لے چلنا مفاعیل غیر کو
فاعلن ۴

قریب مسدس اُخریب مفعول مفعول فاع لان دوبار خرم مراد ہوا اسقاط حرف اول مجموعہ سے
پس مفاعیلین سے فاعیلین اُخریم رہا اسکو مفعولین سے بدل لیا اور خرب مراد ہے اجتماع خرم و کف ہے پس مفاعیلین
حرف اول و مجموعہ بسبب خرم کے اور حرف ہفتم بسبب کف کے اگر فاعیل لام مضموم سے حاصل ہوا اس کو
مفعول سے بدل لیا مثال۔ ۵

اگر کہ بھگتے اس عشق کی بدولت بدت تک پائی نہ سمجھتے راحت
تقطیع اگر کہ بھگتے مفعولین اس عشق مفعول کی بدولت فاع لاتن پڑ بدت تک مفعولین پائی نہ سمجھتے
ہمیں راحت فاع لاتن ۴

قریب مسدس اُخریب خرم مفعول مفعول فاع لاتن دوبار مناسب یہ ہے کہ یہاں اُخریم کو مخفی کہیں ہے
جانی چلو جلدی اٹھ لھڑے ہو من جاؤ اتنی خفگی کیجیے

تقطیع جانی چلو جلدی مفعول لہو جلدی مفعول اٹھ کرے ہو فاع لاتن اُخر

(۱۹) بحر مشاغل

اس بحر کی اصل فاع لاتن مفاعیلین مفاعیلین دوبار ہے اور مشاغل بضم سیم و فتح شین بحیرہ کسراٹ سکون لام
اس سبب سے نام ہوا کہ مشاغل کے معنی ماند کے ہیں اور یہ بحر بحر قریب کی مانند ہے تھوڑا سا فرق ہے جو ان بحرین
کے لاتن مختلف ہے شعر نے اس بحر کو کم استعمال کیا ہے اور اس بحر میں تین احوال کف۔ قصر۔ حذف

واقع ہوتے ہیں کف فاعلاتن اور مفاعیلن دونوں کا زحاف ہو اور حذف وقصر صرف مفاعیلن کے
مشاکل مسدس مکفوف مقصور فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن دو بار مثال - ۵

بار غم کو اٹھانا ہی پڑا آہ	دلخ ہجر کو کھانا ہی پڑا آہ
----------------------------	----------------------------

تقطیع اس طرح ہر بار فاعلاتن اٹھانا مفاعیلن پڑا آہ مفاعیلن پڑا دلخ ہجر فاعلاتن کٹ
کانا مفاعیلن پڑا آہ مفاعیلن بسبب کف کے رکن فاعلاتن سے فاعلاتن بضم تا اور پہلے مفاعیلن سے مفاعیلن
بضم لام رہا ہے اور دوسرے مفاعیلن سے بسبب قصر کے فاعلاتن حذف ہو کر اُس کا ماقبل یعنی لام ساکن رہا ہے
اور عروض و ضرب میں فاعلاتن محذوف بھی درست ہے محمد بن قیس نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ بعض
شعراء قدیم اس بحر کو مثنوی کر کے اشعار کہا کرتے تھے مگر چونکہ وہ پڑھنے میں نہایت ثقیل ہوتے تھے
اس لیے وزن مثنوی کو ترک کر دیا۔

مشاکل مثنوی مکفوف مقصور فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن دو بار فاعلاتن سے فاعلاتن
بضم تا مکفوف ہے اور مفاعیلن سے مفاعیلن بضم لام مکفوف ہے اور پچھلا مفاعیلن لبکون لام مقصور ہے
اور یہ بھی مفاعیلن کی فرع ہے مثال - ۵

اوتے ہیں شرب و دروست یوں اسیر خاک	جون بہار میں انگڑائیاں لین شجر تاک
-----------------------------------	------------------------------------

تقطیع اوتے فاعلاتن شرب و دروست مفاعیلن مست یوب فاعلاتن سرے خاک مفاعیلن و جون بہار
فاعلاتن ہم انگڑاؤ مفاعیلن ہائے ش فاعلاتن جے تاک مفاعیلن۔
یہ انہیں بحر وں کا بیان ہوا جو خلیل بن احمد کے عہد میں اور اسکے بعد خفس اور بزرجمبر وغیرہ نے
ایجاد کی ہیں اور شعر فارسی و رباعی نے انکو بہت مال کیلئے باقی گیارہ بحرین عرض و عین وغیرہ جو عربی
بارسی نے نکالی ہیں چونکہ زبان عربیہ میں مستعمل نہیں اسلئے اٹھا ذکر محمل کیا جاتا ہے۔ ان کے پہلے
معلوم ہو چکے اب اس قدر جان لینا چاہیے کہ بحر صریح کے دو وزن نہایت ہلکے ہیں ایک مکفوف مقصور
مفاعیل فاعلاتن فاعلاتن دوسرا اعراب مفعول فاعلاتن فاعلاتن مفاعیل و وزن ہجری مکفوف اشتر
مقبوض صیغہ مفاعیل فاعلاتن مفاعلاتن سے ملتا ہے اور دوسرا مضارع اعراب اشتر مفعول فاعلاتن فاعلاتن
فاعلاتن فع سے ملتا ہے یا در کھو کہ فع بحر مضارع میں مملوس ہے نہ محجوف کیونکہ اس بحر میں زحاف حذف واقع
نہیں ہوتا درجہ یہ ہے کہ اس میں فاعلاتن متصل ہے جس میں فاعلاتن نہیں آتا وہ حذف کے لیے اول فاعلاتن کا
ہونا ضروری ہے جس نے یہاں فع کو محجوف کہا ہے اسکی سخت غلطی ہے ان فع کو محبوب مکشوف کہہ سکتے ہیں
اور اس صورت میں یہ وزن مضارع اعراب اشتر محبوب مکشوف کہلائے گا اور بحر کبر کے بھی بہت خفیف

دو وزن ہیں ایک مطوی فاعلات مفتعلن یہ وزن وافر اجم معقول فاعلن مفاعلن مفاعلتن سے
 ملتا ہے اور دوسرا مخبون مذال مفاعیل مفاعیل مفاعیلن یہ وزن بعیدہ وزن مخرج مکفوف مقبوض مسبق ہوا
 اور بحر بدیل کے خفیف ترین اوزان سے مخبون ہر مفاعلن فاعلاتن مگر یہ وزن بعیدہ وزن کامل موقوف
 مقطوع ہے اور بحر قلیب کے دو وزن نہایت سبک ہیں ایک مکفوف مقصور فاعلات فاعلات مفاعیل
 اور دوسرا محذوف فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن
 یہ رکن ہیں فاعلات فاعلن فاعلین اور دوسرا یہ مسبق فاعلاتن فاعلن فاعلین کا ہوزن ہے اور بحر حمید
 کے بھی اٹھ یہ دو وزن ہیں مطوی موقوف فاعلات مفتعلن فاعلاتن سو یہ وزن بعیدہ مقبوض مسبق کا
 وزن ہوا اور مخبون مکسوف مفاعیل مفاعلن فاعلاتن یہ وزن اور بحر مخرج کا وزن مکفوف مقبوض محذوف
 ایک ہی ہیں اور بحر صمیم کا سبک تر وزن فاعلاتن مفاعلن فاعلاتن مخبون مقبوض ہے لیکن حقیقت میں
 یہ وزن خفیف مسدس مخبون ہے کسی طرح کا تفاوت نہیں اور شعرا اس بحر کو کبھی اخرم مقصود یا محذوف
 یعنی فاعلاتن مفولن فاعلاتن اور فاعلاتن مفولن فاعلاتن استعمال میں لاتے ہیں مگر یہ وزن کبسرل کو
 مشع مقصور اور محذوف کر کے بھی نکال سکتے ہیں اور مفولن کو جو ہننے بیان اقرب کہتا ہے بہتر یہ ہے
 کہ اسکو خنق بولین جیسا کہ ہم بحر مضارع میں بیان کر آئے ہیں اور بحر سلیم کا اٹھ وزن مطوی موقوف
 مفتعلن فاعلات فاعلاتن ہے مگر یہ وزن مسرج مطوی مکسوف مخبون مذال سے بھی پیدا ہوتا ہے جو یہ ہے
 مفتعلن فاعلن مفاعلن اور مطوی مکسوف مفتعلن فاعلاتن مفولن بھی آتی ہے مگر حقیقت میں یہ وزن
 بحر مسرج کا مطوی مقطوع ہوا اور اس بحر کا ایک وزن نہایت خفیف مخبون موقوف مفاعیل
 مفولان ہے جو بعیدہ بحر مخرج کا وزن مقبوض مکفوف مقصور ہے اور بحر صغیر کا سب سے زیادہ خفیف وزن
 مفاعلن فاعلاتن مفاعلن مخبون ہے لیکن یہ وزن محبت مسدس سے بھی نکلتا ہے اسی طرح اس بحر کے وزن
 سالم کا مال ہوا اور بحر حمیم کا سبک تر وزن مخبون ہوا جس کے رکن یہ ہیں فاعلاتن مفاعلن مفاعلن لیکن یہ وزن
 کامل مقطوع موقوف اور مشاغل مخبون مقبوض سے متحد ہر کچھ بھی تفاوت نہیں اور یہ بحر ایک رکن کی کمی سے
 مجز و بھی متمم ہر چنانچہ فاعلاتن مس تفع لن اور فاعلاتن مس تفع لن مگر یہ دو وزن وزن بحر خفیف کو بھی
 مجز و کیے سے حال ہو سکتے ہیں اسی واسطے ہننے مثالین ترک کر دیں

تمتہ عیوب عروضین

را تخلیج وزن نامطبوع و ناخوش و لدکان تغیلین شکر کلمنا عیوب کلام سے ہوا اور اس میں کتب تخلیج

نفع تکے فوقانی و سکون خلے مجملہ کسیر لام و یک معروف و عین موقوف کہتے ہیں۔

(۲) تحریر تکے محلی بروزن تقیل بحر کے اختلاف و تغیر کو کہتے ہیں شاعر کو احتیاط چاہیے کہ ایک بحر سے دوسری بحر پر نقل نہ کر جائے کیونکہ جو بحر آپس میں متشابہ ہیں اور جن میں تفاوت بہت کم ہے انہیں شاعر دھوکا کھا جاتے ہیں اور بعض شعرا ایک بحر میں اور بعض دوسری بحر میں کہ جاتے ہیں جیسا کہ از عظیم بیگ عظیم شاگرد شاہ ماتم سے جو سودا کے شاگرد بھی مشہور ہیں ایسا ہو گیا تھا کہ بحر جرج کے ساتھ بحر مل کو ملا دیا تھا اور انشا اللہ خان نے جلسہ مشاعرہ میں اعتراض کیا تھا ان اگر اشارہ کرتے تو کچھ مضائقہ نہیں اور مثلاً اکثر ایسا کرتے ہیں۔

انشا

یہ نحو ہو گئی سادہ سی جہاں لیٹے وہاں لیٹے
کہ اہل ذوق باہر جس لیے ہیں خوشستان لیٹے
مہیاں تو آٹھ پہرتے ہیں محفل لیٹے
پر ایسے دھب سے نہ لیٹے کہ دل سے دل لیٹے

اہا ایللی نے کچھ شط سے جو سکونمان لیٹے
بدل کر بحر کو انشا غزل طرعی کی بھی بپڑے
گلے سے تیرے کہ ہر کوئی اہل دل لیٹے
اگر چہ جسے وہ سو بار متقص لیٹے

گستاخ لکھا ہو کہ وحشت کے اس شعر کا

خلک اپنی پشت خمیدہ کو کھلے

سنبھالے ہیں میرے نالوں نے بھلے

مصرع اول جرج مسدس اور مصرع ثانی تقارب ثمن ہے مگر مولف کی دانست میں دو وزن مصرع وزن تقارب ثمن میں ہیں پہلے مصرع میں سے ایک سبب خفیف کا تباں کو رسوا کی غلطی سے قلم انداز ہو گیا ہے شاید یوں ہو مصرع۔

سنبھالے ہیں اب میرے نالوں نے بھلے

مولوی سید محمد عبدالرشید متخلص بر شید شعر غالب کے کلمے میں کہتے ہیں۔

عالم تمام حلقہ دام خیال ہے
پھر کیا یہ تو تو میں ہو کیا تین قال ہے

ہستی کے متغیر بین آجا ہوا سر
دیار دوسرا ہو کہ دہر میں بتا تو

تیسرے مصرع کا یہ وزن ہو مفعول فاعل لاتن مفعول فاعل لاتن اور باقی مصاریع کا یہ وزن ہے مفعول فاعل لات مغایع فاعل لن۔ میرے نزدیک تیسرے مصرع کے آخر میں تو غلط لکھ گیا ہے۔

(۳) اختلاف غیر متعاد بھی عروض بحر میں میب ہو جیسے استعمال عروض مخزون یعنی حو ل بحر طویل اور عروض مقلع یعنی فغان کا بحر کامل میں کہ حسب مذہب مکالمی صاحب مفتاح کے متناو نہیں ہے اور

اس سب کا نام اقعا وہ ہے اور سب سے پہلے صاحب قصیدہ خورشید کے اختلاف مطلق معناد و فرستاد کو کہتے ہیں بحر مل میں پس نظیر معناد کی یہ ہے کہ شاعر عروض سالم یعنی متفاعلن سے طرف عروض معزوفہ یعنی فعلن (مکسرین) کے انتقال کرے

چھٹا شعر باعی کے بیان میں

عرب میں رباعی کا دستور نہ تھا شعر کے علم نے یہ بحر ہج میں سے نکالی ہے معیار ابلاغت میں لکھا ہے کہ موجود اسکا رد کی ہے ایک روز راہ میں چلا جاتا تھا اٹلے راہ میں امیر یعقوب بن لیث صفار کا بیٹا یازدہ سالہ لڑکون میں جو دباڑی کر رہا تھا یعنی چند روز کو گوجی میں ڈالنا چاہتا تھا ایک مارچہ جو گوجی میں جا پڑے اور ایک جوباتی رہا تھا وہ بھی لڑک کر جا پڑا تب وہ خوش ہو کر کہنے لگا مصرع غلطان غلطان ہے رود تابن گوڑا استاد رود کی کو یہ کلمات فصیح بہت اچھے معلوم ہوئے اور غور کیا تو علم عروض میں موزون پایا پھر اس سے جو بیس وزن اختراع کیے گریہاں ایک امر قابل غور و تردید ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب بن لیث صفار نے بقول مؤلف تذکرہ خزانہ عامرہ شمسہ ہجری میں نام وری حاصل کی بھٹی اور بروہیت ضعیف عہد اسلام میں نظم فارسی کا موجود وہی ہے چنانچہ اُس کا ایک مصرع اور بقولے ایک شعر نقل کرتے ہیں اور استاد رود کی نے چوتھی صدی کے اوائل میں عرصہ ظہور میں قدم رکھا کہ معاری طبع کی مدد سے اقمام شعر کی بنا ڈالی ہے۔ بعض کتابوں میں اُس لڑکے کا نام نہیں لکھا ہے مطلقاً لڑکے کا لفظ لکھا ہے اور رود کی کو رباعی کا موجود بنانے کے لیے یہی بہتر ہے تذکرہ دولت شاہ میں یون بیان کیا ہے کہ یعقوب بن لیث صفار جس نے سب سے اول لاک جرم میں خلفائے بنی عباس پر خروج کیا تھا اسکا بیٹا عید کے دن چند لڑکوں کے ساتھ جو دباڑی کرتا تھا امیر بھی اسکے پاس کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگا امیر زادے نے جو گوجی کی طرف پھینکے جن میں سے سات گوجی میں چلے گئے اور ایک اُچھل کر باہر کی طرف آگیا امیر زادہ نا امید ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی لڑک کر اندر چلا گیا اس خوشی میں امیر زادے کے منہ سے یہ الفاظ نکلے مصرع غلطان غلطان ہی رود تابن گوڑا یعقوب کو یہ کلام پسند آیا اور اپنے مصاحبوں کو حکم دیا کہ اسکو جانچیں کہ شعر کی قسم سے ہی نہیں ابودلف اور زینت الکعب نے متفق ہو کر تقطیع کی تو بحر ہج میں موزون پایا اور ایک مصرع اسکے ساتھ لگا دیا پھر ایک بیت بڑھا کر وہ بیٹی کہنے لگے اور یہی نام مشہور ہو گیا تھوڑے عرصے کے بعد یہ نام موقوف کر کے رباعی نام

مقرر کیا۔

ابن قیس نے حدائق میں بیان کیا ہے کہ خواجہ اہم سن قطان نے کہ آئمہ خراسان سے ہوان چوبیس اوزان کے مضبوط ہونے کے لیے دو شجر ایجاد کر کے انھیں لکھا غرضکہ زحاف اس میں تولتے ہیں خرب خرم قبض یکم۔ ہتم۔ جب۔ تیر۔ شتر۔ زلل۔ اور ارکان مزاحف یا مزاحف و سالم باہم مرکب ہو کہ بعض کے نزدیک ٹھارہ اور بعض کے نزدیک چوبیس وزن حاصل ہوتے ہیں اور ان سب کا جمع کرنا جائز اور واسطہ اگرچہ بعضوں نے لکھا ہے کہ پہلا مصرع وزن اربع میں ہوتا اور دوسرے مصالیح بھی انہی اوزان میں چاہیں اور جو مصرع اول خرم ہوتا اور تینون مصرعون کو بھی اسی وزن میں لکھیں یعنی اخرم کو اربع کے ساتھ جمع نکرین بعض عروضیوں کے نزدیک جیسے اربع کے بارہ وزن اخرم کے بارہ وزنوں کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے اسی طرح وہ اوزان جن کے عروض و ضرب میں فاعل اور فاعل جن ان اوزان کے ساتھ بھی جن کے عروض و ضرب فعل اور فع واقع ہوئے ہیں جمع نہیں ہو سکتے مگر ساتھ کے کلام میں اسکی قید کم دیکھی گئی اور اُن کے نزدیک جائز ہے کہ ان اوزان میں سے ایک زینر چارون مصرع ہوں یا ہر مصرع ان اوزان میں سے ایک ایک زینر ہو خواہ بعض مصرع ایک وزیر ہوں اور بعض ایک وزیر ہوں جیسا کہ ان رباعیوں میں۔

میر تقی

جوہننے کہا سو وہ نا نا افسوس
یا نزدیک بی کا نا نا افسوس

جانان نے جہن گھوٹہ نا نا افسوس
تب آنے میں دیر کی قیامت اب تو

پہلا اور دوسرا مصرع اس فن پر ہے مفعول مفاعیلن مفاعیلن فاعل اور تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلن مفاعیلن فاعل اس وزینر ہے مفعول فاعلن مفاعیلن فاعل

انواب علی خان ناظم

تسبیح کو اکب قناب اُس کا امام
تسبیح امام تک پہنچ کر ہوتا مام

سجادہ ہے میرا فلک نیلی خام
تارے گنتا ہوں میں سوتر تک ناظم

پہلا مصرع اس وزینر ہے مفعول مفاعیل مفاعیل فاعل اور دوسرا اور چوتھا اس وزینن ہے مفعول مفاعیلن مفاعیل فاعل اور تیسرا کا یہ وزن ہے مفعول فاعلن مفاعیلن فاعل

مشتی اسماعیل حسین منیر

ہونٹو ٹکانہ قرب بھی ہنسی نے پایا

جس روز سے نفل بے بسی نے پایا

اُپنا ساتھی تمام دُنیائیں میں	اُٹھو نہ چا تو مجھی کوئے کسی نے پایا
اس رباعی کا پہلا اور دوسرا اور چوتھا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیلن مفاعیلن فع او تیسرا مصرع اس وزن پر ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن مفعولن۔	
امانت	
ہر گل کو بھل داغ جگر سے پایا	بلبل کو ندیم شور و شر سے پایا دیکھا دم سروسے صبا کو ٹھٹھا پانی شبنم کو چشم تر سے پایا
پہلا مصرع اس وزن پر ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرا اور تیسرا اس وزن پر مفعول مفاعیلن مفاعیلن فع اور چوتھا اس وزن پر مفعولن فاعلن مفاعیلن مفعولن۔	
خالب	
جن لوگوں کو ہر مجھ سے عداوت گہری	کہتے ہیں مجھے وہ راضی اور دہری دوسری کیونکہ ہو جو کہ ہو فے صوفی شعنی کیونکہ ہو ماورا النہری
<p>پہلے مصرع کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیل مفاعیلن فع اور دوسرے کا یہ وزن ہے مفعول مفاعیلن مفاعیلن فع اور تیسرے و چوتھے مصرع کا یہ وزن ہے مفعولن فاعلن مفاعیلن مفعولن۔</p> <p>الحاصل اس بحر کا نام بحر رباعی ہے کیونکہ رباعی سوا اس بحر کے اور بحرین نہیں کہی جاتی اور قصیدہ وغزل کا رباعی کے وزن میں کہا جاتا درست ہو پس جو لوگ ناواقف ہیں وہ عوام کی طرح ہر اک وزن کی دو بیت قافیہ دار کہیں گے لیکن منتہی العرض کے مولف کا یہ قول کہ جو رباعی اور ازان مذکورہ بالا سے خارج ہو تو اسکو قطع کہنا چاہیے نہ رباعی تعریف قطع کے مقابلے میں تردید سے خالی نہیں اور یہ جو کہا ہے کہ رباعی ان جو بیس وزن سے خالی نہیں ہوتی تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ رباعی کا انحصار انہی میں ہو بلکہ رباعی اتحاد و اختلاف اوزان مصارع کے اعتبار سے بہت سے وزن رکھتی ہے مطلب اُس قول سے یہ ہوتا ہے کہ اسکا کوئی مصرع ان وزنوں سے خالی نہیں ہوتا اور مولف غیاث کی اس تعریف میں بھی کہ رباعی کا وزن خاص لاحول ولا قوۃ الا بالمد ہے اگر اس وزن میں نہ تو قطع کہیں گے مسامحت ہے کیونکہ رباعی کے جو ہیں وزن ہیں ان میں سے ایک وزن لاحول ولا قوۃ الا بالمد بھی ہو پس وزن رباعی اس میں منحصر نہیں جیسا کہ اُسے سمجھا ہے۔</p>	
واسطی	
عاشق میں ہوا ہون اک بت کا ناگاہ	کچھ کام نہیں ہو بلکہ جزا لہ وآلہ اب کفر سے مطلب ہو نہ اسلام سے کام لاحول ولا قوۃ الا بالمد

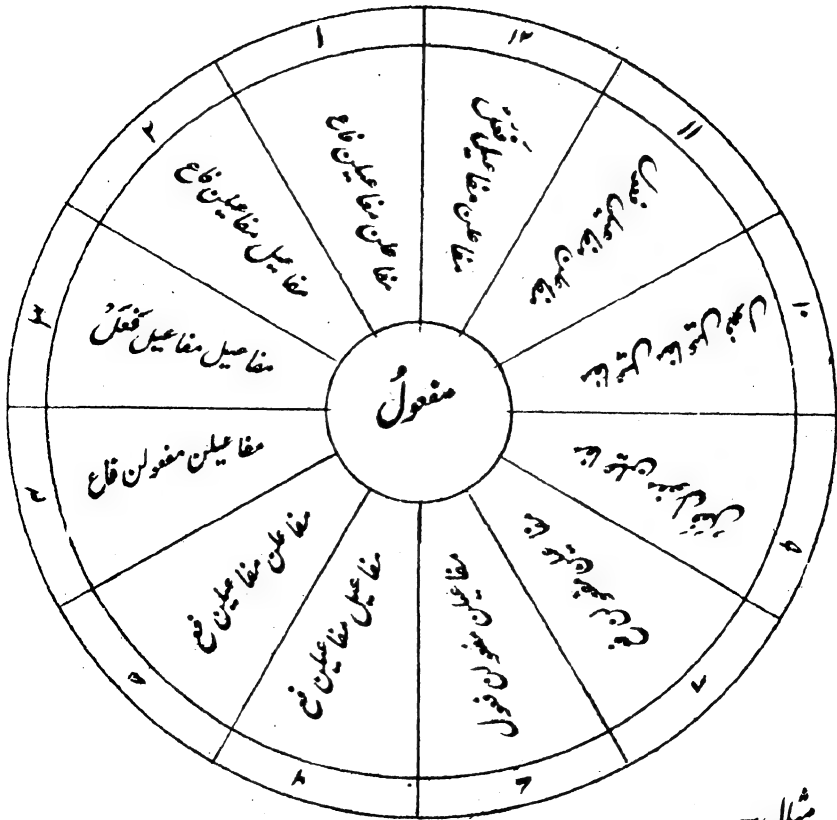
وہ دس ارکان جن سے باہم ترکیب ہو کر رباعی کے جوہر میں وزن حاصل ہوتے ہیں یہ ہیں کن مفاعیلن سالم ہے اور مفعولن اخرم ہے جسکو مخفی بھی کہتے ہیں اور مفعول بضم لام اخر ہے اور مفاعیلن متبوع ہے اور مفاعیلن مکتوف ہے لام مضموم ہے اور مفعول اہتم ہے لام موقوف سے اور فعل محبوب ہوا و رفع اتر ہے اور فاعلن اشر ہوا و رفع ازل ہوا جس میں اوزان میں سے بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخر ہے یعنی مفعول اور باقی بارہ وزن کا صدر و ابتدا اخرم یعنی مفعولن آتا ہے اور یہ جو ہیں اوزان شریح کے واسطے دائرہ نمین لکھے جاتے ہیں اور لمجاظ اخرم و اخر کے بارہ بارہ اوزان کے واسطے علیحدہ علیحدہ دائرے مقرر ہیں۔

دائرہ اخر الصدد والابتدا کے اوزان کی تفصیل یہ ہے

اول یہ کہ ایک جہز خشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب با نزل ہون دوم کہ ایک جہز خشو کا مکتوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب با نزل ہون سوم یہ کہ دونوں جہز خشو کے مکتوف اور عروض و ضرب محبوب ہون چہارم یہ کہ خشو کا ایک جہز سالم اور ایک اخرم اور عروض و ضرب ازل ہون پنجم یہ کہ ایک جہز خشو کا مقبوض اور ایک سالم اور عروض و ضرب اتر ہون ششم یہ کہ خشو کا ایک جہز مکتوف اور ایک سالم اور عروض و ضرب اتر ہون ہفتم یہ کہ ایک جہز خشو کا سالم اور دوسرا ضرب اور عروض و ضرب اہتم ہون ہشتم یہ کہ خشو کا ایک جہز سالم اور دوسرا اخرم اور عروض و ضرب اتر ہون نہم یہ کہ خشو کا ایک جہز سالم اور دوسرا ضرب اور عروض و ضرب محبوب ہون دہم یہ کہ خشو کا ایک جہز مکتوف اور عروض و ضرب اہتم ہون یا دہم یہ کہ خشو میں ایک جہز مقبوض اور ایک جہز مکتوف ہوا اور عروض و ضرب اہتم ہون دوا دہم یہ کہ خشو میں ایک جہز مقبوض اور ایک جہز مکتوف اور عروض و ضرب محبوب ہون۔

صحت دائرے کی صفحہ مابعد میں درج ہو۔

دائرہ اخرب لصدوا لابتدا



مثال -

عزیز بریلوی

آٹھ نوکرے چار نہیں یہ اسے تاب
آٹھ کی آٹھ نہیں بھڑا ہے آب

سہا تنہم حیران کو مجھ سے یہ حجاب
حیرت کو مری غور اگر کرتا ہے

تقطیع ہے شبنم مفعول م حیران مفاعیل کے مج سے مفاعیل حجاب مفعول اور اس مصرع کی
تقطیع یوں بھی ہو سکتی ہے شبنم مفعول م حیران کو مفاعیل مج سے مفعول حجاب مفعول اور دوسرے مصرع کی
تقطیع یوں ہے آٹھ مفعول کرے چار مفاعیل نہی مفاعیل اس تاب مفعول پو تیسے مصرع کی تقطیع یوں ہے
حیرت کے مفعول مری غور مفاعیل اگر کرتا مفاعیل مجھے اور چھتے مصرع کی تقطیع یوں ہے آٹھ مفعول

کہ اگر کوئی مفاعیل برائے ہے مفاعیلن اُن فاع

امیر مینائی

بالفرض حیات جادو دانی تم ہو
ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھیں تمکو
بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو
لین یا تم نہ پائیں کا جو بانی تم ہو

چار دن مصرع اس وزن پر ہیں مفعول مفاعیلن مفاعیلن فاع قطع بالفرض مفعول حیات جا مفاعیلن
ودانی تم مفاعیلن ہو فاع ؛ بالفرض مفعول کہ آب زن مفاعیلن دگانی تم مفاعیلن ہو فاع ؛ ہم سے ن
مفعول ملوت خام مفاعیلن کہ سمجھے تم مفاعیلن کو فاع ؛ لے نام مفعول ن پاس کا مفاعیلن ج بانی تم مفاعیلن
ہو فاع ؛

مولوی محمد سمیع

تیزی نہیں منجملہ اوصاف کمال
خرگوش سے لے گیا ہر کچھو بازی
کچھ عیب ہیں اگر چلو دھیمی چال
ہاں راہ طلب میں شرط ہوا استقلال

تقطیع تیزی ن مفعول ؛ منجملہ مفاعیلن اوصاف کمال مفعول ؛ کچھ عیب مفعول ؛ اگر چلو دھیمی مفعول ؛ نئی اگر
مفاعیلن چلو دی می مفاعیلن چال فاع ؛ خرگوش مفعول ؛ لے گیا مفاعیلن ہر کچھو مفاعیلن بازی فاع ؛
ہاں راہ مفعول ؛ طلب میں شرط ہوا مفاعیلن لال فاع -

ناسخ

وہ خط نہیں لکھتا تو ہو کیوں دل تنگی
ہمنے بھی کیا نہ لکھنا موقوف
تازہ یہ زمانے کی نہیں نیرنگی
اب اپنے قلم کو بھی ہے حذر لنگی

تقطیع وہ خط ن مفعول ؛ لکھتا مفاعیلن ؛ کو دل تن مفاعیلن کی فاع ؛ تازہ یہ مفعول
زمانے کی مفاعیلن نئی نے رن مفاعیلن کی فاع ؛ ہمنے مفعول ؛ کیا نام مفاعیلن لکھنا مفاعیلن موقوف
تاج اب اپن مفعول ؛ قلم کو مفاعیلن ؛ ہذر لنگ مفاعیلن کی فاع ؛

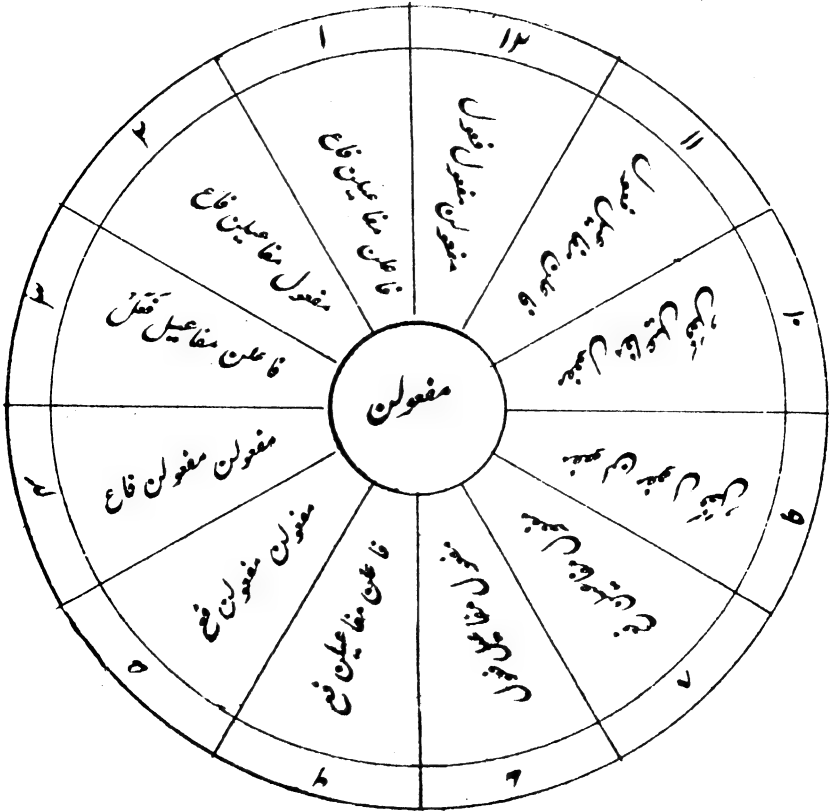
ولہ

ہے جسم مرا ورنہ جان ہے باقی
اگر تپے خدا تو امتحان تادم زیست
تربت میں نہ کوئی امتحان ہے باقی
پرست کا ہنوز امتحان ہے باقی

تقطیع ہے جسم مفعول مرا ورنہ مفاعیلن نہ جاہ مفاعیلن تی فاع ؛ تربت میں مفعول ؛ کوئی امتحان مفعول ؛
تھا ہے مفاعیلن تی فاع ؛ کر تاہ مفعول ؛ خدا تادم مفاعیلن امتحان مفاعیلن پرست مفعول ؛

مفعول ہنوز ام مفاعلن تھا ہے یا مفاعیلن قی فاع		
رند		
عید رمضان ہے واہ کیا روز سعید	عالم میں بہن خرمی کے اٹار پدید	
اندروز پر ہند کو رکھے شاد	ہر شب ہوشب برات ہر روز ہوعید	
تقطیع عید سے مفعول مضاء و مفاعلن ہ کا روز مفاعیل سعید فاعل پڑ عالم م مفعول ہ خرمی مفاعلن کہ اٹار مفاعیل پدید فاعل پڑ آل لاء مفعول وزیر سے بہن مفاعیلن دکورک کے مفاعیلن شاد فاع پڑ ہر شب ہ مفعول شبے برا مفاعلن ت ہر روز مفاعیل ہ عید فاعل پڑ		
تفصیل اوزان دائرۃ اخرم الصدروالابتدا		
<p>اخرم الصدروالابتدا سے مراد وہ ہے جسکے صدر وابتدا میں مفعولن آتا ہے پہلا یہ کہ خشو کا ایک جز اشتر ایک سالم اور عروض و ضرب ازل ہوں دوسرا یہ کہ ایک جز خشو کا خرب اور ایک سالم اور عروض و ضرب بزل ہوں تیسرا یہ کہ خشو کا ایک جز اشتر اور ایک مکفوف اور عروض و ضرب محبوب ہوں چوتھا یہ کہ خشو اخرم اور عروض و ضرب ازل ہوں پانچواں یہ کہ خشو اخرم اور عروض و ضرب اتر ہوں چھٹا یہ کہ خشو کا ایک جز اشتر اور ایک سالم ہو اور عروض و ضرب اتر ہوں ساتواں یہ کہ خشو کا ایک جز خرب ہو اور ایک مکفوف ہو اور عروض و ضرب اتر ہوں آٹھواں یہ کہ خشو کا ایک جز و خرب اور ایک سالم اور عروض و ضرب اتر ہوں نواں یہ کہ خشو کا ایک جز اخرم اور ایک خرب اور عروض و ضرب محبوب ہوں دسواں یہ کہ خشو کا ایک جز خرب اور ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب محبوب ہوں گیارہواں یہ کہ خشو کا ایک جز اشتر ایک جز مکفوف اور عروض و ضرب اتر ہوں بارھواں یہ کہ خشو کا ایک جز اخرم اور ایک جز خرب اور عروض و ضرب اتر ہوں۔</p> <p>صورت دائرۃ کی صفحہ مابعد میں دیجیے۔</p>		

دائرہ اخرم لصدروالابتدا



مثال -

عسکر

ہوتا ہے مشہور رہے جو تنہا
شہرت عزت میں ہے مثال مفعول

لازم ہے انسان کو ہوسب سے جدا
وحدت سے ہے فرض خورشید فلک

تقسیم لازم ہے مفعولن انسان مفعول ک ہوسب سے جدا فعل ک ہوتا ہے مفعولن مشہور
مفعول ہے جو تنہا مفعولن مانع ہے وحدت سے مفعولن ہے فرض خورشید مفعولن فلک فعل ک
شہرت عزت مفعولن لٹ م ہوسب سے جدا فعل ک ہوتا ہے مفعولن مشہور

	ولہ	
لیکن ہے دیدہ بصیرت درکار گلشن میں تب کرے تماشے بہار		ہن باغ عالم میں کیا کیا گل و خار بینائی آنکھوں میں نرگس کے ہو
<p>تقطیع ہے باغے مفعول عالم مفعول کا کاگ مفعول ل غار فاعل ؛ لیکن ہے مفعول دیدہ فاعل بصیرت در مفاعیل کار فاعل ؛ بینائی مفعول آنکو مفعول نرگس کے مفعول ہو فاعل ؛ گلشن مفعول تب کرے فاعل تماشا مفاعیل بہار فاعل -</p> <p>ان اوزان میں سے وہ وزن خفیف اور مطبوع ہے جسکے اسباب و اوتاد میں اعتدال ہو اور جس وزن میں سبب و متدائد ہوں گے وہ ثقیل و نامطبوع ہو گا یہی سبب ہے کہ دائرہ اعراب کے اوزان دائرہ اعرام کے اوزان سے شبک اور مطبوع زیادہ سمجھے جاتے ہیں۔ اوزان اعراب میں سب سے زیادہ ثقیل مفعول مفاعیل مفعول فاعل کیونکہ اس میں چھ بچے رہے ہیں جمع ہوئے ہیں اور اعرام کے اوزان میں سب سے زیادہ ثقیل وزن مفعول مفعول مفعول فاعل ہے کہ اس میں سبب جمع ہوئے ہیں اور اعراب کے اوزان میں سب سے ہلکا وزن مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول ہے اور اعرام کے اوزان میں سب سے شبک یہ وزن ہے مفعول فاعل مفاعیل مفعول کیونکہ اس میں چار سبب اور چار متدائد ہیں۔</p>		
<p>یہ اُن چوبیس اوزان رباعی کی تشریح ہے جن کو استاد ورد کی نے ایجاد کیا تھا اور اسکے بعد دوسرے شعرا نے بحر ہج مسدس اعراب مقبوض مخذوف پر فعلن کبسر عین اور فعلن بسکون عین اور فعلات بسکون عین بڑھا کر تین وزن نکالے ہیں وہ یہ ہیں مفعول مفاعیل مفعول فعلن کبسر عین مفعول مفاعیل مفعول فعلن بسکون عین۔ مفعول مفاعیل مفعول فعلات علی ہذا القیاس اگر بحر ہج اعرام اشتر مخذوف پر بھی تین وزن رکن بڑھائے جائیں تو یہ وزن اور پیدا ہو سکتے ہیں مفعول فاعل مفعول فعلن کبسر عین اور مفعول فاعل مفعول فعلن بسکون عین اور مفعول فاعل مفعول فعلات لیکن بنظر تامل دیکھا جائے تو یہ وزن اُن چوبیس اوزان سے علیحدہ نہیں صرف بتائیں ارکان ہے چنانچہ مفعول مفاعیل مفعول فعلن کبسر عین کا وزن مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول ہے بوجہ ناواقفیت کے مفاعیل کے آخر سے لام کم کو کے مفعول بنا لیا ہے اور اُس لام کو فعل سے ملا کر فعلن کبسر عین کر لیا ہے اسی طرح مفعول مفاعیل مفعول فعلن بسکون عین کا وزن مفعول مفاعیل مفاعیل مفعول ہے مفاعیل کے آخر سے ایک سبب خفیف کم کر کے مفاعیل کو مفعول بنایا ہے اور اس سبب کو فع سے ملا کر اُسکو فعلن بسکون عین سے بدل لیا ہے اور تعجب یہ ہے کہ غالب جیسے سخن سنج نے بھی یہاں دھوکا کھا کر بحر ہج مسدس مقبوض مخذوف پر ایک فعلن کی زیادتی کو رباعی میں</p>		

مان لیا ہے اور مفعول مفاعلن فعلن فعلات بروزن مفعول مفاعلن مفاعیلن فعل ہے اسی طرح اوزان
اخرم میں قیاس کر لینا چاہیے جب ارکان مذکورہ بالا میں اوزان رباعی کا انحصار ہو سکتا ہو تو انھیں کے
ہوزن سے رکن بڑھانا بالکل فضول ہے۔

الغرض بارہ بارہ وزن کے جو دو حصے کیے ہیں ان میں ہر حصے کی رباعیان اختلاف وزن اور
ترتیب مصاربع سے اکتالیس ہزار چار سو بہتر متلکین ہو سکتی ہیں تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب ایک حصے کے
بارہ وزنوں میں سے ہر اک وزن کے پہلے مصرع کے ساتھ دوسرے مصرع بارہ بارہ طرح سے لگایا جائے گا
تو اس دوسرے مصرع کے ٹٹنے سے یعنی بارہ کو بارہ میں ضرب دینے سے ایک سو چوبیس متلکین پیدا ہونگی
صورت ضرب کی ہے۔

$$\begin{array}{r} ۱۲ \\ ۱۲ \\ \hline ۲۴ \\ ۱۲ \\ \hline ۳۶ \end{array}$$

اور جب ان ایک سو چوبیس متلکون میں سے ہر ایک شکل کے ساتھ تیسرے مصرع چوبیس چوبیس طرح سے
لگایا جائیگا تو اس تیسرے مصرع کے ٹٹنے سے یعنی چوبیس کو ایک سو چوبیس میں ضرب دینے سے تین ہزار
چار سو چھپن متلکین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے

$$\begin{array}{r} ۱۱۴ \\ ۲۴ \\ \hline ۵۶۶ \\ ۲۸۸ \\ \hline ۳۴۵۶ \end{array}$$

اور جب ان تین ہزار چار سو چھپن متلکون میں سے ہر ایک شکل کے ساتھ چوتھا مصرع بارہ بارہ طرح سے
لگایا جائیگا تو اس چوتھے مصرع کے ٹٹنے سے یعنی بارہ کو تین ہزار چار سو چھپن میں ضرب دینے سے اکتالیس ہزار
چار سو بہتر متلکین پیدا ہونگی صورت ضرب کی یہ ہے۔

$$\begin{array}{r} ۳۴۵۶ \\ ۱۲ \\ \hline ۶۹۱۲ \\ ۳۴۵۶ \\ \hline ۴۱۴۷۲ \end{array}$$

اور جب ایک حصے کی اکتالیس ہزار چار سو بہتر متلکین ہوئیں تو ظاہر ہے کہ دونوں حصوں کی اس سے گنتی
یعنی بیاسی ہزار نو سو چوبیس متلکین ہونگی جنکے وزن یا ترتیب مصاربع میں کچھ نہ کچھ فرق ہو گا۔ الحمد للہ
بحر کا اختتام ہوا۔

دوسرا جزیرہ علم قافیہ میں

اس جزیرے میں پانچ شہر پر لطافت ہیں

پہلا شہر حروف قافیہ کے بیان میں

علم قافیہ ایک ایسا علم ہے جس میں شعر کے لفظ آخر کے تناسب و عیوب سے بحث کی جاتی ہے اور غرض اُسکی یہ ہے کہ ایسا علم حاصل ہو جائے کہ شعر ایسے قافیوں کے ساتھ بنا سکیں جو مقام کے مناسب ہوں اور ایسے عیوب سے خالی ہوں جن سے طبع سلیم کو متفرق پیدا ہو اور غایت اُسکی یہ ہے کہ قافیہ میں خطائے احتراز رہے اور مبادی اُسکے وہ مقدمات ہیں جو اشعار کے قافیوں میں تلاش کرنے سے حاصل ہوتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ قافیہ ایک ایسا علم ہے کہ اُس میں مرکبات موزون سے ملنے والے ابیات کی حیثیت کے ساتھ بحث کی جاتی ہے لغت میں قافیہ کے معنی سمجھنے کے واسطے کہ ہیں اور مطلع میں قافیہ چند حروف معین کا نام ہے جو مطلع غزل و قصیدہ و ابیات مشنومی کے ہر مصرع کے آخر میں اور قطعہ و باقی اشعار غزل و قصیدہ کے مصرع ثانی کے آئین الفاظ مختلفہ کے اندر مکررت ہیں اور مستقل نہیں ہوتے جیسے ان شعر و نین آئیر کے

نقش پارہ میں بن جلتے ہیں دینار و درم
لو لگائے ہوئے ہے لام ہوا و اقسام
ساحت لوح یہ سمجھئے کہ ہو میدان قلم

وقت رضا رہے زور عجب فیض قدم
در دولت کی وہ مملکت ہے کہ جس سے ہر دم
آنگھل وہ ہے عدو نام جو اُسکا ہو رقم

پہلے شعر میں لفظ قدم اور درم کے آخر کی میم اور درم کے آخر میں لفظ ہر دم اور قسم کی میم اسی طرح تیسرے شعر میں رقم اور قلم کے آخر کی میم حرف قافیہ میں سے ہے اور غیر مستقل ہے یعنی علیحدہ نہیں آ سکتی بخلاف ردین کے کہ وہ بعد قافیہ کے کلر مستقل ہوتا ہے کہیں متقدم المعنی کہیں مختلف المعنی مگر اختلاف لفظ ردین کا روا نہیں اور اسکا بیان مفصلاً آگے آئے گا بحاصل قافیہ کا اطلاق حروف پر ہوتا ہے۔

روف - قید - تاسیس - دخیل - روی - وصل - مرید - خروج - نائزہ - لیکن ان سب حروف کا جمع ہونا ضرور نہیں ایک خواہ دو خواہ تین یا زیادہ جس قدر چاہیں جمع کریں اور یہ بھی خیال رہے کہ حرف وکلا اصل قافیہ ہے اسی پر قافیہ منحصر ہے باقی آٹھ حرفوں کے لانے نہ لانے کا شاعر کو اختیار ہے بخلاف حرف روی کے کہ اُس کے لانے میں شاعر مجبور ہے اسکا ترک اُس کے اختیار سے باہر اور دور ہے جیسے اشعار بالا میں میم حرف روی ہے غرض کہ حرف روی کی رعایت تمام بیات میں ضرور ہے۔

اروی کا بیان

روی مائے مہملہ کے فتح اور واو کے کسر اور یاءے معروف سے لفظ کے اُس حرف اخیر کو کہتے ہیں جو مصرع یا بیت کے آخر میں واقع ہوا ہو اور یہ حرف کر آتا ہے اور قافیہ کی بنیاد اسی پر ہوتی ہے اور یہ حرف اکثر اصلی ہوتا ہے جیسے امیر کے اشعار میں حرف میم کہیں حرف زائد کو بھی حرف اصلی کے حکم میں کر لیتے ہیں مثلاً

مرزا محمد لقی خان ہوس

مزرع میں ہے میرے خشک سالی جو کوئی صدف ہو دُر سے خالی

خشک سالی میں یاءے زائد ہے اور خالی میں یاءے اصلی۔

ولہ

محنت زدہ ستم رسیدہ از دفتر دوستان جریہ

رسیدہ میں نائزہ ہے اور جریہ میں اصلی۔

میرسن

نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جھڑی ہر ایک عالم شوق میں تھی کھڑی

نیس

کس مرتبہ تھا لطف و کرم رب غنی کا تھا زہدیہ اور زور تھا خیبر شکنی کا

دبیر

جنبش میں جواب و خدہ سول عربی کا اک ہاتھ نعل آیا ہے مرقد سے بنی کا

باقی آٹھ حرفوں میں سے منجملہ نو حروف قافیہ کے چار حرف روف - قید - تاسیس - دخیل - روی سے پہلے آتے ہیں اور اصلی ہوتے اور وصل و مرید و خروج و نائزہ حروف روی کے بعد ملحق ہوتے ہیں اور زائد ہوتے ہیں پس جب تک کہ کوئی حرف بعد حرف روی کے ملحق نہ ہوگا حرف روی ساکن ہوگا اس

صورت میں اسکو رومی مقید کہیں گے جیسے سرشار برہمائی کے ان اشعار میں۔

مری جانب سے چھاتی نئے کرنی یار پھر کی	بنائی ہے دلوں کے درمیان دیوار پھر کی
کھلتا ہی نہیں وہ سنگدل عاشق کی باتوں سے	مگر کرنی ہے چھاتی صورت دیوار پھر کی

یار دیوار کسار میں حرف رومی ہلے مہلے ساکن ہوا جس صورت میں کہ حرف رومی متحرک ہو یعنی اسکے بعد حرف وصل مل جائے تو اسکو رومی مطلق کہتے ہیں مثال۔

سودا

لئے ٹبل چمن نگل نود میدہ ہون	میں موسم بہار میں شاخ بریدہ ہون
------------------------------	---------------------------------

اس شعر میں دال مہملہ متحرک رومی مطلق ہے۔

آیس

پرسان کوئی کب جو ہر ذاتی کا ہے	ہر گل کو گلہ کم التفاتی کا ہے
--------------------------------	-------------------------------

اس شعر میں تائے فوقانی متحرک رومی مطلق ہو۔

میں دلوں نہ ہوں رسائی کسی کی ختم ہو گیا	مٹو لقمہ پلائے آج تو ساغر شراب ارغوانی کا
کیا خاموش رہی باتوں میں اس گل نے اور کبھی	بہت عوی تھا بل کو بھی اپنی خوش سانی کا

اُن حروف کا بیان جو رومی سے قبل آتے ہیں

ردف کا بیان

جاننا چاہیے کہ ردف یکسر اول و سکون دال مہملہ و فا و و قسم ہے ردف مطلق اور ردف اندر ردف مطلق اُسے کہتے ہیں کہ ایک ساکن قبل حرف رومی کے بلافاصلہ واقع ہو اُسکے اور رومی کے درمیان کوئی اور حرف واسطہ نہ ہو اور وہ حرف ساکن حروف مدہ میں سے ہوتا ہے جیسے یار اور نور اور تیر میں الف اور واو اور یاء ساکن اور جوائے تختانی اور واو کے اقبل فتح ہو تو ردف نہیں جیسے واو دو را اور جو رگی اور یاء تختانی خیر اور میر کی مگر بعض اہل فن جیسے ابن قطاع وغیرہ نے واو اور یاء ساکن اقبل مفتوح کو بھی ردف شمار کیا ہے اور جمہور کا اتفاق مذہب اول پر ہے قائمہ الف اور واو اور یاء ساکن کو حرف علت کہتے ہیں پس اگر انکے اقبل کی حرکت ان کے موافق ہو تو حرف مدہ میں جیسے یار اور نور اور تیر اور جو موافق ہو جیسے دور اور غیر میں تو لیں بروزن دین کہلاتے ہیں اور جہاں کہیں الف ساکن آئے گا اُسکے اقبل فتح ہی ہو گا پس الف ہمیشہ ہی مدہ رہتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جہاں فتح ہو بعد اسکے الف ہی ہو

بلکہ کبھی واو اور کبھی یا اور سو اس کے اور حرف حروف صحیحہ میں سے آ سکتا ہے خواہ ساکن ہو خواہ متحرک جس وقت الف کے اقبل فتح ہوگا اُس فتح کو فتح طویل کہیں گے جیسے باپ آیا اور اگر بعد فتح کے کوئی اور حرف ہوگا تو وہ فتح قصیر کہلاتا ہے جیسے قلم کرم سفر حضر وغیرہ اور حروف واو اور یا کی دو صورتیں ہیں ایک معروف ایک مجہول واو معروف کے قبل ضمہ ہوتا ہے اور یائے معروف و مجہول کے قبل کسرہ فرق اس قدر ہے کہ معروف کا ضمہ اور کسرہ خوب کھینچ کر بڑھا جاتا ہے اور مجہول کا ضمہ اور کسرہ زیادہ بھینچا نہیں جاتا خلاصہ کلام یہ ہے کہ حروف ر و و ن غالباً اصلی ہوتے ہیں کیونکہ حروف ر و ی بھی اصلی ہوتا ہے اور اگر حرف ر و ی زائد ہوا اور حکم میں حرف اصلی کے کر لیا جائے تو بالضرور حرف و ن بھی زائد ہوگا جیسے زیرین اور قالین میں

تعلق

چار سو فرسٹ فعل و قالین | بیچ میں ایک مسند زریں |
چونکہ نون غنشدین کا قالین کے نون کے مقابل حرف ر و ی کے حکم میں معتبر ہوا تو یائے تختانی زریں کا قالین کے مقابل ر و ن ٹھہری حالانکہ قالین میں یائے تختانی اصلی اور زریں میں زائد ہے اور یہ دونوں حرف زریں کی نسبت کے واسطے لاحق ہوئے ہیں

مولفہ

مشوق سے نام صنم کو دل پہ کندہ کیجیے عمر ضائع کی ہوا در خس و نیامین عبت شائہ سان ہننے کیا ہو دل کو اپنے چاک چاک مشوق سے دل کو جلاسنے میں خاکستر کیا	کیونکہ ہو وہ نقش زیبا اس گلشن کے واسطے کام کیا اس دل کیا خلد برین کے واسطے اُس پری پیکر کی لطف عنبرین کے واسطے ہننے اب رہنے کو آہ آتشین کے واسطے
---	---

اس قسم کے ر و ن کو ر و ن مطلق اس لیے کہتے ہیں کہ اسکے اور حرف ر و ی کے درمیان کسی حرف کا اضافہ نہیں ہے۔

ر و ن بالالف کی مثال۔

منظفر علی امیر

زمانہ رنج دیتا ہے بے تدر حال انسان کو
اگر کو فکر زمان اندیشہ عالم ہے سلطان کو

افسان اور سلطان میں آخر کا ون حرف ر و ی ہے اور اسکے اقبل کا الف ر و ن اصلی ہے۔

نواب میر محبوب علی خان بہادر صنف

انصاف اپنا ہے بت عیار ہو چکا | جب تو ہوا عدد تو خدا یا رہو چکا

عیار اور یار میں رے مہلہ حرف روی ہوا اور الف حرف دوت
دوت بالوا اور دوت بالیا دو طرح پر ہوا ایک معروف کہ اسے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچ کر
پڑھا جائے جیسے نور اور تیر۔ وا و معروف کی مثال۔

ذوق

شوق نظارہ ہو جب اس لُغ پر نور کا | ہے مرام رخ نظر پر دانہ شمع طور کا

نور اور طور کی رے مہلہ حرف روی ہوا اور وا و معروف دوت۔

حسرت

گوئی دشمن سے بھی کرتا ہے اسلوب سلوک | دوستی کر کے کیا ہے میان خوب سلوک

یہ معروف کی مثال

نداق

ہوئی جب جسم آدم کے لیے خمیر مٹی کی | فلک سے اور ملک سے بڑھائی تو قیر مٹی کی

خمیر اور تو قیر کی رے مہلہ حرف روی ہوا اور یے تھائی روت شاد۔

گزن آتی مری تقدیر سے تدبیر نہیں | کیا ہوا لے کو اس میں بھی تو تاثیر نہیں
کیا ترے دید سے غافل ہوں کسی لم بیان | کیا مری آنکھ میں پھرتی تری تصویر نہیں

لمونفہ

پھر ہولے کو چہ قاتل گریبان گیر ہے | کس طرح جا میں نہ ہوں ان خواہش تقدیر ہے
ہرزہ گردی در بدر کی دن کو رہتی جو مجھے | رات بھر شور و درون ہے نالہ شہگیر ہے
اُس طرح چپکے سے اُس کا ہو میرا پائے بوس | ہر قدم پر بیان جھٹکتی پاؤں کی زنجیر ہے

اُسکے در پر پہلو اور کچھ دوا مطلق ندو

جو مریض عشق ہے اُسکی سی تدبیر ہے

دوسرے مجھول کہ اُسکے ماقبل کا ضمہ اور کسرہ کھینچ کر نہ پڑھا جائے جیسے زور اور دیر۔ وا و
مجھول کی مثال۔

جوشش

آوانائی تو کر بیٹھی جدا آغوش سے ہم کو
اگر امت دیجبول نا تو انی دوش سے ہم کو

آغوش اور دوش میں حرف شین روسی ہو اور واو مجبول ردف -
یائے مجبول کی مثال

سرشار بریلوی

پرہیز ہم سے اور انھیں فیروٹے میل ہے
قدرت کا تیری قادر مطلق یہ کھیل ہے
آفتو من میرے خون جگر کا جو میل ہے
دامان تر کے حاشیے پہ سرخ نیل ہے

میل اور کھیل اور بیل میں حرف لام روسی ہو اور یائے مجبول ردف -

واو اور یائے معروف و مجبول کا قافیہ میں باہم جمع کرنا

شعراے فارس نے اکثر بلکہ بیشتر معروف کو مجبول کے ساتھ قافیہ کر لیا ہو اور مجبول کو معروف پڑھنا
انکے یہاں جائز ہے مگر رخیۃ میں ایسا قافیہ کرنا میسب ہے گو فارسی کی تقلید سے بعض بعض فصحاء
رخیۃ لے بھی ایسا کیا ہے لیکن بنظر غور و انصاف دیکھا جائے تو خالی عیب سے نہیں کیونکہ انکا لہجہ یہ ہر زمین
کہ مجبول کو معروف پڑھتے ہوں اس بابے میں ہکا تو تحقیق مرز قنصل کی پسند ہے یہاں پر چند شعر بطور مثال کے قافیہ
معروف و مجبول کے لکھے جاتے ہیں جو کلمے ان سے تعرض نہیں آئندہ کہنے والوں کو نصیحت ہے۔

ذوق

وادی ملکیت میں اپنی دخل ہو کب نور کا
مہر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دور کا
تیرے کو پیے میں تن لا غرتے رہ نور کا
اک غبار نالوان ہے کاروان مور کا
عشق کے مکتب میں ہو فرادے تیز ذہن
تین دن چائے اگر تنوید میری گور کا

حافظ شبرانی طالب

ابترہ عزت ملی اس نالا پڑ شور سے
دیکھ کر جس کو اٹھا شور قیامت دور سے

احمد خان غفلت

طوشان ترے ہاتھی کی ہو رہم کیوں نگر
نمودارض و مساوات ہے یہ جبکہ حضور

مگر اسپہ چڑھ کے تے دیکھے تو آئے نظر
فرشتہ شکل عصا فر آدمی جون مور

دوبیس	
خاموش دیلرب نہیں لکھنے کا ہر مقدر	رن میں ہیں بہتر شہدا بیکفن و گور
تیسرے	
لکھے اُس کنوین کے یکایک نصیب	کہ آیا وہ اُس میں مہ و لفریب
چوتھے	
وہ گردن دیکھ یہ حالت ہوئی تغیر نشیہ کی	کہ تھمتی ہی نہیں سچی ہوئی ہے زیرِ نشیہ کی
مدام اُس دبیر میکش کے منہ لگتا ہوا ساقی	بنائی ہاے کیا اللہ نے نعتِ زیرِ نشیہ کی
پنچویں	
سودا	
سا لہا ہم نے منم نہ شبگیر کیا	آہ اک روز ترے دل میں نہ تا شیر کیا
حشر میں بھی نہ اٹھے بسکہ اذیت کھینچی	زندگانی نے دو عالم کی مجھے سیر کیا
شیشویں	
ہو دیکھ حیران صغیر دیکھ	جب لگے سے اٹھ بھاگے قالین کے شیر
بارہویں	
ہم غارِ زمین جو تادیر کھڑے رہتے ہیں	سامنے یہ بت بے پر کھڑے رہتے ہیں
ترہویں	
کبھی اُس یلے تختانی کو جو حکمتِ عربی میں الف کے المے سے پیدا ہوئی ہو یاے ردف کے ساتھ	جمع کرتے ہیں جیسے اس شعر میں سودا کے
مشتوقِ قنصل عاشقِ جنگی کریب میں تھے	اُس یارِ دلِ ستان کے دے بھی جلیب میں تھے
تیسرے	
میر شمس الدین فیر کا یہ قول ہے کہ جس الف کو الالہ کے یاب ردف کر لیتے ہیں وہ معروف نہیں آتی یسی مرزا تقی بہر نے پتھر لے براہینِ المعجم فی قوانینِ المعجم میں فرمایا ہوا اور اس باب میں تالیفِ بلخ کی ہر گز صاحب انجمن آراءِ ناصری الما لے کے بیان میں کہتا ہے کہ آذریر اور دیر جو آذر و بار کا الالہ ہیں دونوں کا تدبیر کے ساتھ قافیہ کیا ہے۔	
ردف زائدہ حرف ساکن ہر جو حرف مدہ یعنی ردف مطلق اور روی کے درمیان میں واقع ہو جیسے دوست کا سین مطلق اور ناخت کی غلے نقطہ دایرہ ج ردف یا ہر کہ سین اور روی میں حرف ساکن اسطہ ہونا ہر اسکو ردفِ صلی کہتے ہیں اور اُس حرف ساکن کو ردفِ اندر کہتے ہیں اور جو ردف کہ اُس میں اور روی میں کسی حرف کا پہلے نہ لگ سکی الاطلاق ردف کہتے ہیں اور خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے ردفِ اندر جو ردف میں داخل نہیں کیا بلکہ روی میں داخل کیا ہوا در روی ضاعف یعنی وہی چند نام رکھا ہوا	

محمد بن قیس عروضی خوارزمی اور ملا جلال نے بھی یہی لکھا ہے اس صورت میں حروف قافیہ
 دس ہوتے ہیں کیونکہ ردی مفرد سمیت نو حرف پہلے ہی تھے جب ایک حرف یہ (ردی مضاعف) بڑھا
 تو دس ہو گئے غرضکہ خواجہ کے نزدیک ایک حرف والی رو کا نام ردی مفرد اور دو حرف والی ردی کا نام ردی مضاعف
 اور جمہور کے نزدیک صرف اول ردی ہے اور دوم ردف زائد اور ردف زائد کے چھ حرف مخصوص ہیں
 ان کے سوا نہیں گتے (۱) نون (۲) خے مجمر (۳) سین مملہ (۴) شین مجمر (۵) رے مملہ (۶)
 فا۔ پس جبکہ ردف مطلق کے تین حرف ہوں اور الف۔ یا۔ اور ردف زائد کے چھ اور جب چھ کو تین میں
 ضرب دیا تو اٹھارہ ہوئے لیکن یہ اٹھارہ صورتیں تمام طے الترتیب کسی زبان میں نہیں آتیں بلکہ فارسی میں
 سوا تیرہ کے اور نہیں دیکھی لیکن ہم اردو کی مثالیں لکھتے ہیں اول نون مثال اُس نون کی جو الف
 کے ساتھ ہو چاند اور ماند۔

انشا

کہوں اُس کی جبین کو کس طرح چاند کہ اُس سے لاکھ حصّہ چاند تھا ماند

میسر

غلافوں پہ بانات کے پردہ ٹانگ شابی سے نقاروں کو سینکنا ٹانگ

امین

خورشید ترا دیکھ کے منہ کا پ کے نکلا مہ چادر مہتاب میں منہ ڈھانپ کے نکلا

سودا

ٹنگ نہ تنہا چڑھے ہے اسکے آنت ل رہی ہے ہا پکوسے بھی سانٹ

ولہ

مال صندوق میں رہے کس بھانت تن کے کپڑو نہ جو روں کا ہے دنت

مثال اُس نون کی جو بایے معروف کے ساتھ ہو چھینک اور سینک۔

انشا

اور کچھ چھینکنا عبث مرت چھینک تیز بینی کو دیکھ گئے چھینک

مثال اُس نون کی جو بایے مجھول کے ساتھ ہو سینک اور پھینک

مرزا اختر یار خان شیب ساکن جاورد

جوٹ کا دل کے نہیں اس سے کوئی بہتر علاج آتش رخسار مہر دیان سے اسکو سینک سے

بد نصیبی سے نہ یہ تدبیر ممکن ہو شباب	چیر کر پہلو سے بہتر جو کہ دلوں چھینک دے
مثال اُس نون کی جو داو معروں کے ساتھ ہو بوند اور موند۔ سونٹ اور گھونس	
میر تقی	
رگیا میں پیکے لوہو کا سا گھونسٹ	یعنی دیکھوں بیٹھے ہر کس کل یہ اونٹ
ولہ	
اُن نے جواریاں ہیں گھونسٹیں خوش	موت دشتی ہوا ہے کوئے گھونس
ولہ	
ان نے ماری ہیں ایسی کتنی دھونس	گھونس دیکھے تو ہو دے کوئے گھونس
انشا	
ابی اب حیات عیش کے گھونسٹ	لیکبار گی ناپے لگے اونٹ
مثال اُس نون کی جو داو بھول کے ساتھ ہو گوند اور تو ند بمعنی بڑا پیٹ	
انشا	
ماری بیل نے جون ہی اک چوچ	دامن میں گل کے لگ گئی کھوچ
ولہ	
وہ جو میرے چھوٹے کو بچھو آ کر چنپ دے	اُسکی دامن باندہ بندہ چاندنی کو سونپ دے
دوسرے نقطہ وار مثال اُس نے کی جوالف کے ساتھ ہو تاخت اور تاخت بمعنی جال معبر	
جور و زورہ اردو میں مستعمل ہے۔	
شباب	
آرزو و حسرت و ارباب نہوں پامال شوق	لک دلیہ غزہ ناز و داد کی تاخت ہے
چھوڑنا ہرگز نہ دامن مہمت و صبر و تکلیف	ہاں اسی اکبات کی تو غرور پر فخر ہے
ایسی بے بنیاد چیز ہو بزدل لانا شباب	لاکھ جان سے اُس پہ ہو قربان کہ جسکی حالت ہے
اسی بیل سے ہے	
میر	
بدنامی اُسکی ہے بے ساختہ	کیا ہے یان عیش بچہ انداختہ
اس شعر میں غامے مجھ کو دف زائد ہے لہذا تارے فوکانی روی اور ہاے ہو زحرف و صول جسکی تفصیل	

اگے آتی ہو۔

مثال اُس نے کی جو اوکے ساتھ ہو جیسے سوخت اور دوخت بمعنی حاصل مصدر نہ بمعنی صیغہ ماضی کہ یہ دونوں لفظ دونوں معنی میں زبان فارسی کے ہیں لیکن اُردو میں حاصل مصدر کے معنی میں الفاظ تاخت اور شناخت کی طرح استعمال کیے جاتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں فلان نے ازراہ سوخت لینے صدر کے یہ بات کہی۔ فلان درزی کی دوخت عمدہ ہے۔

شبیب

سوخت باتوں سے جو انکی کبھی بھٹ جاتا ہے	سوزن مڑھ سے کر دیتے ہیں وہ دوخت دل
نزاہد خشک اُسے کون کسے گا انسان	نہوا جس کو میسر شرف سوخت دل

اسی قبیل سے ہے

بیدار

تیسرے ہی گن سے یہ شمع نگہ فروخت ہو	رشتہ دید سے اور وکی نظر دوخت ہے
نذر میں اُس شہ خوبان کی کردن کیا بیدار	دل ہے سودا غ ہو جان ہو سود غم اندوخت ہے

وہ تھے کہ یاے تختانی کے ساتھ ہو گوش زد نہیں ہوئی اگر کوئی کہے کہ لفظ ریخت بھی بمعنی بن مستعمل ہے تو اسکے دو جواب ہیں اول تو ریخت کو اُردو میں غلجہ بولتے ہیں نہیں بلکہ شکست و ریخت کہتے ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ ریخت کے مقابل قافیہ کے واسطے کو نسا لفظ اور ایسا لائیے جو اُردو میں مستعمل ہو تیسرا سین مہملہ مثال اُس سین کی جوالفت کے ساتھ ہو۔

افشا

مدت اتنی ہی اور درخواست	تھی ویسی ہی صاف بے کم و کاست
-------------------------	------------------------------

میرسن

دکھائی اُنھوں نے ہمیں راہ راست	کہ تا ہونہ اس راہ کی بازخواست
--------------------------------	-------------------------------

سودا

اور بجلاب جو چھے تو سودا سے حرف است	گتوں سے اب چپائے تجھ منہ کو ملے است
-------------------------------------	-------------------------------------

اور وہ سین جو اوکے ساتھ ہو جیسے درست اور پوست۔

محسن

وحدت ہو کہن میں مغز تا پوست	صادق ہے ہمار پر ہمارہ ورت
-----------------------------	---------------------------

سودا	
کل کبابی چلا جو گھر کو دو سو ست	پیاز کا اُسکے ہاتھ میں تھا پو ست
ولہ	
اور غذا اُسکو یہ بتلائی دو سو ست	ماش کی روٹی سے تو کھا ساگ پو ست
اور وہ سین کہ یاسے تختانی کے ساتھ ہوسولے لفظ زلیست کے اور کوئی لفظ اُس کے مقابل زبان اُردو میں نہیں مٹا گیا مگر میر کے بند کے ایک مصرع میں قافیہ بیت لفظ مستعمل فارسی ہے اور ایک مصرع میں زلیست مرد جاؤ اور باقی دو مصرعوں میں زلیست اور کیرنگی ست قافیہ آیا ہے۔	
میران مستوعین کوئی نہیں پابستہ زلیست	کیونکہ یہ زلیست بہت ہووے تو وہ روزہ کہ نسبت جتنے یہ بہت نظر آتے ہیں اب سب ہیں نیست
محمد حسین علمیں	
دس برس کی بجز بدن ہو گئی یا بیت کی	آدمی کو چاہیے کچھ قدر سمجھے زلیست کی
چوتھا شبن لفظ دار وہ شبن کہ الف کے ساتھ ہو جیسے برداشت بمعنی تحمل اور چاشت بمعنی سو بچ نکلنے اور دوپہر کے درمیان کا وقت نو بجے کے قریب اور کاشت بمعنی کھیتی کرنا۔ بوجہ زراعت۔ برداشت اور کاشت دونوں ماضی کے صیغے ہیں اور حاصل مصدر کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔	
شایان	
غرض ایک ن بھیکم دو ہر تراشت	بیاس و بدر اور سب وقت چاشت
شباب	
خواہش وصل تان ترغیب دیتی ہے اگر	آرزو و حسرت و امان کی ل میں کاشت ہو
شیخ صاحب پھر نہیں دشوار وصل ہوشان	خاطر اقدس میں اس سختی کی گر برداشت ہو
اور وہ نہیں کہ داو کے ساتھ ہو جیسے گوشت لکڑ جہ یہ لفظ زبان اُردو میں مروج بلکہ کثیر الاستعمال ہے مگر قافیہ کے واسطے کوئی اور لفظ اسکے مقابل نہیں اور وہ شبن کہ یاسے تختانی کے ساتھ ہو مثال اُسکی سُٹنے میں نہیں آئی پانچوان رلے مٹلے چونکہ یہ حرف اشعار اُردو میں رد و زائد کی جگہ نہیں آیا اسکی مثال اُردو میں نہیں اگر کوئی تکلف سے چھری کو کا رد اور آٹے کو آرد باندھے تو تمام اشعار میں یہی قافیہ کرنا ہوگی چھٹا فے دہ فے جوائف کے ساتھ ہو جیسے یافت بمعنی فائدہ پانا اور وہ فے جوائف کے ساتھ ہو	

جیسے کو فت بمعنی اندوہ انکے مقابل کو فی لفظ دوسرا اردو میں متعل نہیں اور وہ نے جوئے تحت تی کے ساتھ ہوا سکی کو کی مثال نہیں۔

مقدمہ کا بیان

یہ حرف بھی ساکن ہوتا ہے سولہ روف کے (یعنی سولہ حروف مد کے) جو ساکن بے فاصلہ دوی کے قبل آئے اس کا نام قید ہے جیسے اگر گرا در چتر ستر نفع اول و سکون تاسے فوقانی معنی چھپانا۔ شرگاہ کا ڈھلکا اور وجد نجد اور نحو و رخت تخت اور صدر قدرا اور جذب عذب نفع عین مہملہ و سکون ذال نقطہ اور دبائے سوحہ بمعنی آب شیرین خوش مزہ و خوشگوار اور ہر ایک کھانے پینے کی چیز جو خوش مزہ اور خوشگوار ہو اور سرود و اور بزم رزم اور بیت ست اور شتم حشم اور اصل فصل اور قطع لطح اور لعل جمل اور لغز مغز اور جنت مفت اور نفل عقل اور ذکر فکر اور علم علم اور شمع جمع اور بند پند اور غور جو راقبل داو کے فتح سے) اور ہر قمر اور سیر قمر اقبل یاے تختانی کے فتح سے) الفاظ مذکورہ میں سے بحر نفع فون و سکون ملے محلی وک مہملہ بمعنی قربانی شتر اور بحر معنی دریا اور عذب گو قوافی میں نہ پایے جاتے ہوں گے اردو و ہونے میں شبہ نہیں کیونکہ خواص اردو کی زبان پر جاری ہیں اور اردو نام لفظ مروج کا ہے خواہ ہندی ہو خواہ فارسی خواہ عربی خواہ ترکی خواہ فرنگستانی اور جو لفظ ایسا ہو سکے شعر میں باندھ سکتے ہیں البتہ لفظ نفع نفع فون و سکون طاس مہملہ و عین مہملہ بمعنی فرش و فرش چرمین اور وہ چمڑا جو درویش کمر پر باندھتے ہیں اہل اردو کی زبان پر جاری نہیں ہیں شعر اردو میں باندھ لینے سے داخل اردو نہیں ہو سکتا کیونکہ لفظ کا شعر میں آنا معتبر نہیں بلکہ مشہور ہونا شرط ہے پس اسکے اردو کہنے میں نال ہے۔

منحنی نیز ہے کہ بعض اہل فن نے واو اور یاے ساکن اقبل مفتوح کو بھی روف میں داخل کیا ہے جیسا کہ ہم روف مطلق کی بحث میں بیان کر آئے ہیں مگر تحقیق یہ ہے کہ جو حرف ساکن روفی کے قبل بے فاصلہ آئے اور حروف مد سے نہ ہو وہ قید میں داخل ہے خواہ واو اقبل مفتوح اور یاے تختانی اقبل مفتوح ہو خواہ سوال کے اور حرف اور جن لوگوں نے حروف قید کا حصہ صرف اس حرف میں کیا ہے

عین و فا و تون و یا میدان یقین

باو فا و را و ز و سین و شین

انکا استقرانا قص ہے۔

فائدہ حروف مخصوصہ فارسی یعنی پ ج ژ گ اور حروف مخصوصہ ہندی یعنی ٹ ڈ و سبب تقاضے کے حروف قید نہیں ہوتے اب حروف قید کی مثالیں نظم میں بھی واسطے فائدے کے لکھتے ہیں

آتش

ضبط نالہ بھری شب میں فشار قبر ہے
دیدہ ترکا کسی عاشق کے رومال پر ہے
بے تامل حسن بھی ہو عشق اگر بے ہر ہے

پاس سوائی سے دلبر مرے کا سا جبر ہے
صاف میرے آنسو کھتا رہا اسکی جھڑی
پہلے پروانے سے مغز شمع میں لگتی ہوا گ

مومن حسین صفی

اشترا بر وجب مدلل بس ختم

خرم و غرب اور قبض کف اور تہم

فصیح

یلی تھی آپ قیس عدد دست نجد تھا

طغیون پڑا القمار کی چالو نکود جد تھا

حسن

لے سبن جتنا کر تو اس کو محو

بعد اسکے پڑھ تو علم صرف و نحو

سودا

من و تو کے ثمر کو کیا ہے دان فعل

محبت کا جہان سرسبز ہو غنسل

میر حسن

کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

مبارک تھے اسے شہ نیک نجت

ملوفہ

لارہ ہے کیا بھی چل اور چل درخت باغبان
حشر تک قائم ہے یہ تاج و تخت باغبان
اسیے سننا ہوں ہر دم زم و سخت باغبان

بلبل کو کون کر نہو سرسبز نجت باغبان
سبز و گل دیکھ کر بلبل یہ مانگے ہے دعا
گل کی خاطر ہو مجھے بھی جو کچھ کتنا نہیں

سودا

د فور اپنے سے آرزو ہو بے قدر

دہ بیٹھے جب صفت معشر کے آصدا

ویر

ان عارضوین عارضون کا یہ توہ ہو بدر

یہ بھوک یہ پیاس اور جہان کا ستم و غدر

نقص

سخن کو رشک وہ گوہر شگرت کرے
کلام صاف کرے پاک دل کا حرف کرے

اسی شانین بشر اپنی عمر صرف کرے
مثال آئندہ شفاف دل کا ظن کرے

عبرت

اکسی نے ایسا دیکھا ہے اولوالعزم | کہ جاے رزم کو سمجھے ہے نت بزم

منشی

سُنی اور دیکھی بہت رزم و بزم | پر اب سُنیئے سہراب و رستم کی بزم

امانت

رُتبہ شانوں کا بڑا جانتے ہیں حسن پرست | واژگون جام کون انکو تو مضمون ہو سیت
اس سے بہتر کوئی مضمون نہیں تمار دست | تن کی کرسی پہ غضب نہ چھوٹے بانی نشست

میر حسن

آنا حال ہوش میں ہے مجھ سے مست کا | مد ہوش ہو چکا ہوں میں اور است کا

الفت مظفر نگری

ہمیشہ کہتے تھے الفت کو لوگ رشت نصیب | سو آج کو پے میں تیرے ہو بہشت نصیب

میر حسن

بہے شمع سان کیوں کوئی اُٹک سے | جگے کس لیے آتش رشک سے

سوز

ما جو طوف دل مستان کرو تو کچھ لے | ورنہ کہے میں دھڑکے کیا بغیر زنگ و خشت
ما صبا گر بار ہے ہے خفا تو تجھ کو کیا | چین پیشانی ہی ہے اسکی ہماری سرنوشت
سوز نے دامن جو میں کپڑا تو وہیں چین کر | کہنے لاگا ان دنوں کچھ زور چل بھلا ہوشت

عشرت

غرض ایک سال اُس جاوین ہا وصل | کہ کس کس چین سے گزری اُٹھیں فصل

ہوس

بے نشتر و بے طبیب دے بے قصد | چھٹے لگی اُسکے ہاتھ کی قصد

لاحہ

جو شمع تھی شب کو زینت قطع | گلبرے اُس کا سر کیا قطع

نسیم

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا مجلس بڑ | طائر بھی کین ننگتے ہیں نعل

	حسین	
لکھو رے وہ نوبت کے اور لکے بعد	اگر جادو دھونسوں کا مانند رعد	
	منشی	
نہیں اس سے چارہ کوئی اور نغز	کہ سانپوں کو دے آدمی کا تو مغز	
	جبر	
تماشا ہاتھ آوے گا کچھ مفت	لے گا سہل میں تیرا وہاں جفت	
	منشی	
وہ یکے دست تھا سرخ وزرد و نقش	رکھا نام پھر کا دیا فی درفش	
	ولہ	
مُفرا تھا ضحاک جو عقل سے	ہو اُخبرم و شاد اس نقل سے	
	منشی	
ہو کس سے خدا کا ذکر مشکل	آسان نہیں ہے یہ فکر مشکل	
القصہ یہ طول ہو گیا ذکر	مطلب سے اڑا ہے طائر فکر	
	سودا	
جو دیکھی والدین کی اُن سے یہ شکل	حرام اُپیر ہوا کیا شراب کیا اکل	
	ولہ	
اگر بالفرض تھی وہ مسید کی سلخ	شب ماقم سے بھی گذری نہ تلخ	
	یار محمد خان شوکت	
پڑے قافلے پر جو ترکان پنج	لگا لگئے سامان ہوا عیش تنج	
	جو ہر	
کین ہے تمنائے تفصیل علم	کین ہے خیال بزرگی و علم	
	عشرت	
وہ دونوں عاشق و معشوق ہو جمع	ہلے کیا رجون پر وائے دشمن	

مرزا محمد علی فدوی معروف بہ مرزا ابو دہلوی	
تجھ سے ہوتے ہیں درد مند جدا	گو کرے کوئی بند بند جدا
میر حسن	
نہ گوہر میں ہے اور نہ ہو سنگ میں	ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں
لمولفہ	
بگڑی دھڑی بہا ہوا کا جل نہیں نقط مرقد پہ اپنے کشتے کے بیٹھے نہ کس لیے دشت جنوں کی سیر کو پائے پر آ بلہ دل کو ترے بزدل لیا پھر دیا لیا	بکھرے ہیں بال چہرے کا کچھ رنگ اور ہے اے کتھکان ناز یہ اور نگ اور ہے چلنا مجھے ابھی کئی فنگ اور ہے جی خیال کب جو یہ جنگ اور ہے
محمد امان نثار	
اگر دیش کا اس نگاہ کی اب طور اور ہے	اے ساکنان نے کدہ یہ دورا و رہے
میر حسن	
وہ نزدیک پہنچے جب اس شہر کے	کیا پاس جاغیمہ اک نہر کے
انیس	
دریا نخل تھا سبز پھر یہ میں تھی یہ لہر	سبزہ بھلی کے عشق میں کھلے ہوئے تھا نہر
انشا	
چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے کس سبب کس لیے کیا فائدہ چھٹو ہو مجھے دوستی کا جو گمان تھے ہوا اس کا کیا دخل	اؤ کہی ہی کو ہوا میں چلو میر تو ہے جرم و تقصیر و گنہ واسطہ کیون خیر تو ہے ہاں یہ سچ واقعی انشا سے تمہیں پر تو ہے
فائدہ اکثر ایسا دیکھا گیا ہے کہ بعض شعرا حرف قید کے مقابل قافیہ میں غلطی کا خیال نہیں کرتے نا جائز الفاظ لے آتے ہیں حالانکہ یہ بات اہل سخنوری کو بڑے لگائی ہے جیسے فگار صاحب شغوی اردو یوسف زینحاکے اس شعر میں ۵	
برہی کیا مجھ میں ہوا سرد خوش قد جو دلیں مجھے تو ہے گا مکر	

تھانیسری

دلیکن قوی ہے شریعت کی حد اسی واسطے ان کو کہتے ہیں عبد

یار محمد خان شوکت

پیالے تھا حملہ کنان بے ادب جلی ہاتھ سے اُسکے ہفتاد ضرب

ولہ

کہ موتہ میں اسدم ہے جنگ مجدل زجیش محمد ز فوج ہر قتل

مفتون

آج ہے وہ شاہ والا نسیب تخت جس سے شاہان جہان کی بہت

تاسیس کا بیان

یہ الف ساکن کا نام ہے جو قتل روی کے ہو اور اس حرف کے اور روی کے درمیان ایک حرکت متحرک فاصل ہوتا ہے جیسے جاہل اور عاقل - داور اور چاکر - تباہل اور تغافل - قلیفے میں تاسیس کی تہ تمام ابیات میں واجب نہیں بلکہ مستحسن ہے اگر نہ ہو تو قبحامت نہیں عاقل کا دل اور کافر کا سرفافیہ بہت آتا ہے۔

ذوق

ہے کان اُسکے زلف مغنیر لگی ہوئی لکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی

محکم

عطر سے جبکہ معطر سوٹھی کامل یک بیک ہو گیا بس سوٹھتے ہی مست تیل یک بیک

محشر

وقت قتل اتنی ندی فرصت کہ کھلون لگی بات سانس بھی لینے نہ پایا کیا کہوں قاتل کی بات

ولہ

گر تجھ سے یونانی میں ہو گل کا اتفاق ہے مجھ سے داوخواہی میں بلبل کا اتفاق
نہیں میں تیج و تاب دل ناتوان کے موے کر کے ساتھ ہے کامل کا اتفاق

الغرض قافیہ جو لفظ بلفظ مقابل ہو اُس کو شکرانے صنعت میں داخل کیا ہے اور اس صنعت کا نام اعانت (کبیر اول و سکون عین مہملہ و وزن والف و تاسے فو قافی

موقوف ہے۔ اور لزوم مالا یلزم بھی کہتے ہیں یعنی لزوم ایسی چیز کا جو لازم نہ ہو اور صرف لزوم بھی بولتے ہیں۔

راحت صاحب مثنوی نادر من اُردو

مثل کہتے ہیں یہ استاد کامل کہ دیوانہ بکار خویش عاقل

میر سوز

اہل ایمان سوز کو کہتے ہیں کافر ہو گیا آہ یارب راز دل انپر بھی ظاہر ہو گیا

سعید

عجب کیا ہے اگر میں بھی اسیر غاہ بابل ہوں کسی زہرہ شامل کی ذقن پر لٹے گل ہوں

ناسخ

آج دعوے اسکی بیکیتی کا باطل ہو گیا بحث کرنے کو جو آئینہ مقابل ہو گیا

فائدہ حرف تاسیس کا عربی میں ہونا ضرور بلکہ واجبات سے ہے۔

ذخیل کا بیان

یہ وہی حرف متحرک ہے جو تاسیس اور روی کے درمیان حائل ہوتا ہے جیسے ہائے ہوز اور قاف جاہل اور عاقل میں اور واو اور کاف داو اور چاکر میں اور ہائے ہوز اور فاق شامل اور قنافل میں اور ایک شعر میں اگر حرف ذخیل مختلف ہو تو کچھ قباحت نہیں اس کی موافقت مستحسن ہے نہ واجب مثلاً شامل و کامل و اصل و حاصل عاقل و ناقل نسیم دہلوی جداول الف لیلے میں کہتے ہیں۔

دہ بولی وہ قلندریوں ہے ناقل کہ جب سب کہ چکے وہ مرد عاقل

طلب کی فلے ہر گئے اجازت سودا کہ چلیے اب نہیں اتنی تازت

منشی

تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی بلکہ عدم جان واصل ہوئی

انیس

ناخن تھمے نو سے جو بالائے انامل سو قید میں بڑھ بڑھ کے ہوئے مہ مکمل

اعضا میں عوض خون کے حرارت ہونی شامل	مستی ضعف کی تصویر وہ دکھ دہی حاصل
نواب یوسف علی خان ناظم	
جہ لوگ میسر فیض کے ہیں سائر	ہوتے ہیں قبور اوصیا کے زائر خورشید کو جس طرح سے ہو سیر و روج
نواب کی ساری غزل اسی قبل سے ہے۔ ۵	
شریعت پہ ہو جسکی خوب انتقامت	وہ کیونکر نہواہل کشف و کرامت یہی و لون کام آتے ہیں عاقبت میں
اسکی غزل بھی اسی صنعت میں ہے۔ ۵	
یا اگہی باگمی صورت پر کوئی مائل نہ ہو	زخمی تلوار ہوا برو کا پر گھائل نہ ہو روے جانان دیکھ کر مہتاب کا ہول بگ نہ رو
مولوی محمد اسماعیل	
ارک قطرہ جو تھا بڑا دلاور	دریاے محیط کا شنادر
مؤلف نے ایک غزل کہی ہو جسکے ہر قافیے میں حرف تاسیس کے لانے کا التزام کیا ہو اور حرف ذخیل کی موافقت کا بھی التزام رکھا ہے یہ اشعار اسی غزل کے ہیں۔ ۵	
صاف سینہ ہو غضب قہر لیلیٰ پستان	ظرفہ تر کرتی ہے محرم کی کساد ہوئی پانی ہو جائے نہ کیوں شک سے ساف کی چھری
ان حرفوں کا بیان جو بعد حرف روی کے آتے ہیں اور زائد ہوتے ہیں	
<p>اول اصل یہ حرف بعد روی کے بلافاصلہ آتا ہے اور اگر سوا حرف وصل کے کوئی اور حرف خروج و مزید وغیرہ نہ ملا ہو تو یہ حرف وصل روی کو متحرک کر دیتا ہو اور خود ساکن ہو جاتا ہو ورنہ قاعدہ کلیمہ متحرک بھی ہوتا ہے اور ساکن بھی رہتا ہے اگر یہ حرف حذف کر دیا جائے تب بھی کلمہ باسنی باقی رہتا ہو بخلاف روی کے کہ اگر اسکو دور کر دیں تو کلمہ مہمل و بے معنی ہو جائے گا جیسے منٹ اور لپٹ میں تاسے نقیض کے دور کرنے سے لفظ بے معنی ہو جائے گا مثال وصل کی بقرا سی غفلت شعا سی موڑا چھوڑا وغیرہ۔</p>	

امانت		
رکھے محفوظ خدا عشق کی بیماری سے	موت بہتر ہو کہین دل کی گرفتاری سے	
لفظ سے ردیف اور ایسے تحتانی وصل اور لمبے مملہ حرف روی ہو		
سودا		
ہمیشہ جون رگ تاک بڑیدہ	ہو آفتو تا سر مرگان رسیدہ	
میر		
اگر کلمہ دست دے ہم آغوشی	ہم سری ہم کناری ہم دوستی	
ولہ		
بوسہ اس بت کلیکے منہ موڑا	بھاری تپسہ تھا چوم کر چھوڑا	
ہوس		
گھر بار سے تو بے منہ کو موڑا	کیا جی میں ٹھنی جو سب کو چھوڑا	
دونوں شعرو میں اسے ثقیل روی ہو اور الف حرف وصل		
نعمیم		
مین نے دشمن سے دوستاری کی	اپنے ہاتھوں سے اپنی خواری کی	
ولہ		
داد دیا لی نہ یہاں سے کسی فریادی نے	کر دیے گھر کئی ویران تری بیلادی نے	
دوسرا خروج یہ حرف بلا فاصلہ حرف وصل کے بعد آتا ہو جیسے آنا اور جانا کہ آ اور جا کا الف ساکن روی ہو اور نون حرف وصل اور اس کے بعد کا الف خروج -		
مذاق		
آج آتے ہیں وہ کچھ آنکھوں میں فرماتے ہوئے	سحر اور اعجاز اک پر دے میں دکھلاتے ہوئے	
فرماتے اور دکھلاتے مین الف حرف روی ہے اور حرف تا وصل اور ایسے تحتانی خروج اور لفظ ہو		
ردیف -		
میر		
جو اس شور سے میر روتا رہے گا	تو ہمایہ کلہ کو روتا رہے گا	
روتا اور سوتا مین واو حرف روی اور تے حرف وصل اور الف خروج ہو اور ہوگا ردیف ہو -		

ولہ

مخ لڑتے ہیں ایک دولا تین	سیکڑوں ان سفیہوں کی باتین
--------------------------	---------------------------

لاتین اور باتین میں تاسے فوقانی روی اور یاسے تختانی وصل اور نون خروج۔

ولہ

خون جگر ہو بہنے لا گا	لیکون ہی پر رہنے لا گا
-----------------------	------------------------

بہنے اور رہنے میں ہا روی ہے اور نون وصل اور یا خروج

سودا

عاشق کی بھی گشتی بن کیا خوب طرح راتین	دو چار گھڑی رونا دو چار گھڑی باتین
---------------------------------------	------------------------------------

منوی سعدین

ناخن غم کی کاوشین ہو بجی	اشک ترکی تیرا دشین ہون گی
--------------------------	---------------------------

حالی

دیس کو بن مین جی بھٹکتا رہا	دلین کا نٹا سا اک کھٹکتا رہا
-----------------------------	------------------------------

بھٹکتا اور کھٹکتا مین کاف حرف روی ہوا تے فوقانی حرف وصل اور الف خروج

امیس

پرو اتین زبان کو سجنے کی نہیں	حاجت بطل غن کو سجنے کی نہیں
در بار ہے ابر طبع لیکن ہون خموش	عادت ہے پرشے کی گر بنے کی نہیں

مولانا یوسف عروضی نے خروج کا ذکر نہیں کیا لہذا محقق طوسی نے انہی اتباع سے فرمایا ہے کہ درست ہے کہ خروج فارسی میں نہیں ہے کیونکہ حرف وصل متحرک نہیں ہوتا مولوی صہبائی کہتے ہیں کہ مولانا یوسف عروضی نے حرف خروج کو حرف وصل میں شمار کیا ہے جس طرح جمہور متاخرین حرف بعد از نون کہتے ہیں۔

میسرا مزید یہ حرف بعد خروج کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہ گا اور رہے گائین ہاے ہوز حرف روی اور یاسے تختانی حرف وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید ہے۔

امیس

پایے تو اسی خاک پہ گھوڑے سے گر گیا	سہے یہیں خیر تری گردن پہ پیرے گا
------------------------------------	----------------------------------

گر گیا اور پھر گیا مین رے ممل روی ہے اور یاسے تختانی وصل اور کاف فارسی خروج اور الف مزید

میر حسن		
کہد طرے تم لے کہاں جاؤ گے	دیا اپنی ہمپہر کھی فراؤ گے	
جاؤ گے اور فرماؤ گے مین الف رومی ہے اور داو وصل اور کاف فارسی خروج اور یے تختانی مزید		
ولہ		
کہا ہم مین مشتاق کچھ گلے	سمان مین کاہمکو دکھلائے	
گلے اور دکھلائے مین الف رومی ہے اور ہزہ وصل اور یے تختانی متحرک خروج اور یے تختانی ساکن مزید		
سودا		
بولے مرزا بڑا نہ مانو گے	اپنا استاد مجکو جانو گے	
مانو گے اور جانو گے مین نون رومی ہے اور داو وصل اور کاف فارسی خروج اور یے تختانی مزید		
ولہ		
پراپاس حال سے گھر کیونکہ جاؤں	بھلا وان جبکہ منہ کسکو دکھاؤں	
جاؤں اور دکھاؤں مین الف رومی ہے اور ہزہ مضموم وصل اور دا ساکن خروج اور نون مزید		
ولہ		
تری ہندی کو مین مل کے دھوؤں	تری کلفت کو سرتا پا ہی کھوؤں	
دھوؤں اور کھوؤں مین داو اول رومی ہے اور ہزہ مضموم وصل اور دا تختانی خروج اور نون مزید		
منشی		
ہوے حملہ آور جو تورانیان	توہو بچے ادھر سے بھی ایرانیان	
تورانیان اور ایرانیان مین پہلا نون رومی ہے اور یے تختانی وصل اور الف خروج اور نون تختانی مزید ہے		
میر حسن		
کہوں کیا مین اس سب کی خوبیاں	پرندون مین کب ہوں یہ خوبیاں	
سودا		
مبیل چمن مین کسکی یہ ہین بد شرابیان	ٹوٹی پڑی ہین غوغلی ساری گلہ بیان	
میر تقی		
تووار غرق خون مین گلہ بیان ہین	دیکھیں تو تیری کب تک یہ بیجا بیان ہین	

ان تینوں شروع میں باء موحده حرف رویاے تختانی وصل الف خروج نون مزید ہے۔
چوتھا نائرہ یہ بعد مزید کے بلا فاصلہ آتا ہے جیسے کہو گکا اور رہو گکا کہ یہاں وا حرف وصل ہے
اور نون خروج اور گاف مزید اور الف نائرہ ہے۔

دبیر

ہم انکو چھوڑینگے ہمیں چھوڑینگے عباس
تم لو چھو لو بابا سے مکر توڑینگے عباس
لے لے قلیل حرف روی ہواور یے تختانی اول وصل نون مزید کاف فارسی خروج یاے ثانی نائرہ۔

ولہ

پیش میں امامون کی علی چپکے رہینگے
قائل جو ہمارے ہن یہ وہ آب کہینگے
رہینگے اور کہینگے میں حرف ہا رویاے تختانی وصل نون خروج کاف فارسی یاے آخر نائرہ۔

انیس

مار کی زندان میں نہ اس طرح گھینگے
یوسف تو چھپے قید سے کیا ہم نہ چھینگے
گھینگے اور چھینگے میں تے ہندی روی ہے اور یاے تختانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی
مزید اور یاے آخر نائرہ۔

ولہ

ان باغیوں کے زور کو دم بھر میں توڑینگے
ہم سایہ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے
توڑینگے اور چھوڑینگے میں لے ہندی روی ہے اور یاے تختانی وصل اور نون خروج اور کاف فارسی
مزید اور یاے آخر نائرہ۔

سودا

چار کے کاندے جب یہ جاوے گا
تو شہ کی روٹی کو بھی کھاوے گا
الف جاوے گا اور کھاوے گا میں روی ہواور وا حرف وصل اور یاے تختانی مزید اور گاف خروج
اور الف آخر کانا نائرہ۔

میر

اما چار ہم تو تجھ بن جی مار کر رہینگے
پراس روشن کو تیری یہ لوگ کیا کہینگے
مولوی امام بخش صہبائی نے لکھا ہے کہ ان چار حرفوں میں سے بجز حرف وصل کے اور کوئی حرف شروع
اُردو میں واقع نہیں ہوتا اور وہ بھی اغلب کہ اُسنی الفاظ میں ہوتا ہے جو فارسی میں جیسے خفتہ اور منتفہ

تے حرف روی ہے اور با حرف وصل مگر یہ قول تحقیق کے خلاف ہے مرزا قاتل نے دریائے لطافت میں ثابت کیا ہے کہ زبان ہندی میں بھی چاروں حرف زائد آتے ہیں اور اسی پر محققین کا اتفاق ہے چنانچہ اساتذہ کے کلام میں دیکھا گیا ہے اور اوپر کی مثالوں سے واضح ہوا بلکہ نائے کے سوا ایک اور حرف اور بھی آتے ہیں لیکن قافیہ کی فرع ہی چاروں حرف ہیں اور وہ حرف زائد نائے کی فرع ہیں اور بقول خواجہ نصیر الدین طوسی یہ حروف داخل ردیف ہیں خواہ کلمہ کی یا غیر مستقل مثال کے فائدہ کی جلاویگا اور گلاویگا میں جل اور گل صیغہ امر لازم ہے اور الف کی زیادتی سے متعدی ہو گیا پس لام ردی ہے اور الف وصل اور واو خروج اور یائے تختانی مزید اور کاف فارسی نائے کی فرع ہے۔

عبدالرسول نشار

ہاتھ سے ان جامہ بیونکے نکل جاوینگے ہم یہ گریبان دامن صحر کو دکھلا دینگے ہم

سودا

کیا ترے بعد کر کے کھا دیں گے جبکہ کسب اپنا بھول جاوینگے

میرسن

بہت آپس سے اٹھاٹینگے حظ بہت میں سے اُسکی پائینگے حظ

میر تقی

نور نظر کو کھوکے میں سوؤں کا دیکھو دل بھر رہا ہے خوب ہی روؤں کا دیکھو

مثال دو حرف زائد کی جلا دینگے اور گلا دینگے الف حرف وصل اور واو خروج اور یائے تختانی مزید اور نون نائے اور کاف فارسی اور یائے تختانی آخر کی نائے کی فرع ہیں۔

حالی

ہر اُفت میں سینہ سپر کرے دلے فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

کرنیوالے اور ڈرنیوالے میں رے ملے روی ہو اور غن وصل اور یائے تختانی خروج اور واو مزید اور الف نائے اور لام اور یائے آخر نائے کی فرع۔

بہت گنگ چلموں کی سلگنے والے ایضاً بہت گھانس کی گھنٹیاں لانے والے

اگر کوئی کہے کہ نون غنہ عروسیونکے نزدیک حرف میں داخل نہیں ہے تو پھر نون غنہ جلا دینگے اور گلا دینگے وغیرہ میں کس طرح محسوب ہوا ہم اسکا جواب دینگے کہ اہل قافیہ نون حرف کو جنکو عروسی نقیض میں نہیں لاتے قافیہ میں مقبصر

سمتے ہیں اور اگر ایسا متواتر ہو کر کوئی الفاظ سینک و ریپٹیک نہ چاند و ماند اور اونٹ اور گھونٹ اور جھینک اور جھینک اور چوچ اور کچیچ وغیرہ کو مثال ردن مرکب میں داخل کرتے۔

رومی کی قسمیں

حرف لمبی جب ساکن ہو پیسے دھن اور ذقین نون تو اسکو رومی مقید کہتے ہیں کیونکہ اسکا سکون کے لیے ایک قید ہے کہ اسکو جاری ہونے سے۔ دکتا ہوا اور جب حرف وصل سے ملکر متحرک ہو جائے جیسے کہ لہو در دھن رے لے مملہ متحرک ہو تو اسکو رومی مطلق کہتے ہیں کیونکہ اس میں اطلاق اور روانی ہوتی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ پس رومی مطلق ہو یا مقید دو قسم ہے (۱) اگر اس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا شامل نہ ہو تو اس کو رومی مجرد کہتے ہیں ان حرف قافیہ میں سے یہ چار حرف ایسے ہیں کہ رومی کے اول میں آتے ہیں۔ ردن۔ حید۔ تاسیس۔ ذخیل اور یہ تین حرف رومی متحرک کے آخر میں متصل ہوتے ہیں مزید حید۔ نائرہ پس ایسی رومی کو جس کے ساتھ کوئی دوسرا حرف قافیہ کا نہ آئے ساکن ہونے کی حالت میں رومی مقید مجرد کہیں گے اور متحرک ہونے کی صورتیں رومی مطلق مجرد کہیں گے۔

رومی مقید مجرد کی مثال

بقاؤ اللہ خان بقا

ترازو ہوا نیم شرب کا ستارا
یہ بوسہ ہے کیسا نہ آدھا نہ سارا

بہت رات آئی نہ آیا پیارا
جیسا منہ کو دامن سے دیتے ہو پورا

ان اشعار میں رے لے مملہ کے بعد الف رومی مجرد ہو کیونکہ یہاں رومی کے سوا کوئی اور حرف قافیہ کا نہیں ہوا اور بسبب ساکن ہونے کے رومی مقید بھی ہوا اس لیے رومی مجرد مقید کہیں گے۔

شاہ حاتم

تو بخ نام ہے اور سکر ہے

یار کا منگو اس سبب ڈر ہے

۱۱ مفعول ہو مقید کا ۱۲

۱۳ مفعول ہوا اطلاق کا ۱۴

۱۵ مفعول ہو تجرید کا ۱۶

ڈرا اور سنگرین رے مہلہ روی مجرد مقید ہے۔

اشرف علیخان فغان

کباب ہو گیا آخر کو کچھ بڑا نہ ہوا | محبت دل ہو جلا تو بھی سنے مزا نہ ہوا |

برا اور بے مزا حرف آخر روی مجرد مقید ہو۔

مصطفیٰ

دعا میں سے شرب میسے وہ ترک تیغ زن بگڑا | سپاہی لہو دکھا بھی کچھ مین دیکھوں ہون چلن بگڑا |

تیغ زن اور چلن مین خون روی مجرد مقید ہو۔

مثال روی مطلق مجرد

غفلت

کوڑی کوئی ہاتھ پر اس کے دھرے | فوج کی کشتی مین یہ رخسہ کرے |

قلق

اُن سے سرگرم دلبری ہو گا | محوشق سنگری ہو گا +

پہلے شعر مین دھرے اور کبے درد دوسرے مین دلبری اور سنگری کی رے مہلہ حرف یائے تختانی کے ساتھ ملی ہوئی روی مطلق مجرد ہے۔

غلام حسینیان خیال

مژگان کی یہ کاوش نہیں ناوک گئی ہے | ابرو کی اشارت نہیں شمشیر زنی ہے |

گئی اور زنی کا تون یا کے ساتھ ملکر روی مطلق مجرد ہو۔

شوق شاگرد سودا

وہن کو نیرے خون نمبے بن بھبے ہوے | چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل مے ہوے |

بھرے اور مے مین طے مہلہ مع یائے تختانی کے روی مطلق مجرد ہو۔

(۲) اگر کوئی حرف قافیہ کا اول یا آخرین شامل ہو تو روی کو اس کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں جسکی تفصیل یہ ہے۔

(الف) مقید مرد یعنی روی اسکن کے ساتھ حرف ن ہو اور مرد مفعول کا صلیفہ ہو ارفاد سے۔

شمیر

پہچان کے زینب کی صدا کو بدل لار | دوڑا سو شمشیر پیدالند کا دلدار |

اس شعر میں زار اور دلدار کی رے مہلہ روی مقید مع روف کے ہے۔

محبت

ہوتا ہوا بھی حاصل سب کام محبت کا
دے اُس کو خداوند اتو جام محبت کا
کام اور جام میں میم روی مقید مع روف کے ہوا اور محبت کا ردیف ہے۔

آتش

پری پسند طبیعت پر ہے نہ حور پسند
تھارے بندے ہیں ہم سہم کو میں حضور پسند

رے مہلہ روی مقید مع روف کے ہوا اور پسند ردیف ہے۔

جرات

اچھون آباد رہیو تو کہ دھستے مری
بعد مجنون پھر بسایا خانہ زنجیر کو
ہم کو بھی جرات کے مرنیکا بڑا افسوس ہے
کی بہت تدبیر لیکن کیا کرین تقدیر کو

ان اشعار میں رے مہلہ روی مقید مع روف کے ہوا اور کور ردیف ہے۔ اور حرف قید بھی اس میں داخل ہو شکلاً۔

بقا، الدخان بقا

ثرکان تر کے نیچے یون ل کائنات کے
جون آکر مسافر زیر درخت دم لے

نعت اور درخت میں تلے فوقانی روی مقید مع قید کے ہے اور دم لے ردیف۔

رفت

وہ گردن کا موٹی صراحی کی شکل
چھٹے جسکے نظارے سے شرب اکل

شکل واکل میں لام روی مقید مع قید کے ہے۔

امیس

کچھ کچھ کے بجائے ساری نعت میں اکبتر
محروم ابن ساقی کو تر یہ کیا ہے قہر
اُس میں یہ نہر بھی ہو جو فاطمہ کا مہر
شہرہ ہوتا زین کی توضیح کا شہر شہر

نہر اور قہر اور شہر میں رے مہلہ روی مقید مع قید کے ہے۔

قلندر

طالبین ہون کا نہ دنیا پرست ہون
عاشق ہون درد کش ہون قلندر ہون مست ہون

تلے فوقانی روی مقید مع قید کے ہوا اور ہون ردیف ہے۔

مومن		
اب پریشان ہوئیں خاطر جمع	رات دن تاب مہر و شعلہ شمع	
جمع اور شمع میں سین روی مقید مع قید کے ہے۔		
محبت		
گریاد سوز دل کو مرے کھینچی ایک آہ	دیکھا جو اُسے شمع پہ جلتے پتنگ رات	
شب تیری خوب کھائیں محبت نے گالینا	کیا کیسے اُس کا جاتا رہا غار و ننگ ات	
پتنگ اور ننگ میں کاف فارسی روی مقید مع قید کے ہے اور رات ردیف ہے۔ (ب) مقید موسس یعنی روی ساکن کے ساتھ حرف تائیس و وکیل ہو شکار۔		
ہوس		
تھا عشق سے یہ کچھ اُس کو حاصل	تھا چاہہ عاشقان پہ مائل	
اس شعر میں حاصل اور مائل میں لام روی مقید مع تائیس و وکیل کے ہے۔		
ائیس		
وہ نشان وہ شوکت وہ تہو وہ حرارت	پھینکتے ہیں کہیں جو ہر سستہ احوالت	
طانت میں کرم طبع میں انصاف و عالیت	اقبال جسکے شان شہنشاہ رسالت	
چارون مصرعہ نمین تائے فوقانی روی مقید مع تائیس و وکیل کے ہے۔ (ج) مطلق مروف موصول غیر فزع یعنی روی متحرک کے ساتھ ردیف وہ فعل ہو مگر صرف خبر مروج ہو۔		
فغان		
مبتلائے عشق کو او ہمدان شادی کہان	آگئے اب تو گز قاری میں آزادی کہان	
کاشن آجائے قیامت اور کہے دیوان شر	وہ فغان جو ہے گریبان چاک فلادی کہان	
شادی اور آزادی اور فریادی میں دال روی مطلق ہے اور ایسے تختانی وصل اور دال کے قبل لٹ وٹ		
داغ		
دشنو لے دو متی غیر لے یاری چاہیے	ناک کے پتلے بنے تو خاکساری چاہیے	
اس میں جہی ہی صورت ہے۔		
مومن		
اک غلہ ہوش پہ بیہوشی کا	عالم اک اپنی سراموشی کا	

تین بیہوشی اور فراموشی میں روی مطلق مع روف کے ہے اور یے آخر وصل -

بیدار

رشتہ دوستی اور ونسے جو چاہوں لوٹے
بہر کوئی بات ہو چھتے مری اکت چھوٹے
بھگو ہر روز یہی خوف ہے ہر طفل مزاج
شیشہ دل کہیں ہاتھ سے تیرے پھوٹے

لوٹے اور چھوٹے اور بھوٹے میں تلے نقیل روی مطلق مع روف کے ہے اور یے تختانی وصل

مختصر

نرگس کی طرح شوقین سب تن میں یہ ہوں
حیرت سے گل کے رنگ گریبان پر یہ ہوں
قمری کی طرح طوق بگردن ہے دل مرا
ان خوش قد و ن کا بندہ بے درخیز ہوں

دیدہ اور دیدہ اور خیرہ میں ال آخر کی روی مطلق ہے اور یے تختانی روف اور ہاے آخر وصل

انتہا

تھی جو دیا کے گرد کی ریتی
وان ہوئی زعفران کی کھیتی
ریتی اور کھیتی میں تے فوقانی روی مطلق ہے اور ما قبل کی یے تختانی مجہول روف اور آخر کی یا معرود

خوشتر

نہ دکھلائے خدا رنج غریبی
کہ ہے رہنا وطن کا خوش نصیبی
غریبی اور نصیبی میں ہاے معرود روی مطلق ہے اور اس کے ما قبل کی یے معروف روف ہے اور آخر کی
ہاے معروف وصل اور حرف قید بھی روف کے شمار میں ہے -

مومن

مکھلیف کن سیاہ مستی
منقش طریق نے پرستی
مستی اور پرستی میں تے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یے تختانی حرف وصل

خوشتر

برادر کی یہی ہے نیک بختی
ہے پریش برادر وقت سختی
نیک بختی اور سختی میں تے فوقانی روی مطلق مع قید کے ہے اور یے تختانی حرف وصل

سلیم

راہ کے پانچے میں نیرنگی
انہو پر داز شوخی و شنگی
نیرنگی اور شنگی میں کاف فارسی روی مطلق مع قید کے ہے اور یے تختانی وصل

(د) مطلق مردف موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ بھی ہوں مثلاً۔

سودا

حاشق کی بھی گنتی ہیں کیا خوب طرح راتین | دو چار گھڑی روٹا دو چار گھڑی باتین |

راتین اور باتین میں الف ردف ہو اور تائے فوقانی روی مطلق اور یائے تحتانی وصل اور لون خروج

میرسن

اکون کیا میں اس سپ کی خوب بیان | پرندون میں کب ہوں یہ محبوب بیان |

خوب بیان اور محبوب بیان میں واورد و ف ہے اور یائے موحده روی مطلق اور یائے تحتانی حرف وصل

اور الف خروج اور لون مزید۔

سودا

بلبل چرچ میں کسی یہ ہیں بدتر بیان | ٹوٹی ٹیڑی ہنغونگی ساری گلابیان |

شرابیان اور گلابیان میں بلے موحده روی مطلق ہو اور ٹے ماقبل کا الف کوفت وریائے

تحتانی وصل اور الف و لون خروج و مزید۔

انیس

ان باغیوں کے زور کو دم بھر میں توڑینگے | ہمسایہ رسول خدا کو نہ چھوڑینگے |

توڑینگے اور چھوڑینگے میں واؤ ساکن ردف ہو اور لے ہندی روی مطلق اور یائے تحتانی وصل

اور لون خروج اور کاف فارسی مزید اور آخر کی یائہ نثرہ۔

تسلیم

بات بگڑی ہوئی سنوارونگی | آریڑی چوٹی پہ جان وارونگی |

سنوارونگی اور وارونگی میں الف حرف ردف ہے اور لے مملہ روی مطلق اور وا حرف وصل

اور لون خروج اور کاف مزید اور یائے تحتانی نثرہ۔

(ه) مطلق موس موصول غیر مخرج

فکار

کہا یوسف نے یہ بے حاصلی ہے | تری یہ آرزو سب جاہلی ہے |

حاصلی اور جاہلی میں الف تاسیس ہو اور صاد و ہاد خیال اور لام روی مطلق اور یائے تحتانی وصل

(و) مطلق موس موصول مخرج یعنی حرف وصل کے ساتھ خروج وغیرہ دوسرے حروف بھی

آئین جیسے۔

تسلیم

ناخن قسم کی کاوشین ہو گی | اشک ترکی تراوشین ہوں کی

کاوشین اور تراوشین میں الف تاسیس ہو اور واو ذیل اور شین روی مطلق اور پٹے تختانی وصل اور نون خروج۔

تنبیہ قافیہ کے باعتبار حرفوں کے یہ نام ہو۔

اگر قافیہ میں روی کے ساتھ کوئی اور حرف جمع نہ ہو روی تنہا ہو تو اسے قافیہ مجرد کہتے ہیں اور اگر روی کے ساتھ کوئی اور حرف بھی قافیہ کا شامل ہو تو دیکھنا چاہیے کہ یہ حرف ان حروف میں سے ہو جو روی کے قبل آتے ہیں یا ان حروف میں سے ہو جو اس کے بعد آتے ہیں پس اگر ان حروف میں سے ہو جو روی سے پہلے واقع ہوتے ہیں تو ایسے قافیہ کو قافیہ مرفوعہ اور قافیہ موسدہ کہتے ہیں اور اگر ان حروف میں سے ہے جو روی کے بعد آتے ہیں تو ایسے قافیہ کو قافیہ موصولہ کہتے ہیں جو قافیہ حرف قید کے ساتھ ہوا اسکو بھی قافیہ مرفوعہ کہتے ہیں کیونکہ قید بھی ردن کے قبیل سے ہو اور جو قافیہ ذیل کے ساتھ ہوا اسکو بھی موسدہ کہتے ہیں اسی طرح جو قافیہ خروج اور مزید اور نائرہ کے ساتھ ہو اسکا نام بھی موصولہ ہے اور جس قافیہ میں روی ساکن ہو اسے قافیہ مقیدہ کہتے ہیں اور اگر روی متحرک ہو تو قافیہ مطلقہ کہتے ہیں خواجہ نصیر الدین طوسی رسالہ معیار الاشعار میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ وصل کے بعد ہو وہ ردیف ہو خواہ مستقل ہو خواہ غیر مستقل اور جمہور کا مذہب یہ ہو کہ جو کچھ روی کے بعد آئے اگر مستقل نہ ہو ردیف نہیں ہے۔

استعمال قافیہ کی صورتیں

قافیہ جو ان حرفوں کی ہیئت مجموعی سے مراد ہو جن کا ذکر اوپر ہوا تین حال سے خالی نہیں (۱) یا الفاظ اور معنی دونوں میں مختلف ہو گا جیسے در و اور زرد و غیرہ

میر

اب جس جگہ ہر داغ بہان پہلے در تھا
دل جل گیا تھا اور نفس لب پر ہر تھا

دل عشق کا ہمیشہ حریف نبرد تھا
عاشق بین ہمتو میر کے بھی ضبط عشق کے

داسطی

یہ اہل کبر مٹے یادگار تک نہ	مکان کیسے کسی کا مزار تک نہ
ہوئے تندے کیسا غضب کیا پس مرگ	کہ اُس گلی میں ہمارا غبار تک نہ

داغ

اب بھی گر چڑکے ضعف سے نالے	سا توان آسمان لیتے ہیں
مستعد ہو کے یہ کمو تو سہی	آئیے امتحان لیتے ہیں

(۲) یا قہقہہ مستنی بین محفلت ہو اور الفاظ میں متفق اور یہ صنائع میں شمار کیا جاتا ہو۔

تعلیم

اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق	دیوان شاعر کے نظر سے رہے بہ طاق
ناصر علی نظیری کی طاقت ہوئی بہ طاق	ہر چند ابھی نہ آئی ہے فہمید حضرت طاق

وجہ

سکین درد دل کو نا آج ہو نہ کل ہو	بے یار بیکلی ہے وہ ہی ٹے تو کل ہو
----------------------------------	-----------------------------------

جرات

حسرت میں مرنے ہم ہمد تک نہ پہونچے	دم ہم تک نہ پہونچا ہم دم تک نہ پہونچے
-----------------------------------	---------------------------------------

غالب

بجھی ہے جو بجگو متاہ جہا نے دال	ہو لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے نجات و جبال	ہو دولت و دین و دانش و داد کی دال
بیدار نے ایک غزل لکھی ہو اور اس میں افغانیہ مع انجمن کا التزام کیا ہو یہ اس کے شعر ہیں۔	کون ہے بازار خوبی میں تیرے ہم سنگ ہو
میں جو دیوانہ ہو اسرخیل ارباب بنوں	حسن کی میزان میں تیرے ہم و مہ پائے
جائے تکیہ عاشقوں کا جانم بر وقت خواب	ہاتھ میں چتر ہے ہر طفل میرے سنگ ہے
حسرت کی غزل میں قافیہ انداز دم بہ دم نہ دین قافیا ہے۔	نہیر سر کو پے میں تیرے شربت ہو پائے

کٹ نہیں جکتی شب غم اور کوئی ہمد نہیں	یا یہ شبست بہت نال یا صبح بچہ میں نہیں
جو لک داری چڑھانے میں تری بڑکے ہو	سچ کہوں قاصد کسی شمشیر میں یہ دم نہیں
دم مجھے دیتا ہو تو یعنی ترا ہوں آشنا	غیر سے پھر بولتا کیوں ہے اگر یہ دم نہیں

قلق

کچھ پتہ لٹا نہیں عشقِ ذوق کی چاہ کا
پانی ناپا آشنا یوں نہ بہت اس چاہ کا
راقم الحروف نے بھی ایک غزل اسی صنعت میں لکھی ہر چنانچہ اس کا مطلع یہ ہو۔

کس مصور نے بھرا پیر میں تیرے رنگ ہے
آفرین ہو اس کو اور صنعت کو اس کی رنگ ہے

برق

سینہ داغوں سے رشکِ باغ ہوا
جس نے دیکھا وہ باغِ باغ ہوا

(۳) قافیہ لفظوں میں متناثر ہوا اور معنی میں متفق ہو جیسے سرد اور بڑ دیکھنے سرد اور قرآن و فرقان
اور زلغ اور کلغ اور عجائب و غرائب۔

تیش

جلاتا تھا مردے کو عیسے المنط
تھا اعباد اس کا سیما منط

تذوق

واعظ تو نکلے گے نہ قرآن حکالیے
صورت سے انکی معنی فرقان حکالیے

میر

جگر کیا ہو پرزن ہو اس بن میں ناغ
یہ زہرہ نہیں رکھتے کوئی کلغ

اشرف بیگ خان اشرف

اسی امید پہ کیا کیا ہے پروتاگو ہر
اسی امید پہ اپنا ہے دکھاتا جو ہر

یہ بھی معلوم ہو کہ جہانِ ردیف نہیں ہوتی وہاں قافیہ آخر میں ہوتا ہے کیونکہ اس کے لغوی معنی پیچھے
آینوالے کے ہیں مثال اسکی۔

انشا

صبح دم تین نے جولی لبتر گل پر کروٹ
جنش باد بہاری سے گئی آنکھ اچھٹ

اس میں قافیہ آخر میں ہے۔

درد

ہر طرح زمانے کے ہاتھوں میں ستم دیدہ
گردل ہو تو آزدہ خاطر ہو تو رنجیدہ

حسرت

ہوش جب کا ہو زکی عقل رساطع فہیم مقتضائے بشریت ہو زبیں سہو خطا واد حق گر چہ ہو شہیر بنی و مئے سخن علم کتنے ہیں کہ اس فن کے تئیں لازم ہیں نفرشیں لاکھ جگہ پاوے زبان شاعر کی فن محل نہیں یہ اُس میں جو لکھیے واہی	مجھے بن بے نہ ہرگز کہے کو نطق کلیم منفعل سہو پر اپنے ہو بہت طبع سلیم فن و لے شعر کا آتا نہیں ہے بے تعلیم ور نہ بے علم کا احوال ہے مانند سقیم جب تک صحت الفاظ سے ہوئے نہ علیم رکھتے تھے پاس بلاغت وہ جو شاعر قدیم
---	---

اور اگر بعد قافیہ کے ردیف بھی ہو تو قافیہ حکم اخیر میں ہوتا ہے مثال اسکی

انصار احمد خان سلطان

اُس لب سے کیا نعل کا جب رنگ ابر	دیکھا تو نہیں اُسکے یہ پانسنگ برابر
---------------------------------	-------------------------------------

اسمیں قافیہ حکم آخرین کہا جاتا ہے اور ردیف آخرین ہے۔

غالب

دھوا ہوں جب میں پنیے کو اُس سم کے پاؤں	رکھتا ہو ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پاؤں
--	--

الغرض قافیہ الفاظ مختلفہ کے اندر مکرر واقع ہوتا ہے اور مستقل نہیں ہوتا یعنی بغیر ملائے دوسرے لفظ کے نہیں آتا کیونکہ مستقل ہونا ردیف کے واسطے لازم ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مثلاً۔

امیں

خورشید نے جو رخ سے اٹھائی نقاب شب	در کھل گیا سحر کا ہوا بستہ باب شب
-----------------------------------	-----------------------------------

اس شعر میں نقاب اور باب کے اندر باء موحده اور الف قافیہ ہے اور یہ دونوں علیحدہ نہیں آسکتے دونوں نقاب اور باب کے ضمن میں آئے ہیں

آتش

امانت کی طرح رکھا زمین نے روزِ عیش و شکر	نہ اک موکم ہوا اپنا نہ اک تار کفن بڑا
--	---------------------------------------

لگے منہ سبھی چڑنے دیتے دیتے گالیان صاحب
زبان بڑی تو بڑی تھی خبر بھیجے دن بڑا

ان اشعار میں کفن اور دہن کے لون قافیہ ہیں اور وہ بغیر ملے دوسرے حروف کے نہیں آسکتے۔

ذوق

رکھتا بہر قدم یہ ہوش نقش پا	ہو خاک عاشقان نہ ہم آغوش نقش پا
-----------------------------	---------------------------------

اس شعر میں ہوش اور آغوش کے اندر واد اور شین قافیہ ہو اور وہ غیر مستقل ہیں یعنی دوسرے حروف کے ساتھ آتے ہیں۔

مولوی سید اکبر حسین اکبر

اوپچائیت کا اپنی زینہ رکھنا
فصّہ آنا تو بچہ سر ہے اکبر

اس رباعی میں زینہ اور سینہ اور کینہ کا حرف آخر قافیہ ہو اور وہ غیر مستقل ہے یعنی تنہا مستقل نہیں ہو سکتا۔

وزیر

عبث چھوڑے کیسے عنبر کا سناپ
ہوا ہے ہاتھ مرا میری آستین کا سناپ

عنبرین اور آستین میں مائے تخیانی اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہیں کہ بغیر طے اور الفاظ تنہا کام نہیں دیکھتے۔

آغا علی خان مہر

ترے منہ کی کندہ پائے نہیں لیا منہ کسی
ترے منہ کے آگے بالکل نہیں قدر سوئے گل

ان اشعار میں الف اور نون قافیہ ہے اور وہ غیر مستقل ہو۔

مولفہ

اور دالفت کا ان آنکھوں میں اتر تھا کہ نہ تھا
کبھی اس آہ دل سرو کی کچھ گرمی تھی

قطرہ اشک ہمارا بھی گم تھا کہ نہ تھا
غیرت برق کو اس کا شر تھا کہ نہ تھا

حسن و خوبی میں فروغ تجھے مٹا تھا کہ نہ تھا
سجود گاہ دو جہاں آپ کا در تھا کہ نہ تھا

اس سیدہ غبت کے پہلو میں جگر تھا کہ نہ تھا
چیر سینے کو مرے ہر کے خایوں بولا

ان اشعار میں رے مہملہ قافیہ ہو اور وہ غیر مستقل ہو کہ بغیر طے اور الفاظ سے تنہا کام نہیں دیکھتا۔

میر

کین اودھری شیر جاتا تھا
پھیرتا منہ پہ سپنجے آتا تھا

جاتا اور آتا میں تین تین حرفت پچھلے قافیہ ہیں یعنی دو دوالف ساکن اور ایک ایک تائے فوقانی مفتوح قافیہ میں شمار پاتے ہیں مگر غیر مستقل ہیں۔

ولہ

اگر تے آئے داغ سیاہی | کام جگر کا کر فی تباہی
سیاہی اور تباہی میں الف ساکن اور ہائے ہوز اور یائے تخبانی قافیہ ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تنہا مستقل نہیں ہو سکتے۔

ولہ

اشب و رور فریاد کرنا اُسے | کئی بار اک دم میں مرنا اُسے
کرنا اور مرنا میں رائے مملہ اور ذون و الف قافیہ ہے اور وہ بغیر لے دوسرے حروف کے استعمال میں نہیں آسکتے۔

میشائی

ہماری بخود ہی تہید، تحریرے غامیش کی | مٹا کر نقش ہم اپنا ترا نقشہ جماتے ہیں
امیر افسردہ ہو کر غنیمت دل سوکھ جاتا ہو | وہ میلے ہمو کو قیصر غ کے جب یاد آتے ہیں
جماتے اور لے میں الف اور تک فوقانی اور یائے تخبانی قافیہ ہیں اور ظاہر ہو کہ بغیر لے دوسرے حروف کے قابل استعمال نہیں۔

ولہ

بٹاؤ آئینہ ہمو بھی دیکھنے دو گے | کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خود نمائی کا
ہمارائی ہے پھر خیر ہو خدا وندا | جنوں کے ہاتھوں میں دامن ہے پارسائی کا
خود نمائی اور پارسائی میں الف ساکن مع یائے مصدری اور ہمزہ کے قافیہ ہے اور اس میں یہ صلاحیت نہیں کہ بے منضم ضمیمہ کے آسکے یائے مصدری پر ہمزہ کے ہونے کی یہ وجہ ہو کہ جب یائے مصدری یائے نسبت ایسے کلمے کے آخر میں آتی ہیں جس کے مابعد کا حرف الف مدہ ہوتا ہے لگائے الحاق کے وقت ایک ہمزہ اُنسے پہلے بڑھا دیتے ہیں۔
قافیہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام کلمہ تمام کلمے کے مقابل آتا ہو جیسے عاتل اور کامل۔

امامت

مثل ناروت اسیر چہ بابل ہو دے | دل گزر ہر جبینون پہ نہ مائل ہو دے

مومن		
دیکھی جو ادھر سے یوں لگا وٹ		
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جزو کلمہ ایک کلمہ مستقل کے مقابل آتا ہے جیسے قل عاقل کا دل کے مقابل میں۔		
محمد علی خان عرف آغا حیدر		
میں تو فاضل ہوں عشق کامل کا		
مرتبہ اور ہو گیا دل کا		
سودا		
آوے جو کھینچ سا منے تلوار		
جب تلک پہونچے اسکا اُس تک مار		
نثر و مثنوی میں دو قافیوں کے سوا گنجائش نہیں ایسے کہ مثنوی میں ہر بیت جدا گانہ ہوتی ہے اور نثر میں دو فقروں کے زیادہ قلت کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں مگر اسکو نظم میں قافیہ اور نثر میں صبح کہتے ہیں اور باعتبار اس لفظ کے نظم کو مقفے اور نثر کو مسجع کہا جاتا ہے اور قرآن شریف کی آیتوں میں فاصلہ ہوتے ہیں انفس کے نزدیک بیت کے آخر کا تمام کلمہ قافیہ میں داخل ہے۔		
دوسرے اہم حروف قافیہ کی حرکتوں کے بیان میں		
قافیہ کی حرکتیں چھ قسم پر ہیں۔ توجیہ۔ مجرے۔ رس۔ اشباع۔ حذو۔ نفاذ۔		
بیانِ توجیہ		
توجیہ بفتح تاء فوقانی و سکون واو و کسر جم تازی و سکون یاء تحتانی معروف و ہائے ہوز روی کے ماقبل کی حرکت کو کہتے ہیں بشرطیکہ روی ساکن ہو جیسے دہن اور ذقن میں حرکت ہائے ہوز اور قاف کی مثال		
صادق عظیم آبادی		
وہ ہر حرف سے یار کے چاہ ذقن میں آبا		
دیکھے تو خضر کے بھی بھڑکے دہن میں آبا		
آصف		
ترے تیغ جب ہم علم دیکھتے ہیں		
دہن سر کو اپنے قلم دیکھتے ہیں		

جو جلوہ صنم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں	خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں
گدڑتے ہیں سوسو خیال اپنے دل میں	کسی کا جو نقش قدم دیکھتے ہیں
ان اشعار میں میم حرف روی ہو اور اسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہو اور وہ فتح ہو۔	
میر اکبر علی خٹک	
تاشے کی ہو جاڑ گلے جو نحت جگر نکلا	عجب یہ نخل ہو حسین کہ شکل گل شرم نکلا
مڑ اور جگر میں رے مملہ روی ہو اور اسکے ماقبل کے حرف کی حرکت کا نام توجیہ ہو اور وہ فتح ہو۔	
داغ	
عصہ حشمین اسد کرے گم مجھ کو	اور بھر دو ڈھونڈتے گھبرائے ہو تم مجھ کو
غیرت ماہ گئے خسرو انجسم مجھ کو	نام کو دل سے ہون کیا جانتے ہو تم مجھ کو
ان اشعار میں میم حرف روی ہو اور اسکے ماقبل کی حرکت ضمہ کا نام توجیہ ہو۔	
بیان مجرے	
مجرے نفع میم و سکون جیم تازی و فتح رے مملہ اور آخرین الف مقصورہ جو یائے تختانی کی شکل پر لکھا جاتا ہے لغوی معنی اسکے چاڑی ہونے اور روان ہونے کے ہیں اصطلاح میں روی متحرک کی حرکت کو کہتے ہیں جیسے	
داغ	
کہان تک آہ لکھوں اسکا حال بربادی	کہان تک آہ کہوں آسمان کی جلا دی
کسی کو قید محن سے نہیں ہے آزادی	کہ داغ داغ ہے دل ہر کوئی ہو فرادی
داغ مملہ حرف روی ہو اور یائے تختانی حرف وصل پس دال کی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہو۔	
غیور	
تحسین بھی نکی شیریں نے کچھ تیشہ نی پر	پتھر ٹپن فرما دتری کو ہ کنی پر
نون حرف روی ہو اسکی حرکت کسرہ کا نام مجرے ہو۔	
بفتا	
مے کشی غری کی محفل میں جو کرنی ہو تو یار	با خبر رہیو کہ ہر پنجہ سری شیشے میں
معتسب ہمسے نہو روزہ گری ماہ صیام	شام کو مڑ سے نہ کھلین سحری شیشے میں

درون شعر و نیم رے مملہ کی حرکت کسرہ کا نام مجرب ہے

سودا

حق نے ایسی کہ بہ ز محبوبی
نہے ہو عسر و خضرین یاری

بجھکو بخشی ہے غلق کی خوبی
سن کے باہم تری و فاداری

پہلے شعر میں باء موحده کی حرکت اور دوسرے شعر میں رے مملہ کی حرکت کا نام مجرب ہے۔

میرسن

تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے

مے اور کرے میں رے مملہ حرف روی ہوا ویسے تختانی وصل جسکے متصل ہو نیسے کسور ہو گئی ہے
اسی کسرے کو مجرب کہتے ہیں۔

حالی

نہ ملا کو چھوڑا نہ ضوئی کو چھوڑا

عالم و رع ہر تقدس کا توڑا

توڑا اور چھوڑا میں رے نقیل حرف روی ہوا حرف وصل کے مٹنے سے مفتوح ہو گئی ہوا اسی حرکت
نقہ کا نام مجرب ہے۔

میر

دیکھے راہ عمر گذشتہ
آہ وہ تازہ ظلم رسیدہ

راہ پہ بیٹھا وہ سرگشتہ
آگے تھا کب حبران دیدہ

پہلے شعر میں تاء فوقانی کی اور دوسرے شعر میں دال مملہ کی حرکت کا نام مجرب ہے۔

بیان رس

رس بفتح رے مملہ و سکون سین مملہ الف تائیس کے ماقبل کی حرکت کا نام ہر جیسے برابر و سرسرسین
حرکت پہلے باء موحده اور سین مملہ کی مثال

ناسخ

یہ یقین ہے کہ نظر آتے ہی کامل ہووے

ماہ نو سے جوہ غورشید مقابل ہووے

مقابل اور کامل میں قاف اور کاف کی حرکت کا نام رس ہوا اس حرکت کا اختلاف ملن ہی نہیں عیشہ
فتح ہوتا ہوا اور حرف میں موافقت کی قید نہیں۔

بیان اشباع

اشباع کبیر الف وسکون شین مجھ و فتح باے موحدہ وسکون الف و عین مہملہ موقوف لغت میں پریکٹیکل
معنی میں ہے اور اصطلاح قافیہ میں حرف و خیل کی حرکت کا نام ہے جیسے حرکت واوا اور وال مہملہ کی فاو اور
چا در میں اور حرکت باے موحدہ اور سیم کی مقابل اور کامل میں -

سودا

کہ اس حسن تکلم پر طوالت

طوالت اور طوالت کی لام کے فتح کا نام اشباع ہے -

بیان حذو

حذو بفتح حاء حلی وسکون ذال معجمہ و او موقوف لغت میں اس کے معنی دو چیز کا ہا ہم برابر کرنا ہیں اور
اصطلاح میں ردف اور قید کے ماقبل کی حرکت کا نام ہے پس یہ حرکت ردف میں الف کے قبل زبر اور
واو کے قبل پیش اور یاء تختانی کے قبل - یہ ہوتا ہے - الف کی مثال -

قدرت السدقاسم

میں نظر لینیے کچھ کام نہیں رکھتا

کام اور انجام میں میر کے ماقبل کا الف ردف ہے اور الف کے ماقبل فتح ہے -

المان لیسر جعفر علی حسرت

آسرا بالین اے آنا قیامت شاق ہے

شاق اور مشتاق میں الف ردف ہے اور عین و تاء کے فحون کا نام حذو ہے -
واو مہمل کی مثال

سراج

کیا شرب محبت نے دل کے نعم میں جوش

واو ردف ہے اور اسکے ماقبل کے ضمون کا نام حذو ہے -

واو معرف کی مثال -

میر

ہنگامہ گرم کن جو دل نامحبور تھا پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا		
نامحبور اور نشور میں داؤد رون ہوا اور اسکے قبل ضحہ ہو جسکو حذو کہتے ہیں۔ یہ مجہول کی مثال		
دبیر		
دو رخ کھلی تھی بند تھے سب کوچہ گریز رہ رہ کے گرم ہوتا تھا ہنگامہ ستیز		اگر تھی کوئہ کر جو وہ برق شرارہ ریز چلنے میں تیغ تیز فرس تیز ہاتھ تیسر
ریز اور گریز وغیرہ میں یہ مجہول رون ہوا اور اسکے ماقبل جو کسرہ ہے وہ حذو کہلاتا ہے یہ معروف کی مثال		
مزار علی نقی محشر		
جلدی پہنچ کر تیرے ہی آنے کی دھیل ہے		جان متظر ہے آنکھوں میں وقت رحیل ہے
رحیل اور ڈھیل میں یہ معروف رون ہے اول اسکے ماقبل کا کسرہ حذو ہے۔ یہ تمام مثالیں اس حذو کی ہیں جو رون کے ساتھ ہو۔ اب اس حذو کی چند امثلہ پر غور کرو جو قید کے ساتھ ہوتا ہے۔		
حالی		
تھا ترقی یہ ابھی نشہ صبا کے الس		روح تھی بادۂ دوشینہ سے انہی بدست
تسے فوقانی روی ہوا اور سین ساکن قید میں اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔		
ولہ		
ایک نوکر بنے اور ایک خدا بنے		آقا تو ان ٹھہرے کوئی کوئی تنوم بنے
تنومند اور خداوند میں میم اور داؤ کی حرکت کا نام حذو ہے۔		
خوشتر		
برائے جنگ پھر تلہ ہے یہ جیش		کسی کا خوش نہیں آتا اسے عیش
عیش اور جیش میں عین اور جیم کی حرکت کا نام حذو ہے۔		
گلزار نسیم		
ظاہر بھی کہین سنگیت میں مل		بلالوہ کہ دیکھ کر گیا جمل
جمل اور مل میں جیم اور لام کی حرکت کا نام حذو ہے۔		

مومن

مجھ پہ بھی تھمکو رحم نہیں یہ کرفت دل
کم ہو گئے گا جہان میں تجھ سا بھی سخت دل
کرفت اور سخت میں رے مہملہ اور سین کی حرکت کا نام حذو ہو

سودا

اٹھایا رخت غم وان سے بعد جبر
کیا صرف گریبان رشتہ صبر
جبر اور صبر میں جبر اور صا کی حرکت کا نام حذو ہو۔

محمد حسین آزاد

رنگ سنولائے مجھے چہرے تھے گرد آلودہ
دل تھے کلفت زدہ اور سینے تھے درد آلودہ
درد اور گرد میں گات اور دال کی حرکت کا نام حذو ہو۔

مومن

ہے نے کعبہ نے کشت پرست
بٹلنی لیک سنگ وشت پرست
کشت اور شست میں نون اور خالی کی حرکت کا نام حذو ہو۔

ولہ

جب ہوئی خاطر پریشان جمع
پھر تو ہر شب بسان شعلہ شمع
جمع اور شمع میں جیم اور سین کی حرکت کا نام حذو ہو۔

منوئی سعیدین

ایسی اس موصے میں صاحب فکر
ہر زبان ہر مکان میں ان کا ذکر
فکر اور ذکر میں نے اور ذال کی حرکت کا نام حذو ہو۔

واغ

بہین جو آب بقا بھی تو زہر ہو جائے
جو چاہیں رحمت باری تو قہر ہو جائے
زہر اور قہر میں زے مجرہ اور قاف کی حرکت کا نام حذو ہو۔

شایان

نمایان ہے اسقدر علم رزم
کہ تخمین کہتے تھے سب اہل رزم

رزم اور رزم میں رے مہملہ اور بے موصدہ کی حرکت کا نام حذو ہو۔

بیان نفاذ

نفاذ نفع نون و فتح فا و سکون الف و ذال معجزہ موقوف نام ہو حرف وصل و خرج و فزید کی حرکتوں کا اور چونکہ زبان اردو میں نائرے کے بعد بھی ایک دو حرف آتے ہیں اور نائرہ متحرک ہو جاتا ہو اس لیے نائرے کی حرکت بھی نفاذ کے قبیل سے ہوگی یہاں چاروں کی مثالیں ترتیب وار بیان کی جاتی ہیں۔
(۱) وصل کی مثال جیسے حرکت واو کی آوے اور جاوے میں

مرزا ابراہیم بیگ شہر

جھوٹی ہو محبت تم یان کسکو جتاتے ہو | تقریر میں گفت ہو کیون باقین بنتے ہو |
جتاتے اور بنتے میں تائے فوقانی مفتوح ہو اور پر حرف وصل ہو اس کسرے کو نفاذ کہتے ہیں۔

حالی

دیس کو بن میں جی بھٹکتا رہا | دل میں کانٹا سا اک کھٹکتا رہا |
بھٹکتا اور کھٹکتا میں تائے فوقانی مفتوح ہو اور یہ حرف وصل ہو اس فتح کا نام نفاذ ہو۔

دارغ

حسرتیں لیگئے اس بزم سے چلنے والے | ہاتھ ملتے ہی ٹٹھے عطر کے ملنے والے |
چلنے اور ملنے میں نون حرف وصل ہو اور اسیر جو کسرہ ہو اسی کا نام نفاذ ہو۔

مومن

واو پڑھتے تو ہونٹ کاٹتے سہر | لام آتا تو لب کو چاٹتے ہو |
کاٹتے اور چاٹتے میں تائے فوقانی حرف وصل ہو اور اسکی حرکت نفاذ کہلاتی ہو۔
(۲) خروج کی مثال جیسے حرکت یاء تختانی کی جا لیا اور آ لیا میں

مصنعی

تیغ نے اس کی کلیجہ کھا لیا | اٹھتے ہی مجھے سنگو لیا |
کھا لیا اور سنگو لیا میں یاء تختانی خروج ہو اسکی حرکت کو نفاذ کہتے ہیں۔

میر

کہیں تھکوا سائے میں ٹھہرا بیٹے | جو دم ٹھہرے تو آگے بیجا بیٹے |
ٹھہرا بیٹے اور بیجا بیٹے میں الف ردی ہو اور ہمزہ کسور وصل اور آگے بعد کی یاء تختانی کسور خروج ہو

کسرے کا نام نفاذ ہو اور دوسری یاے تختانی مزید ہے۔

میسرین

یلا نو جوانو بڑھے جاؤ

دو جانب سے بالین لیے آؤ

جائیو اور آئیو مین الف روی ہو اور ہنزہ کسور وصل اور یے تختانی مضموم خروج اور او فرید پس
یے مضموم کے ضمے کا نام نفاذ ہو۔

زنگین

بولی اس سے سے اُسکو لائیو

آگے آگے پر تو آئیو

(۳) مزید کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جاو گیا اور آو گیا مین۔

مذاق

یہ کیا خبر تھی کہ پیغام اپنی بیعت کا
اُجاڑ ہوگی مدینے کی بستی آبادی

یزید ابن مہمبہ کو یوں سنا گیا
حسین چھاؤنی کرے بلا مین چھا گیا

(۴) نازے کی مثال جیسے حرکت کاف فارسی کی جلاو گیا اور گلاو گیا مین

سودا

کیا ترے بعد کر کے کھاوینگے

جبکہ کسب اپنا بھول جاوینگے

کھاوینگے اور جاوینگے مین واو حرن وصل ہو اور یاے تختانی اول خروج اور نون مزید و رکاف فارسی
نازہ اور یے دوم نازہ کی فرغ میں کاف فارسی کے کسرے کا نام نفاذ ہو۔

مولوی صہبائی لکھتے ہن کہ از بسکہ حرف خروج کا اشعار اردو کے قافیہ مین خود ہی
نہیں واقع ہوتا اسی لیے یہ حرکت بھی نہیں واقع ہو سکتی یہ قول سراسر تحقیق کے خلاف ہو اور کسی تفصیل
اوپر ہو چکی ہو۔

تیسرا شعر عیوب قافیہ کے بیان مین

قافیہ کے عیب مجلات مین قسم کے ہن ایک قسم ایسی ہو کہ اُسکا استعمال عند الضرورت بھی جائز نہیں ہے
اور دوسری قسم ایسی ہے کہ عند الضرورت جائز ہے مگر قبیح ہے اور تیسری قسم ایسی ہے کہ بے ضرورت
بھی اداسہ مگر قبیح ہے اور عیوب مذکورہ مین بعض کے القاب مخصوص ہن اور بعض کے القاب
نہیں ہن بہر کیف یہ نو ہن۔ اقواء۔ اکفا۔ اجارہ۔ تحریف روی۔ سناد۔ الطار۔ معمول۔ غلو۔

تفصیل - تفسیر -

بیان اقوال

اقوال کبر اول و سکون قاف نعت میں بے توشہ ہونیکو کہتے ہیں اور اصطلاح قافیہ میں توجہ کے اختلاف کا نام ہے یعنی روسی کے ماقبل کی حرکت کا مختلف ہونا چونکہ یہ عربی اسلئے ہوتا ہے کہ شاعر کا توشہ جو قافیہ صحیح ہو تمام ہو جاتا ہے اسلئے اقول کہتے ہیں جیسے گل بالضم کا قافیہ چل بالفتح سے کرنا اس طرح کا قافیہ لانا اردو میں جیسے مرزا غالب کے ان اشعار میں ۔ ۵

سب سے زاہد ہوں ہے خندہ زریلب مجھے
عشق سے آنے تھے مانع میر صاحب مجھے

یاد ہو شادی میں بھی ہنگامہ یارب مجھے
دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے

لفظ صاحب کی جگہ حلی باعتبار قواعد صرف کے کسور ہو اور لب و یارب میں لام اورے مفتوح اگر کوئی کہے کہ محاورے میں صاحب کی جگہ حلی بھی مفتوح ہو تو ہم جواب دینگے کہ شعرے متقدمین و متاخرین نے کبسر جگہ حلی لکھا ہے۔

سودا

بات کہنی یہ نامنا سب ہے
درد سُننے کا توجہ طالب ہے
زیر ایراد میر صاحب ہے
لوگ کہتے ہیں سہو کا تب ہے

میں جو پوچھا سبب کہا مت پوچھ
لیکن اس واسطے میں کہتا ہوں
ہے جو کچھ نظم و نثر عالم میں
ہر ورق پر ہے میر کی اصلاح

نشا

وہ خاص حضور کے مصاحب

ہیں فارسی میں کلاک صاحب

قلق

کونسی شے کے مجھے طالب ہیں

کہیے تو آپ کون صاحب ہیں

انیس

جانے وہی جس شخص پہ گذرین یہ مصائب
بیجان ہوے ہے ہے علی اکبر کے مصائب

دو دن تھے ہی بھائی کے آرام کے طالب
و سوا اس کا یہ کونسا ہنگام ہے صاحب

اقم نے شہر امپور میں سترہ ہجری میں لواب مرزا خاں صاحب لغ سے اس باب میں استفسار کیا

تو جواب دیا کہ غالب نے مقولہ غیر بیان کیا ہو اور مثال میں یہ شعر نواب یوسف علی خان ناظم کا بڑھا۔
 غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظم
 اور حق یہ ہو کہ اب روزمرہ اردو میں صاحب اعلام کے ساتھ لفظ حق جملے خطی بشیر مستعمل ہو ہم کو اس
 کیا مطلب کسی کی زبان میں کچھ ہو جو الفاظ ہم لوگوں کی زبان پر جاری ہونگے وہی صحیح سمجھے جائینگے جیسے
 آتش کے اس شعر میں۔

دختر زمری مونس ہوی ہری ہرم ہے
 میں جہانگیر مونس وہ نور جہان بیگم ہے
 لفظ بیگم کا فارسی کے فتح سے واقع ہوا ہے اور اردو میں یہی مروج ہے اگرچہ یہ لفظ ترکی ہے
 اور اہل زبان کاں پر کسر دہوتے ہیں اور امیر آدمی کی بی بی کو اور ہر عمدہ عورت کو بیگم کہتے ہیں اور یہ
 لفظ کاں کے فتح سے امیر من کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ غیاث اللغات میں لکھا ہے۔ ہاں جس وقت
 لفظ صاحب عربی عبارت میں لکھیں یا لفظ کریں اس وقت انکی زبان کی پابندی لازم ہو۔ قافیہ
 البتہ صحت لفظی ضرور ہو۔

خواجہ الطاف حسین حالی

غالب ہے نہ شیفہ نہ نیر باقی
 وحشت ہو نہ سالک ہو نہ انور باقی
 حالی اب اسی کو بزم یاران سمجھو
 یاروں کے جو کچھ ہیں داغ دلیور باقی
 نیر لہجہ نون و تشدید کے تحتانی مکتور مہلنے کا صیغہ ہے بسیار نور کنندہ کے معنی میں اس کو
 انور کے ساتھ قافیہ کرنا صحیح نہیں۔

نثار شاگرد شاہ حاتم

یہ سودا تو دیکھو کہ دل بیچتا ہوں
 لے شیشے کو زیر بغل بیچتا ہوں
 گلزار نسیم
 بولا کہ وہ رات کو اُفق میں
 خورشید تھا آتش شفق میں
 اُفق بھمتیں ہو اور شفق بھمتیں۔

گویا

تھے جو نادان اس میں اگر گھر گئے
 تھے جو نادان وہ کنارہ کر گئے

شہیری

پھینکے مثل تقویم کہن دیوان ہزاروں کے	ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعار مجد کا
زمین کے شاعر و نلو کب مجال گفتگو مجھ سے	ترے صدقے میں مجھ پر تہا بون خطا د کا
عطارد لذت کی رو سے عین کے ختمے اور رے مہملہ کے کسرے سے ہے اور مجد دین پہلی ال مہملہ مشد	
د مفتوح ہر	
شعوی زائر	
درپیش ہے مجھ کو ایک حاجت	دینار و درم کی ہے ضرورت
سودا	
کدیاستقی سے جا فصد کر	لکھدیا مجنون کو شیر شتر
ولہ	
کر دے لب میرے کو اس ساغر سے پڑ	آگے چہر قدرت خدا کی سیر کر
میم	
کہوں کیونکہ کیا روہ جل گیا	کف خاک ہو خاک میں مل گیا
خوشتر	
پھرے ہم چار سولے نیک باطن	نپائی اتہا سے فوج دشمن
نگا صاحب شعوی یوسف زینیا	
بچھے گودی میں اپنی پرورش کی	ہمیشہ جان اپنی میں نے خوش کی
ولہ	
یہ سچ ہے پو چھیں گر خوب درد دل	کہ دل لگنے سے بس ہوتی جو بیکل
ولہ	
حکیمون نے کہا اب ہے یہ لازم	کہ و نشتر بلا فساد اس دم
ولہ	
کسے ہے عاشقون میں یہ میسر	کہ معشوق اس کی خدمت میں ہو حاضر
ولہ	
ولیکن اب بھی ہے یہ بات ظاہر	دکھا ہے جو مجھے اس قید اندر

حکیم سید اکبر علی گوالیار سی

مغیر دیران جہان میرا قلم ہے
رستم کھون طاقت میں تو رستم سے زیادہ
رتبہ یہ ہے اُسکو کہ وہ اوصافِ قم ہے
مدہوش ہوں اس جا پہ جو اس اپنا بھی گم ہے

مرزا دیر

ہاں جلدِ سر دست مرتب کرو منبر
سب شہری و صحرائی سب انصار و مہاجر
سلطان و گدا پیر و جوان مومن و کافر
سب جاہل و عاقل سب کابر سب صبا و غر

انشا

اے خداوندِ مہر و شریا و شفق
صدقے اس بندہ نوازی کے تری ہو جائیں
لمعہ نور سے ہے تیرے جہان کو رونق
باپ مان ہوتے ہیں کب ایسے شقیق و مشفق

ولہ

عداوت پر تو سب کی مستعد ہے
خصوصاً عاشقوں کے اُسکو کہ ہے

ایس

اصحاب سے فرماتے تھے یہ احمد مہر
جو حضرت جبریل ہوئے عرش سے نازل

رحمت صاحبِ ثنوی نلدن اُردو

اسی صورت سے دل میں کر تصور
جدا کر لی دمن کی نصف چادر

علی

غرض ہر کہین میر کر گئی ہوئی
چلی آئی ہر سمت پھرتی ہوئی

ولہ

کھڑی رہ گئی ہے یہ گرتی ہوئی
دمِ سر دینے سے بھرتی ہوئی

عشرت در ثنوی پداوت

شہ زین کلاہ چرخ چارم
ہوا رونقِ فرے تخت عالم

کہ اسیمین وہ پری پرواز طائر
پدم کے پاس پہونغا نامہ لے کر

منشی طوطا رام شایان در طلسم شایان	
کہ جب تک آہ مین آؤنگا پھر کر	یہ حمزہ آہ رہ جائے گا مر کر
اور اگر حرف روی متحرک ہووے یعنی اسبب حرف وصل کے روی متحرک ہو جائے تو حرکت و توجیہ کا اختلاف مضائقہ نہیں رکھتا جیسے	
میر تقی	
جو سیل مرشک کا چلے ہے	دریا بھی ہونٹھ جاتے ہے
اس شعر میں حرف نام روی ہے اور یہ تثنائی وصل ہے پہلے مصرع میں روی کا قبل مفتوح ہے اور دوسرے مصرع میں مکسور	
میر حسن	
کہ یہ سنگ اکھڑے یہاں سے ہے	کسی طرح چھاتی سے پتھر ملے
فگار	
نہیں موج حوادث سے ملے وہ	کہ جب تک پیالے اپنے سے ملے وہ
دبیر	
غلہ جو مرے خیمے میں ہے آہ جٹے گا	فاقہ شکنی کے لیے وہ مملوئے گا
میر	
جنون میرے کی باتیں دشت و گلشن میں جب بیان	نہ چوب کل نے موم مارا نہ چھڑیاں مین کی بیان
فائدہ بعض کتابوں میں اقوال اختلاف مجرے کا نام لکھا ہے۔	
بیان اکفا	
اکفا بکسر الف و سکون کاف تازی و فتح فال سے کہتے ہیں کہ حرف روی مختلف ہو اور حرف روی کا اختلاف بہت معیوب ہے جیسے بال کو پان سے قافیہ کرنا سنوئی پداوت مصنفہ میضیاء الدین عبرت کی اس بیت میں یہ عیب ہے۔ ۵	
صنم کا ہوا اگر چہ آہنیں دل	پہ عاشق کا اگر ہو جذب کامل
وہ آہن کو ہے بالتخصیص کھینچے	برنگ سنگ مقناطیس کھینچے
نہیں کوئی عمل میں اس کے قزاق	ولہ بغیر از غرہ چشم سنمناک

چار باغ زمکین

سُن کے یہ بات لڑا ہر سے کش	بولام سب ہو پلے بند ہو س
میر مونس کے ایک غلی مرتے مین یہ بند نظر سے گزرے ہن۔ ۵	
عمل خیر سے ہکا نہ مجھے اوا بلیس	یہی کونین کا مالک ہو ہی اسی اسی بلیس
کیا مجھے دیکھا ترا حاکم ملعون و جیدیت	کچھ ترود نہین کہے کہ لکھین نہ فوئیس
ہاں سوے ہن شمشادہ بخت جاتا ہون	
لے سکر جو بجاتا تھا تو اب جاتا ہون	
اور یہ بھلی سی قبل سے ہو کہ حروف عربی و فارسی و ہندی کو قافیہ میں جمع کرین مثلاً تب اور کب۔ راج اور ناچ۔ سگ اور شک۔ غور اور دوڑ وغیرہ۔	
دل چاہے ہے پھر لینے کو بوسے لب کا	کیا کیجیے طرح پڑا اب تو یہ لپکا
دل لینے کا وہ اور ہی ہر شیوہ اُلفت	ہم یار بُرے کب مین جو تیار ہو سب کا
مفت اٹھنے کہنیں مار کے کوچے سے فقیر ستم	ایک بوسے کیلئے بازو دھکے اٹھیں گے
پروہ رش کی قسم ہو کہ ہی لینگے وہی	جبکہ بستر پر جم آٹھول کس مٹھیں گے
منوی پداوت از عشرت	
سوا سکی لے پروہ لے چوڑ	غرض اب مستعد بیٹھا ہے ہر طور
یا محمد خان شوکت	
عنان سمند صبا دم پکڑ	جو کاوے پہ ڈالا کر مر است کر
زمین تک سے جو سہرے کا اڑ تھا	خدا کے نور کا وہ اک شجر تھا
سودا	
ستون اس کے تے یہ پائون مین چار	لے ہے دودانت آگے سوہن اڑواڑ
والہ	
الغرض اس طرح سے کشتی	ڈال چکا گلے کا پائون پر
لوا ب بہادر ذکی	
دن جو گذرا تو یہ دمڑ کا ہو کہ شب آتی ہے	مشق کے نام سے اب تو مجھے تپ آتی ہے

میرسن

اسی طرح مدت گئی جب اُسے	چڑھی گری عشق کی تپ لے
تپ بے فارسی سے مستعل ہو سلیہ ان دونوں شعر و سخن شب و رجب کے ساتھ قافیہ نادرست ہے	
انشائیے ایک غزل میں اس کا قافیہ بے فارسی ہی سے کیا ہے۔ ۵	
شب خواب میں دیکھا تھا مجھ کو کہیں اپنے	دل سے جو کر آہ اٹھی لیلیٰ کو لیا تپے
ہو جنس پر پی سا کچھ آدم تو نہیں اصلا	اک آگ لگا دی ہو اس امر دغوش گپے

تراب

اُسکی چشم مست نے کیا جھک کر ان کر دیا	زگس اوجھ دکھیتی ہو کیوں تو نکھین بھاڑ بچا
لے جہون وہ کیوں نہ دمنگیر ہو تراب بھی	ہاتھ سے تیرے ہوا جب کا گریبان تار تار
ولہ	
لب پہ تلخی فغان کی دل پہ ہر شیرین کا شور	تن میں ہو صفر کا ظہیر میں ہو نوکیلا زور
اب کرم کر کہ تباہ غم سے ترے دما رہوں	آستین دکھ دے مری آنکھوں پہ یاد امن بخور

گو قد بے کاف فارسی اور کاف تازی اور زے فارسی اور زے تازی اور بے فارسی اور تازی اور جیم فارسی اور تازی وغیرہ کو بعض جگہ قافیہ میں جمع کر لیا ہے مگر اہل بلاغت اُسے محبوب جانتے ہیں اگر ایک نہ تو تانگا اور گناہ۔ اعتراض اور التذاذ اور احترام۔ احتیاط اور اعتماد۔ الغیث اور التماس اور اخلاص کہ ابتدا میں شعر بے فارسی جمع کرتے تھے درست ہوتے مگر درست نہیں بلکہ امکا جمع کرنا عیب فاحش ہو اگرچہ دونوں حرف قریب المخرج ہوں خاص کر بے ہوز اور حے علی کا اختلاف تو ہرگز مناسب ہی نہیں۔

محقق طوسی کے نزدیک اختلاف حرف روی کلمے اختلاف مخرج کے اکفا ہے یعنی اعتبار قریب مخرج کا اس میں ضرور نہیں قریب المخرج ہوں یا نہ ہوں اور یہی ابن حاجب نے مقاصد جلیل میں کہا ہے اور باعتبار قریب مخرج کے اجازہ ہے اس صورت میں اکفا عام ہے اور اجازہ خاص لیکن صاحب مفتاح اور خزرجیہ کے نزدیک اکفا اختلاف وی کا ہو بشرطیکہ مخرج میں متقارب ہوں اور جو قریب مخرج ہو تو اجازہ ہے

بیان تحریف روی

وہ یہ ہے کہ صیغہ مستعل سے حرف روی کو لیتے صیغے کے ساتھ تبدیل کرین جو شایستگی قافیہ کی

پیدا کرے شالین اس مقام کی صاحبہ سالہ مطلع خورشید نے یہ لکھی ہیں جیسے ہلے موجدہ خواب کی
واؤ کے ساتھ ہل کر گاؤ کے ساتھ قافیہ کریں۔

مولوی

گر زے دیوانہ شد یک دم گاؤ بر سرش چندان یزن کا بد بخواو

عبداللہ بن مسعود

بروزین معرفت سے پرادر یو سر بارا مکن لے شیخ کا لیو
غلط کردم درین صورت کہ گفتم زخندان نگار خویش را سیو

لفظ سیو کو کہ اصل میں سیب ہلے موجدہ تھا واؤ کے ساتھ بدل کر سیو کر دیا اور ظاہر کر دیا کہ میں نے
غلطی کی اس صورت میں کہ زخندان یا ر کو سیو کہا اور یہ مصرع ذومضی ہے مشترک باظہار اختلاف
حرف روی و تشبہ انتہا مولف کہتا ہے کہ اُسکی مثال اردو میں مثنوی لیلی مجنون کے یہ شعر
ہو سکتے ہیں۔

تازیت جدا میں اُس سے کہ ہون وہ روح ہے اور میں جسد ہون
رحلت میں کروں گا دہرے جد ہووے گا تو جا نشین مسند

کہ اور جد کو کہ اصل میں ہلے موجدہ سے تھے بسبب جس اور مسند کے وال کے ساتھ ہل کر کہ اور جد کو

انشا

لے کا ترے خیال جد سے گذرا دل صبر و حیا سے اپنی تم سے گذرا
کب تک دیکھا کروں بھلا بیٹھارا بس یا کہ انتظار صبر سے گذرا

اسی قبیل سے ہے۔

محب نہیں ہو تجاہے جو میر چاہ کی ریت سنا نہیں ہو مگر یہ کہ جو گی کس کے میت
ہزار شاہ و مسواک و غسل شیخ کرے ہمارے عند یہ میں تو ہو وہ خبیث و پلٹ

میرے نزدیک استعار ذیل بھی تحریف روی میں داخل ہو سکتے ہیں۔

غالب

آند سیلاب طوفان صبر سے آب سے نقش پا جو کان میں کھتا ہے نگلی جادہ سے
بزمے وحشت کہ ہے کسی چشم مسرت کا شیشے میں نض می نہان ہے موج بادہ سے

یہاں دوسرے شعر پر نظر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قافیہ بادہ اور جادہ ہر لیکن پہلے شعر میں اُدو ترکیب کے اعتبار سے جلد سے چاہیے نہ کہ جادہ سے اور سلیقے قافیہ غلط ٹھہرتا ہے۔

فہنی

شکستہ کیے یکسر آتش کدہ کیا تیرا دستا کو آتش زدہ

بیانِ سناد

بکسر سین مہملہ وفتح نون و سکون الف ووقف وال مہملہ اشباع (یعنی حرف ذخیل کی حرکت) اور حذو (یعنی ردف و قید کے ماقبل کی حرکات) کے اختلاف کا نام ہے اسی نام سے مشہور ہوا اختلاف حروف ردف اور قافیہ کا تفصیل اسکی یہ ہے۔
(۱) اشباع یعنی حرف ذخیل کی حرکت کا اختلاف ہے۔

علامہ سرور

گنتی جو مٹی غرق تھی سالم گل آئی دین ہی حکم ش عالم گل آئی

فکار

گما ہر ایک نے اُس م یکا یک عجب آدم ہے یہ شکل ملا یک

ولہ

پریو یان بہت گانے مین ماہر دبان حسین صفت بہ صفت حاضر حاضر

ایاز محمد خان بھوپالی

جواہر بنجے رام حاضر کئے گل زر کو حائل پنچھا ور کے

سودا

نہے تقدیر ہے اُسکی سرس رہے کیا دانش جو ہوئے اُسپہ دار

تراب

کیا نام خدا در د بھری اُس کی صدا ہے کوئی فکر کرے بوجھے تو کیا کمتی ہے ساس
جواہل ارادت ہیں سومر شد کی طلب مین کوئی بند کو کتے ہیں کوئی جاتے ہیں فارس

میرسن

وہ ظاہر میں ہرچند ظاہر نہیں
پہ ظاہر کوئی اُس سے باہر نہیں

باہر ماحورہ اُردو میں ہلے ہوز کے فتح سے مستعمل ہو چنانچہ زندگی ہے۔ ۵

باغ سے کونسا نکلا ہے گل تر باہر
شہر میں ہی نہیں لگتا کسی صورت میرا
آپ سے ہو گئے ہیں سرد صنوبر باہر
مرد سودائی ہوں پھر تامل میں باہر باہر

نامہ قلن

پوسچھے طرز لباس کیونکر ہے
کبھی جائے سے اپنے باہر ہے

مومن

مستے ہی اُس کے مین آنے کی خبر
پردے کے واسطے آیا باہر

داغ

ریشم کتنا ہو کہ قاصد کے ملائے عطر
شب وعدہ نہوا ایک جگہ بجو قرار
کدے نام کا خط آپ کے مہر آیا
صبح تک میں کبھی گھر میں کبھی باہر آیا

اُردو کے ساتھ حرف وصل لکڑ متحرک ہو جائے تو حرکت اشباع کا اختلاف جائز ہو جیسے ماضی اور داوری۔

(۲) ردون کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف اور یہ ردون بالالف میں ممکن ہی نہیں باقی صورتوں میں ردون ہوا جیسے نور بالضم کا قافیہ دور بالفتح سے اور دیر بالکسر کا قافیہ سیر بالفتح سے۔
شمال اختلاف حذو کی ردون باو او و ردون بالیا میں۔

اشرف کلف لفسیر سورہ یوسف

کرامت ہو مہرت ہو مہبت ہو زور
محبت امانت ہے کہ تو یہ فور

یا ر محمد خان شوکت

سپہدار عارث نے بازو رو مشور
ہت جب کیا پست کرنے کا طور

غوت

کوئی مال چھینے کسی کا بزور
کسی پر کرے بھٹا کوئی ظلم و جور

علمی صنف مجستہ لعا

بیڑ مٹے بیٹھے درختوں پہ جرق
پھرین قریاں اُل گردن میں طوق

	سودا	
ایک دن مرزا گئے کرنے کو میر	ہو گئی اس میں ملک اک طعمہ کو دیر	
	ولہ	
تھا غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	اگر پرند اس سے بچا سو ہے وہ طیر	
(۳) قید کے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جیسے۔		
	علی	
وہ لپٹواڑ کی چین آفت کی لہر	اگر جس سے گرداب حیرت میں مہر	
بلاقی داس مصنف سالہ دلشاد جہان		
پوچھا کھانے کو کہا اُس نے کہ زہر	نوش باد اُس نے کہا از روے مہر	
	منشی	
ہوئی بعد سلطان پوران دخت	وہ شش مہ رہی یب دیہم تخت	
	سودا	
اٹھ گیا افسوس اپنے عصر سے	کم نہ تھا وہ بھی عزیز مصر سے	
	میر	
نہ لگلا نہ تیر ہادشت میں	نہ غوار ک آیا نظر کشت میں	
تنبیہ جو مثالین ہم نے ردف میں ذکر کی ہیں وہ قید میں بھی وارد ہو سکتی ہیں۔ اگر حرف روی متحرک ہو جائے تو اختلاف حذو خواہ ردف میں ہو یا قید میں مضائقہ نہیں ورنہ ناجائز ہے۔		
(۴) حرف ردف کا اختلاف اشعار عرب میں جائز اور شائع ہے لیکن زبان فارسی میں کسی طرح جائز نہیں اور ریختہ میں بھی کار کو دور کے ساتھ قافیہ نہیں کرتے بلکہ اختلاف ردف کو بحد مایوس سمجھتے ہیں جیسے ۵		
یار کے ساتھ غیر کو دیکھا	پہلے گل میں خار کو دیکھا	
(۵) حرف قید کا اختلاف مایوس ہے لیکن قدائے فارسی و ریختہ کے کلام میں بہت پایا جاتا ہے خواہ دونوں لفظ مختلف سیب المخرج ہوں یا نہ ہوں اور اول بہت مایوس نہیں۔ مثال۔		

سودا		
مہنایت اک کتینہ کتہ عصر	کر دلکش نظم سے جس کی ہر اک نثر	
ولہ		
چنانچہ میں جو یہ قصہ کیا نظم	کہ ہوئے تا قیامت رونق بزم	
یار محمد خان شوکت		
دوبالا ہوئی آتش جنگ گرم	نڈیوں کی بھی بھڑام نے بھی یہ رزم	
یشی		
ہوا پنج میں چینیان کو جو دخل	کیا بلخیوں کو اسیر اور قتل	
قلق		
فرش کی جا ہے فرش دامن ثمت	زیب دیتی ہر صد بخودی کی نشست	
عجبت		
برہن کو دیان ہے رزق حاصل	ہے بدکار و نکو اس سے فسق حاصل	
علی		
زلمے میں ہے آج یکتا ہے عصر	کردن کیا بیان خوبی نظم و نثر	
محمد بخش مجبور مولف نورتن		
اور جن کو نہیں ہے اس میں دخل	اپنے نزدیک ہیں وہی بے محل	
مرزا ابوالقاسم ابن مولوی محمد عباس فعت		
ایکے بان کہتے ہیں سب اہل عقل	ہیگی بہت خوب یہ واسد نظم	
عرش سے تافرش یہ ہے غلغلہ	روح فرا نظم ہے تارچ خستم	
فگار		
ہزار دن اشترو فیل سیہ مست	کہ ہو دریا سے نیل اس فیل سے مست	
منوی سعدین		
سب حسینوں سے اسکی وضع نئی		
بخدا با ملکین کی قطع نئی نثر		

شایان		
ورق روش شعلہ مہر ہو	بھرا خالی تقون میں اک سحر ہو	
سمجھتا تھا وہ ہر بدہن کی قدر	ایک ایک تھا جو کچھ کیا اُس کی نذر	
انیس		
سے سر تھا ازل سے تھی خطا اصل میں جسکی	اے اُسے دیندار نہ تھا نسل میں جسکی	
بعض اختلافات حذو اور اختلافات اشباع کو داخل اقواء کہتے ہیں اور بعض متحققین نے اختلافات توجیہ کو بھی اسناد میں داخل کیا ہے اور یہ ہے جو اختلافات توجیہ کا نام اقواء لکھا ہے وہ اُن کے نزدیک اختلافات جبر کا نام ہے۔		
بیان ابطاء		
ایطائے کسیر الف ویلے معروف و طے مہمل یا کمال کرنا صاحب کشف اللغات نے جو ابطاء و بملے موصدہ لکھا ہے خطا کی ہے اور یہ صلا ح میں اُسے کہتے ہیں کہ قافیہ میں معنی واحد پر تکرار حروف و الٹکی ہو بغیر موافقت رومی کے اور اُسکی دو قسمیں ہیں خفی اور جلی ایطائے خفی وہ ہے کہ حرف زائد کی تکرار محو یا ہر نہ ہو جیسے دانا اور بینا کہ اگر چہ الف انہیں زائد اور مکرر ہے لیکن بسبب کثرت استعمال کے جزو کلمہ معلوم ہوتا ہے اسی مثال میں صاحب غیاث نے آب و گلاب بھی لکھا ہے۔		
سودا		
دال روٹی اگر جو گھر میں کچے	پہنچے بھر گھر کی کبھی نہ اُس میں دے	
کچے اور دے میں ایسے تھانی حرف زائد ہوا اسکو حذف کر دین تو رومی میں اختلاف ہو جائیگا۔		
دیر		
بستی میں بسے یا کوئی بھگل میں بسے ہیں	خدمت کو کوئی پاس ہو یا بسے چھٹے ہیں	
بسے اور چھٹے میں ایسے تھانی حروف زائد ہونے کے حذف کر دینے سے حرف رومی کی موافقت باقی نہیں رہتی بلکہ توجیہ کا بھی اختلاف ظاہر ہو جاتا ہے۔		
ناسخ		
مسطر اُسکے نہانے سے بسکہ آب ہوا	حباب بحر ہر اک شیشہ گلاب ہوا	
اسی قبیل سے ہے جو جلو اور در ہو کا قافیہ کرنا کیونکہ جمع امر کی علامت حذف ہو جائیگی بعد و نالوسی میں		

موافقت باقی نہ ہے گی اور ایطے جلی وہ ہے کہ اس میں تکرار ہوتی ہے جیسے چلتا ہو اور کتنا ہو۔ جانے والا اور رونے والا۔ قادران اور فاضلان دیوے اور جاوے چاہنا اور مانگنا پس ہو چلتا ہو اور کتنا ہو مین اور تے والا جانے والا اور رونو الامین اور دے دیوے اور جاوے مین اور آچاہنا اور مانگنا مین اور الف و نون و قادران و فاضلان مین کر زائد واقع مجھے مین اگر ان کو حذف کر دین تو حرف ر و ی مین اختلاف ہو جائے گا اور ایطامین ہی قاعدہ کلیہ ہو کہ جب حروف زائد علامت کو کسی کلمے کے آخر سے دور کر دیا جائے تو قافیہ درست نہ ہے اس طرح کے الفاظ کا ایک جیسے قافیہ مین لانا درست نہیں ہاں اس طرح اگر قافیہ کیا جائے تو درست ہو چلتا ہو چلتا ہو جانے والا جانے والا دیوے دیوے چاہنا کر ہنا فاضلان و قاضلان اس قسم کے الفاظ کا قافیہ بے عیب ہو اگر کوئی حرف زائد ان سے گرا دیا جائے تو کبھی ر و ی کی موافقت مین فرق نہ آئے گا دیکھ لطف مین لکھا ہو کہ جو حروف ر و ی پر زائد ہوں ان کو گرا دینے کے بعد اگر ر و ی دونوں مصرعوں مین موافق نہ رہے تو قافیہ کے معیوب اور غلط ہونے مین شبہ نہیں اس وجہ سے یہ کہنے کا حق حاصل نہیں کہ متف مین فارسی مین ایسا قافیہ لائے ہن اور بعضوں نے کہا ہو کہ اختلاف تصریف کا نفی اور اثبات مین جیسے کہ اور مت کر مقضی تکرار قافیہ نہیں۔

میر تقی

دیکھئے سب کچھ بچہ کے چاروں انگ	مردمی یا کھی ہو عجا سب انگ
تخت کے دل کے ہاتھ نہ مانگ	لنگے ہو تو جو کچھ نہ لے مانگ
جو کہ ہو سولو عقلی سے کہ	

مرزا نوشہ غالب نے لکھا ہے کہ ایطام سے کہتے ہن کہ دو کلمے ایک صورت کے ہوں جیسے الف و نون گویا اور بتا اور شنو کا اور ایسا ہی الف و نون جمع مثل چر آغان و جواتان کے اور ایسا ہی الف و نون مانند گریان و جندان کے پس اگر یہ مطلع مین آ پڑے تو ایطے جلی ہے اور اگر غزل یا قصیدے مین بطریق مکرر قافیہ آئے تو ایطے خفی ہو ابل خود نے خاک ڈھائی ہو اور بات بنائی ہو اور خفی جلی کی تفسیر مین لکھا ہو کہ صاحب طبع سلیم کبھی اسکو نہ سمجھے چہ جائے انکے لئے مثال ایطے جلی کی۔

سودا

انکی مشق کے گھر لگاؤں گا	اور طبعین ترا کمالوں کا
انکا کچھ اور آج کا مین الف اور لام ر و ی ہن کیونکہ دراصل لگا اور کمال ہن اور انکے مابعد کے	

حروف زائد ہیں جنکے حذف کردینے سے حروف روی میں موافقت نہ رہیگی۔

شاہ رحمان

وقت سحر اُس کو مارینگے ہم | بو خاک میں اُسکا ڈالینگے ہم
مارینگے اور ڈالینگے میں (ینگے) حروف زائد ہیں جنکے حذف کردینے کے بعد روی میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

اسی قبیل سے ہر یہ بندامانچکے مخمس کا۔

اُدھر سے اُڑے مجھے کاروان جو لڈینگے | ہر اک کو اپنے مسافر کا ہم بتا دینگے
نکب ملک دل گم گشتہ کی خبر لینگے | پھر اجو کو چڑ کا کل سے کوئی پوچھینگے

اسٹاپلٹ گیارہ تے میں قافلہ دلکا

ناسخ

لکنتی ہی جھلیوں میں لپٹا ہے | صد مومن سے امن میں وہ رہتا ہے
لپٹا اور رہتا میں لے لقیل اور ہائے غنقی روی میں اور مابعد لکھ حروف زائد ہیں۔

۷

ہمیشہ دست دل سے پائے کو بان | پریشان مثل زلف ماہر و بان
دونوں مصرعوں میں الف و لون زائد کو گرا دینے کے بعد حروف روی میں موافقت نہیں ہوتی۔

سخن مؤلف سرور سخن

لا ساقی وہ شراب کہ جسمین ہوں مستیان | بنی کر جسے میں توڑوں سبواور کلا بیان
مستیان اور کلا بیان میں (یان) حروف زائد ہیں جو حذف کردینے سے دونوں قافیوں کی روی مختلف ہو جاتی ہے۔

میر شیر علی خوس

لکھ سپارہ گل کھول آگے عنبر لیون کے | چمن میں پھول گویا آج ہیں تیرے شہید و گئے
عنبر لیون اور شہید وں میں (ون) زائد ہیں جن کے حذف ہونے کے بعد روی میں اختلاف آجائے گا۔

معصوم علی

اُو ایس دل غسریبان ہے | مرسم زخم سینہ ریشان ہے |
دو وزن مصرعونین الف اور نون جمع کی تکرار ہے۔

انقلاب ٹرکی مولفہ ہاتھ

نہیں دیکھتے دوست دشمن کی نگہیں | لگی ہیں رقیبون کی کیا کیا نگہاتیں |

عبرت

رکھیں بالین نے پیش شاہ خوبان | یہ رکھ کے عرض کی پھولوں کی چھڑیاں |
خوبان اور چھڑیاں میں (ان) زائد ہیں۔

سودا

جھکا گاڑھے کا کب تک باندھوں | موٹی سلوار تاکبیا پہنوں |
باندھ اور پہن کے حرف زوائد کو حذف کر دیا جائے تو ردی میں موافقت باقی رہے۔

ولہ

چیرا میں تیس گز کا باندھوں گا | سرخ ہی باندھوں گا پہرون گا |
اگر باندھوں گا اور پہرون کا کھلے حرف زائد کو حذف کر دیا جائے تو ردی میں موافقت باقی رہے متعارف نسخوں میں پہرون کا ہو اگر اسکی جگہ پہنوں کا ہو تب بھی وہی قباح باقی ہے۔

ولہ

نورین جامہ بھی اُس کا بنواؤں | اونچی چوٹی کا تنگ سلواؤں |
بن اور سل میں نون اور لام حرف اصلی ہیں باقی زوائد جتنے حذف کرنے کے بعد حرف زوی کی موافقت باقی نہیں رہے گی۔
اسی قلیل سے ہے

انیس

پرست تھی شان پر شان مثل خارزار | ہر صف میں تھی سپہ سپہ مثل لالہ زار |
زار کلمہ زائد ہے جس کے دور کر دینے سے ردی کی مطابقت نہیں رہتی اور زار کا لالہ زار اور لکر رہنا خوب ظاہر ہے۔

منشی

لیا خسرو نامور نے خسراج دیا اُس کو ہر تاجور نے خراج نامور اور تاجورین در کمرہ زائد کے دور کرنے سے حرف روی کی مطابقت نہیں رہتی اور ورکا زائد اور کمرہ ہونا ظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی ایطالع جلی کے قبیل سے ہے کہ قافیہ میں کلمہ واحد کی معنی واحد پر تکرار ہو یعنی ایک لفظ ایک معنی میں کمرہ لایا جائے جیسا کہ اس مطلع میں۔

میر درد

مرد سے یادیر تھا یا کعبہ یا تخت نہ تھا ہم بھی مہمان تھے وان وہ ہی صاحب خانہ تھا دیوان نعیم کے قلمی نسخے میں ایک غزل دیکھی ہے جس کے مطلع میں ایطالع ہے۔
جفا پیشہ ہو جو کوئی کسی کا درد کیا جانے تکلف برطون ظالم کسی کا درد کیا جانے کسی نے اُسے پوچھا میرے نہیں یہ کون ہو سچ کہا ہنس کر میں کیا جانوں اسے میری بلا جانے

بشیر خان گننت

ہزاروں پہنے گل کھالے بدن پر فدا جب سے مجھے اُس سگبدن پر اور یہ کہنا کہ گل بدن اسلے معشوق میں سے ہے تفرقہ معنی ہو کر قافیہ جائز ہو درست نہیں اگرچہ شعرا بسبب زور طبیعت کے ایک لفظ کو ایک ہی معنی پر قافیہ میں کئی طرح سے لاتے ہیں لیکن مطلع غزل و قصائد اور اشعار شنوی و قطعات میں جائز نہیں چنانچہ آتشائے ایک غزل اسی قسم کی لکھی ہے لیکن اُس میں قافیہ کا مطلع میں کمرہ نہ لایا گیا اشارہ کر دیا ہے گنتے ہیں۔

اس نے میں دہی اک بلغ کھا آتشا جو کہ طوبے کی بھی چوٹی کو کتر لیتا ہے
یعنی اور ایسی غزل لکھ کہ بس اک مطلع چھٹ جس میں ہر کھ کے ہی آوے تر لیتا ہے
میر یار علی مخلص بہ جانصاحب اس غزل کے قافیہ میں ایک لفظ کو ایک ہی معنی میں بار بار لایا ہے۔

مر جاؤں تو نہ لے وہ بندی کی گور پر کیا ہوں کہ صی میں جان دون بہ لرم گور پر
بروئے با صبح سے مرے تیرے شام تک روتی ہے شمع رات کو عاشق کی گور پر

کل غزل کا یہی طور ہے مجز مطلع کے کہ اس میں لفظ کو چندینا واقع ہو اور مصرع و خمین بحر معنی میں نہیں ہیں۔ خواجہ محمد رفیع خان بٹانے چودہ شعر کی غزل لکھی ہے، حسین تین مطلع ہیں تیسرے شعر کے دوسرے مصرع میں سو قافیہ ہے اور جائز کیا ردیف باقی تمام شعر و خمین یہی قافیہ اور ردیف ہے اور اس قافیہ کو بارہ شعر خمین نے نئے مضامین کے ساتھ باندھا ہے۔

ہوش ہر ایہ افساد کا کھو جائے گا دل کی بیانی کا قصہ میں سنائوں کسکو	آپ جاگنیے تو فتنہ ابھی سو جائیگا ایک ہشیار وہ عیار ہو سو جائیگا
مولوی عبداللہ کا پوری غم غزل کی ایک غزل ہو جس کا مطلع یہ ہے۔	
سنا جو تار عنقا کی نظر کا	پری وہ بال ہے تیری کمر کا
گیارہ شعر کی غزل ہو باقی تمام شعر و نثرین قافیہ کمر ہی ہو یہ دو شعر بھی سی کے ہیں۔	
نہ ہو جو عضو وہ عیب بدن ہے جسے کہتے عدم ہیں وہ یہی ہے	نہو نا وصف ہے یان تو کمر کا میں سمجھا مر کے یہ نکتہ کمر کا
امانت کی ایک غزل میں شعر کی ہو مطلع میں تو جان اور ہڈیاں قافیہ ہو باقی تمام شعر و نثرین قافیہ کیا ہو رباعی اور مرسد وغیرہ تمام مسطع کے بند و نثرین ایطابا کھل جائے ہو جیسے مرزا و میر کے مرثیوں نے ان بند و نثرین۔	
اب عقل ہماری بھی کرتی ہو گوارا عباس بھی پیارا ہو اور ایک بھی پہ پیارا	لشکر پسر فاطمہ کا گٹ کیا سارا ان دونوں کا مرنا نہواشہ کو گوارا
ولہ	
اب مرج چشم حر کی نکیون فرض عین ہو مہ نظر جسے دل نہ ہرا کا چین ہو	جسپر کہ عین عفو جناب حسین ہو وہ عین کیون نہ شیخو کو پھر فرض عین ہو
ولہ	
کہنے لگا پکار کے یون ستم بد شعار تاکید کر رہے تھے ہزار و ن ستم شعار	بس روچکے اسیر مہون اوٹو نہ اب سوار پر چھوڑتی تھیں لاش کو بیون نہ زینہار
انیں	
چار آئینہ والو نکونہ تھا جنگ کا یارا کہتے تھے زرد پوش نہیں جنگ کا یارا	چورنگ تھا سینہ تو کلیجہ تھا دو پارا بچ جائیں تو جانین کہ ملی جان دو بار
جوشن کو سنا تھا کہ حفاظت کا محل ہے اس کی نہ خبر تھی کہ یہی دام اجل ہے	
امانت	
عشق کے نام سے آگے نہ خبر تھی والد جھپٹتی آنکھ حسنینو نسے سدا تھی والد	حال یون ل کا نہ تھا حسن پستی سے تباہ دیکھتا تھا کسی مشوق کو بھر کر نہ نگاہ

کوئی کہتا تھا جو عاشق تو میں کٹ جاتا تھا اجنبی صورت پہ کبھی دل نہ تڑپ جاتا تھا	
رباعی ناسخ	
وہ موتمن افضال اکہی سے ہیں ہے مصرعہ تالیخ بقول ناسخ	خوش رات دن افضال اکہی سے ہیں وہ موتمن افضال اکہی سے ہیں
<p>اس رباعی کا مصرع اول و چہارم ایک ہے اسلئے ایطالع جلی واقع ہوا ہے اور مصرع ثالث میں بقول ناسخ لکھ دینے سے عیب کا تذکرہ کچھ ہو گیا ہے۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی اور مسدس وغیرہ اقسام مسطین اگر ایطالع واقع ہو تو مضائقہ نہیں چنانچہ فرماتے ہیں درقوافی سجد و مثنویا و خانہء مربع و مسطوط استقصاے بسیار کنند استعمال بعضے عیوب او دارند الغرض ایطالع جلی سخت عیب ہے اور ایسے قافیے کا استعمال بہت نازیبا و قطعاً ناروا ہے لیکن غزل خواہ قصیدے میں چودہ شعر کے بعد لے گا مضائقہ نہیں اور تکرار ایسے قافیے کی ردیف والی غزل میں یکبار اور قصیدے میں تین بار تک ردیف ہے مگر مطلع میں قبیح محض ہے اور تکرار قافیے کی جتنی زیادہ قریب ہوتی ہے اتنی ہی معیوب زیادہ ہوتی ہے پس سات بیت سے کم کے بعد تکرار قافیے کی کرنی چاہیے اگر سات بیت کے بعد تکرار واقع ہو تو زیادہ معیوب نہیں کیونکہ کم سے کم اشعار قصیدہ کی تعداد سات شعر ہے پس جبکہ سات بیت کے بعد قافیہ کر لے گا تو یہ فرض کیا جائیگا کہ گویا عادہ دوسرے قصیدے میں ہوا ہے اور اگر لفظ کی تکرار دوسرے معنی میں ہو تو وہ ایطال نہیں بلکہ تخفیس ہے۔</p>	
تسلیم	
کبھی دیکھے سننے نہ ایسے کان	اکھون کا نون کو ناز کی کی کان
وہیں پھیلی کبتی تھنی دھڑکی سیر	ولیکن نہ کھانا تھا ہو کوئی سیر
ہادی علی بنجود	
یہ کافر ہو درخشان امنیں وہ بانگ	دل مجنون کو جلیلی سے بانگ
<p>صاحب برہان قاطع شاکان حنفی و جلی کی تفسیر کے بعد جو فارسی میں ایطالع حنفی جلی کے نام پر ہیں لکھتا ہے کہ ایسا قافیہ غزل بلکہ قصیدہ بھر میں ایک جگہ لانا جائز ہو مثلاً جس قصیدے میں کہ قافیہ نہان و درلان</p>	

اور جهان ہو رہا ہو کہ اسپان لائیں اسلئے کہ فقط ایک جگہ سے ٹکرایہ معنی لازم نہیں آتی اور پھر خزان لانا جائز نہ ہو گا کیونکہ الف دونوں اسپان و خزان میں ایک معنی میں ہے اور رضاعی خان ہدایت انجمن آراء ناصر بن لکھتا ہے کہ مفرد کو جمع کے ساتھ قافیہ کرنے کو شاہگان جلی کہتے ہیں جیسے دبران اور مردمان کو جان اور زبان کا قافیہ کریں اور مفرد کو اسم فاعل کے ساتھ قافیہ کرنے کو شاہگان خفی کہتے ہیں جیسے گویا اور مینا اور شنو کو معما اور زلیخا اور یغلا کے ساتھ قافیہ کرنا۔

محمد بن قیس کا قول ہے کہ جس قافیہ میں ردی حرف اصلی نہ ہو وہ شاہگان نہیں ہے جیسے دلبر اور فنا اور حرف زائد اس وقت شاہگان ہے جب قوافی مقید میں واقع ہو نہ قوافی موصول میں۔

پس میر کے اس شعر میں۔

وقت کیساں تو نہیں ایدوستان	اب یہی ہو ہر زمان ورد زبان
ایطالعہ جلی ہے۔ کیونکہ دوستان جمع ہے اور زبان مفرد ہے۔	
بہت ہنسنے دیکھے وزیر و شہسان	ولہ شکار ایسے دستور سے تھا کمان
شہان جمع ہے اور کمان مفرد۔	

وحید

زیر وز برہین نادر سر کردہ کمان	ہن پیش راہوار و ملی گویا کونتیان
کمان مفرد ہے اور کونتیان جمع ہے اور مرزا دیر کے اس شعر میں ایطالعہ خفی ہے۔	
میں اسکا بے سرون جو خدا کا ہر شناسا	افرنہ ہون اسکا جو بنی کا ہو نواسا
کیونکہ شناسا میں الف فاعلیت کیلئے ہے اور نواسا کا الف اصلی ہے۔	

سیم

شہنے کہا سن وزیر دانا	لے دیکھے جس نے کو کس نے مانا
-----------------------	------------------------------

حالی

حنین ابن اسحاق قیس دانا	ضیا ابن بیطار راس الاطبا
-------------------------	--------------------------

ناسخ

سانبات و شجر میں لے دانا	مادے میوئے ہون سب پیدا
--------------------------	------------------------

اور خواجہ نصیر الدین طوسی نے لکھا ہے کہ جب قافیہ مرکب ایک جز کر واقع ہوا اور سب جملہ معنی واحد پر آئے اس قافیہ کو شاہگان کہتے ہیں جیسے الف نون جمع اور الف فاعلیت کا اور ایسے تکثیر

و مصدعی وغیرہ اور مراد شاگان سے کثرت نامزد ہے اسو سٹے کہ گنج شاگان اس گنج کو کہتے ہیں
 حسین بن بہت اور یحییٰ ہو اور قافیہ شاگان میں بھی تکرار ایک معنی کی کثرت ہو اور شاگان کے معنی
 لغت میں بیگار کے بھی ہیں یعنی وہ کام جو حاکم کے حکم سے بے مزدوری کیا جائے اور جس طرح بیگار کا کام
 ناقص و حشر ہوتا ہے یہی طرح اس قسم کا قافیہ بھی بسبب اہتامی اور نقصان و خرابی کے بیگار سے
 مشابہ ہو یا یہ امر بھی بے مزدوری کے کام کی طرح حکم کا ہے اور تعلق شاہ و حاکم سے رکھتا ہے عرف شعر میں
 شاگان کا لانا حرف گیری کے قابل نہیں رہتا کیونکہ ردیف عیب قافیہ کو چھپا دیتی ہر جیسے

حالی

فنون جب یہ پاتی نہیں کار گردہ	تو کرتی ہے آخر کو دیو زندہ گرہ
-------------------------------	--------------------------------

ولہ

یڑ اعلیٰ جگہ کا تھا کشور و نین	وہ سوتے ہیں بغداد کے مقبر و نین
--------------------------------	---------------------------------

پہلے شعر میں علامت قاعلیت کی تکرار ہے اور دوسرے شعر میں علامت جمع کی تکرار ہے اور دونوں جگہ
 ردیف نے تکرار کے عیب پر پردہ ڈال دیا ہے۔

طاؤس کنا چنا بتایا	کوکل کو الاپنا بتایا
--------------------	----------------------

ماچا اور الاپنا میں علامت مصدر کی تکرار ہے غزل اور قصیدے میں قافیہ اول مصرع کا چاہیے کہ
 اور ابیات کے مصرع اول میں مکرر لائیں کہ اسکو ذوالمطالع کہتے ہیں اور یہ خارج ہے عیب یا طے جیسے۔

ذوق

کیا عرض لاکھ خدا کی میں مون دولت دلے	اٹکا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت دلے
چاہن گرجا رہ جرح کا محبت دلے	بیچن الماس و ننگ سنگ جرح دلے
نئے جنت میں اگر سوڑ محبت دلے	تو یہ جانور ہے دوزخ ہی میں جنت دلے

ناسخ

پینے وہ صنم جو بیرہن زرد	ہو جائے سفیر یا سمن زرد
پہنا ہے جو تو نے پیرہن زرد	یاں ہے برقان غم سے تن زرد

ولہ

مستی سے ہوتا ہے جو اس کا دہن کبود	یاں سنگ کو دکھان سے ہر سارا بدن کبود
مستی سے کر سہے ہو عیش تم دہن کبود	نارک یہ ہونٹھ ہیں کہ گسے کا سخن کبود

داغ

نوٹ کیا تیسری قسم کی طرح
دم نہ سہی حسرت و غم کی طرح

دل نہ ہا سینے میں دم کی طرح
تم مرے دل میں رہو دم کی طرح

لیکن مصحح دوم میں بچا ہیے ورنہ ایسا ہوگا۔

بیان معمول

معمول اُسے کہتے ہیں کہ ایک جگہ قافیہ لفظ واحد ہوا اور ایک جگہ ترکیبے حاصل ہو مرنہ قافیہ چار شرط میں لکھا ہو کہ معمول میں بنانا قافیہ کی قفط پر ہوتی ہو لہذا کئی بیشی حرف کی کتابت کی دسے قابل اعتبار نہیں اور مرنہ موصوفے دریلے لطافت میں کہا ہو کہ اگر یہ معمول کو آج کل صنائع میں شمار کرتے ہیں مگر دراصل قافیہ کا عیب سبہر کیف یہ دو طرح ہے ایک ترکیبی دوسرے تکیلی ترکیبی اُسے کہتے ہیں کہ قافیہ بولے دو کھونٹے مرکب ہو مثلاً۔

مرزا دہر

کیا تاب منہ تو دیکھو جو برہ ہو آئینہ

صادق مثال شمسِ قمر کی نہ آئے

خوشتر

میں اپنے بدن پہ خاک ساری

خوش آئی رام کو جب خاک ساری

امانت

جو میں کتا ہوں وہ اک من ترے میں آتی ہے

باؤن آخر کو مرا اور تری پیشانی ہے

عالم

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

گستہ چین ہو غم دل اُس کو سنائے نہ بنے
میں بلانا تو ہوں مائس کو گولے جذبہ دل

ضمیمہ

جو ہر دنیا میں سوکھتا ہو مجھے یاد دی

کس آہِ چرخِ کون جائے تری بیداری

دبیر

فرزند ہوں اُسکا جو بنی کا ہو نواسا

میں اُسکا پسر ہوں جو خدا کا ہو شاسا

جان اسکی ہوں پانی نہ طالع کو ذرا سا
میں وہ ہوں پدر جیسا ہو دروگر پیا سا

مومن	
ایک دن جی زیادہ گھبرا یا	جان بیتاب کو نہ صبر آیا
ناسخ	
آیا نہیں وہ ماہ مہینے گزر گئے پریم جو لئے کی صف عشاق پر نگاہ ہو حشر سے زیادہ جلو خانہ آپ کا وہ یار ہم پیالہ وہ ساتی وہ موکمان پوچھا جو روکے یار نے ناسخ کے حال کو	رویا میں استدر کہ سفینے گزر گئے پیٹوں سے تیر توڑ کے سینے گزر گئے مجرایوں کے سر سے بسینے گزر گئے سب اپنی میکشی کے قرینے گزر گئے ہنسکر کمار قیوب شفی نے گزر گئے
منت	
مڑی اس سے سخن ساز بہ سالو سی ہے تمت عشق عبت کہتے ہیں منت مجھ پر	پھر تمنا کو مہمان فردہ پا بوسی ہے ہاں مگر نئے کی خواہنے تو اک خوشی ہے
تقلیل وہ ہو کہ ایک لفظ کے ٹکڑے کئے سے قافیہ حاصل ہوتا ہے یعنی ایک لفظ کے ایک جز کو قافیہ میں شمار کریں اور ایک جز کو ردیف میں داخل کریں جیسے قاتل قضا اور بیل قضا اور با قضا پس بیل قافیہ قاتل اور بیل کے مقابل کیا اور قضا کو ردیف میں داخل کیا جیسا کہ میر درد کی اس غزل میں تشر را اور نظر وغیرہ قافیہ ہو اور سے ردیف ہے۔	
اچھنسی ہے وحشت کو مری خیم شر سے کیون تنغ ترنی شمنی کرتی ہو مے ساتھ اسطرح کے مرنے سے تو دل بٹکے ہو	آتی ہو نظر پھر وہن فاسب منظر سے مجھ کو تو نہیں کام کسو کی بھی کمر سے ایکا ش یہ ابر مزہ دل کھول کے بہ سے
بر قافیہ ہو مقابل نظر اور تشر را اور کمر کے اور سے ردیف ہو۔	
دلاور خان بزرگ	
نہیں مطلب مجھے کچھ باغبان اور سنا بزرگ رہ غفلت سے مدہوش	دوانا ہون میں گل کے رنگ و بو کا مثل مشہور ہے سو یا سوچو کا
ذوق	
ساتیا ہون جو صبور کی مادت ملے کے جون شیشہ ساعت ہ کندہ دونوں	صبح مش کو بھی تھین تھے متوالے کبھی بل بھی گئے مودل حرکت والے

کس کی ہین دایہ لب جان بخش تھے	جان لب ہین تے آزار محبت والے
سومن	
کے ہو چھڑنے کو میرے گرسب ہن مرے بسین اگر مشہور ہوا فسانہ اپنی مبت پرستی کا رقیب بواہوس نے رونمائیں تھے کب جان ہی نہ میں اپنا نہ دل پانا نہ تم میرے نہ جان میری ذرا سمجھو تو جان من حصال غیر پر ہر دم	نہ دون نے کسی شوق اور عاشق کو آپسین برہن کیا عجب یا ن لے آئین بناں میں وہ نو وار دسے کیا جانے دیا عشق کی برہن اڑ کس کس کو ہمو بھی اگر فرما دے کس میں موجان کون نہ یہ کسی جھوٹی کھلتے تو سین
امانت	
رفار کے چلن سے غضب دل بٹھالیے	چھوٹے سے بن میں ایریڑے تم ہو چالیے
انشا	
سمند ناز پہ وہ شہسوار جو کھلا چک سئی گئی ہر شاخ گل کے تلے میں جو خوب سوچو تو ہر نام جبکا استغنا	تو غل ساچ گیا با دار چنچ بچ کا ہارے واسطے اپنی کمر تو مت چکا دہی تو اصل ہوتا ہزار لالچ کا
سوز	
جودل کہ تھا اکئی اس دل رب کے گھر سا ساتون خاک کے دلمین سوراخ دیکھو شاید کہ اپنے گھر کی سی اُسے خاک روئی	خالی پڑے اب یون اُڑا ہوا اگر سا کھلی اگر جگہ ہے یہ آہ عرش فرسا خورشید کی کلمہ پر کچھ تو دھر ہو پسا
جرات	
دیکھ زخمی مجھے اب کو چہ قاتل والے عشق کا جو ہر دل نگار سوچتا ہی نہیں اب بحر حشر ملاقات ہماری معلوم آج گلشن میں سنا باد بہاری آئی	ہنسکے کہتے ہین کہ آ زخم حکر سلولے گر چہ فرست ہون جان بر مرض مل والے تھک دم نہ کوئی اُس سے ہین ٹوٹے فینہ دل کو ہنسکے بھی کوئی کھلوٹے
نوا	
اُس پائے خانی پر رکھا ہون جو میں سر کو کس ناسے وہ ہنسکر کہتا ہو کہ بس سر کو	

آتش

ہاتھ سے تیرے کبھی ہو جو کوئی قاتل قضا دل نہ دوں گا پشیر سے دنگا ہوں یا ر کو	زندگی سے تنگ ہیں ہم سبھی رضینا بالقضا جان حاضر ہے جو مجھے ہوتی ہر سال قضا
وے دوپٹہ تو اپنا ملل کا در دسریں جو سر رگڑتا ہوں لکھوں ناسخ جو وصف چشم سیاہ	ناسخ ما تو ان ہوں لکھن بھی ہو ہلکا تیرا دروازہ کیا ہے صندوق کا ہو سیاہی میں طور کا جل کا

آتش

اے بہار جاے نزان ہو مین درست پر چھاوان آن کا عاشق و مشوق پر پڑے بجہ کرین مجھے بُت و نار تو دکر	بیمار سال بھر کے نظر آئین تندرست برسون رہا معاملہ روح و دن درست چاہیں حقیقت اپنی اگر برہمن درست
--	---

ظفر

واہ کیا طر دستم جھکو تنمگر یاد ہے کھیلتا ہے تو جو اُس رسیاؤ لہے	اک جہان تیرے ستم سے کراؤ یاد ہے کیا مجھے احوال کوئی کلمے کا منتہی ہے
--	---

ایسا قافیہ ایطال کی طرح غزل میں ایک بار اور قصیدے میں تین بار تک گنجائش رکھتا ہے اور مطلع میں بھی
آپسے تو صحیح ہے مختلف ایطال کے کہ مطلع میں اس کا واقع ہونا سہانیت میں عیوب ہو۔

بیان غلو

غلو غمین منقوطہ اور لام کے ضمتوں سے یہ ہے کہ ایک مصرع میں حرف روی ساکن ہو اور دو ضمتوں
مستترک مثال

مومن

میں اگر آپ سے جاؤں تو قرار آجائے کر ذرا اون بھی اے جوش جنون غوار و ذلیل ٹھہر جا جوش جنون ہے تو تر پنا لیکر حسن انجام کا تو سن مے بلے ہو خیال	پر یہ دُرُتا ہوں کہ ایسا نہویا آ جائے مجھ سے ایسا ہو کہ ناصح کو بھی عار آ جائے چارہ ساز و غمین خراوم دل زار آ جائے یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے
---	--

اس غزل میں اسے مولہ روی ہو اور تمام اشعار میں وہ ساکن ہو مگر مقطع میں مفتوح ہو۔

جرات

کیونکہ بستر پہ کرے پاؤں وہ رنجور دراز
جسکی خود رنگلی بھی ہو سفر دور دراز

اس غزل میں رنجور و مجبور طور قافیہ اور دراز ردیف ہے اور اس شعر کے مصرع ثانی میں دور و دراز جو قافیہ اور ردیف ہے اس میں یہ نقصان ہے کہ باعتبار مجاورہ اصلی کے دور کی رے کا ساکن کرنا جائز نہیں ایسے کہ دور و دراز عطف کے ساتھ ہو پس پہلے مصرع میں روی ساکن ہوا دوسرے میں متحرک ہو جیسے اس شعر میں۔

میزوست محمد صالح

بیاچکی حق ہم نتوان رسیدن از حرم او
رہ دور و دراز ستے کبوتر بال پریشان

اور محاورہ فارسی میں اردو ولے داخل نہیں کر سکتے۔ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ مطلع

صلاح کار کجا و من خراب کجا
بہین تفاوت رہ از کجاست تا کجا

اسی قبیل سے ہے لیکن چونکہ انھوں نے آگاہ کر دیا پس وہ عیب جاتا رہا اور یہ ایک عجیب نکتہ ہو حاصل یہ ہے (بہین تفاوت رہ از کجاست تا کجا) یعنی فراتے ہیں دیکھنا کتنا تفاوت ہو ایک جگہ حرف روی ساکن ہو اور ایک جگہ متحرک۔ مگر یہاں معترض کو گنجائش ہو کہ کہے تفاوت کو ہسم جانتے ہیں سوال یہ ہو کہ تفاوت تنہ کیوں رکھا اسکا جواب پہلا مصرع ہو (صلاح کار کجا و من خراب کجا) یعنی میں عاشق زار و یوانہ ہوں صلاح کار سے جھگو کیا کام۔ شعر کے یہاں یہ قاعدہ سے العموم جاری ہو کہ اگر مطلع میں یا اور اشعار میں غزل و قصیدے کے کوئی نقص آجائے اور اسکی اطلاع کر دین ضرورہ عیب جاتا رہتا ہے جیسا کہ مذاق بدایونی نے اپنی اس غزل کے مقطع میں کیا مری طرف اشارہ کیا ہو۔

کریں سنج و برہمن الداند رام رام اگر
ترانامی گرامی گھر تو ابن ساقی کوثر
زین شعر تر میں قافیہ لاؤں میں نشی کا
خضر ہے نام او خواجہ ترے گھر کے ہشی کا

مطلب یہ ہو کہ باوجودیکہ اصل لغت میں نشی بمع کاف تازی ہو اور قافیہ میں یہ لفظ یہاں پر نہیں آتا لیکن اجمار خواجہ سے میں قافیہ میں لاؤں کا کو یا ناؤں خشکی میں چلاؤں گا یعنی ناؤں خشکی میں چلاؤں اور ایسے الفاظ کا قافیہ ایسے موقع پر لانا دونوں امر محال ہیں لیکن اجمار خواجہ سے یہ بات ممکن ہے

مہنوی صہبائی لکھتے ہیں کہ یہ بھی عیوب قافیہ سے ہے اور قریب غلو کے ہے کہ ایک مصرع میں رومی حرف اصلی ہو دوسرے مصرع میں حرف زائد کو حرف اصلی کے حکم میں کر لیا ہو جیسے کہ یاسے تختانی لالی کی بمقابلہ یاسے اصلی کالی کے۔

فراست نامہ رنگین

اگر حد سے زیادہ ہو دے لالی اور اس لالی پہ جتنی ہو دے کالی

محشر

صف ترکان میں تے پکے ہو ترونگیانی اسکے تاراج کو اٹدی ہو یہ فوج دکنی

پہلے مصرع میں رومی یاسے اصلی ہو اور دوسرے میں یاسے نسبت زائد۔

میر حسن

زبس شعر کہتے ہیں وہ فارسی ہر اک شعر ان کا ہے جون آرسی

یاسے تختانی آرسی کی اصلی ہے اور یاسے تختانی فارسی کا زائد ہے کیونکہ نسبت کے واسطے لاحق ہوئی ہے

جرات

اب بنجائین جان لب لباقوت ایجا نہ ہون
آپ ہی افسانہ گو ہون آپ ہی فسانہ ہون
کیجیو مذکور میر اس سے میں ہون یا نہ ہون
نام ہو جرات مرا اس بات کو مردانہ ہون

ہیان لورین جینی قومین گرامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی

ولہ

طبیعت میں جو اسکے جو ہر تھے اصلی
ہوے سب تھے مٹی میں ملکر وہ مٹی

افزین صنایع کو گو آفرین
کیا لگا یا باغ آکر کاغذین

بقا والد خان بقا	
جبل صد چاک تیرے عشق سے ہنچا رہا تھا ہے جس گلشن کی ہم کرتے تھے سیریں یکے سال	کو چہاے زلف میں شبنم مثل شانہ تھا اب یہ ہوتا ہو گمان سبز ہی گویا دل تھا
نواب کلب علی خان والی ام پور	
ملا ہزار و نسیں میں مجھ سے کن زمانہ ملا ملا ہزار تو نواب اتنے خوش کیوں ہو	مگر خدا کی قسم تم سبے وفانہ ملا خدا ملا کوئی دولت ملی خزانہ ملا
آتش	
رے مرہ ان آنکھوں نے دکھو دکھا دیا تشنہ سی جو چہرہ قاتل کے خال سے کافر سے بھی ہنوجو کیا ناز حسن نے ٹھہر ا حضو یار نہ ماہ چہارہ وہ سو دلے لے لے یار کی سرین گلہ ہوئی خط سے ہانہ حسن رخ یار کا فروغ پوچھا ہے عازفوں سے جو پتہ ہو کہنا	صیتا دے شکار چھری سے لڑ گیا گولی نے بے تفنگ نشانہ اڑا دیا عاشق کے دل کو توڑ کے کعبہ کو ٹھہرا دیا دن ہو گیا نقاب جو شب کو اٹھا دیا دام بلا میں دل کو قضا نے پھینکا دیا بچنے نے اس جہاں کے دلوں کو بھٹکا دیا آنکھوں کو بند کر کے ہے دل کا پتہ لایا
ان اشعار میں دکھا اور لڑا اور اڑا اور دکھا اور پٹا قافیہ ہو اور دیار دین اور الف جو حرف رومی ہے کہیں حرف اصلی ہے کہیں زائد یہ بھی غلو کے قبیل سے سمجھنے کے قابل ہو کہ ایک جگہ رومی حرف لفظ و مکتوب ہو اور دوسری جگہ حرف لفظ و غیر مکتوب مثلاً پتہ مکتوب سہار دانش کے شعر میں۔ ۵	
بلا لایا گھر میں اسے دفعۃً	کہا اے گنی کر کچھ اس کا جتن
ولہ	
ہوا اس کے خوشنود سہ یہ سخن	کیا حکم خرگوش کو دفعۃً
شاعر نے تنوین کو جو وزن ملگئی ہو وزن اصلی کے مقابل رومی بنایا ہے تنوین اصطلاح صرف میں نہیں ساکن زائد کا نام ہے جو لفظ کے آخر میں تاکید کے لئے آتا ہے علامت اُس کی ایک ماسی	

دو حرکتیں ہیں اسطرح کہ لکھنے میں کسی حرف پر دو فتح یا دو کسرے یا دو ضمے کو دیتے ہیں دو وزن حرکتیں پڑھنے میں فون ساکن معلوم ہوتی ہیں لیکن فون لکھا نہیں جاتا میزان الافکار میں لکھا ہے کہ فون توین حقیقت میں حرف جدا گانہ ہر جسکو پڑھتے ہیں اور لکھتے نہیں ہیں اور توین کے جنانے کے لیے جو دو حرکتیں لکھ دیتے ہیں یہ مبتدوئے سمجھانے کے لیے ہے حقیقت میں فون توین کی یہ شکل نہیں ہر صورت اہل لغت فون توین کو نہیں لکھتے بجاٹ عروضیون کے کہ وہ فون توین کو لکھتے ہیں اسطرح فعلک (فعل) آتش کے اس شعر میں بھی رومی کا مدار لفظ پر ہے۔ ۵

باتھ سے تیرے لکھی ہو جو کوئی قاتل قضا	زندگی سے تنگ ہیں ہم بھی رضینا بالقضا
---------------------------------------	--------------------------------------

بیان تضمین

قافیہ کی اصطلاح میں تضمین جس عیب کا نام ہو وہ اس تضمین سے جو شاعری میں متعارف ہو جدا ہو یعنی ایک مصرع میں ایسا قافیہ لانا کہ اس کے معنی مصرع ثانی پر موقوف ہوں اگرچہ اس کا عیب میں داخل ہونا کوئی وجہ نہیں رکھتا اور حق وہی ہو جو مولوی امام بخش صہبائی لکھ گئے ہیں مگر ناچار یہ تقلید گذشتگان ہونے بھی عیوب میں لکھ یا مثال اسکی۔

دبیر

ناچنسی کسی رستے میں ہیں ازلّا	بابائے غلاموں کے بھی حق میں کہا کیا
باتھ ان کا پیر کر حسن پاک کو سونپا	عباس غلاموں سے بھی کم مرتبہ بھڑا

میراث کی خواہش ہو نہ ورثے کی طلب ہے
یہ بھائیوں میں میری حقارت و غضب ہے

لفظ آلا کے واقع ہونے سے دریافت ہونا منے کا اسے باہر پر منحصر ہو۔

موسن

کچھ نہ کچھ کر گئے اثر طے	کہ ہو اہم زبان فلک یعنی
کئی دن بعد ایک شب تنہا	اتفاقاً رملی وہ مہ سیما

انیس

صغرا کی تو وطن سے کچھ آئی نہیں خبر	جلدی کہو کہ منہ سے نکلتا ہے اب جگر
اکبر نے عرض کی کہ ہیں سب خیرے مگر	لشائے کوئی آن میں خیر النساء کا گھر

میں نین رضا بنیں آنسو بہاتے ہیں
بابا گلا گلائے کو سید انہیں جلتے ہیں

میر

جگر میں اپنے باقی روتے روتے
کبھی جو اکٹھ سے چلتی ہے آنسو
اگرچہ کچھ نہیں اسے ہم نشین پر
نویچہ جاتا ہے باقی سب زمین پر

منشی

تو نائل ہوا سو سے کشتی اگر
نہیں چاہتا یہ کہ تجھ سا جوان
تو ان میں بھی کشتی کو حاضر ہون پر
مرے ہاتھ سے کشتہ ہوئے یہاں

یہ بھی مسی قلیل سے ہو کہ ایک لفظ مفرد کے دو جز کر کے جنس کو مصرع اول کے قافیہ میں اور بعض کو
مصرع ثانی کے ابتدا میں لے آئے ہیں اشعار عرب میں ایسا قافیہ کثیر الاستعمال ہو صاحب تصدیق و برد
فرماتے ہیں۔

محمد سید الکونین والفقہ
ان والفریقین من عرب ومن عمر

مصرع پہلایا سے فقہ پر تمام ہوا اور نون مصرع ثانی میں شامل ہو۔ مگر فارسی اور اردو میں یہ امر
نہایت معیوب ہے ایسا کوئی نہیں کرتا مگر بیہل ظرافت اور بزل کے جیسے مولوی جانی کی اس باغی میں ۵

اسے شادی عید چون بکام دل اع
دورم براہل دل گز آزادی رخ
دایم شدہ محبوبس درین عکدہ مع
بوس ست برسم عید ہم از تو طمع

مصرع اول کے آخر اور مصرع دوم کے اول جز سے اعدایم اور مصرع دوم کے جزو آخر اور مصرع سوم کے
جزو اول سے معذورم اور مصرع سوم کے جزو آخر اور مصرع چہارم کے جزو اول سے محبوس حاصل ہوتا ہے
اردو میں ایسی تو کوئی مثال نہیں ملتی مگر اس کے قریب قریب مولوی محمد اسمعیل کا یہ شعر
ہو سکتا ہے۔ ۵

جو میں آفتاب تابان
نے چھپایا اپنا جلوہ

بیان تغیر

یعنی اشعار میں قافیہ بدل ڈالنا یہ بھی عیب ہے مگر اشارہ کر دینے سے کوئی عیب باقی نہیں رہتا
اور شعرے ریختہ اکثر مقطع میں اس امر کا اشارہ کر دیتے ہیں اسکی مثال یہ ہو۔

انشا

آدمی چیز ہے کیا اُسے پھوڑے پتھر لکھ غزل اور بدل قافیہ انشا کہ شرار کھا دین ہر چند کہ بارش کے تڑپے پتھر لکھ غزل اور بہ تبدیل قوافی آقا فوج لڑ کوئی جڑے کیوں نہ تڑا تڑ پتھر	ولہ ولہ	پھونکنے جس جلوے نے سب رکے روٹے پتھر بھل آئے ہیں بہت تو نے یہ پھوڑے پتھر پرہیز کب مے اشکوئے در پڑے پتھر تو نے آخر تو میں اس بحر کے چھیرے پتھر ایسے جھٹی کو چبا جائے جو کر کڑ پتھر
---	------------	--

ولہ

غزل انشا اور بھی ایک لکھ اسی بحر وریف کی نہ تو کام کیے تھکا رست نہ تو دل لگائیے میسے	کہ زبر کے قافیہ حسین ہون مجھے نفرت لائی ہے بس باگے حضرت عشق جی چلے جا گھر کی خبر
---	---

جرات

نہ جی کو دل کی خبر ہونزل کو جی کی خبر برل کے قافیہ کیسے غزل ک اور اسو طبع باتوں ہم نفسان کیا میں گلستان کی خبر لسان شمع کریں سوز دل بیان لیا خاک	مطلع	ترے بغیر کسی کو نہیں کسی کی خبر جو پہونچے شاعر دن تک اپنی شاعری کی خبر فص میں نکل نہیں اپنے آشیان کی خبر زبان کہتے ہیں لیکن نہیں زبان کی خبر
---	------	---

حسن

آنے آئے آج گردہ گلبدن رہ جائے گا گر کہے گا یان بد لکر قافیہ اور اک غزل اکیسا نسے باغ میں اپنا نشان رہ جائیگا	مطلع	ہیکلی سے مر کے تو یہ خستہ تن رہ جائیگا شاعر و غنیم نام تیرا سُن رہ جائیگا ہم چلے جاویں گے ور یہ آشیان رہ جائیگا
--	------	---

با اور الف کا قافیہ میں جمع کرنا

شعراے رغبت بعض جاہے آخر الفاظ کو قافیہ میں الف سے بدل دیتے ہیں جیسے۔

ہوس

ہوں عشق لپیر سے غم رسیدا	آگاہ کرو کہ یہ ہوا کیا
پردہ لپے نامہ عمل کا	کھل جائے نہ قبر میں لفاقا

رند

خوار کرتا ہے جو انر دو کو سفونو کو عزیز وقت فکر شعرا گریا بناوٹ کا خیال کب محیط غم میں ڈوبا جسکا تو حامی ہوا اس مہینے میں بھی مہر دے پہلو تھی گھر ہوا جو عشق کا اُس مش مسر کے دل دوسرا مجھ سا نہو گا کوئی برگشتہ نصیب اب کہاں ہایندا مستونکا وہ ہوجو کمان اب نہیں دل میں کدورت رند حاصل ہوا	سُن تو چرخ پیر کیا تو بھی گمینا ہو گیا گلِ سُرخ رنگین ہوا شبنم پسینا ہو گیا ہر حجاب اُسکے لیے گویا سفینا ہو گیا عید کا بھی چاند خالی کا مہینا ہو گیا آسمان کو ٹٹھے کا جسکی ایک زینا ہو گیا کی محبت میں نے جس سے اُسکو کینا ہو گیا ساقیا موقوفِ حبسے کا پینا ہو گیا جیسے اشراقی کا سینہ میرا سینا ہو گیا
--	--

لیکن یہ بھی شرط ہو کہ وہ لفظ کسی اور لفظ سے ترکیب نہ لایا گیا ہو ورنہ قافیہ خلو ہوگا۔ جیسے ان
شعروں میں مرزا دیر کے۔

میں سوزنِ قرمٹ گئے ترے زخم سیو نکا	موجود مرار شکر جان سپہ پے بخیہ
------------------------------------	--------------------------------

ولہ

اکتھی تھی کہ آگے نہ یہاں شاہ مدینہ	گذرا ہمیں رستے میں مہم کا مہینا
------------------------------------	---------------------------------

ولہ

اصغر کو ان کی گود میں چوتھا مہینا تھا	عابد کو تب تھی زرد جبال سکینہ تھا
---------------------------------------	-----------------------------------

ولہ

خاموش پیراب کہ ہے جی تن سے روانا	الند سے کر عرض کہ اے رب زمانا
ادبِ حسین و حسن اے خالقِ دانا	جو مجھ سے جلین تو انھیں دوزخ میں جلانا

سیونکا اور پہلے بخیہ۔ رب زمانہ اور دانا۔ شاہ مدینہ اور مہینا اور جبال سکینہ کا قافیہ
جائز نہیں بسبب مضامین الیہ ہونے بخیہ اور مدینہ اور زمانہ اور سکینہ کے (مستفاد از تحقیقات مولوی
حبیب انصوری خان نساخ)

میمہ

گئے پاس لکے وہ شیخ زمانہ	رکھا پھر اُسکے آگے لاکے کھانا
--------------------------	-------------------------------

شیخ زمانہ اور کھانا کا قافیہ جائز نہیں بسبب مضامین الیہ ہونے لفظ زمانہ کے۔

مرزا محمد سعید الدین احمد خان طالب		
ایک کو مری مٹی عزیز اور محترم ہوتی	اگر مین خاک در ہوتا معین الدین حسینی کا	چھ مری نظریں جلوہ کون و مکان کیونکر
بات اور رات وغیرہ کو قافیہ میں ہاتھ اور ساتھ کے ساتھ جمع کرنا		
شعرا بات اور رات اور بہات اور گات وغیرہ کا قافیہ ساتھ اور ہاتھ بھی کر لیتے ہیں مگر غور کیا جائے تو ایسا قافیہ درست نہیں کیونکہ ہاتھ اور ساتھ میں ہائے مختفی بھی ہو اور رات اور بات اور گات اور بہات میں نہیں۔		
علی محمد خان علی قلی		
دھیان میں لاتے ہیں جب بھری کسی کی گات ہم	مارتے ہیں تب ہین چھاتی پیر لون ہاتھ ہم	
ہمت رہی ہو		
عجب گدش میں اپنی اندون اوقات کٹی ہے	غنیمت ہو کوئی ساعت جیتے ساتھ کٹی ہے	
دلیر شاہ دلیر		
پھر بھی یارب وہ کبھی دن رات ہو	یار ہوے ہو گلے میں ہاتھ ہو	
دیکھیں گے حضور ایسی کوئی بات نہوگی		
اسی قبل سے ہو سودا کے ان اشعار میں ہاٹ کا قافیہ ٹھاٹھ کے ساتھ جسکے آخر میں مائے ہندی کے لفظ میں با مخلوط ہو جیسا کہ لفٹس لغات میں مذکور ہے۔	روح آب کی بیمار کے کیا ساتھ نہوگی	
منظر کا شعر فارسی اور ریختہ کے سچ	سودا یقین جان کہ روڑا ہو ہاٹ کا	آگاہ فارسی تو کہے اُسکو ریختہ
چوتھا شہر ہمام قافیہ میں باعتبار وزن کے		
طلسم کشایان گنجینہ سخن تحریر کرتے ہیں کہ موافق قول خلیل بن احمد عر دضی کے حد قافیہ کی باعتبار وزن شعر کے حرف آخر ساکن سے آگے اقبل کے حرف ساکن تک ہو برابر ہو کہ کلمہ کا جز ہوا پورا کلمہ ہوا		

ایک کلمہ پورا اور دوسرے کلمے کا جز ہو یا پورے دو کلمے ہوں پس صحیفی کے اس شعر میں - ۵

تیغ نے اُسکی پلچہ کھالیا | اُس نے آتے ہی مجھے سُنکوا لیا

کھالیا اور سُنکوا لیا میں دو الف اور دو حرف متحرک کہ اُنکے درمیان میں واقع ہیں قافیہ میں چنانچہ کھالیا میں دو الف اور اُنکے درمیان کلام اور یاے متحرک اور سُنکوا لیا میں دو الف اور اُنکے درمیان کلام اور یاے متحرک قافیہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ خلیل کے نزدیک کھالیا میں کاف عربی کی حرکت اور سُنکوا لیا میں واؤ کی حرکت بھی قافیہ میں شمار ہوتی ہے اس بے معلوم ہوتا ہے کہ کاف عربی اور واؤ قافیہ سے خارج ہیں مگر مدح کی اور صاحب خزرجیہ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں بھی خلیل کے نزدیک قافیہ میں داخل ہیں اور انہیں کے ان شعر وغین بھی قافیہ کا یہی حال ہو - ۵

ہاتھو میں لے چکے جو اُسے شاہ انقیبا | بانو بچاری نو نڈی کو صاحب جلا لیا
سبجھانے پر حسین کے بانو نے رو دیا | دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جھکا لیا

ولہ

یہ وہ ہے راہ راہ خدا میں جو مجاہد | یہ سابق الا یکان ہے یہ ہو عابد و زاہد
پیدا ہوا جب خلق میں اُسکا ہون میں شاہ | سہرہ گیا اور کو جس بحر خالق واحد

مجاہد اور عابد و شاہ اور واحد میں الف اور وال اور اُنکے درمیان کے حرف قافیہ میں اور دوسرے قول کے مطابق جہم اور بے مجور میں مشین منقوطہ اور واؤ کی حرکات بھی قافیہ میں شامل ہیں پس حرف ساکن تک جب قدر فاعل زیادہ ہوا جائے گا قافیہ کا نام بھی علیحدہ ہوتا جائے گا جیسا کہ ہم آگے بیان کرینگے اور اس قول کے سوافی قافیہ نو حرف نہیں منہجر ہوا اور ان حرفوں کا کچھ نام نہیں ہے اور اگر آخریت میں دو حرف ساکن واقع ہوں تو وہ دونوں ساکن اور اُنکے ماقبل کی حرکت قافیہ ہے جیسے -

رضا

خواہ نزدیک کھو خواہ رکھو دور نہیں | دیکھنا ایک نظر تنکو ہے منظور ہمیں

کہ یہاں دور میں واو اور ز اور ذال کا ضمہ قافیہ ہے اور منظور میں واؤ اور ز اور ذالے معجز کا ضمہ قافیہ ہو -

خلیق

گل مرغون میں وفا کا پاس نہیں | جون گل کا غدی میں پاس نہیں

پاس اور باس کا الف اور سین قافیہ ہو اور باے عربی اور بے فارسی کی حرکت بھی قافیہ میں داخل ہو۔ اور اخفش کے نزدیک شعر کا تمام کلمہ آخر قافیہ میں داخل ہے اور بعض تہا حرف روی کو قافیہ اعتبار کرتے ہیں اور بعض حرف ماقبل روی کو بھی قافیہ میں شامل کرتے ہیں پس جبکہ خلیس کے نزدیک قافیہ دو ساکن میں مختصر ہو تو اسکی پانچ صورتیں ہیں اول مترادف یعنی لفظ قافیہ کے آخر میں دو ساکن بلا فصل آویں جیسے نوک چوک۔ نور حور و دم متواثر جس میں درمیان دو حرف ساکن کے ایک حرف متحرک ہو جیسے دلبر انگر۔ بہتر کہ تر سوم متدارک جس میں درمیان دو حرف ساکن کے دو حرف متحرک واقع ہوں جیسے طنطنہ غلغلہ۔ جو مملہ و لولہ۔ بانجربے ہنر چہارم مترادف یعنی وہ قافیہ جس میں دو حرف ساکن کے درمیان تین حرف متحرک واقع ہوں جیسے قبلہ من کعبہ من بستر غم غار الم نجم متکاوس یعنی وہ قافیہ جس میں درمیان دو ساکن کے چار حرف متحرک واقع ہوں اس کی مثال اردو میں نہیں یہ قسم عربی سے مخصوص ہے فارسی میں بھی مستعمل نہیں۔

قافیہ مترادف

یہ قافیہ آٹھ بحر و سین آتا ہے ایک بحر بنج اس میں جب آوے گا کہ عروض و ضرب قصود ہوں یعنی مفاعیل یا اہتم ہوں یعنی فحول یا ازل ہوں یعنی فاع یا مسجع ہوں یعنی مفاعیلان یہاں مجملہ مثال قافیہ مترادف کی دی جاتی ہے۔

سجدہ

کرجنے کی تھی بڑھیا آگ کی ات (مفاعیل)

ضیعنی سے کروں کسی میں کیا بات (مفاعیل)

ولہ

یقیناً ہو کسی طرف کا یہ قول (مفاعیل)

چلا آیا ہوا دل سے یہی قول (مفاعیل)

ولہ

یہی وضع زمانہ اور یہی راہ (مفاعیل)

یہی خورشید ہووے اور یہی راہ (مفاعیل)

مومن

ای خواجہ خواجگان و خشم و عتاب (فعل)
کیا تاب کہ دیکھ کوئی تھکوا جواب (فعل)

ولہ		
یہ کچھ دھنست نہ طریق توحید (فاع)	پھر کیا ہو ضرور سبکی کیساں فہمید (فاع)	
ذوق		
قلم رستی پیشہ ہواور کاغذ صفا آئین (فاعیلان)	قلم زن تاہو مشک نشان کاغذ خطے سنگ لگین (فاعیلان)	
زبان پر اسخن ہواور سخن میں معنی لگین (مفاعیلان)	سخن داد چاہا وراہل سخن تحسین (مفاعیلان)	
فائدہ یہ قول بعض مؤلفین کا کہ قافیہ مترادف بحر صرح میں جب آئے گا کہ عروض ضرب مقصور یا اہتم ہوں اذراہ انحصار نہیں ہے کیونکہ اس بحر میں جب عروض ضرب ازل یا مسبق ہوں تو بھی آسکتا ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہوا دوسرا بحر مل اس میں جب آتا ہے کہ عروض ضرب مقصور یا مسبق ہوں اور قصر و تسبیح رکن سالم میں ہوں یا مزاحف میں مثال قافیہ مترادف کی بحر مل میں		
اس ملنے کی نہیں مزاحمال (فاعلان)	موئن (مومن)	ہر طرح سے ہم ہن محروم وصال (فاعلان)
سیان قصر رکن سالم میں ہے اس لیے کہ فاعلاتن سے فاعلات مقصور ہے جس کو فاعلان سے بدل لیا ہو۔		
انکار و اندیشہ انجام و مال (فعلان)	ولہ	وہم ناکارہ و بے صرفہ خیال (فعلان)
سیان قصر رکن مزاحف میں ہوا سبیلے کہ فاعلاتن مخبون کو مقصور کر نیسے فعلات میں کے کسر سے بنام جس کو فعلان سے بدل لیا ہو۔		
کچھ تپسیان کہ کیوں کی تھی چاہ (فعلان)	ولہ	اسکا انجام نہ کیوں سوچے آہ (فعلان)
عروض ضرب میں تسبیح رکن مزاحف میں واقع ہوئی اس واسطے لیے فعلان (سکون عین) مقطوع یا اتر کو مسبق کرنے سے فعلان حاصل ہوتا ہوا اس کو مخبون مسکن مقصور اور مشعت مقصور بھی کہتے ہیں۔		
ولہ		
فدنی گشت سے وہ کرنا ہو رنگ (فاعلیان)	اور این دلبر جو غم کے ہاتھ سے سنگ (فاعلیان)	
عروض ضرب میں فاعلیان سالم مسبق ہو۔		
فائدہ مولوی امام بخش صہبائی قافیہ مترادف کے بیان میں لکھتے ہیں کہ بحر مل میں جب ہوتا ہو کہ مقصور ہو یعنی فاعلات کے سکون سے یا مشعت ہو یعنی مغول فاعلق سے بدلا ہو کیونکہ فاعلق سبب سکون لام کے مستعمل تھا بدست ناقص مولف کے فاعلات مقصور کا ذکر تو بجا ہو لیکن مغول مشعت کا لفظ سہو سے خالی نہیں کیونکہ فاعلات کے آخر میں الف ساکن پھرتے ساکن ہو اور قافیہ مترادف کی بھی یہی تشریح ہے		

کہ اُسکے آخر میں دو حرف ساکن بلا فصل واقع ہوں میں مقولہ شعث میں یہ بات نہیں اس لیے کہ اس میں واؤ ساکن پھر لام متحرک وسط میں فاصل پھر نون ساکن ہے تعجب ہے کہ مسیغ یعنی فاعلیان اور مشعث مقصور یعنی فعلان بسکون میں کے ذکر کو تو چھوڑ دیا اور مقولہ شعث کو لکھ دیا جو مفید مدعا نہیں تیسری بحر مضارع اسمین جب آوے گا کہ عروض و ضرب مقصور یعنی فاع لان یا مسیغ یعنی فاع لیان ہوں مثال قافیہ مترادف کے بحر مضارع میں آئیگی۔

میسرتقی

الایق تری صفت میری ہر حال (فاع لان) | آشفٹہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال (فاع لان)

ولم

کیا ظلم کیا تعدی کیا جو رکھا جنہیں (فاع لیان) | اس چیخ کے کری ہیں جسے بہت اُن (فاع لیان)

قائدہ یہ تشریح بعض محققین کی کہ بحر مضارع میں قافیہ مترادف جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یا مسیغ ہوں کیونکہ بحر مضارع مسدس کا رکن آخر مفاعیلین مقصور ہو کر مفاعیل اور مسیغ ہو کر مفاعیلان ہو جائیگا کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ اول تو بحر مضارع رخیۃ میں مسدس مستقل ہی نہیں مثال کے طور پر کچھ وزن مسدس عروض کی کتابو بخین لکھ دیے جاتے ہیں دوسرے اور جو مستقل ہے اس میں رکن فاع لاتن کو آخر میں لاتے ہیں مفاعیلین آخر میں نہیں واقع ہوتا تیسرے ضمن بہت مستقل ہے اور اسمین رکن آخر فاع لاتن کے قصر و تسلیغ کی حالت میں قافیہ مترادف کا آنا ممکن ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں معلوم ہوا چوتھی بحر سر لے اسمین قافیہ مترادف جب آئیگا کہ عروض و ضرب مطوی ہو قوافی سے فاعلان ہوں یا مبدوع یعنی فاع مثال۔

غفلت

مرد سے بولے کہ نکر دو نکاح (فاع لان) | زرق سے کہے چارہاں شوہر مریح (فاع لان)

قدیر

عشق محسوس میں دن رات (فاع) | رہے مری حرفت و قات (فاع)

پانچویں بحر مریح اس میں قافیہ مترادف جب آئے گا کہ عروض و ضرب مطوی ہو قوافی سے فاعلات یا مبدوع یعنی فاع ہوں مثال۔

شاہ نیاز احمد

شاہ کے پتے نے دیکھ کر کیا ہی مچلایا شو (فاعلات) جن ملک کے اُپر کر رکھا ہوا پنا دور (فاعلات)

قدیم

کلبہ احزان میں آپ لائے جو تشریف (فاع) بندہ نوازی کی کیا ہو سکے تعریف (فاع)

چھٹی بحر جز اسمین جب آتا ہو کہ عروض و ضرب مائل یعنی مستفعلان ہوں مثال

ظفر

داہد یعنی ساز و نعتن یا کسی کو یہ کہاں (مستفعلان) جو اس بلا کو ٹالے ہو وے شفیع عاصیان (مستفعلان)

باور نہ آتا ہو جسے دیکھے عیان کا کیا بیان (مستفعلان)

لکھتے ہیں دروازے اُپر تا گھر رہے دارالامان (مستفعلان) سا تو میں بحر تقارب اسمین جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مقصور یعنی فاعل یا مسنی یعنی فاعلان یا انعم مسنی یعنی فاعلان لبکون میں ہوں -

میرسن

لہفتہ اسی سے سوال و جواب (مفعول) سدا روبرو اسکے غم کی کتاب (مفعول)

ولہ

گلابی میں غنچے کی جگہ شتاب (مفعول) پلا سا تیا کیشی کی شراب (مفعول)

مومن

صبح جدائی شام غریبان (مفعولان) کام دلِ ناکام رقیبان (مفعولان)

میر

خون باری سے چہرہ گلگون (مفعولان) خلق بے چشم پر خون (مفعولان)

ہنسنے میں وہ صفائے دندان (مفعولان) برق خرم عالم امکان (مفعولان)

آٹھویں بحر کامل اس میں اس وقت آتا ہے کہ عروض و ضرب مائل یعنی متفعلان یا مضمر فاعل یعنی متفعلان ہوں جیسے -

میرینائی

وہ نسیم گلشن کن فلکان وہ شمیم روضہ جادوان (متفاعلان)
وہ قمر خرم فلک آستان وہ قضا علم دہ قدر نشان (متفاعلان)

صبرہ اپوری

کسی دوست کو شب غم نہ تھی مرے جینے کی ذرا بھی امید (متفاعلان)
جو سنا دیا کہ وہ آتے ہیں نہ مرض راہوئی سب کو عید (متفاعلان)

لا ا علم

ترے ہجر سے آئی ہے لب پر جان (مستفعلن)
یہ تباہ مجھے تو تھا کہاں (مستفعلن)

قافیہ متواتر

چم بھرو نین آنا ہو ایک بھر ہرج اسمین جب آئیگا کہ عروض و ضرب سالم یعنی مفاعیلین یا مخدوف یعنی
مفعلن ہوں مثال قافیہ متواتر کی بھر ہرج نین۔

ذوق

گلستان میں ہوتا گل اور گل سے شاخ ہوزیبا (مفاعیلین)
غیستان میں ہوتا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا (مفاعیلین)
ہنال تاک میں انگور ہوا انگور میں صہبا (مفاعیلین)
نشہ صہبا میں ہوا در ہونشہ جب تک نشا طافزا (مفاعیلین)

مومن

نگاہ لطف سے کیا کیا اشلے (مفعلن)
کہ منظور نظر ہو تم ہمارے (مفعلن)

دوسری بحر بل اسمین جب آنا ہو کہ عروض و ضرب سالم یعنی فاعلاتن یا مجنون یعنی فاعلاتن یا مخجون
مخدوف مسکن یعنی فعلن عین کے سکون سے ہوں۔ مثال اول سے

میری آنکلی اب نہیں مہر و محبت (فاعلاتن)
ہو فقط اک دور کی صاحب سلامت (فاعلاتن)
کر حذر میرا نہیں ہو شیشہ خالی (فاعلاتن)
شیخ ہو اسمین شراب پر نگاہی (فاعلاتن)

تظم		
نہ غنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت (فعلاتن)		نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت (فعلاتن)
مومن		مثال سوم
وہی ہنسنا وہی دنا باہم (فعلن)		وہی صحبت وہی ہر عالم (فعلن)
تیسری بحر جزاسمین جب آتے ہیں کہ عروض و ضرب مقطوع یعنی مفعول ہون کر ایسا وزن بدیع ترین دیکھا نہیں گیا شاید کسی نے لکھا ہو چوتھی بحر مضاع اسمین قافیہ متواتر جب آتا ہو کہ عروض و ضرب سالم یعنی فل لاتن ہون مثال -		
میر		
آیا ہے ابر جب کا قبل سے تیرہ تیرہ (فاع لاتن) مستی کے ذوق میں ہن آنکھیں بہت سی تیرہ (فاع لاتن) پانچویں بحر متناوب اسمین جب آتے ہیں کہ عروض و ضرب سالم یعنی مفعول ہون جیسے۔		
میر		
سنو سرگدشت تاب ہماری زبانی (فعلن)		سُنی گرچہ جاتی نہیں یہ کہانی (فعلن)
مومن		
لیکن میرا چین وہ بالکل (فعلن)		ساتھ ساتھ صبر و تحمل (فعلن)
چھٹی بحر متدارک اسمین جب آتے ہیں کہ عروض و ضرب مقطوع یعنی فعلن سکون عین ہون جیسے۔		
طالب		
ہر دم گرا ہوں میں زاری (فعلن)		دیکھی بس بس تیری یاری (فعلن)
اور ربامی میں بھی آتا ہو بشرطیکہ عروض و ضرب اتر یعنی فعلن ہوں کیونکہ فعلن کے قبل مفاعیل آتا ہو یا مفعول پس ان دونوں کا حرف آخر ساکن ہنر لہ حرف ساکن با قبل فعلن کے ہو گیا اور دو ساکنوں کے درمیان ایک نے متحرک ہو گئی مثال -		
مومن		
یہ چند منافق سراپا بہ عمت (فع)		سے کفر و ضلال و فسق جن کی طینت (فع)
بتلاتے ہیں بدعتی امام حق کو (فع)		گو یا کہ جہاد ہے خلافت سنت (فع)

قافیہ متدارک

نوجوینن آتا ہے ایک بحر ہزج اس میں جب آئے گا کہ عروض و ضرب مقبوض یعنی مفاعلن ہوں جیسے۔

ظفر

میں ہوں ضعیف ناتوان و رہیاری گلی (مفاعلن) اُسکی ہولے وں پھر جگوار ملے لے چلی (مفاعلن) میرا علاج درد سر یہ ہے جو تھکے ہوئے (مفاعلن) سرے تو میرے باندھے اپنا دوپٹہ صندلی (مفاعلن) دوسری بحر زمل اس میں جب آئے گا کہ عروض و ضرب مخدوف یعنی فاعلن ہوں جیسے۔

مومن

ماشوقینہ زاصحون کا ولولہ (فاعلن) متعجب کا سیکرے میں غفلتہ (فاعلن) تیسری بحر جز اس میں قافیہ متدارک جب آئے گا کہ عروض و ضرب سالم یعنی مستفعلن یا مخبون یعنی مفاعلن ہوں۔
مثال اول۔

ظہیر اکبر ۶ ہادی

جواد کی بستی رکھے اُس کا بھی بتا ہے پُر (مستفعلن) جواد کے مارے پھر ہی اُس کے بھی لگتا ہے چھرا (مستفعلن)

حافظ باتکی پوری

اے ابطمی ویشربئی اے قشمر اے محترم (مستفعلن) اے مخزن صدق و صفائے معدن جو دو کرم (مستفعلن) مثال دوم

مومن

صبح ہوئی تو کیا ہوا، ہر وہی تیرہ آہری (مفاعلن) کثرت درد سے سیاہ شعلہ شمع خاوری (مفاعلن)

چوتھی بحر کامل اس میں جب آتا ہے کہ عروض و ضرب سالم یعنی متفاعلن یا مضمر یعنی مستفعلن ہوں مثال اول -

امیر مینائی

شب جشن خالق بحر و بر جو طلب ہوے تو بندھی کمر (متفاعلن)
صفت انبیا تھی او مرد و دھروہ نجوم میں صفت قسمر (متفاعلن)

ولہ

کیے خلق حق نے جو انبیا اُنھیں ایک ایک شرف ملا (متفاعلن)
جو کلیم کو یہ پڑنیا تو مسیح کو دم جان فزرا (متفاعلن)
مثال دوم -

طالب

نبہونی کبھی مجھ سے خطا نہو کر دمجھ پر خفا (مستفعلن)
نریا کرو تم گالیان نہ کیا کرو مجھ پر جفا (مستفعلن)
پانچویں بحر متقارب اس میں جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فعل میں مفتوح و لام ساکن سے ہوں اور اس میں دو ساکن اس طرح ہوتے ہیں کہ فعل کے قبل فعلوں آتا ہو اور اس کا نون ساکن ہو پس فعلوں کا نون ساکن ہنزلے ساکن یا قبل فا کے ہو تو نون ساکن اور لام ساکن کے درمیان فا و عین متحرک ہونے جیسے اس شعر میں -

میسرن

پڑے آشیانوں سے اپنے محل (فعل)
جھلک جس کی ہر ہر قدم پر پڑے (فعل)

دخوش و طیور و نملک بے محل (فعل)
وہ ہاتھو نہیں نہونے کے موٹے کڑے (فعل)

چھٹی بحر متدارک اس میں جب آتا ہو کہ عروض و ضرب سالم ہوں جیسے اس شعر میں قطارہ: پنج رطت شیخ لاما بخش ناخج مرحوم کے -

رشتک

رشتک لے صبح سال رطت کہا (فاعلن)
شعر گوئی اُنھی لکھنؤ سے دلا (فاعلن)

ساتویں بحر منجز اس میں جب آتا ہو کہ عروض و ضرب مطوی کسوف یعنی فاعلن آوین جیسے -

سودا		
اتنے لیے صاحبو کے یہ ہم سے اڑے (فاعلن)	آکویٰ جانے انھیں یہ بھی ہیں شاعر بڑے (فاعلن)	
آکھون بھر مضاع اس میں جب آتا ہے کہ عروض و ضرب محذوف یعنی فاعلن ہوں جیسے۔		
میسر		
آداب سلطنت نہ تھا بلکہ رابلہ (فاعلن)	حرکت نہ تھی مجھ سے کوئی غیر ضابطہ (فاعلن)	
نورین بحر سرچ اس میں قافیہ متدارک جب آتا ہے کہ عروض و ضرب مطوی کسوف یعنی فاعلن ہوں جیسے۔		
شہید		
مجلو نہیں چاہیے باغ ارم (فاعلن)	سرمو مراوردہ خاک قدم (فاعلن)	
قافیہ مترکب		
یہ قافیہ دو بحر وین آتا ہے۔ ایک بحر جزین جبکہ عروض و ضرب مطوی یعنی منقطع ہوں جیسے۔		
قدیمہ		
لب نہیں طاقت کہ سے خون شدہ دل رنج و تعب (منقطع)		
لطف کرو لطف کرو و مچوڑ دو سب قسم و غضب (منقطع)		
دوسری بحر رمل اس میں اس وقت آتا ہے کہ عروض و ضرب مجہول محذوف یعنی فاعلن کبیر میں ہوں اور یہاں دو ساکنوں کے درمیان تین مقرر کون کے جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ فاعلن کے پہلے فعلاتن آتا ہے اور اس کا نون ساکن ہے پس فعلاتن کا نون ساکن بمنزلہ ساکن ماقبل فاعلن کے ہو تو فعلاتن کے نون ساکن اور فاعلن کے نون ساکن کے درمیان تین حرف مقرر یعنی حرف ل ہوے۔ جیسے مومن کے اس شعر میں۔		
جگر و سر زلش نشتر غم (مفعول)	سینہ وقت خلش خار الم (مفعول)	
قائدہ ان چاروں قسموں کا قافیہ بحر مذکورہ بالا میں واقع ہونا بسبب حصر کے نہیں اور ابیات مرد متفقہ ہیں اور قافیہ متکاوس چونکہ عربی سے مخصوص ہے اور اشعار فارسی میں بھی قافیہ نش		

و شگنمش قافیہ نہیں کرتے اس لیے کہ فاصلہ کبر ہے لہذا اس کا بیان فضول ہے یہ مثالیں جو تمام قافیوں کی نوی گئیں اور اشعار ہر قسم کے برعایت جو رکھے گئے اس سے یہ مطلب نہیں ہو کہ ایک قصیدہ یا غزل وغیرہ میں ایک ہی قسم کا قافیہ ہونا چاہیے نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ قافیہ عربی میں ان پانچ قسموں اور ریختہ میں پہلی چار قسموں سے زیادہ نہیں ہو سکتا خواہ ایک غزل و قصیدہ میں چند طرح کا قافیہ لاکھن اور ایک مطلع میں ایک مصرع کا قافیہ ایک قسم کا ہو اور دوسرے مصرع کا قافیہ دوسری قسم کا۔ جیسا کہ علی العموم شائع ہو۔

ادھر کی مثالوں میں اس قسم کے اشعار تلاش کر کے لکھے گئے ہیں جنکے دو وزن مصرعون میں ایک قسم کا قافیہ ہے اور شاعر اگر اسکا التزام کرے اور دو وزن مصرعون میں مطلع کے باہر ایک شعر میں غزل و قصیدہ کے ایک قسم کا قافیہ لائے تو لزوم والا لازم کے قبیل سے ہے۔

تنبیہ یہاں یہ سوال پیش آتا ہے کہ وزن غنہ تحقیق اہل عروض کے نزدیک حرف میں داخل نہیں ہے اسوجہ سے اسکو تقطیع میں نہیں لکھتے ہیں پھر اس شعر میں وزن غنہ کا کیوں اعتبار کیا ہو جواب اسکا یہ ہے کہ اہل قافیہ کے نزدیک وزن غنہ معتبر ہے اور اسکو ایک علیحدہ حرف سمجھتے ہیں چنانچہ مرزا قنیل نے دریائے لطافت میں کہا ہے کہ وزن غنہ عروضیوں کے نزدیک حرف میں داخل نہیں ہو جیسا کہ اسکو تقطیع میں نہیں لکھتے اسی طرح جو حرف تلفظ میں نہ آئے یا جہاں کوئی حرف دو حروف کی ترکیب سے حاصل ہوا نہیں ہے ایک کو شمار نہیں کرتے جیسے واؤ خود کی اور تاو دال راست دار کی اور نوں چاروں اور اہل قافیہ ان حروف کا اعتبار کرتے ہیں

پانچواں شہر دلیف کے بیان میں

پوشیدہ خبر ہے کہ ردیف کو شعرے عجم نے اختراع کیا ہو شعرے عرب کے بیان مانند رباعی اور تخلص کے اسکا دستور نہیں لیکن سکال کی نے شعرے عجم کی اتباع سے چند غزلین مردن کی ہیں اور مذہبی کو اس سے بھی پہلے دوسرے شعرے عرب نے شعرے عجم کی تقلید سے اختیار کیا ہو۔

رولف اس لفظ کا نام ہے جو قافیہ کے بعد آتا ہے اور دو قسم پر ہوتا ہے ایک مستقل کہ براہ استقلال حقیقی آخری آیات میں بقید مکرر وارد ہو دو سرا غیر مستقل یعنی مستقل حکمی وہ ہے جو قافیہ معمول تخیلی میں آیا جائے کہ نصف لفظ کو قافیہ اور نصف کو ردیف کھڑا کہیں مگر باتفاق جمہور یہ لفظ خواہ کلمہ ہو یا کلام مستقل اور متحرک لفظ و المعنی ہوتا ہے اور معنی شعر کے اس سے ایسے متعلق ہوتے ہیں کہ اس کے تمام نہیں ہوتے مثال ردیف متفق اللفظ و المعنی کی۔

سودا

جو گزے مجھ سے مت کہو ہوا سو ہوا	ہا کشان محبت پہ جو ہوا سو ہوا
مبادا ہو کوئی عالم مرا گریبان گیر	مرے لہو کو تو دامن سے دھو ہوا سو ہوا

پہلے شعر میں کہو اور جو اور دوسرے شعر میں دھو قافیہ ہوا اور ہوا سو ہوا اور ردیف

نثار

زخمی کو محبت کے سب سے راحت ہے	گر لون بھی تو چھڑکے تو سنگ جرات ہے
-------------------------------	------------------------------------

راحت اور سنگ جرات قافیہ ہوا اور ہوا ریختے۔

نواب احمد علی خان رند

شہر کو جب حساب مانگینگے	الاماں شیخ و شاب مانگینگے
اپنے ساتی لا ابا بانی سے	رندوان مجھی شراب مانگینگے

پہلے شعر میں حساب اور شاب اور دوسرے شعر میں شراب قافیہ ہے اور مانگینگے ردیف۔

حالی

ہین یار رفیق پر مصیبت میں نہیں	ساتھی ہیں عزیز لیک ذلت میں نہیں
اُس بات کی انسان سے توقع ہو عبت	جو نوع بشر کی خود جہلت میں نہیں

پہلے مصرع میں مصیبت اور دوسرے میں ذلت اور چوتھے میں جہلت قافیہ ہے اور میں نہیں ردیف۔ خواجہ نصیر الدین طوسی کے نزدیک افطون کی تکرار مشروط ہے نہ معنی کی یعنی اگر دوسرے شعر میں یہ کلمہ دوسرے معنی میں آجائے تو درست ہو جیسا کہ مرزا سلیمان شکوہ کے ان دو شعر و غنیں۔

گالیان سیکڑون ہر بات پہ اب دینے لگے	دیکھو جھڑتے ہیں کیا منٹھ مے کے پائے پھول
کس طرح لون میں بلائیں کروں کیونکر تعظیم	دست و پا اپنے گئے دیکھتے ہی پار کے پھول

غالب

صبح دم دروازہ غاور کھلا خسرو خبسم کے آیا صرف میں وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود ہیں کو اکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ ہرم سلطانہ ہوئی آراستہ تاج زرین ہر تاج بان سے سوا	مہر عالم تاب کا منظر کھلا شب جو تھکا گھینٹے گوہر کھلا صبح کو رازِ مہر و خستہ کھلا دستے ہیں دھوکا یہ بازی کھلا کعبہ امن و امان کا در کھلا خسرو آفاق کے منہ پر کھلا
---	--

جرات

میراز گوہر رشک چشم سے دامن تر پایا نگھادی پردہ داری حسن نے یسکو خاموشی جوازاہ تلمطف پاؤں وہ رشک ملک کھے	تری دولت سے بس عشق ہننے خوب بھر پایا کہیں قسمت سے ہمایہ جو اُسکے ہننے گھر پایا تو پہونچے کر سی دل کا ہارے عرش پر پایا
---	---

خواجہ نصیر الدین طوسی کا یہ بھی قول ہے کہ مستقل ہونا ردیف کا بھی ضرور نہیں ہے بلکہ ردیف مستقل ہونا غیر مستقل دونوں طرح درست ہے لیکن ردیف غیر مستقل سے خواجہ کی مراد وہ حروف قافیہ ہیں جو بعد حرف وصل کے آتے ہیں مثل خروج اور مزید اور نازہ کے کمر اتفاق جمہور قول اول ہی پر ہے یعنی مستقل ہونا ردیف کا شرط ہو پس ان اشعار میں -

حالی

وہ بیون میں حمت لقب پانے والا مصیبت میں غم و غم کے کام آنے والا	مُرادین غریبوں کی بر لانے والا وہ اپنے رائے کا غم کھانے والا
--	---

خواجہ کے نزدیک یا نیوالا اور لانے والا اور کٹنے والا اور کھانے والا کے حرف می وال اردیف میں داخل ہیں کیونکہ یاے تختانی خرچ ہے اور او و فزید اور الف نازہ اور لام اور الف نازے کی فرع ہیں اور جمہور کے نزدیک یہ قافیہ میں داخل ہیں -

شیخ امام بخش ناسخ کے کلام میں غلطی کا گمان بہت کم کیا جاتا ہو ایک مرتبہ دیوان دوم کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ردیف الہامین یہ غزل نظر پڑی -

کر دیے خطے ترے عارض پر نور سیاہ	ہو گیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ
---------------------------------	-----------------------------------

لے مطبوعہ مطبعہ نو کشور لاہور فروری سنہ ۱۲۸۵ھ

غرض کہ اس سادہ سی غزل میں حور طور کا فوراً اور سیاہ ردیف ہے دوسرا شعر ہے۔	
یاد ساقی میں پلکتی ہو شراب اشک کی جا	ہیں مرے دیدہ تر یا کہ ہیں بلور سیاہ
اس شعر میں رے مہملہ بلور کی کسر تو صیغی چاہتی ہے مگر محاورہ اردو میں بعض موقع پر ساکن پڑھنا بھی جائز ہے۔ جو قیاس لغوی کے خلاف ہے۔ شیخ مقطع میں فرماتے ہیں۔	
باس جھٹکے پڑھتے تھے غزل وہ گئے دن	اب تو ناسخ کبھی کرتے ہیں ہم دور ستارہ
مقام غور ہے کہ لفظ سیاہ میں لفظ آدہ جز بھی نہیں کیونکہ لفظ سیاہ میں یاے تثنائی مستحکم اور الف ساکن ہے اور شیخ مقطع کی ردیف میں سے از کا ترجمہ اور آہ الف ممدودہ سے لائے ہیں میر نے اس سے بھی ایک عجیب کام کیا ہے کہتے ہیں۔	
اثر ہوتا ہمارے گرد عا میں	لگ اٹھتی آگ سب بارض مسما میں
کفن کیا عشق میں میں نے ہی پہنا	کھے لوہو میں بھستیر رکے جاے
ضعیف وزارت لگی سے میں ہر حیر	ولیکن میر اڑتے ہیں ہوا میں
سادہ غزل میں دعا اور سما اور ہوا وغیرہ قافیہ اور میں ردیف ہے مگر دوسرے شعر میں جلمے کو لا کر جا کو قافیہ کے مقابل مانا ہے اور سے کو ردیف کے باوجود یکہ اور جلمے میں تین حروف کا کلمہ ہو اور آخر میں لون غنہ ہے ایسی ردیف نہایت میوہ ہے۔	

میر حسین

کو چہ تر اے سرور و ان رشک چمن ہے	بابل کی روش کو پے میں عاشق کا وطن ہے گلاب کو
عاشق جو شب وصل ہوا طالب بوسہ	ہو جاتے ہیں خاموش وہ ہر ایک سخن میں قرار ہو
شعر اول میں لفظ ہے ردیف ہوا اور باقی اشعار میں لفظ میں ردیف واقع ہوا ہے اور یہ ناجائز ہے	
ان اگر اس امر کا اشارہ کر دیں تو مضائقہ نہیں چنانچہ شعرے ریختہ کے یہاں یہ دستور ہو کہ مقطع میں غزل آخر کے اختلاف ردیف کا اشارہ کر دیتے ہیں چنانچہ انشا کرتا ہو۔	
بیل لب ردیف کو اک غزل کو انشا بحر کوئی بڑھا	کہ پر ہے ہو عرش عظیم سے بھی کچھ اس گھڑی آغوش
غم و درد و تاسف مایوس الم سے دلا مجھے آغوش کمان	مری جانے بلانے خراب یہ کسے غم دہ کہ حیرت آغوش کمان
ولہ	
گل بھی محض سے تری ہم نہ ٹلے بیٹھ گئے	بولے اٹھ اٹھ سہمی جان تک کہ گلے بیٹھ گئے

کہ دلا اور بہ تبدیل ردیف ایک غزل	فلانی اسکے بھی دلچسپ ہیں لے بیٹھ گئے
تیش دل ہی سے ہم ملے گلے بیٹھے ہیں	چھڑت شعلہ گل بسکہ جلے بیٹھے ہیں
جاؤں ہے کہ تمام شعریات نام مصرع قافیہ اور ردیف ہو جیسے۔	
ظفر	
صنا ہم کہیں تو کیا کہوین	بخدا ہم کہیں تو کیا کہوین
مدعی کہنے ہی نہیں دیتے	مدعا ہم کہیں تو کیا کہوین
گلزار نسیم	
بے رخ ترے واسطے ہوئی مین	فرخ ترے واسطے ہوئی مین
ولہ	
ربخوہ جو ہون تو میں یقین کیا	مجبور جو ہون تو میں یقین کیا
انشی الوار حسین تسلیم	
زاہد ہون کے طفیل سے یارب	عابد ہون کے طفیل سے یارب
ولہ	
سونا سو گند ہو گیا اُس کو	رونا سو گند ہو گیا اُس کو
درد	
اے درد بہت تو نے ستایا ہلکو	نئے درد بہت تو نے ستایا ہلکو
سید منصور علی رامپوری	
کس نے مجھے چین سے کیا ہے یچین	اُس نے مجھے چین سے کیا ہے یچین
یچین کرے اُسے بھی کوئی یارب	جس نے مجھے چین سے کیا ہے یچین
مومن	
کیا مناسب تھے یہ بے باک سخن	نامناسب تھے یہ بے باک سخن
ناسخ	
عشق بہ لے دل نادان سمجھ	یہ سند ہے لے دل نادان سمجھ

گم نہ ہو ظلمات کا کل مین نہ جا	نابلد ہے اے دل نادان سمجھ
قول ناخ منع شغل عشق مین	مستند ہے اے دل نادان سمجھ
ردیف کا جو لفظ زائد واقع ہو کہ معنی سے کچھ تعلق نہ رکھتا ہو اُسے ردیف معیت کہتے ہیں	
خاقانی کے عہد سے مرزا صاحب کے زمانے تک تمام شاعروں کے کلام میں یہ ردیف پائی جاتی ہو مگر	
متاخرین نے اسے فضول سمجھ کر ایک قلم ترک کر دیا خاص کر مطلع میں ایسی ردیف کا آنا زیادہ تر میسب	
سمجھا ہے جیسا کہ اس شعر میں مرزا دیر کے - ۵	
چلائی اس کینہ کہ خدا را اے لوگو	بتلاؤ نہیں ضبط کا یا را اے لوگو
دونوں مصرعوں میں پہلی ردیف بیکار ہے -	
حافظ عمر دراز فاضل	
ساقیا بادۂ دوشینہ کا اک جام پلا	میں نہیں معتقد کفر نہ اسلام پلا
پہلے مصرع کی ردیف زائد ہو -	
محمد حسین آزاد	
اس تیرہ شب میں شاعر روشن دماغ ہے	بیٹھا اندھیرے گھر میں جلانے چراغ ہے
پہلے مصرع میں ردیف زائد ہو اس لیے کہ شاعر روشن دماغ مبتدا ہو اور بیٹھا خبر ہے دوسرے مصرع میں	
رابطہ ہو درمیان مبتدا و خبر کے پس پہلے مصرع میں ہے کی ضرورت نہیں اور جلانے چراغ حال ہے اور	
اس تیرہ شب میں اور اندھیرے گھر میں خبر سے متعلق ہیں -	
آتش	
کے جو یوسف انھیں کوئی تو یہ کہتے ہیں	ہمیں بھی سمجھے ہو تم نیچنے کے قابل کا
افظ کا کہ ردیف ہو بیکار ہو -	
خواجہ ذریر	
کیون نہ گشت شہادت سے ہوں سب قاتل	تیر دستی ہیں نہیں تیری انامل قاتل
دل تر قاتل پہ کیونکر نہ ہو مائل قاتل	
آب شمشیر عناصر میں ہے داخل قاتل	
ایک لایک ردیف بیکار ہو -	

ولہ

اُس صنم کو خدا کہوں نکھوں
ہے سخن گو گو خدا حافظ

روایت زائد ہے۔

میر وزیر علی صبا

انقدر دل ہے چو را کر بست پر فن کیا
چھپکے بیٹھا ہر جھکے ہوئے گردن کیا

دوسری روایت بیکار ہو۔

ولہ

دیکھ کر رنگین تر از خسار قیصر باغ میں
گل سے بلبل ہو گئی بزماء قیصر باغ میں

دوسری روایت زائد ہے۔

منیر

مرجع روح ملک ثانی عقل اول
ابھی تصنیف ہیں کیا کیا کتب بسوئے
زار حضرت شاہ شہدائے ہے دل
باقیات اصل کا شمس نجات ہے دل

دوسری شعر میں روایت مفقول ہو۔

حسرت

دل اسکی سیہ زلف کا مارا نہ جیسے گا
افنی جو ڈٹے کچھ نہیں چارا نہ جیسے گا

دوسری روایت بیکار ہو۔

ضامن

چشم گریان سینہ بریان سیکڑوں
ہن ترے کوپے میں جان سیکڑوں

دوسری روایت مفقول ہو۔

فائق

تے عارض سے ہیں منہ اندھیمین فن باغچوں
گل و آئینہ و نور شید و ماہ دسترن باغچوں

جس شعر میں روایت ہو اُسے مرفوف کہتے ہیں اور یہ مفول ہو تو روایت کا اور جسمین روایت نہ ہو صرف
قافیہ ہو اُسے متقفے کہتے ہیں فائدہ واجب و لازم ہے کہ غزل و نظم میں روایت پر ہرگز کفایت و حصر
نکرے بطرح پر دالم کے شعر و غنیم جو طبقہ شعر کے متقدمین سے ہے۔

تجھ قد کی طرح سروگلستان میں نہیں ہے	ماخذ لبث لعل بدخشان میں نہیں ہے
مرث لفت ہذا اسمین غریبون کا ہے دل قید	کچھ آس بھی جینے کی غرض میں نہیں ہے

بدخشان دغراسان و گلستان قافیہ اور میں نہیں ردیف قرار دے کر مصرعہ را بعد میں قافیہ نہ رکھا اور ردیف پر انکشاف کی۔

جرات

دیدہ حسن کو بھی دید کی ہو جسکے ہوس	ساق پاہویہ بلورین کر چلے اُس پہن
اگر لفظ اُس پہ کو یوں لکھیں اُس پہ تو عیب رفع ہو جائیگا۔	گر بے معنی ہو جائیگا۔

سودا

ما شق تو نامزد ہیں لب اس قدر کہ ہم	دل کو گلوں کے بیٹھ رہے صبر کر کے ہم
------------------------------------	-------------------------------------

اس شعر میں بھی اگر لفظ اس قدر کہ ہم کی کاف کو یوں لکھیں (کے) تو عیب نہ رہے گا۔ گر بے معنی ہو جائیگا۔

دلہ

محمد با عت ایجا د افداک	محمد علت نا ئی افداک
-------------------------	----------------------

بدر صفا قلندر

نہیں ہے وصل ہمارے نصیب یا قسمت	بنے ہیں غیر کے ہی مے نصیب یا قسمت
تھی جن لبوئے طبع دوسہ کالیاں بھی نہیں	اب ایسے چھوٹ گئے یہ نصیب یا قسمت
ملا تھا یار نکاح غیر اگر نہ بہکا وے	یہ ویسی میری کہان ہو نصیب یا قسمت
نہیں جو فضل قلندر تو کیوں ہوں نومید	کہیں الٹ نہیں دیکھے نصیب یا قسمت

فائدہ متقدمین کا قاعدہ تھا کہ واحد کے لیے وہ اور یہ ہائے کے ساتھ استعمال کرتے تھے اور جمع کیلئے وہ اور یہ حرف اول کے کسرے سے لاتے تھے اسی بنا پر قلندر کی غزل کا قافیہ معلوم ہوتا ہے اور اس صورت میں عیب نہ رہے گا۔ ان قافیوں میں ایک غلطی یہ ہے کہ حرف ماقبل ہوی کی حرکت کا اختلاف ہے۔

آج کل جو لوگ انگریزی شاعری کی کورانہ تقلید کرتے ہیں وہ تو سرے سے قافیہ ہی کو بیکار کہتے ہیں ردیف کا ذکر کیا شاید انگریزی زبان کی ساخت اسی قسم کی ہو جیسا کہ عربی میں ردیف نہایت

بدنس معلوم ہوتی ہے لیکن فارسی اور اردو میں تور دلیف نہایت لطف پیدا کرتی ہے البتہ ردلیف کے التزام کے لیے بہت بڑا قدر الکلام ہونا ضروری ہے ورنہ ردلیف کے التزام کے ساتھ آہ اور بے ساختگی قائم نہیں رہتی لیکن اگر یہ خوبی ہاتھ سے نہ جانے پائے تور دلیف سے شعر چمک جاتا، ان دونوں شعر و پزخور کرو۔

ساقیا عید ہوا باد مینا بھر کے | کہ آتشام پلیسے ہین مینا بھر کے

ولہ

چاہنا خلق کو صبا و صتم سے محروم | ایسی نیت پہ بہشت آپ کو و غنم معلوم

دونوں شعر اپنی اپنی حیثیت سے لاجواب ہیں لیکن پہلے شعر کو ردلیف نے کسٹہ چمکا دیا ہے۔

تیسرا جزیرہ فصاحت و بلاغت میں

فصاحت کلمہ اور کلام دونوں میں پائی جاتی ہے یعنی کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی۔ کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اُس میں جو حروف آئیں اُن میں تناظر نہ ہو اور مخالفت قیاس لغوی اور غرابت لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اُس کے سُنانے سے کراہیت معلوم ہو اور کلام فصیح وہ ہے جو ضعف تالیف۔ تناظر کلمات۔ تعقید۔ لفظ واحد کی کثرت تکرار سے درپے اضافت۔ ابتدال۔ تفسیر انقال۔ تناقض وغیرہ عیوب نہ رکھتا ہو اور ان عیوب کا ذکر مفصل انشاء اللہ ہم آگے بیان کریں گے۔

بلاغت سے کلام متصف ہوتا ہے نہ کلمہ۔ کلام یعنی وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب سے خالی ہو اور مقتضائے حال کے بھی مناسب ہو مقتضائے حال کے مناسب ہونا ایسا جامع لفظ ہے جس میں بلاغت کے تمام انواع و اسالیب آجکت ہیں مثلاً جہان تاکید کی ضرورت ہو وہاں اختصار لکھا جائے اور جس جگہ اختصار و ایجاز چاہیے وہاں اطناب و طوالت نہو مبتدا اور خبر کہان مقدم لائے جائیں اور کہان مؤخر کہان معرفہ ہو کہان مکرہ کہان مذکور ہو کہان محذوف سنا د کہان حقیقی ہو کہان مجازی مجمل کہان خیر ہو کہان انشائیہ اور فقر و سنین کہان وصل ہو کہان فصل غرض کہ کلام مناسب موقع

و مقام کے ہوسیان سے معلوم ہوا کہ فصاحت کو بلاغت ضرور نہیں ہے بلاغت کو فصاحت ضرور ہے
یعنی جہاں فصاحت ہو وہاں بلاغت ضرور نہیں اور جس جگہ بلاغت ہوگی وہاں فصاحت ضرور ہوگی
لیکن کلام کی فصاحت کے مدایج میں اختلاف ہے بعض الفاظ فصیح ہیں بعض فصیح تر بعض اُس سے
فصیح تر لیکن کلام کی بلاغت میں صرف لفظ کا فصیح ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ جن الفاظ
کے ساتھ وہ ترکیب میں آئے اُسکی ساخت ہیئت شمسیت کی اور گرائی کے ساتھ اُسکو خاص مناسب
اور توازن ہو ورنہ طبع اور اصول شاعرانہ قائم ہو اور جو لفظ جس مصرع کا حق ہو اُس میں آئے ورنہ فصاحت
قائم نہ ہوگی مثلاً تیر کہتے ہیں۔ ۵

ابراٹھا تھا کبے سے اور مجھ پر پڑا میخانے پر | بادہ کشوں کا بھڑکنا بیگانہ شیشہ اور بجانے پر
اگرچہ اصل خادہ ابر قبیلہ ہو اور وہ یہاں آ بھی سکتا ہے لیکن کبے سے ذرا مصرع کی ترکیب
گرم ہو گئی ہو۔

انیت چشم اسکی مجھے یاد ہو سودا سودا | اساعر کو مے ہاتھ سے بھوکہ چیا میں
اگر یہاں ساغر کی جگہ پیالے کا لفظ آئے باوجودیکہ دونوں ہم معنی ہیں تو شریا یہ فصاحت ہوائے
گر جائے گا میر انیس کا مصرع ہوج۔

فرمایا آدمی ہے کہ صحر کا جانور | صحر و جبل دو ہم معنی الفاظ ہیں لیکن اگر اس مصرع میں صحر کے بجائے جبل کا لفظ آئے تو خود یہی لفظ
غیر فصیح معلوم ہو اور اسنی کا ایک شعر ہو۔ ۵

طار ہوا میں مست ہر سبزہ لاریں | جنگل کے شیر گونج رہے تھے بکھار میں
یہاں جنگل کے لفظ نے جو فصاحت پیدا کی ہو وہ صحر سے نہیں ہو سکتی۔ اسنی کا ایک شعر ہو۔

کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہر سوا | کھا مونیو نے دامن صحر ابھرا ہوا
اوس اور شبنم ہم معنی ہیں اور دونوں فصیح ہیں مگر یہاں اوس کی جگہ شبنم کا لفظ لایا جائے تو یہی لفظ
غیر فصیح ہو جائیگا لیکن اسنی شبنم کا لفظ اس شعر میں نہایت فصیح ہو۔ ۵

خا مان تھے زیر گلشن زہرا جواب کے | شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے
اگر یہاں شبنم کے بجائے اوس لائیں تو فصاحت بالکل جاتی رہے۔

پنچہ سے نکلت باد بہاری راہ لگ اپنی | انشا مجھے اٹھکھیلیاں سوچی میں ہم ہزار بیٹھے ہیں
یہاں لگ کی جگہ لے کھنے سے شرکی گری جاتی رہی۔ صاحب کمال کی یہ بات ہو کہ جو لفظ جس مقام پر

اُسے بٹھا دیا ہے اُسی طرح رہے تو ٹھیک ہوتا ہے نہیں تو شعر رہے سے گر جاتا ہے۔ اور شکر کی یہی فصاحت و بلاغت ہو کہ مضمون کو ایسے الفاظ میں بیان کرے جو عیوب کلام سے پاک اور مقتضائے حال کے موافق ہوں اور اپنے زور طبعی سے لفظوں کو پس و پیش سے اس بند و بست کے ساتھ ترکیب دے کہ پڑھنے سے لطف معلوم ہو۔

کلام فصیح و بلیغ نہ بھی کچھ صنائع لفظی و معنوی بھی پائی جاتی ہیں جو زیادہ تر باعث خوبی کلام ہوتی ہیں اور بلاغت کلام کا مرجع دو باتوں کی طرف ہے جب تک وہ دونوں باتیں حاصل نہ ہوں بلاغت حاصل نہیں ہو سکتی جس طرح بغیر دولت کے حاصل ہوے سخاوت حاصل نہیں ہو سکتی اُن دونوں باتوں سے ایک یہ ہے کہ معنی مقصود کے ادا کرنے میں غلطی سے بچے دوسری بات یہ ہے کہ کلام فصیح و غیر فصیح میں تمیز کر سکے۔ بغیر غلطی سے بچے اور لفظ فصیح و غیر فصیح میں تمیز حاصل ہوے کسی کا کلام بلاغت کے سبب کو نہیں پہنچ سکتا۔

اگر کوئی شخص مضمون کو ایسے الفاظ میں ادا کرے جو مقتضائے حال کے مطابق نہ ہوں یا مقتضائے حال کے مطابق ہوں لیکن فصیح نہ ہوں تو وہ بلیغ نہیں سمجھا جائیگا۔

کلام فصیح اور غیر فصیح میں تمیز علم لغت - صرف نحو - اور جس سے حاصل ہو سکتا ہو کیونکہ علم لغت سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ لفظ فصیح ہے اور یہ غریب ہے اسی طرح علم صرف سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ لفظ کو اس طرح استعمال میں لانا قیاس لغوی کے مطابق ہے اور اس طرح استعمال کرنا قیاس لغوی کے مخالف ہے اور علم نحو سے ضعف تالیف اور تعقید لفظی کی کیفیت روشن ہو جاتی ہے اور بعض چیزوں کو جس معلوم کر لیتا چنانچہ حروف اور کلمات کا توافر جس سے معلوم ہو جاتا ہے مگر ان چاروں سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ معنی مقصود کو ادا کرنے میں خطا سے کیونکر بچ سکتے ہیں اور نہ تعقید معنوی کا حال معلوم ہو سکتا ہے اس لیے علمائے معنی مقصود کو ادا کرنے میں خطا سے بچتے رہنے کے لیے علم معانی ایجاد کیا اور تعقید معنوی کو جاننے کے واسطے علم بیان نکالا ان دونوں کو علم بلاغت کہتے ہیں اور صنائع لفظی و معنوی کو پہلانتے کے واسطے بھی ایک علم علوہ ایجاد کر کے اُس کا نام علم بدیع رکھا اور یہ علم معانی و بیان کا نافع ہے کیونکہ صنائع و بدائع بلاغت کے تابع ہیں یہاں پر تینوں علون کا بیان علوہ علوہ جزیرے کی مناسبت سے ایک ایک شہر میں کیا جاتا ہے

پہلا شہر علم معانی کے بیان میں

علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ یہ لفظ مقصداً حال کے مطابق ہو یا نہیں اور اگر اُن قواعد پر لحاظ رکھیں تو کسی لفظ کے معنی مراد لینے میں خطا و غلطی واقع نہ ہوگی اور یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ کلام فصیح و بلیغ ہے یا نہیں کلام اُن دو یا زائد کلموں کو کہتے ہیں جو باہم استناد رکھتے ہوں یعنی اُن کے درمیان امین نسبت ہو جیسے نسبت فعل فاعل یا مفعول بہ کی یا نسبت مضاف و مضاف الیہ یا موصوف و صفت کی اور کلام دو حال سے خالی نہیں یا سکوت متکلم کا اُس پر صحیح ہو اور سننے والے کو اُس کلام سے فائدہ حاصل ہو جائے یا اُس پر سکوت درست نہ ہو اور اس قدر کلام سے کچھ مطلب نہ معلوم ہوتا ہو قسم اول کلام مفید و تام اور قسم ثانی کو کلام غیر مفید و ناقص کہتے ہیں مثال کلام تام کی زید کھڑا ہے عمر دو کو اورو مثال کلام غیر مفید کی زید کا گھوڑا۔ صاحب کی گھڑی۔ چالاک گھوڑا ہے یا آدمی کلام مفید و تام کو جملہ بھی کہتے ہیں جیسا کہ مفصل میں زحشری کے کلام سے ظاہر ہے لیکن تساوی کلام جملہ میں اختلاف ہے شیخ جمال الدین بن ہشام مغنی میں کہتا ہے کہ کلام جملے سے خاص ہو مادت نہیں کیونکہ کلام اُس قول کو کہتے ہیں جو مفید بالقصد ہو اور جملہ عبارت ہے فعل اور فاعل اور مبتدا و خبر اور اس خبر سے جو مبتدا یا خبر کے ہوا اور عموم کی وجہ سے کہ جملہ میں افادت شرط نہیں ہے بخلاف کلام کے کہ اُس میں یہ امر شرط ہے اسی سبب سے جملہ شرط اور جملہ جزا اور جملہ صلہ کہا کرتے ہیں اور کلام نہیں کہتے کیونکہ کہنے والے کو اُس سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور تہذیب النحوی شرح میں لکھا ہے کہ کلام سے جملہ خاص ہوا کیلئے کہ کلام خداے پاک کو جملہ نہیں کہتے کلام کہتے ہیں مگر اکثر خفا کی رائے یہی ہے کہ کلام اور جملہ مترادف ہیں۔ باجملہ اسکی دو قسمیں ہیں خبریہ اور انشائیہ خبریہ اُسے کہتے ہیں کہ مدلول کلام ایک ہی وقت میں صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتا ہو صدق سے مراد نفس الامر اور واقع کے

مطابق ہونا اور کذب یہ ہے کہ واقع اور نفس الامر کے ساتھ مطابقت نہ ہو اور بعض نے خبر کی ہون تعریف کی ہے کہ اُسے کہنے والے کو ایک وقت میں مجھوٹا یا سچا کہہ سکیں اور فرق دونوں تعریفوں میں یہ ہے کہ پہلی تعریف کے مطابق غیر مصدق جملہ خبریہ ہوگا ایسے کہ احتمال صدق و کذب جملہ خبریہ کا وصف ہے اُسی کے نفس مفہوم سے تعلق رکھتا ہے اور دوسری تعریف کے مطابق احتمال صدق و کذب جملہ خبریہ کا وصف نہیں ہو سکتا ایسے کہ یہاں صدق و کذب بالذات کہنے والے کا وصف ہے اور جملہ خبریہ کا وصف کہنے والے کے ذریعے سے ہے مثال اسکی یہ ہے زید کھڑا ہے خالد چلا گیا شیخ آئی ش کو مار و سوال آفتاب ایک نورانی کرہ ہے اور زمین نارنگی کی طرح چمپٹی ہے اور عالم حادث ہے اور ابد معبود ہے اور خدا ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں یہ تمام جملہ خبریہ ہیں لیکن انہیں جھوٹ کا احتمال نہیں پس ان پر خبر کی تعریف صادق نہیں آتی جواب انہیں لفظوں کے معانی کذب کا احتمال رکھتے ہیں گو مسند الیہ یا مسند کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال نہیں ہے اسی طرح کبھی کہنے والے کی خصوصیت کی وجہ سے کذب کا احتمال اٹھ جاتا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر میں کذب کا احتمال نہیں ہے غرض کہ اگر صرف خبر کے مفہوم کو دیکھا جائے تو وہ ضرور ایک وقت میں دونوں احتمال رکھتا ہے اور مسند الیہ یا مسند یا متکلم کی خصوصیت امور خارجیہ میں سے ہے اور خبر کے سچا ہونے کی دلیل تو اتر ہے لیکن شرط یہ ہے کہ غرض اور استہزاسے خالی ہو کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اہل غرض اپنے فائدے کیلئے امیر و غنی سامنے جو بھرم کا نہیں بیٹھے رہتے ہیں اور دوسرے مقامات کی خبریں منکر دل خوش کرتے ہیں جھوٹی خبریں اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کرتے ہیں یا بطور غرافت کے کہیں مارتے ہیں مثلاً آج جامع مسجد کے پاس ایک گھوڑی ہاتھی کا بیچہ جنی ہے اور اُٹرا ایسا دکھایا گیا ہے کہ اس قسم کی خبر عوام میں مشہور ہو جاتی ہے اور لوگ تماشا دیکھنے کے لیے ہلے ہیں افشاہ ہے جسکے مضمون میں صدق و کذب کا احتمال نہ ہو کیونکہ خبر غنہ ہونے کی وجہ سے اُس سے خبر مقصود نہیں ہوتی اور جس چیز میں خبر مقصود نہ ہو اس میں صدق و کذب کا احتمال کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ احتمال کا مدار اس پر ہے کہ خبر غنہ سے خبر بچائے اور جملہ انشائیہ کا بولنے والا اپنی طبیعت سے ایک مضمون ایجاد کرنا ہے چنانچہ کسی کو کہنا کہ یہ کام کرایم کر۔ اور ہر جگہ میں مسند الیہ اور مسند کا ہونا ضرور ہے خواہ وہ اسناد خبری ہو یا انشائی مسند الیہ وہ جسکی طرف کوئی امر منسوب ہو مسند وہ جسکو کسی کی طرف منسوب کریں اور ان دونوں میں جو نسبت ہوتی ہے انکوائسنا کہتے ہیں اور نہ قوع ولا وقوع کیو کہ عبارت نسبت تامہ ایجابیہ و سلبیہ سے ہے حکم کہتے ہیں اگرچہ نسبت مرکب غیر غید میں بھی ہوتی ہے

مگر وہ مخاطب کو فائدہ نام نہیں دیتی یعنی سُننے والا اُسکو سُنکر خاموش نہیں رہ سکتا بلکہ اس سے مقصود دوسری چیز ہوتی ہے اور مرکب مفید میں جو نسبت ہوتی ہے وہ مخاطب کو پورا فائدہ دیتی ہے اور اُسکو پھر کیا اور کون کی احتیاج نہیں رہتی۔ کیا کی احتیاج اُموقت ہوتی ہے کہ ذات کو بغیر صفت کے بیان کیا جائے یعنی کیا سے صفت کا سوال ہوتا ہے اور کون کی احتیاج اُس حالت میں ہوتی ہے کہ صفت کو بغیر ذات کے بیان کیا جائے یعنی کون سے ذات کا سوال ہوتا ہے پس پورا فائدہ اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ ذات صفت کے ساتھ اُسی طریق سے بیان ہوا اور بدون اُسکے مطلب اور مفہوم بخوبی نہیں سمجھا جاسکتا جیسے اس مثال میں زید کھڑا ہے زید سند الیہ ہے اُسکی طرف کھڑے ہونے کی نسبت کی گئی ہے اور کھڑا سند ہے کہ اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور جو نسبت میں اور کھڑا ہونے میں ہے اُس کا نام اسناد ہے یا جیسے زید عمرو کو تاراج زید سند الیہ ہے کہ اُسکی طرف مارنا عمرو کا منسوب کیا گیا ہے اور مارنا سند ہے کہ اُسکو زید کی طرف منسوب کیا ہے اور نسبت جو زید اور مارنے میں ہے وہی اسناد ہے۔ سند الیہ اور مبتدا اور مخبر عنہ میون ایک چیز کے نام ہیں اسی طرح سند اور خبر اور مخبر بہ سے ایک چیز سمجھی جاتی ہے۔ سوئے سند الیہ اور سند کے متعلق میں جو اور کلمات ہوں خواہ مفرد ہوں خواہ مرکب ناقص یا تام اُنکو زواجر و توابع و لواحق و ملحقات کہتے ہیں۔ مبتدا و خبر ملحق بہ فاعل کہلاتے ہیں اور حال و تمیز و مشبہ ملحق بہ مفعول کیونکہ یہ تمیز و مشبہ مفعول کے فعلیہ ہیں اور کلام اُنکے بدون تمام ہو جاتا ہے اس وجہ سے انھیں مشبہ مفعول بھی کہتے ہیں اور مبتدا و خبر و فاعل عمرو ہیں اور مبتدا و مشبہ بفاعل اور خبر و مشبہ بفعل بھی کہلاتے ہیں۔

الحاصل علم معانی میں آٹھ چیزوں سے بحث کی جاتی ہے۔ اسناد و خبری۔ سند الیہ۔ سند متعلقات فعل۔ قصر۔ انشاء۔ فصل و فصل۔ ایجاز و اطناب و مساوات۔ ان آٹھوں چیزوں کو شجر کے لحاظ سے ہم ایک ایک باغ میں بیان کرتے ہیں۔

پہلا باغ اسناد و خبری کے بیان میں

اسناد یعنی جو نسبت باہم کلمتین میں ہو اور اس سے مخاطب کو کوئی خبر معلوم ہوتی ہو اس خبر کی فائدے حاصل ہوتے ہیں (۱) یا تو متکلم کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ سامع ناواقف کو کسی امر سے مطلع کرے اس کا نام فائدہ خبر ہے جیسے کہ عمر زید کا بیٹا ہے سامع کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون شخص ہے

اسیے اسکو خبر دی یعنی مطلع کیا کہ وہ زید کا بیٹا ہے۔ شاہ نیاز کہتے ہیں۔ ۵

ادھر کی نہیں جانتے رسم و راہ

میان ہمتو باشندے ہیں پار کے

اسمین خبر دی کہ ہم ادھر کی رسم و راہ سے واقف نہیں غیر ملک کے رہنے والے ہیں اور شاعر مذاق صوفیہ میں اور ہی مئے دیتا ہے اور وہی منشا شاعر کا ہے مگر یہاں اُس کے بیان کا موقع نہیں۔

حالی

عرب کچھ نہ تھا اک جزیرہ نہ تھا
نہ وہ غیر قومو نہ چڑھ کر گیا تھا

کہ پیوند ملکوں سے جس کا جد تھا
نہ اُس پر کوئی غیر فرمان روا تھا

تمدن کا اُس پیر پڑا سنا نہ سایا
ترقی کا تھا وان قدم تک نہ آیا

قبیلے قبیلے کا بت اک جد تھا
یہ عزے پہ وہ نالکے پر خدا تھا

کسی کا ہنبل تھا کسی کا صفا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہان ابر عظمت میں تھا مہر انور نہ
اندھیرا تھا فاران کی چوٹی پر نہ

(۲) یا متکلم کا اپنے علم سے مخاطب کو آگاہ کرنا مقصود ہوتا ہے اسکو لازم فائدہ خبر کہتے ہیں مگر کوئی کسی شخص کی قوم کی تعریف کرے اور دوسرا شخص کہے کہ وہ آدمی بہت اچھا ہوئیے میں بھی اُس سے واقف ہوں۔

المؤلفہ

اے چرخ تو گزدریو نہ کہنے سے آجکل

واقف ہیں ہم بھی تیرے قریب سے آجکل

متکلم نے آسمان کو اس بات سے مطلع کیا کہ میں آج کل تیری کینہ بردازی کی روش سے واقف ہوں جو کچھ تجھ سے میری خرابی کی تدبیر ہو سکے اُس سے درگزر کرنا۔

غالب

بانتا ہوں ثواب طاعت زہر
پر طبیعت ادھر نہیں آتی +

میر	
قدر والا تمھاری ہے معلوم	خلق خادم ہے اور تو مخدوم
اس سعادت سے جو ہے محروم	ہے یقینی کہ وہ اُلاغ ہو شوم
حشر کو ہو گا مرکب و جال	
عزت	
پہرتے ہو جسے روٹھے نہیں مانتے ہوتا	ہم جانتے ہیں تم کو کسی نے سکھا دیا
(۳۲) یا فائدہ خبر اور لازم فائدہ خبر کے واقف کو انجان قرار دیکر کوئی بات کہی جاتی ہے	جیسے کوئی شخص عبادت الہی میں تساہل کرے اور فوائد عبادت کرنے کے جانتا ہے اُس سے
کہا جائے کہ عبادت کرنا بہت اچھی بات ہے۔	
سودا	
پیارے نہ بُرا مانو تو اک بات کہوں میں	کس لطف کی اُمید پہ یہ جو رہ سہو نہیں
ہر چند یہ شخص جانتا ہے کہ معشوق کو عاشق پر لطف کرنا اور نہ کرنا اپنا معلوم ہے لیکن تنبیہ	اُسکو یاد دلانا ہے گویا کہ وہ اپنے لطف کرنے اور نہ کرنے پر مطلع نہیں ہے اور یہ منظور ہے کہ شاید
اسوقت تنبیہ ہو کر لطف کرنے لگے۔	
واجب علی شاہ	
لگا ٹھوکر نہ پائے ناز سے تو	کبھی تاج سر ہندوستان تھے
انیس	
ہاسم کو غرض کیا جو سین گریہ و زاری	میں کون سکینہ ہو چچا جان کو پیاری
الحد تو ہے گر کوئی غمخوار نہیں ہے	مٹی مری کچھ قبر کو دشوار نہیں ہے
یہ بات حضرت صغریٰ نے کہی تھی حالانکہ جن لوگوں نے ایسا کہا تھا وہ انکو بہت عزیز رکھتے تھے	
چونکہ بیمار ہو نیکی وجہ سے اُنکو ساتھ نہیں لے جاتے تھے اسلئے انھوں نے بطور شکوے کے ایسا کہا۔	
غالب	
تو مجھے بھول گیا ہو تو بتا بتا دوں	کبھی فتراک میں تیری کوئی پتھر بھی تھا
میر حسن	
مکے جو کوئی اُس سے ٹک جائیے	مکے جو کوئی اُس سے جھٹک جائیے

ان باتوں کو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اسپر عمل نہیں کرتی تھی اسلئے بنم النساء نے اُسے انجان قرار دیکر ایسا کہا۔

ولہ

سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے
اگر آپ پر کوئی شیدا نہ ہو
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے
تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہ ہو

یہ بات بنم النساء نے بدر منیر سے اسوقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

میں اُس کا سپر ہوں جو خدا کا ہے شہ ناسا
جان اُسکی ہوں پانی نہ بلا جسکو ذرا سا
فرزند ہوں اُس کا جو نبی کا ہے نواسا
میں وہ ہوں پدر جس کا ہو دور و زبے پایا

ولد ارہون خاتون قیامت کے سیر کا
عکڑا ہوں محمد کے کیلجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوج یزید سے کہی تھی۔
(۴۴) یا مثلاً کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کے
کہ چار سے پاس ہزار کون روپیہ ہیں حضرت امام حسینؑ کی زبان سے ایسے کہتے ہیں۔ ۵

میں ہوں سردار شباب جہن ظہر برین
میں ہوں خالق کی قسم دوش محمد کا کلین
میں ہوں انگشتہ تر بغیر خاتم کا کلین
جیسے روشن آؤ فلک جیسے منور ہو زمین

غالب

آج مجھ سا نہیں زمانے میں
شاعر نغز گوئے خوش گفارا

مصطفیٰ

سب خوشہ باہن مری خرمن کے جہانین
کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مے آگے

چونکہ مصطفیٰ مسلم القوت شاعر تھا اداہل لکھنؤ اُسکو جہاں اُستاد مانتے تھے اسلئے اُس کا یہ کلام پہلی قسم میں داخل نہیں ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

آگے جو رسولان ہدایت شیر آگے
لیکر خبر آمد خیر الامم آگے

گمراہ مگر راہ پر اُنھے بھی کم آئے	الہ کو سب جان لگے جب کہ ہم آئے
ہر شرک کے طوفان کے اپنے قدم سے	بُت خاک پہ سجدے کو جھکے اپنے قدم سے
نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی	
صدایہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گمراہ	وہ مین ہوں جب کا ہو جہ نامکب سولہ
(۵) یا تخرن و تحمر مقصود ہوتا ہے جیسے۔	
مشتی	
مین افتادہ یارب سر خاک ہوں	ستم دیدہ دور استلاک ہوں
انشا	
بسان مید مرے بند بند بکڑے ہیں	دور دردیہا نیک کہ ہوں شبیل سطح
تگرگ کی مطاب بس گھلا ہی جا ہوں	بوضع برگ کے ہوں ترغش بصدئہ بیج
نفس کو تنگ کیا ہو حرارت نل نے	ہائے مودہ لطف تک پیئے ترویج
سودا	
مین ہوں گر قابل نار جہنم	پہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم
پیش	
مین الکن ہوں اور سخت عابز بیان	حکم مین اُنکھے ہے میری زبان
اگرچہ ان مثالوں میں خبر کے الفاظ اپنے معنوں میں مستعمل ہیں لیکن نہ یہاں مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہے اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خدا سے تعالیٰ ہے جو جہنم کو با تو کا عالم ہو پس یہ الفاظ تخرن و تحمر کے واسطے ہیں۔	
(۶) یا خبر سے شکر گزاری مقصود ہوتی ہو جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے۔	
عطا کی جب سے مشت خاک کو جان	فراوان ہے دم آب و لب نان
رکھے ہو کام مین جب تک زبان تر	نہک گاہے چکھاوے گاہ شکر
برائے پوشش تن بھی بہر حال	کبھی کھل اڑھاتا ہے کبھی مثال
جہاں سے واسطے اسے رت بعبود	کرم مان باپ سے تیرے افزاد

ان باتوں کو بدر منیر جانتی تھی مگر چونکہ وہ اس پر عمل نہیں کرتی تھی اس لیے نغم النساء نے اُسے انجان قرار دیکر ایسا کہا۔

ولہ

سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے
اگر آپ پر کوئی مشیدانہ ہو
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے
تو پھر چاہیے اُس کی پروا نہ ہو

یہ بات نغم النساء نے بدر منیر سے اس وقت کہی تھی جب کہ بے نظیر کا آنا موقوف ہو گیا تھا۔

دبیر

میں اُس کا پسر ہوں جو خدا کا ہے شہناسا
جان اُسکی ہوں پانی نہ ملا جسکو ذرا سا
فرزند ہوں اُس کا جو نبی کا ہے ناسا
میں وہ ہوں پدر حبیب کا ہر دور سے پیلا

دلدار ہوں خاتون قیامت کے پسر کا
عکڑا ہوں محمد کے کلیجے کے جگر کا

یہ بات حضرت علی اکبر بن امام حسینؑ نے فوجِ یزید سے کہی تھی۔
(۴) یا منکر کو اپنی شان و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہے جیسے ایک مشہور و معروف آدمی کے
کہ چار سے پاس ہزار کن روپیہ ہیں حضرت امام حسینؑ کی زبان سے ایسے کہنے ہیں۔ ۵

میں ہوں سردار شباب جہنمِ ظہر برین
میں ہوں خالق کی قسم دوش محمد کا کلین
میں ہوں انگشتِ بزمِ فخر کا کلین
مجھ سے روشن آؤ فلک مجھ سے نورِ زمین

غالب

آج مجھ سا نہیں زمانے میں
شاعرِ نغز گوئے خوش گفزار

مصطفیٰ

سب خوشہ باہن مری خرمن کے جہانین
کیا شعر پڑھے گا کوئی موزون مے آگے

چونکہ مصطفیٰ مسلم القوت شاعر تھا اداہل لکھنؤ اُس کو جہاں اُستاد مانتے تھے اس لیے اُس کا یہ کمن
پہلی قسم میں داخل نہیں ہو سکتا۔

دبیر حضرت امام حسینؑ کی زبانی

اگے جو رسولان ہدایت شیم آگے
لیکر خبر آمدِ خیر الامم آگے

گمراہ گمراہ پر اُنے بھی کم آئے	اسد کو سب جان گئے جب کہ ہم آئے
ہر شرک کے طوفان کے اپنے قدم سے	عُبت خاک پہ سجدے کو جھکے اپنے قدم سے
نفیس حضرت علی اکبر کی زبانی	
صدایہ دی کہ بڑھے رن سے لشکر گمراہ	وہ مین ہوں جسکا ہر جہد نائب سول اسد
(۵) یا خزین و تحسیر مقصود ہوتا ہے جیسے۔	
مشتی	
مین افتادہ یارب سر خاک ہوں	ستم دیدہ دور اعتلاک ہوں
انشا	
لسان مید مرے بند بند بکڑے ہیں	دور درد یہاں تک کہ ہوں شبکِ سطح
تگرگ کی مخاطب بس گھلا ہی جا ہوں	بوضع برگ کے ہوں ترغش بصدئہ یج
نفس کو تنگ کیا ہر حرارت نے	ہائے مروحہ لطف تک پہنچے ترویج
سودا	
مین ہوں گمراہ قابل نار جہنم	پہ تیرے فضل کا دریا ہے کیا کم
پیش	
مین الکن ہوں اور نعمت عاجز بیان	حکم مین اُنکھے ہے میری زبان
اگرچہ ان مثالوں میں خبر کے الفاظ اپنے معنوں میں مستقل مین لیکن نہ یہاں مخاطب کو حکم کی خبر دینا منظور ہوا اور نہ متکلم کا مخاطب کو اپنے علم سے آگاہ کرنا مقصود ہے کیونکہ مخاطب خدا ہے تعالیٰ ہر جہان نون ! تو مکالمہ عالم ہو پس یہ الفاظ قرین و تحسیر کے واسطے ہیں۔	
(۶) یا خبر سے شکر گزاری مقصود ہوتی ہو جیسے سودا جناب باری کی طرف خطاب کر کے کہتا ہے۔	
عطا کی جب سے مشت خاک کو جان	فراوان ہے دم آب و لب نان
کھے جو کام مین جب تک زبان تر	نہک گاہے چکھاوے گاہے شکر
برائے پوشش تن بھی بہر حال	کبھی کھل اڑھاتا ہے کبھی شال
ہماری واسطے اسے رُٹ مبعود	کرم ان باپ سے تیرے افراد

بیان کیا کیجیے تیری عنایت کہ تا معلوم ہو شام و صبح گاہ زبان کو ذائقے سے دی ہو تسکین	دینے میں چشم اور نور بصارت چلین بستی بلبندی دیکھ کر راہ کیا معلوم جس نے ترش و شیرین
(۷) یا خبر مدح و ثنا کیلئے ہوتی ہے جیسے۔	
النشا	
نیر فضل و کرم میں ترے وہ ہر وہاں	نہ پہونچے گرد کو جسکی کبھی شمیم مسیح
یہ خطاب جناب باری سے ہے۔	
جرات	
محمّد ہے نبی مدوح ذات کبریا کی کا	کرے بندہ ثنا اسکی تو دعویٰ ہو خدا کی کا
رند	
شان ارفع ہے تری مرتبہ اعلیٰ تیرا	تو ہے کیا کوئی ثانی نہیں تھا تیرا
ظفر	
پانی میں اُسے راہ بری کی کلیم کی اُسکی مدد سے فوج ابابیل نے کیا	آتش میں وہ ہوا میں آرا غلیل کا شکر تباہ کعبے پہ اصحاب فیل کا
درد	
ارض و سما کہان تری وسعت کو پاسکے	میرا ہی دل ہر وہ کہ جہاں تو سما سکے
(۸) یا خبر طنز کے طور پر تمنا کی جاتی ہو جیسے	
میر حسن	
یہ حسن سن کے وہ نازنین مسکرا میں سمجھی ترا دل گیا ہے اُدھر گلی کہنے ہنس ہنس کے وہ ماہ و ش تعمین نے تو چھڑکا تنہا مجھ کا تاب	گلی کہنے اچھا بھلا رسی بھلا ہبانے تو کرتی ہے کیوں مجھ پر دھر ہوئی تھی اُسے دیکھ میں ہی تو غش بھلا میری خاطر بلا فوشتاب
بر نیئر شاہزادہ بے نظیر کو دیکھ کر عاشق ہو گئی تھی مگر جب غم انسانے اُس سے کہا کہ بے نظیر کو بلا کر اُس سے خط جوائی حاصل کر تو بدر نیئر نے جواب دیا کہ دل تو تیرا چاہتا ہے اور مہلے مجھ دھر تی ہے جس کا جواب غم انسانے بطور طنز کے یہ دیا کہ میں ہی بے نظیر کو دیکھ کر غش	

ہو گئی تھی اور محققین نے مجھے کلام چٹھر کا تھاپس یہاں خبر سے بدرِ مضمین کو واقف کرنا منظور نہیں
کیونکہ وہ اپنے غش ہو جانے اور غم النساء کے اسپر گلاب چٹھر کٹنے سے بخوبی آگاہ تھی علیٰ ہذا القیاس
اسناد خبری سے بہت سے فائدہ نکلتے ہیں مگر انہیں سے پہلے دونوں معنی تو حقیقی ہیں اور باقی
سب مجازی۔

یا در کھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اسکو حکم میں تردد ہو تو اسناد پر مؤکدات
نہ لانا چاہیے کیونکہ حکم بغیر مؤکدات کے بھی اُس کے ذہن نشین ہو جائے گا اور اگر مخاطب کو شک
و تردد ہو تو اس وقت کوئی مؤکد لاکر اُس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے کہ اس مؤکد کی
وجہ سے اُس کا تردد دُور ہو جائے اور حکم ذہن نشین ہو جائے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اس
صورت میں حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر مؤکدات کا لانا واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ
کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو اُسے ابستہ دانی کہتے ہیں اور جبکہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو
طلبی بولتے ہیں اور جبکہ بطور وجوب کے اُس کی تاکید کی جائے تو انکار معنی نام رکھتے ہیں اور اس
قسم کا کلام مقتضائے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر بغیر تردد و انکار کے اسناد پر مؤکدات
لائیں تو ایسا کلام مقتضائے ظاہر حال کے خلاف ہو گا مگر ان کبھی غیبر منکر کے ساتھ
منکر کا سا برتاؤ کرتے ہیں اور یہ اُس صورت میں ہوتا ہے جبکہ علامات سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ
انکار رکھتا ہو جیسے۔

منشی

وہ کہنے لگا اُس کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زہنسا رستم نہیں	میں اُس کا ہون اک چاکر کمترین

سُہراب کو مخاطب کے رستم ہونیکا انکار نہ تھا مگر چونکہ وہ رستم کے نشان اُس میں پاتا تھا یہ علت
اس بات کی تھی کہ وہ اُسکے رستم ہونیکا مقتضائے اسلئے سہراب کو ہنسنے لگا کہ قرار دیکر زہنسا کا لفظ
تاکید کیلئے ذکر کیا۔ تاکید کے الفاظ بہت ہیں جیسے بیشک اصلاً ضرور۔ ہرگز وغیرہ اور قسم سوگند کے
تمام الفاظ مثال اسکی۔

اسیم

جو ہر بھاری بروئے چلتے ہیں ہم	کیا یہ نیچے ہیں قسم ذوالفقار کی
-------------------------------	---------------------------------

نیچوئے کیا ہونیکا تاکید ذوالفقار کی قسم سے کی ہے۔

ولہ		
گوپے صبرائے قسرتنویر	ہاتھ آئی ہے آپ کی تصویر	
مگر اسے شاد بزدلہ عالم	دل نہیں مانتا خدا کی قسم	
شاہزادی نے اپنے عشق کا اظہار کیا ہے اور پھر بنظر رنج شک قسم سے تاکید کی تاکہ تجوی معلوم ہو جائے کہ شاہزادی عاشق ہو گئی اور کسی طرح کاشک نہ رہے۔		
سروش سخن		
سترک بھی اگر کاٹ کے پھینکو گے ہمارا	ہم آپ کے قدموں کی قسم فکریں گے	
اصغر علی آبرو		
جو زمین چشم سیاہ یار کی لکھون صفت ایدل	تو بیشک دائر و نیز ہو گمان چشم غزالان کا	
ذوق		
یہ تیوں مضطرب اور سینے میں لکھون وزن	جی کار ہنا نظر آتا نہیں اصلا ہمو	
داغ		
جہود کھاؤ بھی نہ دیکھو نرغ بر جباب ہرگز	یہ وہ آنکھ ہو کہ دیکھا نہیں جسے خواب گز	
بقا		
مری چشم سے کیوں نہ غوغا بارتے	کہ البتہ دریا میں شراب اترے	
مولوی سید حسین احمد بیباک		
تو کوپہ دلدار اگر دیکھ لے در اعظا	والسہ کبھی نام نہ لے خلہ برین کا	
حالی		
سات پر دو نہیں اگر عیب کسی کا ہو چھپا	نہ ہوا آج توکل ہو گا مقرر سوا	
کمال		
اہل جوہر شمار نہ پہ کھاتے ہیں یہ دلبر گیسو	قتل عاشق کو کرینگے یہ مقرر گیسو	
آفاق		
نہیں بل کھاتے ہیں نہ خبر ترے دلبر گیسو ہر یقین چرخ کوئی ڈالینگے سمیر گیسو		

اقصاف والی دکن	
کہو پھر تو گھبر کے ذکر عد و پر	نہیں ہم تو واقف خدا جانتا ہے
اقصاف لدولہ	
وہ قبر سے نہ نکل آئے گا مراد مہ	ہاں اسکی روح تو خوش ہو نہ دلیں لاہوتیں
مراد مہ تاکید کے لیے ہے۔	
حکیم عبدالکریم برہم	
صرف اک تار نفس پر ہے مدار	سچ تو یہ ہے کچھ نہیں انسانیں
مولفہ	
ہو سبب کچھ اور سستی کی ڈھری مطلق نہیں	رنگ ہو نیلو فری جو لعل شکر بار کا
مطلق تاکید کے لیے ہے کبھی منکر حکم کو غیر منکر یا منکر کو بغیر تاکید کے لاتے ہیں بشرطیکہ منکر کو اسکے ایسے دلائل و شواہد معلوم ہوں کہ اگر انہیں غور و تامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ رہے مثلاً منکر اسلام سے کہا جائے کہ اسلام حق ہے اور اس کلام کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا جائے ظاہر ہو کہ منکر اسلام کو وہ دلائل معلوم ہیں جو حقیقت اسلام پر دلالت کرتے ہیں اور وہ قرآن کا معجزہ وغیرہ ہو اگر یوں کہا جائے کہ تحقیق اسلام حق ہے تو مقتضائے ظاہر کے مطابق ہو جائے۔	
سودا	
جسے کہ کیے اولوالامر ہے حسین شہید	
امام برحق و معصوم پاک از اجداد	
ایک شخص امام حسین کو باغی اور یزید کو اولوالامر قرار دیتا تھا اسکو حضرت امام حسین کی اولوالامری کا غیر منکرانکر قائل نے کہا صحیح۔	
جسے کہ کیے اولوالامر ہے حسین شہید	
اس خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ لایا کیونکہ منکر ایک مولوی تھا جسے یزید کی بیعتی کا حال اور حضرت حسین کے اولوالامر ہونے کے دلائل معلوم تھے چہرہ غور نہیں کرتا تھا اگر غور کرتا تو ضرور اپنے عقیدے پر پھر جاتا۔	

اسناد حقیقی عقلی و مجازی عقلی

حقیقت و مجاز جب طرح مفرد میں جاری ہوتے ہیں جملے میں بھی جاری ہوتے ہیں برابر ہے کہ جملہ انشائیہ ہو یا خبریہ اور اس سے بحث علم معانی میں کرتے ہیں جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان میں بحث ہوتی ہے کبھی مفرد میں حقیقت و مجاز کو لغوی کے ساتھ مقید کر دیتے ہیں یعنی حقیقت لغوی اور مجاز لغوی کہتے ہیں اور اس قید سے مقصود احتراز سئلے کے حقیقت و مجاز سے ہوتا ہے۔ اور جملے میں حقیقت و مجاز کو عقلی کے ساتھ مقید کرتے ہیں تاکہ مفرد کے حقیقت و مجاز سے احتراز ہو۔ اور جملے کے حقیقت و مجاز کو کبھی حکمی بھی بولتے ہیں گو نسبت ضامی میں کیونکہ حکم اشرف ہے جو اسکی ایک فرد ہے یا یہ کہ حکم عقل کی طرف منسوب ہے اور کبھی حقیقت و مجاز فی الاثبات بھی کہتے ہیں اگرچہ نفی میں واقع ہو ایسے کہ لفظ کے کلام میں نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اور اکثر کی دہرائے ہو کہ ہر ایک حقیقت و مجاز اسناد کی صفت جو نہ کلام کی اور کلام کا انصاف اس کے ساتھ اسناد کی وجہ سے ہی۔

غرض کہ حقیقت عقلی ایک جملہ ہو کہ اس میں فعل یا وہ چیز جو فعل کے معنی میں جیسے مصدر بہم فاعل و اسم مفعول و صفت مشبہ اس چیز کی طرف مسند ہو جو اس فعل یا معنی فعل کے ساتھ بظاہر متصف ہو جیسے فعل معروف میں فاعل کی طرف مشابہ۔

ذوق

نسیم صبح گلشن میں اگر چہ بودم عینے ترا یماز غم تجھ بن سکوم جاگز اسے سمجھو

اور فعل مجہول میں مفعول بہ کی طرف متصف ہے

غالب

سہرا لکھا گیارہ امثال امر دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں سمجھے

پس یہ دونوں مثالیں اسناد حقیقی کی ہیں فعل مجہول میں مفعول بہ فاعل کا کلام مقام مجھا جاتا ہے پہلی مثال میں سمجھنے کی اسناد یا غم کی طرف ہو جو اسکا فاعل ہے اور دوسری مثال میں لکھا گیا کی نسبت سہرے کی طرف ہو جو فنون اور میرے فاعل کے پہلی مثال میں یا غم کو سمجھنے کا انصاف حاصل ہے اور دوسری میں سہرے کو لکھنے جانے کا پس یہ اسناد حقیقی ہے۔

ہوس

سب حال کما اُنھوں نے رورو
معتشوق کا بھی پتا بہت یا

تھے محرم راز نیش جو جو
عاشق کا بھی ماجرا سنایا

محرم راز سب حال کہنے اور عاشق کا ماجرا سنانے اور معتشوق کا پتا بتانے کے فاعل ہیں اور یہ سب نفل معروف ہیں۔

انیس

فریاد ہے کہ رانٹ ہوئی مین اسیر غم

مارا گیا سفر میں غلام شدہ ام

مارا گیا فعل مجہول ہوا اسکی نسبت غلام شدہ ام کی طرف ہر جو مفعول بہ ہوا ربطا ہر کی قید سے اس فعل میں اقوال کا ذبہ دخل رہتے ہیں جیسے جاہل کا قول کہ دوانے پیار کو اچھا کر دیا اور یہ قول کہ زید آگیا اُس حالت میں کہ زید کے نہ آنیکو کہنے والا جانتا ہو نہ مخاطب پس یہ دونوں قول بحسب ظاہر حال کے حقیقت ہیں باوجودیکہ دراصل کا ذب ہیں نہ صادق کیونکہ پہلا قول واقع کے خلاف ہوا سنئے کہ درحقیقت اچھا کر نیکا فاعل خدائے تعالیٰ ہے نہ دوا مگر اتنا ہے کہ یہ قول جاہل کے اعتقاد کے مطابق ہوا اور اُس کے نزدیک یہ صفت دوا میں پائی جاتی ہوا ایسے اُس نے اپنے اعتقاد کے مطابق اچھا ہونیکو دوا کی طرف منسوب کیا برخلاف دوسرے قول کے (یعنی زید آگیا ہو) کہ وہ نہ واقع کے مطابق ہوا اور نہ اعتقاد کے موافق ہو خلاصہ کلام یہ ہے کہ حقیقت عقلی کی چار قسمیں ہیں (۱) وہ جو واقع اور اعتقاد دونوں کے مطابق ہو جیسے ایک مومن کہے خدائے پیار کو اچھا کر دیا اسی قبیل سے ہے۔

شایان

کہ مٹی کے پتے کو بخشی ہے جان
نہیں اُسکی صفت میں داخل عیوب
کہ آئینہ ہو حال رو سے زمین

دکھائی خدائے وہ قدرت کی شان
بنایا سراپا میں ہر عضو خوب
عنایت کیے دیدہ و دربین

مومن

دکھیا تو کہیں نظر نہ آیا
پایا ہر شے میں پر نہ پایا
تو حاکم و حقائق پر آیا
یا نیک نقش دوئی مثایا

ہر جہا پہ پہ تیرا جلوہ لیکن
یاں عقل ہے گم کہ بس تجھی کو
تو واحد و بے نظیر و ہمتا
جھکوسہی نہ کہ مسکین ترا مثل

(۲) جو صرف اعتقاد کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہ ہو جیسے جاہل کا قول کہ دوانے پیار کو

اچھا کر دیا۔

شایان

دیا آدمی کو شرف اس قدر
 سٹاپ مجھ اوتا رہے یہ فساد
 جو کچھ تب کا اوتا آیا پسند
 جو ہر ناچھ نے ظلم کی راہی
 جو نہ سنگھ بنکر ہوئے آشکار
 ہوئی بل کی جسد مفاوت عیان
 پر سر رام بن کے سہباو کو
 سری رام بن کر ہوئے جب عیان

ہوئے آپ ظاہر بہ شکل بشر
 ہوا رخ سنگھ سُر بہ نہاد
 تو مدھ اور لٹیک کو پہونچی گزند
 نہرا اپنے بن کے باراہ دی
 مٹا نام ہرنا کس بد شعار
 بنے آپ باون سپے استنان
 دیا صفحہ دہرے نام کھو
 رشا صاف راون کا نام و نشان

ان اشعار میں بیان کیا ہے کہ خدائے کبھی مجھ یعنی بھلی کی شکل میں کبھی کچھ یعنی کچھوے کی شکل میں کبھی بارہ یعنی سور کی شکل میں بھی نہ سنگھ یعنی ایسے جانور کی شکل میں کہ اُس میں کچھ حصہ شیر کا ہو اور کچھ آدمی کا اور کبھی بونے کی شکل میں اور کبھی پر سر رام کی شکل میں اور کبھی رام چندر کی شکل میں ظہور کیا اور یہ امور کامل کے اعتقاد کے مطابق ہیں اور واقع کے مطابق نہیں کیونکہ غیر میں حلول کرنا اور داخل ہونا صفات جسم سے ہے اور اللہ تعالیٰ جسم سے منزہ ہو کیونکہ جسم کے واسطے مکان کا ہونا ضرور ہو اور جب واجب الوجود مکان میں ہوا تو اُسکا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا دوسرے جسم مرکب ہو تہا اور خدائے تعالیٰ ترکیب سے منزہ ہو اسلئے کہ ترکیب کو حدوث لازم ہے اور ہر مرکب اپنے اجزا کا محتاج ہوتا ہے اور اجزا میں اور اُنس میں منگرت ہوا کرتی ہے اور جب کو غیر کی طرف احتیاج ہو وہ خلق کے شایان نہیں تیسرے صفات اجسام کیسا منصف ہونا لازم آتا ہے (۳) وہ کہ نہ واقع کے مطابق ہو اور نہ اعتقاد کے جیسے اُس شخص کا یہ قول کہ زید آگیا ہو جو جاتا ہو کہ وہ ابھی نہیں آیا ہوا اسی قبیل سے ہے۔

ہوس

کب میں نے قصد بے سبب کیا ہے
 لیلیٰ نے مجھے طلب کیا ہے

یہ قول مجنون کے باپ کا ہے اُس نے اول مجنون کو سمجھا یا کہ اب میرے ہر گھر کو چل کب تک تجھ کو آدمیوں سے نفرت و وحشت رہائی اور جنگل میں پھرنا رہے گا جب مجنون نے باپ کی نصیحت نہ مانی تو اُس نے اپنی طرف سے دروغ اُس سے کہا کہ چل تجھ کو لیلیٰ نے طلب کیا ہے پس مجنون کا باپ لیلیٰ کے نہ طلب کرنے کو

جاتا تھا مصلحتاً ایسا کہد یا جس سے مجنون اُس کے ساتھ شہر کو چلا گیا کیونکہ مجنون یہ بات نہیں جانتا تھا کہ میرا بپ جھوٹ بول رہا ہوا اسی قبیل سے ہے یہ قول رستم کا شہراب کے سامنے کہ میں رستم نہیں ہوں۔

منشی

وہ کہنے لگا سُن کے یہ داستان	کہ شاید ہے رستم سپہلوان
وہ بولا کہ زہن ساز رستم نہیں	میں اُس کا ہوں ارک چاکر کمترین

(۴) وہ قول جو اعتقاد کے مطابق نہ صرف واقع کے مطابق ہو جیسے مولچند منشی کے یہ اشعار نعت سرور کائنات جناب رسالت اب علیہ التحیۃ والصلوۃ میں۔ ۵۔

شفیع گناہان بروز جزا	کشائندہ عقدہ مارعا
فرازندہ رایت سروری	درخندہ خورشیدہ یغیری
وہ ہو خاص خاصان یزدگا	کہ سننے کیا دین کو استوار
قدم اُسے معراج پر جب کھا	تو پایہ بٹھا اور معراج کا
یتسر ہوا جبکہ قرب حضور	نظر اُسکو آیا وہ تابندہ نور

یہ جو کچھ قائل نے کہا ہے اعتقاد کے مطابق نہیں اگر ایسا ہوتا تو وہ مسلمان ہو جاتا مرنے وقت تک ہندو کیوں رہتا بلکہ صرف اکبر شاہ کے خوش کرنے کو ایسا کہا ہے اسی قبیل سے ہے یہ قول دیا شنکر نے یہ کم لکھنوی گلزار نسیم میں۔ ۵۔

ہر شاخ میں ہر شکوہ نیکاری	بمشرعہ ہر قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دوزبانے یکسر	حمد حق و مدحت پیمبر
باج انگلیوں میں یہ حرفت ہے	یعنی کہ مطیع بخت ہے

نہیں نے جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کی نسبت لکھا ہے یہ کلام اُسکا اعتقاد کے مطابق نہیں ہے محض شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے کو لکھا ہے کیونکہ وہ دم آخر تک ہندو رہا اور شاہان لکھنؤ کے خوش کرنے پر دلیل یہ ہے کہ اُسے خلفائے رسول کی تعریف نہیں کی کیونکہ شاہان لکھنؤ اور اُسے لکھنؤ شیعہ تھے صرف بخت کی نسبت لکھ کر خاموش ہو گیا بخلاف مولچند کے کہ اُسے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی بھی تعریف لکھی ہے کیونکہ اکبر شاہ سُنی تھے۔ اور یہی الناس علی دین ملوکم کی طرف اشارہ ہے۔

چونکہ نفی اثبات کی تابع ہوتی ہے اسلئے منفی حقیقی غلطی ہم اس میں داخل ہے۔

بنازہ غلطی وہ جملہ ہے جس میں فعل یا معنی فعل کو ایسی چیز کی طرف نسبت کرین جو اس کے ساتھ متصنف نہ ہو چنانچہ فعل معروف ہو تو غیر فاعل کی طرف اور مجهول ہو تو غیر مفعول بہ کی طرف نسبت کی جائے پس یہ غیر مسند الیہ مجازی ہوتا ہے اور اس کی طرف فعل یا معنی فعل کی نسبت کسی عداوت کی وجہ سے ہوتی ہے اور علاقے سے مراد یہ ہے کہ مسند الیہ حقیقی کے ساتھ اس کو کسی قسم کی مشابہت حاصل ہوتی ہو اس مشابہت کی وجہ سے فعل اس کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے۔

ہیر مینائی

صاف جلوہ ہو چرخ طور کا مجھ میں عیان

لارہ کہتا ہر کہان موستے ہن آگرد کبھی لیں

کھنے کی نسبت لارہ کی طرف مجاز ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ فاعل حقیقی سے مشابہت اس بات میں رکھتا ہے کہ جس طرح اس کے ساتھ فعل کا تعلق ہو سکتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

ولہ

دعاے نور پڑھ کر اپنے اوپر شمع نے دم کی

دری یہ بات کو میری سیمہ بختی کی ظلمت سے

ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت شمع کی طرف مجاز ہے کیونکہ یہ فاعل سے مشابہت رکھتی ہو ہو ہے کہ فعل معروف کا تعلق دونوں سے ہو سکتا ہے پہلے شعر میں کھنے کی نسبت غیر فاعل کی طرح ہی طرح دوسرے شعر میں ڈرنے اور پڑھنے کی نسبت غیر فاعل کی طرف ہے اور ایسے موقع پر کسی ایسے قرینہ غلطی یا معنوی کا ہونا ضرور ہے جس سے یہ معلوم ہو سکتا ہو کہ فعل یا معنی فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب نہیں ہوا ہے بلکہ مسند الیہ غیر حقیقی کی طرف منسوب ہوئے۔

چنانچہ ان دونوں مثالوں میں یہ قرینہ ہو کہ عقل کسی طرح تجو بزد نہیں کر ٹی کہ کھنے کا فعل گل لارہ کے ساتھ قائم ہو اور ڈرنے اور پڑھنے کا فعل شمع کے ساتھ قائم ہو کیونکہ یہ باتیں ذی نوع کی مثال سے ہیں اور یہ دونوں چیزیں مفردی نوع ہیں۔ اسی قبیل سے حضرت شاعر کے شعر میں کھنے کی نسبت حسرت کی طرف ہے۔

حیف ہے خالی یون ہی مقصد کا پیمانہ ہے

حسرت میں اکبر کی کہتی تھیں یہ لے وقت مرگ

اور قرینے کا ہونا اسلئے ضروری قرار دیا گیا کہ بغیر قرینے کے یہ معلوم ہوتا کہ فعل اپنے مسند الیہ حقیقی کی طرف منسوب جیسے ہر جاری ہے اس جگہ مسند الیہ غیر حقیقی ہے جو مسند الیہ حقیقی یعنی بانی کے ساتھ فعل کے تعلق میں مناسبت اور ملاہست رکھتی ہے پس جاری ہونیکا تعلق بانی کے ساتھ تو اس لیے ہے

کہ پانی کے ساتھ اسکو قیام حاصل ہے اور ستر کے ساتھ اسلئے تعلق ہے کہ جاری ہونا نہر میں واقع ہوتا ہے اور غیر عام ہے اس سے کہ فی الواقع غیر ہوا یا بظاہر متکلم کے نزدیک غیر ہوا اور اس قید سے اقوال کا ذہب جو نہ واقع کے مطابق ہوں نہ اعتقاد کے مجاز عقلی کی تعریف سے نکل گئے اور اگر کسی نے یوں کہا کہ فصل خزان نے باغ کو سرسبز کر دیا تو یہ نہ حقیقت میں داخل ہے نہ مجاز میں حقیقت میں نہ داخل ہونے کی وجہ تو ظاہر ہے اور مجاز میں اس لیے داخل نہیں کہ مجاز کے لیے علاقے کا ہونا ضرور ہے پس ایسے قول کے قائل کے حق میں یہ کہا جائے گا کہ اُس نے اپنی بے عقلی اور حماقت سے یہ بات مستحکم سے نکالی ہے۔ مجاز عقلی کے علاقے بھی مجاز مفرد کے علاقوں کی طرح ہوتے ہیں اور یہ کثرت سے استعمال میں ہے۔

کبھی ملا بہت کی وجہ سے فعل کو مکان کی طرف منسوب کرتے ہیں مثلاً۔

مولوی محمد اسماعیل	
قطر دہی سے ہوگی نہ جاری	جیل ٹھیکگی کشتیان تھاری
جاری ہونیکو نہر کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ درحقیقت پانی جاری ہوتا ہے۔	
پانی سے بھرے ہوئے ہیں جل جہل	سب گونج رہا تمام جنگل
گونجنے کی نسبت جنگل کی طرف کی ہر وہ نہ حقیقت میں جنگل کے رہنے والے گونج رہے تھے۔	
باغوں نے کیا ہے غسل صحت	کھیتو نکو ملا ہے سبز خلعت
غسل کرنے اور خلعت ملنے کی نسبت باغوں اور کھیتوں کی طرف کی ہے اور درحقیقت غسل درختان باغ نے کیا ہے اور سبز خلعت ان نباتات کو ملا ہے جو کھیتوں میں اُگے ہوئے ہیں۔	
انہیں	
دنیا سے امتثال ہوا نور عین کا	ہر گنا گناہ ظہر تھا لٹا گھر حسین کا
لٹنے کی نسبت گھر کی طرف کی ہوا اور مرد اس سے یہ کہ گھر میں جو چیز تھی وہ ظہر کے وقت تھی اور وہ چیز فرزند ہے۔	
حالی	
شہر میں قحط کی دہائی ہے	جان عالم لبون پر آئی ہے
لبون پر جان آنے کی نسبت عالم کی طرف کی ہے حالانکہ درحقیقت ان لوگوں کی جان لبون پر آئی ہے	

جو عالم مین رہتے ہیں۔

منوئی زائر

کیا ہو گا یہی تھی فکر ہر دم - کل اُٹے گا یا ن تمام عالم

میر حسن

اُچھلتے تھے فوارے جو اسکے وان گیا سب کل اُن کا تاب و توان

اُچھلنے کی نسبت فوارہ کی طرف کی ہو حالانکہ بانی اُچھلتا ہے جو اُنکے اندر ہوتا ہو۔ ۵

دریا تجھ بن سک رہے تھے اور بن تری راہ تک رہے تھے

سکے اور راہ تنے کی نسبت دریا اور بن کی طرف کی ہے جو مکان ہیں حالانکہ دریا کے جانور بغیر برسات کے سلسک رہے تھے۔ ۵

ندی نالے چڑھے ہوئے ہیں تیرا کون کے دل بڑھے ہوئے ہیں

چڑھے ہوئے ہونے کی نسبت ندی نالوں کی طرف کی حالانکہ بانی چڑھتا ہے جو اُنہیں رہتا ہے۔

محمد حسین آزاد

یعنی زمین پہ جل رہے تیرے چراغ ہیں اور آسمان پہ کھلتے ستاروں کے باغ ہیں

جلنے کی نسبت چراغ کی طرف کی ہو حالانکہ سنی اور شیل جلتا ہو اسی طرح کہتے ہیں پر نالہ بہتا ہو حالانکہ بہنے والا پانی ہو چونکہ پر نالے اور پانی میں مناسبت ہو مجازاً اُسی کی طرف منسوب کر دیا۔

ظفر علی خان

موسلا دھار ہوئی ہوگی کم ایسی بارش بام قدرت سے گر بہنے لگے پر نالے

اسی قسم سے ہو آگ جلتی ہو حالانکہ جلنے والی لکڑی ہو بانڈی پک رہی ہے حالانکہ پکنے والی وہ شہر ہو جو اسکے اندر ہے۔

حالی

نصیب کا اُٹھیلیہ مین ہے سوتا شب و روز ہے قرطبہ اُن کو روتا

روم کی نسبت قرطبہ کی طرف مجازاً ہے۔ ۵

دولت جو زمین مین تھی شخصی آگے ترے اُسے سب اُٹھ دی

دولت اُٹکنے کی نسبت میں کی طرف کی ہو جو اسکا مکان ہو ورنہ درحقیقت یہ فعل الہد کا ہو۔

امیر
جس طرف دیکھو نہ رکھل باغ میں انبار ہے
نیکل فوارہ اُٹکتی ہے زمین گنج بہان
کبھی فعل زانیگی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

سودا
زمانہ دلوں مرے اور عہد یار کو اب
شکست سے نہیں دیتا ہے ایک آن قرار

لمولفہ
زمانے نے کچھ قدر دانی مکی
نظر جانب جان فشان مکی
قدر دانی نہ کرنے اور نظر نہ کرنے کے فعل کو زانیگی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ اُن شخصوں نے
جو زمانے کے اندر رہیں قدر دانی اور نظر نہیں کی ہو۔

حالی
ایک ہیں وہ کہ زمانہ کرے انصاف اگر
اور کھل جائیں کمالات بھی لے لے سرتپ
بظاہر انصاف کرنے کی نسبت زمانے کی طرف ہے اور حقیقت میں اُن لوگوں کی طرف ہے
جو اُس میں موجود ہیں۔

داغ
زلزلے نے یکا یک چھوڑ دی سب ظلم کی حالت
فلک نے یک قلم موقوف کی طرز شمع گاری
کبھی فعل سبب کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسے۔

منسی
نہ مرستم نہ سیر غم نے زائل زرد
کشدہ ہے تو پور کا اے پدر
اسفندیار کے باپ سے اسفندیار کی بہنوں نے ایسا کہا تھا اسیلے کہ اُسے اسفندیار کو رستم کی
جنگ کیلئے بھیجا تھا جہاں وہ کام آیا پس باپ بیٹے کے قتل کا سبب ہو۔

دلہ
یہ سن کر اُسے غیرت آئی وہیں
وہ غیرت نہ رزم لائی وہیں

غیرت کسی کے لڑائی میں آئینا کا سبب ہوتی ہو۔

ولہ

دیا سٹھ نے ترتیب اک خانہ باغ	ہو ارشک سے جسکے لالے کو داغ
------------------------------	-----------------------------

باغ کا ترتیب لے لیا بادشاہ کا کام نہیں علم کا کام ہے بادشاہ سبب ہے حکم دینے والا۔

آتش

اگر یسٹا دسی مینا سے ہے ظاہر ہوتا	حال پر صوفیوں کے خندہ زنی جام کرین
-----------------------------------	------------------------------------

خندہ زنی کرنیکا فضل جام کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ جام خندہ زنی کرنیکا سبب ہے۔

حیرت

سماوت یہ ادنیٰ سی اک اُسی ہے	کہ اک دن دوشائے دیے سات سے
------------------------------	----------------------------

دوشائے دینے کا فعل ممدوح یعنی ذوالب صف الدولہ والی اودھ کی طرف منسوب کیا حالانکہ اُسکے حکم سے اُسکے نوکروں نے دیے تھے ممدوح سبب ہے حکم دینے والا۔

ولہ

یہ چاہا کہ خلعت کسی ڈھب جیسے	کئی لاکھ ایک ایک دن میں دیے
------------------------------	-----------------------------

ایک ایک دن میں کئی لاکھ دینے کے فعل کو ممدوح کی طرف منسوب کیا ہے جو سبب امر ہے ورنہ حقیقت میں اُسکے حکم سے اُسکے نوکروں نے دیے تھے۔

حالی

جسے یوسف کی داستان ہو مثنیٰ	ہاں تا ہو گارو برادر اس کی
-----------------------------	----------------------------

مصرین قوط جب پڑا آکر	اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر
کھتیاں اور کوٹھے کھول دیے	مفت سارے ذخیرے تولدے

کھتیاں اور کوٹھے کھول دینے اور ذخیرے تولدینے کی نسبت ات یوسف علیہ السلام کی طرف کی ہے حالانکہ یہ کام اُنکے نوکروں نے کیا تھا وہ سبب امر تھے۔

ولہ

کبھی نادر نے قتل نام کیا	
--------------------------	--

کبھی محمود نے غلام کیا	
------------------------	--

قتل عام کرنیکی نسبت نادر کی طرف کی ہے اور غلام کرنیکی نسبت محمود کی طرف حالانکہ اُن کے حکم سے انہی سپاہ نے یہ کام کیے تھے۔

امیرونیائی

فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس
در اصل اس نے اشجار کو آبی لباس میں اور شبنم سبب ہو۔
کبھی فعل کی نسبت مصدر کی طرف ہوتی ہے جیسے۔

میرسن

غضب سے غضب اُس کے کانپارک
تو سے ہیبت بھی اُس کے ڈرے

کانپارک کی نسبت غضب کی طرف کی ہو اور ڈرنیکی نسبت ہیبت کی طرف کی ہو اور نسبت حقیقی یہ تھی
کہ یہ دونوں فعل شخص کی طرف نسبت کیے جاتے جو ان کا فاعل حقیقی ہوتا ہے یوں کہتا کہ اُس کے غضب سے
صاحب غضب کانپا کرتا ہو اور اُس کے تو سے صاحب ہیبت ڈرا کرتا ہو مگر جو مبالغہ کلام میں اس طرح
کہنے سے پیدا ہوا وہ اس طرح کہنے سے پیدا ہوتا ہے کہ غضب اور ہیبت فاعل سے مشابہت رکھتے تھے
اس وجہ سے کہ فعل کا تعلق دونوں سے ہو سکتا ہو ایسے اسناد و فعل کی دونوں کی طرف مجازاً صحیح ہو۔

غالب

اگلی ام شبنم جہد پانے بچا ہے
مدعا فقہاے اپنے عالم تفسیر کا

سئلے کا حال بچا یعنی نسبت مجازاً اگلی کی طرف ہو اور حقیقت میں اس شخص کی طرف ہوتی ہو جو اس کا
طالب ہے۔

اسناد مجازی خبر سے خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ انشا میں بھی جاری ہوتی ہے جیسے ہمارا دانش
منظوم میں پیش کہتا ہے کہ بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا۔

گماشتہ نے پھر اُس سے بہتر ہو گیا
وزیروں نے فی الفور تدبیر کی

بادشاہ نے وزیر کو حکم دیا جو انھوں نے تعمیر کیا اور ظاہر ہے کہ مکمل کیا تعمیر کرنا وزیر کو
کام نہیں بلکہ علی کا کام ہے وہ تو سبب ہیں عالم دینے والے۔

تشرینہ مجاز عقلی

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مجاز عقلی کیلئے کوئی قرینہ ایسا ہونا ضرور ہے جس سے معلوم ہو کہ معنی حقیقی

ہبان مرد نہیں، کیونکہ بغیر قرینے کے معنی حقیقی مفہوم ہوتے ہیں اور وہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے کبھی لفظی ہوتا ہے جیسے سوول کے اس قول میں۔

اُنکو آیا، بمن و دے کا چغتستان سے عمل	تیغ اُردی نے کیا ملک خزان مستاصل
بجدہ شکاریں جو شاخِ ثمر دار ہر ایک	دیکھ کر باغِ جہان میں کرم عز و جسل

ملک خزان کو مستاصل کر نیکی نسبت تیغ اُردی کی طرف مجازاً ہے اور قرینہ اس پر شعر ثانی ہے، کیونکہ یہ شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسد قالی نے اپنی مہربانی اور کرم سے بہار بھیجا کر خزان کو دور کر دیا پس اسناد مستاصل کر نیکی تیغ اُردی کی طرف تاول کے طریق پر ہر تاول اُسے کہتے ہیں کہ کلام کو ظاہر سے خلاف ظاہر کی طرف پھیرنا یہاں تاول کی صورت یہ ہے کہ موسم بہار سبب ہو خزان کے جلتے رہنے کا ورنہ حقیقت میں خزان کا دور کرنا اللہ کا کام ہے

محمد حسین آزاد

ایر دوست تیرا کم تھا جاری جہانین	اور روشنی تھی عام زمین آسمان میں
----------------------------------	----------------------------------

اس شعر میں آفتاب کی طرف خطاب ہے۔

ولہ

دولابِ خرمن پر گر اپنا مدار ہے	چلتا اسی پہ دور خزان و بہار ہے
--------------------------------	--------------------------------

ان دونوں شعروں میں اسناد مجازی ہے اور قرینہ لفظی اس پر مراد مند ہے۔

ولہ

دن ہے خدائے ہموک دیا کام کے لیے	اور رات کو بنایا ہے آرام کے لیے
---------------------------------	---------------------------------

اور کبھی قرینہ معنوی ہوتا ہے اور اسکی بھی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ عقل کسی طرح تجویز نہیں کرتی کہ مسند الیہ مذکور کے ساتھ مثل حقیقہ قائم ہو سکے جیسے۔

آبرو

مختار سی لعلِ چہچان نے مجھے بھی رر رکھا ہے	تماشا دیکھتے ہو کیا مرے حال پریشان کا
--	---------------------------------------

زلف کے ساتھ آرنیکا قیام محال ہے۔

جلیل

عشق کیسے تہان نے سانس بھی لیجی	اُرد با بیٹھا رہا گنجِ دلِ ناکام پہ
--------------------------------	-------------------------------------

عشق کے ساتھ سانس نہ لینے دینے کا قیام محال ہو۔

ظفر

دل بھر سے تیرے کایہ کہتا ہو کہ لے
جذبہ شوق ترا کھینچنے لایا ہوں
جذبہ شوق کے ساتھ کھینچ کے لایا کا قیام محال ہو اس طرح تیرے ساتھ کہنے کا قیام محال ہو۔

امیر مینائی

نالہ کہتا ہو کہاں موسے ہیں آرد کیو لین
صاف جلوہ ہو ترے طور کا مجھ میں عیاں
کہنے کا قیام لائیکے ساتھ مقلد محال ہے۔

میر تقی

کیا کیا اس عاشقی ستا یا تو نے
کیا کیا ہن کما یا تو نے
ادل کے سلوک میں کہیں کا نہ کھا
آہ کو نہ کھانے ہی لگا یا تو نے
ان تمام افعال کا قیام عاشقی کے ساتھ عقلاً محال ہو۔

دلغ

کون مرنے کو تیرے کو پے میں خود آئی ہے
کو نہ یا رہن یہ حسرت دیدار نہ تھے
پر یہ بیتیابی دل ہو کہ آرا لاتی ہے
روز بیا کے نئی میر دکھاتی ہے

میر انیس کے مثنویوں

اسے دے کہ تیرے لیے اس خاک نشین کو
جون دے دیے پھر تی ہو گھر گھر پیش دل
دوسرے یہ کہ عادتہ فعل کا قیام مسند الیہ مذکور کے ساتھ محال ہے جیسے اس معرین
مالی کے۔

کبھی غلام کیا

کبھی نادر نے قتل عام کیا

یہ بات عادتہ محال ہو کہ ایک فرد بشر قتل عام کرے پھر غلام بنے اگرچہ عقلاً ممکن ہے۔
تیسرے یہ کہ حد در کلام کا موجد کی زبان سے ہو جیسے۔

انسان سے لے کے تا نباتات
کھیتی کو کیا ہن سال تو نے
کوئل کو لایا ہنسا ہنسا یا

ہن تنگ گزار تیرے برسات
گلشن کو دیا جمال تو نے
طاؤس کو نا چنا ہنسا یا

امرت سا ہوا میں بھڑپا کچھ	اک رات میں کچھ سے کر دیا کچھ
جود نے تھے خاک میں پریشان	سب آکے چڑھائے تو نے پر دان

گویا

بنایا ہند کو گلشن بہار نے ایسا	کہ شوق سیر میں سروچہن خرامان ہے
سہاں گلشن تصویر یک شہر لائین	بہار کا چمن دہر میں یہ فرمان ہے
بہار باغ میں کیا کیا کھلا رہی ہے گل	شگفتہ غنیمت منقار عنس لیبان ہے

چونکہ یہ قول موصوفے سرزد ہے اس لیے ثابت ہو کہ ان کے کہنے والوں کا ان کے ظاہر سادہ تھا و نہ تھا پس ان اسناد و کموجاز سمجھا جائیگا ان اگر یہ بات یقین کو پہنچ جائے کہ وہ ان کے ظاہر کے متقدّم تھے تو ان قولوں کا وہی حال ہو گا جو جاہل کے اس قول کا تھا کہ دولے جیار کو اچھا کر دیا تو تھل اس بات پر گریہ تھاں ضعیف ہوا لیے کہ کوئی موصوفی سنا کہ حقیقی نہیں جانتا بلکہ یہ سمجھتا ہو کہ ہر سادہ و موسوم بہاران کلموں کے سبب بن اور حقیقت میں یہ فعل اس کے ہیں۔

بجائے عقل کی شناخت

بجائے عقل کی شناخت یہ ہے کہ اُس کے لیے فاعل و مفعول ہوتا ہے کہ جب اُن کی طرف اس فعل کی نسبت کر دی جاتی ہو تو اسناد حقیقی ہو جاتی ہے مگر اس فعل و فاعل کے برعکس و بطور ہیں یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ فعل فاعل علیہ معلوم ہو جاتے ہیں جیسے

مولوی محمد اسماعیل

ان کے شیر کرتا ہے جب جوش و غروش	جنگل تمام ہوتا ہے شمسان اور حروش
---------------------------------	----------------------------------

یعنی جنگل کے تمام جانور خاموش ہو کر سنان ہو جاتا ہے۔

مولوی محمد اسماعیل

فلک و ن ہی سے نغمہ بوی جاری	جل بھنگی کش تیان تھاری
-----------------------------	------------------------

یعنی فلک و ن ہی سے نغمہ بوی بھر کر دانی میں جاری ہو جائیگا۔

لموافقہ

انسان نے کچھ قدرت دانی کی	نظر جانب بان فشان کی
---------------------------	----------------------

یعنی اہل زمانے نے کچھ قدرت دانی اور جان فشان کی طرف نظر کی۔
انہر کبھی بڑی غور فکر کے بعد سمجھ میں آتے ہیں جیسے۔

ذوق

کرے آہر سامی سیر عالم بالا
فلک کو بھی یوں ہی اک آبلہ ساز پائے مجھے
یعنی جب میں آہ کھینچوں تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنی طاقت بخشنے کہ وہ آسمان سے بھی آگے
بکھل جائے۔

ناسخ

اہل زمین نے کیا شتم نو کیا کوئی
نالہ جو آسمان کہن سے اٹھ گیا
یعنی اللہ تعالیٰ نے نالے کو اتنی تاثیر و طاقت بخشی کہ وہ آسمان کے پار ہو گیا۔

ناسخ

جان پہنچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہیں
لے چلی فردوس کو فرقت مجھے اک حور کی
یعنی دریا کی جہاں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مرتبے قریب پہونچا دیا ہے۔

داع

کیا شب ہجر مرے سر پہ بکھلا لاتی ہے
اپنے ہمسراہ اجل کو بھی لگاتی ہے
یعنی اللہ تعالیٰ شب ہجر میں بھی بکھیر بلا لاتا ہے اور اس کے ساتھ اجل کو بھی بھیج دیتا ہے۔

بجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ میں فرق

سزا کی بجاز عقلی کو نہیں مانتا اسکے نزدیک اسکی تمام مثالیں استعارہ بالکنایہ کے قبیل سے ہیں
جس میں مشبہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ مذکور ہوتا ہے اور جو شے کہ مشبہ بہ کے ساتھ خصوصیت
رکھتی ہو اسکو مشبہ کے واسطے ثابت کرتے ہیں مثلاً دو ابلے بیمار کو اچھا کیا اس میں دو سے استعارہ
شافی حقیقی کی ذات کا کیا ہے اور غرض اس سے تشبیہ میں مبالغہ منظور ہے اور اچھا کرینی نسبت
دوا کی طرف استعارے کے لیے قرینہ مانا ہے پس جب یہ کہتے ہیں کہ دولے بیمار کو اچھا کیا تو مراد اس سے
یہ ہوتی ہے کہ شافی حقیقی نے بیمار کو اچھا کیا ہے اور اچھا کرنا جو فاعل حقیقی کی خصوصیت ہے اسکو
دوا کی طرف منسوب کر دیا ہے اسی طرح اور مثلاً کو قیاس کہ بود خدا صمد کلام تھا کہ فاعل مجازی کو
فاعل حقیقی کے ساتھ فعل کے متعلق ہونے کی وجہ سے تشبیہ دیجاتی ہو یعنی جس طرح فاعل حقیقی
کے ساتھ اچھا کرنے کا فعل متعلق ہے اسی طرح فاعل مجازی کے ساتھ متعلق کیا جاتا ہے اگرچہ
فاعل حقیقی کے ساتھ وہ فعل بطور راجحہ کے متعلق ہوتا ہے اور فاعل مجازی کے ساتھ بطور سبب کے

یعنی خدے قائل اچھا کرنے کا موجب ہے اور دوا اچھا کرنے کا سبب ہے پھر تنہا فاعل مجازی کو ذکر کر کے اُس سے فاعل حقیقی مراد لیتے ہیں اور جو سبب فاعل حقیقی سے خصوصیت رکھتی ہے اُس کو فاعل مجازی کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ مگر یہ قول سکاح کی کا صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ اس قول میں -

غالب

فلک نہ دور رکھ اس کے ایک مین ہی نہیں | دراز دستی قائل کے امتحان کے لیے

استعارہ بالکنایہ کوئی معنی محصل نہیں رکھتا کیونکہ اگر امدت فاعل کے نام کو توفیقی مانا جائے یعنی اُس ذات پاک پر کسی نام کا اطلاق حقیقہ اور مجازاً بغیر اذن شارع کے درست نہیں تو اس صورت میں خدا کو فلک نہیں کہہ سکتے جس کی طرف دور رکھنے کی نسبت کی ہے اور اگر توفیقی نہ مانا جائے تب بھی یہ شرط ہے کہ ایسے نام کا اطلاق جناب باری پر کرنا چاہیے جس سے کوئی ہر بری لازم نہ آئے اور ظاہر ہے کہ فلک برگشتہ اور متغیر و آشفستہ حال ہے اور نیز دہریوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جنکے نزدیک مار و ڈنکے کا ہون کا فلک پر ہے اور اُن کا اعتقاد ہے کہ جو کچھ جہان میں ہوتا ہے سب گردشِ فلکی سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے وجود کے وہ قائل نہیں پس اُن کے نزدیک دور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف حقیقی ہے اور اہل حق کا قول ہے کہ قادمہ مطلق ایزد و یحییٰ ہے اور فلک سبب ہے پس دور رکھنے کی نسبت فلک کی طرف مجاز عقلی میں داخل ہے سوال مجاز عقلی میں بھی دہریوں کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے جواب ایسا نہیں اس لیے کہ استعارہ بالکنایہ میں فعل کی نسبت حقیقی ہے اور کلمہ استعارہ کی ذات سے دور سے مراد ہوتے ہیں بخلاف مجاز عقلی کے کہ اس میں اسناد حقیقی نہیں ہوتی سوال عرف نام میں جو ایسے جملے مذکور ہوتے ہیں کہ فلان آدمی کے مکان کو آگ نے جلا یا یا طاعون نے لٹے آدمیوں کا کام تمام کیا یا برتن نے ابکی سال بڑا انصاف پہنچایا وغیرہ وغیرہ

غیرہ

عشق نے غالب بنما کر دیا | ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ سب مجاز عقلی میں داخل ہیں کیونکہ اہل حق کے نزدیک ہر کام کا فاعل امدت تعالیٰ ہے حالانکہ اہل عرف میں سے کوئی بھی بولنے کے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھتا جواب اس میں شک نہیں کہ اکثر اہل عرف جاہل ہیں فاعل حقیقی اور سبب میں فرق نہیں کر سکتے

اور جو لوگ کہ ذہن سلیم اور فکر مستقیم رکھتے ہیں وہ ایسے جلوئے بولنے کے وقت ضرور اس کا خیال رکھتے ہیں یا ایسے جملے نمونے تصور کی وجہ سے حقیقت عرفی ہو گئے ہیں یعنی عرف کے لحاظ سے حقیقت ہیں ورنہ فی الواقع مجاز عقلی ہیں۔

دوسرا باغ مسند الیہ کے حالات میں

مسند الیہ جس کی تعریف اوپر کی گئی (یعنی وہ کلمہ جسکی طرف دوسرا کلمہ منسوب ہو) اس کے حالات دو قسم کے ہیں ایک یہ کہ مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ مقتضائے ظاہر حال کے خلاف ہوتے ہیں ہم انکو دو جہنوں میں بیان کرتے ہیں۔

چمن اول اُن اُمور کے بیان میں جو مقتضائے ظاہر حال کے موافق ہیں

مسند الیہ کا ذکر جملے میں ضرور ہو یا بلحاظ اس امر کے کہ وہ جملے میں اصل ہو مثلاً

گویا

چشم جان کو دل زار نے سوئے تیرا رات بیا ر کو بیا ر نے سوئے ندیا

پہلے مصرع میں دل زار فاعل ہو اور چشم جان مفعول اور سوئے ندیا فعل ہو جسکی نسبت دل زار کی طرف واقع ہو اور دوسرے مصرع میں پہلا بیا ر مفعول ہو اور دوسرا فاعل ہو۔

غالب

ان پوچھ نسخہ مرہم جبرحت دل کا کہ اس میں ریزہ الماس جزو اعظم ہے

چونکہ اپنی انیادوشی کا اظہار مقصود تھا اسلئے زخم دل کے مرہم میں ریزہ الماس کا نام لیا گیا ریزہ الماس سے زخم اور بھی بڑھ جاتا ہے چونکہ ریزہ الماس جملے میں اصل ہو اور کوئی مقتضی اس کے ذکر سے عدول کا ہو نہیں اسلئے اسکو ذکر کیا ہے۔

یا اس سبب سے کہ اپنا مطلب نجوبی واضح ہو جائے جیسے۔

فضل الدین فیاض

اُس نے حضرت سید کے جوار مان دلیں پورے ہوتے وہ ابا رمان نظر آتے ہیں

دوسرے مصرع میں ابا رمان کو ایضاً کے لیے ذکر کیا ہے۔

مذاق

جسکی طفلی جانیوالی اور شباب انیکو ہے

مزدہ اور ندو کہ وہ مست شراب آئے کو

خواجہ درد

اُن لبون نے نئی میسائی

ہم نے ہر طرح سے مردیکھا

موز

خدا کیلئے میرے اے ہم نشینو

وہ بانگھا جو جاتا ہے اُسکو بلالو

یا کلام کو طول دینے کی غرض سے جہاں سنانا مطلوب ہو مسند الیہ کو ذکر کرتے ہیں درمقصود اس یہ ہوتا ہے کہ سامع اُسکے حال کو سننے اور دیر تک اُس سے ہم کلامی چاہل ہے اسی لیے دوستوں کے ساتھ اور نیز

اُن لوگوں کے ساتھ جنسے بات چیت کر نیکو اچھا جانتے ہیں طول کلامی کی جاتی ہے جیسے۔

کیسے لگا تھا یہ دل ایسے لگا تھا یہ دل

اچھے میں نے ابتدا کی کچھ تم نے ابتدا کی

پہلے مصرع میں دل کا لفظ کہہ کر آیا ہے مقصود جو۔

انیس

یہ سخن کہہ کے مخاطب ہوئے اندازے امام

اے سپاہ عرب و مصر درے و کوٹہ و شام

تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام

پس نہ صرف ناطق ہوں شہزادہ مجھ سے کلام

ولہ

سامنے ہند گئی اور کیا جھک کے سلام

جو ذکر ہاتھ یہ کی عرض کہ اے عرش مقام

ترک آداب ہو ہر چند پہ بت لایے نام

کہا مولائے کہ مظلوم و غریب و نام

قیدی ہوں ظلم سیدہ بھی محن ناوا بھی محن

اس لئے قافلے کا قافلہ سالار بھی ہوں

یہ وہ موقع ہے کہ ہند یزدیدی بیوی قید خانیکے دیکھنے کے لیے لگتی ہے وہاں امام زین العابدین کو قیدین دیکھ کر نام و نسب پوچھا تو امام نے جواب اس طول کلامی کے ساتھ دیا ہوتا ہے کہ اُس کی توجہ اپنی طرف کھینچیں۔

ولہ

بولا کوئی کہ کون ہو تو اسے خیف و زار

دل ہو گیا ہے تیری صدا سن کے بے قرار

اک آہ سرد بھر کے یہ بولی وہ دل نگار

آفت زدہ اسیر و پریشان دسو گوار

چھوٹے سن میں قیدی زندان شام ہون میں دختر حسین علیہ السلام ہون	
شیر بادغیہ آسمان سریر جسے ہزاروں قید سے چھڑوا دیے اسیر	پوتی ہون اُسکی جو کہ ہے کونین کا امیر ایسا کریم تھا وہ دو عالم کا دستگیر
شہرت جہان میں ہمت مثل کُناسکی ہو ہم آج ہن اسیر یہ قدرت خدا کی ہے	
نبی بنی سکینہ سے محبس کے ایک محافظ نے نام پوچھا تو اُنھوں نے اس وجہ سے کہ وہ بُنے حال پر رحم کرے اس طول کلامی سے جواب دیا۔ یا اُسکے ذکر سے تخویف اور دھکی منظور ہوتی بہر جیسے۔	
سعی اس میں کر نیگے عمر سے بجان لے گا مہنت عسلے محمد خان	اُسکی خاطر کہینگے حسد و کلان دوست اُسکو رکھے ہن پیر و جوان
رکھنا ان پیوں کا ہر کسی مجال	
پہلے چاروں مصرعہ میں مسند الیہ کا ذکر تخویف کیلئے ہے۔	
منشی	
کہ رستم ہے مرد شجاع و دیرا	
یہ کہہ کر لگا کہنے پھر یوں ہجر رستم لے ذکر سے ہجر کی غرض شہاب کو ڈرانا تھی۔ یا تعجب کے لیے ذکر کرنے ہن جیسے۔ ۵	
عشق سے آتے تھے مانع میز صاحب مجھے	دل لگا کر آپ بھی غالب مجھی سے ہو گئے
مسند الیہ کی تعریف	
اصل یہ ہے کہ مسند الیہ معروف ہو جیسا کہ خبر کی اصل یہ ہے کہ نکرہ ہوا اور غرض اس سے متکلم کی یہ ہوتی ہے کہ مخاطب کو کامل فائدہ حاصل ہو جائے اور مسند الیہ کی تعریف کئی طریق سے ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔	

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف ضمیر کے ساتھ کی جاتی ہو اور یہ تین حال سے خالی نہیں یا متکلم ہوتا ہے یا مخاطب یا غائب اگر مسند الیہ غائب ہو تو اُس کے لیے مفرد ہو یا جمع وہ اور ضمیر ہے اور بعض نے بھی جمع کے لیے استعمال کرتے ہیں مگر فصحا کے نزدیک مقبول نہیں وہ اسکو گلاہے مکتبی کی زبان جانتے ہیں اور واحد مخاطب کے لیے تو ہے اور یہی فصیح ہے اور قد باتیں بھی بولتے تھے اور تم جمع مخاطب کیلئے ہے اور میں واحد متکلم کے لیے اور تم جمع متکلم کے لیے ان سات الفاظ کے موا اور بھی الفاظ ضمائر کے لیے آتے ہیں مثلاً اے تجھے تجھکو تمھیں تمکو ہمکو اسے اس کو انھیں ان کو یہ بارہ الفاظ مفعول کی ضمیر میں ہیں اور اُسے اُنے اُنھوں نے تو نے تم نے میں نے تجھے یہ چھ لفظ فاعل کی ضمیر میں ہیں اور پھر لفظ ضمیر کے حرف سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً اُس سے اُن سے تجھ سے تجھے سے اسی طرح چھ لفظ انصاف کے لیے آتے ہیں چنانچہ میرا میرا تیرا تیرا اس کا ان کا اور میں نے کی جگہ میں غیر فیضیون کا لفظ ہے جیسے میں نے کیا یا کیا میں نے کی جگہ میں کیا یا کیا میں بولیں ضمائر کا ایک اور واسطے کے ساتھ یا بے مہول سے مل جاتا ہو اور اردو میں یہ دونوں لفظ مضاف شمار ہوتے ہیں اور خاطر کے ساتھ بے معروف نہ بدل ہوتا ہے جیسے تجھے لیے دیتے واسطے اور تیری خاطر اور اس صورت میں یہ الفاظ ضمائر اضافی میں داخل ہیں اور انھوں کے واسطے اور انھوں کی خاطر کہنے کے واسطے اور انکی خاطر زبان غیر فیضیون کی ہو کر کہنے یعنی نزدیک بھی واسطے اور لیے کے واسطے عمل کرتا ہے اور انھیں سے دراصل ان ہی سے ہے لیکن اب اصل سے نقل کا استعمال اچھا ہے۔ ضمیر غائب کیلئے مرجع کا ہونا ضرور ہے۔ مرجع اُس اسم کو کہتے ہیں جسکی جگہ ضمیر آتی ہے اور یہ مرجع ہمیشہ ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسے نیزنگ خیال کی اس عبارت میں مرجع کا بعب حال ہے کہ آتنا تو اچھا ہے مگر پھر بھی لوگ اسے ہر وقت اچھا نہیں سمجھتے اسے کا مرجع سچ ہو۔

حالی

ہوئے سب تنگ ہندوستان و و

اک کل فخر تھا جن سے ہندوستان کو

کبھی مرجع لفظ مذکور نہیں ہوتا بلکہ ذہن میں ہوتا ہو چنانچہ غزلیات میں مشق کی طرف جو ضمائر

راجع ہوتی ہیں وہ اسنی نیل سے ہیں۔ مثلاً

جرات

دل کسی اور طرف جاتے ہے جان اور طرف

وہ گیا کس طرف اٹھ جانے سے جسکی یارب

وہ کی ضمیر مشوق کی طرف راجح ہو اور وہ عبارت میں مذکور نہیں لیکن سیاق کلام اور قرینہ کسر مقام سے معلوم ہو جاتا ہو بخلاف اسمے ظاہر کے کہ اگرچہ غائب کے لیے موضوع ہیں لیکن اُن میں یہ شرط نہیں کہ اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو اور ضمیر غائب کا اہم ظاہر کی طرف رجوع کرنا وضع مذکور پر قرینہ ہو جیسے نہ یاد آیا۔

خطاب میں اصل یہ ہو کہ معین کے لیے ہو کیونکہ معارف اس لیے وضع ہوئے ہیں کہ معین میں استعمال کیے جائیں دوسرے خطاب یہ ہو کہ کلام کو حاضر پر پہنچایا جائے مگر کبھی خطاب معین سے ترک کر کے غیر معین کے ساتھ کیا جاتا ہو تاکہ خطاب بطور بدل کے ہر مخاطب کو عام ہو سکے اور ہر مخاطب یہ سمجھ لے کہ متکلم نے یہ بات مجھ سے کہی ہو۔

حالی

کام میں سب بشر کے ہم وطنو چھوڑو افسردگی کو جوش میں آؤ خانے تم سے بڑھ گئے کو سون تم اگر ہاتھ پاؤں رکھتے ہو تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر	تم سے بھی ہو سکیں جو مرد بنو بس بہت سوئے اٹھو ہوش میں آؤ رہے جاتے ہو سب سے پیچھے کون لنگرتے لوگو کو کچھ سہارا دو نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیور
--	--

جبکہ ضمیر مستتر کے سوا کوئی اور لفظ فعل کا فاعل ہو اُس وقت ضمیر کو صرف صیغے کی علامت اعتبار رکھنے جیسا کہ زید آیا۔ میں آیا تم آئے۔ عورتیں آئیں۔ زید میں تم عورتیں فعل کے فاعل ہیں اور ضمائر مستتر علامت صیغہ ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ایک فعل دو فاعلون کی طرف مستند ہو اور یہ محض غلط ہے بعضوں کے نزدیک ضمیر بارزا اور اسم ظاہر ضمائر متصل کی تائید کے واسطے مستعمل ہوتے ہیں اور فائدہ ضمیر بارزا اور دوسرے اسم ظاہر کے ذکر کرنے میں یہ سبب کہ سامع کو معلوم ہو جاتا ہے کہ نسبت فعل کی بالضرور اسی فاعل کی طرف ہے۔

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اور علم وہ ہے کہ نام ہر شخص معین اور خاص چیز کا اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ سامع کے ذہن میں ابتداء سے بعینہ حاضر ہو جائے تاکہ اُسکو پھر کسی اور کے ساتھ شبہ باقی نہ رہے جیسے۔

ترانہ شوق

اسد کی حمد ہے زبان پر
وصف اسکے لکھیں جو کھٹنے ولے
ہے آج داغ آسمان پر
کونین کے دو ورق ہوں کالے

دوسرے شعر میں ضمیر نے آکر ذات معینہ الہی کو بعد علم کے دوبارہ حاضر کر دیا۔
بھی طلیعت سے مسند الیہ کی عظمت و شوکت کا اظہار مقصود ہوتا ہو جیسے۔

انشا

وہ سعادت علی عالی اعلیٰ الجبر
معدن جو دو سخا بھہ احسان و کرم

یہاں یہ خیال کرنا چاہیے کہ سعادت علی کو اظہار عظمت میں دخل نہیں بلکہ اسکے اوصاف اس پر
ولایت کرتے ہیں کیونکہ عظمت ایک ایسا امر ہے جو کئی شے کو قبول کرتا ہو اس صورت میں جو کچھ سعادت علی نے
مستفاد ہوتا ہو صفات سے اس میں زیادتی پیدا ہوتی ہو۔

ولہ

الامان بول اٹھیں قیصر و موقا خان
گر کہیں ہاتھ میں تو لیکے اُسے جائے ڈیٹ

سودا

شیرِ یزدان شہ مردان علی عالی قدر
علی سے جو عظمت مستفاد ہوتی ہو عالی قدر سے اس میں زیادتی پیدا ہوتی ہو۔

ہوس

کہان ہے جم اور کہان سکندر کہان ہے قیصر کہان ہے دارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے تیلے بگاڑ ڈالے بنا بنا کر

مصنعتی

خاش ہین رستو و سلاطین مرے لگے
دعوے انہیں کرتا کوئی موزون مرے لگے

گوا

ہے ایک تیرا آئینہ بردار سکندر
دارا ترے دروازے کے دہانے برابر

بھی انوارِ طلیعت کا اعظم زخیر کیسے ہوتا ہو جیسے۔

مومن		
ترے غلامی کی دولت سے خاک پاے بلال	سفیدہ رخ فغفور چین و قیصر روس	
<p>فغفور چین و قیصر روس جو عالی قدر بادشاہ ہیں اس لیے مذکور ہوئے ہیں کہ خاک پاے بلال کی عظمت ظاہر ہو اور بلال کا اس لیے ذکر کیا گیا کہ ذات ممدوح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی بیان ہو۔</p> <p>کبھی اظہارِ عظمت سے کنایہ علم کے معنی اصلی کی طرف ہوتا ہو جیسے۔</p>		
مولوی محمد حسین آزاد		
آزاد نے قدم نہ رکھا قید حرص میں	سچ ہے کہ دی خدانے ہو کیا ہی سمجھ لے	
<p>آزاد اصل لغت میں غیر بندہ اور بے قید اور بے تعلق کو کہتے ہیں پس یہاں پر کنایہ ہے اس کے حرص و دنیا سے آزاد ہونے کی طرف وضع اول کی وجہ سے اور وضع ثانی کے اعتبار سے محمد حسین کا تخلص پس معنی لغوی قرینہ ہیں انتہا کے معنی ثانی کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دنیا سے آزاد می ہے پس ملزوم سے اور وہ ذات آزاد ہو لازم کی طرف اور وہ ہوا و ہوس دنیا سے آزاد ہونا ہے انتہا کے اعتبار وضع اول کے ہوتا ہو۔</p>		
حافظ عبدالرحمن احسان		
شہر وہ کیا کہ جس شہر میں جہان بنو	قلعہ وہ کیا ہو کہ جس قلعہ سے جہان گنا	
<p>یہ اُس قلعہ کا شعر ہے جو احسان نے اکبر شاہ ثانی کی خدمت میں اُس موقع پر پیش کرایا تھا جب دشمنوں نے ان کی طرف سے کان بھر کر قلعہ معلیٰ میں آمد و رفت سلام و مجراس بند کر دیا تھا۔</p>		
مومن		
آج ہوتا کمال تو کہتا	اب تخلص سزا ہو نقصانی	
<p>کمال ایک ایرانی شاعر کا تخلص ہو اور یہاں پر اس لفظ کے معنی اصلی کی طرف اشارہ ہو چنانچہ نقصانی کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہو۔ اسی قبیل سے ہو شعر ذیل میں مومن کا لفظ</p>		
مومن		
گزرے کو پہ سے دمی کعبہ کو نسبت کیا گنا	مومن آخر تھے کبھی لے دشمن اسلام ہم	

اگرچہ مومن شاعر کا تخلص ہو مگر یہاں اُسکے معنی اصلی کی طرف کنا یہ ہو کہ اُس چیز کے تصدیق کرنا کہتے ہیں جسکی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اُسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لئے ہیں۔

دلہ

نام آزدو کا تو دل کو نکال دین

دلہ

ہے نام جو پھر تابع فرمان کروغین

وزیر

پکارا پنا گدائیکے بھگولے شہ حسن

اسی قبیل سے ہو گویا کے اس قطع بین اگرچہ علم مسند ہے نہ مسند الیہ۔

گر ترے اٹھنے نہ بیٹھے سے بگڑ بٹھا وہ

واجد علی شاہ غلام رضا نام اپنے ایک صاحب حق میں کہتے ہیں۔

نام ایسا بگڑ کا ایسا سخت

اسی قبیل سے ہو جو کہ یہ قطع حسین علم منادی ہے۔

سک درد بے سبب کو بے جان چھوڑا

بجھم رک گئے خاشاک سے دیا ہو کر

سودا شاہ عالم کی تعریف میں کہتا ہے۔

ترقی ہو اُسے دخواہ عالم

کہا صے تا ابد یہ شاہ عالم

جرات

مٹھو نہ موڑو گا تری شمشیر سے قاتل ذرا

اس قطع میں علم مسند الیہ نہیں بلکہ مسند ہے۔

کبھی اظہار علمیت سے سامع کا حیران و مشوش کر دینا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر میں۔

غالب

اسد اللہ خان مشام ہوا

لے دریا وہ رند شاہ باز

انیس

صل ہوتا ہے ہر سمت جدا ہوتی ہے زینب
ہر اک کے گلے ملتی ہے اور رونی ہے زینب

	دلہ	
علی اکبر کی جوانی کلبہ جاگاہ الم	زانو پرارتے ہیں دست ناسف ہر دم	
کبھی اظہارِ علمیت سے حظ طبع مقصود ہوتا ہو جیسے اس شعر میں میر حسن کے۔		
کہا میری نجم النساء تو ہے جان	اری تیرے صدقے مری مہربان	
جبکہ نجم النساء زید زادی بہت مدت کے بعد شہزادی بدر منیر سے اگر ملی تو اسنے یہ کہا تھا اس کلام میں نجم النساء کا نام صرف حظ طبع کے واسطے ذکر کیا گیا ورنہ در صورتیکہ وہ خود شہزادی کے سلسلے حاضر تھی اسقدر کہنا کافی تھا کہ اری میں تیرے صدقے جاؤں میری جان تو ہو ایسے موقع پر نام لینا ضرور نہ تھا چنانچہ یہ بات کتاب توبہ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کے اس فقرے سے ظاہر ہوتی ہو وہ کلیم نے وہاں جا آؤ زدی تو کچھ دیر بعد مرزا صاحب ننگ و مہرنگ جا نگہ پنے باہر تشریف لائے اور کلیم کو دیکھ کر شرمائے اور بولے آبا آپ ہیں معاف کیجیے گاہین بچھا کوئی اور صاحب ہیں آج آبا آپ ہیں کہا کلیم کا نام نہ لیا۔		
	پیش	
کہ فرزند میراجہ اندر شاہ	جو ہے وارث تخت و تاج و کلام	
	امیس	
علی اکبر مری محنت کی طرف مہیاں کرو	انان مری مری بستی کو نہ دیران کرو	
ان نے سلسلے علی اکبر سے یہ بات کہی تھی۔		
اسی غرض کیلئے شعر ذیل میں فرخ فرخ واقع ہوا ہو۔		
	گلزار نسیم	
شہ نے جو زید آتے دیکھا	نسرخ فرخ پیکار اٹھا	
کبھی اظہارِ علمیت بیان حسرت و افسوس کیلئے ہوتا ہے جیسے مرزا غالب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں ”وہی بالا خانہ ہے وہی میں ہوں سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے وہ یوسف مرزا آئے وہ میرن آئے وہ یوسف علی خان آئے مے ہوؤں کا نام نہیں لیتا پھر شے ہوؤں میں سے کچھ گئے ہیں انتہا“		

میر		
گیا قیس ناشاد اس عشق میں	کھپی جان فرہاد اس عشق میں	
ہوئی اس سے شیریں کی حالت تباہ	کیا اس سے لیلیٰ نے خیمہ سیاہ	
شنا ہوگا دامن پہ جو کچھ ہوا	نہ اس عشق میں کس طرح سے ہوا	
جو غم را پہ گزرا سو مذکور ہے	دمن کا بھی احوال مشہور ہے	
غالب		
ان اے فلک پیر جو ان تھا بھی عارف	کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرا کوئی دن اور	
ہوس		
بیٹھا تھا جہان یہ چشم پر خون	وارفتہ عشق۔ یعنی جنون	
دیر		
تم بھی نہ ہے عون و محمد بھی سد مناسے	اب کون اٹھائے گا جنازے کو ہمارے	
ولہ		
لشے سے پسر کے نہ جدا ہووے کی مادر	بیٹھوئی مین حسن بن مین رہینگے علی اکبر	
داغ		
نیر و غالب و آذر دہ سے پھر لوگ کہاں	داغ اب یہ مین غنیمت ہمہ دان دہلی	
کبھی انہما رعلیت تحقیق کے واسطے ہوتا ہے جیسے۔		
الوار حسین تسلیم		
میر کے منہ باتیں کرتی ہو رکھی	وہ فقیر و بھی بھک منگی جو کی	
قلق		
کس سڑی کا ابھی یہ تھا مذکور	کون مجنون جو قیس تھا مشہور	
عاشق کا مزہ وہ کیا جائے		
نام مہر و وفا وہ کیا جانے		
یعنی قیس کو عاشقی کا کیا سلیقہ تھا۔		
کبھی سامع کو ترجم پر برا نکیتہ کرنے کے لیے علم کو بیان کرتے ہیں جیسے۔		

مومن		
کہ ترے صدقے مری جان مومن	جان مومن ترے فتنہ زان مومن	
ولہ		
مومن زار کہ تھا گرم بیان	سوزش سینہ سے تھا شعلہ نشان	
منظمر		
لوگ کہتے ہیں مومن مظہر بیکس افخوس	کیا ہوا اسکو وہ اتنا بھی تو سیار نہ تھا	
منظمر کے ساتھ بیکس کی قید سے یہ فائدہ ہے کہ سامع رحم کیلئے زیادہ برا لگنے نہ ہو۔		
انیس		
تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت تمام	پہنچ صفحہ ناطق ہون سنو مجھ سے کلام	
مختصر		
مال دل کچھ غنصر کہتا ہوں مختصر تاک تو سن	اے بہت سنگین دل اپنے عاشق بیدل کی بات	
نظام مدہوری		
ترے گرم سے ہونو میدان سطح سے نظام	کہ حسب حال ہے یہ قول طرف باطل	
دبیر عباس کی بانی		
ناچیس ستر سی کم سہی تے مین بین الا	بابائے غلاموئے بھی حق مین کہا کیا کیا	
ہاتھ اُن کا پاؤں کر سن پاک کو سونپا	عباسؑ غلاموئے بھی کم مرتبہ ٹھہرا	
اسی فائدے کیلئے بکاؤلی کا ذکر دوسرے شعر میں ہے۔		
گلزار نسیم بین بکاؤلی کی بانی		
گل کا سا مو بھرا گر سببان	سبزے کا ساتار تار داماں	
دکھلا کے کہا سمجھ پری کو		
اب چین کہاں بکاؤلی کو		

مسند الیہ کی تعریف و خطاب و لقب و کنیت کے ساتھ

کبھی مسند الیہ کی تعریف و لقب سے کی جاتی ہے اور اس سے یا تو توصیف مسند الیہ کی منظور ہوتی ہے جیسے اس مثال میں۔

مذاق

امریضی و بو تراب و بو الحسن و بو الاولیا | بوالائمه سید و الاعلیٰ مشکلاشا

اس مثال سے کنیت و لقب و نون ظاہر ہیں۔

گویا

جود و ستونکو سمجھتے ہیں دشمنان علی | تو انکے سر کو کہ تیغ بو تراب قلم

میر تقی

ہے کریم اب بھی وزیر ابن وزیر | اصف الدولہ فلک قدر و جناب

حالی

یہی شفقت تھی کہ جب اُسے سوچھایا انعام | شیخ فاروق نے بیٹے کا کیا کام تمام

یا تحفہ مسند الیہ کی مراد ہوتی ہے جیسے ان مثالوں میں۔

سودا

یہ کہا شیخ نے شیطان سے کہ آئیں مل | آشنا مت ہو تو سودے خرابانی کا

ولہ

اتفاقاً بزم رندان میں ہوا اور دجوشخ | پنجہ امکا دم بدم داڑھی کا انکی شانہ تھا

ولہ

کام اُس گلی میں سر سے یہ خود اگدرچکا | کیا اب یک قدم جو ادھر بواہوس چلے

ولہ

پیوند ہوزمین کا یارب شتاب نامح | سی سی مرا گہ بان اُن نے تو جان مارا

نیاز

ٹھانی ہو یہاں مغنچون اپنے پہ دین | واعظ جوئے اُسکے عمارے کو تارو

ظفر

مٹھ پٹھنا نہیں شمشیر تم کے آسان | بواہوس بھاگے نہ کیوں عشق کے میدان سے دو

سودا

تھرانہ کا لیو لے تے کوئی بواہوس | اک میں ہی رہ گیا ہوں دعا گو قدیم کا

ولہ

ما فظ یہ چاہے عہد لیے اسکے براؤ نہیں | پیانے کوئے کے تین روپے نوروپے سوار

شیخ اور ناصح اور واعظ اور بواہوس اور حافظ الفاظ واسطے تحقیر کے ذکر کیے گئے۔

مسند الیہ کی تعریف اسماء اشارہ کے ساتھ

مسند الیہ کی تعریف اسماء اشارہ کے ساتھ بھی کی جاتی ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسکی خوب وضاحت ہو جائے۔

فرق معنوی ضمیر اور اسم اشارہ میں یہ ہو کہ اشارہ امور حسی کیلئے موضوع ہو اور ضمیر حسی اور غیر حسی دونوں کیلئے بنی ہے جیسے کہتے ہیں زید سے میں ملا تھا وہ نہایت عمدہ آدمی، لفظ وہ ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہو اور زید محسوسات سے ہے غیر حسی کی مثال۔ ۵

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے | کلم جو لکھے اس سے افزو دے

اگر چہ وہ بے فکر و غیور ہے | ولے پرورش سب کی منظور ہے

دونوں شعر و غنیم وہ لفظ ضمیر ہے اور خدا کی طرف راجع ہو جو غیر محسوس ہے اور بعض نے کہا کہ مرجع ضمیر کا ذہنی ہوتا ہو حسی نہیں ہوتا یعنی اعضا سے ظاہر سے تعلق نہیں رکھتا اور اشارہ باعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضری طرف ہوتا ہے اور یہ اعضا سے ظاہر آنکھ بھون ہاتھ پائون اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہو اور اگر کہیں غیر محسوس غیر حاضری طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر معمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضری تصور کر کے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں چنانچہ فشی شاہنا آرد و کی نسبت کہتا ہے۔ ۵

کہ والدیہ نامہ دلپزیر | بہت خوب ہے بلکہ ہے بے نظیر

یعنی یہ کتاب کہ ذہن میں معقول و متصور ہو اور بانک وجود میں نہ آئی ہو بشرطیکہ خطبہ الحاقی نہ ہو اشارہ فاعل لازم اور مبتدا کے لیے واحد ہو یا جمع یہ مقرر ہو اور جمع کیلئے بھی قدام کے محاورے میں تھا اگر اب متروک ہے اور فاعل متعدی اور مفعول اور متعلق بہ حرف کے لیے اس متعلق ہو جیسے آسنے مجھے بہت ستایا اور اسکو میں بہت چاہتا ہوں اور اس سے مجھے کچھ غرض نہیں اور فاعل کی جمع کے لیے انھوں نے اور مفعول کی جمع کیلئے انھوں کو اور ان کو استعمال کرتے ہیں اور یہ کچھ لفظ افصح ہو اور متعلق بہ حرف کے لیے انھوں سے اور ان سے لاتے ہیں اور کچھ لفظ فصیح تر ہو اور اس نے کی جگہ انھوں نے بھی استعمال کرتے ہیں اور لفظ یا اشارہ قریب کے لیے ہے اشارہ بعید کے لیے اردو میں وہی لفظ متعلق ہو جو ضمیر واحد غائب کے لیے آتا ہے انشاء اللہ خان سے دریائے لطافت میں یہ بات فرو گذاشت ہو گئی ہے اور ثبوت اس کا یہ ہے کہ اسم اشارہ مشار الیہ کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے اور اسم ضمیر مرجع کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ پس ان اشعار میں۔

سید صغر علی بر وساکن ٹیپک

اُس نے لف سیہ کا یہ یہ اقتضا کے آگے یا کھیل رہا جو کہ فی کلام مرے آگے

شاہ مبارک اکبر

افسوس ہو کہ ٹھکروہ یا رہکول پاسے وہ شوق وہ خبت وہ پیار بھول جائے

اس کا زلف اور وہ کا یار اور شوق و محبت کے ساتھ جمع ہوا دلیل ہے اس بات پر کہ یہ دو لفظ بیان اشارہ بعید کیلئے مستعمل ہوئے ہیں اور اس اور ان الف کسور کے ساتھ اشارہ قریب کے لیے ہیں اور اس اور ان الف مضموم کے ساتھ اشارہ بعید کیلئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسند الیہ کی تفسیر لف اسم اشارہ کے ساتھ یا تو زیادتی مرجع کے لیے

بیرونی ہے جیسے

عشرت

ارادہ سیہ کا کرتا ہے جبکہ وہ گلرو یہ ناز کی کہ جبین پر عرق ابھی سے ہے

یعنی اسکی ناز کی بہت بڑھی ہوئی ہے۔

محمد افضل خان افضل

یہ قطع یہ برید یہ شوخی یہ شان تیغ
یہ گماٹ یہ ترش یہ پہلو یہ آن تیغ

غالب

یہ رسائل تصوف یہ ترابیان غالب
نچھے ہم دلی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

انیس

سب شفا کے گرنے تھکے یغز کے ہاتھ
وہ معرکہ رہا اسی گل پیر بہن کے ہاتھ
یعنی وہ معرکہ عظیم آخر

ولہ

وہ سرد ہوا نور کی وہ صبح کا عالم
وہ سبزہ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم
اور زمزمے مرغان خوش الحان کے وہ باہم
اور صبح کی فوبت کی صدا اُس کے وہ ہر دم

ولہ

چلنا وہ باد صبح کے جنوں کون کا دم بہم
وہ آیت تاب و منورہ مویوں کا بیج و دم
وہ نور صبح اور وہ صبح اور وہ سبزہ زار
چلنا نسیم بادِ سحر کا وہ بار بار
وہ دشت وہ نسیم وہ چھوٹے وہ سبزہ زار
مرغان بان کی وہ خوش الحانیاں بہم
سردی ہوا تین پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھٹے طائر و نکلے غول و زخو نہ بے شمار
کو کو وہ قمریوں کی وہ طاووس کی بکار
کچھو لو نہ چاہا وہ کسرا سے آبدار

میر حسن

وہ نکھر خاک اور وہ مرے کا ظہور
وہ سنسان جنگل وہ نور قسم
وہ اجلا سا میدان چلتی سی ریت
لگا شام سے صبح تک وقت نور
وہ بلاق سا ہر طرف دشت و در
اُگا نور سے چاند تار و کا کھیت

نظم

وہ بہارین وہ فضا میں وہ ہوائیں وہ سرور
یا گشت منظور ہوتی ہے جیسے۔
وہ طرب و شیش کچھ جبر کا نہیں حد و حساب

انیس

با نو کو قسین دے کے چلا شاہِ نامدار
وہ پیاس اور وہ دھوپ کا صدمہ وہ اضطراب

ذوق

شیمیر عیش سے ہر یہ زمانہ عطر آگین
کہ قرصِ عنبر اگر ہے زمین تو گرہِ میرا

یا تحقیر کیلئے جیسے۔

چھڑا کر تراجم سے شہرِ دیار
یہ بندی ہی لائی ہے نصیرِ دار

مولوی محمد اسماعیل

یہ تن و تو شس اور یہ زفتار
ایسی رفتار پر خدائی مار
پہلا اسم اشارہ تغنیم کیلئے ہے اور دوبرا تحقیر کیلئے۔

نقیس

وہ منجس بد کہ اڑے جس کا سایہ دیکھے بوم
وہ تیرہ رنگ کہ جس سے سوادِ شام ہو دم
پایا اعتبارِ قرب بعد کے اسکا حال بیان کرنا مقصود ہوتا ہو جیسے۔

اسن

اشکِ گلگون کو نینِ ازل و گہر سے پیوند
یہ رکھے سنگ سے نسبت وہ جگر سے پیوند

وجاہت جھنجھانوی

زور کر سکتا نہیں جہل جو ہو علم سوا
جتنا یہ بڑھتا ہو وہ اتنا ہی گھٹ جاتا ہو

انیس

جنتِ انعام کر کہ دونخِ مین جلا
وہ رحم ترا ہے یہ عدالت تیری

مسند الیہ کامہود ہونا

کبھی نکرہ معہود ہونیکے وجہ سے معرفہ ہو جاتا ہو اور معہود اُسے کہتے ہیں جو ایک شے معین اور مقرر ہو
اور وہ دو قسم پہلے ایک معہودِ خارجی وہ نکرہ ہے کہ بقرئۃً مقابلہ کسی خاص جسے ذاتِ خاص پر
دلالت کرتا ہے مثلاً۔

منشی	
گدربان لگا کرنے گفتاریاس	اگیا گویو وہین گدربانکے پاس
مصرع دوم میں گدربان سے وہی گدربان مراد ہو جبکہ ذکر مصرع اول میں ہوا ہو مگر اعتدال ہو کہ مصرع اول میں گدربان مسند الیہ نہیں ہے۔	
ناسخ	
بولے ملک خیر قبول امام ہو	تاریخ اس خیر کی مطلوب جب ہوئی
مقصود بالتشبیہ خیر ہو جو مصرع اول میں مسند الیہ نہیں۔	
ایجاد رنگین	
رابط تھا دونوں میں باہم ملے شمار کچھ سفر کھٹے کی تھی جس سے کہ اس	ایک اند بیامرد پینا کا تھا یا تھی پرانی مچی اک اند سے کے پاس
اندھا معبود ہو جو دوسرے شعریں مسند الیہ نہیں۔	
<p>دوسرا معبود ذہنی وہ کرہ ہو جو متکلم اور مخاطب میں معلوم اور معین ہوا اور کوئی شخص اس سے واقف نہ ہو اور اس کا ذکر بھی پہلے نہ ہوا ہو مثلاً کسی کا دشمن سامنے سے آئے اور وہ دیکھ کر کہے کہ موذی آیا اور اس سے مراد ایک شخص معین ہو جسے متکلم اور مخاطب جانتے ہوں تو لفظ موذی اگر کرہ تھا لیکن سبب ہونے معبود ذہنی کے معرفہ ہو گیا اسی طرح بادشاہ وزیر سے کہے کہ دشمن کی فوج آپہنچی اگرچہ نام نہیں لیا مگر دونوں اس دشمن کو اور اس کی دشمنی کے کاموں کو اچھی طرح جانتے ہیں مرزا غالب کی دست کو لکھتے ہیں کہ اُردو کا دیوان غاصب انصاف سے ہاتھ اگیا غاصب نا انصاف سے نخس معین مراد ہو جس کو متکلم و مخاطب جانتے تھے اور غاصب انصاف مجرور ہو۔ فرق معبود ذہنی اور خارجی میں یہی ہو کہ معبود ذہنی کو صرف متکلم اور مخاطب ہی جانتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا بولنے والا اگرچہ عام لفظ بولتا ہو مگر حقیقت میں ایک خاص معنی مراد لیتا ہو اور معبود خارجی وہ ہو جسے اور لوگ بھی جانتے ہیں جیسے لفظ خلیل سے جس کے معنی دوست کے ہیں حضرت ابراہیمؑ سمجھے جاتے ہیں۔</p>	
کب	
توصاف کہتے ہیں سید یہ نگ ہے میللا	استدیم وضع پہ قائم رہوں اگر اکبر
لفظ سید سے سید احمد خان سمجھے جاتے ہیں اور یہ لفظ مسند الیہ ہے۔	

آتش

ہر جمعہ کو ظہور کا رہتا ہوں منتظر
مشتاق ہوں امام کے پیچھے نماز کا
امام سے حضرت امام مہدی سمجھے جاتے ہیں جو مسند الیہ نہیں۔ اسی قبیل سے ہے غالب کے شعورین
حضور کا لفظ۔ ۵
مجھے جنون نہیں غالب نے بقول حضور
فراق یار میں تسکین ہو تو کیونکر ہو
غالب کے عہد میں حضور سے بہادر شاہ دوم سمجھے جلتے تھے جو شاہان تیمور یہ کے سب سے
پچھلے بلے نام تاجدار تھے اور لفظ حضور رضاف الیہ مجرب ہے۔

مسند الیہ کی تعریف موصول بنا کر

کبھی مسند الیہ کی تعریف اُس کو موصول بنا کر کی جاتی ہو اردو بین اسم موصول کی علامت یہ ہو کر
جو نسا واحد مذکر کے لیے اور جو نسبی واحد مؤنث کے لیے اور جو لے جمع مذکر کے لیے اور جو نسیان
جمع مؤنث کے لیے اور فصیح لوگ جمع مؤنث کے لیے بھی جو نسبی ہوتے ہیں اور جو اور جس نے اور جن نے اور
جو جنوں نے اور جس کو اور جن کو اور جس سے اور جن سے بھی اسم موصول کے الفاظ ہیں اور جسکی جگہ
جس کسی اور جن کو بھی بھی درست ہے اور جو کی جگہ سو بھی عورتوں میں مستقل ہو اور کوئی سلا کوئی ہی
موصولات کیلئے آتے ہیں۔

اور اسم اشارہ بھی کافی بیانہ کے لئے سے موصولات کے حکم میں ہوتا ہے اور اپنی حقیقت پر
باقی نہیں رہتا اور کبھی اسم اشارہ کے ساتھ جو بھی آتا ہو جو سولے شرط کے بیان کا بھی فائدہ دیتا ہو
اور اس طرح تعریف کی سبب سے بجاتی ہے۔

یا تو ایسی کہ سامع مسند الیہ کے دوسرے خاص خاص حالات سے واقف نہیں ہوتا صرف صلے سے
واقف ہوتا ہو پس اُسے بتانے کے لیے مسند الیہ کو اس طرح ذکر کرتے ہیں تاکہ صلے کی وجہ سے جو ایک جملہ
خبر یہ ہوتا ہو اور اُس میں بیان اُسی موصول کا ہوتا ہو سامع کو معلوم ہو جائے مثلاً جو لڑکا کل غیر حاضر تھا
آیا جو لڑکا اسم موصول کل غیر حاضر تھا یہ جملہ خبر یہ اُسکا صلہ ہے۔

نظام مہجوری

تھوڑے پاس جگہ گھوڑا کیت رنگ ہے
وہ جھپٹے مجھے لد بخشے لد

جو کمیت لنگ کا گھوڑا موصول اور تھکے پاس موجود ہو جملہ خبریہ اسکا صلہ ہر موصول سے ملے گا
بتدا خبر اسکی دوسرا مصرع ہو۔

نظم	
سوتا تھا جو شب کھلے ترے سر کے تلے ہاتھ	بیٹھا ہوا زندان کے سو وہ دھڑکے تلے ہاتھ
جو موصول ہے سوتا تھا شب کھلے ترے سر کے تلے ہاتھ صلہ ہر موصول صلے سے ملے گا ابتدا اور دوسرا مصرع خبر ہوا	

مسدس حالی

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھورن کا گلہ	گران کر دیا اسکا عالم مین پلہ
	ولہ
وہ تو مین جو مین آج غمخوار انسان	دور مٹکی اور مٹکی طینت تھی یک سان
	منہ
نور کردن کی تھارے جو ہے غذا	اُن کو وہ خواب مین نہیں ملتا
	سایان
مولیشی جو چرتے تھے سوے شمال	پرٹے گئے انکو یہ بد خصال
	ناسخ
دشت غربت مین مرے مرے کو	جو گرہا آ یا لظروہ گور ہے
	ولہ
جو غذا توڑتے ہن آگے ہن	جو چباتے ہن اُنکے پیچھے ہن
یا مسدالیمہ کی تعظیم مطلوب ہوتی ہو جیسے۔	

غالب

تیاست ہے کہ ہر دے مدعی کا ہمسفر غالب
وہ کافر موصول جو بیان کے لیے اور مابعد صلہ ہو۔

انیس

چڑھائیں عدو اسکو نیز پے آہ
محمد کے زانو پہ جو سر ہے
جو سر مسدالیمہ موصول ہو اور محمد کے زانو پہ رہے صلہ رہے۔

قاسم علی شوکت

ہے یہ نبش کب کسی تلوار میں

کاٹ ہے جوا بروے خمدار میں

جو کاٹ مسند الیہ اور موصول ہے اور ابروے خمدار میں ہے صلہ ہے اور یہاں موصول کی

تفظیم مقصود ہو۔

تسلیم

وہ ملیدہ جو میں نے کھا یا تھا

وہ ملیدہ جو وان سے آیا تھا

نام اُسی کا ہے نعمت دینا

نام اُسی کا ہے لذت دینا

یا مسند الیہ کی تحفیر منظور ہوتی ہو جیسے۔

امیہ مینائی

کعبے سے منحرف ہوئے قرآن سے پھر گئے

جو کر بلا میں شاہ شہیدان سے پھر گئے

جو لوگ اسم موصول ہو شاہ شہیدان سے پھر گئے صلہ ہے موصول صلے سے ملکر مبتدا ہوا اور دوسرا

مصارع خبر ہوا اور یہاں موصول کی تحفیر منظور ہے۔

اقبال

موتی سمجھ کے شان کری لے چُن لیے

قطرے جو تھے مرے عرق افعال کے

جو قطرے اسم موصول اور میرے عرق افعال کے تھے صلہ ہے اور یہاں صلہ سے موصول کی تحفیر

منطقتی ہے۔

تراب

مرے کون اُس سیم پر کے سینے

جو گھر گھر پھرے سیم پر کے لیے

اندام دشگیر نامی

اُصول اخوت سے جو بخبر ہیں

وہ اسلحہ کے واسطے پُر خطر ہیں

یا ایسے کہ اسکا ذکر کرنا سحریت کے ساتھ اچھا نہیں معلوم ہوتا جیسے

حالی	
پھر گئے بھائیو نے جب بھائی	جو نہ آئی تھی وہ بلا آئی
یہاں مسند الیہ کا ذکر صراحت کے ساتھ کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہو کیونکہ وہ کوئی خوبی کی چیز نہ تھا اس لیے موصول بنا کر لائے۔	
ولہ	
سزاوار ہے انکو جو ناسزا ہے	روا ہوا آئین سب کو چناروا ہے
ولہ	
وہ جو کچھ کہیں کہ سکے کون انکو	بنایا ندیموں نے فرعون انکو
ولہ	
معلوم ہے جو مورد نیہ اسپین میں گذری	جس وقت از بلا ہوئی وان صاحب افسر
یا اس بات کی طرف اشارہ منظور ہوتا ہو کہ خبر اس قسم کی ہوگی جیسے۔	
اذوق	
زمین پہ نور کے گرنے میں صاف اظہار و شہی ہے	کہ جو میں روشن ضمیر کو فروغ الٰہی فرمائی ہے
جب یہ کہا کہ جو لوگ روشن ضمیر ہیں تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس مبتدا کی خبر ایسی چیز پر مبنی ہوگی جو روشنی اور فروغ کی قسم سے ہوگی۔	
مومن	
وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ یاد ہو	وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمھیں یاد ہو کہ یاد ہو
جب یہ کہا وہ قرار جو ہم میں تم میں تھا تو اس موصول اور صلے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوا کہ اس مبتدا کی خبر میں کوئی بات قرار کے یاد رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بیان ہوگی۔	
حالی	
پاکباز کو نہیں عہد میں میرے کھٹکا	جو کونوڑے ہیں وہی مجھے کھٹکتے ہیں
موصول مع صلے کے یعنی جو لوگ کونوڑے ہیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُسکے بعد کوئی ایسی چیز آئیگی جو مجرموں کے مناسب حال ہوتی ہو۔	
ولہ	
جو ہر مند ہیں دل اٹکا بڑھاتا ہوں میں	خوبیاں اگلی زمانے میں جاتا ہوں میں

اُمیر	
برہمن کو بہت مجھے تو اسے صنم	جس نے جو مانگا خدا سے مل گیا
اداجد علی شاہ اختر	
اسے دل یہ نصیحت کسی ناصح کی پہنچ	بھولے جو مجھے اُسکو بھی تو یاد نہ کرنا
ناسخ	
جو ترے عشق میں ہلاک نہیں	زندگانی کا لطف خاک نہیں
<p>کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ایسا کے ذریعے سے شانِ خبر کی تعظیم بھی مستفاد ہوتی ہو مثلاً جو پیمان کا پیکر دیکھو گا اُسے ہمارے لیے مکان بنایا اس مثال میں مونسول مع صلہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر میں کوئی تعمیر کا ذکر ہو گا اور یہ ایسا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مکان عالی شان ہو گا کیونکہ اُسکا بنانا بڑا وہ ہو جسے آسمان کو پیدا کیا ہے۔</p>	
حالی	
جسے صورت تک عدالت کی کبھی نہ تھی	ہا تھ سے جسے بڑو کی آن تیک دبی تھی
بیگنا ہونے لیے وہ لات دن چکر میں تھا	یا فون اک اُسکا عدالت میں تھا اور اک میں تھا
<p>شاعر کے اس قول میں (کہ جو شخص اتنی عظمت رکھتا تھا کہ اُسکو عدالت تک جانے کا کام نہ پڑا تھا اور وہ اپنے اسلاف کی طرح نہایت وقار سے رہتا تھا اور جس طرح اُسکے بڑے عدالت میں جانے کو عار سمجھتے تھے اسی طرح وہ بھی سمجھتا تھا) ایسا ہے اس بات کی طرف کہ جس چیز پر مبنی ہے وہ کوئی ایسا امر ہے جس میں عدالت کی قسم کی کوئی بات ہوگی پھر اس میں یہ بات بھی پیدا ہوتی ہو کہ جبکہ ایسا عالیشان آدمی بیگنا ہون کے لیے رات دن چکر میں تھا اور عدالت میں پے درپے جاتا تھا تو وہ کوئی اہم معاملہ ہو گا۔</p>	
اُنھوں کو صاحبِ خرمن سمجھی سمجھتے ہیں	مصحفی اچو مصحفی کے ہیں کہلانے خوشہ چینیوں میں
<p>شاعر کے اس قول میں کہ جو مصحفی کے خوشہ چین یعنی شاگرد ہیں اس بات کی طرف ایسا ہے کہ اس کی خبر میں کوئی ایریاذ کہ ہو گا جو خوشہ چینی کے مناسب ہو گا اور یہ ایسا اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ ایسے لوگوں کے خرمن یعنی دیوان نہایت عمدہ ہون گے کیونکہ وہ مصحفی جیسے شاعر کامل کے خوشہ چین ہیں۔</p>	

کبھی یہ ایسا خبر کی شان کی عظمت پر دلالت کر نیکا ذریعہ ہوتا ہو جیسے۔	
ازہب حسیٹن وحسن لمے خالق دانا	وہیر
جو مجھ سے جلین موصول مع صلہ کے ہے اور اس میں ایسا ہے اس بات کی طرف کہ خبر میں کوئی عذاب و عقاب کی قسم کا مضمون ہوگا اور اس ایسا میں تنگم کی شان کی تعلیم سمجھی جاتی ہو کیونکہ اس کے ساتھ حسد رکھنے کی وجہ سے حاسدون کے عذاب بننے کی دعا کی گئی ہے۔	
میر تقی	
جو کہ خود سر رکھتے استاد دے عار	انکے تین ہرگز نہ ہوتا اعتبار
موصول مع صلہ یعنی مصرع اول ایسا ہے اس بات کی طرف کہ خبر کوئی ایسی چیز ہوگی جس میں تحقیر موجود ہوگی اور اس سے استادوں کی تعظیم بھی نکلتی ہے اس لیے کہ ان سے عار رکھنے کی وجہ سے بے اعتباری پیدا ہوتی ہو۔	
انفیس	
مقابلہ مرا جس نے کیا وہ ہار ہے	اسد کی اصل ہو کیا اڑ دھون کو مار ہے
جس نے میر مقابلہ کیا یہ موصول مع صلہ ہے اور یہ ایسا ہے اس بات کی طرف کہ خبر میں کوئی ایسی چیز ہوگی جس میں مقابلہ کر نیوالے کی ناکامی کا حال ہوگا اور اس سے اس شخص کی عظمت پیدا ہوتی ہو جس سے مقابلہ کیا جاتا ہو اور وہ متکلم ہو۔	
ظفر	
جو حب آل نبی اور صحابہ سے رکھے	ظفر اسے نہیں ڈر حشر کی تباہی کا
کبھی یہ ایسا شان خبر کی امانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً۔	
اسباب	
جنگ موزون شعر کا پڑھنا بھی ہو کارا ہم	فکر دیوان نے بنا رکھا ہو دیوانہ اُنھیں
پس یہاں موصول مع الصلہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ خبر میں کوئی ایسی چیز ہوگی جو شعر تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایسا بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسے شخص کا دیوان متبدل ہوگا۔	
مسدس حالی	
وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر	عفو ت میں سند اس سے ہو جو بڑھکر

زمین جس سے ہے زلزے میں برابر	ملک جس سے شرما تے ہیں آسمان پر
ہوا علم دین جس سے تاراج سارا	وہ علموں میں علم ادب جو ہمارا
وہ شعر و قصائد کا ناپاک دفتر موصول ہے اور جو بیان صلہ کے لیے ہے اور غفوت میں شہر سے بدتر و غیرہ صلہ ہے اور یہ موصول و صلہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر میں کوئی ایسی خبر ہوگی جو علم انشا پر دازی سے تعلق رکھتی ہوگی اور یہ ایسا اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ ایسا علم ادب نہایت خراب ہوگا۔	
کبھی یہ ایسا غیر خبر کی شان کی امانت کا ذریعہ ہوتا ہے مثلاً جو لوگ شیطان کی اتباع کرتے ہیں وہ عذاب پاتے ہیں موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خبر خرابی اور بے بہرگی کے قبیل سے ہوگی اور اس سے یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ شیطان حقیر و ذلیل ہے اُس کی اتباع کرنا گناہ ہے کیونکہ جب اُس کی متابعت پر عذاب مترتب ہوتا ہے تو ضرور محقر ہوگا۔	
دنا و دین میں رہتا ہے آلودہ جو فقیر	دھوبی کا کتا ہے وہ نہ گھر کا نہ کھاٹ کا
جو فقیر موصول اور دنیا و دین میں آلودہ رہتا ہے اُس کا صلہ ہے موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خبر میں زیان اور ناکامیابی کی قسم کی کوئی بات ہوگی اور اس سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ دنیا و دین بڑی چیزیں ہیں کیونکہ ان کی محبت میں مبتلا رہنا فقیر کے لیے محرومی و درجات کا سبب ہے۔	
اور کیا ترک اسکو جسے ہو عذاب سکوڑا	ہے مضمون احادیث شریف مصطفیٰ
جسے اسکو ترک کیا موصول مع صلہ کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسکی خبر میں کوئی تہدید اور سزا کا مضمون ہوگا اور یہ امر غماز جمعہ کے ترک کرنیکی برائی پر دلالت کرتا ہے۔	
ہو کے مومن جو ادا کرتا نہیں اس فرض کو	ہو بھلا اسکے جنانے کی ادا کیوں کر ساز
موصول مع صلہ کے (یعنی جو مقصص مومن ہو کر اس فرض کو ادا نہیں کرتا ہے) اس بات پر اشارہ ہے	

کہ اسکی خبر میں بادش میان کی جائیگی اور بادش کے ذکر نے فرض کے ترک کرنیکی بُرائی ثابت کی۔

ظفر

جو پیٹنے شرباب بے موقع وہی ہوں گے شرباب بے موقع

فائدہ اگر چہ جملہ صلتہ تفسید کی وجہ سے بظاہر موصول کے زیادہ واضح کرنیکا موجب ہوتا ہے لیکن یہ اُس تعین و تشخیص کو جو اسم اشارے میں ہوتی ہو کم کر دیتا ہے سبب اسکا یہ ہو کہ موصول میں تعین عقلی ہوتی ہو اور اسم اشارے میں تعین حسی۔ اسم موصول معنی کلی کے لیے موضوع ہے اور معنی جزوی پر مبہم طور پر دلالت کرتا ہے پس اسکا مدلول عقلی ہوگا، اور اسم اشارے کا حسی اور ظاہر ہے کہ تعین حسی اعرف ہو تعین عقلی سے کیونکہ اُمور عقلیہ کلیہ ہوتے ہیں اور اُمور کلی کے ابہام میں شک نہیں غایت یہ ہو کہ اُمور مذکورہ کے جمع ہونے سے تعین حاصل ہو جاتی ہو اگر تعین حسی کے درجے کو نہیں ہوتی اس صورت میں بظاہر اسم موصول نکرہ موصوفہ سے بڑھکر اور اسم اشارہ سے کمتر ہوگا جیسا کہ معنوی ذہنی و خارجی کی تعریف کا حال ہے۔

اسند الیہ کی اضافت

اسند الیہ کی تعریف اضافت کے ساتھ بھی کی جاتی ہو کیونکہ یہ طریقہ مسند الیہ کے ذہن میں لائیکا بہت ہی مختصر ہو اس سے تکلم یا سامع کا مقصود نہایت اختصار کے ساتھ مستفاد ہو جاتا ہو مثلاً۔

گلزار نسیم

رستے میں ہے گلشن نگارین
رہتا ہے وہیں مرادہ گلچین

گلچین مضاف ہو اور مضاف الیہ یہاں اضافت کی وجہ سے اختصار پیدا ہوا کیونکہ بغیر اضافت کے یوں کہنا چاہیے جسے میر گل چنا ہوا جو میر گل چنے والا ہو کیونکہ بوجہ جلدی اور رنج و ملال کے بکاؤلی کو طول طویل عبارت لکھنے کی فرصت نہ تھی اور اختصار مطلوب تھا اسلئے گلچین کو کہ مسند الیہ ہو مضاف بنا کر عبارت کو مختصر کر دیا بکاؤلی کا مقصد یہ تھا کہ وہاں گلچین رہتا ہو پس اگر وہ تاج الملوک کا نام لیتی یا صرف یہ کہتی کہ وہ وہاں رہتا ہے تو علم کے لانے یا ضمیر کے ظاہر کرنے سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ میر گلچین ہو۔

جرات	
ہو گیا جزو بدن ضعف سے بستر پنا	انا تو انی سے گرے لیے کہ پھر اٹھ سکے
تیرا جو مکان کعبہ ایمان کے برابر	بستر کی اضافت پنا کی طرف ہے پس بستر پنا کنایہ کہنے سے مختصر ہے کہ بستر جو اپنی ملک ہو گیا
میر حسن	مراد یہ ہے کہ جو مکان تیری ملک ہے جو مختصر پیدا ہو گیا وہ اس میں نہان ہو۔
اے جہان تک کہ سرکش تھے اطراف کے	وہ اس شے کے بہتے تھے قدموں لگے
یا مضاف کرنے سے مضاف کی توفیر مقصود ہوتی ہے اور مضاف مسند الیہ ہوتا ہے جیسے۔	اطراف کے سرکش اس قدر عبارت کا اختصار ہے جو لوگ اطراف میں سرکش بیان کرتے تھے۔
ابنہی چلی ہر شام کو آل رسول کی	انہیں دیکھو یہی بہو ہے علی و بتول کی
آں کی اضافت رسول کی طرف اور بہو کی اضافت علی و بتول کی طرف ہے اور یہاں مضافوں کی تعظیم مقصود ہے لیکن علی و بتول کی بہو مسند الیہ نہیں بلکہ مسند ہے۔	نام رکھا ہے پرستان بزم عشرت گاہ کا
راہ اندر کا اکھاڑ صحبت اقدس ہر برق برق	اکھاڑے کی اضافت سے راہ اندر کی طرف اس کی تعظیم مقصود ہے اسی طرح صحبت کی اضافت سے اقدس
یافہ و اجد علی شاہ کی طرف صحبت کی تعظیم مقصود ہے صحبت اقدس مسند الیہ ہے اور راہ اندر کا اکھاڑ مسند ہے۔	حالی
مگر حیف ہے فخر عالم کی امت	ہوئی آدمیت بھی ساتھ اس کے خست
یا مضاف الیہ کی (یعنی جس کی طرف مسند الیہ مضاف ہوتا ہے) تعظیم منظور ہوتی ہے جیسے۔	میر حسن
عجب شہر تھا اس کا مینو سواد	کہ قدرت خدا ہی کی آتی تھی یاد
شہر کی اضافت سے ضمیر غائب کی طرف مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے تصرف میں ایک لفظ اس کا شہر تھا۔	

مہاراجہ کشن پرشاد شاو		
ہوں گے ایسے نچتر اور شاد دیتا ہوں دعا	افج پر آصف کا یہ دربار شاہانہ رہے	
در بار شاہانگی اضافت آصف کی طرف ہوا اور اس سے مضاف الیہ کی تعظیم مقصود ہو۔ یا مضاف یعنی مسند الیہ کی تحقیر منظور ہوتی ہو جیسے۔		
سودا		
منظر کا شعر فارسی اور ریختہ کے بیچ	سودا قین جانور وڑا سہ باٹ کا	
شعر کی اضافت منظر کی طرف ہو اور یہاں مضاف کی تحقیر منظور ہو۔		
غالب		
اور بازار سے لے آئے اگر لوٹ گیا	جام جم سے یہ مرا جام سفال اچھا ہے	
جام کی اضافت سے سفال کی طرف مضاف کی تحقیر پیدا ہوتی ہو۔ یا مضاف الیہ یعنی اُس چیز کی جس کی طرف مسند الیہ مضاف ہو تحقیر نکلتی ہو جیسے۔		
ہوس		
ایسے خجیران مین بد بلا ہوں	انسان خورندہ اژدہا ہوں	
یہاں اژدہا مضاف الیہ ہے اور اس کی تحقیر اس اضافت سے نکلتی ہے مگر اس قدر ہے کہ اژدہا غیر مسند الیہ کا مضاف الیہ ہو۔		
سودا		
ہاے ایسا غم نہین اتک ہوا	میرزا جی کا دلی نعمت موا	
ولی نعمت مضاف ہو اور میرزا جی مضاف الیہ۔ اور یہاں مضاف الیہ کی ہجو مقصود ہے اس لیے کہ تنگ کو ولی نعمت کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ کبھی تھوڑی سی مناسبت کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرتے ہیں یعنی تھوڑی سی تعلق کی وجہ سے مضاف مضاف الیہ کی ملک ہو جاتا ہو اور یہ کمال اختصاص کے ظاہر کرنے کے لیے ہوتا ہے یا باعتبار مجاز کے ایسا کرتے ہیں جیسے۔		
شیخ محمد قبال		
سارے جہانے اچھا ہندوستان ہمارا	ہم بیلین ہیں اس کی یہ گلستان ہمارا	

پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسمان کا	وہ سنتری ہمارا وہ پاسبان ہمارا
دیکھو شاعر ہنر وستان کے ایک شہر کے ایک محلے کے ایک مکان میں رہتا ہوا اس ذرا سی سنا سبت	تو ہم ہندوستان کو اپنی ملک بنالیا۔ یہی حال سنتری ہمارا اور گلستان ہمارا اور پاسبان ہمارا کا ہے۔
ناسخ	
یہ اعلیٰ مرے کھنڈ کی ہے شان	زمین ہے حسان آسمان لکھنؤ
سودا	
جو کچھ کہا ہو تو نے یہ سمجھ کر سب مبارک	مین اور میرے سر پر میری منت خان مہ
رند	
ناغہ ہو جانے ذکر کیا ہے	تران ابوالطفر بہادر
دلغ	
اکس مصیبت سے لبرتم شیب غم کرتے ہیں	رات بھر بے صنم بے صنم کرتے ہیں
شب غم میں اضافت با دنی ملا بست ہو۔ اور یہ مسند الیہ نہیں ہے۔	
مسند الیہ کا نکرہ ہونا	
مسند الیہ نکرہ بھی ہوتا ہو اور نکرہ اسم غیر معین کہہ سکتے ہیں جو ایک جنس کی تمام افراد پر بولا جائے اور اس کے واسطے کئی لفظ مقرر ہیں۔ کوئی کہے۔ بجز۔ جو۔ ایک۔ کچھ۔ وغیرہ انہیں سے ہر اور جو صکر کا بھی بنا لے دیتے ہیں اور تنکے مسند الیہ سے لکھی فائدے نکلتے ہیں۔	
یا ان افراد میں سے جنہیں اس نکر کا مفہوم صادق آتا ہے ایک فرد غیر معین مراد ہوتی ہو	
ہیں۔	
غالب	
غیر پھر تلے لیے یوں مرے خط کو کہ اگر	کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہو تو چھپائے نہ بنے
یعنی اگر کوئی ایک بھی پوچھے تو چھپایا نہ جائے۔	
انیس	
کوئی سید کا نہیں آہ بچانے والا	جسے لاکھوں ہیں اور ان کے غم ٹھانڈا

	ذوق	
عجب مزہ ہو جو مرے کسی کے سر پر ٹھہرے		کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چسپڑا کر
		مراد پتنگ غیر معین ہے۔
	ولہ	
لیتا تھا کام منہ کا تنکھ میں بیٹا ہے۔		اول سے ہی بشر کو ہر غبت خلاف سے
	حالی	
مظلوم ذاب میل نہ کہو ترا ہے نہ چہرہ		اس عہد میں انسان ہی نہیں ظلم سے محفوظ
یعنی اس عہد میں ہر آدمی ہی ظلم سے محفوظ نہیں بلکہ کوئی بیل اور کوئی گھوڑا اور کوئی غیر بیل و گھوڑا نہیں ہر اگر یہ نکرہ جمع کا صیغہ ہو تو اس کے معنی میں سے جماعت غیر معین مقصود ہوتی ہے کیونکہ اس بیت کے منہم کی ایک فرد ہوتی ہے جیسے۔		
	حالی	
دی زندگی الہ اور انجین علم پڑھا کر		بہت بیٹھوں۔ زندگی اس طرح سے پائی
		یعنی بیٹھوں کی ایک جماعت غیر معین ہے
	خمداد	
اُس کا مال و متاع لوٹ لیا		رہ میں سادات نے بھی تاخت کیا
		یعنی سیدوں نے ایک گردہ نے۔
	حسن	
کعبے والوں نے رہزنی کی		خال ابرو نے مار ڈالا
		یعنی کعبے والوں کی ایک جماعت نے۔
یا اُس نکرے کی جو اسم جنس ہوتا ہو ایک نوع غیر معین مقصود ہوتی ہے جو صطح تنکیر وحدت شخصی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح وحدت نوعی پر بھی دلالت کرتی ہے جیسے۔		
	آراکس محفل	
انہیں لطف سے کوئی خالی ذرا		ہر اک گل کے رنگ و عالم جدا
یعنی پھول کی ہر ایک نوع کا رنگ و عالم جدا ہے۔		

آزاد	
ادم بدم علم ہو کر تا عمل ایجاد نہی	آتے ہیں کار گہ دہر میں استاد نہی
یا نکرے کی وہ تمام افراد پیر وہ صادق آتا ہو مقصود ہوتی ہیں جیسے۔	
انہیں	
اُس نور کے قطر و نسے پیر ہوئے پیدا	دریائے نبوت سے یہ گوہر ہوئے پیدا
یعنی تمام پیغمبر پیدا ہوئے۔ یا تعظیم مقصود ہوتی ہو جیسے۔	
گلزار نسیم	
ہر پسند سنا گیا ہے اُس کو	اُردو کی زبان میں سخن گو
افسانہ گل باؤلی کا نشر میں لکھنے والا خاص ایک شخص معین ہو پس سخن گو کا لفظ جو نکرہ ہے اُسکے نام کی جگہ بغرض تعظیم کے لایا ہو۔	
ذوق	
چلتا نہیں ہو پنجہ مرگان کا کچھ عمل	ہے ایسی چشم ترے ہم آشنا گرہ
گرہ میں تنکیر عظمت کے لیے ہو۔	
ناسخ	
اتو نہیں ساقی تو میخانے میں اک پا چو شتر	شیشہ سے میں نظر آتا ہو نقشہ صو کا
اک شتر سے مراد شتر عظیم ہو۔	
ولہ	
بستر رنج و کنج تنہائی	رات کیا آئی اک بلا آئی
سید آغا علی خان مہتر	
مسن تھا اُس کا بہت عالم فریب	خط کے آنے پر بھی اک عالم رہا
ولہ	
دل کو مرے تسنیر کیا اک عربی نے	کی مدنی ہاشمی د مطلبی نے

یا کثیر کے لیے۔ تعظیم میں اور اسمین یہ فرق ہو کہ وہ ان ارتفاع شان و علوم مرتبہ مطلوب ہوتا ہو اور یہاں مقدار اور تعداد میں زیادتی مقصود ہوتی ہو جیسے۔

غالب

دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

کوئی دیرانی سی ویرانی ہے

یعنی دشت اسقدر ویران ہو کہ اُسکو دیکھ کر گھر کی ویرانی یاد آتی ہو یا دشت اسقدر ویران ہے کہ اُسکو دیکھ کر بوجہ خوف کے گھر یاد آتا ہے۔

آرائش محفل

کہیں پھول یان کے سے مجھے نہیں

ہے اس مملکت کی عجب گل زمین

یعنی پھول یہاں نہایت کثرت سے ہوتے ہیں۔

یا تحقیر کا فائدہ نمشتا ہو۔

ناسخ

شمعدان گویا تری محفل میں فوارہ ہوا

ہو گئی ہے شمع تیرے سامنے نجلت سے آ

آتش

آتش غزل یہ تو نے لکھی عاشقانہ کیا

ابن مرعی حسد سے ندے داد تو ندے

میر

کام اپنے تمام کرتے حر لیں

مقتل ایسے کام کرتے حر لیں

یا تقلیل کا فائدہ نمشتا ہو جیسے

انیس

کچھ نوجوان ہیں طفل ہیں کچھ اور کچھ ہیں پیرا

یہ سب غلط سنا تھا کہ ہوا شکر کثیر

ناسخ

اک شرر جالے جو پتھر میں تو پتھر جل جائے

آتش عشق وہ ہو حسین سمندر جل جائے

اک شرر میں تنکائے تقلیل کا فائدہ دیتی ہو۔

مصحفی

تو اُسکے دفع کی ہرگز نہ کر سکیں تدبیر

مصاصا ایسے اگر کچھ کسی سے نغزش ہو

یعنی ذرا سی لغزش ہو۔ لڑا اب یوسف علی خان ناظم کے اس شعر میں بھی تغیر تغلیل کے لیے ہے۔
 اک مزہ البتہ ملتا ہے سو وہ بھی مشترک | بوسہ کیا شہ ہے کہ جسکے دینے میں کارا رہا
 یا تغیر اس واسطے ہوتی ہے کہ مخاطب ایک بات کو جانتا ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا اسکو بھنر لڑنا دن کے
 ٹھہر کر ایسا کہہ دیتے ہیں جیسے مولوی رکن الدین مکمل کے شعر میں۔

اتنی بھی جفا کر تو اے بت | ہم بھی ہیں کسی خدا کے بندے |
 مخاطب جو رستم نہیں کرتا تو اسکو بتاتے ہیں کہ تیرے خائن ہیں تو کیا ہوا آخر کسی خدا کے بندے
 تو ہیں پس بندگان خدا پر رحم کرنا چاہیے مگر یہاں تغیر مسند الیہ میں نہیں ہے دوسری مثال تشکیہ
 مسند الیہ کی یہ ہے۔

غالب |
 ارنیختے کے تھیں استاد نہیں ہو غالب | کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا |
 یا تغیر سے تجدید مقصود ہوتی ہے یعنی نیا شخص نئی چیز مراد ہوتی ہو جیسے۔

مومن |
 کوئی کہتا ہے حاشا ہے یہ گرمی غیب خالص کی | اسی جانسوز شعلے نے دھوان دل کا اڑا یا ہے
 کوئی کہتا ہے ترکیب اور غالب غلو بغم ہے | رخصت کر نہیں تو کیوں پسینے میں نہا یا ہے
 یعنی کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے ایک کہنے والا اور دوسرا اور ہے۔
 کبھی مسند الیہ ظلم کو مذکور کر لیتے ہیں یعنی ذات معین اُس سے مراد نہیں ہوتی مثلاً کمین ایسی ٹی میں
 کوئی رستم ہو جب فتح ہو یہاں رستم سے مراد بڑا بہادر جرجی ہو یا فرعون کے لیے ایک موسے ہوتا ہے
 یہاں فرعون و موسے کی علمیت مراد نہیں بلکہ فرعون سے مراد سرکش اور موسے سے مراد سرکوب ہے۔

میر |
 زال دنیا کو جس نے چھوڑ دیا | وہی نزدیک اپنے رستم ہے |
 قلندر |
 حاتم ہے یہ گر چہ قلندر | پر خانہ حسرت اب کر گیا دل |

توصیف مسند الیہ |
 مسند الیہ موصوف بھی ہوتا ہے پس کبھی صفت کی قید اتفاقی ہوتی ہے جیسے اس شعر میں۔

خالب	توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا	آسمان سے بادہ گلغام گر برسا کرے
حسرت	مین کہا جان بخش عیسے یا مے گلغام ہے	بولادو لونسے زیادہ کچھ مری دشنام ہے
ذوق	زمین پہ گرتے ہی لے آئے داند برگ و فر	جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبوتہ تزویر
دبیر	آگیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش ہنار	جو ہر کندہ نوک سنان خود وہ برق و باد
ولہ	دُنیا ریاضِ خلد سے لے آئے جبریل	فد یہ ہوا فریج کا حیوان بے عدیل
ولہ	آنندین سے فضل ہر شہنشاہ خوش انجام	پڑھتے ہیں درود اُنیہ ملائک سحر و شام
فیاض	اُمی بخش سے فیاض کی خطا و نگو	جمال احمد خستار باوقار دکھا
ناخ	پڑے عکس لے سکے لبِ مرخ کا گر ساغرین	ہو خجالت سے وہین بادہ گلغام سفید

کبھی وہ صفت کچھ فائدہ دیتی ہو پس اُس سے اتنے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔
(۱) مسند الیہ کی توضیح کرتی ہو جیسے اس مثال میں۔

اس مثال میں لب کے لیے سرخ کی اور بادے کے لیے گلغام کی قید توضیح کے لیے ہو اور ان کا ہونا ضروری ہو کیونکہ لبِ مرخ کے رنگ سے شرابِ سرخ کا سفید ہو جانا فرض کیا ہو۔

مومن	
اڑتے ہی ملک لُغ مرا نظر ونسے تھا نہاں	اُس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھنا
پر شکستہ کی قید مرغ کے لیے اس لیے ضرور ہے کہ اس سے پرواز میں مبالغہ اور تعجب پیدا ہوتا ہے اس لیے کہ باوجود پر شکستہ ہونیکے اڑنا ایک تعجب خیز بات ہے	
غالب	
فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا تقاضا ہے	متاع بردہ کو سمجھے مجھے ہن قرض لہرن پر
عیش کے ساتھ رفتہ کی اور متاع کے ساتھ بردہ کی قید تو صبح کے لیے ہر مگر موصوف مسند الینین	
میر حسن	
یہ خالق کی سُن قدرت کاملہ	تاشے کو کھلی زن حاملہ
حاملہ کی قید ضروری ہے اس لیے کہ شاہزادے کی سواری کا ایسا لطف تھا کہ زن حاملہ بھی دیکھے بغیر نہ سکی۔	
عصمت	
پستان ہن جو نورس تو بس انگیا کو اُٹا رو	بھیلی نہیں چڑھتی بشر خام کے اوپر
تر کے ساتھ خام کی قید ضروری ہے کیونکہ پستان نورس کو انکے ساتھ شدید ہی ہے۔ مگر مسند الیہ نہیں ہو۔ (۲) مع و ذم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ موصوف پہلے سے متعین ہو اور مخاطب اُسے جانتا ہو اور اگر متعین نہ ہو گا تو صفت تخصیص کے لیے سمجھی جائے گی اور یہ ہمیشہ معارف کے ساتھ آتی ہے۔	
مثال اول	
انیس	
بولے ملاز مومن سے یہ عباس با وفا	در یافت ذکر و کہ ارادہ ہو مکن کا کیا
با وفا کی قید مع کے لیے ہے۔	
منشی	
گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد	

مشال دوم

انیس

ایک ایک پل زور تھمتن شکوہ تھا

ابن رکاب سبز قدم سرگروہ تھا

سبز قدم مذمت کے لیے ہے۔

مصحفی

اگرچہ بازی نشانے بے حمیت کو

راہ خاموش سمجھ کر مین بازی تقدیر

بے حمیت مذمت کے لیے ہوا اور یہاں موصوف مسند الیہ نہیں ہو۔

منشی

سرنامہ حمد خداے کریم

کہ ہے کردگار و غفور الکریم

یہاں کریم خدا کی صفت ہے اور اس کی مدح کے لیے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ تقدیر کی گنجائش نہیں بخلاف کسان مسنے بعباس کے کہ ان میں تقدیر کو گنجائش ہے اور خدا میں تقدیر ناپید ہے اسی قبیل سے ہے شیطان لعین اور ابلیس گمراہ کہ ان صفات کی مذمت کیلئے ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیونکہ ابلیس ایک ہو پس اس کی صفت کے محض مذمت کے لیے ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

عین الدین احمد تخلص احمد

ہوا جبکہ تابندہ مہر منیر

صف آرا ہوا شاہ گردون سریر

مہر منیر صفت مدح کے لیے ہوا اور مہر ایک ایسا علم جو حسین تقدیر کی گنجائش نہیں۔

محمد اکبر خان اکبر

دوش ملک پہ دیکھ کے نقش شہید عشق

حور و نکو یہ گمان ہے عرش برین نو

برین صفت مدح کے لیے ہوا کیلئے کہ عرش میں تقدیر کی گنجائش نہیں۔

(۳) تخصیص کا فائدہ دیتی ہو بشرطیکہ مسند الیہ نکرہ ہو اور تخصیص سے مراد یہ ہو کہ مسند الیہ میں جو جو شریک ہوتے ہیں انکو کم کر دیتی ہو جیسے۔

انیس	
اڑنے لگے شر دم خارا شکاف سے	انکلی جو رن مین تیغ حسینی غلاف سے
تیغ موصوف اور نادر ہر اور یہ ہر قسم کی تیغ پر صادق آتا ہے جب تیغ حسینی کہا تو ان تیغوں سے امتیاز ہو گیا جو غیر حسینی ہوں۔	
سودا	
کہ بیل انسی کو ہو گل سے کیا سرد کار	نہ پوچھ مجھ سے کدھر ہو زبان کمان ہو بکا
(۳۴) صفت نفص ترجم کا فائدہ دیتی ہے جیسے فر باد عکین۔	
مولوی محمد اسماعیل	
چلا سینے کو خاک پر گھستا	اور پچھوا غریب آہستہ
انیس	
بیت کدھر کو ہو مے کہڑیل جو ان کی	ہے ہے سنان سے جان کئی یہ مان کی
ولہ	
میں لکھتی ہوں کیسا سفر اور کیسی مواری	سن کر یہ سخن بانوے ناشاد پکاری
تیسری	
کہ پھر اب عرش تک جاتے ہیں نالہ	ستایا میز بیکس کو کسی نے
میر موصوف ہے اور بیکس صفت اور یہ صفت ترجم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ مرکب تصنیفی مفعول کے نہ مستند الیہ۔	
(۵) صفت ضمیر مخاطب کی جگہ واقع ہوتی ہے جیسے ذات گرامی مفتاح ہے اور جب نام نامی یا پزرتا ہے تو میر انطق میرے دہان کے بوسے لیتا ہے۔	
میر	
ہا سنتہ میں ذات سامی ہی کو جو سرب غائب	ابط کا دعوے تھا جنگو کہتے تھے نکلے بن
یہاں ذات سامی مفعول ہے جو۔	
سودا	
جاری کس طرح ہوا مسکنی زبان ملک	مے مرضی شریف تضا کر کے کچھ امر

مرضی شریف مجرور ہو۔

(۶) صفت محض تاکید کیلئے آتی ہو اور یہ اس وقت میں ہو کہ موصوف میں صفت کے معنی ضمناً موجود ہوں جیسے شاعرین

لمولفہ

فرزاد کو کیا چاہیے تھا تیسرے فولاد مرے کو تو عاشق کے لیے آہ بھی بس ہے

صفت فولاد تیسے کے ساتھ محض تاکید کے لیے ہو۔

سودا

خلاف اپنے بزرگوں کا جو کرے اس کا اگر لگا تو کتا سر ز مخبر فولاد

موصوف و صفت مجرور ہیں۔

فتویٰ سعدین

ناخن عجم کی کاوشیں ہوئی اشک ترکی تراوشیں ہوں گی

اشک کے ساتھ ترکی قید محض تاکید کے لیے ہو۔

اسیر

شکر ہے وہ لب شیرین تو تل ہو خال سا بجا ہے تل شکری کا گمان ہو نونہر

خال کے ساتھ سیاہ کی قید محض تاکید کے لیے ہو۔

(۷) صفت صرف تفصیل کا فائدہ بخشی ہو جیسے اکبر کے دربار میں علمائے عربی و عجمی موجود تھے۔

داغ

یہ وہ سرکار عالی ہو کہ حسین فیض پاتہ ہیں بدخشان و تورانی و شیرازی و بلخاری

یہ وہ درگاہ والا جاہ ہے جس کے سلامی ہیں حجازی و عراقی رومی و چینی و تاتاری

بدخشان و غیرہ صفات کا موصوف مخدوف ہے اور اگر موصوف کو مخدوف نہ مانا جائے تو تکرار

اضافی ہو اور اس صورت میں یہ مثال اس محل کے مناسب نہیں مگر حق یہ ہے کہ موصوف کا مخدوف ماننا ضرور ہے۔ اس کی صاف اور صریح مثال یہ ہے۔

وحید

ہنہنا سے فرس ابلق و شکی و کمیت
عبر کے تیر صفیں بڑھ گئیں بڑے کرکیت

(۸) صفت محض استہزاء کے لیے ہوتی ہو جیسے۔

	ذوق	
سوتے ہوئے چوکنگے دندان خراباتی		راتون کو نہ ہوا حق کر لے شیخ مناجاتی
		مناجاتی کی تقلید محض مسخر کے لیے ہو۔
	غالب	
مبارک باد آس غنوار جان درد مند کیا		جراحت تھہ الماس ارمنان داغ جگر بد یہ
یعنے اسد تگو غنوار جان درد مند کا آنا مبارک ہو جیو کیونکہ اس سے تگو جراحت بطور تحفے کے اور الماس بطور ارمنان کے اور داغ جگر بطور ہریے کے ملے گا یا تحفے میں جراحت اور ارمنان میں الماس اور ہدیہ میں داغ جگر لے اسد تگو مبارک ہو جیو اس لیے کہ تمھاری جان درد مند کا غنوار آیا ہو اس سے یقین یہ چیزیں حاصل ہونگی پس غنوار جان درد مند صفت بطور استہزاک واقع ہو اور موصوف محذوف ہو اور وہ معشوق کی ذات ہو۔		
	سودا	
بیت الخلا گیا تھا مرزا علی بیارا		اک قصہ میں سنا تھا دم سے فیضالا
پیارا کی قید محض مسخر کے لیے ہو اسوجہ سے کہ آگے چکر بہت سخت اور مضحکہ انگیز ہوگی ہو۔		
	حالی	
اور نوکر نہیں دیتے کبھی آقا کو رسید		باب کا حکم نہیں مانتے فرزند رشید
		رشید کی تقلید محض استہزاک کے لیے ہو۔
	ناسخ	
کیا کلس مسواک کا ہو گنبد ستارہ پر		دیکھو ناسخ سر شیخ معمم کی طرف
		معمم کی تقلید محض استہزاک کے لیے ہو اور شیخ معمم مسند الیہ نہیں۔
	حالی	
تیرہ بختی کے نظریاروں کو خواب نے لگے		طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے
		طالع کی صفت مشفق کے ساتھ محض استہزاک کے لیے ہو۔
		کبھی صفت موصوف میں اجنبی کا فضل ہوتا ہو جیسے۔
دل میں لگا تیر عشق کاری	ہوس	صوت وہ جو دیکھی پیاری پیاری ہوس
		یعنے وہ پیاری پیاری صورت

مسند الیہ کی تاکید

مسند الیہ کو کہ جوتا ہو اور تاکید اسکی یا تو اسلیے ہوتی ہو کہ سامع کو یہ گمان پیدا نہو کہ تنکلم نے مجازاً مسند الیہ کا نام لے دیا ہو جیسے اب حیات میں میر درد کے حالات میں لکھا ہو شاہ عالم بادشاہ نے خود لکھے ہاں آنا چاہا اور اُنھوں نے قبول نہ کیا خود کے لفظ سے یہ معلوم ہو گیا کہ شاہ عالم کی طرف اسکی نسبت مجازاً نہیں ہو پیل اس لفظ نے یہ تو ہم اُسٹا دیا کہ اسکی نسبت شاہ عالم کی طرف مجازاً ہو لکھے کسی آدمی نے آنا چاہا ہو گا۔

مرزا جعفر اوج

پردہ اٹھ جائے گا جب بے تجلی سے کلیم

آپ خود دُستِ سے کہیں گے بھی دیکھا کیا ہے

مصطفیٰ

میں آپ فاقہ کش اُٹنا مجھے کہاں مقدر

کہ نظر اور کردن کچھ بغیر آتش شمع

سودا

کیا جب آپ تم نے یہ انصاف

یا یہ منظور ہوتا ہے کہ سامع کو یہ تو ہم پیدا نہو کہ کہنے والے نے سہو مسند الیہ کا ذکر کیا ہے جیسے۔

انیس

اولی ولی کی صدا تھی جہاں جہاں ہوتا

دوبارہ جو علی کا نام لیا تو اس سے یہ بات بخوبی یقین کو پہونچ گئی کہ نظر کے لیے نسبت علی کی طرف

سہو انہیں ہوئی ہو بلکہ ضرور علی نظر آتے تھے اور دوسرا ولی بھی پہلے ولی کی تاکید کرتا ہو اور اس قسم کی تاکید دفع تو ہم مجاز کے لیے بھی ہو سکتی ہو کیونکہ تو ہم مجاز تاکید لفظی و معنوی دونوں سے دفع ہو سکتا ہے مگر تو ہم سہو صرف تاکید لفظی سے دفع ہوتا ہو۔

انشا

خضع پیری مجھے دیا کن نے

مہربانی یہ کن نے فرمائی

مہربان تو نے مہربان تو نے

کلندر		
کیون توڑتے ہو آئینہ دل کو بیگناہ	یان دوسرا کہاں ہو پیار سے یقین ہو تم	
ولہ		
ہم نہیں تم ہو تم نہیں ہم ہیں	اور کوئی نہیں ہمیں ہم ہیں	
ولہ		
کر جفا من مانتی اس بات سے بنم ہیں ہم	کو ہمیں کوئی بواہوس مت بوجھ آخر ہم ہیں ہم	
یہ مدعا ہوتا ہو کہ مسند الیہ کا مفہوم اچھی طرح متحقق اور ثابت ہو جائے غیر کے شبہ کی گنجائش نہ ہے مثلاً اُسی مثال میں مصرع		
علی ثلی نظر آئے جدھر جدھر دیکھا		
یہ تائید لے لے رہی ہو کہ سامع یہ نہ سمجھ جائے کہ مسند الیہ اپنے تمام افراد کو شامل نہیں ہے جیسے ان شعرا میں گلزار نسیم کے۔		
شہزاد نے اک مکان بتایا	اک ایک اسٹھ اُدھر کو آیا	
سب اٹھ گئے پر وہ چاروں باغی	بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی	
سب لفظ تائید کے واسطے ہو یعنی سولے اُن چاروں کے سب اٹھ گئے کوئی نہ بیٹھا رہا۔		
ولہ		
گندرا تھا جو کچھ بیان کیا سب	پہنان تھا جو کچھ عیان کیا سب	
آزاد		
دفنہ چاندنی دربار پہ چھائی یکسر	ہو گئے سب درو دیوار طلائی یکسر	
نشئی		
دلیر و قوی پنجہ سہراب نام	زبون اُس سے ہیں پہلوان سب نام	
سب لفظ کہنے سے قبل یہ احتمال باقی تھا کہ بعض پہلوان زبون نہ ہوں جب سب کا لفظ کہا تو یہ بات جاتی رہی پھر زبون ہونے میں تفرقہ کا احتمال باقی رہا جب تمام کہا تو اس تاویل کو بھی گنجائش باقی نہ رہی کیونکہ لفظ تمام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سب پہلوان بالا جماع زبون تھے۔		
عطف بیان		
کبھی مسند الیہ کے بعد عطف بیان لاتے ہیں تاکہ اس کی وضاحت ہو جائے اور کوئی احتمال باقی نہ رہے		

اور جو اسم اسکی توضیح کرتا ہو وہ کبھی معروضہ ہوتا ہو کبھی نکرہ مگر اُس سے کچھ نہ کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہو اور یہ اختصاص حقیقی نہیں ہوتا بلکہ نسبی ہوتا ہے۔ اور عطف بیان صفت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یعنی جیسا کہ صفت موصوف کو واضح کرتی ہے اسی طرح عطف بیان بیان کی توضیح کرتا ہے لیکن صفت یا تعریف کے لیے ہوتی ہے یا تخصیص کے لیے اور عطف بیان محض تفسیر و بیان کے لیے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ ایک اسم کو ذکر کرتے ہیں اور چونکہ وہ اسم مشہور نہیں ہوتا اُس کو ظاہر کرنے اور روشن کرنے کے لیے ایک دوسرا اسم ذکر کرتے ہیں جس سے پہلا اسم واضح ہو جاتا ہے اور عطف بیان کے لیے یہ ضرور نہیں کہ اسم مستند الیہ سے زیادہ واضح ہو کیونکہ عرض ایضاح ہے اور جائز ہے کہ دونوں کے مجموعے سے یہ بات حاصل ہو جائے اور عطف بیان بالذات یا لقب یا تخلص میں حاصل ہوتا ہے مثلاً سودا کا تخلص زیادہ شہرت رکھتا ہو اور اُس کے نام کو جو مرارۃً بجز اتنی شہرت حاصل نہیں اگر مرزا رفیع کہیں تو معلوم نہ ہو گا کہ کون شخص ہے اور جبکہ علم کے بعد عنوان ذکر کر دیں اور کہیں مرزا رفیع سودا نے یہ قصیدہ لکھا ہے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہی شاعر مشہور مراد ہے یا کہیں حضرت انعام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے اور یہ اُس حالت میں ہے کہ کیفیت علم سے زیادہ مشہور ہو اور اگر علم زیادہ مشہور ہو تو کہیں اُس کو حفص مر دوسرے خلیفہ یا راسی طرح بلال الدین اکبر بہت بے تعصب بادشاہ تھا اور یہ اُس وقت ہو کہ لقب علم سے زیادہ مشہور ہو۔

نقشہ		
گمان ہے مجھے یہ مراد ہے پر	جہان پہلوان رستم نامور	
یہ قول سہراب کا ہے پس مراد ہو اور جہان پہلوان رستم نامور عطف بیان ہو۔		
پیش		
کہ فرزند میراجہا نندار شاہ	جو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ	
واجد علی شاہ		
اک زن فاحشہ بھتی گنا نام		
راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام		
اک زن فاحشہ مبین ہو اور گنا نام عطف بیان ہو۔		

	ولہ	
یہی مال بعض اعلام مرکبہ کے جزو ثانی کا ہے جیسے سید علی شاہ قاسم کل جائینگے	نویں بصورت ہے اور ہے کلفام	
بسمی عطف بیان ایسے اسم کے ساتھ ہوتا ہے جو بین یعنی مسد الیہ کے ساتھ خصوصیت نہیں کھتا		مثال۔
	مہا بھارت منظوم صنف شایان	
تخلص ہے مشہور۔ عالم آسیر	نہیں اُن کا ہندوستان میں نظیر	
تخلص میں ہے اور اسیر عطف بیان ہے اور اسیر تخلص کا ایضاً کرتا ہے اور اُس کا اسم تخلص نہیں		اس لیے کہ تخلص اسیر پر بھی صادق آتا ہے اور غیر اسیر پر بھی چنانچہ بہت سے شاعر و نا تخلص ہے مگر اسیر نہیں
		اسی طرح اسیر تخلص پر بھی صادق آتا ہے اور دوسری چیز پر بھی چنانچہ قیدی پر اسیر کا لفظ صادق آتا ہے
		اور تخلص بیان صادق نہیں آتا پس دونوں میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہر دونوں کے جمع ہونے سے
		بیان حاصل ہوتا ہے۔
	گلزار نسیم	
سب اٹھ گئے پرود چارون باغی	بٹھے رہے فرش گل پہ داغی	
چارون باغی میں ہوا اور داغی عطف بیان ہوا اور داغی باغیوں کا اسم تخلص نہیں البتہ اُنکا ایضاً کرتا ہے		داغی اُن چارون باغیوں پر بھی صادق آتا ہوا اور اُنکے سوا دوسرے پر بھی اسی طرح ان داغیوں پر بھی باغی ہونا
		صادق آتا ہوا اور اُنکے سوا دوسرے پر بھی۔
	ولہ	
حالہ نام دیونی ایک	چھوٹی بہن اُس کی تھی بڑی نیک	
حالہ میں ہوا اور دیونی عطف بیان ہوا اور دیونی حالہ کا اسم تخلص نہیں اس لیے کہ حالہ دیونی کا بھی نام		ہو سکتا ہے اور غیر دیونی کا بھی اسی طرح دیونی حالہ بھی ہو سکتی ہے اور غیر حالہ بھی۔
	ولہ	
فستخ کننے تک آدمی تھی	پھر وہ ہی بکاؤ لی پری تھی	

بکاؤلی میں ہے اور پری عطف بیان غیر مختص ہے۔

غالب

لب خشک در تشنگی مردگان کا زیارت کہہ ہوں دل آزر دگان کا

دل آزر دگان عطف بیان ہو ان کو گونا گونا گونی میں مرگے ہیں یعنی میں لب خشک ہوں اس لیے کہ ان کو گونا گونا گونی میں مرگے ہیں اور دل آزر دہ ہیں زیارت کہہ ہوں۔
کبھی عطف بیان غیر ایضاح کے لیے بھی ہوتا ہو مثلاً داغ

میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم

شہ فرخندہ شیم عطف بیان ہو میر محبوب علی خان کا اور مع کے لیے آیا ہو نہ ایضاح کے لیے۔

میر

یہ قدر تھی تری مے مولا ہو اوجب روفی خزانے کعبہ محمد کا جانشین

یہاں عطف بیان یعنی محمد کا جانشین مدح کے لیے ہو نہ ایضاح کے لیے۔

مبدل منہ و بدل

کبھی مسند الیہ مبدل منہ ہوتا ہو اُس کے واسطے بدل لاتے ہیں جس سے اُس کا مفہوم بہت بھی طرح سامع کے ذہن میں ہو جاتا ہو اور پھر غیر کے گمان کی گنجائش باقی نہیں رہتی جیسے اس مثال میں۔

تسیم

دیکھا تو وزیر زادہ بہرام بولتے ہیں تھا شکل فقیر کا خام

وزیر زادہ مبدل منہ ہوا اور بہرام بدل ہو پس جو کچھ مبدل منہ سے مفہوم ہوتا ہو وہی بدل سے بھی مفہوم ہوتا ہو کیونکہ بہرام کی ذات حسین ذات وزیر زادہ کی ہو اگرچہ تعبیر میں فرق ہو مگر مفہوم مکرر ہیں پس اس تکرار نے سامع کے ذہن میں مدلول کو ثابت و متحقق کر دیا۔ اسی قبیل سے ہو۔

ولہ

حسن آرا اُس پر ہی کی مادر باپ اُس کا بادشہ مظفر

تد مون پہ گرے کہا ادب سے حسرت رہی آپ کے سبب سے

ولہ

فردوس کا بادشہ مظفر روم انشا حبسکی ہونین دختر

سردار کرد و دیو و ن کا ہے	سلطان ارم مرا چچا ہے
	منشی
اگان ہے مجھے یہ مرا ہو پدر	جہان پہلوان رستم نامور
جہان پہلوان مبدل منہ ہو اور رستم نامور بدل -	
	داغ
صاحب طبل و علم مالک شمشیر قلم	میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم
لفظ میر مبدل منہ ہو اور محبوب علی خان بدل ہو -	
	تسلیم سہلانی
بیسٹری اور طوق اُس کا گستاخ	میان مجنون نے اسکو پہنا ہے
	منیر
رکھتے ہیں اور صنعتوں میں بھی	قاری آغا علی نموداری
	ممنون
جس رُخِ مہر کے لیے یہ اضطراب	میسرِ ممنون پار سائی ہو چکی
یاد رکھو کہ فائزہ بدل کل کا مبدل منہ کی توضیح اور اسناد میں مبالغہ اور سامع کے نشاط کو تازہ کرنا ہے اس لیے کہ اول جب کوئی عبارت اجمال کے ساتھ کہی جاتی ہو تو سامع کا ذہن آئندہ کا مشتاق ہو جاتا ہے اور اس کے ذکر سے لذت حاصل ہو جاتی ہو مثلاً مثال اول میں جب فیر زادہ کہا تو طبیعت مشتاق اُس کے ذکر کی ہوئی کہ وہ کون ہو بعد اُس کے بہرِ ظلم اُس کا لیا گیا تو ایک قسم کا خط حاصل ہوا اور خوبی مضاحت ہو گئی اور تکرار اسناد سے مبالغہ اسناد میں حاصل ہو جاتا ہو -	
کبھی مرچ کے لیے ہوتا ہو جیسا کہ اس قول میں -	
	سودا
عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر	ضعیف کفر ساجس اور قوی اسلام
	ظفر
مرشد پاک روانِ فخر الدین	قبیلہ و کعبہ جانِ فخر الدین
	غالب
شاہ روشن دل بہادر شہ کہ ہے	مازہستی آسپہ سرتا سر کھلا

امیر المسلمین کلب علی خان خسرو دوران	دلغ	
	نعیم	
اگر ابر تو کو کیا ہے جو ہوئے مقابل	روئے کو میرے حضرت یعقوب جانتے ہیں	

یہ قسم بدل کل کہلاتی ہو اسلئے کہ بدل تمام اُس چیز پر دلالت کرتا ہو جس پر مہمل منہ دلالت کرتا ہے پس جو کچھ مہمل منہ سے مفہوم ہوتا ہو وہ تمام بدل سے بھی معلوم ہوتا ہو اسلئے کہ بدل کی ذات عین مہمل منہ کی ذات ہوتی ہو اگرچہ دونوں کے مفہوم مختلف ہوتے ہیں۔

اسکی تین قسمیں اور بھی ہیں (۱) بدل بعض (۲) بدل اہمال (۳) بدل غلط بدل بعض اہوال ہوتا ہے اردو میں مستعمل نہیں البتہ بدل غلط پایا جاتا ہو اسکی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہو کہ سبقت لسانی اور بھول چوک کی وجہ سے زبان سے ایک غلط لفظ نکل جاتا ہے پھر اُس کا تدارک دوسرا صحیح لفظ لا کر کرتے ہیں یہ قسم حوام کے روزمرہ میں ہوتی ہے فصحا اور بلغا کے لفظ میں نہیں کیونکہ ایسا بدل غلطی کی وجہ سے واقع ہوتا ہو اور فصحا و بلغا سمجھ کر کلام کرتے ہیں اسلئے ایسی غلطی کرنے سے محفوظ رہتے ہیں اس سے احتساب واجب ہے اسلئے کہ نہایت مکروہ ہو کہ دوسری قسم یہ ہے کہ فصحا و بلغا پہلے ایک منہ بیان کرتے ہیں پھر اُس سے انحراف کر کے دوسرے معنی کا قصد کرتے ہیں اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اول غلطی کی تھی دوبارہ اُس کا تدارک کیا اور درحقیقت اس طرح بیان کرنے سے غرض ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے یہ قسم بلغا کے کلام میں بہت واقع ہوتی ہے شعرا بھی مہالنے اور تلفظ کے طور پر اسکو کثرت سے استعمال کرتے ہیں جیسے غلام امام شہید کی اس عبارت میں محراب کا خم ابرو سے اشارہ کر رہا ہے کہ اندر بجا کر ذرا سہار کا عالم دیکھیے نہیں غلطی ہوئی مجھے بلکہ محراب کا اشارہ یہ ہو کہ پہلے حواس کو یہاں طاق پر رکھ چکا تب آگے قدم بڑھائیے۔

یا محمد خان شوکت

چرا رنگ واکوان وہ غریب تھا	غلط بلکہ جرأت میں اُن سے سوا	
	ولہ	
صد اکوس کی تابخرف شیر	غلط بلکہ ناگوش کی روان و تیر	

جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہیں	آراو	سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں
---------------------------------	------	----------------------------------

شیخ رضی کہتا ہے کہ بدل کل اور عطف بیان میں مجھے کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا عطف بیان بھی میرے نزدیک بدل کل ہے اور تمام نخاعہ اس طرح فرق کرتے ہیں کہ بدل نسبت سے مقصود ہوتا ہو بغیر اپنے متبوع کے بخلاف عطف بیان کے اس لیے کہ عطف بیان اپنے متبوع کا بیان ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ بیان مبین کی فرع ہے پس عطف بیان میں مقصود اول ہے نہ دوسرا شیخ رضی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ بدل میں صرف دوسرا مقصود ہوتا ہے اور سندیہ ہے کہ مبدل منہ منسوب لیتا ظاہر میں ہو اور اس کے ذکر میں فائدہ ضرور ہے جو بدون ذکر کے حاصل نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ فصاحت کے کلام میں لغو سے بچنے کے لیے مذکور ہوتا ہے مید شریف نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ نخاعہ نے جو کہا ہے کہ مبدل مقصود نہیں ہوتا تو مراد اس سے یہ ہے کہ مقصود اصلی نہیں ہوتا نہ یہ کہ مبدل مقصود نہیں ہوتا دیئے لطافت میں انشاء اللہ خان نے دونوں میں اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ عطف بیان میں قید علمیت کی واجب ہے جیسے ہندوستان کے بادشاہ اڈورڈ ہفتم ہیں اور بدل میں ایسا نہیں ہوتا اس لیے کہ تیرا بھائی زید آیا اور زید بھائی تیرا آیا دونوں برابر ہیں پہلی عبارت میں تیرا بھائی مبدل منہ ہے اور زید بدل ہے اور دوسری عبارت میں زید مبدل منہ اور بھائی تیرا بدل ہے لیکن اس قدر تفاوت سے طالب کی تشفی نہیں ہو سکتی اس لیے کہ اس عبارت میں کہ میں رستم کی ناک مڑو نیزوا الحسن بیگ ہوں اگر حسن بیگ کہ عطف بیان ہو بدل کہا جائے تو بھی جائز ہے۔

عطف حقیقی

کبھی مسند الیہ پر عطف ہوتا ہے یعنی ایک امر میں مسند الیہ کے ساتھ کسی دوسری چیز کو شریک کرتے ہیں پہلے لفظ کو معطوف عالیہ اور دوسرے کو معطوف کتے ہیں اور دونوں کے درمیان ان حروف میں سے جو عطف کا فائدہ دیتے ہیں ایک حرف واقع ہوتا ہے اسی لیے اس کو عطف بحر و فہم کہتے ہیں اور جب مطلق عطف کا لفظ ہوتے ہیں تو یہی عطف مراد ہوتا ہے اسی لیے عطف بیان کے ساتھ بیان کی قید لگائی گئی ہے۔ اور یہ کئی طرح کا فائدہ دیتا ہے۔

یا تفصیل مسند الیہ کی اور اختصار مسند کا منظور ہوتا ہے جیسے زید و عمرو و بکر آئے مسند الیہ تین ہیں اور مسند ایک ہے۔

	واع	
فقیہ و مفتی و صوفی و شیخ و حافظ و قاری		وہ تیرا عہد ہے علم و عمل سے شاد ہوتے ہیں
	نسیم	
مینا و کباب و مجمر و شمع		معمول سے بزم میں ہوئے جمع
	باقی	
شمع سیارے ستارے شب دیجو چراغ		کاٹے کھاتے ہیں غم بھر صنم میں باقی
	انہیں	
امن و امان و صبر و توانائی و وقار		اقبال و تندرستی و آسائش و قرار
رعب و شہات و رکش و قدر و اقتدار		علم و سکون و راحت و آرام و اختیار
	آثار قہر حق اظہین معلوم ہو گئے	
	سب تیغ کے چمکتے ہی مجام ہو گئے	
جب معنوت علیہ اور معنوت میں اختلاف تذکیر و تانیث کا ہوتا ہے یعنی جب ایک مؤنث ہو اور ایک مذکر		اس صورت میں اکثر مسند کو جمع لاتے ہیں جیسے زید و زینب آئے تھے۔
		یا مسند الیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔
	حسرت	
بدنامی کو ای حسرت کہ میر ہے اور ہم ہیں		یوں رنجتہ کہنے کو شاعر تو ہزاروں ہیں
		یعنے اور کوئی تیسرا بدنام نہیں۔
	مومن	
عشق جانے زمین اور عشق کو ہم		عشق کے دیکھے ہیں سب سے عالم
	سودا	
خط آتے ہی سب مل گئے کباب ہیں مین		اگر کیجیے انصاف تو کین زور و فائین
	انہیں	
اب انکی جگہ آپ ہیں یا شاہ زمیں ہیں		زہرا ہیں نہ حیدر نہ پیمبر نہ حسن ہیں
	ابشارت لکھتیاں	
ہماری تو بہ ہو وہ یا کسی کا بیان ہے		جہان میں جس کا نہیں اعتبار دم بھر کا

کیسے دنیا کا جسکو باغِ جنان	حالی	وہ فرانس پہنچ گیا ہے انگلستان
یا معطوف علیہ و معطوف من التزام ہوتا ہے جیسے -		
میشمس الدین شہنا		
چمن میں خندہ گل ہوئے دنیا ہو اور تو ہو	قنان ہو مالہ و فریاد ہو دار سی ہو اور میں ہوں	
یعنی تجھ کو وہ لازم ہو اور تجھ کو یہ لازم ہو -		
زینت		
شبِ منتاب میں تاصح زینت	خیال ماہر دے اور ہم ہیں	
دو قی		
ملنے سے تصویر میں کچھ کم نہ مزہ دیکھا	گروہ نہ ہوا اسکی تصویر ہے اور میں ہوں	
مہاراجہ کشن پرشاد		
تیرے اور سینہ مساو	تیغ ہے اور فتح و نصرت ہے	
عالم		
تو اور آرائشِ جسم کا گل	میں اور اندیشہ ہے دور و دراز	
لافِ تمکین فریبِ سادہ دلی	ہم ہیں اور رازِ ہائے سینہ گداز	
دلہ		
تو اور سوئے غیر نظر ہے تیرے تیز	میں اور دکھ تری مٹھائے دراز کا	
ظفر		
تم ہو اور غیر میں اب وہی گلگشتِ چمن	ہم ہیں اور آبلہ اور خارِ بیا باگی غلش	
سودا		
ہے جو کچھ جس کئے ہے اسکی عطا	آصف الدولہ اور جہان ہو دے	
دیکھ کر خلق جس کو بولے ہے	تو ہو اور عمر جاودان ہو دے	
مومن		
بعد یک چنرے گر خدا چاہے	میں ہوں اور تیرے در کی در بانی	

یا تھوین کے واسطے ہوتا ہو جیسے۔

فشی

اگر جنگ کی دل میں ہو کچھ ہوس تو سر شیر اور تیغ بران ہو پس

اس موقع پر عطف صحر کا فائدہ دیتا ہو یعنی سوا اسکے کچھ نہیں صرف تیغ بران ہو اور تیرا سر ہے اس صحر سے جو عطف سے پیدا ہوا تھوین پیدا ہوتی ہو۔

ولہ

توے شیر نے مجھ سے جا ہی ہزد
نہیں میں ہوں نام زد کردہ ہو مرد
سحر وہ ہو اور میں ہوں اور تیغ تیز
گردن ساتھ اُس کے میں تنہا ستیز

ذوقی شاہ ذوقی

رکھ ہاتھ وہ قبضے پر برہم ہو لگا کھنہ
اب تو ہر ترامر ہو شمشیر ہو اور میں ہوں

یا مسند الیہ کے عطف سے فائدہ تعجب اور اس بعد کا کھنہ ہو جیسے

غالب

میں اور بزم می سے یوں تشنہ کام آؤں
اگر میں نے کی تھی تو بہ ساتی کو کیا ہوا تھا

یعنی بڑے تعجب کی بات ہو کہ میں بزم می سے تشنہ کام آیا۔

مومن

مومن تم اور عشق بتان ای بیروم شد غیر ہو
یہ ذکر اور منہ آجکا صاحب خدا کا نام ہو

یعنی مومن تمھاری ذات سے عشق بتان نہایت بعید ہے اور تمھارے منہ سے یہ ذکر بڑے تعجب کی بات ہو۔

ولہ

در بتانہ و عشق بتان اور آپ ای مومن
یہ حضرت آگنی کبار کیا طبع مقدس ہیں

ضیاء الدین آزاد

دعویٰ آب و تاب اور اُس لٹک ہر سے
منہ کو بھی آئے سے دکھایا نہ جائیگا

	انشا	
کچھ بھی مجھے شعور ہو آرام اور عشق بولا وہ بھر کے آہ کہ اسلام اور عشق		نادان کسان طرب کا سر انجام اور عشق پوچھا کسی نے قیس سے تو ہے محمدی
	حسرت	
مین اور تسبیح استغفر اللہ		زنثار اور بت ہے میرے دلخواہ
	داغ	
مین اور گفتگو ستم بی حساب کی		آم اور آرزو مرے ملنے کی روز مشر
	قاسم علیخان قاسم	
ملگیا ہوں ارے قاسم تیری قسم سے مین		واہ کس ناز سے کہتا ہے وفا اور مشوق
	قائم	
ہے وہ نادان پراتنا تو بد آموز نہیں		قائم اور تجھ سے طلب لبے کی کیونکر کیے
یا مسند الیہ کے عطف سے مساوات و برابری مقصود ہوتی ہے جیسے۔		
	حالی	
سو تکلف اور اسکی سیدھی بات		الاکہ مضمون اور اسکا ایک ٹھٹھول
یعنی لاکھ مضمون اور اسکا ایک ٹھٹھول برابر ہیں الخ۔		
یا مسند الیہ کے عطف سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مخاطب جو حکم میں خطا کرتا ہو اسکو صواب کی طرف پھیرے۔		
	مومن	
مخاطب کو اعتقاد تھا کہ متکلم قابل ترک ہے نہ خوے ستم آرا نہ لائق سہو ہے نہ رنجش بجا یا اسکا یہ اعتقاد تھا کہ دونوں قابل ترک ہیں اور دونوں بھول جانے کے لائق ہیں اس لیے متکلم نے اسے اس اعتقاد کے بدلنے کے لیے سمجھا یا کہ ترک کے قابل خوے ستم آرا ہے نہ مین اور سہو کے قابل رنجش بجا ہو نہ مین۔		

	دلہ	
مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین		لائق جو رجلا ہے وہ نہ مین
یا متکلم کو شک ہو نیکی وہ سے عطف کیا جاتا ہے یا متکلم کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مخاطب شک میں پڑ جائے اگرچہ وہ خود شک میں نہیں ہوتا۔		
	میر حسن	
جوانی کی راتیں مراد دیکھ دین		برس پسند رہ یا کہ سولہ لاکھ
	مومن	
کہ مین شہری ہوں یا بیابانی		انگنتہ سخن سے جی مین ہو پوچھو
	بیابان	
نخل جانان مین ہوں یا جیتے جی جنت مین ہوں		سیش و مشرت مین گذرتی ہو عبادت مین ہوں
	امیر	
وصف اسکا کہ چکے فوارے یا کہنے کو مین		و مبدوم رک جھک کے ہونٹھنے گل پتی زبان
		یا ابہام مطلوب ہوتا ہے جیسے ۔
	انیس	
رخصت گلا گٹنے کی لوان تو بیاں ہے		اصغر ہو یا کہ تم ہو مجھے سب سے بیاں ہے
	حالی	
خواہ بی اے ہوں اسمین یا ام لے		تربیت یافتہ ہین جو یان کے
	دلہ	
خواہ اس مین سفر ہو خواہ مقام		قوم کی خاطر ان کے ہین مسکام
	سجاد	
خواہ خطا اور خواہ ابرو خواہ مرگان خواہ زلف		ایک دل رکھتے ہین جو چاہے سولہ بجائے
	حالی	
داستان ہو ویا کہ نالہ صورت		ہو کسی شے سے انکی گرمی بزم
موم ہو اصل شمع یا کافور		ہے فقط روشنی سے انکو کام

غالب	
جب میکہ چھٹا تو پھر اب کس جگہ کی بند	مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو
یعنی خواہ کوئی مسجد ہو یا مدرسہ ہو یا کوئی خانقاہ ہو ان میں سے اب جس مقام میں تشریف لجائے پی لین۔	
یا تخیر و اباحت مقصود ہوتی ہے تخیر میں مخاطب کو مختار کر دیا جاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں سے جسکو چاہے اختیار کرے اور اباحت میں معطوف علیہ معطوف کا جمع کرنا جائز ہے تخیر میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور یہ دونوں مقام انشا میں ہوتے ہیں نہ خبر میں اسلئے کہ انشا میں ابتداء کلام ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے پس اُس میں شک کا احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ شک کا اصل خبر ہے نہ انشا لیکن تخیر یا اباحت کی آمین مدلول لفظ سے نہیں ہوتی بلکہ قرینہ خارجہ ہوتی ہے۔	

مثال اول

امیر	
زادہ اسبج میں زنا کا ڈورا نڈال	یا برہمن کی طرف ہوا مسلمان کی طرف
سودا	
کتنے سخن واقعی میں عرض کیے ہیں	خواہ انکو گھر سمجھے تو اب خواہ مخدین سنگ
کپتان الگزینڈر لی آزاد شاگرد عارف	
جان تم اپنی بچاؤ گے کمانک آزاد	یا مرو عشق میں یا عشق کا دعوے چھوڑو

مثال دوم

عباس علیخان بقیاب	
یا بندہ صموئیل زبان کرفے ایخدا	یا مجکو دے یہ صبر کر بیٹھا سنا کردن
یا تلف سے یہ عرض ہوتی ہے کہ ایک محکوم علیہ سے حکم کو پھر کر دوسرے کے واسطے ثابت کیا جائے	

جیسے زید آیا بلکہ عمرو یا زید نہ آیا بلکہ عمرو کیونکہ بلکہ اضراب کا فائدہ دیتا ہو یعنی معطوف علیہ سے اعراض کر کے حکم تابع یعنی معطوف کے لیے ثابت کیا جاتا ہو اور معطوف علیہ سے اعراض کر نیکی یہ معنی ہیں کہ معطوف علیہ کو سکوت عنہ کے حکم میں قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ قطعی طور پر اس سے حکم کی نفی کی جاتی ہے جسکا مفاد یہ ہے کہ آنے کا حکم زید سے متعلق نہیں اور منکلم کو اس کے آنے اور نہ آنے کے حال سے کوئی خبر نہیں اور زید کا لفظ منکلم کی زبان سے سبقت لسانی کی وجہ سے نکل گیا ہو اسی وجہ سے اس سے کلمہ بلکہ کے ساتھ پھر گیا اور آنے کا حکم عمرو سے متعلق ہے جمہور کا مذہب یہی ہے مگر ابن حجب کا مذہب یہ ہے کہ اس سے حکم کی قطعاً نفی کی جاتی ہے پس مثبت ہونے کی صورت میں تو حکم کے پھیرنے کے معنی دونوں کے نزدیک ظاہر ہیں اس لیے کہ معطوف علیہ جمہور کے نزدیک تو مسکوت عنہ کے حکم میں ہو گا اور ابن حجب کے نزدیک اس سے حکم کی قطعی طور پر نفی ہوگی لیکن منفی ہونے کی حالت میں حکم کے پھیرنے کے یہ معنی مبرور اور ابن حجب کے نزدیک تو بن سکتے ہیں اور جمہور کے نزدیک اشکال سے خالی نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ مبرور نے کہا ہے کہ منفی ہونے کی حالت میں حکم کی نفی معطوف سے کر کے معطوف علیہ مسکوت عنہ سمجھا جاتا ہے اور ابن حجب کہتا ہے کہ معطوف سے حکم کی نفی کر کے معطوف علیہ کے لیے حکم کا ثبوت قطعاً ہوتا ہے پس زید نہیں آیا بلکہ عمرو اس کے معنی مبرور کے نزدیک تو یہ ہونگے کہ تحقیق عمرو نہیں اور زید کا آنا اور نہ آنا احتمال میں ہے اور ابن حجب کے نزدیک زید کا آنا قطعاً ثابت ہے اور جمہور کے نزدیک منفی ہونے کی حالت میں حکم کے پھیرنے کے معنی یہ ہیں کہ معطوف علیہ سے حکم کی نفی ہو کر معطوف کے لیے حکم کا ثبوت ہوتا ہے پس اس کے نزدیک اس قول کے کہ زید نہیں آیا بلکہ عمرو یہ معنی ہوتے ہیں کہ تحقیق عمرو آیا ہو اور اس تقدیر پر نہ آنے کا حکم زید سے عمرو کی طرف نہیں پھرتا ہے اس لیے کہ عمرو سے نہ آنا یا یا نہیں گیا اس اشکال کا جواب یوں ممکن ہے کہ یہاں حکم کے پھرنے سے مراد حکم کا متغیر کرنا ہے اور وہ یہاں موجود ہے اس لیے کہ اس قول میں کہ زید نہیں آیا بلکہ عمرو معطوف علیہ کے حکم منفی کو حکم مثبت کی طرف پھیرا جاتا ہے اور اس قدر کافی ہو۔ کتب فارسیہ میں لکھا ہے کہ کبھی اضراب میں حکم معطوف علیہ اور معطوف دونوں سے متعلق ہوتا ہو اور معطوف میں ترقی کا فائدہ دیتا ہے جسے۔

میر

بلکہ اے جان اور آہ نہ کی

بات خشکوں کی پہننے گاہ نہ کی

حکم کر نیک خشکوں کی بات اور آہ دونوں سے متعلق ہے لیکن آہ نکلنے میں ترقی ہو۔

مولوی محمد اسماعیل

ریل ہون برق ہون چھلاوا ہون	بلکہ میں ریل کا بھی ! واہون
	ظفر
کیا گریبان ہو بنا اس ماہ کا شکل ملال	بلکہ تگمہ بھی گریبان کا ہوا تر سانا
	ذوق
فیض تعلیم سے جو تیرے ہو منکر انسان	احق الناس لے مانیے بلکہ انسان
بعض کے نزدیک ایسا بلکہ اسکے بعد مفرد ہو حروف عاطفہ میں سے نہیں ہے بلکہ جو کچھ اُس کے مابعد ہو جمل غلط ہے اقبل سے اور جمل غلط بغیر اسکے نصیج نہیں اسلئے کہ بلکہ اس غلط کے تدارک کیلئے موضوع ہے جیسے۔	
	شوکت
صد اکوس کی تابہ چرخ اثر	غلط بلکہ تاگوش کیوان و تیر
اور جسکے مابعد جملہ ہو وہ حروف عاطفہ میں سے ہر اسی قبیل سے ہے یہ بھی۔	
	ظفر
پھیر نیکے منہ نہیں ہیں شعلہ خوہم سخت جان	بلکہ تیری تیغ آتش دم کا منہ پھر جائیگا
	ولہ
چشمہ حیوان فحل ہو لب سے اُسکے کیا ظفر	بلکہ دیکھا تو لب کو ٹر پے پانی پھر گیا
مسند الیہ کی ضمیر مفصل سے تاخیر	
کبھی مسند الیہ کو ضمیر مفصل سے مؤخر کر دیتے ہیں اور غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ مسند کی تخصیص مسند الیہ کے ساتھ ہو جائے یعنی جس مسند کی اسناد عقلاً افراد متعدد وہ کی طرف صحیح ہوتی ہے اگر اُسکی اسناد ایک کی طرف کر کے ضمیر مفصل لائی جائے گی تو یہ مسند خاص اُس ایک پر مقصور ہو جائیگا جیسے۔	
	میرن
رہ مسد میں تیری عز و جل	تجھے سجدہ کرتا جوں سر کے بل
یعنی میں سجدے کے لیے جھکو مخصوص کر لون سوا تیرے کسی کو سجدہ نہ کروں اور یہ مراد نہیں	

کہ تو سب سے کے ساتھ مختص ہے اور اسی ایک چیز پر تو مقصور ہے اسے سو کوئی اور تیرا وصف اور حال نہیں۔

تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر	لمو لطف	تجھی سے کہ عرض باقی الضمیر
تجھے سمجھے و نرات حاجت و		تجھی سے کہے جو کہے مدعا

مسند الیہ کی تقدیم

مسند الیہ مقدم ہوا کرتا ہے کیونکہ اسکا ذکر ضرور ہی ہوتا ہو اور اسکی کئی وجہیں ہیں۔
یا تو ایسے کہ اسکا پہلے لانا اصل ہو کیونکہ عالم اسی پر کیا جاتا ہو پس ذہن میں اس کا حکم سے
پہلے متحقق ہونا ضرور ہو ایسے اسکو محکوم بہ سے پہلے لاتے ہیں اور اس سے عدول کر نیکی کوئی چیز
مقتضی بھی نہیں ہوتی ان اگر ایسا ہو تو اسکو مؤخر کر دیتے ہیں جیسے زید آیا۔

وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ	میر حسن	جیسا سے کیے اپنی بچی نگاہ
نجم النسا اور فیروز شاہ مسند الیہ ہیں اور کیے مسند۔		

مین اگر غم کون جدائی کا	اصف	نور محشر میں ہو دہائی کا
نالہ کیا لب تک آ کے رہا آ		باس ہے عرش کبرائی کا

پہلے شعر کے مصرع اول میں ضمیر متکلم مسند الیہ ہو اور غم جدائی مفعول بہ اور کون مسند اور دوسرے
مصرع میں دہائی کا نور مسند الیہ ہو اور محج جائے مسند مفعول بہ اور محشر میں مفعول فیہ ہو جو محج جائے
متعلق ہو اور دوسرے شعر کے مصرع اول میں نالہ مسند الیہ ہو اور آ کے رہا آ مسند ہو اور دوسرے مصرع میں
مسند الیہ مقدم ہو اور عرش کبرائی کا پاس مسند ہے۔

بہر ہر لہجہ ہر کشتن سنگھ بیدار

آب بیدار کو کہیں کچھ بھی	ہم اسے پار سانہیں کہتے
یا ایسے کہ سامع کے دل میں محکوم بہ خوب جم جائے کیونکہ جب مسند الیہ کو پہلے لائیے تو اس کے دل میں	خبر کا شوق پیدا ہو جائیگا جیسے۔

	سودا	
اور میرا سخن آفاق میں تا یوم قیام		رہے گا سبز بہر جمع دہریک دہگل
میرا سخن مسند الیہ ہو اور سبز بہر جمع مسند ہے۔		
	عاسق	
زے فیرنے دشت میں کی مذمت مال		اڑائیں دامن دولت کی دھجیان کیا کیا
یا ذکر اسکا اہم ہوتا ہو کیونکہ وہ مطلوب ہوتا ہو اسوجہ سے اسکو اول لاتے ہیں جیسے۔		
	سودا	
دماغ آشفہ یان ہوتا ہو غنچے کے چکنے سے		چمن میں جسے ای بیل پئے ملک جلے چہ چہ کر
	ولہ	
علیٰ خلیفہ تھا عثمان بعد یا کوئی اور		جو کوئی اور تھا تو لاکتب سے تو اسناد
علیٰ خلیفہ چارم درست ہے کہ نہیں		تعمد اور وہ آپس میں تھے برادر زاد
	ولہ	
محبوبے چلے ہے مست رگڑ کر کندھا		مغیبہ آیا جلا قاضی کے آگے نہ حرکت
مغیبہ کو اسلئے اول لائے ہیں کہ اسکا ذکر اہم تھا۔		
	ولہ	
		دل یار کی ہرگز نہ سر زلف سے چھوٹا
	رند	
		یا رند حیرتیں گل آہو چھپکیر میرے پاس
	انیس	
قاسم نے ڈانڈ ڈانڈ پہ مارا بچا کے سر		دو واڑ دے گئے تھے نکلے ہوے پیر
یا اے ذکر سے لذت حاصل ہوتی ہو اسلئے اول لاتے ہیں۔		
	میرسن	
		کہا سب نے صاحب چلو تو سی
		یہ بیٹا تھا راوی ہے وہی
مقصود بالتشیل مصرع دوم ہو۔		

تیش	
کہ فرزند میرا ہبا ندر شاہ	جوسے وارث تخت و تاج و کلاہ
یا انہما رطیم کے لیے جیسے -	
انیس	
عباس نامدار نے پہلو سے دی صدا	ہاں اب نہ بلنے و بھجوا حسنت مر سبا
سودا	
اگر سی اُس گھر کی جو کچھ کھلے ہر قد و منزلت	دیر ہر تحقیق میں یہ عرش کا پایہ کمان
گلزارِ نسیم	
شہزادے نے کر کے پاس اُن کا	خلعت سادیا لباس اُن کا
دل	
نقطے ہوں سپید خوش بیانی	جدول ہوں حصارِ سحر خوانی
میرسن	
وہ ناخن جو تھکے اسکے مثل ہاں	سودہ ہو گئے بڑھ کے ہر کمال
فگار	
محمد حب ہوا پیدا ہبان میں	سرایت عشق نے کی اُسکی جان میں
سودا	
علیؑ ہے دین کے ارکان کی قوت	علیؑ ہے زور بازو سے قوت
علیؑ برحق نمونہ بے نمون ہے	علیؑ کے آگے دو جاگ سرنگون ہے
علیؑ ہے مظہر فیض قوت	علیؑ کان سما بحرِ مردت
داغ	
مولانے اپنے فضل و کرم سے چالیا	رہتا دگر نہ ایک نہ مانہ کو داغ داغ
یا انہما رتیر کے لیے جیسے -	
ذوق	
مفسد و حامد و نماز و عرس کیش	زیرِ شمشیر غصبتیر ہوں چو نہک

امانت	
غیر نے جب سے ہوس گل کو نچھائی پوشاک	دل ہو جائے سے وہ باہر کہ جسے کہتے ہیں
شاہ مبارک آبرو	
لکھن میاں خفاہین تھرنے کا حق	آتا ہے انکو جوش جمالی کمال پر
سودا	
اور دس کس طرح ہلاتے ہیں	کر کے آواز منحنی و حسنین
ولہ	
خط نے ترے حسن سب گنوا یا	یہ سب زدم کما نئے آیا
ترباب	
تو ارباب ملامت کی صلاحیت سے کیا وقف	بغل میں جتنے شیشے اور ہاتھوں میں پیالے ہیں
تو کیا جانے کسے مجازوب کہتے ہیں کسے مجنون	کہاں اندھے کو مونتھے ہو یہ گورے ہیں کنگالے ہیں
یا مسرت میں مجھیں مقصود ہوتی ہو بطور نیک فالی کے جیسے۔	
میر حسن	
آہا رام جی کی ہے تھخیر دیا	چندرمان سا با لکنتے ہو میگا
چندرمان سا با لک مسند الیہ ہر اسکی آقدم تغاؤل کے لیے ہے۔	
سودا	
نویزیر فلک میں ہوئی ہر شہر عام	ہلال عید ہوا اور گیا یہ ماہ صیام
انشا و جشن و طرب و خوشی میں ان	خوشی و خوشدلی و عیش و عشرت نام
صبح عید یہ حاضر ہیں تہنیت کیلئے	اُس آستانہ کہ ہر گاہ وہ سجدہ گاہ زام
ولہ	
محبوب و رست و طافت تھے مکتوف	یک سو تھا میر سید علی مستدر کا۔
پہلے سر میں مینون مسند الیہ ایسے نام ہیں جتنے معانی میں مسرت پیدا کرنیکی کیفیت ہو۔	
انشا	
جشن و نشاط و خوش دلی و عشرت نعم	عیش و خوشی میں چین سے خوش وقت ہو بہم
فرخندگی بخت پہ نازان تھے اپنے سب	ہر ایک نغمہ تیج تھا با طوطی ارم

فروبی و خسرمی و راحت و آرام و سرو	ولہ	تیرے دروازے کی تاشتر پتھوین چمکھٹ
فتح و فیروزی و شادی ہن سب اسکے نصیب	ولہ	طبع اقدس کے ملائت نہ پھرے پران
ظفر و فتح مبارک ہو تجھے امیر تاسخ	ناسخ	کر گیا معرکے سے دشمن غذا گر ریز
فصل گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان	امیر مینائی	برہ کے رضوان سے جوان و زون باغ آسمان
فیض شبنم نے دیے اشجار کو آبی لباس	داغ	برمین ہے مردم گیا کے جامہ آب روان
جشن نور و در ہے در بار شہ والا ہو	لندہ	اہل در بار ہزار و ن ہن یہاں کم سے کم
سفر سے ہاتف نے فوراً صد دی		خوش اقبال و مسعود پیدا ہوا آج
یہ شادی یہ شادی کا سامان مبارک	نظام را میوری	تجھے ذوالفقار علی خان مبارک
یا برائی میں تعجیل مقصود ہوتی ہو پس بطور بہ فالی کے مسند الیہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں مثال	سودا	مرگ و قضا مین بدنام ہے
اکشن خلق اس کا سدا کام ہے		مرگ و قضا کو کہ مسند الیہ مین اسلے پہلے بیان کیا کہ برائی میں تعجیل مقصود تھی۔
مردہ سٹو مولود یو تا بوت گر	ولہ	گھیرتے ہن آن کے روز اس کا در
یا مسکی تقدیم تخصیص کا فائدہ بخششی ہو جیسے۔	امیس	مین ہون سردار شباب چمن خلد برین
		مین ہون ہکشتہ بیغیر خاتم کا تکلیف

	داغ	
اے داغ گذر گئی جوانی میری مر مر کے کٹے کی زندگانی میری		نواب نے کی جو قدر دانی میری لیکن یہ خبر نہ تھی کہ وقت پیری
مقصود بالتشبیہ لفظ نواب ہے۔		
	حذف مسند الیہ	
<p>مسند الیہ کو حذف بھی کر دیتے ہیں اور اُسکے حذف کرنے میں یا تو یہ فائدہ ہوتا ہو کہ عبث بخیر کے ذکر سے بچیں مثلاً تو بہ النصوح میں لکھا اُچھ ضرورت کی کل چیزیں تو کہاں سے ہم پہونچانا تھا ہمارے توشہ خانہ عام سے گرا سپر تیری ہی کیڑی تھی کہ گویا ہم تیرے قرضدار ہیں اس عبارت کے اس جملے میں ہمارے توشہ خانہ عام سے لفظ تو مسند الیہ محذوف ہوا اور ساتھ ہی مسند بھی محذوف ہو یعنی ہمارے توشہ خانہ عام سے ضروریات کی کل چیزیں ہم پہونچانا تھا چونکہ ضمیر مخاطب پہلے جملہ سوال میں آچکی تھی اسلئے اب اسکا ذکر عبث و بے فائدہ سمجھا۔</p>		
	ظفر	جو ہتھکسے ہوئے تو خانہ عقبے کو دے تزمین
تکرار اس دنیا کہ یہ گھر کیا ہو یون ہی ہو		
یعنی یہ گھر یون ہی ہو۔		
	حسین	سودہ کو نسی راہ شرع بنی
کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی		
یعنی وہ راہ شرع بنی ہو۔		
	غالب	کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش کچھ نہ رہا نہیں ہوا کبھی سال
جسم رکھتا ہوں ہے اگر چہ نزار کچھ بنا یا نہیں ہے ابلی بار		چونکہ متکلم نے پہلے شعر میں اپنی ذات کو کھول دیا ہوا اسلئے خرم اور بنایا کے مسند الیہوں کو ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ بارہ ذکر کرنا عبث تھا۔
<p>یا متکلم اس حذف سے سامع کے فہم و خیال میں ڈالنا چاہتا ہو کہ اُس نے دلیل قوی کی طرف عدول کیا ہو جو عقلی ہے کیونکہ طالب کے سمجھنے اور سمجھانے کے لیے دہی دلیلین ہیں ایک عقلی</p>		

دوسری لفظی انہیں سے دلیل عقلی قوی ہے کیونکہ لفظ اُس کی طرف محتاج ہوتا ہے اور سامع فہم و خیال میں ایسا دالنا اُس کے لیے نشاط کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جب سامع مسند الیہ معلوم کرنے کے لیے عقل کو کام میں لاتا ہے تو اس فکر و غور کے بعد مسند الیہ معلوم ہو جانے سے اس کو ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے اور اُس کو مسند الیہ کی طرف زیادہ توجہ کرنا پڑتی ہے۔

عالم	
موسے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیہ	سودا انہیں جنون نہیں وحشت نہیں بخم

یعنی میں روسیہ ہوؤں۔

نسیم	
پیشاک جو لینی ہو تو پہونچاؤ	بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ

کہا کا مسند الیہ کہ تاج الملوک ہو مخدوف ہو

ولہ	
لیا کہتی وہ دیونی کسا جاؤ	دیوون سے کہا کہ تخت کو لاؤ

ولہ

ولہ	
وہ چونک کے بول اٹھا کہ واسد	بتلاؤ کہاں ہے وہ کہا آہ

ولہ

انشا	
پوچھا کہ کدھر کہا بہت دور	بولا وہ کہ پھر کہا کہ مجبور

انشا

انشا	
کیا ہاتھ ہلا کے پوچھتے ہو ہر خوش	ہم جیسے ہیں خوش کبھی نہوگا کے خوش

پہلے مصرع میں لفظ خوش کا مسند الیہ مخدوف ہو۔

مہر	
قاصدا جھوٹ کہا گھر میں وہ مغرور نہیں	کس طرح گلشنِ جنت میں بھلا حور نہیں

کہا کا مسند الیہ مخدوف ہو۔

مہر	
شبہ زلف پریشان جو ہم بنانے لگے	جو کہ ہیں اٹھے ہیں اُڑے ہیں مارنے ٹھے ہیں

فائدہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے جو مسند الیہ کے حذف کرنے کے یہ دو سبب مرقع بیان کیے ہیں ایک یہ کہ عبت سے بچنا منظور ہوتا ہے دوسرے متکلم سامع کے وہم و خیال میں یہ واقعہ کرنا چاہتا ہے کہ میں نے زیادہ قوی دلیل کی طرف عدول کیا ہے سو یہ دو وزن سبب ایک مقام پر جمع بھی ہو سکتے ہیں البتہ خالی ان سے نہیں ہو سکتا مثلاً فتویٰ تراشہ شوق کے ان شعرو میں سے

آندھی کو دوان کیا دوان ہے	پانی کو روان کیا روان ہے
پھول اُسے کھلنے کھلتے ہیں روز	دو وقت ملائے ملتے ہیں روز

حذف ان دو وزن سببوں سے مانا جا سکتا ہے یعنی یہ جو نہیں کہا کہ آندھی دوان ہے اور پانی روان ہے اور پھول روز کھلتے ہیں اور دو وقت روز ملتے ہیں اس کا سبب عبت سے بچنا بھی ہو سکتا ہے اور سامع کے وہم و خیال میں یہ ڈرنا بھی کہ اقویٰ الدلیلین کی طرف رجوع کیا ہے۔

یا متکلم کو مقصود ہوتا ہے کہ سامع کا امتحان کرے کہ آیا وہ باوجود قرینہ موجود ہو نیکی مسند الیہ سے متغیبہ ہوتا ہے یا نہیں کیونکہ متکلم کو یہ گمان پہلے سے ہوتا ہے کہ سامع قرینے کی وجہ سے مسند الیہ کو جانتا ہے اسلئے اس کا امتحان کر کے اس بات کا یقین حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ مسند الیہ کے حال سے واقف ہو گیا ہے جیسے۔

شمس العلماء آزاد

لکھنا ہوں سبب پڑھا جاتا کچھ نہیں
ایسا سیاہ ہے کہ نظر آتا کچھ نہیں
چونکہ رات کی تاریکی کا بیان ہوا اسلئے سیاہ کا مسند الیہ محذوف ہے۔

داغ	جنگ ہے ایک نئے شام میں
نچ رہی تھی کس کی جھوٹی جام میں	
ولہ	
آکھوں ہوں لاکھ مستانہ ادا میں کیے نالے میں	گدے میکہ ہوں ہر طرح کی ہر پیلے میں

مولوی نذیر احمد

بہی جب آن کے جانو نہ اور ہے عجز
تو ایسی طبع سلام اور سلام اور سلام

چونکہ مرض کی وجہ سے جانو نہ پر مصیبت کے آئینہ کا بیان ہوا اسلئے عاجز رہے کا مسند الیہ محذوف ہے۔
یا مسند الیہ کے حذف کرنے سے سامع کی مقدار ذکاوت کا امتحان مقصود ہوتا ہے اسلئے کہ وہ حذف کرے دیکھنا چاہتا ہے کہ قرآن نضیہ پر متغیبہ ہو سکتا ہے یا نہیں چنانچہ نذر کے پاس دو شخص


حاضر ہوں جن میں سے ایک نسبت دوسرے کے زیادہ ہم صحبت اور خدمت گزار ہو اس وقت زیر یہ کہے خدا کی قسم سلوک کرنے کے لیے زیادہ استحقاق رکھتا ہوگا اور مراد اس قول سے یہ کہ وہ شخص ہو جو زیادہ ہم صحبت اور خدمت گزار ہے اور اس طرح کا کلام کرنے سے زیر کی یہ غرض ہو کہ مخاطب کی طبیعت کی ذکاوت معلوم ہو جائے کہ آیا وہ اس مخدوف کو سمجھ سکتا ہو یا نہیں اور قرینہ یہاں ہو مگر خفی ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ سلوک اُسکے ساتھ کرنا لائق ہو جو قدیم الخدمت اور قدیم العصمت ہے۔

(دوسری مثال) ایک امیر آدمی اپنے ایک مصاحب کے ساتھ ایک حوض کے کنارے بیٹھا ہوا تھا اُس امیر نے مصاحب سے دریافت کیا کہ تلو کو کتنا کھانا زیادہ پسند ہے مصاحب نے جواب دیا کہ بڑا نی دوسرے سال پھر اُس حوض کے کنارے پر دو فون جمع ہوئے اور امیر نے مصاحب کے کہہ کر کچھ چنے کے ساتھ پسند ہے عرض کیا کہ بورانی کے ساتھ امیر ذکاوت اور تیز فہمی سے بہت متعجب ہوا۔

یا اُس غرض سے اُسکا ذکر چھوڑا جاتا ہو کہ اگر موقع آجائے تو منکر اپنی جان بچانیکے لیے کہہ دے کہ میری لدا اس سے یہ شخص تھا جیسے کوئی زیر کی نسبت کہے کہ فاسق و فاجر ہو بشرطیکہ قرینہ اس بات پر قائم ہو کہ مراد اس سے زیر ہو یا اسوجہ سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑتے ہیں کہ وہ متعین ہوتا ہے اور جو حکم کیا جاتا ہے اُس سے وہی مراد ہوتا ہے دوسرے کی طرف ذہن نہیں جاتا جیسے معبود ہے خلاق ہے یہاں اللہ کا نام مخدوف کر دیا اسلئے کہ وہ متعین ہے ذہن اس کے سوا دوسری چیز کی طرف نہیں جاسکتا کیونکہ نہ کوئی اُسکے سوا عبادت کے قابل ہو نہ کوئی سوا اُسکے پیدا کر سکتا ہو۔

مہاجارت مولفہ شایان

نگارندہ نقش لوح و قلم	خداوند ملک عدوت و قدم
علیم و خیر و سمیع و بصیر	کریم و رحیم و غفور و قدیر
یا منکر کو اُسکے متعین ہونیکا دعویٰ ہو جسے کوئی شخص سلطان کو کہے لکھ بخش ہو منکر نے یہاں مسند الیہ کو چھوڑ دیا کیونکہ اُنکی درنت میں وہ متعین ہوا اسلئے کہ وہی اتنی دولت بخشا ہو۔	
اوہ شاہ کہ شاہو فے لیا باج بنی	اور عرش پہ تھا شریک معراج بنی
فرماتے ہیں مین تن ہوں علی سرسرا	اب کہیے کہ نہ بیلہ کسے تلج بنی
یعنی بنی فرماتے ہیں۔	

	<p>حالی</p>	
<p>کہانت کی بنیاد دھانینے والے خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے نقطہ ایک اللہ سے ڈرنے والے</p>		<p>جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے سرا حکام دین پر جھکا دینے والے ہر آفت میں مینہ پیکرنے والے</p>
<p>یہاں مسند الیہ کو چھوڑ دیا ہو کیونکہ متکبر کی دہشت میں وہ متعین ہو اور وہ اصحاب رسول ہیں کیونکہ یہ وصاف ہی کہتے تھے یہ خیال ہوتا ہے کہ اغیار اس کے حال سے واقف نہ ہو جائیں مثلاً کہیں رات آیا تھا اور بوجہ قرینے کے مراد یہ ہو کہ یا ر آیا تھا۔</p>		
<p>یا فرصت کے فوت ہو جانے کے خوف سے مسند الیہ کا ذکر چھوڑ دیا جاتاہے جیسے کوئی آدمی شکار سے لے کر ہرن ہو یعنی یہ ہرن ہو پس تم شکار کر دو جلدی کی وجہ سے مسند الیہ کو حذف کر دیا۔</p>		
<p>ناسخ</p>		
<p>رات کو چوری چھپے پہونچا جوین</p>		<p>خل چایا اسنے دوڑو چور ہے</p>
<p>یا گھبراہٹ کی وجہ سے مسند الیہ حذف ہو جاتا ہے جیسے۔</p>		
<p>مہاجرات</p>		
<p>اہلبان سے لینے ہوا تر زبان</p>		<p>کہان ہو کہان ہو کہان ہو کہان</p>
<p>میدان جنگ میں گھبراہٹ کی وجہ سے ارجن کی زبان سے جرجر دھن کا نام فوت ہو گیا۔ یا بیخ و مال کی وجہ سے طول کلامی کو دل نہیں چاہتا جیسے کوئی پیار سے پوچھے تمہارا کیا حال ہو وہ جواب دے کہ علیس ہون اسنے یہ نہیں کہا کہ میں علیس ہوں کیونکہ مرض کی وجہ سے جوجل اور تنگدلی حاصل ہو اسنے مسند الیہ کا ذکر چھوڑا دیا۔</p>		
<p>انیس</p>		
<p>پڑسا تمھیں شہید کا دینے کو لے ہیں</p>		<p>کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں</p>
<p>یہ وہ موقع ہو کہ حضرت علی اکبر شہید ہو چکے ہیں اور حضرت امام حسین ذلت میں تشریف لے گئے ہیں اور حضرت زینب سے علی اکبر کی شہادت کا واقعہ بیان فرماتے ہیں اس موقع پر بسبب بیخ و غم کے مسند الیہ کے ذکر کو چھوڑ دیا ہو اور وہ ضمیر جمع متکلم ہے۔</p>		
<p>رخصت طلب ہے شاہ سے اکبر لالہ فام</p>	<p>ولہ</p>	
<p>شہزادہ مرنے جانے سلامت ہے غلام</p>		

یہی غلام۔
یا وزن شعر اور رعایت قافیہ کی وجہ سے نظم میں یا رعایت سجع کی وجہ سے نثر میں مسند الیہ حذف کر دیا جاتا ہو جیسے۔

انیس	
بکیس ہون تشنہ لب ہون فلک کی ستالی ہون	کچھ اپنا حال تجھ سے میں کہنے کو آئی ہون
پہلے مصرع میں وزن شعر کی وجہ سے میں بکیس ہون میں تشنہ لب ہون میں فلک کی ستالی ہون نہ کہہ سکے۔	

غالب	
اہم موجود ہیں ہمارا کیش ہے ترک لزوم	ملتین جب مٹ گئیں اجڑائے ایمان ہو گئیں
بسیب رعایت وزن کے یہ نہ کہہ سکے ملتین اجڑے ایمان ہو گئیں۔	

میر تقی	
ہے قواعد کا مجسم نور	جانے ہیں جنکو کچھ ہے عقل و شعور
یعنی وہ جانے ہیں۔	

یا مسند الیہ فاعل ہو اس کو حذف کر کے فعل مسند کو مہول کر دیتے ہیں اور مفعول پر اقتصار کرتے ہیں جیسے۔

باتاب طول کبھی راہ گذر بند ہوے	کھڑکیاں چھائی گئیں دروزن در بند ہوے
ہیماں صرف اس امر کا بیان مقصود تھا کہ کھڑکیاں اور دروزن در بند ہو گئے اب ملاقات غیر ممکن ہے اس سے عرض نہیں کہ کسے در بند کیے اور کسے کھڑکیاں چھاپیں اسلئے مسند الیہ فاعل کو ذکر کیا۔	

انیس	
قاصد جو میرے نام کا خط لیکے آتے ہیں	سر کاٹ کر درختوں میں لٹکائے جاتے ہیں
فائدہ اس میں یہ ہے کہ سامع کو فقط قاصد کا حال دریافت کرنا منظور تھا اور اس سے عرض نہ تھی کہ کون انکو مار کر درختوں میں لٹکاتا ہے اسلئے فعل کو مہول بنایا گیا۔	

ول	
مارا گیا سفر میں غلام شہ ام	فریاد ہے کہ راند ہوئی میں اسیر غم
یا مسند الیہ فاعل کو اسلئے حذف کرتے ہیں کہ فاعل عالی شان ہوتا ہے اور مفعول کم قدر ایسے موقع پر	

اسکا ذکر مناسب نہیں معلوم ہوتا جیسے۔

محسن

عامہ ملا ہے نارون کو

خرقہ ہے نصیب یاسمن کو

نارون پھول ہو گلہائے چمن سے بہ در شکل عامہ اسکو عامہ ملنا بسبب مشابہت کے کہا گیا ہے یعنی بارگاہ
باری تعالیٰ سے اس پھول کو عامہ ملا ہے پھول اک ادنیٰ چیز ہے بمقابلہ اُس فاعل حقیقی کے اسلیے
کچھ ذکر فاعل کا ضروری نہ سمجھا گیا۔

غالب

چشم ز گس کو دی ہے بینائی

سبز ہوا گل کے دیکھنے کے لیے

نثرین اسکی مثال یہ ہو کہ فلان مجرم بری کیا گیا اور فلان چوکیدار کو انعام ملا یعنی حاکم وقت نے
مجرم کا قصور معاف کیا اور چوکیدار کو انعام مرحمت فرمایا۔

یا فاعل مسند الیہ کم مرتبہ ہوا اور مفعول عالی مقدار تو مسند الیہ کو حذف کرتے ہیں اور بحیال
عظمت شان مفعول کے فاعل کو ذکر نہیں کرتے جیسے کہین لارڈ میو صاحب بہادر جزیرہ اندمان میں
مارے گئے ظاہر ہو کہ اُن کو ایک ادنیٰ قیدی نے مجروح کیا جس سے انھوں نے وفات پائی پس یہاں پر
ذکر کرنا ادنیٰ رتبے کے فاعل کا بمقابلہ مفعول صاحب عظمت کے نامناسب سمجھا گیا۔

رند

بیمروت خود غرض نا آشنا

نام کیا کیا آپ نے رکھو لے ہین

اور مقام تحذیر میں یعنی ڈرانے کے موقع پر بھی اکثر مسند الیہ محذوف ہوتا ہے اور محذوف منہ کے
ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے جیسے کہین سانپ سانپ یا چور چور یعنی تم بچو سانپ سے یا تم چور کو بکڑو
یہاں پر فعل مسند اور مخاطب مسند الیہ کو ذکر نہ کیا۔

اشنا

چونک چونک اٹھتی ہوں بل تو کو لکڑا سانپ

لہرین جوئی کے تیرے ڈر کے مارے کانپ کانپ

بہتج قرینے کا ہونا حذف مسند الیہ میں ضرور ہے

تاخیر مسند الیہ

کبھی مسند الیہ کو مسند سے مؤخر کرتے ہیں اور جو نکات تقدیم مسند اور تاخیر مسند الیہ کے ہیں انکو ہم

مسند کے بیان میں تبائیگی کیونکہ یہ امر اسی کے مقتضائے حال سے ہے۔

چمن دوم مقتضائے ظاہر حال کے خلاف میں

یہ جو کچھ بیان ہوا مقتضائے ظاہر حال کے مطابق تھا کبھی کلام مقتضائے ظاہر حال کے خلاف چلایا جاتا ہو کیونکہ باطن حال اسکا مقتضی ہوتا ہو جسکی تفصیل اسطرح ہے۔

(۱) مضمر کے مقام پر مظهر کو لانا

جہاں ضمیر لائیکی ضرورت ہے وہاں اسم ظاہر لایا جائے تو اسے وضع مظهر منوضع مضمر کہتے ہیں اس صورت میں کبھی ایسا ہوتا ہو کہ جو اسم ظاہر پہلے آتا ہو اسکا اعادہ کیا جاتا ہو اسے وضع مظهر منوضع مضمر لفظ کہتے ہیں اور کبھی غیر لفظ لاتے ہیں جو پہلے لفظ کا ہم معنی ہوتا ہو اسکو وضع مظهر منوضع مضمر من غیر لفظہ کہتے ہیں اور کبھی مظهر ثانی سے وہ مراد نہیں لیتے جو پہلے مظهر سے لیتے ہیں بر صورت مضمر کی جگہ مظهر کئی فائدوں کے واسطے مستعمل ہوتا ہو (۱) سامع کو ثابت اور متحقق کرنے کے لیے تاکہ کسی طرح کا ابہام باقی نہ رہے کیونکہ مضمر کی دلالت ابہام سے خالی نہیں ہوتی بخلاف مظهر کے خصوصاً اس حالت میں کہ مظهر ایسا لفظ ہو جو مشترک کو بالکل دور کر دیتا ہو جسے علم پس جبکہ ایسا لفظ سامع کے سامنے بیان کیا جائیگا جس میں ابہام نہ ہو تو اس کے ذہن میں مسند البیہ اجمعی طرح جم جائیگا مثال۔

نامتخ

پیراہن پیچیدہ ہو گیا مکتوب

مکتوب جو آیا تو ہوا میں بیتاب

انیس

پھر گھر میں جو ڈھونڈو لگی تو اکبر ٹٹے گا

تم جس کی ہوشیدا وہ برادر نہ ملیگا

حسرت

عزیزو کیا کمون قاصد تو میرا کام کر آیا

رقیبوں کے حوالے کر کے خط کو نامہ بر آیا

ضمیمہ

یہ تو کہیے کہ غلام آپ کے کچھ خوب لڑے

جا کے میں ان میں کس طرح یہ محبوب لڑے

سودا

جو کوئی اور تھا تو لکھتے تو اسناد

علی خلیفہ تھا عثمان بعدیا کوئی اور

علی خلیفہ چارم درست ہے کہ نہیں	محمدؐ اور وہ آپس میں تھے برادر زاد
کیا اچھا جنون نے دار پر منصور کو کھینچا	کہ خود منصور کو جینا تھا مشکل راز دان ہو کر
مصرع اول میں منصور مفعول ہے۔	
(۲) سامع کے دلمین ہیبت اور رعب ڈالنا منظور ہوتا ہے جیسے۔	
وہ کہنے لگا سن کے یہ داستان	کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
وہ بولا کہ زہنا رستم نہیں	میں اُس کا ہوں اک چاکر کمترین
تیسرے مصرع میں لفظ رستم وضع منظر موضع مضمیر ہے اور مقصود اس سے سامع کے دلمین رستم کے خوف و مہابت کا داخل کرنا ہے اگر اس قدر ہے کہ مسند الیہ نہیں بلکہ مسند ہے۔	
(۳) تعظیم و تکریم کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔	
وہ سب تو ایک طرف پرانے ہیں	کہو حسین علیہ السلام اچھے ہیں
لفظ حسین وضع منظر موضع مضمیر من غیر لفظ ہے اور یہ تعظیم کا فائدہ دیتا ہے۔	
انہیں	
رضعت طلب ہو شاہ سے کبسا لالہ فام	شہزادہ مرنے جا کے سلامت ہے غلام
مقتل میں کیا اجوم تھا اُس لور میں پر	پر دانے گر رہے تھے چراغِ حسین پر
دیگر	
معراج پیغمبر کی تور وشن ہو حقیقت	یاں دیکھو تہ عرش جہین چشم کی زینت
اُتر ہے نبی کے لیے یہ کا سہ نعمت	ہم صحبت و ہم کام سہ میں معبود سے حضرت
خلیق	
گذری بہار عمر خلیق اب کہیں گے سب	
باغِ جنان سے بلبل ہندوستان گیا	
پچھلے چاروں شعر و نہیں وضع منظر موضع مضمیر مسند الیہ میں نہیں ہے۔	

شعوی زائر

جب اسکی صدا سنی علی نے لکھے وہین چار سو دلی نے

(۴) مقصود اس سے تحقیر ہوتی ہے جیسے۔

رجب علی سرور

کرے گا تو مرے نالو کی ہمسری ملے

شعور اتنا لو کر جا کے جاؤں پیدا

لفظ جاؤں وضع منظر موضع مضمر من غیر لفظ ہو اور مقصود اس سے پس کی امانت ہو۔

(۵) داعی امور کی تقویت کے لیے ہوتا ہو مراد اس سے یہ ہو کہ ایک شخص کو کسی کام کے کرنا حکم دیا جاتا ہو تو جو شخص امور کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرنا والا ہوتا ہو منظر ثانی سے اسکو تقویت پہونچتی ہو اور وہ آمادہ کرنا والا امر داعی ہو اور منظر ثانی اسکو تقویت دینے والا ہو مثلاً بادشاہ نے کسی نوکر سے کوئی کام کرنا چاہا ہے اور یوں کہے کہ مابہ دولت و اقبال تمھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہیں چہاں مابہ دولت و اقبال وضع منظر موضع مضمر ہو اور مقصود اسے ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ مقصود اسے ظاہر تو یہ تھا کہ کہتا ہوں حکم دیتے ہیں اس لیے کہ مقام تکلم کا ہو پس اس شخص کو اس کام کے کرنے پر آمادہ کرنے والی بادشاہ کی ذات ہو اس لیے کہ اسکو یہ گمان ہو کہ اگر حکم کی تعمیل کر دوں گا تو بادشاہ سزا دے گا اور بادشاہ کا اس طرح تبصیر کرنا کہ مابہ دولت و اقبال تمھکو اس کام کے کرنے کے لیے حکم دیتے ہیں اس حکم کی تعمیل کرنے کے خیال کو تقویت دیتا ہے پس داعی خوف سزا کا گمان ہے اور اسکو تقویت بخشنے والا لفظ مابہ دولت و اقبال ہو۔

خلیق

دل امانت نہیں مرے دلبر ابھی نہ جا
ہے نہ جا شبیہ پیمبر ابھی نہ جا

مرا ہو باپ ام علی ابھر ابھی نہ جا
ای لال سوے نیزہ و جگر ابھی نہ جا

دوسرے مصرع میں مرے دلبر سے علی ابھر مراد ہیں موقع یہاں ضمیر مخاطب کے لائیک کا تھا مرے دلبر اس لیے لائے کہ انکو باپ کے حکم کی فرمانبرداری کی طرف رغبت ہو اور اسکو ماننے کے لیے مجبور ہوں اسی فائدے کے لیے تیسرے مصرع میں لال اور چہ تھے مصرع میں شبیہ پیمبر کہا ہو۔
(۶) طلب رحمت و شفقت کیلئے جیسے۔

انیس

بہتیا تمھیں سے لگی ہیں اپنے بھائی کو

تم سے بڑی امید ہے دلبر کی جانی کو

اول حضرت زینبؓ اپنے آپکو زہرا کی جانی کہا اور پھر کہا میں اپنے بھائی کو تھین سے لگی پس یہاں طلب شفقت منظور ہوا اگر منظور نہ ہوتا تو کتین میں تھین سے لپٹے بھائی کو لو لگی۔

اب کس پہ میں اس صاحب آئے اور کچھ ٹولوں	ولہ	اس حال میں کس طرح سے بیمار کو چھوڑوں
صاحب آزار اور بیمار مفعول میں نہ مسند الیہ۔		

عابد کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر	ولہ	آکھونکو ملا با حقو نسے قد مونہ رکھاسر
سجاد نے فرمایا کیلجے سے لگا کر		اگر دن میں مری اللہ رو با ہون کو برا در

(۲) التفات

علمائے معانی کی اصطلاح میں التفات یہ ہے کہ ایک ذات کو ایک طریق سے مخلصہ طریق ملتہ یعنی محکم و خطاب و نصبت کے یاد کر کے ان تینوں طریقوں میں سے کسی دوسرے طریق پر یاد کرین بشرطیکہ مخاطب ایک اور دوسری تعبیر مقتضائے ظاہر کلام کے خلاف ہو اور سامع مقتضائے ظاہر کا انتظار کرتا ہو پس اس صورت میں یہ اقوال میں زیر ہون تو عمرو ہو تعریف التفات سے خارج ہو جاتے ہیں گوا نہیں سے پہلی مثال میں ایک ذات کو بطریق غیبت کے تعبیر کیا ہو بعد اسکے کہ اسکو پہلے دوسرے طریق یعنی تکریم کے ساتھ یاد کیا تھا اور دوسری مثال میں ایک ذات کو غائب کے ساتھ تعبیر کیا ہو بعد اسکے کہ اول اسکو خطاب کے ساتھ تعبیر کیا تھا مگر یہاں تعبیر ثانی مقتضائے ظاہر کلام کے موافق ہے اور سامع اسکا منتظر بھی تھا اسلئے کہ جب متکلم نے میں اور تو ضائیکے الفاظ زبان سے نکالے تو سامع کو سنتے ہی اس بات کا انتظار ہو گیا کہ اسکے بعد اسم ظاہر مذکور ہوگا جو انکی خبر ہوگا کیونکہ ضمیر کی خبر اسم ظاہر ہی واقع ہوتا ہو۔

ایس کہتے ہیں۔ ۵

یہ تو نہیں کہا کہ شہ مشرقین ہوں	مولانا سر جہا کے کہا میں حسین ہوں
میں کی خبر حسین ہو۔	

گلزار نسیم

تجھ سے مری خاطر اب کہاں جمع	تو اشتر شعلہ میں رگ شمع
تو برق دمان میں حشر من غار	تو سمیل روان میں خستہ دیوار

تو جوشش یمین مورسے پر	مین نقش قدم تو باد صرصر
اسی طرح ان اقوال مین۔	
غالب	
اور وہ مین ہوں کہ گرجی مین کبھی غور کروں	غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے
میز تار علی شہرت	
تم وہ ہو علم مدن سارے جہان کو دیدیا	وہ ہی تو ہر حرف صفت کبھی بتلا گئے
غافل	
کیا تجھے اگر تیری کمر معدوم ہے تو وہ ہو ائینہ شفاف جبین مومنین	
وزیر علیخان	
اہم وہ نہ قلم تھے کسی مالی کے لگائے	زگس کی ہنا لوغین تھے صہف کے پلے ہم
داغ	
مین وہ ہوں آتش قدم جسے گھلتے ہیں پہاڑ	موم ہو جاتا ہے جو آتا ہے پتھر زریا
النفات نہیں گہ پہلے شعر مین غائب سے انتقال حکم کی طرف ہو اور دوسرے اور تیسرے شعر مین خطابے غیبت کی طرف انتقال ہو اور چوتھے اور پانچویں شعر مین حکم سے غیبت کی طرف انتقال ہو اور وجہ اسکی کہ یہاں النفات نہیں یہ ہو کہ یہ مقتضائے ظاہر کلام کے موافق ہو سلیسے کہ اخبار ہے ظاہر کے ساتھ اور سامع کو جب تک انتظار تھا اس کے خلاف کبھی نہیں ہو۔	
النفات کے حسن فوجی کی وجہ یہ ہو کہ جب کلام ایک طریق سے دوسرے طریق کی طرف منتقل ہوتا ہو تو اس سے سامع کو نشاط تازہ پیدا ہو جاتا ہو اور اس صورت مین اسکو کلام کے سننے کی طرف ترغیب ہوتی ہو کیونکہ ہر تازہ بہ تازہ چیز مین لذت ہوتی ہو پس وہ لذت کی وجہ سے باقی کلام کی طرف منتقل ہوتا ہو اور النفات کی چھوٹ مین ایک یہ کہ غیر سے خطاب کی طرف نفات کریں دوسرے یہ کہ غیبت سے حکم کی طرف النفات کریں تیسرے یہ کہ حکم سے غیبت کی طرف متوجہ ہوں چوتھے یہ کہ حکم سے خطاب کی طرف توجہ کریں پانچویں یہ کہ خطاب سے حکم کی طرف چھٹے خطاب سے غیبت کی طرف	
غیبت سے خطاب کی طرف نفات کی مثال	
تمن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدح مین کہتا ہو۔	

بڑھایہ پائیہ السلام رائے صاحب سے	کہ مشورے پہ ہوئی اُسکے وحی بھی نازل
یقین کہ راہ نمائی ہو پیر رمی اُس کی	نہیں تو سائے سے کیوں بھاگتا ہو مفضل
مثال عدل میں نوشیروان کو تجھ سے غلط	کہ بت پرست کہان فارق حق و باطل
اول مدوح کو غائب فرض کر کے اوصاف بیان کیے پھر غیبت سے خطاب کی طرف التفات کیا	
یعنی حاضر فرض کر کے تعریف کرنا شروع کی۔	

ایضاً درج امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

شبہ کیا عصمت نخت جگر احمد میں	جب مسلم ہو کہ معصوم ہو جزو معصوم
نہ وہ خالق ہو مگر ہوا شراعت خلق	نہ وہ رازق ہو مگر قاسم رزق مقسوم
السلام احوش آموز طریق اسلام	السلام احوضر جادہ جنت ملزوم
وہ ترار تبہ ہوا شاہ جوان بہشت	کہ ہوئی حرمت پیری کی تنہا محروم

رند

سنتے ہی پیر خود سے وہین فی الفور کیا	اُسکی شوکت میں نہانے اسی مطلع نے ظہور
آستانے کا ترے ناصیہ سنا ہے نفعور	یہیچ ہو بہت حاتم تری بہت کے حضور

غیبت سے کلام کی طرف التفات کی مثال

ان اشعار میں ثمنوی طلسم لغت مصنفہ قلی کے۔

میر اپیش نگاہ حال رہے	واری اتنا ذرا خیال رہے
کہ یہ مان گور کے کنارے ہے	بے سہارے ہو بے سہائے ہے
تکو تو لا لہنگا خزا پھر بیان	مین کیماں چند دن کی ہون مہمان

اول غائب فرض کر کے یہ کہا گیا کہ یہ مان گور کے کنارے ہو اور بے سہائے ہو پھر متکلم کی طرف التفات کر کے یہ کہا کہ مین چند دن کی مہمان ہوں۔

ایضاً

تم سے امید یہ نہ تھی بیٹا	مان پہ کچھ رحم بھی نہیں آتا
سہ سکوگی مین داغ فرقت کا	کیا نتیجہ یہی ہے الکفت کا

اول مان کو غائب فرض کر کے کہا مان پر رحم نہیں آتا پھر اسی کو متکلم قرار دیا اور کہا کہ سطح
دائع فرقت سے سکونگی۔

غالب	
جنس بازار معاصی اسدا اسدا شوخی عرض مطالب میں ہو گستاخ طلب مے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول	کہ سوا ترے کوئی اسکا خریدار نہیں ہو ترے حوصلہ فیض پہ نہ بسکے یقین کہ اجابت کے ہر حرف پہ سوا راہین
میر	
تھاکے کا بچہ اک درویش پاس	باش و بودا سکی تھی مجھ دلریش پاس
انیس	
تم پہ کرتا ہے حسین آخری حجت کو تمام	پیر مصحف ناطق ہون سُنو مجھے کلام
دہر	
لاشے سے سپر کے نہ جدا ہوئے گی مادر	بیٹھو نگین میں جس بن تین ہینگے علی اکبر
تکلم سے غیبت کی طرف التفات کی مثال	
قلق	
مکھواب رو کیے نہ اے خوش ذات یہ بھی تھا خانہ زاد کا مقدور	کہ خدا کو بڑی لگے گی یہ بات کہیں جا کے بغیر حکم حضور
ہوس	
جاتا نہیں مجھ سے غم کا آزار	تو جان کہ مر چکا یہ بیمار
سودا	
کعبے کو نہ پوجو میں ہنر مند نہ ہوتے	ایو شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے
شہید	
مری اولاد سب اکبار مرے	یہ حلیمہ جگر افکار مرے
ذوق	
خسر دامن جو کون سب تھے اوصاف نکو	تو سدا منہ سے مرے پھول جھڑپن یا گو ہر

نزدق کرتا ہے دعا ئیہ پہ اب ختم سخن	ناکہ ہو سنگ سے اعل آب سے پیدا گو ہر
ابکے جو ترے کو پے سے جاؤنگا تو سنو	میر
نہ تو کچھ دین سے بہرہ نہ مجھے دنیا سے	انشا
صغزل نے کہا آپ کی باتوں کے میں قربان	امیس
بیٹی ہوں علی کی مری مشکل کرو آسان	سودا
خصوص من کہ عقد ہے یہ مری خاطر	برق
بس اب بتا کہ اس ابھیڑے کی سوا تیرے	اسی بہانے سے پوچھا تو جاؤنگا ہر بق
ہزار شکر کہ بندہ گناہ گار ہوا	تکلم سے خطاب کی طرٹ افتات کی مثال
رکھے مجکو جیسا میں اُس کو عزیز	مومن
مہیا ہوں عشرت کے سامان سب	نہ عشق و عاشق میں ہوئے تمیز
بس اب چپ کہ مومن دعا ہو چکی	مکملے مرے دل کے ارمان سب
اول کہا گیا کہ مجو یہ بات نصیب ہو اور میرا یہ ارمان نکلے پھر خطاب کیا گیا اور کہا گیا کہ چپ ہے	بہت زاری و التجا ہو چکی
وہ متو غ تو کا ہے کو بھلا آئیگا بہم تک	رند
چاہتا ہوں میں ترا قرب جو ارحی میں	لطق
روز و نون سے جو چھنے لوز وہ مجھ پر سے	اے تو امیب براری میں زمانے میں مثل
	اپنے احسانے میں دنیا کو کی کینت میں کل

تم باخیر عے سیدنا احمد ص	نطق رکھو خامیہ لب ہاتھ سے تسبیح پٹھا
ان اشعار میں پہلے متکلم بنکر یہ کہا گیا کہ میں ایسا چاہتا ہوں کہ یوں ہو اور وہ ہو پھر اُسی ذات کو حاضر فرض کر کے خطاب کیا کہ بس قلم ہاتھ سے رکھو۔	
خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال	
انشا	
کہ بٹھانے تھے مضامین بہت شاق آتش کین ایسا نمودے چپکے سے سراق آتش	اب دعا یہ ہے کہ ختم قصیدہ انشا پاسبانی کر دو تم میرے متاع دین کی
اولاً خطاب کیا کہ قصیدے کو دعا پر ختم کر پھر متکلم بن کر عرض کیا کہ میرے متاع دین کی پاسبانی کرنا۔	
ایضاً	
اُسی اُس سے نزاکت ہے سد غٹ پٹ اُسی کے ہاتھ ہے میرے دل کی سلجھاوٹ	بس اب دعا یہ کر انشا اس قصیدے کو ختم مدام عقدہ کشا رکھو اُسے زمانے میں
محسن	
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھر تاباں میرے ایمان مفصل کا یہی ہو مجمل	محسن اب کیجیے گلزارِ مناجات کی سیر سب سے اعلیٰ تری سرکار ہو جسے مثل
خطاب سے غیبت کی طرف التفات کی مثال	
مومن	
تا کجا لا خواسے طو لانی	مومن اب ختم کر دعا پہ سخن
اس شعر میں خطاب ہو مومن کی طرف دو شعر کے بعد مومن غائب فرض کیا گیا گتے ہیں۔	
جیسے مومن پہ لطف رحمانی	ترا اقبال روز افزون ہو
ناسخ	
نہیں مومن سے کم رتبہ ترے جلوے کے بیخود کا	سیما بہر بیت آئے نگاہ پر رخ ہمارم سے
جو نزدیک اُس سلیمان زمان کا دور لے گا بیابانِ نین ہو گا ایک مسکن دام اور دو کا	

حالی	
اسے نازش برطانیہ اسے فخر برنرک یہ سچ ہے کہ فلاح کوئی تجھ سانہیں گذرا تفسیر فقط انگلوں نے عالم کو کیا تھا بدلنے والے فاضل سے مسلمان ہیں نہ بندہ جتنے ہیں فقط چرچ میں انوار کو گھنٹا گوشت قیصر سے ہے ہر قوم گرا نبار	اسے ہند کے گائے کی شبان ہند کی قیصر محمود نہ تیمور نہ دارا نہ سکندر اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر معمور مساجد ہیں تو آبادین مستدر سنگھ اور اذان گو بجتے ہیں روز برابر احسان مگر اسلام پہ ہیں اس کے گرا نتر

منوی سعدین

سُن تو رے دل میں کیا سما ہے چربی آنکھوں میں تیری ہے چھانی	تو نے کس بات پر دھرایا ہے نہیں دیتا ہے تجھ کو دکھلائی
ابدرست فاضل کو غائب کے ساتھ تفسیر کرنا شروع کیا۔	
ہاتھ ٹوٹیں جو محکوم ہاتھ لگائے ٹوٹے اسپر ستم جو بوجے ہمیں	بمُحیان لے تو میری بھتی کھائے وہ اُجڑ جائے خود بوجے ہمیں
تنبیہ تعریف اتفاقات میں جو صداقت مخاطب کی قید لگائی ہے یعنی ہم نے جو شرط کی ہے کہ مخاطب واحد جو اس سے غزلیات اس قاعدے سے خارج ہو گئیں خواہ پہلی بیت میں خطاب ہو اور دوسری میں غیبت اور تیسری میں تکلم یا اس کے برعکس وجہ صرف رُج کی یہی ہے کہ مخاطب ایک نہیں ہوتا۔ مثلاً۔	

نمون

غیر کو سہند کے سیم برد کھل دیا درد منہ در کھل دیا غم کا اثر د کھل دیا ضج سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی موت کے حدت کہ ہے پردہ آک لاش	تم نے کیا کچھ کسکو اتنی بات پر د کھل دیا آج ہم نے اُسکو اپنا زور و زور د کھل دیا کسے شب مجکو تر پتے پیش درد کھل دیا جوند کیا تھا تماشا عمر بھر د کھل دیا
پہلی بیت میں خطاب ہو اور دوسری تیسری بیت میں تکلم ہو اور چوتھی بیت میں غیبت ہو اور تکلم بھی ہو۔	
گلشن میں سرفراز میں مثل نشان ہے	امیر مینائی عالم میں سر بلند رہے ہم جہاں ہے

وہ کام کر کہ نامور و غنیمت نشان ہے	حاتم کا داستانین بیک ہر تذکرہ	
پہلے شعر میں کلام ہر اور دوسرے شعر میں خطاب ہے۔		
انشا		
کہ پڑا ہے آج خم میں قبح شراب اُلٹا وہی فوج بھی کرے ہے وہی لے ٹوٹا وہ گنہ تو کمند جس سے یہ غلاب اُلٹا	بچھے کیون نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا یہ عجیب ماجرا ہے کہ ہر وزعید قربان کھڑے چپ ہو دیکھتے کیا مرے دل چڑھے کو	
پہلے شعر میں کلام ہر اور دوسرے شعر میں غیبوت ہر اور تیسرے شعر میں خطاب ہے۔ غزل میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے ایک شخص کو خطاب کرتے ہیں پھر دوسرے کو جو مخاطب ہو غیبوت سے یا دہرتے ہیں ہاں اگر مخاطب ایک ہو تو وہ اشعار غزل کے کبھی التفات کے قبیل سے ہونگے اور خلاف مقتضایہ ظاہر سمجھے جائینگے۔ بعض اہل فن کے نزدیک التفات یہ بھی ہے کہ مضمون تمام ہو جائے پھر قبیل یا دعا کے ساتھ اسے ختم کریں۔ مثال اول۔		
سودا		
جھوٹا کوئی کھاتا ہو تو میٹھے ہی کے لالچ	گالی نہیں بے بوسہ مرے دل کو گوارا	
مثال دوم		
ذوق		
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے	کتے آہن آج ذوق جہان سے گذر گیا	
مصرع دوم بیت اول میں اور خدا مغفرت کرے بیت دوم میں التفات ہر مگر حسان آرزو موت بہت عظمیٰ میں اس کے التفات ہونے سے انکار کرتا ہے۔		
(۳) معنی مستقبل کی جہی کے ساتھ تعبیر		
یہ بھی خلاف مقتضایہ ظاہر ہے کہ معنی مستقبل کو ماضی کے ساتھ تعبیر کریں اور اس سے اس بات پر تنبیہ ہوتی ہے کہ اس معنی کا وقوع متحقق ہو جیسے مہر کے قول میں۔		
آج یہ جو بن گیا یا کل گپ اے مہ خورشید و دن چل گیا		
یعنی آج یہ جو بن جائیگا یا کل جائیگا۔		

	منشی	
درندون نے چھوڑا بھلا کب مجھے		ذرا تاب جنبش نہیں اب مجھے
		یعنی درندے بھلا مجھے کب چھوڑینگے۔
	نظام رامپوری	
میں بزم سے عدو بھی با صبح و شام نکلا		عادت ہی ہو گئی ہوا کی نظام کچھ اور
	خالص	
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویران ہو گئیں		یوں ہی گرد و تار با غائب تو ازل جہان
		یعنی تم ان بستیوں کو دیکھنا کہ ویران ہو جائیں گی۔
	حالی	
ہو چکا خانہ ہنر معمور		دل آباد مفت بے ہنران
		یعنی خانہ ہنر آباد نہ ہو گا۔
	میر حسن	
گو آج ہم گئے گئے مینو کل گئے		کوچے سے اپنے ہلکے اٹھانا ہو جا رکیوں
	ہوس	
دیکھئے گا کہ فتنہ پھر اٹھایا		جب اپنی حدود پر میں آیا
	داغ	
تو بہنم کو کیا دیا تو نے		مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
<p>کبھی روایات و حکایات گذشتہ میں صیغہ حال کو استعمال کرتے ہیں جیسے فاتح جنگالہ محرہ دیوان کشن گوپال شیدا کی یہ عبارت غنیم اباتک متغیر کا محاصرہ کیے ہوئے ہے تو درمل ابھی تک عقلمندی سے قلعہ کو بچا ہے ہوئے ہیں اندر نا تھ روز بروز کامیابی حاصل کر رہا ہے جب کبھی موقع پاتا ہے اپنے سواروں ہی سے دشمن کو پریشان کر دیتا ہے جہاں کہیں غنیم کی حضوری فوج میں پاتا ہے مہاراجہ کی اجازت لے کر نہ خبر اس پر جا پڑتا ہے قبل از انکہ لکچہ پونچے ان کو تباہ کر کے قلعہ میں آجاتا ہے اس طرح متواتر زکین پاکر دشمن گھبراٹے ہیں دستلحہ میں نئے افسر کی جنگی لیاقت۔ حوصلہ اور جوانمردی کی ہر طرف تعریفیں ہوتی ہیں غرض کہ روز بروز اندر نا تھ کی بہادری مشہور ہوتی جاتی ہے۔</p>		

	دبیر	
ذبح ہوئی مکی مجھے عید ہو خالق ہو گواہ		روکے فرماتے ہیں یہ فوج ستم گار سے شاہ
		روکے فرماتے ہیں کہا اور درحقیقت یوں چاہیے تھا روکے فرماتے تھے۔
		(۳) ضارمین وحدث وجمعیت کا اختلاف
مقتضائے خلاف ظاہر کی قسم سے یہ بھی ہو کہ ضارمین وحدث وجمعیت کا اختلاف کرین		مقتضائے ظاہر کے موافق تو یہ ہو کہ جب ایک قسم کی دو ضمیرین برابر واقع ہوں تو وحدت اور جمعیت میں مطابقت ہو اور اختلاف کرنا مقتضائے ظاہر کے خلاف ہو جیسے۔
	اختر	
دل و جان سے فدا تھا جو تجھ پہ صنم کیا عشق میں وہ سو ملک عدم		بھلا اور کاشکوہ تو کیا کرین ہم مرنے کا تجھ کو بھی غم نہوا
	میر	
خلق خادم ہے اور تو مخدوم		قدر والا مختاری ہو معلوم
	سوز	
تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا		سرسنکھنے کیا جگہ واہ وا
	انیس	
محسن ومنعم و آقا ہو مرا وہ زیجاہ		بو ناوہ اشہد بالہد بجا کہتے ہیں شاہ
	ایاز	
حسرت یہ رہی جی ہی کی جی میں گئے مرہم		قائل نے لگایا نہ مرے زخم پہ مرہم
		اسی قبیل سے ہو۔
	دبیر	
ہم آجی آغوش میں مہمان بن کوئی دم		اکبر نے کہا صبر کرو اسے شہ عالم
افسوس کہ حضرت ہوئے بے مونس و ہدم		بندے کو تو کچھ مرگ جوانی کا نہیں غم
نحلت شعر و نغمین ایسا ہو تو وہ مقتضائے ظاہر کے خلاف نہ سمجھنا چاہیے جیسے۔		ایک مصرع میں اپنی نسبت ہم ورا یک مصرع میں بندہ جو بندے جگہ کے ہو استعمال کیا ہو اگر غزلیات میں

	غالب	
مری وحشت تری شہرت ہی مہی		عشق تجو نہیں وحشت ہی مہی
		دوسری بہت مین کہتے ہن۔ اقلع کیجے نہ تعلق سہمے
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی مہی		
	(۵) ضمیر نے مرجع	
	نا سنج	ضمیر نے مرجع ذکر کرنا بھی خلاف مقتضای ظاہر کے اقسام سے ہو جیسے۔
خوشنالی سے نہ کیئے کسی ستار کے تیج		وا د کیا حسن سے بال اُسے پیٹھے سر سے
کبھی ہر گنگو گنگی اپنے گھر کو دیکھتے مین	غالب	وہ آئین گھر مین جہاں خدا کی قدرت ہے
دو نون شعر و نہیں ظہار غائب کا مرجع کوئی نہیں اور یہ غزلیات مین کثرت سے واقع ہوا اور یہ سب ہے کہ مرجع ایسا مشہور ہوتا ہو کہ سامع کا ذہن اُسکے غیر کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا یا متکلم کے ذہن مین مرجع حاضر ہوتا ہو اسی کی طرف خطاب کرتا ہو۔		
	(۶) اضماع قبل الذکر	
کبھی ضمیر غائب اپنے مرجع سے مقدم آتی ہے اور اس مین عامہ نکتہ یہ ہے کہ جب غائب یا سامع ایک ضمیر سے مناسبت ہے تو وہ مترود ہو جاتا ہے کہ مرجع اس کا مذکور نہیں اور جب مرجع سن لیتا ہو تو نفس کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ انتظار کے بعد جب ایک چیز حاصل ہوتی ہو تو زیادہ تر لذت دہن ہوتی ہے۔		
	غالب	
بنابے عیش تجل حسین خان کے لیے		دیا ہے اور کو بھی تا اُسے نظر نہ لگے
		اُسے کا مرجع تجل حسین خان ہے۔
ما بوس جو پھر آتا ہے پیغام برا پنا	جرات	کیا کیا اُسے دیکھ اُسے جرات بہن حشر

اُسے کا جمع پینا مبر ہے۔

ناسخ

نام اُسے جو سنا عشق کی بیماری کا
میرے در پر سے پھر آ کے مسیحا اُٹا
اُسے کا مربع مسیحا ہو۔

ارادی

اُس سے نہ لے بوسہ نہ خوش میں آئے
منجوس کر سے جو زیادہ دہن اُس کا

احسان کوئی

پل میں مریض وہ کرے دم میں نہ فایہ دے مجھے
آہ وہ چشم پرست واہ وہ لعل بادہ نوش

واجد علی شاہ

ساقی اُس سے رکتے ہیں شیر غم کے
جام شراب سے کوئی بڑھ کر سپر نہیں

ذوق

وہ کے محل علی یہ کے سبحان اللہ
دیکھیں مکھڑے پہ جوتیرے مہ خیر سہرا

ولہ

یہ تو یوں مضطرب سینے میں لاکھوں وزن
جی کا رہنا نظر آتا نہیں اصلاً ہلکا

مصطفیٰ

مرے دم اُلٹنے کی جو خبر اُسکو دی کسی نے
دہن نیم رہ سے قاصد لعل اضطراب اُٹا

سودا

گرین پاک اُسکو کب تک ہم کہ چشم غم سیار
لکھے ہے ڈھب ہمارا دیدہ خوبا رو نیکا

ناسخ

ہون میں دست نگر اُسی کا ہر دم
میں مثل گدا ہوں شاہ قاصد

نواب گل علی خان

خوشبو ہو یا رب اسکی تو اُمکا سرور ہو
پیدا کر ایسی شے کہ ہم ہوں گل و شراب

وزیر

جنش ادھر اُسکو ہو تو گردن را دھر اُسکو
ابرو ہو کہ شیر سپر ہے کہ پھری آنکھ

آتش

یار کو دیکھینگے پہنکے شرب میں ہے
ملگیا کوئی اگر چھوٹوں کا گنا بہتر

کبھی انہما قبل الذکر کراہیت طبع کی وجہ سے ہوتا ہو جیسے۔

میر

میں گریبان پھاڑتا ہوں وہ سلا دیتا ہو میر
خوش نہیں آتی نصیحت گر کی غنچااری مجھے

چونکہ طبیعت کو ناصح سے کراہیت تھی اس واسطے اس کا ذکر مؤخر کیا اور ہی ضمیر میں داخل ہے یہ بھی۔

ولہ

کچھ نکی اُن نے جسکو چاہا ہے
دین تو اپنا کیا نباہا ہے

چونکہ مروج کی مذمت منظور تھی ذکر اسکا پیچھے ڈال دیا۔

واع

جو وہ تھے ماہ کنگان تو ہے مہر عالم امکان
ہوا ہر تجھ میں اور یوسف میں نق خراب بیداری

چونکہ یوسف کو مروج سے کھٹانا منظور تھا اسلئے اُنکے ذکر کو آخر میں ڈال دیا۔

ولہ

کہا تک آہ لکھوں اس کا حال بربادی
کہاں تک آہ کہوں آسمان کی جلادی

چونکہ طبیعت کو آسمان سے کراہیت تھی اسلئے اسکا ذکر مؤخر کیا۔

مومن

وہ ہے خالی تو یہ خالی پیٹھے تو وہ بھی

کاسلہ عدم عدد طلقہ آغوش ہوا

عدو سے چونکہ طبیعت ناراض ہو اسلئے اُسکی عمر کے ذکر کو مؤخر کر دیا ہو اور طلقہ آغوش کا مؤخر کرنا صرف پہلے نکتے کی وجہ سے ہو۔

(۷) استطراد

استطراد بھی خلاف مقتضای ظاہر کی قسم سے ہے اسلئے معنی یہ ہیں کہ ایک کلمے کو از دو لاج کی وجہ سے ذکر کرنا اس حیثیت سے کہ مطلب میں اسکا دخل نہ ہو جیسے۔

ہوس	
اُلفت کا ہے جُرم تیری گردن	درپے ہین ہزار دوست دشمن
دشمن درپے ہوتے ہین دوست کا لفظ استطراد واقع ہوا ہو۔	
پیش	
اسکل باؤ نکھا دیں پر دیں مین	ایت اور جوگی کے ہو بھیس مین
پر دیں مین نکلتے ہین دیں کا لفظ استطراد آئے۔	
منشی	
منشی اور دیکھی بہت رزم و بزم	یراب سنیے سہراب و رستم کی رزم
چونکہ سہراب و رستم کی رزم دکھانا منظور ہوا اسلئے پہلے مصرع مین رزم ہی کا ذکر کافی تھا مگر استطراد	
بزم کا ذکر بھی کر دیا۔	
مصنفی	
یہ افتراسے بنایا ہوا سب انشا کا	کہ بزم و رزم مین ہوائے محنت کا وہ شیر
بزم ہر مجلس عموماً و مجلس عیش و نشاط خصوصاً یہاں لفظ رزم استطراد واقع ہوا ہے مقصود	
صرف مجلس ہر جسکے لیے لفظ بزم کافی ہو۔	
آزاد	
شغف مین اپنے ہر اک شخص تھا مشغول و بان	چھٹا تھا راحت و آرام کے پھل پھول و بان
پھل کا لفظ استطراد ہے کیونکہ چھٹا پھول مین مشغول ہوتا ہو نہ پھل مین۔	
یہ کہیں کمال پر ہیز پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کہتے ہیں ہم اسکے بھلے برے کے ذمہ دار نہیں	
۔ عا مخاطب کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ ہم اُس کی بُرائی کے ذمہ دار نہیں اور کمال پر ہیز کی آہ	
کہہ دیا کہ ہم دونوں صورتوں مین خواہ بھلا ہو خواہ بُرا صاف مین مین حالانکہ بھلائی کی ذمہ داری	
ہر کوئی کر سکتا ہے لیکن یہاں یہ امر جتنا منظور ہو کہ جب ہم نیک کے ذمہ دار نہیں تو بد کے	
کیون بنے لگے اور بھلا زادہ ہے صرف برے کے مقابلے کے لیے واقع ہوا ہے تاکہ دو جیت	
نہلے برے کی حاصل ہو جائے۔	
انشا	
اگر مشغول عبادت ہے انشاء اللہ	ضائع اوقات کو کھو یا کرے حق ناحق

حق لفظ ناحق کی زوجیت کیلئے استطراد واقع ہوا ہو۔

(۸) کلام کو برخلاف مراد قائل کے حمل کرنا

خلاف متضاد ظاہر کے اقسام میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کلام کو برخلاف مراد متکلم کے حمل کیا جائے بشرطیکہ وہ حمل کرنا صحیح ہو اور حمل کرنے والے کا مدعا یہ ہو کہ اگر اس کلام کے یہ معنی سمجھائے نزدیک ہوں تو بہتر ہے۔

منشوی قضا و قدر

اُسے کہا آپ کا تکیہ کدھرا ہوئے کہ تکیہ مرا اللہ پر

سائل کی مراد تکیے سے وہ مکان ہے جس میں فقرارہتے ہیں اور مخاطب تکیے کو بھروسے پر حمل کرتا ہے اور قرینہ صارف اس میں اللہ پر ہے یعنی ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں جہاں اُسے رکھا دہن رہ پڑے جبکہ ہمارا عجب و ساء اللہ پر ہے تو رہنے کے لیے مکان کیون مقدر کرن کیونکہ اس صورت میں اللہ پرستے بھروسہ سا اٹھ جائے گا اور حق یہ ہے کہ یہ قاعدہ صنعتا یہاں ماخوذ ہے جس کا بیان صنائع معنوی میں آئیگا۔

(۹) قلب

اسکی دو قسمیں ہیں ایک قلب مُطرر و اور وہ قلب صفت و موصوف کا ہو اگرچہ موصوف کا حق یہ ہو کہ مقدم ہو کیونکہ وہ متبوع ہو مگر زبان اردو میں نصیح یہ ہو کہ صفت مقدم ہو پس چالاک گھوڑا کہنے میں جو لطف ہو وہ گھوڑا چالاک کہنے میں نہ ہے گا۔

مہر

سیہ جوئی زرافشان بانگ مینر سپر و شالاک

منشی

کو اکسب میں سب اس معنی کے گواہ

سودا

تا زنگہ میں اسکی کیونکر پیچھے نہ یہ دل
اکٹھون نے جسکی لاکھون پختی غزلان نہ

دوسرا قلب شاد اور وہ کم مستعمل ہوتا ہے جیسے غالب کے اس شعر میں۔	
پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا	دل جگر تشنہ فریاد آیا
جگر تشنہ یعنی تشنہ جگر یعنی آرزو مند مطلب یہ ہے کہ دیدہ تر کی یاد نے پھر دل کو فریاد کا آرزو مند بنا دیا۔	
شایان	
ہوئی بر طرف فوج رنج و الم	ہوا دورا رجن پر کا بھی غم
یعنی سپہ سالار رجن کا۔	
حسرت	
انصاف پیر کہ پیر ہے جان فدا	افسوس کہ اُسے بن چھری فوج کیا
نشاط	
منا سینہ وہ فوراً خاک تو دہ	ترے تیرے گئے جسکو تاکا
ناسخ	
اجاں دین کیونکر نہ اُس مرتب پیر کے عشق میں	نال کا سُنا ہمار سی جان کو سم ہو گیا
نکتہ عامہ ترکیب قلب میں یہ ہے کہ جب کلام دوسرے اسلوب پر اور ترکیب تازہ کے ساتھ لایا جاتا ہے تو سننے والے کو کسی قدر نشاط حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارجن پیر قصاب پر اور مرتب پیر نسبت پیر ارجن پیر قصاب اور پیر مرتب کے اور شکرین لب بہ نسبت لب شکرین کے زیادہ دلچسپ ہیں۔	
کبھی قلب سے تنقید پیدا ہو جاتی ہے جیسے غلام سرور کے اس قول میں۔ ۵	
مرے سینے میں کرد و نقش تم آسم جی الدین	کہ روشن ہو تمھارے نام سے دکھا گئیں میرا
ذوق	
انطق شیرین سے تم سے عام حلاوت ہو کر	تھر تھر ہو غم کا سب سے شربت
ردا بچہ	
تجربہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک کلمے کو معنوں سے مجرور کر کے پھر وہی معنی زیادت ایض کے واسطے دوسرے کلمے میں ذکر کریں جیسے تعظیم کرنا تعظیم کے معنی کسی کو بڑا جانتا ہیں جب تعظیم خود مصدر ہے تو اس کے بعد کرنا کہ مصدر ہے کہنا داخل تجربہ ہوا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جزو معنی کی تاکید ہو۔	

ناسخ	
اگرے گا جب کہ وہ اتمام آ کر حجت حق کو	زمانے میں ہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا
اتمام کہ گامین تجرین ہو۔	
ہوس	
اگر کے در خزینہ فی الحال	انعام کیا جو تحسار و مال
انعام کیا میں تجرین ہے۔	
ولہ	
ر مال دنجو میون کو ملبوا	خلعت دیے اُن کو از سراپا
<p>سراپا خلعت کو کہتے ہیں اور تمام کے معنی میں بھی آیا ہے یعنی اول سے آخر تک اور خلعت کبیرا اول اُن سے ہوئے کپڑوں کو کہتے ہیں جو اُمرا اور ملوک و مہرے شخصوں کو بخشین اور وہ کم تین کپڑوں سے نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ سر سے پاؤں تک کے کپڑے اُس میں ہوتے ہیں پس شاعر نے خلعت کے معنی میں تجرین کی اور صرف امیرانہ کپڑے اُس سے مراد لے کر دو سرے معنی لفظ از سراپا میں ذکر کیے۔</p> <p>کبھی جمع کے معنی کو مجرد کر کے پھر جمع اُسکی بناتے ہیں جیسے۔</p>	
حسن مولف سمجھ بوجھ	
ساکینون کو کر دے صاحب تاج	نہنشا ہون کو کر دے دم میں محتاج
ولہ	
اپنے اعلاؤں سے گواہوں ہوں	غم تہن کپڑ غوث کا پابوس ہوں
شیخ نیاز علی عجز	
چرچے کرتی ہیں یہ ساری حویان	آج نزہت پر ہر کیا باغ جنان
<p>حور جمع حوراء کی ہوا اسکو مجرد کر کے جمع بنائی ہو۔</p>	
ناسخ	
غلمان و حویان ہیں تصور میں مبتلا	
ہے رد بروے و معتدل منتظر بہشت	
<p>انیس کے اس مصرع میں بھی یہی بات ہو۔ مصرعہ گرتے تھے طیوران ہوا لہذا ہے ہوئے پر۔</p>	

طیور جمع عربی ہے اس کو محمد دیکے فارسی کے طور پر جمع بنائی ہے جیسے حکیم حافظ کے شعر میں۔

بہام زلف تو گہ آدمی و گاہ فلک گئے وحوش گرفتار گہ طیور اندام

اسی قبیل سے میر حسن کے شعر میں طیور و ن ہو۔

وحوش و طیور دن تک بے محل پڑے آشیانوں سے اپنے محل

فائدہ اگرچہ اس جہن میں خلاف مقتضائے ظاہر کی بحث اتنی ہی لافنی تھی جتنی مسند الیہ کے حالات سے تعلق رکھتی تھی لیکن کئی باتیں اس مقام پر ایسی بھی بیان کر دی گئیں جو مسند الیہ کے حالات سے نہیں ہیں اور اس طرح خلاف مقتضائے ظاہر کے اکثر مباحث ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ چمن اول کے بعض مباحث میں بعض بعض مثالیں ایسی لکھ دی گئی ہیں کہ ان کا تعلق مسند الیہ سے نہیں ہے لیکن مناسب موقع سمجھ کر ایسا کیا گیا ہے کہیں اشارہ کر دیا ہو اور کہیں ناظرین کے فہم پر اعتماد کر کے اشارہ نہیں کیا ہو اور غرض اس سے یہ ہو کہ ہر مطلب کے حالات پر بخوبی روشنی پڑ جائے۔

تیسرا باب غ مسند کے احوال میں

مسند سبکی تعریف اور پر ہو چکی یعنی وہ کلمہ جو مسند الیہ کی طرف منسوب ہو وہ یا اہم ہو گا یا فاضل کے اقسام سے اگر اسم ہو گا تو یہ بات معلوم ہو گی کہ یہ صفت مسند الیہ کی ذات میں ثابت ہے جیسے زید کھڑ ہے اس سے پایا گیا کہ زید میں کھڑے ہونے کی صفت ثابت ہے اور اس سے مبالغہ نہ مبالغہ دوم وغیرہ میں پیدا ہوتا ہو۔

غالب

اتاب لاتے ہی بنے گی غالب واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

واقعہ مسند الیہ ہو اور سخت مسند ہو اس طرح جان مسند الیہ ہو اور عزیز مسند ہو پہلے مسند سے خدمت میں مبالغہ منظور ہو اور دوسرے سے مبالغہ نہیں۔

امیر السدیم

دید کے قابل ہو جو بن سبزہ زنا کا معجزہ کہ ہو مہر مونا آگ پر گلزار کا

سبزہ زنا کا جو بن مسند الیہ ہو اور دید کے قابل مسند ہو اور گلزار کا آگ پر مہر مونا مسند الیہ ہو اور مہر مسند ہو اور دونوں جگہ مبالغہ منظور ہو۔

حالی	
<p>تاج مغفور و تخت خاقانی حرف باطل ہے عقل یونانی اک تماشا ہے حسن کفانی</p>	<p>ہین سراسر فریب و وہم و گمان لفظ مہمل ہے لفظ اعرابی ایک دھوکا ہے عن داؤدی</p>
<p>مصرع اول میں فریب و وہم و گمان مسند ہیں اور تیسرے مصرع میں لفظ مہمل مسند ہے اور چوتھے مصرع میں حرف باطل مسند ہے اور پانچویں مصرع میں دھوکا مسند ہے اور چھٹے مصرع میں تماشا مسند ہے اور اگر فعل ہوگا تو یہ بات معلوم ہوگی کہ صفت مسند الیہ میں پہلے نہ تھی اب موجود ہوئی جیسے زیر ہو گیا اس سے ظاہر ہو کہ پہلے جاگتا تھا اب سو گیا۔</p>	
الٹش	ہزاروں حسرتیں جاوینگی میرے ساتھ دنیا
شرار و برق سے بھی عرصہ ہستی کو کم پایا	اس سے ظاہر ہو کہ حسرتیں پہلے نہیں گئی تھیں اب جاوینگی اسی طرح عرصہ ہستی کو پہلے کم نہ پایا تھا اب پایا ہو۔
امیر	<p>ہنال عشق کو رو رو کے ہم سرسبز کرتے ہیں اس سے ظاہر ہو کہ ہنال عشق کو آگے سرسبز نہیں کیا تھا اب کرتے ہیں۔</p>
برق	دیکھ لین ہم بھی کہ دل لیتا ہے کیونکر کوئی
<p>دیکھ لین مسند ہے ہم مسند الیہ اور لیتا ہے مسند ہر اور کوئی مسند الیہ اور کرے مسند ہر اور چشم فسونگرا پنا الحاصل مسند اقسام نہ کو رد بالاسے خواہ کسی قسم کا ہو جتنی قیدیں اُس میں بڑھائی جائیں گی اُسی قدر زیادہ خصوصیت پیدا ہوگی اور یہ بات نہایت مستحسن ہے پس اکثر مسند فعل کو اور جو فعل کے مشابہ ہے (جیسے اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل) مفعول بہ مفعول مطلق مفعول فیہ مفعول لہ مفعول معہ حال تمیز استثناء سے مقید کرتے ہیں اور اس سے زیادہ وقوف حاصل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں۔</p>	
داغ	مُخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں اُدھر جاتا ہو دیکھیں یا اُدھر پروا نہ آتا ہے

رکھ کر فعل مسند وہ ضمیر فاعل مسند الیہ شمع مفعول بہ رخ روشن ترکیب توصیفی مضاف الیہ
 آگے ظرف مکان مضاف پس مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ یعنی ظرف مکان فعل اپنے فاعل
 اور مفعول بہ اور مفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا یہ اسم اشارہ مشار الیہ اسکا
 مضمون مصرع دوم کیونکہ جب اسم اشارہ ایسے جملے پر آتا ہے جو شہر دوع میں کات بیانہ
 لفظاً یا تقدیراً کہتا ہو تو اسکا مشار الیہ اُس جملے کا مضمون ہوتا ہے پس اسم اشارہ
 مع مشار الیہ کے مفعول بہ ہے۔ کہتے ہیں فعل فاعل اس کا ضمیر مستتر جو مسند الیہ مذکور کی طرف
 راجع ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا دوسرے مصرع میں جانے اور آنے کا
 فاعل پروانہ بطریق تنایع کے ہے اور اوپر اور ادھر طرف مکان میں اور دیکھیں اگر فعل ہے
 مگر بیان شک کا فائدہ دیتا ہے اس لیے مجازاً یا تغلیباً حرف شک سمجھا جاتا ہے اور سہی فائدہ
 حرف عطف سے مقصود ہے اور چونکہ شک میں مبالغہ منظور تھا اس لیے تاکیداً دو حرف شک کو
 استعمال کیا۔

امیر مینائی

کہہ رہی ہو حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی | ہائے کیسی بس بھری نعل میں مسوالی ہوئی |
 کہہ رہی نعل اور حشر میں مفعول فیہ یعنی ظرف مکان اور وہ آنکھ ذوالحال اور شرمائی ہوئی حال ہے
 حال ذوالحال سے ملکر فاعل کہہ رہی کا ہو اور جملہ دوم مقولہ ہو کہہ رہی کا۔

امیر حسن

یہ کہہ اُس نے رُو رُو تار سنگار | کیا اپنی پشتواز کو تار تار |
 یہ کہہ میں کر جو عطف کا فائدہ دیتا ہے محذوف ہے یعنی یہ کہہ کر مقصود ہو مطلب یہ ہو کہ اول کہہ
 پھر اُس نے رو کر اپنا سنگار اُتار اور اپنی پشتواز کو تار تار کیا اُس نے ذوالحال ہے رو رو
 حال ہے حال ذوالحال سے ملکر فاعل ہے اتار کا سنگار مفعول بہ ہو جس کی علامت ماضی لفظ کو
 محذوف ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہے اور
 حرف عطف دونوں مصرعوں کے درمیان سے محذوف ہے اپنی پشتواز کو ترکیب اضافی مفعول اول کا
 فعل ماضی مطلق مشتق کرنے سے ضمیر مستتر اس کی راجع ہے مسند الیہ کی طرف جو اسکا فاعل ہے
 تار تار دوسرا مفعول ہے دونوں مفعول مل کر مفعول بہ ہوا یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ پہلے مفعول کے بعد
 علامت مفعولیت کی لاتے ہیں اور دوسرے کے بعد نہیں لاتے مگر دونوں کو مل کر مفعول ج سمجھتے ہیں

فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا معطوف معطوف علیہ سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

ذوق

برکترنے کو جو صیاد نے چاہی مقرر اض
ہا تھ ملتی تھی مرے حال پر کیا ہی مقرر اض
پر کترنے کے بعد کو واسطے کے معنی میں ہو جو بیان علت و سبب کے لیے ہو پس برکترنے مفعول لہو
اور جو حرف شرط ہو صیاد نے فاعل چاہی فعل مقرر اض مفعول فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہو اور دوسرا مصرع جزا ہو۔

ظفر

کسی نے اسکو سمجھا یا تو ہوتا
کوئی یاں تک اسے لایا تو ہوتا
کسی نے فاعل اسکو مفعول سمجھا یا تو ہوتا مفعول پس فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا اسبیطح دوسرا جملہ فعلیہ ہو۔

ناسخ

نہا ہے ہین وہ غیر وکے ساتھ لنگامین
نہا ہے ہین ہم بھی کیوں آنسوؤں کے دریا میں
نہا ہے ہین فعل وہ فاعل غیر وکے ساتھ مفعول معہ لنگامین مفعول فیہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سودا

جھینکا جاتا جاڑے کا جھینکین ہین
اک سخن ہو تو لا کھ چھینکین ہین
جھینکنا مفعول مطلق ہو جھینکین کا جھینکا مضاف ہو اور جاڑا مضاف الیہ مضاف
مضاف الیہ سے ملکر مفعول مطلق ہو اور جھینکین ہین فعل حال ہو ہم فاعل مستتر ہو پس فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

شعوی سعدین

چل گئی یاں چھری ملی وہ چال
دل بیاب ہو گیا پا مال
چال مفعول مطلق ہو چلی کا جو سند ہو۔

انشا

انصیت کا گلوڑا ہر گھڑی کیوں پسنا ہے
بڑا دانا جو مچلی میں کیوں پیو ٹو ٹو دل لے

مہر

مثال بت سب کے سب ہیں بے حس یہ دیکھو قرعہ کی نیندین |

یہ جانے تھے ابتدائیں کس من جو سوئے ہیں اتہا کی نیندین

دوسرے مصرع میں نیندین سوئے ہیں کا جو مسند پر مفعول مطلق من غیر لفظ ہے۔

مسند فعلی کی تقنید شرط کے ساتھ

مسند جبکہ فعل یا شبہ فعل ہوتا ہو تو کبھی اسکو جملہ شرطیہ کے ساتھ مقید کر دیتے ہیں اور اس سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں جو حرف شرط کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یاد رکھو کہ علمائے عربیت کے نزدیک کلام جزا ہے اور شرط کو کلام میں کوئی دخل نہیں وہ صرف علم جزا کے واسطے بطور قید کے ہے جیسے دوسرے فضلات پس جو حال ظرف اور مفعول وغیرہ کا ہو وہی اس کا ہے پس کلام جزا ہی ہو شرط ایک قید ہو نیز کے حال یا ظرف کے اور وہ کلام جس حالت پر شرط سے قبل ہوتا ہو اسی حالت پر شرط کے بعد بھی رہتا ہو پس اگر جزا جملہ خبریہ ہوگی تو شرط کی قید لگنے سے خبریہ ہی رہے گی اور اگر انشائیہ ہوگی تو شرط کے بعد بھی انشائیہ ہی رہے گی اور قید کے بعد جملہ شرطیہ خبریہ یا جملہ شرطیہ انشائیہ ہو لینگے غرض کہ شرط کو جزا میں کوئی دخل نہیں ہو وہ ایک قید ہو جزا کیلئے پس اس مثال میں

جرات

اگر نہ کیونکا تمھیں تو اور ہونگا بیقرار | اسمین رسوائی ہو کچھ ملنے میں سوائی نہیں |

بیان بنا (اور بیقرار ہونگا) ہو اور یہ جملہ خبریہ ہو تو مع شرط کے بھی ہی جملہ خبریہ رہے گا۔

غالب

افس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ | اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ + |

بیان انتظار ساغر کھینچ جزا ہو اور یہ جملہ انشائیہ ہو۔

ولہ

فنا کو سوئے گرفتار ہو اپنی حقیقت کا | فروغ طالع خاشاک ہو موقوف گلشن پر |

فنا کو سوئے جزا ہو اور یہ جملہ انشائیہ ہو۔

شکستہ

قد و کا کل کے دبر کے اگر مضمون باز ہو گئے | اسے لکھتے الف اور لام کی تفسیر پر رکھ دے |

الف اور لام کی تفسیر پر رکھ دو جواب شرط یعنی جزا ہو اور یہ جملہ انشائیہ ہو۔
 نفس شرط اگر جملہ خبریہ ہو تو حرف شرط اُسپر دخل ہو کر اُس کو مرکب ناقص بنا دیتا ہے اسی طرح
 اگر جملہ انشائیہ ہو تو اُسکو بھی مرکب ناقص کر دیتا ہے پس یہ دونوں قسم کے جملے حرف شرط کے
 آنے کے بعد خبریت اور انشائیت پر باقی نہیں رہتے بلکہ مرکب ناقص بن جاتے ہیں جو کلام اور مرکب
 تام سے خارج ہو اور منطقین کے نزدیک شرط و جزا دونوں خبریت سے خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ
 حرف شرط دونوں کو انکی اصل سے خارج کر دیتا ہے پس ان کے نزدیک حکم جزا کا بھی اعتبار نہیں رہتا
 بلکہ شرط و جزا دونوں کا مجموعہ کلام خبری سمجھا جاتا ہے اور دونوں میں ملازمت ہوتی ہے
 پس ذوق کے اس شعر میں - ۵

ہوئی اگر عقدہ کشائی نہ یالمد کے ساتھ | ذوق حل کیونکہ مرا عقدہ مشکل ہوا

اہل عربیت کے نزدیک ذوق کے عقدہ مشکل کے حل ہونیکا حکم یہ المد کے ساتھ عقدہ کشائی
 ہونیکے وقت یا حال میں ہو پس محکوم علیہ ذوق کا عقدہ مشکل ہے اور حل ہونا محکوم بہ ہو اور شرط کو
 اس میں کوئی دخل نہیں وہ ایک قید ہو محکوم علیہ و محکوم بہ کے حکم کے لیے اور منطقین کے نزدیک
 ذوق کا عقدہ مشکل کے حل ہونے کے نزدک حکم یہ المد کے ساتھ عقدہ کشائی ہونے کے ساتھ
 پس اس وقت میں محکوم علیہ المد کے ساتھ عقدہ کشائی ہونا ہے اور محکوم بہ
 عقدہ مشکل کا حل ہونا ہے۔ جملہ شرطیہ میں زلمنے کی قید حکم ثبوت اور دوام کا رکھتی ہے اور الحذفی
 و مضارع اپنے معانی کو چھوڑ دیتے ہیں پس جب سوچ بچکے گا دن ہے اور رب سوچ بچکے گا دن ہے
 ان دونوں جملوں کے ایک معنی میں مستفاد از موہبت عظمیٰ۔ یاد رکھو جملہ شرطیہ میں پہلے جملے کو شرط
 اور دوسرے کو جزا شرط کہتے ہیں اور جواب شرط میں ایک حرف بڑا کا ضرور آتا ہو اور وہ اردو میں
 تو ہر جیسے اگر تم آگے تو میں پانچ روپے دوں گا اور سبھی اس حرف کو حذف بھی کر دیتے ہیں۔
 زروق شرط کی تفصیل یوں ہے۔

اگر اور اگر ایسی چیز کے لیے لگاتے ہیں جس کے ہونے یا نہ ہونے کا یقین نہ ہو اگر یقینی ہو تو اگر
 نہیں لگاتے

انہیں

اگر تم کو سے محل کے منہ جائے راہ میں
 پڑ جائیں لکھ آئے پائے نگاہ میں

دیکھو آنکھ سے نکل کے راہ میں پھہر جانا یا نہ پھہر جانا یقینی نہیں اگر یقینی ہوتا تو اگر نہیں لگاتے
یہی سبب ہے کہ اگر ہمیشہ نفل مستقبل پر آتا ہے اسلئے کہ جو چیز ابھی ظہور میں نہ آئی ہو اُس کے ہونے
یا نہ ہونے میں کلام ہوتا ہے۔

میر فتح الدین فخر

اگر یہ شوخ چشم آنکھیں لڑائیں اپنی آنکھوں سے
تماشا تیلوں کا ہسم دکھائیں اپنی آنکھوں سے
آنکھوں کا لڑانا اور نہ لڑانا یقینی نہیں۔

منشی یاض احمد ریاض

تو وہ آہوشم ہے جلے اگر گلزار میں | گل و دین شاخیں نکالیں ز گنجان میں |
گلزار میں جانا اور نہ جانا یقینی نہیں۔

(۲) ماضی اور حال پر وہ ان آتا ہے جہاں امر یقینی منوط بلکہ ہو جانا یا نہ ہو جانا فرضی ہوتا ہے

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی | تلخی کی بھی ظالم نے تو کیا کی |

ذوق

وہ از خود رفتہ ہون سبکی خودی | خدائی میں اگر ڈھونڈا نہ پایا |

حسن

اے اگر اُس سے لگا یا رشک سے حل گیا | دل اگر اُس کو دیا دل ماتحتے جانا رہا |

آتش

کام ہمت سے جواز اگر لیتا ہے | سانپ کو مار کے گنجینہ ڈر لیتا ہے |

(۳) کبھی اگر کو یقین کے محل پر لگتے ہیں مگر رشک کا ادما بھی بسبب نارسانی اور سرت
بسیار کے موجود ہوتا ہے جیسے۔

ہنشین گرمی شب کٹ جائے | تو میں جانو نکا اک پہاڑ کٹا |

شب کا کٹ جانا یقینی ہے گرد رازی شب کی وجہ سے عاشق کو حسرت پوری پیدا ہوئی
اس لیے ایسا کہا۔

منشی یوسف وزلیخا

اگر جان ہے ترے غم میں سد نہ کر | دگر دل ہے سدا بچھڑ نہ |

جان کا اور دل کا ہونا یقینی ہے مگر چونکہ معشوق کا وصل حاصل نہیں ہوتا تھا اس لیے حسرت بسیار کی وجہ سے ایسا کہا۔

ذوق

پھر اگر آسمان تو شوق سے تیرے ہی سر گردن
اگر خورشید نکلتی ہے اگر چہ تیرا جلوہ نکلا

مخاطب خدا متعالیٰ ہے اور یہ دونوں امر اگرچہ یقینی ہیں مگر قابل نے اپنی نارسائی کی وجہ سے اگر شرطیہ کے ساتھ ذکر کیا اور یہ مطلب صوفیہ کے مذاق کے موافق پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے میں باری تعالیٰ کا عشق مانتے ہیں پس کسی منکر کو یہاں الہی باتوں کے غیر یقینی ہونے کی نسبت اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں۔

یا تجاہل عارفانہ کی وجہ سے ایسا کیا جاتا ہے مثلاً خالد زید سے دریافت کر کہ تمہارا ادا کمان ہے باوجودیکہ وہ جانتا ہے کہ مکان میں ہے مگر آقا کے خوف سے یہ کہے کہ اگر مگانین ہوئے تو اطلاع دیتا ہوں اس لیے کہ آقا نے اُس سے یہ کہہ دیا ہو کہ جو کوئی تمھ سے میرا حال پوچھے تو بغیر میرے مشورے کے اُس سے نہ کہنا۔

حالی

کہتے ہیں حضرت انسان جو بڑائی میں قدم
مالکوں کے اُٹھنیں گرجھیلنے پڑتے ہیں ستم
کاؤ خزانے ہیں کیا بانی کس بات میں کم
ذلتیں انکے لیے بھی ہیں مہمیت ہر دم

ولہ

کنیت سے اپنے پتھر کے کاہر گرا ٹھکڑا ملا
زمین گذرین کہ تو گیا یا نہ عیش معال

ولہ

اجنبی گردنیں اگر قید کی رستی ہے چڑی
اپنی بے بال و پری کی بھی کہانی بڑی

ولہ

یاں اگر بزم تھی تو اُسکی بزم
یاں اگر ذات معنی تو اُسکی ذات

سودالاشہ حضرت امام حسین کی بانی

فسنا کی تیغ سے مین بھی جواب نہا تو کٹا
اگر کٹے تو کٹے زخمیں ست و پائے حسین

ولہ

اگر مرا ہے محاسن سبھی امیر سے لال
تو یہ دعا ہو کہ تو سرخ و چور و زقت ال

یہ جاہل علم معانی کے نکات میں اسلئے شمار پایا ہے کہ حال اسکا مقتضی ہو اور اگر اسکا ایراد بطور ظرافت کے ہوتا تو علم ہی کے قبیل سے تھا۔
یا غرض اس سے عار دلانا اور تو بیخ ہوتی ہو جیسے۔

حالی

جو جولی جائے کو رو کر کی خبر
لنگرے لولو کو کچھ سہارا دو

ہین ٹم کو چشم و گوش اگر
تم اگر ہاتھ پاؤں رکھتے ہو

ولہ

سلف کے اگر فاتحہ خوان ہی ہین
اگر انس اشرف و اعیان ہی ہین

احلف اے الحق اگر یان ہی ہین
اگر یاد کار عزیزان ہی ہین

گویا داسقہ راہی رہ جائے گی یان
کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یان

یا اموجہ سے اگر کو یقین کے محل میں لاتے ہین کہ مخاطب کو وقوع اور لا وقوع شرط کا تعین
ہین ہوتا پس اس کے اعتقاد کے مقتضا کے مطابق کلام کیا جاتا ہو جیسے

مومن

ہو تیغ عسکری مار مجھ کو

اگر دیتی ہوں اس میں دم میں تمھ کو

خوشتر

تو حاضر ہے نہیں افسوس مجھ کو

متم ہے رام کی گرجان مانگو

اسی قبیل سے یہ قول درد کا بھی سمجھنا چاہیے۔

تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

تمنا ہے تیری اگر تمنا

یاد وقوع و لا وقوع شرکاء عالم کو جاہل قرار دیکر اس طرح کلام کیا جاتا ہو اور یہ اس حالت میں
ہوتا ہے کہ وہ مقتضات علم کے خلاف کام کرتا ہو جیسے کوئی اپنے باپ کو ستائے تو اسکو کہا جائے
کہ اگر یہ تیرا باپ ہے تو اسکو ایذا نہ دینا چاہیے مخاطب خوب جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور
مقتضا اس جاننے کا یہ تھا کہ باپ کو ستانا ٹھیکہ ستانا ہے تو اسکو منرے جاہل کے قرار دیکر
اگر کے ساتھ تعبیر کیا ایک شخص اپنے حریف کے ظلم سے نازن ہو کر کہتا ہو کہ اگر خداست تو یہ بھی
اپنے کیے کی سزا کے کام جانتے ہو کہ شرط ام مشکوک پر ہوتی ہے اسی واسطے امر یقینی شرط نہیں

لگاتے چنانچہ نہیں کہتے کہ اگر آدمی ہر توہین نے تھک کر بھائی بنایا مگر جب اعتقاد ہی یا مسلم امر کو شک میں ڈال کر تقریر کرتے ہیں تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ مخاطب متنبہ ہو جائے کیونکہ وہ بھی اُن باتوں کا معترف ہوتا ہے مگر جبکہ اپنے علم کے بموجب عمل نہیں کرتا تو اُس کے ڈرانے کے لیے اس طرح اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے کہ اگر خدا ہے تو یہ بھی اپنے کیے کی سزا پائے گا ورنہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا مسلم ہے ایسے ہی اس ظالم کے لیے نرا مقرر ہے اسی قبل سے ہونے والی کائنات میں

برا شمع کھنے کی گریبھ سزا ہے
عبرت جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے

تو وہ حکمہ جس کا قاضی خدا ہے
مقرر جہان نیک و بد کی سزا ہے

گندہ گاروان جھوٹ جانیئے سارے
جہنم کو بھر دینے شاعر ہمارے

بڑے شعر کہنے والے شاعر اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ایسے شعر کہنے کی سزا خدا کے ہاں ضرور ملے گی اور عبرت جھوٹ بکنا بیشک ناروا ہے مگر چونکہ وہ اپنے علم کے مقتضائے خلاف کام کرتے ہیں یعنی ایسے شعر کہنے سے احتراز نہیں کرتے اس لیے انکو مقرر نے جاہل کے قرار دیکر اگر کے ساتھ بیان کیا۔

ولہ

اُسی کی طلب میں مردِ کرم و تم

اُسی کے غضب سے ڈرو گدڑ و تم

علی

اور وہاں لیجا میکان سے اگر کچھ توغن
ایک بھی وائیر نہیں گرہیں توہین مگر گہر

مہین ہیماں زربخت کجواب کے سو پرہن
ہمیشین صدایہاں پرہن حسین تبے نظیر

(م) جب صیفہ ماضی استمراری پر آتا ہے تو منفی کو مثبت اور مثبت کو منفی کر دیتا ہو جیسے۔

میر حسن

تو اب تک وہ ملو نہ آتا نظر

مختاری سے چاہ ہوتی اگر

یعنی اسے مختاری چاہ نہیں ہو ورنہ وہ ملو نہ نظر آتا۔

غالب

تری ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

تو نے عہد کو توڑ ڈالا اسلئے وہ استوار نہ تھا۔	
ترسے وعدے پر جیسے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا	
کہ خوشی سے مر جاتے اگر اعتبار ہوتا	
خوشی سے نہ مرے اسلئے کہ اعتبار نہ تھا۔	
یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا	
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا +	
یعنی نہ اور جیتے نہ انتظار ہوتا۔	
ذوق	
فنج ہونے کا مزہ جانتا گر صیدِ عرم	آپ گردن پہ چھری پھیر کے سہل ہوتا
چونکہ صیدِ عرم فنج ہونیکا مزہ نہ جانتا تھا اسلئے آپ گردن پر چھری پھیر کر سہل نہوا۔	
امانت	
تری مژہ پہ نہ ہوتا اگر یہ دلائل	جگر کا آبلہ کیون لوگ خار پر ہوتا
مولوی قدرت لہ قوت	
زلفون میں اگر دل یہ گرفتار نہوتا	یون روز مرا آہ شب تار نہ ہوتا
جو یہ بھی استقبال میں وہی معنی پیدا کرتا ہے جو اگر کرتا ہے یعنی دہان آتا ہو جہاں شرط کے واقع ہونے اور واقع نہ ہونے کا یقین نہو جیسے۔	
جرات	
کوئی آتش کا پرکالہ جو وقت خواب یاد آئے	تو سمجھیں کیون نہ انگاسے یہ گلہائے سہالی ہم
سودا	
جونا تو ان نگرین دستگیرِ دشمن	تو خار و خس نگرین شعلے کو کبھو برتا
اور جو ماضی و حال میں آتا ہو تو یقین کا فائدہ دیتا ہو مثلاً۔	
آتش	
ہوتا ہے سن کے زرد جونا مردِ مدعی	رستم کی داستان ہے ہمارا افسانہ کیا
جرات	
رکھا جو تو نے قدم سر پہ یا از رہ لکھ	دماغ عرش پہ اس خاکسار کا پہنچ

احمر کین

خیال زات بہتان میں جو پیچ کھاتے ہیں مڑوٹ ہو ہو کپے چپش کے دست آتے ہیں

اتش

جبیں پر اپنے افشان کو جو اُس محبوبے چھڑکا کتاب چہرہ نے نقشہ دکھایا لوح قرآن کا

اصالت

برسہ جو مانگتا ہوں تو انداز و ناز سے مجھ کو دکھاتے ہیں وہ انگوٹھا ہلا کے ہاتھ

امیر

افسے افشان کے جبیں پر چمکتے دیکھے اختر طالع غور شید چمکتے دیکھے

امیر

بحر مہم میں ہے آفت لادیم اے اہل کمال ٹوٹنے کا خون ہے قطرہ جو گہر ہو گیا

اور جب اسکا مدخول ماضی متناہی ہوتا ہے تو اسکا وہی علم ہے جو اگر کا ہے کہ مثبت کو منفی بنا دیتا ہے اور منفی کو مثبت کر دیتا ہے مثلاً۔

غالب

اُسے کون دیکھ سکتا کہ کچا نہ ہو وہ گیتا جو دہنی کی خوب ہوئی تو کمین دوچار ہوتا

یہیے چونکہ اُسین دہنی کی خوب نہیں اسلئے دوچار نہیں ہوتا۔

امانت

منو جو سبزہ خط کا سہار میں ہوتا نہ بند بار کا طوطی ہزار میں ہوتا

جب یہ کلمہ اگر استقبالیہ پر آتا ہے تو وہی شرط کا فائدہ دیتا ہے اور اس سے یسین زمانی

مقصود ہوتی ہے اسمین اور اگر میں یہی فرق ہے۔

الشا

جب ہوا کھلے گھر آئینے کو دیکھنے کے ناچ وضع پر ہند کی ہوا باغ میں جب کا مسکن

ظفر

وہ شکار انداز جب ہے ہاتھ میں اپنے تھک برق نظر جائے رنج دیکھنے اڑتی ہوئی

اور جب ماضی و حال پر آتا ہے تو جزم و یقین اُس سے مطلوب ہوتا ہے جیسے۔

ذوق	مین اپنے ذوق کے فزان کہ مستی میں مبتلا کی
بلا یا کئے اُسکو جب وہ آیا بے طلب آیا	
آتش	جب میں جا ہوں تو مٹھ پکیر یوں کہتے ہیں
میںند آئی جو بہن آپ بھی آرام کریں	
مومن	جب سے وہ گئے اُدھر نہیں یاد کیا
پوچھی نہیں کچھ خبر نہیں یاد کیا	
میرسن	کئی دن جب اُس پہ گئے اور بھی
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طواریں	جب تک عبور اُردن نہ کیلئے ہو جیسے۔
میر تقی	جب تک کہ ترا گذر نہ ہووے
بلوہ مری گور پر نہ ہووے	
ناسخ	جب تک نہ آبِ پاک و بانِ مٹی پہنچا
اُس تیر کے نہ دلیں خیال آیا شیر کا	
درد	مرا ہی ہے جب تک تری جہت ہوے
زبان جب تلمک ہے یہی گنگلو ہے	جو زمینِ ارہمیں دو بونِ امردن میں شدت التزام اور اثر ثانی کا اول پر شدت مترتب ہونا بھی مقصود ہوتا ہو جیسے۔
ناسخ	دمِ لبِ اسیر کا تن سے نکل گیا
جھوٹا نکاسیم کا جوہن سن سے نکل گیا	
ظفر	سترگاہِ ستِ تم جوہن ترا قائل بڑھا
خونِ جسمِ تون تلِ گھسائل تل بڑھا	جب کبھی یہ تعینِ زمان کے واسطے آتے اُتراستقبال پر آئیگا تو وہی شرط کا فائدہ دیکھا اور اگر ماضی و حال پر آئیگا تو اس سے وقوعِ نخل میں تعین پایا جائیگا جیسے۔
جب کبھی جو حق یہ آجاتا ہے دریلے الم	جب کبھی جو حق یہ آجاتا ہے دریلے الم
جبوقتِ ظرفِ زمان ہے مجازِ شرط کے لیے استعمال کر لیتے ہیں گردِ وقت اُس سے سافط نہیں رہتا	

بلکہ تعیین زمان کا فائدہ دیتا ہے جب شرط کے لیے ہوتا ہے تو جواب شرط پر جزا کا حرف ہوتا ہے مذکور ہو یا مقدر جیسے جو وقت تم آؤ گے میں بھی آؤں گا یعنی میرا آنا اُس وقت ہوگا جب تم آنا وقوع میں آئیگا۔
 مدعا یہ ہو کہ اپنے آنے کا زمانہ متعین کر دیا اور اگر صرف زمانہ مقصود ہوتا ہے تو جزا کا حرف اُس پر نہیں آتا یہی حال حرف جب کا ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ شرط کے لیے استعمال پاتا ہے تو وقت کا لحاظ نہیں ہوتا کیونکہ اگر وقت کا بھی لحاظ ہوگا تو حقیقت و مجاز کا ایک استعمال میں جمع ہونا لازم آئیگا مگر یہ اعتراض صحیح نہیں۔
 پہلے کے در حقیقت استعمال اُس کا وقت ہی کے لیے ہوتا ہے اور شرط کے معنی بطور تضمن کے لازم آجاتے ہیں اس طرح کہ طرز کلام سے ایک جملے کے مضمون کا حصول دوسرے جملے کے ساتھ مقید ہو جاتا ہے۔

انیس	
پھر ہوگا نہ ہاتھ پاؤں لے سے آئیں	جو وقت گزر جائے گا پانی سرے
اور جب یہ لفظ ماضی و حال پہ آئیگا تو اس سے یقین پایا جائیگا۔	
دوق	
تیرہ روئی نے تری مر جہا نواب کا نور	دیا جو وقت اڑا کر مک شب تاب بنا
جہاں تعمیر زمان کے واسطے آتا ہے جیسے میر کے اس شعر میں۔	
بہمنی دل کی نہ کہنے پائے اُس سے	جہاں بولے لگا کہنے کہ بس بس
یعنی جو وقت اب کبھی تعمیر مکان بھی اس سے منظور ہوتی ہے جیسے غالب کے اس شعر میں۔	
جہاں تیر نقش تہم دیکھتے ہیں	خیان خیابان ارم دیکھتے ہیں
یعنی جس جگہ اب۔	
بیرن	
جہاں بیٹھنا پھر نہ اٹھنا ہے	محبت میں دوزخات گھٹنا ہے
غالب	
حریف جو شمش دریا نہیں خود داری ساحل	جہاں ساقی ہو تو باطل ہو دعوے ہوشیاری کا
ہر چیز اور اگر جہ اور کہ جہ اور کو جس جگہ پر داخل ہوتے ہیں تو اسکا مضمون تو ہم ہو جاتا ہے۔ پہلے لیکن یا کوئی دوسرا لفظ اسکا مرادف استدراک کے لیے اُسکے جواب پر لفظاً یا تقدیراً لانا واجب ہوتا ہے۔	

طالبِ مہجوری	
ہر چند رو سیہ میں بے لوبو بے بصیر تھا	لیکن برنگِ سرمہ منظور ہر نظر تھا
منظر	
اگرچہ الطاف کے قابل یہ دل نہ لے نہ تھا	لیکن اس جو رجو جفا کا بھی مزاوار نہ تھا
میر حسن	
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے	وے پرورشِ سب کی منظور ہے
غالب	
اُمین رہا رہیں ستمہائے روزگار	لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا
حالی	
گو منتِ قیصر سے ہو ہر قوم گدا غبار	احسانِ مگر اسلام پہ ہیں اُسکے گرا ترا
فوائد متفرق حرفِ شرم کو بھی حذت بھی کر دیتے ہیں اسطرح حرفِ جزا کو بھی مثلاً۔	
غالب	
رہے نہ جان تو قاتل کو خونہا پیچھے	کھٹے زبان تو خنجر کو مر حبا کیے
لینے اگر زبان کھٹے ادا کر جان نہ رہے تو بسا ایسا کرنا چاہیے۔	
دل سوز	
دو ٹھنڈے ٹھنڈے ہیں تو ہم انہو بہاتے ہیں	وہ دن کو رات کہتے ہیں تو ہم تارے دکھاتے ہیں
اجنباب شاو دام بالقاء بہ	
تم بھی بانگِ ہوا داج بھی ہو بھاری باقی	تم اگر بات نہیں کہتے ہو سیدھی نہ سی
کوزہ و جامِ بنائیلی تو کھنی خاک مری	اسکے بھی کام کی گریہ نہیں مٹی نہ سی
حسرت	
سرد کرک جو سرکشی قد کشیدہ کو دیکھا	گل جو دکھا وہ سپرین کھول قبا کہ اس طرح
گر کوئی تجھ سے یہ کہے رات کی زن ہو کسی طرح	جلد سے تو نقاب کو منہ سے اٹھا لا اس طرح
گر کہے کوئی بہشت میں کیونکہ یہ لوگ جائینگے	پیار سے عاشق کو تو گھر میں بلا کہ اس طرح
وہ جسے جو شیخ کیونکہ دلِ حسرت دار کا لایا	
اُسکو بھی تو دکھا دے یا راکھ اگر اسطرح	

ظفر		
نیرے آنے کی ہین پہنچی خبر اڑتی ہوئی	اگر دھولے شہسوار آئی نظر اڑتی ہوئی	
ب (بکھی مسند کی شرط پر جزا کو مقدم کر دیتے ہیں جیسے -		
غالب		
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے	تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن دیکھ	
صحت		
پرے میں ناز سے جو چھپانے دکھاکے ہاتھ	محفل میں رہ گئے کھٹا فوس ٹک ہم	
محشر		
اگر تو لے قاصد شکاکے بیابان کو چلا	تحفہ تخت جگر جائیو مجنون کو سیے	
نویان بصرہ یہ کہتے ہیں کہ اگر جزا مقدم ہو تو شرط کیلئے اور جزاے مقدم ہونے پر دلالت کرنیوالا جانتے ہیں اور کو فیصلے نزدیک جزاے مقدم ہی کو شرط موخر کی جزا جانتے ہیں اور دونوں کے نزدیک ایسی حالت میں کہ جزا مقدم ہو شرط کا ماضی ہونا لازم ہو لیکن یہ لازم عربی ہونے مخصوص ہر اردو میں باوجود جزا کے مقدم ہونیکے شرط غیر ماضی بھی ہوتی ہے جیسے -	اپنی سٹینین چلتی ہوئی دکھلائیے	
انشا	اڑے گی جو کہیں نہ رہے سوچ کی کرن	
غالب		
نہ کو گر بڑا کرے کوئی +	نہ سو گر بڑا کرے کوئی	
نخس دو گر خطا کرے کوئی	اروک لو گر غلط چلے کوئی	
ج (بکھی بوجہ قرینہ دالہ کے جزا کو حذف کر دیتے ہیں اور اسکے مؤکدات کو قائم مقام کر لیتے ہیں جیسے -		
حالی		
ہو غلط نسخہ سنیں و شہور	چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون	
یعنی اگر وہ آسمان کو بٹھرنے کا حکم دے تو بٹھ جائے اور اسکے ٹھہرنے سے سیاروں کی گردش موقوف ہو جائے اسلئے سال ماہ کا حساب جاتا ہے اور زمانیکا انتظام بڑا جگہ نسخہ سنیں و شہور کا غلط ہونا جزا کا مؤکد ہے -		
ولہ		
کہا اُسپہ بجلی کا گر تلے بہتر	کہا در ہو یہ بھی اگر بند آسیر	
پہلے مصرع کے بعد جزا محذوف ہوا اور مصرع دوم اس کا مؤکد ہے -		

ذوق

ای ذوق شہید سکونے ہیں کئی عاتق
کرنی ہو اگر سبقت کیا دیر لگائی ہو
یعنی اگر سبقت کرنی ہے تو کیا دیر لگائی ہو جزا اس میں محذوف ہے اور کیا دیر لگائی ہو جس کا سوکھ
اسکی جگہ رکھا گیا۔

احسان شاہجہان لوبی

کو چہ یار میں مناس ہے تو پھر دیر ہے کیا
تجھ کو بھجھائے ہمے دل شیدا کب تک

عاشق

وانتون میں زلف کو جو دباتے ہو بار بار
کھاٹکا خاک سانپ کا جب سر کل گیا

جزا محذوف اور دوسرا جمع آسکا ہو کہ ہو۔

کبھی بغیر مکررات کے قائم مقام کیے ہوئے باعتبار قرینہ سابقہ کے حذف کر دیتے ہیں جیسے۔

گلزار نسیم

حبس وقت وہ گل چمن سے لایا
کھنے لگی لوڑا دیا پائی

محمودا خوش ہوئی کہ آیا
بولا کہ جو یان سے ہو پائی

یعنی اگر یہاں سے رہائی ہو تو جانیں کہ مراد پائی نہیں تو نہیں چونکہ جزا مقدم مذکور ہو چکی تھی
اس واسطے اسے حذف کر دیا تاکہ عیب سے احتراز ہو۔

امیر مینائی

جمع ہیں سینے میں پیکان تیر کے
سیکا دل دل ہیں اگر اک دل گیا

یعنی اگر اک دل گیا تو کیا ہوا۔

میر

اگر تیزن سے کہی تو فائدہ مر لطف سے
اباک ہی نیم جان ہو کر قصداً امتحان ہو

جب تک جزا کلام میں معتبر ہو سکے تو اس کے وزن کا قائل نہ دینا چاہیے اس لیے کہ اصل ہو کر جبکہ قطعی طور پر
معلوم ہو کہ یہ قائل کی مراد نہیں ہو۔

کبھی جزا کو حذف کر دیتے ہیں اور اسکی علت کما کی جگہ رکھ دیتے ہیں زیادتی تو اس لیے کہ گویا انہم ملل نسیم

نسیم

بیجا تو ملے کا جانور ہوں
اگر دج کیا تو مشت پر ہوں

یعنی اگر بچا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ ملے کا جانور ہون اور اگر ذبح کیا تو کچھ فائدہ نہ ہوگا
کیونکہ مشقت پر ہون۔

غالب

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی | حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یعنی اگر جان دی تو اچھا ہوا کیونکہ اُسی کی دی ہوئی تھی۔

ولہ

ارزم کی داستان گر مینے | ہے زبان میری تیغ جو ہر دار

بزم کا التزام گر کیجے | ہے قلم میری ابر کو ہر بار

کبھی نفل شرط بھی مخدوف ہوتا جو جیسے۔

ما سنج

لازم ہے کرو مسافر و مکار اعزاز | اعزاز زمین تو اضرار سے باز

یعنی اگر اعزاز زمین کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

جو کہ شرط ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ معلق کرنا ہے ایسے یہ چاہیے کہ شرط و زمین اختلاف
لفظی نہ واسطیج کہ ایک ماضی ہو اور دوسرا مستقبل و علی ہذا کہ کبھی کسی جلتے کے وسط شرط و جزا کے
صیغوں میں اختلاف ہوتا جو جسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) غیر حاصل کو معرض حاصل میں ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ مستقبل کے معنی کو
کہ ابھی حاصل نہیں ہوئے ہیں ایسے لفظ کے ساتھ جو ان معنی پر دلالت کرتا ہو جو فی الحال حاصل ہیں
مثلاً حال کا صیغہ یا زمانہ گزشتہ میں حاصل ہو چکے ہیں جیسے ماضی کا صیغہ ظاہر کرتے ہیں اور و جہرگی
یہ ہوتی ہے کہ جبکہ غیر حاصل کے اسباب قوی ہوتے ہیں تو وہ حاصل مان لیا جاتا ہے مثلاً۔

غالب

یہی ہوا زمانا دوستانا کس کو کہتے ہیں
عدو کے بولے جب تم تو میرا امتحان کیوں ہو

شرط میں ماضی ہوا درجہ ابن استقبال تو نلتہ اس میں یہ ہے کہ غیر حاصل کو حاصل ظاہر کرنا
منظور ہے یعنی گو معشوق ابھی تک عدو کا نہیں بولیا ہو مگر وجہ قوت سبب کے نیچے عدو کا بولنے کے اسباب
قوی موجود ہونے کی وجہ سے اُسکو عدو کا بولیا ظاہر کیا۔

حالی	
اتن سانیان چاہین اور آبرو بھی +	وہ قوم آج ڈوبے گی گر کس نہ ڈوبی
(۲) یہ ظاہر کر نیلو کہ جزا کا وجود بخوبی ثابت و مقرر ہو چیتے۔	
دبیر	
کیا خوب دلیل ہو یہ خوبی کی دبیر	سمجھتے جو بڑا کچھ اچھا وہ ہے
ایمان مناسب یہ تھا کہ حزامین بھی استقبال کا صیغہ ہوتا اگر اس نکتہ بدیہی کی وجہ سے ایسا کیا۔	
مومن	
نچوڑینگے ہم اپنا دامن تہ	جہنم میں ہوا دعا و اعظا اگر آگ
وزیر	
مرہی جاؤ بھگا اگر صبح کا تارا بھلا	یاد آئے کا کسی مہ کا درگوش مجھ
مومن	
بالطبع کر کرم ہو تو مفلس بھی ہو کریم	ہوتا ہے سائے کا شجر بے ثمر سے فیض
مظفر	
کہوں میں حسن میں گر بھگوار شک ماہ کفانی	تو جھوٹا سمین بتا دیا ہیکر کیا ہو یوں ہی ہے
(۳) معنی مستقبل کو جملہ شرطیہ میں ماضی کے ساتھ اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ اس معنی کی نشان دہی کی طرف مائل ہوتی ہے پس اُسے ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے جو واقع شدہ پر دلالت کرتا ہو کیونکہ جو غرہ اس چیز سے جو واقع ہو مترتب ہوتا ہے وہی غرہ نے اجماع اس سے بھی مترتب ہوتا ہے اور یہ بھی غیر حاصل کو معرض حاصل میں دکھانے کی ایک صورت ہے جیسے مریض کہے کہ اگر میں مر گیا تو اچھا ہو گا۔	
مولوی نذیر احمد	
دوا کا حیلہ ہو کر وقت ابھی نہیں آیا	تو ہونے دیکھا ہو چٹکی سے خاک کی آرام
میر	
اگمان پھر شور و شیون جب گیا میر	یہ ہنگامہ ہوا جس ہی نہ حد گزرتک
میر	
ہو بچھ سی پری جو خضم جانی	انسان کی ہے مرگ زندگانی

(م) سُننے والے سے تفاؤل منظور ہوتا ہے کیونکہ مشکل میں چیز کا خواہش مند ہوتا ہے اُسکو ایسے لفظ سے تعبیر کر لے جو اس کے حصول پر دلالت کرتا ہے جیسے کوئی کہے اگر حسن خاتمہ نصیب ہوا تو بہت ہی اچھا ہو گا۔

مومن	
ہو حق و فاد اقصا نے چاہا	کعبے کا سفرِ نبوت سانسے چاہا
ہے ترک علاج ان جو نکاح مومن	دیکھو چاہے مینگے گردِ خدائے چاہا
میر	
باقی یہ داستان ہے اور کل کی لبت ہے	اگر خان میری میر نہ آہو بچی لب تلک
امین خاص حافظ محمد امین	
امین اپنا رہا ثابت جو ایمان	یہ توشہ آخرت کے ہے سفر کا
رئیس الدین سید	
اگر عالم رویا میں ہوا وصل کا سامان	یا رب جو عیان خواب کی تعبیر کسی وقت
حالی	
ان مگر کچھ امید بندھتی ہے	تیرے زمرے میں گر ہوا مشور
جب ترے کاروان میں جاہو بچا	پھر رہا بابِ خلد کتنی دور
(۵) وقوع شرط پر اظہارِ رغبت کیلئے ایسا کیا جانا ہو	
فدا	
وصف چشمِ شوق کا آیا اگر بس کو خیال	مرغزار طبع میں غنمون ہرن ہو جائے گا
سوز	
جب تلک نکھیں نکلی ہیں کد پڑھو دیکھئے کد	منہ کلین جب انظران تب زربِ بندہ بن
میر بہادر علی حجت	
اگر خناترا ہوا تو نئے خون بہا دل کا	تو نو کا دست نگارین ہے خون بہا دل کا
آتش	
نالہ بیل شیدا میں اگر ہے تاثیر	
دستِ صیاد میں چلین کا گریبان کا	

۹
مقصود
بانتیل
شعر اول جو
۱۱

ذوق

عبث جان منتظر ہونو نہ ہو وہ شوخ کلبا یا اگر چیل کو بھی آیا تو ہم جانیگا بآیا

کبھی جزا میں وہی فعل آتا ہے جو شرط میں ہوتا ہے اور مفہوم مخالف پیدا ہوتا ہے اور جملہ شرطیہ فرض پر محمول ہوتا ہے۔

وزیر

یار پھر جائے تو پھر جائے پراپنا دل ار صفت قبلہ نما رہتا ہے یک سو ہو کر

بے اگر بالفرض یار پھر جائے مگر اپنا دل زار آخ۔

میر

مر گئے ہم تو مر گئے تو جی + دل گرفتہ تری بلا ہو وے

یعنی بالفرض ہم مر گئے تو تو جیتا رہ حرف شرط اس میں مخدوف ہے۔ اسطرح۔

میر حسن

دگر مر گئی تو بلا سے موسیٰ تو یوں جانیو محبہ صدقے ہوئی

سودا

دیگی جبکہ چاٹ کر چھوڑے منہ کو کھانے سے موڑے تو موڑے

ظفر

کیون ستاتے ہونا صوبہ کو گر ستا دے تو وہ ستانے دو

سر کی پروا نہیں ہے شمع صفت اگر جلا دے بجھنے جلانے دو

ذوق

کسی بکس کو اسی بیدار دگر مارا تو کیا مارا جو اپنی مر رہا ہوا اس کو گر مارا تو کیا مارا

ولہ

اُسے ہنسنے بہت ڈھونڈا نہ پایا اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

ذکر مند

مند کا ذکر اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اہل ہے اور اس بات سے عدول کرنے کے لیے کوئی مقتضی نہیں ہوتا۔

مولوی سید کبر حسین		
وہ دور چرخ آ رہا ہو اگر کبر اہل تقوے ہیں اور مضطر	بزرگ بھی فضل دلو اپنے سکھائے ہیں گناہ مگر ناہ	
دور چرخ مسند الیہ ہو اور آ رہا ہو مسند ہوا اہل تقوے مسند الیہ ہو اور زار و مضطر مسند ہو بزرگ	مسند الیہ ہو اور سکھا رہے ہیں مسند ہو اپنے فضل دلو پہلا مغفول ہو اور گناہ کرنا دوسرا مغفول انہیں سے	کوئی مسند ایسا نہیں کہ قابل حذف و ترک ہوتا۔ یا قرینے پر اعتماد کمزور ہوتا ہو تو احتیاطاً ذکر کرتے ہیں۔
غالب		
کچھ خیر یا انہیں ہو اکی سال	کچھ بنایا انہیں ہے اکی بار	
کچھ خیر یا انہیں ہو اور کچھ بنایا انہیں ہو میں نے کی خبر میں اگرچہ دونوں قریب یس ہیں مگر یہاں قرینے پر	اعتماد کمزور تھا اسیلے ایک کو حذف نہیں کر سکے۔	
یا سامع کی غبات پر تعریض منظور ہوتی ہے مثلاً کوئی پوچھے کہ تمھارے بنی کون ہیں تو جواب ہے	بنات بنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پس یہاں ہمارے بنی کو کہ مسند ہو محمد کے ساتھ جو علم ہے ذکر کیا	حالانکہ قرینہ سوال سے علوم ہو سکتا تھا اس ذکر کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ منظور ہے کہ
مخاطب بھی ہو قرینے سے نہیں سمجھ سکتا۔	یا ترجمہ کیلئے مثلاً حضرت علیؓ فرمے پیاس جان بلب ہو نیلے وقت اُنکی مان کئے لگیں۔	
انیس		
کیا ہو گیا اس صاحبِ اقبال کو میرے	ہے ہو لیے جاتی ہے جل لال کو میرے	
ایضا		
کچھ حق میں اس کنیز کے فرما کے جائیے	صاحب کسی جگہ مجھے بھلا کے جائیے	
یہ بات حضرت امام کی رحمت کے وقت شہر بانو نے فرمائی تھی۔		
یا غیر سائل کے سنائے کے لیے مثلاً۔		
انیس		
سنہ کی مظلومی پر گریان ہوئی ظالم کی سپاہ	عمر سعد نے کی مڑ کے رخ پر پہ نگاہ	
بولو وہ اشہد باللہ بجا ہمتے ہیں لٹا ہ	محسن و منعم و آقا ہے مراد وہ ذبیحہ	

مُرنے جو مسند کو بیان کیا اُسکی وجہ یہ تھی کہ اُس کی بات کو غیر سائل بھی سُن کر اہام کی طرف ڈاری پر آمادہ ہو جائیں۔
یا ہتدید کیلئے ذکر کرتے ہیں۔

منشی

جہدِ قلب میں شاہ کا دُوس تھا	اُدھر جا کے سہرا نے یون کہا
سوارانِ ایران کو میدانِ مین	تہ تیغ کھینچن مین اک آن مین

مین مسندِ الیہ ہو اور تہ تیغ کھینچن مسند اور غرض مسند کے ذکر سے ایران کو ڈرانے ہے۔

ولہ

وہ مین ہون دلا وریل نا بجو	کہ دیو سپید سیہ کار کو
کیا کشتہ اک دم مین ہنگام جنگ	نہ جانبر ہوئے مجھ سے شیر و لنگ

وہ مین مسندِ الیہ ہو اور دلا وریل نا بجو مسند ہو اور تحویف کیلئے اسے یہاں ذکر کیا ہوا در دوسرے شعر مین تکلم کی دلاوری کا بیان ہو۔

ہوس نوافل کی زبانی اقرابے سلی کو

لے بیخبران مین بد بلا ہون	انسان خورندہ اتر دیا مون
---------------------------	--------------------------

بد بلا اور انسان خورندہ اتر دیا مسند ہیں کہ ہتدید کیلئے ذکر کیا ہے۔

نفس

کہا شقی نے دُورین جن جو میری تیغ چلے	پکڑ لون شیر کی گردن اگر تو سانس سے
جسے مین غلیظ سے دیکھون نموتِ شتر چلے	جرمی وہ مین ہون کہ کائے مین سیکڑے لگے

ولہ

وہ مین ہون ضعیف مرسب سے زور مین بالا	علی کے شیرون نے آغوش مین جسے پالا
لہو بہا کے مجھے اب جہان سے کھوتا ہون	حسین کا ہون بھیتجا علی کا پوتا ہون

گلزارِ نسیم

کانٹوئیں اگر نہ ہوا بھجتا	تھوڑا لکھا بہت سمجھتا
---------------------------	-----------------------

آئیگا تو درگزر کروں گی
در نہ مین بہت سا شتر کرونگی

شایان

پھر وہ اُسے اس وقت میں حیف ہے یہ خبر ہے یہ گریہ سیف ہے

یا اس واسطے ذکر کرتے ہیں کہ معین کر دین کہ مسند اسم ہے یا فعل پس اگر فعل ہوگا تو تجدد کا فائدہ دے گا تجدد سے مراد حدث ہے یعنی نیا کام کرنا جو پہلے فاعل کی ذات میں موجود نہ ہو اور فعل مسند کسی ایک زمانے کے ساتھ مقید ہوتا ہے اور زمانے تین ہیں ماضی مستقبل حال ماضی وہ زمانہ ہے جو زمان تکلم سے پہلے ہوا اور مستقبل وہ جو زمان تکلم سے پیچھے ہوا اور حال اجزائے آخر ماضی و اول مستقبل ہے جو ایک دوسرے کے پیچھے بدون مہلت کے واقع ہوں چنانچہ زید نماز پڑھتا ہے حالانکہ بعض اجزا نماز کے اُسے ختم کر لیے ہیں اور بعض ماقی ہیں پس جو فعل آنات بسیار یعنی بہت وقتوں میں بدون فاصلہ اور مہلت کے واقع ہوتا ہے اُس کو حال قرار دے لیتے ہیں فعل حسی فرائض ظہور پاتا ہے وہ اُس کا فاعل ہے اور جس زمانے میں ظاہر ہوتا ہے اُس کی طرف اور فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اُس میں حدث یعنی معنی مصدر ہی مستقل ہوتے ہیں اور نسبت غیر مستقل اور اس سے معلوم ہوا کہ فعل میں تین چیزیں ہوتی ہیں ایک معنی مصدری دوسرے اند

تیسرے نسبت فاعل کی طرف۔

ناخ

اجود ہی ٹوٹ گیا کیا ہو شعر تر پیدا ہوا ہے شاخ شکستہ سے کب شرمیدا
دل ٹوٹ گیا اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ دل میں جو ٹوٹنے کی صفت پہلے نہیں پائی جاتی تھی وہ اب پائی جاتی ہے۔

شیخ حیدر علی صغیر

آبوی تفسیر ہے فنون ہر یا اعجاز مکھوین لبتا لبتا ہے دلو وہ بُت طنازا مکھوین
لبتا لبتا ہو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُس بُت طناز میں لبتا لینے کی صفت موجود ہو نہ یہ کہ پہلے نہ تھی اور اب ہو گئی۔

داغ

تاریکی لمحہ سے نہیں دل جلو کوخوف روشن ہے گاتا بقیامت چراغ داغ
روشن رہیگا اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ چراغ میں روشن ہونے کی صفت نہ پہلے پائی جاتی تھی

اور نہ فی الحال موجود ہے بلکہ زمانہ آئندہ میں موجود ہوگی۔

اور اگر مسند اسم ہوگا تو ثبوت کا فائدہ دیگا ثبوت سے یہ مراد ہو کہ مقرر کردین کہ مسند الیہ میں یہ صفت ہے

اقبال

قوم کو یا جسم ہے افراد ہیں اعضاء قوم منزل صنعت کے رہ پیا ہیں سب پائے قوم

قوم مسند الیہ ہے اور جسم مسند ہے اور یہ ثبوت کا فائدہ دیتا ہے یعنی مسند الیہ میں جسم ہو سکتی

صفت ثابت ہے اسی طرح اعضاء قوم مسند الیہ ہے اور افراد مسند ہے اسی طرح دست پائے قوم

مسند الیہ ہو اور منزل صنعت کے رہ پیا مسند۔

امیر مینائی

ایک سیدھی نگاہ پر تیری لاکھ باتوں کا بانگین صدقے

بانگین مسند الیہ ہو اور صدقے مسند اور بانگین میں صدقے ہونے کی صفت ثابت ہو۔

امداد علی بجر

اسکی نگاہ قمر ہے اپنی نگاہ مہر ہم اسکے ہیں ہر وہ ہمارا نشانہ ہو

اسکی نگاہ مسند الیہ ہو اور قمر مسند ہے۔ اپنی نگاہ مسند الیہ ہو اور مہر مسند۔ ہم مسند الیہ ہو

اور اسکے ہر وہ مسند۔ وہ مسند الیہ ہو اور ہمارا نشانہ مسند ہو۔

بقا

اس کف میں دیکھ ساغر نازک شراب کا دریا میں سرنگون ہو پیالہ حباب کا

حباب کا پیالہ مسند الیہ ہو اور سرنگون ہے مسند ہے۔ فعل کبھی تجدد استمراری پر دلالت

کرتا ہے چنانچہ حال مثلاً۔

ایک مہمان سراسر ہے دنیا بھی ایک آتا ہے ایک جاتا ہے

یعنی نیا ہی شخص آتا ہوا اور نیا ہی جانے والا اور یہ آنا جانا استمرار یعنی ہمیشہ کیلئے ہو اور

اسی طرح مضارع میں بھی تجدد استمراری کبھی پایا جاتا ہے چنانچہ۔

میر

جو امیر اس طرح روتا رہے گا

تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا

اور کبھی محض تجدد ہوتا ہے استمرار نہیں ہوتا چنانچہ۔

جرات

جب تب خون مرا ہی پیتا ہے

نغم بہت اسکا مجھ پیہ شیر ہے کچھ

یعنی لحظہ بہ لحظہ میرا خون پیتا ہے۔ اور نفی اثبات کی تابع ہے یعنی جو حال فعل مثبت کا ہو گا وہی منفی کا ہو گا اگر کہا جائے کہ جب کسی کلام میں کوئی قید ملحوظ ہو اور اُسی کلام پر نفی آجائے تو وہ نفی قید کی طرف راجع ہوتی ہے اور باب تحقیق کا یہی قول ہو پس اس قاعدے کی رو سے کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے میں نفی تجدید یا استمرار کی ہوگی نہ نفی فعل کی کیونکہ مثال مذکور میں دو مصفیتیں ہیں ایک تجدید کی دوسرے استمرار کی سو نفی کرنے سے دونوں وصف زائل ہو گئے زیادہ توضیح کیلئے ہم کہتے ہیں کہ فعل کی تین حالتیں ہیں یا تو اس میں قید تجدید اور استمرار کی یا فقط تجدید کی ہوگی یا فقط استمرار کی ہوگی پس اگر ان تینوں حالتوں میں نفی کریں گے تو وہ نفی ان قیدوں کی ہوگی نہ نفی فعل کی ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہ قاعدہ درست اور مسلم ہے لیکن یہ بات بیان کرنی مافی ہر کہ اگر مسند میں تجدید یا استمرار ہو تو ایسا ہوتا ہو کر اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نفی تجدید یا استمرار کی مع نفی فعل کے ہو چنانچہ نہ کوئی آتا ہو نہ کوئی جاتا ہو دوسرے نفی فقط تجدید یا استمرار کی ہو نہ نفی فعل کی اور اگر مسند میں کوئی قید نہ ہو تو دلالت کرتا ہو کہ واقع نے خود فعل منفی وضع کیا ہو۔

اصف

اتنی را ہو پرنہ مٹلی حسرت بسمل ذرا

سینہ تیرو سے ہر پھلنی تیغ سے دل چاک تھا

حسرت بسمل مسند الیہ ہے اور نہ مٹلی مسند سومسند میں نہ نفی تجدید لی ہو نہ استمرار کی بلکہ اصل وضع یہ فعل منفی وضع کیا ہو۔ کبھی مسند ایک فعل واقع ہوتا ہے اور ظاہر میں وہ زائد معلوم ہوتا ہے مگر فی الحقیقت وہ اثبات تردد اور منیت کا کرتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ منظم پر اسے ظلم یا رحم کرنے میں کیا کیا تردد کیا ہو جیسے۔

ظفر

کاٹ کر رکھ دوں سراپا اب یہ ہونسی

تو نے رکھ دی لاکے جو شمشیر میرے روبرو

جاننا چاہیے کہ لفظ کے اضافت کے واسطے آتا ہے اور کبھی قائم مقام عطف کے آتا ہے اس صورت میں قائمہ اختصار کا دیتا ہے چنانچہ زیادہ کے چلا گیا اور دیکھ کے کہنے لگا یعنی آیا اور چلا گیا اور دیکھا اور کہنے لگا اور کر بھی اسی مقرر سے ہے اور اسی مقرر پر بولا جاتا ہے پس تو نے رکھ دی لاکے کے معنی میں کہ توجہ لایا اور رکھ دی اور مطلب نقطہ اتنی عبارت میں ختم ہو سکتا تھا تو نے جو شمشیر رکھ دی میرے سامنے

لیکن لایا سے اثبات تردد و سہمی کا منظور ہے یعنی میرے مارنے کے لیے شمشیر ڈھونڈ کر لا لایا اور مجھ پر ظلم کرنے کے لیے اسے یہ تکلیف اٹھانی پڑی۔

مسند کا فعلی اور سببی مژنا

مسند دو قسم ہے ایک فعلی وہ کہ بغیر تو مسط کسی دوسری چیز کے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زیر کھڑا ہے اور زید آیا دوسرا سببی وہ کہ کسی دوسرے کے ذریعہ سے مسند الیہ کی طرف منسوب ہو جیسے زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس مثال میں کھڑا ہونے کی نسبت بالذات زید کی طرف نہیں بلکہ اُس کے باپ کی طرف جو کھڑے ہونے کی نسبت ہے اُس کو زید کی طرف منسوب کیا ہے یعنی کھڑا ہونا زید کی طرف اُس کے باپ کے ذریعہ سے منسوب ہوا ہے اور غرض اس سے حصول لذت پر ایسے کہ اسناد کسی فعل میں جب واضح اور نہیں ہو اگر اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کریں تو نفس کو سننے کے بعد ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مسند کا ذکر کیا جاتا ہے تو مخاطب کے نفس کو زعم ہوتا ہے کہ مسند فعلی ہی ہو گا جیسے کہ عادت و زمرہ کی ہے جب اُسکو دوسرے طریق پر ذکر کریں تو نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اگر فعلی ہوتی تو یوں کہا جاتا کہ زید کا باپ کھڑا ہے سببی اسکو ایسے کہتے ہیں کہ سبب کی طرف منسوب ہے اور وہ سبب ضمیر ہے چنانچہ زید اُس کا باپ کھڑا ہے اس میں سبب لفظ اُس ہو لغت میں سبب رستی کو کہتے ہیں چونکہ ضمیر سے صلات اور صفات ربط پلتے ہیں جیسا کہ رستی سے پزیرین باندھی جاتی ہیں ایسے ضمیر کو سبب کہنے لگے۔

ترک مسند

مسند کے ذکر کرنے سے وہی فوائد منظور ہوتے ہیں جو مسند الیہ کے باب میں ذکر کیے گئے یعنی (۱) بحث کے ذکر سے بچنے کے لیے کسی قرینے کی وجہ سے اور اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مقام میں گنجائش ہو جیسے زید آیا اور عمر و بھی پس یہاں عمر و کا مسند بوجہ عبت کے محذوف ہے باوجودیکہ مقام میں گنجائش ہے (توبہ النصوح) یہ دارالمعن انسان کے رہنے کے لائق ہو صدمہ شخصے ہزار ہا بکھیرے روز کے جھگڑتے آئے دن کی مصیبت یہاں مسند محذوف ہو اور وہ لفظ موجود ہے دوسری صورت یہ ہے کہ مقام میں گنجائش نہ ہو وزن اور قافیہ کی وجہ سے مسند نہ آسکتا ہو اور قرینہ یہاں یا محذوف سے نیچے ہوتا ہے یا پہلے۔

مثال اول

انیس

تب شمرنے کہا کہ فصاحت سے کیا حصول

بعیت اٹھیں تو صلح ہمیں بھی نہیں قبول

یعنی اگر بعیت اٹھیں قبول نہیں۔ قرینہ ثانی کی وجہ سے مسند محذوف ہو۔

ذوق

تیرے لہجہ سے ہر بزم جہاں میں شاہ

شمع کھل گیسے اور شمع سے محفوظ پتنگ

مثال دوم

ولہ

طاقت ہو جسکے دل میں وہ دو چادر نہ

ہم ناتوان عشق تمہارے کہاں تک

یعنی ہم ناتوان عشق تمہارے کہاں تک رہیں صرع اول میں رہے آچکا تھا اس قرینے کی وجہ سے دوسرے مصرع میں ترک کیا گیا۔

مولوی محمد معین

مگر دریا کی باقی ہے وہی آن

وہی رونق وہی عظمت وہی شان

قرینہ اول کی وجہ سے وہی رونق اور وہی عظمت اور وہی شان کا مسند محذوف ہو۔

محر

حلاوت زندگی کی ہے طاقت احباب میں

مژہ مرنے کو تنہائی کا ہر زندے کو صحبت کا

یعنی زندے کو صحبت کا مژہ ہر قرینہ اول کی وجہ سے مسند محذوف ہو۔

ممنون

ممنون کا درد و یکد کے فراموش ہے مسج

عاجز ہے اس مرض سے دوا اور دوسے ہم

یعنی ہم دوسے عاجز ہیں۔

امیر

دریا سے مون موج سے دریا نہیں الگ

ہم سے بدر نہیں ہے خدا اور خدا سے ہر

یعنی دریا سے موج الگ نہیں ہے اور خدا سے ہم جدا نہیں ہیں پہلے مصرع میں قرینہ ثانی کی وجہ سے

سند محذوف ہو اور دوسرے مصرع میں قرینہ اول کے سبب ہے۔

سودا

دیکھیں تو کسی چشم سے گرتے ہیں نخت ل	تو اس طرح سے رو سکے لے ابر ترکہ ہم
اتنا کہاں ہے سوزِ طلب دل پینک کا	رکھتی نہیں ہے شمع بھی ایسا جگر کہ ہم
سو دانتے تھے کہ کسی کو تو دل بند	رہوا ہوا یہ سب سے تواب درہ کہ ہم

(۲) لہذا اکثر افعال کے حذف کرنے سے یہیں میسے مزاج مقدس یہاں کیسا ہے بسبب کثرت استعمال کے حذف کر دیا ہے۔

محسن

موقوف حدیث شب کی تصحیح	رکھ دیجے کتاب پر مصابیح
------------------------	-------------------------

یعنی حدیث شب کی تصحیح موقوف کر دو۔

سودا

سبز کو ابرو ہوا گل نہ سدا ہون اک جا	ساقیا جام کہ ہین یہ کوئی دم چارون یک
-------------------------------------	--------------------------------------

دلغ

ہمت اے خاک بان مدد از ضعف	کوئی دامن بچائے جا تا ہے
---------------------------	--------------------------

ولہ

چہرہ کہا آج کہ هر کس طرف	بولے ہوا حکم خدا جس طرف
--------------------------	-------------------------

مرزا غالب ایک رقعہ میں لکھتے ہیں پر دم شد آداب۔

موسوی احمد آزاد

کیا کہوں سینے میں تھا جودل بیابا کمال	میں گھڑی لکے وہ اسد نگہ بان گئے
---------------------------------------	---------------------------------

(۳) یا منظم یہ چاہتا ہے کہ سامع کے خیال میں یہ ڈالے کہ دلائل عقلی و نقلی میں سے دلیل عقلی اختیار کی ہو جو دلیل نقلی سے قوی ہوتی ہو۔

غالب

لاکھوں لگاؤ ایک چراغ نگاہ کا	لاکھوں بناؤ ایک گبرنا عتاب میں
------------------------------	--------------------------------

یعنی دوست کی لاکھوں لگاؤ میں ایک طرف ہیں اور ایک نگاہ کا چڑانا ایک طرف ہے اور لاکھوں بناؤ سنگار ایک طرف ہیں اور ایک عتاب میں گبرنا ایک طرف ہے۔

سودا

لگے کہنے نہیں شراکت نیک	میرے سوتھے اور تیرا ایک
-------------------------	-------------------------

یعنی میرے سوتھے اور تیرا ایک لقمہ براہمین -

(۴) بیخ و مل کی وجہ سے خبر نہ پتھر پر نہیں لاسکتے کیونکہ عسر کی وجہ سے تنگی مقام ہوتی ہے

فسانہ آزاد

”جو کون بولی اچھا چاند معاف کیا کوئی اس طرح روتا ہے اند جانتا ہے ہم سمجھے کہ خدا خواستہ کوئی بچار
تسکین عزی و غیرہ ایمان مرگیا کا لفظ جو مسند ہے تحسیر مقام کی وجہ سے محذوف ہے۔“

آزاد

اکبر فول پہ کھلے شان غلغلے	شہ کتے رہ گئے مرے دلبر کمان کمان
----------------------------	----------------------------------

یعنی کمان کئے کمان کئے یا کمان جاتے ہو۔

خواجہ وزیر

کلیا فوج گیا چھوڑ کے بس قاتل	دہن زخم چار کیا قاتل قاتل
------------------------------	---------------------------

(۵) (۱) وجہ مخالفت و زن کے اختصار مطلوب ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس کے مسند قریب لکھ رہا ہوتا ہے۔

میر حسن

یمن سے بحر ابغ گل سے چین	کین زگس و گل کین یا سمن
--------------------------	-------------------------

یعنی کین زگس و گل موجود تھے کین یا سمن موجود تھا۔

(۶) تکثیر فائدہ کے لیے یہ وہاں ہوتا ہے جہاں کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو کہ اس کو جس پر چاہیں

حاصل کر سکیں پس اگر ایک مسند ذکر کر دیا جائے تو یہ فائدہ فوت ہو جائے۔

نالہ تسلیم

اجازت و خیال قاصد دل	اگر آہو نچا دم تکلیف فیکل
----------------------	---------------------------

یہاں مسند لایہ اور مسند دونوں محذوف ہیں یعنی اجازت چاہتا ہوں میں یا اجازت دے مجھ کو

یا اجازت عطا کر۔

سودا

تم جنگی تنا کرتے ہو کیا بات ہے انکی	لیکن ملک ادھر دیکھو اسے مار بھلا میں
-------------------------------------	--------------------------------------

(۷) مسند واجب الستر ہوتا ہے اس لیے کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا۔

کیا پوچھتے ہو وصل کا جو شوق ہے نیکو	قابو میں مرے پیارے تم آ جاؤ تو پھر میں
میں مسند الیہ ہو اور اسکا جو مسند ہو وہ اس قابل نہیں کہ علانیہ بیان کیا جائے۔	
انشا	
سر ہلانے سے بھر و سنا نہیں پڑتا کہ وقت	کس جگہ کب وہ کہہ دین کہ وہیں مجھ سے تو کیونٹ
ہم بستری اور بجا موت کا سوال کرتا ہوں اور مسند الیہ و مسند دونوں محذوف ہیں۔	
(۸) کہراہیت کی وجہ سے حذف کرتے ہیں چنانچہ آپ ہی یہ کہا کرتے ہیں اور آپ ہی وہ بیٹے گوہ	
کھانے ہیں اور جب تک مارتے ہیں۔	
سوز	
و غامدی تو لگا کہنے کہ چپ ہو	مستی میں نے دعا تیری دعا کی
ولہ	
کہا میں نے کہ کچھ خاطر میں ہے گا	تمہارے ساتھ جو میں نے وفا کی
گر بیان میں ذرا منہ ڈال دیکھو	کہ تینے اس وفا پر ہم سے کیا کی
تو کہتا ہے کہ میں بس چونچ کر بند	وفا لایا ہے دُست تیری وفا کی
(۹) کبھی مسند کو حذف کر کے اسم اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ اوصاف متعددہ پر دلالت کرے	
اور یہ اکثر صفت و موصوف میں واقع ہوتا ہے کہ ارسمین اختصار ہے۔	
ذوق	
جب تک تھے گرہ میں محنتوں کی جیسے	سب کہتے تھے اب کو آپ ایسے ایسے
ایسے ایسے قائم مقام صفت کیلئے ہے اور فائدہ ارسمین یہ ہے کہ ارسمین اختصار کامل ہو سکتا ہے۔	
(۱۰) مقام مع میں مسند کو حذف کر دیتے ہیں جیسے آپ کا وعظ آپ کا فرمانا یعنی آپ کا وعظ اور کجا فرمانا	
بہت اچھا ہو یا بڑا پڑا اثر ہے۔	
غالب	
یہ مسائل تصوف یہ تر بیان غالب	تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا
یعنی یہ مسائل تصوف نہایت عمدہ ہیں اور یہ تیز بیان غالب بڑا پڑا اثر ہے۔	
میرسن	
وہ دو لہا کا مسند پہ آ بیٹھنا	برابر رفیعوں کا جا بیٹھنا

دو دنوں مصر غوغائیں خبر کلیتہً مخدوف ہو
(۱۱) مقام تعظیم میں مسند حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے

تسیم

سبحان اللہ شان تیری
پر آرد و روغن و شکر سے

بل مائیکہ بونی جو دیری
آتش تر کنی جلتے تھے ادھر سے

یعنی سبحان اللہ تیری شان بڑی ہے۔

مومن

یعقوب کو مدتوں رلایا

اللہ ری تیری بے نیازی

اللہ ہی اگرچہ مرکب ہو حریف نذا اور منادی سے ایسے کہ ری نہ لکھیے اور اللہ منادی ہو گریہاں
اصلی معنوں پر محمول مہینن بلکہ کلیات تقدیس کا قلم مقام ہے اللہ اکبر کے معنی تین یعنی اللہ اکبر تیری بے نیازی
بڑی ہے۔ تیری بے نیازی مسند الیہ ہے اور بڑی بڑا اسکی خبر جو اور مسند ثانی بیان ہے بے نیازی کا۔
دیکھا آئینہ جو کہتا ہے کہ اللہ سے میں

اللہ سے قلم مقام اللہ اکبر کا جو تقدیس کیلئے میں مبتدا بڑا حسین ہون خبر مخدوف۔
(۱۲) تعظیم کے محل پر کبھی مخدوف ہوتا ہے جیسے بقا کے کچھلے مصرع میں واہ سے میں کیونکہ واہ
تعظیم کیلئے ہے میں مسند الیہ ہے بڑا خوش نصیب ہون اسکی خبر مخدوف ہے۔

ذوق

تیج کھاتا ہے دھوان میرے چراغ گور کا

بل بے پشت تابناک بھی شاخ ہوئی طرح

بلے کلمہ تعظیم ہے یعنی بڑی وحشت ہے۔

زین العابدین نجات

بل بے بجزان تری حشمت کہ پھر ٹپے پتھر

آئین پتھر آئین اور تسبیح بھی پہلے آنسو

غفلت

گلشن میان گل ہے یا گل میان گلشن

کبے سیاه مستی تمبیل سے پوچھتا ہوں

(۱۳) حقیر کے موقع پر مخدوف ہوتا ہے جیسے

حالی

اٹھ گیا وہ جہاں تھے قسمت قوم کی

پر کچھ اک محمود خان کے دم سے تھی بیچم کی

یعنی قسمت قوم کی بُری ہو۔

سودا

جائے تو یہ کہے پڑاؤ ملاؤ

(۱۳۱) تحذیر کے موقع پر بھی محذوف ہوتا ہے۔

حالی

اگل آگ کا نمل کر ہے دان تو

پاتی ہے گھر میں جب دھوان تو

فائدہ چونکہ حذف اصل کے خلاف ہے اس لیے کوئی ایسا قرینہ ہونا لا بد ہے جو محذوف پر دلالت کرتا ہو اور یہ قرینہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) جواب سوال محقق میں واقع ہو جیسے کوئی کہے نون آیا اُسکے جواب میں کہا جائے

زید بیان آیا مسند بقرینہ سوال محذوف ہے۔

منوی قضا و قدر

کام جو پوچھا تو خدا

نام جو پوچھا تو خدا

اسی قبیل سے ہے سودا کے شعر میں۔

رسوا ہوا پھر ہے ہر توبہ در بدر کہ ہم

سودا نہ کہتے تھے کہ کسی کو تو دل نہ دے

جرات

میں ہر اٹل شخص سے رکھتا ہوں سرو کا رکھ تو

اتنا تھلا مجھے ہر جا بی ہوں میں یار کہ تو

اکبر

دست حسرت ملے بولا چند روز

پوچھا اقبال سے جیا تو کتنے دن

(ب) یا جواب سوال مقدمہ میں واقع ہو جیسے۔

غالب

شرب فراق سے روز جزا یاد نہیں

نہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں

میان سوال مقدمہ ہو گویا شاعر نے کسی نے سوال کیا تم کو قیامت کا اعتقاد نہیں شاعر جواب دیتا ہے کہ یہ قول صحیح کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں آج۔

(ج) کبھی سو اس سوال کے دوسرے کوئی قرینہ لفظی یا معنوی ہوتا ہے معنوی کی مثالیں تو اوپر بہت سی گذر چکیں لفظی کی مثال یہ ہے۔

سودا

جا کے مطبخ پہ یہ پڑا اس طرح
مین بیان اس کا اب کروں کس طرح
لاٹھیاں لے لے ہاتھ پیر و جوان
کرتے ہی رہ گئے سبھی بان بان

بان کے بعد مسند مع مسند الیہ کے مخدوٹ ہو اکثر ایسے جملے کے شروع مین ایک اور یا بان مانع ہوتا ہو
یا بان یا اور کی تکرار ہوتی ہو۔

غالب

مزا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر رٹ جائے
جلد دے لیکن وہ کے جائیں کہ بان در

داغ

کیون صرفہ نگاہ مری جان ہو گیا
اک تیر اور مین ترے قربان ہو گیا

تفکیر مسند

کبھی مسند نگرہ ہوتا ہو اور کئی فائدے دیتا ہے۔

۱۱) قائل کی یہ مرد ہوتی ہے کہ مسند منحصر مسند الیہ مین نہیں اور نہ اس مین تعین ہو جیسے زید
شاعر ہے پس اس قول سے منظم زید کے صرف شاعر ہونے کی خبر دیتا ہے شاعری کا اس مین مقرر نہیں کرتا
اور نہ یہ غرض رکھتا ہے کہ زید کسی خاص قسم کی شاعری سے متصف ہو۔

مثنوی تراویح

تمشیر عنا کا ایک گھاسل
اگر ہوا شیر حق سے سائل

یہاں مقصود بالتمشیر سائل ہو اگر سائل کا حصہ مسند الیہ مین منظور نہیں اور نہ سائل کا تعین مقرر ہو

مثنون

لب تک چشم سے خون ہو جاری
لب تک درد کوے دل داری

خون مسند الیہ ہو اور جاری مسند جاری ہو نہ کا حصہ مسند الیہ مین منظور نہیں اور نہ تعین مقصود ہو۔

فدلی

ہو صفائے لب گوش سے وہ گوہر صاف
تکلی سحری سے ہون جیسے خضر صاف

گوہر و خضر مسند الیہ مین اور صاف مسند ہے اور صفائی کا حصہ گوہر و خضر مین منظور نہیں
اور نہ تعین مقصود ہو۔

ولہ

ایک دن ہم موافق معمول تھے نشاط و سرور میں مشغول
ہم مسند الیہ ہو اور مشغول مسند بہر لیکن مشغولی کا حصر مسند الیہ میں مقصود نہیں اور نہ تعین مقصود ہو

درو

ہر چیز کہ سنگدل ہر شیرین لیکن فریاد کو کہ کن ہے
سنگدلی کا حصر شیرین میں اور کو کہنی کا حصر فریاد میں مقصود نہیں اور نہ تعین مقصود ہو

ثابت

مہاسے سے فردن جو حسنِ خسار پہلے مصحح میں حسنِ خسار مسند الیہ ہو اور فردن مسند بہر سے مصحح میں لطف مسند الیہ
اور اظہار مسند بہر اور فردنی کا حصر حسن دلدار میں نہیں ہوا اظہار کا حصر لطف میں نہیں ہوا اور نہ تعین مطلب ہے

میر

جانور رنگ باختہ سب ہیں یعنی حیران فاختہ سب ہیں
رنگ باختہ ہونیکا حصر جانور و نمین اور حیران ہونیکا حصر فاختہ میں مقصود نہیں اور نہ تعین مقصود ہو

سودا

سنن حضرت ہمالے کا ہے معقول یہ ہیں سے حج انھوں کا ہو گا مقبول
(۲) کبھی فائدہ تعظیم مسند الیہ کا دیتا ہے جیسے کہیں حمایت عظیم آدمی ہر یا صاحبِ درایت برہمن

مشتہر

یکمل کی بات ہو تھا غفل کتب عشق کا مشہر پر اب دیکھا تو اس فن میں ہوا ہر ایک علامہ

حالی

مرد ہو تو کسی کے کام آؤ ورنہ کھاؤ پیو چلے جاؤ
یعنی اگر تم اعلیٰ درجے کے مرد ہو۔

ولہ

تھا بساط سخن میں شاطر ایک ہم کو چالین بتائے گا اب کون

شاطر ایک مسند ہو اور مسند الیہ مقدر ہو۔
(۳) کبھی فائدہ تحقیر کا ملتا ہے جیسے کہیں زیر ایک بد معاش ہو۔

		میر	
جو روگھر میں رکھے ہر اک شتاہ		کہیں چٹمک کرے کہیں ڈگاہ	
		ولہ	
تیل کی گھٹی لیے ہین خوش کھڑے		ایک بھڑوے ہوتے ہین چکنے کھڑے	
		غالب	
اک کھیل ہے اوزنگ سلیمان مرے آگے		اک بات ہے اعجاز سیما مرے آگے	
		(مہم) کبھی فائدہ لغنیم کا ملتا ہے جیسے۔	
		مومن	
سچ ہے کہ ایک جو فاہین		جتنے ہین حسین بڑی بلاہین	
		داغ	
اک کوہ گران ہے عشق لیکن		اس کو دل ناتوان بہت ہے	
		تخصیص مسند	
<p>کبھی مسند کو مضاف یا موصوف بھی لاتے ہین اسکا نام مضاف ہے اور غزل اس سے یہ ہوتی ہے کہ فائدہ اتم ہو کیونکہ خصوص کی زیادتی اہیت فائدہ کا موجب ہے۔</p>			
		مثال مسند کی تخصیص کی ضائقے ساتھ	
		غالب کہتا ہے۔	
جس جالسم نافذ کش زلف یلے ہے		نافذ داغ آہوے دشت تار ہے	
<p>نسیم مسند الیہ جس کا مفعول فیہ نافذ کش مضاف کلف یا مضاف الیہ اور یہ مرکب اضافی مسند ہے اور دو سرے مضع مین نافذ مسند الیہ اور داغ مضاف ابو مضاف الیہ اور پھر مضاف طرف دشت کے اور دشت مضاف الیہ جو کہ پھر مضاف ہے تار کی طرف اور یہ مرکب اضافی مسند ہے۔</p>			
		نامنح	
قیامت کیوں نہ ہو جسدم چڑھ لے ست قاتل		صفائے ساعیہ سین صفائے صبح گردن ہے	
<p>صفائے ساعیہ سین مسند الیہ اور صفائے صبح گردن مسند ہے۔</p>			

		مہر	
نام ہے ساغر مراد اس گل		بادہ حسن کا ہے مینا پیٹ	
		حالی	
لفظ مہمل ہے لفظ اعرابی		حرف باطل ہے عقل لویا نی	
		نالہ تسلیم	
دل مشتاق پا بند الم ہو		نفس تار کست رمیدہ ہو	
حریف نالہ بیدا دہو نہیں		شریک صحبت فریادہو نہیں	
		صبا	
پے مزار جو مر کر مین اسکا بار ہوا		مغینہ فوج کا ہر شہدہ ہوا	
ہر تختہ مراد مسند الیہ ہو اور فوج کا مغینہ مسند ہو۔			
		درد	
بغاؤں گا جب تک مجھے جی میں ہے		تراغم پیارے مرایا ر جانی	
مرایا ر جانی مسند ہو۔			
		دلہ	
اگر خاک مری سزمہ ابعاد نہ ہوئے		تو کوئی نظر قابل دیدار نہ ہوئے	
		مثال مسند کی تخصیص صفت کے ساتھ	
سودا کا شعر ہو۔			
نے بلبل مین نہ گل نو میدہ ہون		مین موسم بہار مین شاخ بریدہ ہون	
مصرع اول مین مسند الیہ مخذون ہو بلبل مین اور گل نو میدہ مسند اول مین تخصیص اضافی ہے اور دوم مین تخصیص توصیفی اور دوسرے مصرع مین مین مسند الیہ ہو اور شاخ بریدہ مسند ہو۔			
		مخشہ	
مخشہ سرشک خون نے دیا ہے مجھے بہا		کیا پوچھتا ہے کشتی طوفان سیدہ ہون	
مین مسند الیہ مخذون ہو اور کشتی طوفان رسیدہ خبر ہے۔			

حکیم مرزا آغاسن آئین

پیر ہون میں نہ دتگیر ہون میں | خانہ بدوش اک فقیر ہون میں

دوسرے مصرع میں من مسند الیہ ہو اور اک فقیر خانہ بدوش مسند ہو۔

صاحبزادہ محمد سعید خان کسین نوہک سعید خلص

کیا لکھون وصف نطلع ابرو | مصرعہ لا جواب ہیں دونوں

یعنی دونوں ابروین مصرعہ لا جواب ہیں مصرعہ لا جواب مسند ہے جو صفت کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے۔

وزیر

آئینہ دیکھا تو اپنے خط پہ آنکھ اُٹکی ٹپٹی | کاغذی بادام اُس خط کا لافافہ ہو گیا

اُس خط کا لافافہ مسند الیہ اور کاغذی بادام مسند ہو۔

تعریف مسند

کبھی مسند کو معرفہ لاتے ہیں اور غرض اس سے یہ ہوتی ہو کہ سامع کو جو امر معلوم ہو اُس پر ایک حکم کا اضافہ ایک ایسی چیز کے ساتھ کیا جائے جو مثل اُسکے ہو سامع کو معلوم ہو اور مثل سے مراد کہ دونوں متحد ہوں کیونکہ اگر مسند الیہ اور مسند کے مفہومین مغایرت نہ ہوگی تو کلام سے فائدہ حاصل نہ ہوگا اور تعریف سے کئی طریق ہیں مثلاً مسند علم یا ضمیر یا موصول یا اسم اشارہ ہو کر جبکہ مسند معرفہ ہو گا تو مسند الیہ بھی ضرور معرفہ ہو گا۔ مثال۔

انیس

یہ تو نہیں کہا کہ شہ مشرقین ہوں | مولائے سرچھکائے کہا میں حسین ہوں

میں مسند الیہ اور حسین مسند ہو۔

نسیم

بولی وہ ارے بستر بٹری ہو | روت انرا کیا بکا ڈالی ہو

حافظ عبدالرحمن خان حسان

اُس کو بھی حکم ہو تھل آئے | صبر تک ہو میں نہیں ایکوب

قدرت

مرقدین دوتین بتلا کے لگی کئے مجھے یہ سکندر ہے یہ دارا ہے یہ کیا کوس ہے

جرات

اُن نکر دن نام کو جرات ہون میں چیرے اگر عشق کا آرا مجھے

انیس

ہرگز غلط نہیں جو مجھے شہباز ہے
زیب بختین ہو خالق اکبر کواد ہے

واجد علی شاہ

یہاں تک لُ جان سے مفتون تھا میں کہ یہی تھی وہ اور جنون تھا میں

امانت

میں وہ ہوں زندہ گریو ورم میں جاؤں اگر آنکھوں پہ بٹھا میں تو مسلمان سر پہ
میں مسند الیہ ہے اور وہ زندہ ہوں مسند ہے -

ذوق

میں وہ ہوں گناہ جب دفتر میں نام آیا کہ رہ گیا بس منشی قدرت جگہ دان چھوڑ کر

ناسخ

وہ ہمیں بین عشق سے رُتے ہیں جو غم ٹھیک کہ ورنہ ناسخ اس قدر کس پہلوان میں زور ہے

ظرفیت مسند

کبھی مسند کو ظرف لاتے ہیں اور رخصتار مسند کا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر میں -

ناسخ

اگر نسا تن ہے کہ مثل روح اُس میں تو نہیں اگون گل ہے جو تر آسکن رنگ بونین
یہی وہ کو نسا تن ہے جسمیں تو مانند روح کے موجود نہیں -

سودا

سجدہ شکر میں ہے شاخ ثمر دار ایک دیکھ کر باغ جہان میں کرم عز و جل

یعنی ہر ایک شاخ شروار مسجد شکر میں مصروف ہے۔

رشک

سانسے چشمہ تصور کے چہرے اور خانہ قرب
تری آنکھیں تری ملکین ترے خدا ارادہ

ایک چشمہ نور کے سامنے موجود ہیں۔

یوسف علی خان عزیز لکھنوی

اب دل میں ہے خیال جو کیسے یار کا
عالم ہے روزِ ہجر میں شہاے تار کا

اپنی جگہ کیسے یار کا خیال دلیں موجود ہے تو شہاے تار کی کیفیت روزِ ہجر میں پائی جاتی ہے۔

نواب ظفر یاب خان لاسخ

بے حسد ابرو ترے یہ مادہ نو
دیدہ مشتاق میں خنجر ہوا

یعنی یہ مادہ نو دیدہ مشتاق میں خنجر ثابت ہوا۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاہ

داغِ الفت ہو بگر میں خاکہ دلیں ہو یاد
یہ یمن پھولا پھلا آباد ویرانہ ہے

یعنی داغِ الفت بگر میں موجود ہوا اور خاکہ دلیں یاد موجود ہو۔

فغانِ بیخبر جب تک مٹی سخن میں اور سخن حرف میں اور حرف خط میں اور خط جانِ قابل کتاب میں
دانشمند و کاغذ قویذ جان اس کتاب کا ہر ایک باب ہو یہ دعا بیخبر کی مستجاب ہو۔

عطف مسند

کبھی مسند معطوف ہوتا ہے اور عطف سے تفصیل مسند کی اور اختصار مسند الیہ کا پیدا ہوتا ہے جیسے۔

منشی

تو انا ہے وہ آپ اور زور مند
قوی ہے خداوند سپت و بلند

وہ آپ مسند الیہ تو انا اور زور مند معطوف عالیہ اور معطوف مسند۔

ولہ

گنہگار ہوں اور حصیان شعار
دلے تو ہے غفار و آمرزگار

حالی

عدالت کے زیور سے تجسے مزین
پھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

غالب		
خانہ زاد اور مرید اور مداح	تھا ہمیشہ سے یہ عرفیہ نگار	
انشا		
فینس سحاب فرح سے تھی مزرع امید	گل گل شگفتہ تازہ و شاداب و سبز و نرم	
مزرع امید مسند الیہ واحد ہو اور شگفتہ و تازہ و شاداب و سبز و نرم معطوف علیہ معطوف ہو کر مسند میں		
مومن		
تو واحد و ستے نظیر کو کیا	تو حاکم و خالق برایا	
تو دونوں مصرع مومن مسند الیہ ہو اور انکا ما بعد مسند ہے۔		
تاخیر مسند		
مسند جو مسند الیہ سے پیچھے ہوتا ہو تو اسکی وجہ یہ ہو کہ مسند الیہ کا ذکر نہایت ضرور اور اہم ہوتا ہو جیسا کہ مسند الیہ کے بیان میں مذکور ہوا۔		
میر حسن		
درختون کے پتے چمکتے ہوئے	خس و خارسا سے جھمکتے ہوئے	
رند		
مرغان باغ بیٹھے ہیں تجھ بن مے ہوئے	زنگس کھڑی ہو آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے	
انیس		
مطبخ سے سرد آگ کا شبن نہیں ہے نام	بچے ہو اے کرم سے بیتاب میں تمام	
ظفر		
کسی نے اُسکو سمجھایا تو ہوتا	کوئی یا تنک اُسے لایا تو ہوتا	
معصوم علی		
میں سزا دار نہ تو ہے نور	میں نگہ کار تو خداے غفور	
تقدیم مسند		
کبھی مسند کو مسند الیہ پر مقدم لاتے ہیں اور اُسکے مقدم لانے سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔		

(۱) زائد اہتمام اُسکا مقصود ہوتا ہو یعنی اُسکا بیان ضرور واہم ہو تاکہ ہوتا کہ تقدیم ایسی چیز کی جسکا حق یہ ہو کہ مؤخر ہوا بہمیت پر دلالت کرے چنانچہ۔

ناسخ

طارُروح کو کرتے ہیں کیونکر بسمل تیر رکھتے ہیں پریر و نہ کمان رکھتے ہیں
چونکہ بے تیر و کمان کے طارُروح کا بسمل کرنا ایک تعجب کی بات ہے اور اُسکا بیان اہم و مفروض تھا
اسیئے اُسکو اول بیان کیا اور پریر و مسند الیہ کو تیجے ذکر کیا۔

میر

شریف مکہ رہا ہے تمام عرب بے شیخ یہ حیراب جو گدا ہو شراب خانے کا
مدعا یہ ہے کہ زمانہ سابق کی عظمت و قدر بیان کی جائے سو وہ شریف بننے سے باقی جاتی تھی
اسوائے اس کو مقدم کر دیا۔

ولہ

دوست اُسکو رکھے ہیں ہیرو جان اے کامنت عسلی محمد خان

مومن

پیشین نہ اُسے یہ کھو لکر بال رووین نہ یہ مُنہ پہ دھڑکے رومال

غالب

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہو جو خوبقت لے تم اس مرغِ گرفتار کے پاس

ولہ

مشہد عاشق سے جو اُگتی ہو کو سون تکا کس قدر یارب بلاک حسرت پا بوس ہے

ولہ

ہیں زوالِ آمادہ اجزا آفرینش کے تمام مہر گردون ہے چراغِ رگزار بادیاں

نظیر

آباد آزاد ہیں دامِ دھنس کے جوڑے بے بل تصویر و طاؤس خیال اُٹنے

ذوق

مٹانی تھی دل میں اب کسی سے ملیں گے ہم پر کیا کرین کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم
جب ایک چیز میں دو وصف موجود ہوں اور سامع سمجھے کہ یہ شواہد ہی صفت رکھتی ہے نہ دو

مہانتک کہ جائز سمجھے کہ یہ دونوں وصف خارج میں متعدد چیزوں کے ہیں پس جس صفت کو سامع جانتا ہو اور حسبِ نظم مشکل کے طالب اس بات کا ہو کہ دوسری صفت کا حکم اوپر لگائے گا ایسے موقع پر درج ہے کہ اُسی لفظ کو مقدم کریں مگر کسی نکتے کے واسطے چنانچہ اہتمامِ شانِ مسند وغیرہ اور یہ اس مثال سے روشن ہو سکتا ہے۔

سوز

مرقدِ زمین دیکھتے ہیں بنی ان گھونٹے سم | یہ برادر یہ پدر یہ خویش یہ فرزند ہیں
پس اگر خطاب مشار الیہ کو جانتا ہو مگر یہ نہ جانے کہ یہ برادر ہے یا کوئی اور اسی طرح یہ نہ جانے کہ یہ پدر ہے یا کوئی اور اور یہ نہ جانے کہ یہ خویش یا فرزند ہے یا کوئی اور تو اس موقع پر کلمہ یہ مقدم ہوگا اور اگر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو تو جانے مگر یہ نہ جانے کہ برادر اور پدر اور خویش اور فرزند ہیں یا کوئی اور اس موقع پر برادر اور پدر اور خویش اور فرزند کو مقدم کرینگے اور یہ کو موخر۔

محمد اسماعیل

عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ | نظر کی مہوِ بخ کا ٹھکانا ہے یہ
سامع یہ تو جانتا ہے کہ سرِ وزیرِ نیلی ایک شے موجود ہے مگر اس کا قدرتی شامیانہ ہونا نہ جانتا تھا
اسی لئے اُس شے کو مقدم کر کے یہ کو موخر کیا۔

گویا

سرِ قلم کیجئے ادا ہے یہ | اپنی قیمت کا بس لکھا ہے یہ
مشتوق سر کاٹنا تو جانتا تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ سر کاٹنا ادا ہے اسلئے ادا کو مقدم کر کے یہ کو موخر کر دیا۔

ولہ

قد جانان نہیں قیامت ہے | زلف جانان نہیں بلا ہے یہ
سامع مشتوق کی زلف کو تو جانتا تھا مگر اس کا جاننا نہ جانتا تھا اسلئے بلا کے ذکر کو مقدم کر کے یہ کو موخر کیا
(۲) افادول کے لیے مسند کو مقدم کرتے ہیں تاکہ مخاطب دل ہی ست اُس شے کو اُس کے جوہر کو خوشی پہونچائے گی۔

ناصح

میں نامہ بر آ کے در پر رہا | پوچھنے مجھے کتب بیکار کیا
مختصر افادول کے لیے دونوں مصرعوں کی ترکیب ہو گئی۔ دل دیا دراصل یوں لکنا چاہیے تھا کہ

نامہ بردر پر آکے دستک دے اور کتب یکایک پہنچے مگر تفاؤل کے لیے مسند کو مقدم کر دیا۔

ولہ

برائے تے قدم کی دولت امیر امیر وار قاصد

ولہ

آگے یارب جلد در پر نامہ بر دے مجھے مکتوب دلبر نامہ بر

محمد اسماعیل

مٹی قحط سے پاکمال خلقت اُس منہ سے ہوئی نہال خلقت

تفاؤل کے لیے خلقت اُس منہ سے نہال ہوئی کو یون کر دیا اُس منہ سے ہوئی نہال خلقت

بوس

مسرور ہوئی تمام خلقت ہر کوپے بچی خوشی کی نوبت

میر حسن

اُسی سال میں یہ تما شائسو رہا مل اک زوہ شہاہ کو

لگے نہ مہینے جب اُسکو گذر
ہوا گھر میں شہ کے تولد پیر

انتا

مجھ سے سنگد ہو گیا دولت بیدار ہو نہیں خواب غفلت سے اس اب چونک گلے میرے لپٹ

مقصود اسماعیل لفظ دولت بیدار ہو۔

رند

آن پہونچا دعدہ دیدار یار مرثدہ باداے عاشقان بادفا

سودا

ہے خوشی نام مرا میں ہون عزیز دلہا نہ لگے شوق میں جسکے کبھی شائق کی پاک

امیر

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہر خوشی ہر چراغ لالہ جوش رنگ سے ہر گل نشان

دلغ

کیا جوان نجبت جوان سال ہوا ہوا عالم فلک پر یہ بھی کھاتا ہوا جوانی کی قسم

ترقی پر مرطالع بلندی پر مراختہ	ولہ	ہوئی معدوم میرے بخت آزدنی نگوں ساری
قدانی ہو گئی عشرت کی عشرت کے نہ صنعت		مبدل ہو گئی آسانو فے میری دشواری
(۲۰) کبھی بُرائی کے اظہار میں جلدی مقصود ہوئی ہر اس لیے مسند مقدم کیا جانا ہر جیسے۔		
مشعبہ ہے عجب یہ پیر گردون	خوشتر	کہ ہر دم اسکی ہے صورت دگرگون
جفا پیشہ سمگرا فتنہ خو ہے		برائے بیج ہر کس حیلہ جو ہے
مشعبہ اور جفا پیشہ اور شکار اور فتنہ خو خبر مقدم ہے اور غرض اس سے فلک کی بُرائی		
بیان کرنے میں تعجیل مقصود ہو۔		

اگرچہ پیر ہے لیکن ہے بے پیر	ولہ	بیشہ متعلب ہے اسکی تدبیر
کسی کا خوش نہیں آتا عیش		برائے جنگ پھر ہے لیے جیش
کوئی اس دور میں جیسے کیونکر	مومن	ملک الموت ہے ہر ایک بشر
خوش بنون دولت نیات سے زمانے والے	قدر	روئینگے صورت فوارہ خزانے والے
اک قصہ میں سنا تھا مزم سے تھارا	سودا	بیت انخلا گیا تھا مزمز علی پیارا
زبور سیاہ خال اُس کے	نسیم	برگد کی جٹا میں بال اُس کے
زبور سیاہ مسند ہو اور خال اُس کے مسند الیہ اور برگد کی جٹا میں مسند ہو اور بال اُس کے مسند الیہ		
مسند وکی تقدیم بیان بُرائی کے اظہار میں تعجیل کی غرض سے ہو۔		

نرس کی چشم اشعار خمیدہ	مومن	سخت غبار آلائہ ولیدہ
------------------------	------	----------------------

ہدایت الہدیا	
اچھے نہیں اچھے نہیں یہ منگ تھکے	بگڑے ہوئے آنے ہیں نظر ناگ تھکے
(۳) کبھی مسرت میں نگہ بیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔	
اس	
ہمیں بچے اٹھیں لیکر جو وہ ظالم سر دربار	خدا مرنے کی عرض کہ حاضرین گنہگار
چونکہ صاحبزادگان حضرت مسلم کی گرفتاری میں کہ قحطی اسلئے دربار میں لیجا کر انکے حاضر ہونے کو پہلے ذکر کیا تاکہ گرفتار کر انیوالا جلد سرور ہو جائے۔	
میرسن	
خواصوں نے خواجہ سادوں نے جا	دہن نذرین گذر انسیان اور کما
مبارک تجھے اسے شہ نیک بخت	کہ پیدا ہوا دل شتاب و سخت
چونکہ مسرت میں نگہ بیل مقصود تھی اس لیے پیدا ہو کہ جو مسند و اول بیان کیا اور وارث تاج و تخت کو جو مسند الیہ پہنچے ذکر کیا اور یہی وجہ لفظ مبارک کی تقدیم کی ہے۔	
۵۰ یا مسند کو مقدم کرنے سے پہلے کو مسند الیہ کا شوق و لانا مقصود ہوتا ہے کیونکہ مسند میں طویل ہوتا ہے اسلئے کہ وہ مسند الیہ کے وصف پر شتم ہوتا ہے پس یہ طویل ہونے والے کے نفس میں فرسند الیہ کا شوق پیدا کرتا ہے اسلئے مسند الیہ کو نفس میں وقعت اور قبولیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جو چیز طالب کے بعد حاصل ہوتی ہے اسکو نسبت اس کے جو بلا تکلیف حاصل ہو جائے زیادہ عزت حاصل ہوتی ہے۔	
غالب	
جام جہان ناما ہے شہنشاہ کا ضمیر	سو گندا اور گواہی کی حاجت نہیں مجھے
جام جہان ناما تبرکب اضافی مسند مقدم ہو اور شہنشاہ کا ضمیر تبرکب اضافی مسند الیہ مؤخر۔	
رشک	
سامنے چشم تصور کے ہیں اوخانہ خراب	ترسی نگہ بین ترسی بلکین ترے خمار ابرو
شیدا	
منہ گاہین ترے رسا ہین بال	مر مر سے ہین بڑی بلا ہین بال
اعلام مفہمے فروغ	
تھپہ بڑتی ہر بار سب کی آنکھ	چشم بد دور ہے غضب کی آنکھ

حیدر علی صفر

کوئی تسخیر و فسون ہو یا اعجاز آنکھوں میں

لکھتا ہے دلوں کو وہ بت طائر مسند الیہ موخر ہو۔

مشتی

کان اس شوخ کے بھڑین تو عجب کیا ایل

گوش جانائے قرن ہتے ہیں اکثر گیسو

اس شوخ کے کان بھڑین اور گوش جانائے قرن ہتے ہیں مسند مقدم اور گیسو مسند الیہ موخر مسند کو بیان مقدم

اسنے کیا ہر کہ سان کو مسند الیہ کے مننے کا شوق پیدا ہو کہ یہ کس کا ذکر ہو اور جب معلوم ہو کہ گیسو کا بیان ہو تو لذت صیانت

آر اس محل

خوش آئندہ ہے نکمت سے بل

خوش آئندہ مسند مقدم ہو اور نکمت سے بل مسند الیہ موخر۔

قام

دو چیز ہیں یاد کار دوران

پہلے مصرع مسند مقدم ہو اور دوسرا مسند الیہ موخر۔

حضرت شاو

آئندہ بھی جو نوی شخص نوی عکس نوی

اصل میں ایک ہیں سب تیری قسم غیر نہیں

آئندہ اور شخص اور عکس مسند مقدم ہیں اور مخاطب مسند الیہ موخر۔

محشر

ہم ترے کوچے میں سب چھوڑ کے تنہا بھاگے

دل و دین مدبر و خد طاعت و آرام تمام

امانت

ہے جو سرگرم سلیمان جان باد و نیر

لوٹے پڑتے ہیں بڑا پر بڑا دون پر

مبغیہ جو قوا عدو و فدا کہنے مسند الیہ اور مسند کے باب میں ذکر کیے ہیں جیسے تعریف اور تنکیر

اور تصدیق اور تاخیر اور اطلاق اور تقید اور ابدال اور تاکید اور عطف اور ذکر اور حذف یہ ارثی

دونوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ جو کوئی ماہر سخن غور و خوض کرے گا تو اس سے

معلوم ہو جائے گا کہ یہ چیزیں مفعول بہ اور حال اور تمیز اور مجرور اور مضاف الیہ میں بھی

واقع ہو سکتی ہیں۔

جو تھا باغ تعلقات فعل کے بیان میں

بطور تمہید کے یاد رکھنا چاہیے جو کہ صلاحیت مسند ہونے کی رکھے اور معنی مستقل پر دلالت کئے اور علاوہ معنی مصدری کے جو کہ اُسکے جوہر میں ہیں تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے تو وہ فعل ہے اور ہر فعل کے لیے ضرور ہے کہ کوئی اُس کا فاعل یعنی کرنیوالا ہوئے پس اگر فعل صرف فاعل ہی کو چاہے اور فاعل کے سوا اور چیز کا محتاج نہ ہو تو اُسے لازم کہتے ہیں جیسے احمد آیا اس مثال میں آیا فعل احمد فاعل ہے فعل اُس کا احمد پر تمام ہوا جو کہ فاعل فعل تھا اور اگر فاعل کے سوا مطلق کا محتاج ہو اور تعلق لازم کے فتح سے وہ شے ہے کہ فاعل کا فعل اُس پر واقع ہوا یا بمنزلہ واقع ہوئیے ہو اور واقع ہونا فعل کا یا بمنزلہ واقع ہوئیے ہونا مفعول پر ہوتا ہے انو اسکو متعدی کہتے ہیں جیسے احمد نے اپنے بھائی کو مارا یہاں سے معلوم ہوا کہ فاعل کو متعلق فعل کا نہیں کہہ سکتے اور اسی واسطے فاعل کے حق میں کہتے ہیں کہ فعل اُس سے سرزد ہوا یا اُسکے ساتھ قائم ہے یا اُسکی طرف مسند ہے اور یوں کہہ سکتے ہیں کہ اُس سے متعلق ہوا اور یہ بات اس مطلق کی بدولت ہے نہ لغت کی بدولت اور ہمارا یہ کہنا کہ بمنزلہ واقع ہوئیے ہو سیکے ہو کہ احمد فرزند کو مارا یا احمد فرزند کو نہ مارا گیا یا احمد نے یہ بات کہی تینوں چیزیں تعریف میں داخل ہیں پہلی مثال میں وقوع فعل کا غیر در پڑھا ہے اور دوسری مثال میں فعل لیجان کا خود واقع نہیں ہوا کیونکہ اُسکی نفی کی گئی ہے بلکہ قائم مقام واقع ہوئیے ہے اس سبب سے کہ اگر فعل مثبت ہوتا ہے تو یوں کہتے ہیں کہ فعل اُس پر واقع ہوا اور جب نفی کا حرف فعل پر لگے تو وہ فعل منفی ہو گیا اور باعتبار تاویل کے یوں کہا گیا کہ فعل منفی اُس پر واقع ہے اور تیسری مثال میں کہنا بات کا ہے نہ کہنے کا واقع کرنا بات پر لیگان اسکو بھی از روے تاویل کے وقوع سے تعبیر کہتے ہیں اور فاعل اُسکو کہتے ہیں جسکی طرف فعل کی اسناد بطور قیام کے کی جائے مراد اسناد سے یہ ہے کہ فعل قائم ہو فاعل کے ساتھ اور کہیں کہ یہ فعل فنان شخص نے کیا جو کہ کرنیوالا فاعل کہلا گیا مفعول بہ وہ ہے کہ جیسے فاعل کا فعل واقع ہوا ہے یا قائم مقام واقع کرنے کے ہو بعض فعل مفعول کو کہلاتے ہیں جب فعل اپنے فاعل کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اُسے نسبت کہتے ہیں اور اگر کسی ور کی طرف منسوب ہوتا ہے تو تعلق کہتے ہیں جیسے فعل متعدی کا تعلق مفعول بہ سے۔ ہر فعل کو فاعل سے ناگزیر ہوا کیونکہ پیدا ہونا کسی امر کا بدوین پیدا کرنے کے خیال ہو مگر اتنا فرق ہے کہ فعل معرفت کا فاعل معلوم ہوتا ہے اور فعل مجہول کا نام معلوم ہیجان مفعول بہ کو فاعل کا قائم مقام کر کے فعل کی اسناد اُسکی طرف کر دیتے ہیں جسکو مفعول نام نہ کہتے ہیں۔

کبھی ایک اسم ظاہر کی طرف دو فعل مسند ہوتے ہیں اسے باب تنانع کہتے ہیں اور تنازع چار حالتوں سے خالی نہیں۔

(۱) دونوں فعل چاہتے ہوں کہ اسم ظاہر کا فاعل ہو مثلاً۔

ذوق

پروانے سے ہے شمع برابر لگی ہوئی

اُترتی ہو زیر پر قمہ فانوس تاک جہانک

فعل کرتی ہو اور لگی ہوئی کا فاعل شمع ہو اور یہ دونوں فعل چاہتے ہیں کہ شمع ہمارا فاعل بنے۔

زمر

دل مری جان پر بد لایا

زُلف اُس جو رکھی دکھا لایا

فعل دکھلائے اور بد لائے کا فاعل دل ہے۔

نہ خود

منہ چڑھتی جو تہ نہ کہیں منہ کی کھلے زلف

اُڑ کر ہوا سے آتی ہے ہر دم عذاریر

اُڑ کر آتی اور چڑھتی اور کھلے کا فاعل زلف ہے۔

ظفر

دیکھے رنگین اگر اُس شوخ کی پوشاک بہا

اُس ظفر جامہ گل پر نکرے ناز کبھی

(۲) دونوں فعل چاہتے ہوں کہ اسم ظاہر کا مفعول ہو۔

مشتی

الم سے چھپتا ہر جھک کو مسرور کر

مرے لب سے خصم کو دور کر

چھڑا اور کر یہ دونوں فعل یہ چاہتے ہیں کہ جھک ہمارا مفعول بنے۔

ذوق

تو ہم نے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا

مقدر ہی ہے اگر سود و زیان ہے

کہیں ایسا نہ پائے گا نہ پایا

ظہیر اُس کا کمان عالم میں ہو ذوق

شعراول میں کھویا اور پایا دو فعل ہیں ان دونوں کا مفعول کچھ یعنی کوئی چیز ہے اور دوسرے شعر میں پایا اور نہ پایا دو فعل ہیں اور ان کا مفعول ظہیر ایک ہے۔

(۳) پہلا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر میرا فاعل ہو اور دوسرا فعل چاہتا ہو کہ اسم ظاہر مذکور میرا مفعول ہو۔

ناخن	
جس میں کرتا ہر دم ہم یہ ستارا چاند کو	بترے ناخن کی برابر ہو سکے کیا اہر
	چاند ہو سکے کا فاعل ہو اور کرتا ہر کا مفعول۔
غالب	
مرے تجافے میں تو کبے میں گاڑوں برہمن کو	وفا داری بشرط استوار سی اصل ایمان ہو
	مرے کا برہمن فاعل ہو اور گاڑوں کا مفعول۔
اصف	
چھپتا ہے کب چھپائے سے چہرہ عتاب کا	ہوتا چلا ہے رنگ گلابی نقاب کا
	چہرہ عتاب چھپتا ہے کا فاعل ہو اور چھپائے کا مفعول ہو
امیر	
چارون طرف ہر آگ بجھاؤں کہاں تک	جھلتے ہیں غم سے جان و دل و سینہ و جگر۔
	آگ محل تنازع میں ہو کیونکہ اپنے جملے کا مبتدا ہو اور بجھاؤں کا مفعول ہو۔
	رسم پیدائش یہ چاہے کہ اسم ظاہر میں فعل ہو اور دوسرا فعل اس کی فاعلیت کی خواہش کرے چنانچہ
	احسان دہاویوری
زہر قاتل شکر نہو جائے	اکھا تو لین ہجر میں گرد ہے
	زہر قاتل کھالین کا مفعول ہو اور شکر نہو جائے کا فاعل ہو۔
گویا	
سر کے بل گر کر کرے گی سجدہ شکرانہ شمع	پھینک دیا ہاتھ سے اپنے اگر گل رکے بار
	گل رکے پھینک دینے کا شمع مفعول ہو اور سجدہ شکرانہ شمع کا فاعل۔
	مرزا کاظم حسن
خدا بخشے حسن نے بھی قضا کی	ایسی اک زندہ باقی تھا صاف ضوس
	حسن بخشے کا مفعول ہو اور قضا کی کا فاعل۔
ضعف	
خلوت سے ہو زیادہ اُس کو غن مبارک	کشتے کو اپنے قاتل سے ہاتھ سے جو لینے
	کفن محل تنازع میں ہو کہ دے کا مفعول بھی ہو اور اپنے جملے کا مبتدا بھی واقع ہوا ہو۔

داغ	
بات کی شاخ میں بھی آج ہے دہ استکام	توڑنا چاہیں تو تو میں نہ کبھی قول و قسم
قول و قسم توڑنا چاہیں کا مفعول ہیں اور تو میں کا فاعل۔	
دور	
دید و وادید ہوئی دور سے میری اسکی	پر جو میں چاہے تھا وہ بات نہ ہونے پائی
بات چاہے کا مفعول ہو اور نہ ہونے پائی کا فاعل۔	
ان صورتوں میں تنازع کا رفع کرنا اگرچہ فعل اول و ثانی دونوں کے عمل دینے کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے	
مگر اختلاف اختیار میں ہو چنانچہ بعض فعل ثانی کو عمل دیتے ہیں جیسے ان شعر و غنیم۔ ۵	
تیرے ناخن کی برابر ہو سکے کیا ماہر و	حسن میں کرنا ہو مرہم یہ ستارا چاند کو
ولہ	
وفا و ادا سی بشرط استوار سی اصل ایمان ہو	حرے تنہا میں ترکے میں کارون برہمن کو
فعل ثانی کو عمل دیا ہو یعنی علامت مفعول کی آئی ہو اور فعل اول میں فاعل کی ضمیر ہو اور اضمار قبل الذکر اوردو میں جائز ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔	
امیر	
ترپ کے روکے اس محفل میں منوں لے کیا رسوا	دل نادان کو سمجھاتے کہ چشم ترکو سمجھاتے
سہیل	
خند سے عاشق کی یہ ہر بار اُجھکتے ہیں	کھرد و نشاط سے گیسو کو نہ سلجھائے بہت
اور بعض فعل اول کو عمل دیتے ہیں اور فعل ثانی کے واسطے ضمیر لے لے ہیں مثلاً	
نادور	
خاک شہید ناز سے جتنا اٹھا غبار	قشقہ اکاٹے کو ترے سینہ و دیو کیا
فعل دل یعنی اٹھا کو عمل دیا جائے گا اور دوسرے صرغ میں ہو گیا کیلئے ضمیر لائی جائیگی یعنی وہ سینہ و دیو کیا۔	
برق	
بحر عالم میں رہی کشتی امید مباح	دم بدم موج حادث نے تیا نچہ ارا
مقصود بالتمثیل لفظ کشتی امید ہے۔	
باد کو کہ فعل کو مفعول ہے کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہے جیسا کہ فاعل کے ساتھ اسکو ذکر کرنا ایسے کہ فعل کے ساتھ	

فاعل یا مفعول بہ کو ذکر کرنے سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس فعل کو فاعل و مفعول کے ساتھ تعلق ہے فاعل کے ساتھ تو اسوجہ سے تعلق ہے کہ فعل اُسکی ذات سے وقوع میں آتا ہے اور مفعول بہ کے ساتھ اسلیے تعلق ہے کہ اُسپر واقع ہوتا ہے جیسے احمد بخش نے عبدالمد کو مارا احمد بخش سے مارنے کا فعل وقوع میں آیا اور اسلیے وہ فاعل ہے اور عبدالمد پر یہ فعل واقع ہوا ہے اس لیے وہ مفعول یہ ہے۔ اور فعل کے ساتھ ان دونوں کے ذکر کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ فعل فی نفسه واقع ہوا یا نہ ہو بغیر اسکے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع میں آیا اور کس پر واقع ہوا پس جب فاعل اور مفعول کو فعل کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تو غرض ہوتی ہے کہ فعل اُس سے واقع ہوا ہے اور اس پر واقع ہوا ہے ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ان دونوں کا صرف جانتا منظور ہو یا صرف فعل کا وقوع اور ثبوت مقصود ہو اگر اس بات کا فائدہ منظور نہ ہو کہ فعل کس سے واقع ہوا اور کس پر واقع ہوا تو یہ کہا جائے کہ مارنا وقوع میں آیا یا مارنا یا گیا یا مارنا، مت ہوا اور فاعل و مفعول کا ذکر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جب ان کا جانا منظور نہیں تو اسکا ذکر عبث ہے۔ پس اگر فعل متعدی کے ساتھ مفعول مذکور نہ ہو اور غرض صرف یہ ہو کہ فعل کا فاعل کیسے ثابت ہونا یا نہ ثابت ہونا معلوم ہو جائے تو فعل متعدی کو بمنزلے لازم کے بناتے ہیں۔ اور حذف مفعول کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اُسکو تقدیر بھی ماننے کی ضرورت نہ ہو کیونکہ قدرت مذکور کی طرح سمجھا جاتا ہے کیونکہ قرینہ اُسکے وجود پر دلالت کرتا ہے اور سامع بسطیح ترکیب میں صریح مفعول سمجھتا ہے اسطرح دلالت قرینہ سے بھی مفعول مقدر کو سمجھ لیتا ہے پس ایسے فعل متعدی کو مفعول حذف سے تعلق کی احتیاج نہیں ہوتی جیسے لفظ کو شعر ذیل میں۔

و حید	لو آہ اس کا ملازم سنو بس اب
مضطرز میں ہونے سے لڑان ہے فوج سب	
ولہ	
اُمڑی وہ فوج دادی قرطاس میں بہم	میدان میں لودہ آگیا نیزہ لیے قلم
ہاتھی	
لو اور شام تک کو قیامت بپا ہونی	چوڑے کی اُس پر پی کے گرہ آج واہونی
ذوق	
دیکھو ہر آنش نرود گلستان خلیل	پیش دشمن گذر حق سے نہیں ساخ کو آغ
دیکھ کو بہان مفعول کی احتیاج نہیں صرف تنبیہ کیلئے ہے۔ اسی قبیل سے ہو دیکھو شعر ذیل میں۔	

س کی ہو گئی۔

امون

بعد یک چندے گر خدا جا ہے | مین ہون اور تیرے در کی در بانی |

یعنی اگر خدا تجھ سے تیرے در کی در بانی کرنا چاہے تو مین ہمیشہ تیرے در کی در بانی کرتا رہو گا۔

ملوٹہ

جو فرماؤ تو دکھلا دوں تا شا تم کو روئے کا | گمان رہوے نہ صاحب کو مری پنبہ دانی کا |

یعنی جو روئے کے لیے فرماؤ گنج۔

(۲) اس تو ہم کے دفع کرنے کے واسطے حذف کرتے ہیں کہ سامع پہلے سے اُس چیز کا ارادہ نہ کرے

جو مرد نہیں ہے یعنی ملے حذف سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ سامع یہ نہ خیال کرے کہ ہم بیان کرنا سیکھا ہے پس جب ملے حذف کرتے ہیں تو اُسکی اہمیت جاتی رہتی ہے جیسے۔

امانت

وہ سوختہ ہون مین کہ نہ پاؤنگے بعد مرگ | سگھمے کوے یا مرے استخوان تلک |

یعنی گوشت کو ہڈی تک نہ پاؤنگے پس گوشت جو مفعول ہے اُسکو حذف کر دیا ہے اسلئے لگا کر اُسکو

ذکر کیا جاتا تو سامع کو باری کے ذکر سے قبل یہ شبہ ہوتا کہ سگھمے کوے یا ہڈی کو پاؤنگے پس ہڈیاں

نہ جلی ہوئی بلکہ گوشت کا کچھ حصہ جلا ہو گا اور اس سے یہ ثابت ہو گا کہ آتش عشق نے اس مین پورا اثر نہیں کیا

اور یہ نقصان ہے جو عاشق کامل کی شان سے بعید ہے اور جب یہ کہا کہ ہڈی تک نہ پاؤنگے اور گوشت کا ذکر

اُردا دیا تو اس تو ہم کی گنجائش نہ رہی کیونکہ کوئی چیز جب کسی چیز مین حاصل ہو تو بغیر اُس حاصل کے جملے

دوسری چیز تک آج نہیں پہونچ سکتی پس معلوم ہوا کہ آتش عشق جب تک گوشت کو نہ جلا لیگی ہڈی تک

نہیں پہونچ سکتی موانع کے یہ شعر بھی اسی قبیل سے ہیں۔ ۵

تعلہ عشق سے عشاق نہیں میرا وقت | بھونک دیتا ہے وہ اک نم مین خس و خوار تلک |

ایک ساغر کے لیے پیرِ مغان سے گمدو | شبنم رکھتا ہے گرد جبہ دستار تلک |

اے چشم تو نے رور و سکے فرقت مین ات دان | آخر بہا دیے مرے محنت جگر تلک |

(۳) اسلئے حذف کرتے ہیں کہ اُس محذوف کا ذکر دوبارہ دوسرے محل پر دوسرے فعل کے ساتھ

مقصود ہوتا ہے پس اس واسطے پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر نہیں کرتے دوسرے کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اگر

پہلے کے ساتھ ذکر کر دیا جاتا تو دوبارہ فعل کی ضمیر پر واقع کرنا پڑتا اور چونکہ دوسرے فعل کے اُس پر واقع کرنا

نہایت قصور و اہتمام ہوتا ہے اسلئے تنکلم اس امر پر راضی نہیں ہوتا کہ پہلے فعل کے ساتھ اُسکو ذکر کر کے

دوبارہ دوسرے فعل کو اُسکی ضمیر پر واقع کر کے گو ضمیر اُسی سے کہنا بہ ہوتی ہے جیسے کہ میں نے بہت خوش ہو گیا
مگر سخاوت و شجاعت میں کہ میں اچانک نظیر نہ پایا یعنی میں نے بہت کچھ اُسکے نظیر کو ڈھونڈا یہی فعل کے ساتھ
نظیر کو نہ لائے اگر اُسکے ساتھ ذکر کیا جاتا تو اُسکے یوں کہنا پڑتا مگر میں نے اُسکو کہ میں نہ پایا اور اس سے
وہ غرض فوت ہو جاتی جو یہاں تیر نظر تھی۔

میرے اعمال آہ مت پوچھو	میر	تم بھی اسے مالکان رد جزا
بخشد و اور گناہ مت پوچھو		

یعنی بخشند و گناہ پس بخشند و کا مفعول کہ گناہ ہو حذف کر دیا کیونکہ اسکو دوسرے فعل کا دوسرے مقام پر
مفعول بنانا منظور تھا اور وہ مت پوچھو ہوا اگر پہلے آئے تو دوسرے فعل کو ضمیر پر واقع کرنا پڑتا جس سے
غرض فوت ہوتی اور پوچھنے کی غرض نہی کا صریح لفظ گناہ پر واقع کرنا تھا پس اگر صریح لفظ گناہ پر
بخشد و کے فعل کو واقع کر دیتا تو مت پوچھو کے فعل کو گناہ کی ضمیر پر راجع کرنا پڑتا اور غرض یہ نہ تھی
کیونکہ قائل کو اپنے گناہوں کی معافی میں اہتمام دے کی تاکید منظور ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اُلٹی پرستش
یہ نہ ہو جو معافی سے بھی بڑھ کر ہے اس صورت میں نہ کہ گناہ کا تو ہم بھی باقی نہیں رہ سکتا اگرچہ
ضمیر سے بھی یہ بات حاصل ہو سکتی تھی مگر جو مبالغہ معافی میں صریح لفظ گناہ پر مت پوچھو کا فعل
واقع کرنے میں ہے وہ ضمیر پر واقع کرنے میں نہیں ہو سکتا

مولوی جی سے اب کوئی جگہ مرا پیام دے	سودا	کہنے کہا کہ یہ غزل پڑھنے کو اذن عام دو
لکھ لکھ اسے ہر ایک کو صبح سے تا بہ شام دے		مجھے جو پوچھو شعر ہی کہنے کو نصرا م دو
اگھوٹے کو دندو لگا مٹھ کو ذرا لگا مٹھ دو		

پانچویں مصرع میں دندو لگا مٹھ میں دندو کے بعد لگا مٹھ کو ذکر کیا اسلئے کہ اگر دندو کے بعد ذکر کرنا تو غرض
فوت ہو جاتی اور وہ یہ ہے کہ مذنیہ کا اطلاق صریح لفظ لگا مٹھ پر ہو کیونکہ اس میں مخاطب کی مذمت
زیادہ ثابت ہوتی ہے اگر ضمیر ذکر کرتا تو اس میں یہ بھی اضمحل تھا کہ شاید دوسری شے کی طرف بھرتی ہو
اور اگرچہ معنی مراد مقام کی وجہ سے تعین ہو سکتے تھے مگر مبالغہ ہو جو میں اسے مناسب تھا کہ دندو کا
واقع کرنا صریح لفظ مفعول پر ہوتا۔

مجھ سے یہ نہ ہو دیکھا کہ امت کو مٹا دوں	انیس	المدن زاد بچا میں کیا اٹکو منرا دون
---	------	-------------------------------------

السنہ اویگا کا مفعول بھی اُن کو ہے مگر اس کو یہاں حذف کر کے دوسرے فعل کے بعد اُسی فائدے کی غرض سے ذکر کیا ہے۔

ولہ

کہتے تھے اعدا کہ بچے بھی علیؑ کے شیر ہیں جب بڑھاتے ہیں تو پھر بھیجے قدم رکھتے نہیں
یعنی جب قدم بڑھاتے ہیں تو پھر اُسکو بھیجے نہیں رکھتے دیکھو پہلے فعل کے ساتھ مفعول کو ذکر نہیں کیا

تسایان

انتما ہے یہی ہے بے شش و پنج بلا دو آتشہ تا دور ہو رنج
سے کے بعد دو آتشہ کو ذکر کیا بلا کے بعد ذکر کیا اُسی نکتے کے واسطے۔
(۳) مفعول کے حذف سے تعمیم اختصار کے ساتھ مطلوب ہوتی ہے اگرچہ صیغہ عموم کے ساتھ مفعول کو ذکر کرنے سے بھی تعمیم حاصل ہو سکتی ہے مگر اس صورت میں اختصار فوت ہوتا ہے۔
منوئی قضا و قدر

اُنے کو محتاج نہ جانے دیا اُسے دیا اُس کو خدائے دیا
یعنی اُسے عموماً تمام آنے والوں کو دیا پس اس مثال میں عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہے کہ کیونکہ خدائے قادر کا
احسان شاہ جہان پوری
گئی ہیں عرش ملک آہن نیاز مند و نکی ہوسنی نہ تمہیں نے خدا کے بند و نکی
یعنی خدا کے بند و نکی کوئی فریاد نہ سنی یہاں عموم بطور مبالغہ کے مقصود ہے۔

مہما بھارت منظم

عنایت کیے فضل سے وہ کمال نمایان ہوئی قدرت ذوالجلال
یعنی تمام ہندوؤں کو فضل و کمال عنایت کیے پس مثال اول و دوم عموم کا فائدہ مبالغہ جیسا ہے
اور مثال سوم حقیقتاً یہ فائدہ بخشتی ہے۔ مثال ذیل میں بھی تعمیم کے مفعول مندوف ہے۔

غالب

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو میری سنو جو گوش نصیحت خوش ہے
یعنی میری تمام باتوں اور نصیحتوں کو سنو یہاں عموم کا فائدہ مبالغہ ہوا ہے۔
(۵) حذف مفعول سے صرف اختصار مطلوب ہوتا ہے کوئی دوسرا فائدہ مقصود نہیں ہے باعث مزاج
ایک خط میں لکھتے ہیں قبلہ آپ بیشک ولی صاحب کرامت ہیں کم و بیش ایک ہفتہ گذرا ہو گا کہ ایک

امر جدید متقاضی اسکا ہوا کہ آپ کو اسکی اطلاع دیوں خانہ کاہنی خراب آج لکھن کل لکھن اب کون لکھے
کل صبح لکھو گنا صبح ہوئی غالب اسوقت نہ لکھو سہ پہر کو لکھو۔
(۶) یا محافظت وزن اور رعایت قافیہ کی وجہ سے مفعول کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

امیں

اب چسپان کھاتے چلے جاتے ہیں تلوار و نمین مار یو پیات کو ہے شور سیمکار و نمین

مار یو کا مفعول وزن کی وجہ سے محذوف ہے اور اسکی صفت مذکور ہے۔

تراب

گر نہ شوخی سے الجھتی اُس میں کلنگی بار بار کیوں نکلتی زلف کے منہ سے صدے مار مار
کہ طرح شانے سے پھیر دین زلف ناگن یار کی یار کے منہ سے نکلتی ہے صدے مار مار
ان دونوں شعر و نمین قافیہ وزن کی وجہ سے مار مار کا مفعول محذوف ہے۔

حالی

لکھا تو پہلے بوجہ اُن کی کہ ہے اُترن تمھاری جن کا بناؤ
پہنو تو پہلے بھائیوں کو پھاؤ جن پہ بتا ہے نیستی کی پڑی

کناؤ اور پہنو اور پہناؤ کے مفعول محذوف ہیں۔

(۷) مفعول کا چھپنا منظور ہوتا ہے تو اسلئے بھی حذف کر دیتے ہیں جیسے۔

ظفر

میں خطا وار ہوں خط کیونکہ لکھوں یہ صاب جیسا لوگوں نے سکھا یا مرا جی جاتا ہے

لوگوں نے جو کچھ سکھا یا چھپانے کی غرض سے اُسکا ذکر چھوڑ دیا کیونکہ اُس کے ذکر سے
فاعل کو نہ امت ہوتی تھی۔

(۸) اسلئے ذکر نہیں کرتے کہ اگر کوئی دباؤ واقع ہو تو کھدیا جائے کہ ہننے سے بُرا نہیں کہا ہے
مثلاً جب خالد نے سامنے اُسکے دشمن زید کا ذکر کرتے تو کھدے لعنت بھجوا اور مراد اس سے زید ہے بوجہ
قیام قرینہ کے تو یہاں محض اس وجہ سے اُسکا نام ترک کیا گیا کہ ضرورت کے وقت کھدیا جائے کہ
میری مراد اس قول میں زید نہیں ہے۔

(۹) متعین ہونکی وجہ سے بھی مفعول ذکر ترک کر دیا جاتا ہے اور اس تعین کی دو صورتیں ہیں
ایک یہ کہ حقیقتہ متعین ہو جیسے سجدہ کرتا ہوں میںے خدا کو سجدہ کرتا ہوں۔

ناسخ

سب ناز اپنی قضا کرتے ہیں

جب وہ مسجد میں ادا کرتے ہیں

ادا کرتے ہیں کا مفعول یہاں متعین ہو اور وہ نماز ہو۔

حضرت اصف

آواز چلی آئی ہے لا اور پلا اور

میخانے میں کیا لطف ہو کیا مال ہو مائی

دوسرے یہ کہ ادعاء متعین ہو جیسے اس عبارت میں فناء آزاد کی جلد اول کی تیان جوچی جو گرمائے تو چھپر کھٹ سے اٹھ ہی کھڑے ہوے اور پک پڑے اب دیکھتے ہیں نہ تاؤ گلا پھاڑ پھاڑ چلا رہے ہیں لینا لینا لینا اسی قبیل سے ہر ذوق کے دوسرے مصرع میں سمجھے کے مفعول کا حذف

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم دفاتھجے ناسخ اور اس پر بھی نہ سمجھے تو اس بت سے خدا مجھے

(۱۰) ادب کی وجہ سے مفعول کو ترک کر دین جیسے میں ہر وقت یاد کرتا ہوں یعنی جناب کے دو کائنات کو
(۱۱) اسلئے محذوف کر دیتے ہیں کہ زبان اُس کے ذکر سے آلودہ نہ ہو جیسے اللہ نے تکبر کی پاداش میں
والہی لعنت کا مستوجب کیا یہاں شیطان کو محذوف کر دیا ہو۔

(۱۲) مفعول کا ذکر برابر معلوم ہو نیکی وجہ سے مترک کر دینے میں جیسے۔

ذوق

اے کاش کہ انسان سے تم بھی مٹے
شیطان کے جلا دیتا ہو مٹے مٹےلیکے ملائک ہیں فلک پر روتے
خفقت میں بھی رہتا ہے یہ اتنا ہشیام

چلا دیتا ہو کا مفعول بسبب کراہیت کے محذوف ہے یعنی شیطان کی شر نگاہ میں آ کہ مناسل
میتے مٹے چلا دیتا ہو بسا اوقات خواب میں شیطان آدمی کے پاس عورت کے کھیس میں اپنے آپ کو
پہنچاتا ہو یہی سبب احتلام ہو نیک ہو۔ بعض افعال متعدی ایسے ہیں کہ ایک مفعول کی خواہش کرتے ہیں
اور بعض دو مفعولوں کو چاہتے ہیں متعدی بیک مفعول میں جو نسبت فعل کو مفعول کے ساتھ ہوتی ہے
وہی نسبت متعدی بدو مفعول کو اپنے ہر ایک مفعول کے ساتھ ہوتی ہو پس معلوم ہو گیا کہ متعدی
بیک مفعول میں ایک نسبت ہوتی ہو اور متعدی بدو مفعول میں دو نسبتیں۔

حالی

پڑھائے تمدن کے سرب بیا انکو

سکھائے معیشت کے آداب اُن کو

سکھائے کی پہلی نسبت کو کثرت اور دوسری نسبت معیشت کے آداب کی طرف بسط پر بڑھانے کی

پہلی نسبت اُنکو کی طرف ہو اور دوسری نسبت تَمَرَن کے سبب اب کی طرف -	
ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا	حالی
بنایا کی پہلی نسبت ہر اک شہر و قریہ کی نسبت ہے اور دوسری نسبت یونان کی طرف اس لیے لکھا گیا ہے پہلی نسبت سب کی نسبت ہے اور دوسری نسبت علم و حکمت کے غم کے طرف -	

مثنوی لیلی مخبون

گذرے بد عجب اُسکو یک چند	بخشا اُسے حق نے ایک فرزند
بخشنے کی نسبت پہلی اُسی کی طرف ہو اور دوسری فرزند کی طرف -	
دلہ	
اکہتی نہیں خامشی کا یا را	عقرب نے مجھے ہے نیش مارا
ناخ	
سینے نظارہ دردندان یار سے	مار نظر کو رشتہ گو ہر جہن دیا
بناد یا کی نسبت پہلی تار نظر کی طرف ہو اور دوسری نسبت رشتہ گو ہر کی طرف -	
اور جب ایک نسبت سے تجربہ چاہتے ہیں اور منفرد کرنا منظور ہوتا ہو تو پہلی نسبت پر ہی اکتفا کرتے ہیں -	
غیاث الدین غفر مولف غیاث اللغات	
پھرتے ہو جسے روٹھے نہیں مانتے ہوات	ہم جانتے ہیں تمکو کسی نے سکھا دیا
یہاں سکھا دیا کا مفعول ثانی یعنی کچھ ہمارے خلاف مخدوٹ ہو تمکو مفعول اول ہے - اور جب مقام مقضیٰ میں کا ہو تلبہ تو تقسیم اور شمول افراد کے واسطے مفعول ثانی کو حذف کر دینے میں تعلیم اور شمول افراد سے بیغرض ہے کہ جو کچھ سامع کے دلیں آجائے وہی اُس سے مراد لی جائے چنانچہ -	
جرات	
جرات اب بند ہے تنخواہ تو یوں کہتے ہیں	کہ خدا دیوے نہ جب تک تو سلیمان کب دے
دے کا مفعول مال و دولت اور وجوہ رزق - انعام و اکرام وغیرہ ہو سکتا ہو -	
سمجھی ان و دلوں مفعول نہیں سے کوئی ایک حقیقت میں صفت یا موصوٹ ہوتا ہو اور جو انہیں سے موصوٹ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو یعنی اسم ذات ہوتا ہو اُسکو مفعول اول بناتے ہیں اور جو صفت ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے یعنی اسم صفت ہوتا ہو اُسے دوسرا مفعول قرار دیتے ہیں مگر لفظاً موصوٹ و صفت واقع نہیں ہوتے -	

امیش

| نرغِ مہرومہ اُسے تابان کیا |

| نرغِ مہرومہ حقیقت میں موصوف ہوا اور تابان اُسکی صفت -

اشیائیں

| مہستی مٹی تو پردے میں یک رنگ ہو گیا | گو عشق نے کر کے کیا بے نشان مجھے |

| مجھے مفعول اول موصوف اور نے نشان مفعول دوم وصفت -

تظفر

| صوت سے میری کیونکہ نہ آزرده ہو وہ شوخ | تو نے فلک بنا لیا ہے اندوہ گین مجھے |

| مجھے مفعول اول موصوف اور اندوہ گین مفعول دوم وصفت -

مولفہ

| دلگو میرے گل خندان جو کرنا تھا تجھے | اے فلک غیور تصویر بنا کیوں تھا |

| دلگو مفعول اول موصوف اور گل خندان مفعول دوم وصفت -

ولہ

| جیبِ دامن کو سدا شک سے گلگون دیکھا | تجھ سے دیکھا یہ جو کچھ دیدہ پر خون دیکھا |

| جیب و دامن مفعول اول موصوف اور گلگون مفعول دوم وصفت -

ذکی

| کیا جلوہ منبر خط سے رُخ پایے لیا | حیرت ہے روشن آئینہ زنگار نے کیا |

| آئینہ مفعول اول موصوف اور روشن مفعول دوم وصفت -

| بشیش نہا تھ آواز لکھنوی |

| دیکھے جو باغ میں عرق آلودہ روے یا | شبنم گل کو آبِ نبات سے تر کرے |

| گلگون کو مفعول اول موصوف اور تر مفعول دوم وصفت -

| مولوی محمد اسماعیل |

| بکلو خافل مگر نہ جانے گا |

| جندہ پرور بُرا نہ مانے گا |

| بکلو مفعول اول موصوف اور خافل مفعول دوم وصفت -

	منشی	
زبان کو مری کر فصیح اللسان		برے خانے کو کر تو گو ہر نشان
معمولات فعل کی تقدیم		
فعل کے معمول سے مراد مفعول یا مفعول لہ اور مفعول فیہ اور جارد مجرور اور ظرف و رجال اور تیز رہیں گریہاں انہیں سے بعض کی تقدیم کا بیان کیا جاتا ہے اس پر دو سر و کو قیاس کر سکتے ہیں۔		
تقدیم مفعول بہ		
اصل مفعول یہ کی یہ ہو کہ فعل کے بعد ذکر کیا جائے لیکن کبھی اس کو مقدم مانے میں واس سے ملتی باتیں مطلوب ہوتی ہیں کئی تفصیل یہ ہے۔ (۱) مفعول کی تخصیص پیدا ہوتی ہو جیسے۔		
حقیق		
قوی جاتی ہے سب خدا مومن کو یا اس		آب کو جبکہ دیکھ کر سب آس
یعنی خاص کو سب آس دیکھ کر ہر لوگ بہت کچھ کہتے جاتے ہیں۔		
غالب		
جفا میں اُسکی ہے انداز کار فرما کا		فلاک کو دیکھتے کرتا ہوں سکو یا وہم
یعنی خاص فلاک کو دیکھ کر یہ یاد آتا ہے کہ جو کچھ ستم فلاک کرتا ہے اُسی کے حکم سے تراہے۔		
ما سح		
اتنے بڑے خون میں ہر گز نہ ٹھکان		خورشید کو دیکھو آسمان کو دیکھو
اصف		
خلعت سے ہو زیادہ اسکو کفن مبارک		اُنستے کو اپنے قاتل سے ہاتھ سے جو اپنے
گویا		
بحق آل و یار ان مسند		اُن کو یا کے یار بخت شد تو
ایلیٰ بنون میر غلام علی بنی		
تھے کہنے پر تھے سب نہ تھے ہم		تھے بھیج کتب میں چھپائے ہم

گویا	
عروس فکر کو دکھلائے گا شباب قائم	کرے مراد سے کیونکر نہ اب خضاب قائم
مولوی نذیر احمد	
سنگینین کو فرمایا قاطع صغرا	مریض میں کو بتلایا روغن بادام
منشی	
شبستان دل کو مے سرب	سپہراغ خرد سے منور تو کر
مجھے اپنے گنجینہ فیض سے	دُرِ دانش و گوہر عقل دے
سید امداد امام اثر	
ہمیں بزمِ سدوین وہ جاتا ہے تہمتا	کرم ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا ہے
افیس	
ان کو قسین دیکھتے چلے شاہ نادر	وہ پیاس اور وہ دستوپ کا صدمہ دہا
شیفیتہ	
بنائو بزل کرو تم وفا کو میں چھوڑوں	کچھ اشتهارِ تمہیں ہو کچھ اشتهارِ مجھے
پیرنگہ ہنگامہ مشرق سے غم جویت ہے اور وفا کو ناسحق کے ساتھ ختم خاص ہے اسلئے دو نو کا ذکر مقدم کیا	
شہادتِ انداز اور حکمِ ذوق سے ثابت ہے کہ اکثر صورتوں میں تقدیم مفعول سے تخیل ضرور پیدا ہوتی ہے	
دیکھی ایسا نہیں بھی ہوتا ہے۔	
(۲) مفعول کی نشان کا اہتمام منظور ہوتا ہے اور تخیل مفعول میں ہوتی ہے۔	
نائب	
آئینہ دیکھو اپنا سامنے سے لگے۔ دگئے	صاحب کو دلِ زمیں پہ کنا غرور تھا
ہیما صرف اہتمامِ شان مفعول مقصود ہے اسلئے کہ دیکھنے کا تعلق آئینے سے اہم ہے۔	
اصف	
جوتے دانو کو اندھ بون بڑا ہے	رقیب پر ہر وہ پروانہ شمع رہو کر
گویا	
یہ خوفِ شمع بھنا ہر گز کی گہر سے	
مدا شرب کو کتنا ہے آفتابِ فلم	

مرزا احمد علی ندیم		
صف مشرکان کو چڑھایا ہو خدائے کریم	نوک ہجانے اگر نکلے ظفر کی صورت	
مومن		
تجھ کو بھی نہ کہ سکین ترا مثل	یان تک نقش دوئی مشایا	
زند		
دوش دایہ کو نہ جانو نہیں کنار مادر	پرورش یافتہ ہوں دامن صحرائے	
کہے کو نہ پوچھو نہیں ہنر مند و نک ہوتے	لے شیخ یہ بندہ تو پرستار ہنر ہے	
غالب		
ہے پرے سرحد ارک سے اپنا سجود	قبیلے کو اہل نظر قبلہ نما کتنے ہیں	
(۳۳) اس لیے مقدم کرتے ہیں کہ تبرک میں تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اپنا محبوب کیا۔		
(۳۴) تقدیم مفعول سے لذت حاصل کرنے میں تعجیل مقصود ہوتی ہے جیسے۔		
غالب		
ابو سہ دیتے نہیں اور دل پہ ہر خط گاہ	جی میں کہتے ہیں کہ مفت اے تو مال اچھا کر	
اصف		
زگرے جادو دکھا کر کوئی جادو گر گیا	دوستو لینا خبر میرا دل مضطر گیا	
سودا		
بادے کو ہاتھ سے زاہد کے نہ پیوے ملا	پر یہ راضی ہے کہ کیر و نہ جو چڑکے تو چڑک	
دلہ		
تجھے دل میں تو رکھ لو نہیں پیہر رنگ	اُسی میں جان ہو اُس میں ہی تو ہو	
(۵) سرت میں تعجیل مقصود ہوتی ہے۔		
میر		
برقع کو اٹھا چہرے وہ بتا کر آئے	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آئے	
نسیم		
پوشاک جو لینی ہو تو پہنچاؤ	بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ	

	سودا	
خوش حالی ایک سی میں بابا ہوں	ہم غریب و غریب پر درمیں	
۱۰) ابائی میں نہیں مقصود ہوتی ہو جیسے۔		
	غالب	
غیر کو ٹکڑا کر سب منع گستاخی کرے	اگر حیا بھی اُس کو آتی ہو تو شرما جائے ہے	
	سودا	
بزرگ کو تو مسلمان گئے سہلے سنا س	پھر اسکو کہکے اولوالامر میں کرے ہے یاد	
	ولہ	
الوحوش کیا با تو کی میزان میں تول	قرض کے دو سو بچا سو کی جڑی ورد ہوں	
(۷) کبھی مفعول کے مقدم ہانے سے اسکی شان کی تعظیم مقصود ہوتی ہو۔		
	میسر	
جمیہ کو بھیجا ہمارے یہ	وصی اور امام اُسے پیدا کیے	
	تساو	
ذات کو اس وصف میں جو نہ کیے کوئی	دیدہ اسکا بخدا دیدہ بیٹا نہ ہوا	
مقصود با تمثیل اظہار ذات ہو۔		
	قصہ حلیۃ سعیدیہ	
یعنی اُس شاہ کو لائی گھر میں	نور اللہ کو لائی گھر میں	
	نسیہ	
انسان کو کیا ہے حق نے خالق	ہے عقل سے آفت اللہ خالق	
(۸) تقدیم مفعول میں فاعل کی جڑائی و عظمت نکالتی ہے جیسے اس شعر میں قصہ شاہ روم کے کہ		
میں سے چاہے تو ہی دیتا ہر عزت	میں سے چاہے تو ہی دیتا ہے ذلت	
یعنی تو ایسا عالی شان و صاحب عظمت ہے کہ جسکو چاہتا ہو عزت دیتا ہو جسکو چاہتا ہو ذلت دیتا ہو خواہ بادشاہ ہو خواہ فقیر۔		
	ممتاز لنگوہی	
مرد و فکوزندہ غلامان نبی کرتے بن	سجڑہ اپکا اسے حضرت عیسیٰ کیا بن	

سمجھ بوجھ	
مساکین کو کر دے صاحب تاج	شہنشاہ کو کر دے دم میں محتاج
پیش	
شر کو چھپا یا ہر اک سنگ میں	ننان بوسے گل کی ہر اک نگ میں
گل و شمع کو اُس نے بخشی نمود	دیامرخ و پروانہ کو بھی وجود
منشی	
کبھی نا تو ان کو سنشے وہ زور	سلیمان کو گل ہے کہ مثل مور
جن دید و انسان و حور و پری	مہ و مہر اور زہرہ و مشتری
کیے اُس نے قدرت سے پیدا تمام	سہمان تھے ہوئے سب ہویدا تمام
دلیر و نکو اُس نے کیا ہے دلیر	کیا زہ شیر و نکو اُس نے ہے شیر
غالب	
دو نون جہان دیکھئے سمجھے خوش	یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین
منشی	
جیسے کو جگہ ملی فلک میں	تار و ن کو گرا دیا درک میں
فرعون کو نیل میں کیا غرق	رکھا موسے کے تاج بر فرق
مولوی محمد امین	
اکرم کی سب باتوں تری صحبت نے بھلایا	اور جھوج کا شہرہ تری شہرت نے بھلایا
ارجن کو تری ہمت و جرات نے بھلایا	اسکندر و قہر کو تری شوکت نے بھلایا
گویا	
انہٹا نے سر جو ترے کام کے بغیر بھی	سر فلک کو کرے تیغ آفتاب فکم
مقصود باقتضیل سر فلک ہے	
(۹) تقدیم مقول سے تخصیص کے علاوہ حصر بھی پیدا ہوتا ہے۔	
میرسن	
رہ حمیدین تیری غریب	
نچھے سجدہ کرتا چلون کے بل	

مذہب الاسلام

بجھے سمجھے دِ نزات حاجت روا
 تجھے جانے ہر دم سمیع و بصیر
 تجھی سے کہے جو کہ مدعا
 تجھی سے کہے غرض ثانی الضمیر

ذوق

تجھ سے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جون نگاہ
 تو رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے نہمان ہی با

غالب

تھک تھک کے ہر مقام پہ چار گئے
 تیرا پتا پنا کین تو ناچار رہ گئے

تفہیم مفعول دوم کی مفعول اول پر

پہلے مفعول کا حتی یہ ہر کہ دوسرے پر مقدم ہو کر زبان مفعول دوم کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہے
 وہاں اُسی کو مقدم کرتے ہیں۔

مشرمندہ کیا لب نے فقیق بینی کو
 وحشی کیا آنکھوں نے غزال غنمی کو

حقیقت میں شرمندہ اور وحشی مفعول دوم ہیں اور مفعول اول کی صفت ہیں لیکن صفت کا بیان کرنا
 متکلم کے نزدیک اہم تھا اس واسطے مقدم کیا۔

ہول

دولت یہ کسے کسوں دی ہے
 نعمت ہمیں جو کہ تو نے دی ہے

دولت و نعمت کا بیان اہم تھا لہذا پہلے بیان کیا باوجودیکہ مفعول دوم ہیں اور کسے اور ہمیں مفعول اول کو مؤخر کیا

صغیر

سحر برائے اگر بھان بتی کی صورت
 پر کبوتر کو کرے پر کو کبوتر گیسو

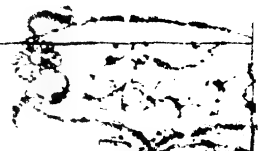
پہلی جگہ پر مفعول دوم ہوا اور کبوتر مفعول اول اور دوسری جگہ پر مفعول اول ہوا اور کبوتر مفعول دوم

سبقتہ

جو بیگانہ جان تجھے خلق کیا غم
 اگر آشنا آشنا جا متناسب

تیش

روانی مرے قلع کو کر عطا
 سلاست طلاق سے کر آشنا



	۵	
مژدہ پہونچاؤ میرے قاتل کو	نسیم	کشتہ ناز آج سرد ہوا
بمجنون مجھے خطاب دیدے	ولہ	سیلی میں نے تجھے بنایا
بادام بنفشہ کو دکھایا		یہ مشکے اشارے سے بٹھایا
قرنی اسے سرو نے بنایا		طوق اُسکو طلسم کا بنھایا
گلزار علی اسیر		
خاطر دوسو سہ پر داز کا دیوانہ ہون		خط کبوتر کو دیا لاکھ طرح کے ہین خیال
تقدیم حال کی صاحب حال پر		
<p>حال وہ افظہ کہ فاعل یا مفعول کی کیفیت اور مات کو ظاہر کرتا ہو جبکہ فاعل سے فعل صادر ہو یا اُسکی ذات سے قائم ہو اور مفعول پر فاعل کا فعل واقع ہو جسکی حالت معلوم ہوتی ہو اُسے ذوالحال یا صاحب حال کہتے ہیں اصل یہ ہے کہ حال صاحب حال سے پیچھے ہوا کرتا ہے کبھی حال کو صاحب حال پر تقدیم کر دیتے ہیں اور اُس جگہ زیادہ اہتمام نشان کا پایا جاتا ہے۔</p>		
خندان خندان اٹھا وہ بشارش	نسیم	جب پردہ صبح ہو گیا فاش
خندان خندان حال ہوا سی کا زیادہ ترجہا منظور تھا اسیلے مقدم کیا۔		
دلین زہر عشق آخر کار اپنا کر گیا	حکف	گھٹتے گھٹتے عاشق بیمار مر گیا
سب آئے یہ حیف کرتے باہم	ہوس	آزردہ دگر یہ ناک و بر غم
مولوی مظہر علی حضوری		
<p>کل جو غصے سے بھرا ہے دکھائی کھین رہنے رہتے مری آشوب کر آئی کھین</p>		

ظفر

ہون وہ گلے کے ہار اگر اُسے پوچھے
کھڑے ہوئے پڑے ہن یہ کیوں ہارین کے پھول

تقدیم ظرف

اکبھی ظرف کو اُسکے متعلقات پر مقدم لاتے ہن اور ظرف کی شان کا اہتمام منظور ہوتا ہر نیسے۔

لمکوفہ

سچ تو یہ ہے اپنی سوچھی پر نہ خان کو مستی میں
کعبہ میں جانا قوس بجایا دیر کا جا کے طواف کیا
کعبہ مکان تبرک عبادت کا وہ اسد میان ہوا
سین ناقوس کا پھونکنا ایک امر عجیب تھا اور اُس کا بیان
ضروری تھا اسلئے اُسکو مقدم کیا اور اُس کا ذکر اول مناسب سمجھا۔

انعمیم

کعبہ میں نہیں پایا تو دیر میں جاتا ہوں
کہتا ہوں کہ شاید وہ سیرم میان ہو گا

ناسخ

بلغم میں آج جو اُس گل کی سدا ہوتی
نہو انجیس نے کیا باد بھاری آئی

غالب

ہینس میں گندرتے ہن جو کویتے وہ
گند سا بھی گمراہ فلو بہتے زمین میں تھے

ولہ

اُس بزم میں مجھے نہیں نہی جانیے
بھٹھا ہا اگر چہ اشارے ہو ایسے

صہبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کے

اپنی گلی میں دفن نہ کر ملجو بعد نسل
میرے پتے سے خلق کو کیوں تر لکھتے

وافت اُس بت کہ میں نے نصین وہ
سنگدپ اُس کو لے لکین وہ

اتخانے میں تھا طلسم کا دور
شیش در ہوا چار سمت پھر کر

ذوق

دل بدخواہ میں تھا نایا چشم بد بین
فلک پر ذوق گر تیسہ دعا مارا تو کیا مارا

مہاراجہ سرکشن پر شاہ بہادر شاہ
گلے میں طوق ہوا اور پالو نہیں نہ خبر کھتے ہیں

بہر والہ بستہ ہیں گیسو سے ترے یہ آنکلی نہ نیت ہن

پانچواں باب قصر کے بیان میں

قصر کے معنی روکنے کے ہیں چنانچہ اللہ فرماتا ہے **قُورْ** مقصوراً لکے فی النحیام یعنی حورین بن خمین کی ہوئیں اور اصطلاح علم معانی میں یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا اور اسکی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور وہ یہ ہے کہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ نفس الیہ اور حقیقت میں مخصوص کر دینا اصطلاح کے پہلی شے دوسری شے سے غیر کی طرف کسی طرح متجاوز نہیں جیسے خاتم الانبیاء محمد ہی ہیں اس میں ختم نبوت کا قصر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہو گیا اور یہ کام شے دوسری کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتا دوسرا غیر حقیقی جسکو اضافی بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک شے کی تخصیص دوسری شے کے ساتھ بے نسبت کسی شے کے ہو اصطلاح کے اس تیسری شے تک وہ متجاوز نہ ہو سکے اگرچہ یہ ممکن ہو کہ اس کے سو گئی اور چوتھی شے تک بعض مسئلہ میں متجاوز ہو جائے پس قصر حقیقی میں ایک شے دوسری شے سے کبھی کسی کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتی اور قصر غیر حقیقی میں بھی اگرچہ ایک شے دوسری شے سے تیسری شے کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتی ہے مگر اس کے سوا کسی اور شے کی طرف متجاوز ہو سکتی ہے جیسے زید کھڑا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتا اور یہ نہیں ہے کہ کھڑا ہونا زید سے کسی اور کی طرف متجاوز نہ ہو سکے غرض کہ کھڑا ہونا جائز ہے کیونکہ یہاں کھڑے ہونے کی تخصیص زید کے ساتھ بے نسبت بیٹھنے کے ہوئی ہے کہ کھڑا ہونا بیٹھنے کی طرف نہیں پہنچ سکتا مگر بیٹھنے کے سوا اور اشیاء تک کھڑا ہونا متجاوز ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (الف) قصر موصوف کا صفت پر اور وہ یہ ہے کہ موصوف اس صفت سے دوسری صفت کی طرف متجاوز نہ ہو سکے لیکن یہ جائز ہے کہ اس صفت سے اور شے بھی متصف ہو سکے (ب) قصر صفت کا موصوف پر اور وہ یہ ہے کہ وہ صفت اس موصوف سے کسی اور صفت کی طرف متجاوز نہ کر سکے لیکن یہ جائز ہے کہ اس موصوف کے لیے اور صفات بھی ہوں۔ اور قصر کی بحث میں صفت سے مراد صفت معنوی ہے یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہوں اور صفت نحوی مراد نہیں۔ نحوی کے نزدیک صفت اس تابع کو کہتے ہیں کہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو جو ذات متبع میں موجود ہوں جیسے چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک نے اس چیز پر دلالت کی جو گھوڑے میں موجود ہے یعنی چالاک یا ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو متبوع کے متعلق میں ہوتی ہے جیسے طفل خوب پس خوب اس شے پر دلالت کرتا ہے جو طفل کے متعلق میں سے ہے اور وہ یہ ہے لیکن اس اعتبار سے کہ وہ طفل کا متبوع

صفت طفل کی ہو گیا اسی کو نعت اور وصف بھی کہتے ہیں۔

اقسام قصر حقیقی

اسکی دو قسمیں ہیں (۱) وہ قصر حقیقی جس میں قصر موصوف کا صفت پر ہو (۲) وہ قصر حقیقی جس میں صفت کا قصر موصوف پر ہو۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر مولوی صاحب نقیہ ہی ہیں یعنی صفت اس کی صفت مخصوص ہیں
اور کوئی صفت انہیں نہیں ہو اس قسم کا قصر ایسے بلیغ سے جو صدق کا متلاشی ہو واقع نہیں ہوا کیونکہ کوئی چیز ایسی نہیں کہ اسکی صفات کا احاطہ ہو سکے تاکہ کسی صفت کا اس کے لیے ثابت کرنا اور اس کے اسوا کا اس سے بالکل نفی کرنا ممکن ہو بلکہ ایسا کر سکتا محال ہے اس لیے کہ صفت منفیہ کے لیے بھی نقیض ہے اور وہ ایسی صفات میں سے ہو کہ نفی اسکی ممکن نہیں اس لیے کہ نقیضین کا ارتفاع منع ہے مثلاً جب عینے کہا کہ زید شاعر ہی ہے اور یہ ارادہ کیا کہ اور کوئی صفت انہیں نہیں باقی جاتی سولے شاعر ہونے کے تو اس سے یہ لازم آ گیا کہ وہ کھڑے ہونے کے ساتھ اور کھڑے ہونے کے نقیض کے ساتھ بھی متصف نہ ہو اور یہ محال ہے۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر اور یہ قسم بہت جگہ آتی جو جیسے مکان میں سولے زید کے کوئی نہیں یعنی مکان میں موجود ہونا ایک ایسے نفع ہے جو زید پر تصور ہیں اسی طرح خدا ہی عالم الغیب ہے یعنی اور کوئی اس صفت سے موصوف نہیں اسی طرح محمد ہی خاتم الانبیاء ہیں۔

کبھی قصر حقیقی کو مبالغے کے واسطے بیان کرتے ہیں اور صفات متعدّدہ کو بننے معدوم کے خیال کرتے ہیں سو یہ بھی قصر موصوف کا صفت پر ہوا ہے چنانچہ کہتے ہیں زید دیوانہ ہی ہو یعنی ان صفتی صفات میں دیوانگی کی ایسی مغلوب ہو گئی ہیں کہ گویا معدوم ہیں اسی طرح میر صاحب شہ گوی ہیں یعنی انکی تمام صفات مرثیہ گوئی کے مقابلے میں کالعدم سمجھی گئی ہیں (اور کبھی قصر صفت کا موصوف پر ہوتا ہو مثلاً یہ ہی شاعر ہیں۔

اس حساب سے قصر حقیقی کی چار قسمیں ہوئیں۔

(الف) وہ قصر حقیقی جس میں موصوف کا قصر صفت پر افراد عالمی ہو۔

(ب) وہ قصر حقیقی جس میں موصوف کا قصر صفت پر افراد عالمی طور پر ہو۔

(ج) وہ قصر حقیقی جس میں صفت کا قصر موصوف پر افراد عالمی ہو۔

(د) وہ قصر حقیقی جس میں قصر صفت کا موصوف پر افراد عالمی طور پر ہو۔

اقسام قصر صفت حقیقی

اسکی دو تئیں ہن (۱) قصر موصوف کا صفت پر (۲) قصر صفت کا موصوف پر اور پھر انہن سے ہر ایک میں مخاطب یا تو افراد کا یا قلب کا یا تعین کا اعتبار کرتا ہے پس یہ چھ قسمیں ہونی۔

(الف) قصر موصوف کا صفت پر بطریق افراد کے۔

(ب) قصر موصوف کا صفت پر بطریق قلب کے۔

(ج) قصر موصوف کا صفت پر بطریق تعین کے۔

(د) قصر صفت کا موصوف پر بطور افراد کے۔

(ر) قصر صفت کا موصوف پر بطور قلب کے۔

(س) قصر صفت کا موصوف پر بطور تعین کے۔

قصر حقیقی اور غیر حقیقی میں فرق یہ ہے کہ حقیقی میں متکلم کے نزدیک جمیع صفات مسلوب ہوتے ہیں اور یہ شرط اس میں نہیں ہوتی کہ مخاطب فرد کا یا قلب کا یا تعین کا اعتبار کرے اور یہ سلب مقضی اس بات کا ہے کہ تعدد صفات نہ ہو اور غیر حقیقی میں واجب ہے کہ ان تینوں میں سے کسی ایک کا اعتبار کیا جائے اور عدم تعدد صفات کو اس میں دخل نہیں اور افراد اور قلب اور تعین بحسب مقام معلوم ہو سکتے ہیں۔

اب ہم اس لیے کہ یہ امر غوی خاطر نشین ہو جائے ان چھوٹوں صورتوں کو چھ مثالوں میں بیان کرتے ہیں (۱) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید میثم بھی ہے اور شاعر بھی ہے تو اس وقت متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید میثم ہی ہے اس کا یہ اعتقاد باطل ہو جائیگا کہ زید دونوں صفتوں میں شریک ہے اور اسے موصوف ہے اس مثال میں قصر موصوف کا صفت پر باعتبار افراد کے ہے (۲) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید اور کبر دونوں فقیہ ہیں تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید ہی فقیہ ہے مخاطب کا یہ اعتقاد باطل ہو جائے گا کہ دونوں صفت فقیہ میں شریک ہیں اور جان لیگا کہ کبر فقیہ نہیں صرف زید ہی فقیہ ہے یہ مثال صفت کے قصر کی موصوف پر باعتبار افراد کے ہے۔ یہ دونوں صورتیں قصر افراد کی ہیں۔ (۳) مخاطب کو اس بات کا اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ زید بیٹھا ہے نہ کھڑا مخاطب کا یہ اعتقاد کہ زید کھڑے ہوئی صفت کے ساتھ متصف ہے باطل ہو جائے گا اور یہ صورت قصر موصوف کی ہے صفت پر (۴) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ زید کھڑا ہے نہ خالد تو متکلم کے یہ کہنے سے کہ خالد کھڑا ہے نہ زید مخاطب کا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا یہ مثال قصر صفت کی ہے موصوف پر۔ یہ تیسری اور چوتھی شکل

قصر قلاب کہلاتی ہے کیونکہ انہیں منظم مخاطب کا تمام حکم بدل ڈالتا ہے بخلاف قصر افراد کے کہ اُس میں بعض حکم مخاطب کا متکرم ثابت رکھتا ہے اور بعض کی نفی کرتا ہے (۵) مخاطب منظم دو صنفین کے کسی ایک صفت کے ساتھ زید کے متصف ہونیکا معتقد ہو مگر اُس کے نزدیک یہ متعین نہ ہو کہ خاص اس ایک صفت کے ساتھ متصف ہے نہ دوسری کے چنانچہ ایک شخص یہ تو جانتا ہے کہ فن شعریا فقہ کے ساتھ زید متصف ہے مگر اُس کے نزدیک یہ متعین نہیں کہ انہیں سے خاص کس کے ساتھ متصف ہے تو منظم کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہے اُس کا یہ شبہ رفع ہو جائے گا یہ قصر تعین کی وہ قسم ہے جس میں موصوف کا قصر صفت پر ہوتا ہے (۶) مخاطب کو یہ اعتقاد ہو کہ فن شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونوں میں سے ایک شخص بالضرور متصف ہو مگر صاف صاف یہ جانتا ہو کہ خاص یہی ایک شخص متصف ہے اور دوسرے منظم کے کہنے سے کہ فقط زید ہی شاعر ہے اُسکو متعین ہو جائیگا کہ زید شاعر ہے خالد شاعر نہیں یہ مثالی قصر تعین کی اُس قسم کی ہے جس میں صفت کا قصر موصوف پر ہوتا ہے اور یہ وہ قسم ہے قصر تعین کہلاتی ہے کیونکہ انہیں اُس حکم کو جو مخاطب کے نزدیک متعین نہ ہو متعین کیا جاتا ہے اور اُس کا شبہ دور کر دیا جاتا ہے۔

پس یہ چھ قسمیں قصر غیر حقیقی کی ہیں اور چار قسمیں قصر حقیقی کی ہیں سب مکرر دس قسمیں ہوتی ہیں سوال اگر کہا جائے کہ بیان ایک اور قسم بن سکتی ہے کیونکہ جب سامع کو زید اور خالد کے متعین اور متکلم کے نہ زید آیا ہے نہ خالد بلکہ کہا گیا ہے پس یہ نہ تو قصر قلب ہے نہ قصر تعین کیونکہ قصر قلب میں شرط ہے کہ مخاطب مفہوم حکم متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور قصر تعین میں شرط ہے کہ تصور موجود ہو اور شبہ اس بات میں ہو کہ آیا کون شخص دونوں میں سے آیا ہے سو یہاں تو بیکر کا مخاطب کو تصور بھی نہ تھا۔

جواب اگر سامع کو تردد اس بات میں تھا کہ جو شخص آیا ہے وہ زید یا عمروان دونوں میں سے ایک کے ہوا اور کوئی شخص نہیں تو اس وقت یہ قصر قلب ہوگا کیونکہ متکلم کا کلام سامع کے اعتقاد کے برعکس ہے اور اگر مساوات کا ارادہ رکھتا تھا کہ زید آیا ہے یا کوثر یا عمروان کوئی اور شخص پس بیشک یہ قصر تعین ہوگا کیونکہ اُس کا خاص یہ مطلب نہ تھا کہ زید ہی آیا ہے یا عمروان بلکہ اُس کا یہ مطلب تھا کہ کوئی ہوا اور مطلب اُس کا طلب تعین اور رفع شبہ تھا سو وہ کر کے کہنے سے حاصل ہو گیا مگر اُس صورت میں اس کا جواب مشکل ہے کہ سامع خالی الذہن ہو اور ان دونوں میں سے کسی کا تصور نہ رکھتا ہو پھر بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کی مثالیں بہت کم واقع ہوتی ہیں۔ یہ مختصر طور پر بیان قصر افراد اور قصر تعین اور قصر قلب کا ہے۔

شرائط قصر

قصر افراد میں جو قصر موصوف کا صفت پر ہو شرط ہے کہ دونوں صفات باہم متنافی و متباہن نہ ہوں
 پس اس صورت میں یہ نہیں کہا جائیگا کہ زید مینا ہے نہ نابینا کیونکہ قصر افراد میں شرط ہے کہ مخاطب
 اعتقاد شرکت کا رکھتا ہو اور کوئی عامل یہ اعتقاد نہیں کر سکتا کہ زید ایک ہی حالت میں مینا بھی
 اور نابینا بھی اور قصر قلب میں جو قصر موصوف کا صفت پر ہو یہ شرط ہے کہ مخاطب ایسے معقول اعتقاد
 رکھتا ہو کہ ایک نوع کی تانی اُن میں پائی جائے پس یہ نہیں کہا جائیگا کہ زید کھڑے نہ شاعر ہے
 کیونکہ قصر قلب میں شرط ہے کہ مخاطب مفہوم کلام متکلم کے برعکس اعتقاد رکھتا ہو اور یہ اس صورت میں
 ممکن ہے کہ دونوں امر ایسے ہوں کہ اُن میں ایک نوع کی تانی پائی جائے جیسا کہ کہیں زید
 کھڑے نہ بیٹھا اور شاعری ایک صفت علیحدہ ہے اور کھڑا ہونا صفت علیحدہ اور اس
 قصر قلب میں جس میں قصر صفت کا موصوف پر ہو یہ شرط جاری نہیں ہو سکتی پس جو شخص
 اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ زید آیا ہے نہ عمر تو اس کو یوں جواب نہیں دیکھتے کہ زید ہی آیا ہے
 نہ عمر ایسے کہنے کے وصف میں دو موصوفوں کا جمع ہونا ممکن ہے پس اس میں تانی ہونا
 شرط نہیں بلکہ کبھی تانی نہیں پائی جاتی جیسے اس مثال میں کہ زید ہی آیا ہے نہ عمر اور
 کبھی پائی جاتی ہے جیسے سوا عمر کے زید کا باپ نہیں ایسے کہ یہ قصر صفت کا ہو موصوف پر
 قصر قلب کے قبیل سے اور یہ ممکن نہیں کہ دو موصوف زید کا باپ بننے کی صفت میں جمع ہوں
 اور قصر تعین میں کبھی قصر افراد کی شرط پائی جاتی ہے اور کبھی قصر قلب کی یعنی کبھی قصر قلب کی طرح
 دونوں صفات باہم متنافی ہوتے ہیں اور کبھی قصر افراد کی طرح متنافی نہیں ہوتے پس قصر تعین
 کی مثالوں میں سے بعض مثالیں قصر قلب کی ہو سکتی ہیں اور بعض قصر افراد کی۔

قصر کے استعمال کے طریق

قصر کا استعمال سات طور پر ہوتا ہے (۱) عطف کے ساتھ (۲) نفی و استثنائے (۳)
 کلمہ ہی کے ساتھ (۴) تقدیم و تاخیر سے (۵) مسند الیہ کی تکرار سے (۶) چند اشیا کی
 نفی کے ساتھ کسی شے کو ثابت کرنے سے (۷) بعض الفاظ سے۔
 اب اس اجمال کی تفصیل مفصل ذکر کی جا رہی ہے۔

۱۱ عطف کے ساتھ قصر

مثال مضر افراد میں قصر موصوف کی صفت پر یہ ہو کہ زید مجرم نہ شاعر۔

مزاج اٹکا ٹھٹھال اس قدر پر تلے کہ وہ ہنسی سمجھتے ہیں اس بات کو نہ مجرم کہیں
وہ موصوف ہو اور ہنسی سمجھنا اور مجرم کہیں سمجھنا صفات ہیں پس انہیں سے پہلی صفت پر موصوف
قصر کیا ہو۔ اور عبد الحکیم شرر کی اس عبارت میں ”برکش حکومت نے اردو کو عدالت کی کرسی تک
نہیں پہنچایا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ خاک سے اٹھایا اور آسمان پر پہنچایا، بلکہ جب نفی کے بعد آتا ہو
تو تابع کے لیے اثبات کا فائدہ دیتا ہے اس وجہ سے صریح ہوتا ہے بخلاف اسکے کہ اثبات کے بعد آتا ہو
تو متبوع سے اثبات کا رفع نہیں کرتا بلکہ اسکو مسکوت عنہ کے کو میں کر دیتا ہے اس لیے قصر کا فائدہ
نہیں بخشنا پس مثال مذکور میں عدالت کی کرسی تک پہنچنے کی اُردو سے نفی ہوتی ہے اور خاک سے
اُٹھائے جانے اور آسمان تک پہنچائے جانے کا اسکے لیے اثبات ہوا ہے۔

ترجمہ مثنوی روم مولفہ راسخ

یہ نہیں اپنے لیے تیری قسم بلکہ تیرے واسطے ہے رنج و غم

رخ کو تیرے نکمون برق نہ شعلہ نہ قمر بلکہ خورشید جہاں تاب کے تو کمرون

نوسہارا میر

لکھے کے وقت نہ تھا اسکے قلم کا وہ صریح بلکہ تھا اسکے لیے سجت و شادی کا صغیر

نہ مارا ب مجھے بلکہ بے جھکو کھول دہی گنت گو پیار کی مجھے بول

میر
شہر میں جو نظر پڑا
کشتہ ناز یا نفاضل تھا

کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ شہر کے لوگ بہت سے اوصاف سے موصوف ہونگے تو یہ کہنے سے
کہ ہر شخص کو اسکے ناز یا نفاضل کا کشتہ پایا یہ اعتقاد اُس کا باطل ہو جائے گا اور تمام اہل شہر کا
قصران ووصفات میں قرار پائیگا۔

قصر قلب میں قصر موصوف کا صفت پر

ملولہ

اگر یہ زیبا ہے نہ خندہ نہ جھکو

حال پر میرے ارے او بد خو

مشتوق موصوف ہے اور گریہ و خندہ دو صفات ہیں اور ان دونوں میں تنافی ہو پس ان میں سے صرف ایک ہنسنے کی صفت پر قائل نے مشتوق کا قصر کر دیا۔

ہادی

دل ہوا ہادی نہ آگہ سنے کے حال زلفگان

بلکہ بہر خواب غفلت یہ بھی اک افسانہ تھا

دل موصوف ہو اور حال زلفگان سنا کر آگہ نہ ہونا اور خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونا یہ دو صفات تنافی میں کیونکہ خواب غفلت کے لیے افسانہ ہونے سے مراد غافل ہو جانا ہے اور ظاہر ہے کہ آگہ بیٹھ ہوشیار نہ ہونے اور غافل ہو جانے میں تنافی ہو۔

مولوی محمد اسماعیل

نہین قصہ یہ دل لگی کیلئے

بلکہ عبرت ہے آدمی کیلئے

قصہ موصوف ہے اور دل لگی اور عبرت یہ دو صفات تنافی میں پس ان میں سے صرف دوسری صفت پر موصوف کا قصر کر دیا نسیم کا یہ شعر بھی اسی مثال میں ہے۔

سوچتے وہ کہ یہ نہین سلجھتی

ہے بلکہ پرناک زلف مجھتی

بکاؤ لی جسکی طرف وہ کی ضمیر راج ہو موصوف ہے اور مجھتی اور سلجھتی دو صفات تنافی میں جن میں سے دوسری صفت پر اس کا قصر کر دیا ہے۔

مولوی محمد اسماعیل

باہر تو سرکشی کرتے نہین

بلکہ سر کروا دیتے ہیں جھکا

سرکشی کرنا اور سر کو جھکانا دو صفات تنافی میں جن میں سے دوسری صفت پر باہر کا قصر کیا ہے۔

ظفر

دیکے دل اس زلف کہ کہنے نہ کیا فائدہ

بلکہ اس سوئے میں ہیکو ہنشین لٹا ہوا

فائدہ اور گھانا دو صفات تنافی میں جن میں سے دوسری صفت پر متکلم نے اپنا قصر کیا ہے۔

مولوی ظفر علی خان بی لے

لام کا قلاب ذرا چھوڑیے اسکا نہیں وقت | بلکہ یہ وقت ہوا اسکا کہ بندھے شرق بہ لام |

قصر افراد اور قصر قلب کے لیے ہم نے علیحدہ علیحدہ مثالیں اس لیے ذکر کی ہیں کہ موصوف کے صفت پر قصر میں قصر افراد کی مثال قصر قلب کے قابل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ قصر افراد میں یہ شرط ہے کہ دونوں صفات میں باہم منافات نہ ہو۔ اور قصر قلب میں یہ شرط ہے کہ دونوں صفات میں کسی قسم کا تقابل اور منافات ہو کہ یہ اور خندہ۔ ہوشیار نہ ہونا اور غافل ہونا دل لگی اور عبرت۔ سرکشی کرنا اور سرکھجکا سنبھلتی اور اُجھکتی۔ فائدہ اور گھٹا۔ وقت ہونا اور وقت کا نہ ہونا ایسے وصف میں کہ باہم منافات نہ ہو۔ اس لیے یہ قصر قلب کے قبیل سے ہیں اور زید کے منجم و شاعر ہونے میں تنافی نہیں اور نہ ہنسی سمجھنے اور جرم سمجھنے میں منافات ہے۔ اور نہ قلم کما صریح ہونے اور بھت و شادی کا سفر ہونے میں تنافی ہے اور نہ عدالت کی کرسی تک پہنچانے اور خاک سے اٹھنا کر آسمان پر پہنچانے میں منافات ہو اور نہ اپنے لیے ہونے اور تیرے لیے ہونے میں منافات ہو اور نہ رخ کو برق و شعلہ و قمر کہنے اور خورشید ہاں تاب کہنے میں اور نہ مارنے اور کھول دینے میں منافات ہے پس یہ تمام مثالیں قصر افراد کی ہیں اس طرح میر کے شعر میں بھی کشتہ نہ ہونے اور کشتہ تغافل ہونے میں منافات نہیں اس لیے وہ بھی قصر افراد کے قبیل سے ہو۔

مثال قصر صفت کی موصوف پر زید شاعر ہے نہ خالد یہ مثال قصر افراد میں بھی کام لے سکتی ہو اور قصر قلب میں بھی جیسا موقع ہو گا وہاں ویسا اعتبار کر لیا جائے گا اگر قصر افراد کا موقع ہو گا تو اس کو قصر افراد کی مثال مان لینے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کو یہ اعتقاد ہو کہ صفت شاعری کے ساتھ زید اور خالد دونوں متصف ہیں تو متکلم نے یہ کہا کہ اس صفت سے زید ہی متصف ہے خالد کو شاعری نہیں آتی اس کے اس اعتقاد کو باطل کر دیا کہ دونوں شاعر ہیں پس یہاں افراد کا قصر شاعری پر ہو گیا اور اگر قصر قلب کا موقع ہو گا تو اس کی مثال مان لینے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ خالد شاعر ہے زید شاعر نہیں تو قائل کے یہ کہنے سے کہ زید شاعر ہے نہ خالد اس کا وہ اعتقاد باطل ہو جائے گا اور اس میں قلب اور نفس اس کے اعتقاد کا ہے کیونکہ جس کو وہ شاعر جانتا تھا متکلم نے اس کی شاعری کو باطل کر دیا اور جس کو شاعر نہ جانتا تھا اس کو شاعر مانا پس اس ایک مثال کے دونوں جگہ کام آنے کی تعین مفصل معلوم ہو گئی اسی طرح اور بھی جو مثال

قصر افراد کی ہوگی وہ قصر قلب میں اور بالعکس کام آسکے گی بشرطیکہ قصر صفت کا موصوف پر ہو
کیونکہ صفات کی تنائی قصر قلب میں اور عدم تنائی قصر افراد میں صرف موصوف کے صفت پر
قصر میں شرط ہے اور صفت کے موصوف پر قصر میں اس کی ضرورت نہیں کیونکہ یہاں خود
دونوں موصوفوں میں علانیہ تنائی موجود ہوتی ہے پس یہاں دونوں قصر و ان کا فرق
مخاطب کے اعتبار کے موافق ہوتا ہے۔ ۵

ایں ریختہ کہنے کو شاعر تو ہزاروں ہیں	بدنامی کو اسے حسرت ایک تیرہ ہزار ہیں
--------------------------------------	--------------------------------------

جن لوگوں کو یہ اعتقاد تھا کہ فن شاعری میں بہت سے لوگ کمال رکھتے ہیں تو قائل نے یہ کہہ کر
کہ اس فن میں بدنام یعنی نامور ہم دو ہی شخص ہیں انکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اور اس فن کے
کمال کا تصور وہ شخصوں کے ساتھ کر دیا اور یہ قصر افراد کی صورت ہے اور قصر قلب کی صورت یہ ہے کہ
بسی سخیس کو یہ اعتقاد ہو کہ فن ریختہ گوئی میں میر اور حسرت نامور نہیں انکے سوا دوسرے شاعر نامور ہیں تو
قائل کے یہ کہنے سے کہ میر ہم اس فن میں نامور ہیں انکا وہ اعتقاد باطل ہو جائیگا اور ہمیں اسے اعتقاد تو قلب تدبیر

مومن

لائق جو روح فاضل ہے وہ نہ مین	مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین
-------------------------------	-----------------------------

جہ مصرع میں موصوف وہ اور مین ہیں اور انکا ماقبل صفت پہلے مصرع میں لائق جو روح فاضل ہوگی
صفت کا فتنہ آپس پر ہے اور دوسرے مصرع میں مفتری فتنہ بلا ہوگی صفت کا قصر اس پر ہے
اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ اور متکلم دونوں لائق جو روح فاضل ہیں فتنہ بلا مین تو اس
اعتقاد کے مقابلے میں یہ قول قصر افراد ہوگا اور اگر معشوق کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ لائق جو روح فاضل اور
مفتری فتنہ بلا نہیں متکلم ایسا ہو تو اس اعتقاد کے مقابلے میں یہ قول قصر قلب ہوگا۔

ولہ

قابل ترک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین	لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین
------------------------------------	-------------------------------------

پہلے مصرع میں خوے ستم آرا اور مین دو موصوف ہیں اور قابل ترک ہونا ایک صفت ہے جس میں
دونوں موصوف شریک سمجھے گئے ہیں اور دوسرے مصرع میں رنجش بیجا اور مین دو موصوف ہیں
اور لائق سہو ہونا ایک صفت ہے جس میں دو شریک سمجھے گئے ہیں پس قائل نے قابل ترک کا قصر
خوے ستم آرا پر کر دیا اور لائق سہو ہونے کا قصر رنجش بیجا پر کر دیا۔
یہ صورت قصر افراد کی ہے اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے میں مانا جائے کہ متکلم قابل ترک محض

نہ مجھے ستم آرا اور مشکلم لائق سہو تھا نہ بخش بجا تو یہ قصر قلب ہو گا۔

ولہ

چھوڑ دینا تھا تمھیں جھوٹ قسم کو نہ مجھے
وہ لے کھونا تھا اس انداز ستم کو نہ مجھے
بھول جانا تھا جفاے پیہم کو نہ مجھے
نہت کر دینا تھا اندوہ والہ کو نہ مجھے

غالب

اگر نی تھی، ہم یہ برقی تجلی نہ طور یہ
دیتے ہیں بادہ ظف قبح خوار دیکھ کر
اور یہ ظاہر ہے کہ جو مثال قصر افزا داور قصر قلب کی ہو وہ قصر عین کی کجی مثال ہو سکتی ہو کیونکہ
یہ باعتبار اشتراط کے دونوں عام ہے۔

(۲) نفی و استثنا سے قصر

استثنا کے معنی لغت میں نکالنے کے ہیں اور اہل نحو کی اصطلاح میں استثنا نکالنا ایک چیز کا ہے
اُس حکم میں سے جس میں اُس کا غیر داخل ہے کلمہ استثنا کے ذریعہ سے تاکہ معلوم ہو جائے
کہ اُس نکلے ہوئی چیز کی طرف وہ حکم منسوب نہیں ہے جو غیر کے ساتھ نسبت کیا گیا ہے
جس میں سے نکالتے ہیں اُس کو مستثنیٰ منہ کہتے ہیں اور جس کو نکالتے ہیں اُس کو مستثنیٰ بولتے ہیں
اور جن حرفوں سے استثنا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ حروف استثنا کہلاتے ہیں اور
استثنا میں نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی ہوتی ہے یعنی اول منفی ہو تو دوسرا مثبت ہوتا ہے
اور اگر اول مثبت ہو تو دوسرا منفی ہوتا ہے مگر یہ نفی و اثبات ضمناً و اشارۃً سمجھے جاتے ہیں
الفاظ کلام سے مقصود نہیں ہوتے مقصود تو صرف اُن افراد پر حکم ہوتا ہے جو استثنا کے بعد
باقی رہتے ہیں کیونکہ اہل نحو کا اتفاق ہے اس بات پر کہ استثنائیں تین چیزیں ہوتی ہیں
ایک مستثنیٰ کا مستثنیٰ ثانی سے نکالنا دوسرے استثنا کے بعد جس قدر افراد باقی رہتے ہیں اُن پر
حکم کا ہونا مقصود ہونا بغیر اس کے کہ قدر استثنائیں نفی و اثبات کا قصد کیا جائے اگرچہ یہ لازم ہوتا ہے
تیسرے نفی سے اثبات کا اور اثبات سے نفی کا ضمناً و اشارۃً سمجھا جانا بغیر قصد و عبارت کے اور
علمائے معانی کہتے ہیں کہ استثنا اقتراب کی نفی کے لیے موضوع پر یعنی مستثنیٰ ثانی کے افراد میں سے
جو کوئی مستثنیٰ سے غیر ہے وہ حکم میں مستثنیٰ کا شریک نہیں ہوتا اور اس سے تخصیص لازم آتی ہے یعنی حکم کا ثبوت
مستثنیٰ کے لیے لازم آتا ہے اور اُن افراد کے لیے جو مستثنیٰ کے مساوی حکم کی نفی لازم آتی ہے علمائے معانی

اس شخص کو قصر کہتے ہیں جس قصر اسی استثنائے ہوتا ہے جو نفی کے بعد ہو اگر ایجاب کے بعد ہو گا تو وہ قصر کے لیے نہیں بلکہ اُس سے حکم ایجابی کی تصریح مقصود ہوتی ہے پس وہ صرف حکم کیلئے بننا قید کے ہے پس جیسے مردان عالم آ کے قصر کا فائدہ نہیں بخشنا اس طرح آدمی آ کے مگر جاہل قصر کا فائدہ نہ بخشے گا اور اگر یوں کہیں گے کہ نہیں آیا مگر زید تو قصر کا فائدہ حاصل ہو گا اس لیے کہ مقصود اس سے یہ ہے کہ حکم نہ پر مقصور کیا جائے اور اگر صرف تحصیل حکم منظور ہوتی تو یوں کہا جاتا کہ زید کیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت قصر افراد میں

مثنوی عابد

راہ میں اُس کو نہ تھی کچھ فکر اور | امان مگر بات میں کرتا سنا غور

یہاں قصر موصوف کا صفت ہے جو اس طرح کہ کسی کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ عابد کو راہ میں بہت سی چیزوں کی فکر ہوگی پس یہ کہہ کر کہ صرف غور کرتا تھا اسکے سوا کسی چیز کی فکر نہ تھی اُس کے اعتقاد کو باطل کر دیا۔

مومن

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثر باعث خلق | نہ وہ رازق ہے مگر قاسم رزق مقسوم

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ خالق اور اثر باعث خلق ہے پس یہ کہہ کر کہ خالق نہیں مگر اثر باعث خلق ہے اُس کے اس اعتقاد کو باطل کر دیا اسی طرح سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ وہ رازق بھی ہے اور قاسم رزق مقسوم بھی ہے مگر یہ کہہ کر کہ وہ رازق نہیں مگر قاسم رزق مقسوم ہے تو اُس کا وہ اعتقاد باطل ہو گیا۔

قادشاگرد طالب علیحجان عیشی

جو کہ موسیٰ کو تجلی کا تماشا دکھلائے | کوئی تیسرے دوسری ایسی نہیں آلا ہر وہ رخ

محشر

محشر نہیں ہر عرصہ عالم میں ہائیں | غیر از علی جوان مجرذوالفقار تیغ

حالی

کچھ نہیں زاد راہ پاس اپنے | اگر اُمید عفو رب عفو ر

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب میں

قلق

غمر نہ تھا کچھ مجھ سے غم اولاد	سب طرح خوش تھا وہ نجستہ ہزار
یہاں قصر موصوف کا صفت پر اس طرح بنتا ہے کہ کسی کو اعتقاد اس بات کا ہو کہ غم اولاد کا اور اسکے سوا دوسری چیز کا بھی ہو گا پس جب قائل نے یہ کہا کہ سولے غم اولاد کے اور کوئی غم نہ تھا اولاد ہی کا غم تھا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور چونکہ غم ہونے اور غم نہ ہونے میں تلافی ہو اسلئے قصر قلب ہو۔	
غلام حسین سکریا دلہوی شاگرد میر	
یہ غم بس اُسے گر چھوڑا سکریا غم نہیں	یہ غم ہر اعتبار دست قائل اٹھ گیا
شاعر نے مخاطب کے اس اعتقاد کو باطل کیا ہے کہ اس غم میں کوئی چیز نہ ہو گا پس جب شاعر نے یہ کہا کہ سولے اور کوئی غم نہیں کہ دست قائل کا اعتبار اٹھ گیا تو قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا اور غم نہ ہونے اور غم ہونے میں تلافی ہو۔	

ذوق

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ میں عمر رفتہ کا	گر سمجھتے تو دل سے نصبت کو نفس پہنچتے
متکثر موصوف ہر اور سمجھ میں آئے اور سمجھ میں نہ آئیں دو ضیق میں جو دونوں باہر تلافی میں پس استہنا کرنے سے قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا۔	

غالب

حال میں معلوم لیکن مقاربت میں	ہست بار ہاؤ تھو نہ آتے بار بایا
یہاں قصر موصوف کا صفت پر ہے اس طرح کہ مخاطب کو اس بات کا اعتقاد تھا کہ قائل کو دل کے بہت حال معلوم ہیں تو نے یہ کہہ کر کہ دل کا صرف یہی حال معلوم ہوا ان حالات کا قصر کر دیا اور دکھا جا معلوم ہونے اور نہ ہونے میں منافات ہو اسلئے قصر قلب ہو۔	

انشا

نفس جیت بہا نہیں مومن دہ و مین تن	کہ کبھی کھینچے گریخ بھی نہیں مائے
تو مجھے کچھ نہ معلوم گرا تن ہو	چھری چو لائی جیسے کوئی سونے کے
یہاں قصر موصوف کا صفت پر ہے کہ اگر مخاطب کا یہ اعتقاد ہو کہ قائل نہایت کمزور ہو کسی نے کی ہوا نہیں کر سکتا تو یہ کہہ کر کہ مجھے دشمن کی تلوار سمجھ کی چھو لکی چھری کی طرح معلوم ہوگی اسکے اس اعتقاد کو باطل کر دیا۔ معلوم نہ ہونے اور معلوم ہونے میں تلافی ہو اس سبب سے قصر قلب ہو۔	

مثال قصہ صفت کی موصوف پر خواہ قلمہ فراد ہو یا تصرف قلب

میر حسن

انہیں ہمسرا س کل کوئی جز علیٰ کہ بھائی کا بھائی و سی کا و سی

یہ اس شخص نے اعتقاد کے مائل کر نیکی لیے ہے جبکہ اعتقاد یہ ہو کہ پیغمبر کا ہمسرا علی اور کوئی اور بھی ہے یا صرف اور کوئی شخص اٹکا ہمسرا ہے پس اگر اس اعتقاد کے مقابلے میں مانا جائے کہ پیغمبر کا ہمسرا علی اور کوئی دوسرا شخص بھی ہو تو قصہ فراد ہو گا اور اگر اس اعتقاد کے مقابلے میں مانا جائے کہ ان کا ہمسرا فقط اور شخص ہو تو قصہ قلب ہو گا۔

مہر

جس راہوے چشم ابلق یار ابلق کوئی ہرن نہ کیسا

حالی

اُمید نہیں ہند کے راحت طلبو نکو راحت کی کسی سائے میں جز سایہ قیصر

موس

جز آہ نہ تھا رفیق کوئی جز گر یہ نہ تھا شفیق کوئی

سودا

وائف اسرار اسکا کون چھٹ اسرار حق راز کا اُسکے نہیں جز راز حق کے راز دان

حسرت

فلک نے کوئی اسباب لب باقی نہیں چھوڑا مگر باقی جو غم اسکا بڑی یہ شادمانی ہے

ناسخ

سوائے مکر زمانے میں رسم و راہ نہیں وہ کون جا ہے جہاں چاہ زیر کاہ نہیں

۴۔ قصہ کلہو می کے ساتھ جو مفید حصہ ہے

جب ہی کے ساتھ ضمائر منفصلہ اور اسم اشارہ کے الفاظ ملتے ہیں جیسے یہ - وہ - اُس تو اکثر حرف ہاگ جاتا ہے اور جب لفظ ہم اور تم اور ان ملتے ہیں تو آخر میں ایک نون غنہ اور بڑھ جاتا ہے۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر افراد میں

زید شاعر ہی ہو کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ زید شاعر بھی ہو اور فقیہ بھی ہو تو اُس کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے کہا جائیگا کہ زید شاعر ہی ہو یعنی اس صفت کے سوا کوئی اور صفت نہیں رکھتا۔

جرات

اُس گلزار بن تو عزیز و محبین کے بیچ
روتے ہی اور تڑپتے ہی گزرتے ہو ذر و ب

کچھ لطف سیر بمبو نہیں ہو بہار کا
بچنا محال ہے دل زار و نزار کا

عزیز و نگو یہ اعتقاد تھا کہ متکلم کو روز و شب روتے اور تڑپتے اور دوسرے کام کرنے گزرتا ہو گا تو اُن کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے متکلم نے کہا کہ مجھے روز و شب روتے اور تڑپتے ہی گزرتا ہو۔

حالی

شاعر دن میں بھی ہے یہی تکرار
خوشنویسوں کو ہے یہی آزار

جو گو گو اعتقاد تھا کہ شاعر وغینہ کئی قسم کی تکرار ہو اور خوشنویسوں کو کئی آزار ہو تو قائل نے شاعر کو تکرار اور خوشنویسوں کے آزار کا ایک ایک چیز میں قصر کر دیا۔

کتنے ہیں آخر مہیا رونے میں یہ ہیں باتیں
اک دن بھی نہ یاد آ یا روتے ہی کٹیں تین

سامع کو اعتقاد تھا کہ متکلم کی باتیں سوئے اور منستہ اور روتے یا کسی طرح کٹی ہوئی قائل نے یہ لکھ کر کہ تین روتے ہی کٹیں اُس کے اعتقاد کو باطل کر دیا اور اپنی باتوں کے کٹنے کا ایک صفت میں قصر کر دیا۔

ہوس

ہے بس یہی لطف چشمہ آب
آتش نہ جگر ہو کوئی سیراب

چشمہ آب موصوف ہو اور تشنہ جگر کو سیراب کرنا صفت ہو سامع کو اعتقاد تھا کہ چشمہ آب کے لطف تعدد میں اس قائل نے یہ لکھ کر کہ اس کا صرف یہی لطف ہو کہ تشنہ جگر اس سے سیراب ہوا اس صفت میں اُس کے لطف کا قصر کر دیا۔

مثال قصر موصوف کی صفت پر قصر قلب میں

غالب

دل ہی تو ہے نہ سنگِ دشت درجہ کے کیون
روئیکے ہر ہزار بار کوئی ہیں ستارے کیون

سامع کو یہ اعتقاد تھا کہ اُس کے دل نہیں سنگِ دشت درجہ کے کیون سامع کو یہ اعتقاد کو باطل کرنے کے لیے کہا کہ دل ہی ہے سنگِ دشت نہیں پس یہاں قصر موصوف کا صفت پر ہو گیا یہ قصر قلب ہے کیونکہ دل میں

اور سنگ و خشت میں تنائی ہے۔

ولہ

ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے غمیر کو تجھ سے محبت ہی تھی
معشوق کو یہ اعتقاد تھا کہ عاشق رقیب کو میرا دشمن جانتا ہے حالانکہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے
پس عاشق نے یہ کہہ کر کہ ہم سکو تسلیم کرتے ہیں کہ مدد کو تجھ سے دشمنی نہیں محبت ہے معشوق کے اس اعتقاد کو
باطل کر دیا چونکہ دشمنی و محبت میں منافات ہے اس لیے یہ قعر قلب ہے۔

مصر صفت کا موصوف پر

ذوق

اکام یہ تیرا ہی تھا ہے ابر حریص تجھے ور نہ جائے داغ عصیان میرا دامن چھوڑ کر
اب کے اس اعتقاد کے باطل کرنے کو کہ داغ عصیان میرے سوا دوسرے بھی ذائل ہو سکتے ہیں
شاعر نے اس کام کا قصر بر پر کر دیا یہ قصر افراد ہو اور اگر یہ اعتقاد تھا کہ داغ عصیان دوسرے ہی سے ذائل
ہو سکتے ہیں تبھی ذائل نہیں ہو سکتے تو ابر پر اس کا قصر کرنے سے قعر قلب ہو گا۔

درو

جگ میں اگر ادھر ادھر دیکھا تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
نظر آنے کی صفت کا قصر مخاطب پر کر دیا ہے پس اگر اس اعتقاد کے مقابل سمجھا جائے کہ مخاطب
اور اُس کے ساتھ دوسری چیزیں محکم کو نظر آتی ہیں تو یہ قصر افراد ہو گا اور اگر اس اعتقاد کے مقابل مانا جائے
کہ مخاطب تو نہیں نظر آتا دوسری چیزیں نظر آتی ہیں تو اب قعر قلب ہو جائیگا۔

نسیم

تیرا ہی تو ہے فساد مر دار داماد کو گل دیا مجھے خار
یعنی اور کسی کا فساد نہیں تیرا ہی فساد ہے۔

انہیں

خادم مشہ دین کے ہیں تو عباس علی ہیں اس عہدے کے لائق جو اگر ہیں تو وہی ہیں

ولہ

صولت یہی شوکت یہی جلال یہی ہے ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے

سرایہ سی نقہ سی ہال سی ہے	گو ہر سی یا قوت سی لال سی ہے
ذوق	
کبھی افسوس ہوتا کبھی رونا آتا	دل بیمار کے ہین دو ہی عیاد ملے
واجد علی شاہ	
مجھی کو دوا عطا پسند و نصیحت	کبھی اُس کو بھی سمجھایا تو ہوتا
سودا	
فرد اس کا سدا جاہ و شہر رکھ	اُسی کو صاحب سیف و قلم رکھ
قلق	
برقِ شاہی دلکا کے کہنے لگا	یہی برقِ شرف ہے اُس مہ کا
غالب	
کون جو حال تو کہتے ہو مدعا کیے	مطمین کہو کہ جو تم کو تو کیا کیے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو مگر تو کیا ہے	تہنیں بناؤ یہ انداز گفتگو کی بات
داغ	
جب کہا اور کبھی بنائین حسین اپنے ہین	کیا ہن بنجلائے وہ بولے کہ ہین اپنے ہین
(۳) ایسی چیز کی تقدیم سے قصر حاصل ہوتا ہے جس کا حق یہ ہے کہ وہ مؤخر ہو	
اے الف سند کو مست الیہ پر مقدم کرنے سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ سند الیہ معرفہ ہو	
اگر نگارہ ہو کا تو یہ فائدہ حاصل نہوگا۔	
سودا	
تو زبانِ بیان اپنی زبانی تو ہے	آفاق میں خاقانی ثانی تو ہے
اوس نطق کا سر زیند نہیں تو خالق	پر نطق کا خلاق معانی تو ہے
اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی مسدین اور مؤخر محاطب مفصل سند الیہ ہے اور	
یہاں اس تقدیم سے قصر مخاطب کا اپنی زبانی اور خاقانی ثانی اور خلاق معانی پر ہوتا ہے اور یہ مقرر	
صفت کا موصوف پر ہے اور یہاں قصر فراد اور قصر قلب دو وزن بن سکتے ہین کیونکہ اگر مقرر کا یہ قول اس	
اعتقاد کے باطل کرنے کے لیے ہے کہ خاقانی ثانی اور خلاق معانی اور اپنی زبانی ہر نے میں سودا کے شریک	

دوسرے شعر بھی ہیں تو یہ قصرا فرد کی صورت ہے اور اگر اس اعتقاد کے رد کے لیے ہو کہ سودا
مستلاق معانی اور خاقانی ثانی اور بہمان اپنی زبانی نہیں ہے تو قصر قلب ہو گا کیونکہ اسمین متکلم نے
اُس تمام اعتقاد کو بدل ڈالا ہے۔

حالی

جان اور مال سے غرود کو کھویا تو نے | اور فرعون کو دریا میں ڈوبیا تو نے
مصر میں نید سے یوسف کو کالائین نے | اور ایوب کے بڑے کو سنبھالا سین نے

(ب) بعض معمولات فعل کی تقدیم سے دوسرے معمولات پر قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔

نظم

طابق برودین صنم کے کیا خدائی رہی | اب تو جو جینے اسی کا فرکے بجانے کو ہم
جو جینے کا فاعل ہم ہر اور اس کا مفعول اسی کا ذکر کا بجانہ ہر اور مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ ہوتا ہے

ناسخ

کیا گسٹھے بھلا اُس شعلہ رو کے بسم پر | اپنے داغوں سے جلا دیتے ہیں پر والے کو ہم

طور

شب وصل صنم میں ت بھرائی حایینے | اکی آج مکے مزاربان سے قمر پہلے

و عام مفعول ہر اور میں نے اس کا فاعل ہے۔

ضمیر

کوئی تسخیر ہے انسون ہر یا ا عجا ز انکھو میں | نبھا لیتا ہے دل کو وہ بُت طنا ز انکھو میں

دل کو مفعول ہر اور بت طنا ز اس کا فاعل ہے

ظفر

چمن سے ڈھونڈھتا آئے ہزار تبا زار | نپا دے رنگ پریدہ کے پر سرخ کو گل

رنگ پریدہ کا سرخ مفعول ہر گل فاعل ہے۔

امیر

تو پُر سے کیا پشیمان ہیں | زاہد و دیکھ کر گھٹا کین ہم

بعض تحقیق کہتے ہیں کہ مفعول کی تقدیم فاعل پر قصر کا فائدہ نہیں دیتی یہی قول مجھ ہے۔

(ج) فعل پر مفعول کی تقدیم سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسے۔

۲
بعض
مفعول
کی
تقدیم
فاعل
پر
قصر
کا
فائدہ
ہوتا
ہے

	حسین	
رہ محمد میں تیری عزد و جل	تجھے سجدہ کرتا چلون سر کبل	
	قصہ شاہ روم	
خدا کو یاد کر بے قتلہ خاک	بنایا جسے تھکوا ایسا چالاک	
مصرع اول مقصود بالتشہیل ہے۔		
(رو) حال کی تقدیم سے بھی فعل پر قصر پیدا ہو جاتا ہے مثلاً۔		
	ہوس	
روتا ہوا وہ بحالت وجد	فریاد گنان گیا سو نجد	
	جواد علیخان ہوس	
خندان خندان جدھر بھر اود	گریان گریان اودھر گئے ہم	
	نواب محبوب علی خان آصف	
گھلتے گھلتے عاشق پیار تیرا مر گیا	دل میں زہر عشق آخر کام اپنا کر گیا	
(در) فعل پر مجرور کے مقدم کر دینے سے بھی قصر پیدا ہوتا ہے جیسے۔		
	واع	
زالال لطف کی تاثیر سے مت جائے شور ایسا	یقین ہوا بنے نکلے حشر تک کوئی کنواں کھاری	
تاثیر مضان زلال لطف ترکیب تو تصنیفی مضاف لیا اور یہ مرکب اضافی مجرور ہوا و حرف سے جو سبب		
فائدہ دیتا ہے جار ہے اور یہ جار مجرور سے لکر متعلق ہے مثبت جائے سے جو فعل ہے۔		
	شاہ علام اعظم افضل	
جب سے کہتے نور رخ صاف کو دکھیا	دلواہش نہیں اسے رشک وہ ماہ کسی کی	
جب بمعنی بسوقت مجرور ہوا و حرف سے جار ہے۔		
	اعداد	
زلف میں کرتا ہے اغیار بے اسکے شانہ	پھر کو دل یہ پریشان ہے یا نہ ہے	
زلف مجرور اور میں جار ہے۔		
	میر علی سجاد	
ان آنکھوں پہ دم بھل رہا ہے	بمبھیر نہ محال یا رہ آنکھیں	

ان آنکھوں مجرور ہو اور یہ حرف جار ہے۔

(۵) مسند الیہ کی تکرار سے قصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے

انیس

ولی ولی کی صد تھی جہان جہان پہنچا علی علی نظر آئے جہان جہان پہنچا
علی مسند الیہ ہو اور نظر آئے مسند ہو اور علی کی تکرار قصر کا فائدہ دیتی اور یعنی علی کے بعد جہان جہان پہنچا

(۶) چند اشیاء کی نفی کے ساتھ کسی شے کا ذکر بطریق اثبات کے کیا جاتا ہے

تو وہاں بھی قصر پیدا ہوتا ہے

سراج

کیا خاک آتش عشق نے دل بنوے سراج کو نہ خدر رہا نہ خطر ہا اگر ایک بے خطری نہ ہی
اس مثال میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مگر کے لفظ سے قصر پیدا ہوا ہے کیونکہ بغیر اس کے بھی قصر ثابت ہو
نہ بظہر مزید احتیاط دوسری مثال دی جاتی ہے۔

محسن

استور کا کل پرچ و خم دور ہے نہ خطا ہو نہ ضمن ہے نہ یہ غنبر سر ہے

محسن

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ شغل کی کل شہر سے راہ جنگل کی لی

(۷) قصران الفاظ سے ہوا کرتا ہے

فقط۔ صرف۔ تنہا۔ اکیلا۔ محض۔ خاص۔ وغیرہ۔

نواب مرزا شوق

اناک مین نیم کا فقط ترن کا + شوخی چالا کی مقصدا سن کا

انشا

کب چاہوں ہوں مین صرف ملاقات کی ٹھہرا تب خوش ہو مراد دل کہ جب میں ثابت کی ٹھہرے

	مؤمن	
تھا میں اس گھات میں کہ اگر اک آن	لے نہما وہ رحمت دل و جان	عذر تحریک اضطراب کروں
	شہید	
دیکھا کیلے کے درختو نین چھپا	ایک لڑکا ہے اکیلا بیٹھا	
	غالب	
خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو	نور غزل باغ سلطان ہو	
	مولفہ	
ہے جو تھکے امید وصل دہر	پیش تری خام خیالی ہے مگر	وہی چاہے تو اُس سے کچھ دہنیں
<p>تنبیہ جیسا کہ مسند الیہ و مسند میں قصرواقع ہوتا ہے ویسا ہی فعل اور فاعل اور فاعل و مفعول وغیرہ میں بھی قصرواقع ہوتا ہے فعل و فاعل میں قصرونی مثال یہ ہے ”نہین آیا مگر زید“ اور فاعل و مفعول میں قصرونی مثال یہ ہے ”زید نے نہین مارا مگر عمر کو“ اور نہین مارا عمر کو مگر زید نے“ اور دو مفعولوں کے باہم قصرونی مثال یہ ہے ”نہین دیا زید کو مگر گھوڑا اُس استثنائین مفعول علیہ مع حرف استثنا کے مقصور کے بعد لاتے ہیں پس اگر فاعل پر قصرو مقصود ہوگا تو کہیں نہین مارا عمر کو مگر زید نے“ یہاں فاعل مقصور علیہ ہے اور مفعول مقصور اور اگر قصرو فعل پر مقصود ہوگا تو کہیں نہین مارا زید نے مگر عمر کو یہاں مفعول مقصور علیہ ہے اور فاعل مقصور۔</p> <p>اگر کہا جائے کہ قصرو کی دو صورتیں ہیں ایک صفت کا قصرو موصوف پر ہوتا ہے دوسرے موصوف کا قصرو صفت پر ہوتا ہے حالانکہ فاعل و مفعول دونوں ذات ہیں نہ صفت پس ان میں قصرو کیسے صحیح ہو سکتا ہے تو ہم جواب دینے کے فاعل کے قصرو مفعول پر اور مفعول کے قصرو فاعل پر ہوتا ہے کہ جو فعل فاعل کا مسند ہوتا ہے اور جس فعل کے ساتھ مفعول متعلق ہوتا ہے اُن کا قصرو ہوتا ہے نہ یہ کہ فاعل یا مفعولوں کی ذاتوں کا قصرو ہوتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مقصور علیہ اور حرف استثنا کو مقصور پر مقدم کر دیتے ہیں اور اسوقت میں بھی حرف استثنا مقصور علیہ سے موخر رہتا ہے جیسے ”نہین مارا مگر عمر کو زید نے“ اس مثال میں فاعل کا قصرو مفعول پر ہے اور نہین مارا مگر زید نے عمر کو اس مثال میں مفعول کا قصرو فاعل پر ہے اور ”نہین“ عام ہونا چاہیے</p>		

تاکہ اخراج اُس سے ثابت ہو جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ مستثنیٰ مُنہ جنس و صفت میں مستثنیٰ سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ سولے زید کے اور کسی کو نہیں ہارا اس مثال میں کسی کو مستثنیٰ مُنہ سے ملے اور وہ عام ہو زید کا اخراج اُس سے ہو سکتا ہے اور جب مستثنیٰ مُنہ کی نفی کی جاتی ہو تو تصریح ہو جائے گی کیونکہ سولے مستثنیٰ کے جنس مذکور میں کوئی شامل نہیں رہتا۔

چھٹا بابغ انشا کے حال میں

یاد رکھو کہ انشا کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے ایک اُس کلام پر جسکی نسبت کیلئے جو اُس سے مفہوم ہونی امر خارج جسکے ساتھ اُس کلام کی مطابقت یا غیر مطابقت کا قصد کیا جاسکے نمود و سرے اُنکا اطلاق متکلم کے فعل پر ہوتا ہے اور وہ اس کلام کا القا ہو اور یہاں انشا سے مراد یہ دوسرے معنی میں نہیں ملے معنی پس انشا طلب کو متضمن ہو تو اُس میں یہ لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ طلب کے وقت مطلوب غیر حاصل حاصل ہووے کیونکہ حاصل کی طلب محال ہو چنانچہ اگر مردے کو کہیں کہ مر جا تو یہ محال ہے کیونکہ مرد مر چکا ہے کیا مرے گا یا نہیں ہوے آدمی سے کہا جائے کہ بیٹھ غرض یہ ہے کہ طلب کے جتنے اقسام ہیں سب میں یہ محال ضرور ہونی چاہیے پس اگر مطلوب ایسا ہو کہ پہلے حاصل ہو چکا ہو تو ایسے موقع پر اُسکو اسکے حقیقی معنوں پر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ اُس کے اور معنی لے جاتے ہیں چنانچہ استفہام انکاری کہ فی الحقیقت خبر ہے لیکن بظاہر انشا ہے اور کتب عامہ اس میں یہ ہے کہ مطلب اس قدر واضح ہے کہ گویا مخاطب بھی اُسکو جانتا ہو یہاں تک کہ متکلم اُس مطلب کا اُس سے سوال کرتا ہو اور طلب کی پانچ قسمیں ہیں۔

استفہام - امر - نہی - ندا۔

بیان تمنا

تمنا اُسے کہتے ہیں کہ کسی شے کے حصول کی طلب مجبے طور پر کرنا اور اُس میں شرط نہیں کہ تمنا ممکن ہو جو وہی ہو کیونکہ اکثر اوقات انسان طلب محال کی بھی کر لیتا ہے اور وہ محال یا محال عقلی ہو گا مثلاً

جرات

ہو جائے کاش شکل مرئی اُس قیب کی

مالون طبع جس سے ہو یا رب حبیب کی

ظفر

دیوے جگو بھی بنا دو اور داد اور طیر

نسر طر بھی انھیں دیکھئے کہتا ہو کاش

انشا

پایان گل کی جود ہو کین تو بلا سے باجی کاش و طبہ کو بھڑ لکے مرے کچھ دھوٹی صبح

ولہ

کاش مست کو نہ ملتی ڈاڑھی اُگتے اُسکی جا پہنڈہ میناے صہبا کے کسج کے روٹکے

مومن

پہونچتے وان تو اُس پردہ نشین کو دکھیتے کاش ہوتے چشم ز گس دیدہ بادم ہم

ناظم

ہے تری بصل نہی کاش سحر آج کی رات عمر ساری مری ہو جائے لہر آج کی رات

نواب کلب علی خان

آرزو ہے تہ خنجر یہی بسل ہو کر کاش یہ بھی مرے پہلو میں ہے دل ہو کر

ذوق

جاسکتے ضعف سے نہیں کچے مین اُسکا آہ بجائیں کاش گریہ کی طفیانیو نہیں ہم

یا محال عادی ہو گا دیتے۔

دلغ

جیسی صدمہ ہجران کی مجھے تاب نہیں کاش دشمن ہی چلے آئیں جو جا نہیں

میر

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں ایک رہتا ایک کھوٹے عشق میں

ولہ

دنخواہ اگر ملاپ ہوتا ملے اُسکے عشق اختیار سی ہوتا

اور کبھی متمنی ممکن ہوتا ہو مگر اسوقت میں بھی بالضرورت کے وقوع کی امید اور توقع نہیں ہوتی اگر ایسا نہ تو وہ تمنا نہیں رہے گی ترجیحی ہو جائیگی بہر صورت اسکی مثال یہ ہو۔

شہیدی

ہوئی ہر ہمت عالی مری معراج کی طالب میسر ہو طواف اُسکے کاش مجاہد میرے مرقد کا

مومن

اگر اصل کاش اُلٹ جائیں شب ہجران میں وہ دعائیں کہ تری جان کو ہم دیتے ہیں

ناسخ	
اسکی ہر دم کی نصیحت میں تنگ آیا ہوں	کاش ناصح سے بھی آنکھ اُسنے لڑائی ہوتی
غالب	
اکھیل سمجھا ہر کمین چھوڑ دے بھول جاک	کاش یوں ہی ہو کہ بن میسے سائے شبنے
اشفاق	
یہ جو بوڑھا سا ہر دربان تمھارا ایکاش	کوئی چور لے اور اسکی کوئی گردن مائے
عاشق	
سانے میرے اگر وہ بے حجاب آئے نہیں	کاش یہ لکڑ بٹالین اوپر وہ ہو گیا
جمع ہوتا ہر توند امت و حسرت کا فائدہ نجشتا ہے مثلاً -	
غالب	
منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے	عرش سے اُدھر ہوتا کھٹکے مکان پنا
نواب کلب علی خان	
غش میں بیٹھ ہے وہ سر کو لیے زانو پر	کاش تا حشر نہ میں آپ میں آیا ہوتا
سوز	
جنگلے نامے پہنچتے ہیں تجھ تک	کاش میں اُن کا نام نہ برہوتا
اور بھید یہ ہے کہ جو ماضی ضروری الوجود ہے کہ معدوم ہو لگی اور استدرا رکھتی ہے پس جب تک دلالت اُسکی نفی کی استمرار پر نہوگی طلب ثبوت فعل کی ایک بار بھی کہ مقتضا طلب غیر حاصل کا ہے وقوع میں نہ آئیگی بر غلاف حال و استقبال کے اسلئے کہ اول ضرورت معلوم ہے کہ نہیں کیا ہے طلب کی وجہ سے اور جو کہ مستقبل ابھی تک نہیں آیا ہے وہ بھی اسی قیاس پر ہے -	
بیان استفہام	
ذہن میں حصول صورت شے کے طلب کرنے کا نام استفہام ہے اور حصول سے مراد ادراک ہے اور صورت سے مراد وہ مفہوم ذہنی ہے جو ذہن میں حاصل ہو کر انکشاف و ادراک کا موجب ہوتا ہے یہی علم ہے اسی کو صورت کہتے ہیں یہی موجود ذہنی ہے کیونکہ حسب طرح حقائق اشیا کا وجود	

خارج میں ثابت ہے اسی طرح ان اشیاء کا وجود ذہن میں بھی ہوا کرتا ہے اشیاء خارج میں اعیان ہیں اور ذہن میں صورتیں اشیاء کے جسطہ آتار و احکام مترتب ہوتے ہیں وہ سب وجود خارجی پر مرتب ہوتے ہیں پس ہر ایک چیز کیلئے جو خاص مفہوم ذہن میں ہوتا ہے وہی اُس کا وجود ذہنی ہے جسکی وجہ سے وہ چیز ذہن میں معلوم و متمیز ہوتی ہے پس اگر وہ صورت نسبت درمیان دو چیزوں یعنی مسند الیہ اور مسند کے خواہ واقع کے مطابق ہو یا نہ ہو تو اس نسبت کے ذہنی مد رک ہونیکو قصد یق کہتے ہیں اگر وہ نسبت نہ ہو بلکہ موضوع یعنی مسند الیہ یا محمول یعنی مسند یا نسبت یا انہیں سے دو چیزیں یا تینوں ہوں بغیر لحاظ تعلقات باہمی کے تو اُسکو تصور بولتے ہیں اور یہاں نسبت سے مراد خالی نسبت ہے یعنی بغیر لحاظ درمیان دو چیزوں کے۔

استفہام کی دو قسمیں ہیں حقیقی مجازی۔

(۱) استفہام حقیقی وہ ہو کہ متکلم مخاطب سے طلب خبر کرے عام اس سے کہ درحقیقت متکلم اُس سے علم نہ رکھتا ہو یا تجاہل عارفانہ کرتا ہو۔

مثال اول جیسے اس فقرے میں غالب کہے "لو صاحب وعدہ وفا کب کرو گے علانی کو کب بھیجے ابھی تو شبکے چلنے اور دیکھنے آرام کرینگے دن میں"

مولوی ہادی علی شاگرد برق

اب کیا ہوئی وہ آپکی آنکھوں کی موتی

باتو نہیں تھا جو سحر کا عالم کہاں گیا

سودا

کسی کی و لشکنی سے جو خوش کرے دلو

وہ کون تو میں کیسے ہیں کیا ہیں مکتوبا

دلغ

شریک دورے بزم عدو میں خاک ہوئے ہم

کسی نے مات بھڑانا نہ پوچھا تم یہاں کیوں ہو

تلیان

کہ تو کون ہے تیرا کیا کام ہے

نشان دے مجھے تیرا کیا نام ہے

کس اُستاد سے تو نے سیکھا ہیں

بلاشبہ کہتا ہے ناوگ فگن

مثال دوم جیسے اس شعر میں آتش کے۔

بھینگے کسکا زور یا نہ سوچ

گڑھا کرتے ہیں تیرا یا نہ سوچ

شاعر کو معلوم ہو کہ معشوق کا زیور بینکے مگر بطور تجاہل عارفانہ کے سوال کرتا ہے۔

نوا

کھولی تھی چین زلف سے کسے گرہ کنار کجرا
موج روان میں ہر حجاب نافذ مشکبار تھا
شاعر خوب جانتا ہے کہ معشوق نے چین زلف سے گرہ کھولی تھی مگر تجاہل عارفانہ کر کے سوال کرتا ہے۔

آمنوی معین

کیا ایسی کام کو بلا یا تھا
اسی خاطر بھگل بنا یا تھا

ولہ

کہو کس بات پر اڑے ہو تم
پاؤں بے وجہ کیوں پڑے ہو تم

ولہ

کیوں جی کب تھا تمھیں عشق جو
تن بدن کا تھا تمھیں کو ہوش

دلغ

راہ میں وعدہ کریں جاؤں جو گھر پر نہیں
کون ہے کسے بلا اسے کیونکر آیا

احمد علی خان صادق

ہن کمان وہ عاشقان باغ شعر
اب نہیں سنئے ہن ہم اہمی فغان
اے ذوق و غالب و ادب و امیر
چھوڑ کر اسکو گئے ہن خود کمان

(۲) استفہام مجازی دو قسم پر ہے۔

(الف) اقاری یا تقریری یعنی اس مسئلہ کا ثابت کیا جاتا ہو اور مخاطب اس بات کا قرار طلب کیا جاتا ہو جو محکم کے نزدیک

ثابت ہوئی ہر اس میں بظاہر انکار ہوتا ہو اور حقیقت میں اثبات مقصود ہوتا ہو جیسے۔

شہید

لوگوں نے کہا ہے یہ شہید آپ کا مضطر
فرمایا کہ کیا وہ مرے ہمراہ نہیں ہے

یعنی وہ ضرور میرے ہمراہ ہوگا۔

حضرت شاد دم بالقاہ

کب تے جلوے نے حیران کیا عالم کو
حشر کس نے تے دیر سے برپا نہ ہوا

دونوں مصرعوں میں استفہام ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

شقیفہ

ہر جانی اپنے وحشی کو کس منہ سے کہے
کیا آپکا نشان قدم کو بگو نہیں
اپنے آپکا نشان قدم بھی کو بگو ہو اور آپ بھی ہر جانی ہیں۔

امیج

سلامی سوز ماقم سے نہ سرگرم فنان کیوں ہو
نہوں آتش نشان نلے تو مجلس میں صنوان کیوں ہو
یعنی سلامی سوز ماقم کی وجہ سے سرگرم فنان ہو۔

ناسخ

لیو نہ کر قسم نار و جان ہو نہ مرتضیٰ
نائب ہے وہ خباب شیر و نذیر کا
(ب) انکاری جس سے انکار پایا جاتا ہے اس میں بظاہر اثبات معلوم ہوتا ہے اور درحقیقت نفی ہوتی ہے جیسے۔

آباد

سبزہ خطا ہے طلسم حسن سے رخ پر عیان
ور نہ کب ممکن ہے شعلے پر ٹھہرنا کاہ کا
یعنی کاہ کا شعلے پر ٹھہرنا ممکن نہیں۔

محسن

کیسی پڑمرد کی کیا بات ہے مہرجھانی کی
غیچہ ہتا ہو جالوسے کہ گلشن سے نکل
یعنی کوئی بات پڑمرد کی اور مہرجھانی کی نہیں ہے۔

نواب امجد علی خان یوسف

کون ہونا زک بدن تجھ ماہر و سا دوسرا
پھول کی بدھی جو بہنی درو شانہ ہو گیا

کرم الدخان مرؤند

کیناے سے کنار اکب طے ہے بحر کا یار و
ایک لگنے کا مضمون دیدہ ہر آب کیا جانے
اگر غور سے دیکھا جائے تو استفہام انکاری و تقریری جملہ خبریہ کے اقسام سے ہیں مگر چونکہ انہیں
مطالب اسقہ و واضح ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب دونوں خوب جانتے ہیں اور متکلم بہ نظر اس کے کہ
زیادہ وضاحت ہو جائے مخاطب نے استفہام اور استفہار کرتا ہے اسلئے داخل متاکلم انشا ہوے
کلمات جو استفہام کے واسطے موضع ہیں یہ ہیں۔ آیا۔ کیا۔ کون۔ کیوں۔ کیلئے۔ کس واسطے۔ کیس طرح۔ کیونکر۔
کیسے۔ کیسی۔ کیسا۔ کب۔ کبھی۔ کدھر۔ کہاں۔ کسے۔ کتنی۔ کتنا۔ مگر۔ وغیرہ۔

آیا الف محدودہ سے کبھی طلب تصور کے لیے آتا ہو جیسے کہ میں آیا مکان میں زیر ہر یا عمر و او کبھی طلب تصدیق کے لیے آتا ہو جیسے کہ میں آیا تو نے زیر کو مارا ہو یا عمر و کو اور فرق ان دونوں میں کبھی نہیں ہوتا ہو اس لیے کہ اگر شک ذات فعل میں ہوگا یعنی مارنا کہ مخاطب سے صادر ہوا اور زیر ہر واقع ہے اس کے طالب کر نیکارادہ کر گیا اس وقت میں مخاطب سے صدر فعل کی تصدیق مطلوب ہوئی اور طلب تصور اس کے خلاف ہوتا ہو اور ذوق طبیعت اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ کلمہ آیا قضا یا سے شرطیہ منفصلہ پر آتا ہو اور بغیر ملاحظہ انفصال کے نہیں ہوتا اگرچہ دوسرا جز درمیان میں نہ ہو اور وہ جز اول کے قرینے سے معلوم ہو جاتا ہو چنانچہ آیا زیر یہاں اس قول میں اگر شبہ نفس فعل میں ہوگا تو دوسرا جز یا نہیں آیا ہو ہوگا اور اگر شک فاعل میں ہوگا تو دوسرا جز یا عمر و ہوگا۔

انشا

کعبے کا کردن طوف کہ تہخانے کو جاؤں کیا حکم ہوگا
ارشاد مرے حق میں بھی کچھ ہو گیا آیا ہی یہ طریقت

میر

شب درد و غم سے عرصہ مر جی تہنگ تھا
ایا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کیا طلب تصور کے لیے آتا ہو اور ذوی العقول اور غیر ذوی العقول میں مستقل ہوتا ہو اور طلب عام اور طلب حقیقت کے لیے ہے خواہ حقیقی ہو جیسے انسان کیا ہو یعنی اس کی حقیقت کیا ہو یا ادعا یعنی وہ علم کسی چیز کے اس کی حقیقت سے سوال کیا جاتا ہو ذوی العقول کی مثال۔

غالب

انہ شعلے میں یہ کرشمہ نہ برق میں یاد ادا
تخصیص بتاؤ کہ وہ شوخ شند خو کیا ہے

غیر ذوی العقول کی مثال۔

جرات

شب کو زار می می سن کتے ہن ہن ہن ہن
کوئی پوچھو تو کہ اس شخص کو آزار ہو گیا
طرفہ تر بات یہ سنتا ہوں کہوں کس سے کیا
مرے ساتھ اس بُت عیار کی گفتار ہو گیا

کون طلب تصور کیلئے آتا ہو اور ذوی العقول میں مستقل ہوتا ہو جیسے۔

غالب

پوچھتے ہن وہ کہ غالب کون ہو
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلاؤں کیا

بدھ سنگھ قلندر		
دیکھتے دیکھتے یہاں سے کون	لے گیا دل کو مار آنکھوں میں	
کبھی غیر ذوی العقول میں مستعمل ہوتا ہو۔ جیسے۔		
ناسخ		
وہ کون جا ہے جہاں چاہ زیر کاہ نہیں		
میر		
کون گل چہرہ رنگین کا نہیں دیوانہ	باغ عینہ ہوتے چاک گرے بانو نکا	
کبھی لفظ ساجھی کون کے ساتھ ملتا ہو اور اس وقت میں اگر مجھ دہوتا ہو تو غیر ذوی العقول سے خصوصیت لگتا ہو اور جب دوسرا لفظ اس کے ساتھ ملتا ہو تو ذوی العقول اور غیر ذوی العقول میں تشکیک ہو جاتا ہے ہر صورت دوسرے لفظ کے ملے بغیر ذوی العقول پر صادق نہیں آتا بخلاف غیر ذوی العقول کے مثلاً یہ کو نسا ہے اس کے معنی یہ کون آدمی ہے صحیح نہیں بلکہ یہ کو نسا میں ڈھا ہوا یا کو نسا مرقع تصادیر ہو کے معنی میں لے سکتے ہیں۔		
آزاد		
گیا کو نسا صید افکن اوھر سے	کہ خالی پڑے آشیانے بہت ہیں	
لمو لفظ		
کو نسا رشک چمن گلشن میں ہوا ہوا	جسکی گرمی سے صبا ہر گل ہو مرجھایا ہوا	
سہراب بیگ دہلوی		
کس دن نہیں خیال دُبان و کمر مجھے	وہ روز کو نسا ہو جو سیر عدم نہیں	
دلغ		
پڑ گئی کیونکر آگئی دلین اس جہت کے گرہ	بچ رہا تھا کو نسا عقدہ مری تقدیر سے	
کبھی لکھا اور کون طلب تصدیق کیلئے بھی آجاتے ہیں چنانچہ سفہام انکاری جو ادعاے کمال و ضروع مطلب کیلئے آتا ہے یعنی مطلب یہاں تک منع ہوتا ہو کہ مخاطب بھی سلو جاتا ہو اور پھر اس سے سوال کرتا ہو۔		
آتش		
طبل و علم ہی اس پر اپنے نہ لکناں	ہم سے خلاف ہو کے کر چکا زمانہ کیا	
ترجہی نظر سے طائر دل ہو چکا سکا	جب تیغ کچ بڑھکا اڑنے کا نشا نہ کیا	

یوسف	
کون ہر نازک بدن تجھ ماہر دسا دوسرا	بچوں کی بدھی جو پہنی درویشانہ ہو گیا
کیون اور کیسیہ اور کس واسطے - طلب سبب کے واسطے آتے ہیں -	
غالب	
وعدہ آنیکا وفا کیجئے یہ کیا انداز ہے	تہنہ کیون سوینی ہو میرے گھر کی درباری مجھے
مقصطر	
ایجان غم دشمن مین یہ شوریدہ سری کھینچا	ہم تو ابھی زندہ ہیں تو یہ جامہ سری کیون
قلق	
تھارا اقمی گیسو تنھا آگے کالا سانپ	بنایا کیسیہ افشان سے کوڑیا لاسانپ
مومن	
کون اگر غیر سے مت بل تو کوئے امن سے کر	یہ کیون کس واسطے ہم ایسے تیرے ہو گئے بس مین
ذوق	
شانہ کا دل چاک پسند آپ کو آیا	کس واسطے ان سینہ دکا - ونسے تو کیسے
کس طرح اور کیون کر طلب وضع کے واسطے آتے ہیں جیسے	
میر حسن	
کس طرح سے زینت ہو دیگی بھلا اے دوستو	اے بتو قاصد بھی اُدھر کو آنے جانے سے ہے
طیش	
لگا کنے طیش مین گھر سے باہر کس طرح نکلون	اندھیری رات ہو برسات ہو بجلی چمکی ہے
محبت	
کس طرح آہ بنے اسے ملاقات کا ڈھب	جس سے ہرگز نہ ملا آدھ کیسی بات کا ڈھب
غالب	
کہتے ہیں جب رہی نہ مجھے طاقت سخن	جاؤن کسی کے دلی مین کیونکر کے بغیر
امانت	
اسطنان کو لکھون گرم عنان مین کیونکر	تو سن فکر کو یا را نہین جولانی کا
کیسا اور کیسے اور کیسی طلب وضع اور کیفیت اور حال اور کام کر نیکی روش کے واسطے آتے ہیں	

	شہیدی	
درپردہ ستم ہم یہ وہ کہ جاتے ہیں کیسے	جب پوچھو تو پھر صاف کر جاتے ہیں کیسے	
	محسن	
کیسی پڑمردگی کیا بات ہو مرجھائیگی	غنجہ کہتا ہے بالوت کہ گلشن سے نکل	
	مومن	
وہ جو زندگی میں نصیب تھا وہی بعد مرگ باطلن	یہ قلعہ کیسیا کہ ہو ستم گئی جان پر نکلیا قلع	
	ظفر	
یہ کیسا زمانہ بڑا آگیا ہے	جہان دکھو ہیں وان بُرائی کی باتیں	
	شاد	
کب موسم بہار ان آئے گا میرے ساتی	رندوں کے واسطے کب دور شراب ہوگا	
دیرورم میں جلوہ دیکھینگے اُس کا کب ہم	اے شادو دور دے کب یہ حجاب ہوگا	
	رند	
کب مٹا عشق کا نشان دے	زخم اچھیا ہوا تو داغ رہا	
	مومن	
عمر رفتہ کی جستجو کب تک	اپنے مرنے کی آرزو کب تک	
		اور کبھی بھی طلب تعین زمانہ کے واسطے آتا ہے جیسے معظّم شاگرد نادر کے شرمین -
یہ فیض اُسی زلفِ معنبر کا ہوسارا	دُوبی تھی کبھی عطر میں بادِ سحر اسی	
		کہان اور کہہ دھر طلب تعین مکان کے واسطے آتے ہیں -
	مشتاق	
کہان اتنی بلاؤں سے بچا سکتا ہو کوئی دل	قیامت قد غضب کھینکے جادو بڑا کامل	
	میر	
روحِ جانِ جگر سببِ جگر میں خون کہان	غم سے پانی ہو گئے کب کا بہ گیا میں ہوں کہان	
	میر وزیر علی صبا	
انقلابِ لٹ کے وہ منہ پر سے اپنے لیتے ہیں	کہان ہوا کہان آفتاب رہتا ہے	

مذاق	
چلے ہو آج خدا کے لیے کہ صبر منکر	طریق دیر و حرم جلے کل بگاڑ چکے
کیون اب کہ صحرائی وہ تری شاعری	نفسیم
میر حسن علیخان جولان	
ایہم صغیر و چھوڑ گئے تم کہ صحر مجھے	کنج نفس میں دیکھ کے بال پر مجھے
کس طلب تعین کے واسطے آتا ہوں اگر نہ ہوں تو غیر ذی العقول پر صادق نہیں آتا اور جو دوسر کوئی لفظ اس کے ساتھ ملا دیا جائے تو ذوی العقول کے ساتھ خصوصیت باقی نہیں رہتی جیسے۔	
غالب	
عقل کہتی ہو کہ وہ بے مہر کس کا آشنا	ریشک کہتا ہے کہ اس کا غیر ہے خلافت
ور نہ ہو تلہ ہے جہا نہیں کس قدر پیدائش	دلہ
گرد ساحل ہے ہنرموجود دریا تلک	گرد راہ یار ہو سامان ناز و زخم دل
نفسیم	
کس کو دیا ہے تو نے کوئی ہو گواہ بھی	اما کما میں مل جو اس سے تو کہنے لگا نفیم
دوق	
کس وقت مرا منہ کو کلیسا نہیں آتا	کس دم نہیں ہوتا خلق ہجر ہے مجھ کو
کس یہ بھی طلب تعین کے واسطے آتا ہو اور کس کے منے میں ہے اور یہ مشترک ہو ذوی العقول غیر ذوی العقول میں بخلاف کس کے کہ ذوی العقول کے ساتھ مختص ہے گرد و سر لفظ سے مگر غیر ذوی العقول میں بھی استعمال پاتا ہو اور کن دونوں میں مستقل ہو مگر غیر ذوی العقول کیلئے یہ شرط ہو کہ مکرر آئے۔	
میر تقی	
موا شوے کس کا کہ وہ پھر نہ جی	ونا کن نران ناقصون میں سے کی
کن کن چیزوں سے دنیا میں رہ کے پرہیز کیجیے۔ اور تیری کن کن باتوں کا گالے نہ بیٹھیے۔	میر
کن کن اپنی کل کو روئے ہجران میں پھل اُس کا	خواب گئی ہو باب لگی ہے چین گیا آرام گیا

اور کنھون نے اسکی جمع ہواوریہ ذوی العقول کیلئے مخصوص ہو جیسے مغلوں کی جواب پہنچو کرتے ہیں
یہ فرمائیے کہ ہندوستان کو اُنکے سوا کنھون نے سر کیا ہے شیخون نے تلوار مار سی ہو یا اور قوم نے یہ لفظ
اصل میں پنجابی ہو اکثر فیما بین اُردو اس سے اجتناب کھتے ہیں اور اسکی جگہ کن اور کس استعمال کرتے ہیں
کہیں طلب نعین وقت کا فائدہ دیتا ہے جیسے۔

دوق

زیادہ ہوگا تو کل سے بھی کہیں وزہ کہ اسین آیا تو روزی ہو اور نہیں وزہ
یہاں استفہام اسکا رہی ہے۔

آبرو

آبرو تذکرہ زلف رسا خوب نہیں باتون باتون میں نہ دکھو کہیں اچھن ہو جائے

کرم

زاف مٹکا سے لیٹی ہو خدا خیر کرے مشک آلودہ کہیں خنجر بران ہوگا
کے اور کتنا اور کتنے اور کتنی طلب بیت عدلے اسے آئے ہیں شلا کتنے ہیں روپ میں یا کتنے آدمی ہیں

اکبر

پوچھا لقمان سے جیا تو کتنے دن درست حسرت ملے بولا چند روز

غالب

ہوتی ہو تراویح سے فرصت کتاب مٹتے ہو تراویح میں کتنا قرآن

مولوی نذیر احمد

خدا ہی جانے ہو کہ کتنی عورتیں بوہ خدا ہی جانے مے بچے کس قدر تلام

مولوی سید اکبر حسین اکبر

نہیں کچھ اسکی پرسش الفت اسد کتنی ہے یہی سب پوچھتے ہیں آپکی تنخواہ کتنی ہے
مگر یہ لفظ تنکیر جو طلب تصدیق کے واسطے آتا ہے جیسے۔

غالب

میں نے مانا کہ تو ہو حلقہ گوش غالب اسکا مگر غلام نہیں

یعنی کیا غالب اسکا غلام نہیں ہے۔
اسل استفہام میں یہ ہو کہ حقیقی ہو مگر کبھی کا استفہام سے مجاز کوئی اور معنی بھی مقصود ہوتے ہیں جیسا کہ لکھا

چنانچہ اس کا حال اور پر معلوم ہو چکا اور اُس کے سوا مناسب مقام اور بھی معانی کا فائدہ بخشا ہے اور یہ معانی قرآن سے معلوم ہو جانے ہیں اور اس وقت میں حرف استفہام اپنی حقیقت پر باقی نہیں رہتا چنانچہ کبھی حرف استفہام افادہ تعظیم و عظمت کا دیتا ہے جیسے۔

محسن	
کیسی تصویر کہ سب صل علی کہتے ہیں	کیسی تصویر کہ سب جل علی کہتے ہیں
یعنی بڑی صاحب عظمت اور بڑی مقدس تصویر ہے۔	
کبھی حرف استفہام فائدہ تعریف و تحسین کا دیتا ہو جیسے۔	

ناسخ	
عبرت ان غافلون کو رات دن فکر عمارت ہے	کرن عبرت کہ کیا کیا قصر و ایوان ہو گئے خالی
یعنی کیسے اچھے اچھے قصر و ایوان	

انہیں	
کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی	دم بھر میں نمودار صفین ہوئی تھیں خالی
یعنی کیا اچھا ہاتھ تھا اور کیا اچھی تیغ تھی اور کیا ہمت بلند تھی۔	

ولہ	
حضرت نے مسکرا کے یہ ہر ایک سے کہا	دیکھو تو کیا ترائی ہے کیا سیر کیا فضا
نسیم	
کیا کھپول ہے کیا اثر ہے اس میں	ہو جاتی ہیں روشن اندھی آنکھیں

ولہ	
ابولا وہ فسر وہ دل سحر گاہ	کیا ٹھنڈی ہو ہے واہ واہ واہ
مومن	
کیا تنہ خاک الدالہ	کیا صورت پاک الدالہ

مشتاق	
اشکوئے تر ہے مرگان نکلے ہر آہ داسے	بجلی کی کیا چمک ہو عالم ہو کیا لکھت اسکا
امانت	

نور رخ کیا جلوہ گر ہے یار کی مندی میں	ہر چراغ طور روشن یار کی قندیل میں
---------------------------------------	-----------------------------------

بجھاتاں زیاہین کیا اُسکے چہرے بدل میں	دو کنول ٹور کے روشن ہین اک قندیل میں
کبھی حرف استفہام سے انہماکِ شغور و خوش طبعی کا ہوتا ہے۔	
نسیم	
بولادہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو	دُرنے کا نہیں میں کیا بلا ہو
کبھی حرف استفہام سے تحقیر ظاہر ہوتی ہے۔	
نسیم	
بُسل اُسی شک کُل کی ہو نہیں	تم کیا ہو ہزار میں کون میں
ولہ	
مر جاؤں اگر طلب میں تیسری	میں کیا کہ خبر نہ پہونچے میری
طاہر	
باغ عالم میں تدریاں کا ہمسر کیسا	سر و کس باغ کی مولیٰ ہے صنوبر کیسا
امرا حاجی شہرت	
کیا وہ جگر کہ جسمیں نہیں داغ جان گذر	کیا دل دہ بیقرار جو آٹھون پہر نہیں
سودا	
کیا مُنہ مرا اور کیا لب و لہجہ جو کہ اُس کا	لون نامِ مفضل نہیں آواب کا فیضِ شک
غالب	
بیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دو چار	یہ شیشہ وقح و کوزہ و سبو کیا ہے
ناسخ	
ابراہیمؒ کے کہے میں لٹکھائی پتھر	مقترب کیا ہے خدا کا ہین جب پاس نہیں
کبھی حرف استفہام سے زبرد تو بیخ منظور ہوتی جو جیسے	
معروف	
کچھ تو سمجھ لیا جو اُسکو دیا ہے دل	کیون ناصحا عبث سخن سمجھائے جانے ہو
لینے کیون سمجھاتا ہو چپ کیون نہیں رہتا ہر ست سمجھا۔	

	ذوق	
بغل سے لیگئے دل کو نکال کر و صرع	جو ناکھا تو کما آکھین نکال کر کیسا	
	انشا	
لوگوں کے چرچے کا انشا جو تجھے ڈر موتا	تیری کیوں نکھین بعدا پھوٹا بہین منخت تو پھوٹ	
کبھی حرف استفہام سے تعجب مقصود ہوتا ہو جیسے۔		
	غالب	
کہان مرغ خانے کا دروازہ غالب اگر کہان	پر آتا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے	
	دلہ	
عشق و مزدوری عشرت کہہ خنجر کیا تھا	ہم کو تسلیم نکو نامی فراہم نہیں	
	نسیم	
بڑی کو کیا کیا کہا خوب	اے کچھ کیے پھر بھی آئی کیا خوب	
کیا خوب تعجب کیلئے ہے۔		
وصل کی شب کو تو تہریسے ہٹاؤ لطفین کو کلب	پہلی تاریخ کو یہ چاند گمن کیسا ہوا	
کبھی حرف استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہو جیسے غالب کی اس عبارت میں "بسنہ پرور" میرا کلام کیا نکم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔		
	مومن	
کیا کروں اندسب بہن بے اثر	و لولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا	
کبھی حرف استفہام سے دو متغائر چیزوں میں برابری اور مساوات منظور ہوتی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ لفظ کیا کے خواص میں سے ہے کہ جب کمر آتا ہے تو مساوات کا فائدہ دیتا ہو جیسے ذوق کے اس مصرع میں۔		
	کیا صوفی ہو کیا میکیش فائل مے دونوں ہیں	
	قلندر	
است ہی رہتے ہیں دن کیارات کیا	ہم سے بد مذہب کی یارب ذات کیا	
	سودا	
کیا کبوتر کیا ٹیڑی کیا بڑے	قری اور قریلوے اور ایلے	

ولہ		
کیا قصیدہ کیا غزل کیا قطعہ بند	جو ردیف وقافیہ کیجے پسند	آپ لکھ کر مجھ کو بھی نہ مائے
کبھی حرف استفہام سے دو چیز و نمین تفریق منظور ہوتی ہو جیسے۔		
برق		
دولت دنیا کجا و جرات و ہمت کجا	شیر قالین فرش سے شیر زیان بہتین	
حاجی سید محمد اکبر شاہ اکبر		
لیلیٰ ہے کمان اور تراشت کمان ہے	اگر قیس مجھے عشق نہیں ہو خفکان ہے	
مصطفیٰ		
سوتاب فرہ کمان نور آفتاب کمان	کمان وہ سطوت شاہی کمان غرور فقیر	
متا بلہ جو برابر کا ہو تو کچھ کہیے	کمان دیتی و دیا کمان پاس حریر	
صفا		
نیجا ہے اُسکو سرور یا ضلیم کہوں	قد صنم کمان شجرے ٹر کمان	
کبھی حرف استفہام سے کثرت مقصود ہوتی ہو۔		
امیر		
تو کبرمو سے کیا پیشیمان ہن	زادہ و نون دیکھ کر گھٹائیں ہم	
مجید		
کتنے نازک خیال ہیں ہم بھی	کمر یار لفظ لاتے مجھے	
مصطفیٰ		
اُرسی ہاتھ سے یک دم نہیں چھٹی ہرگز	کتنے وارفتہ ہو وہ شوخ بھی خود بینی پر	
کبھی حرف استفہام سے تاسف و تحسّر منظور ہوتا ہو جیسے۔		
سودا		
کمان بیمار کمان ساتی اور کمان ہو شراب	کمان مغنی و مطرب کہ صر ہے ناعج قمار	
زند		
حیف بازار دہر میں لے زند	کیا میں لینے گیا تھا کیا لایا	

	طالب
کون جیتا ہو تری زلف کے سر پہ تک	آہ کو چاہیے اگر سمر اثر ہوئے تک
	مومن
ہزاروں سال میں سیکڑوں ہر گنڈے	اکمان وہ ربط تان اب کہ اسکو تو مومن
کبھی حرفِ استفہام کو حذف بھی کرتے ہیں کیونکہ جب یہ دالہ موجود ہوتا ہے تو ذکرِ نیکی کچھ حاجت نہیں ہوتی جسے	
	نسیم
تو دامِ بلا میں ہے کہ ہم ہیں	تو قیدِ جفا میں ہے کہ ہم ہیں
یعنی آیا تو قیدِ جفا میں ہو یا ہم ہیں مراد یہ ہے کہ تو ہی قیدِ جفا میں ہو۔	
	ہوس
کتنا تھا انیسون کو سنا کر	مکتب کی طرف کبھی وہ آ کر
پڑھنے کو وہ اب تک نہ آئی	یہی کو نہیں ہوئی رہائی
	یعنی کیا یہی کو رہائی نہیں ہوئی ہے۔
	مثنوی سعدی
تمہیں ہو آہ سرور بھرتے تھے	تمہیں ہو جیبِ پاک کرتے تھے
تمہیں پیچیدہ لگاتے تھے صاحب	تمہیں آنسو بہاتے تھے صاحب
تمہیں و زراتِ غل مچاتے تھے	تمہیں جی کھوتے جان گناتے تھے
	قلق
یہ چوں یہ شرارت یہ نگہ ہر چشم آہو میں	مثالِ سنو بخ کی آنکھوں سے اندھا کی دیکھا
	بیانِ امر
<p>امر موضوع ہو کسی چیز کی طلب کے واسطے جو بطریق استعمال و بزرگی کے کی جائے اور دلیل استعمال و بزرگی کی یہی ہے کہ جب سامع امر کے صیغے کو سنتا ہے تو اس کے ذہن میں فی الفور گذرنا ہے کہ متکلم مجھ کو اس کام کے واسطے مامور کرتا ہے اور خود آمر بنتا ہے اور شک نہیں کہ آمر مامور سے بزرگتر ہوتا ہے بعض علماء جو یہ منقول ہے کہ امر اپنے صیغے کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اس سے مراد یہ ہوگی کہ جو لفظ وجوب فعل کا فائدہ دے وہی آمر ہے اور اگر ان کے قول سے یہ معنی سمجھ جائے کہ امر ایسے</p>	

کلمے کے ساتھ خصوصیت لکھا ہے کہ جو طلب کیلئے موضوع اور اصطلاح میں امر کا صیغہ کہلاتا ہے تو یہ بات درست نہوگی لہذا اس صیغہ سے مخصوص نہیں اور دوسرے لفظ سے بھی اس کی مراد حاصل ہو سکتی ہے پس جو لفظ طلب فعل پر استعمال کیا دلالت کرتا ہو خواہ اسم ہو یا فعل امر ہو یا فعل مضارع ہو وہ امر ہے چنانچہ صیغہ مصدر اس شعر میں طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔ ۵

دیکھنا تھمری کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی ہو مجھے لیے

نسیم

سنبھل مرا تا زیا نہ لانا
شمت دا ٹھین سولی پر چڑھانا

اسی طرح شعر ذیل میں صیغہ مضارع طلب فعل پر دلالت کرتا ہے

رکھو غالب تجھے اس تلخ کوانی سے معاف
آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے
رکھو دراصل رکھے تھا کہ مضارع واحد غائب کا صیغہ ہے اس میں داؤ زیادہ کر دی ہے۔

ولہ

نا کردہ گناہوں کے بھی حسرت کی طے داد
یارِ ابر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے
طے صیغہ مضارع ہے اور یہاں دعا کیلئے مستعمل ہوا ہے۔

شش

جب میں جانا ہوں تو منہ پھیر کے یوں کہتے ہیں
نیند آئی ہے جین آپ بھی آرام کریں
یعنی آرام کرو۔

میر

میر نہیں سپیر تم کا ہلی الدری
نام خدا ہو جو ان کچھ تو کیا چاہیے

انانت

فوق دیجے قد دلدار کو شمشاد و پیر
کوئی آواز نہ کہسا چاہیے آزاد و پیر

کیا چاہیے اور کسا چاہیے وغیرہ افعال کا نام صاحب دریائے لطافت نے فعل تحریر ہی اور ضروری رکھا ہے ایسے افعال امر کی جگہ استعمال پاتے ہیں اور ضرورت پر مستعمل ہوتے ہیں اگر حاضر کے ساتھ کلام کر نیکا اتفاق ہو تو امر حاضر کے حکم میں ہیں اور اگر غائب کے حق میں مستعمل ہوں تو امر غائب کے حکم میں ہوتے ہیں اور اگر متکلم کے نفس کی طرف اشارہ ہو تو کہنے والے کے نفس کی تحریک سمجھی جائیگی۔

	تراپ	
تواک قصہ میں کتا ہون منگو		اگر اسکو نہیں باور کرو گے
<p>یعنی اگر اس کو باور نہیں کرتے ہو تو اک قصہ میں کتا ہون اسکو سنو۔ امر کا صیغہ مصدر کی علامت دور کر دینے سے حاصل ہوتا ہے اور اس میں تذکرہ و تائید کی ایک صورت ہے جیسے کرنا سے کر اور جب اسکے آخر میں واو زیادہ کر دین تو جمع کا صیغہ بن جائے جیسے گرد اور اگر صیغہ مفرد کے آخر میں واو یا ایے تختانی بھول ہو تو واو کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں اور یا مخدوف ہو جاتی ہے جیسے بو سے بو اور سو سے سوا اور کے سے تو اور کے سے دو اور اگر یاے تختانی معروف ہو تو وہ باقی رہتی ہے جیسے منی سے سیوا اور پی سے پیوا اور امر مفرد کے بعد ہمزہ اور یاے تختانی بھول لگانے سے بھی جمع کا صیغہ حاصل ہوتا ہے جیسے اٹھ سے اٹھیے اور بچھ سے بچھیے اور بعض صیغوں میں ہمزہ کے قبل جیم کسور بھی اضافہ کر دیتے ہیں جیسے کھجیے اور کھجیے اصل کھجیے کی کر بیے ہے ہمزہ کے قبل جیم کسور اضافہ کر کے رے مملہ کو یاے معروف سے بدل لیا ہے اور چونکہ یاے معروف اور جیم کسور کے قبل فتح کا ت کا تفہیل معلوم ہونے سے اس لیے اسکو کسر سے بدل دیا ہے اور جیم کسور کے بعد بے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہیں بلکہ یہ زیادہ فصیح ہے جیسے کھجیے و کھجیے جب کھجیے اور یجیے وغیرہ کے آخر میں کا لگا دیتے ہیں تو صیغہ فعل مستقبل مفرد کے معنی دیتا ہے اور چونکہ ان معنی میں تعظیم بھی ہوتی ہے اس لیے جمع کے ساتھ مشابہت لکھا ہے اور مصدر دینا کا امر بھی امراوا۔ اسکی ضد یعنی منی کے صیغے کے آخر میں زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے پھینک اور جب امر کے آخر میں دیا لگا دیتے ہیں تو وہ ماضی بن جاتا ہے جیسے پھینکا باؤالد یا بڑھا دیا یہ صیغہ فعل کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے بخلاف پھینکا اور ڈالا اور بڑھایا کے مثلاً اس مقام میں کہ اُس نے جس وقت کوٹھے پر سے روپیہ پھینکا من نے زمین پر گرنے نہ لیا یا کھینکا یا کہوین تو اچھا نہ ہوا اور اس جگہ کہ زید نے غصے کے مارے عمر کو مجلس سے اٹھا دیا۔ اٹھایا مستحسن ہوا امر کا صیغہ کئی معنوں میں مستقبل ہے جو قرینے سے معلوم ہو جاتے ہیں۔</p>		
	انسیم	
داماد کو لا تو ٹھنڈی ہون میں		حماہ ملی ہون کیا کہون میں
(۲) تشویر کے لیے کرا سمین یہ شرط ہے کہ منی کا اسپر عطف ہو جیسے		

	سودا	
	گھوڑے کو دو ننگا مہم کو ذرا گامو	
(۳۳) دعا کیلئے جیسے۔		
	مومن	
	خدا یا شکر اسلام تک پہنچا کہ آپہنچا	بہو نیر دم بلا ہر جوش خون شوق شہادت کا
	امیس	
	یا رب حمین نظم کو گلزارم کر	اے ابر کرم خشک ز رعیت کچہ کرم
(۳۴) تمنا کیلئے جیسے۔		
	فلق	
	جب نپاتا تھا راہ وہ دلگیر	ہر گبولے سے تھی یہی تقصیر
	تو ہی اب مجھ کو رستہ بتلا	کشور یا رکا پتا بستلا
چونکہ گبولہ رستہ نہیں بتلا سکتا لہذا اسکو تمنا کیلئے نہ ترجی۔		
	نسیم	
	بُہل تو جہاک اگر خبر ہے	کُل تو ہی مہک۔ بتا کہ ہر ہے
بکاؤنی کو کمال اشتیاق ہو کہ کُل کا شمع کہیں سے لے اسلئے بُہل و گل سے پتا بتائی در خواست کرتی ہو لیکن یہ محال ہو کہ یہ دونوں پتا بتا سکیں لیکن چونکہ کمال اشتیاق پر بخوں ہوا اسکو ہم اسلئے تمنا کیلئے نہ ترجی۔ منہ حق تمنا اور ترجی میں یہ ہو کہ ممکن چیز کی آرزو کو ترجی کہتے ہیں اور محال ممکن دونوں کی آرزو کو تمنا کہتے ہیں۔		
(۵) ترجی کیلئے جیسے۔		
	لالہ بہادر سنگھ دلخوش	
	ہوں ترے ہجر میں چون دیدہ زنگس حیلان	چشم پوشی نکر اپنے گنہگار سے مل
	آفا شاہ عرق لباس دہلوی	
	آنکھوں میں ہر دم آؤ خدا کے لیے آؤ	بھریہ نہ گلہ ہو مرا سا نہیں دیکھا
	عاشق	
	ایک بار ہی تو خواب میں آؤ	اکب سے مشتاق ہم تمھارے ہیں
(۶) تمنا یعنی غصے کے ساتھ خطاب کر کے لے لے۔		

ذوق		
انہیں یہ شیشہ ہو کسی میخوار کا دل	معتسب کچھ نکر و شکنی خوب نہیں	
ہمارا مطلب کچھ سے ہو (مستغاد از فائض المعانی)		
سودا		
یزید کیونکہ اولوالمرہے تاملعون	کیا یہ فرض ہوئی اسکو جاہ جون شداو	
نسیم		
بیجا وہ ہوا کہا کہ جا جا	کیسی رانی کہاں کا راجہ	
(۷) عرض کے واسطے مستعمل ہوتا ہو عرض اس طلب کا نام ہو جو بخلاف استعلا کے عاجزی و کمساری سے کیجائے مگر شرط یہ ہو کہ دعا کی حد تک نہ پہنچے کیونکہ دعا بارگاہ ایزدی سے مخصوص ہو مثال		
حالہ کو بھیج کے بے جائے	شاید مجھے زندہ پائے پہنچائے	
دلہ		
کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو	عاشق کی مزا جو پوچھتی ہو	
مشکین زلفوں سے مشکین کسواؤ	کالے ناگوں سے محکود سواؤ	
تو اس سے ہو جو متسل منظور	ابرو کے اشارے سے کرو چور	
زندانی جو زندہ بھیجنا ہو	اپنے دل تنگ میں جگہ دو	
ہوس		
کہ تو ہی پر کسی کو اپنا	کب بھائے ہو درد و غم میں پھنسا	
(۸) کبھی امر پر بری کے موقع پر بھی استعمال میں آتا ہو جیسے۔		
حالی		
بیٹھے بیٹھ کر کیا ہو ہم وطنو	اٹھو اہل وطن کے دوست بنو	
مرد ہو تو کسی کے کام آؤ	ورنہ کھاؤ میوے چلے جاؤ	
اس قسم کو علمائے نازی التماس کہتے ہیں مگر محاورہ اہل ہند و فارس میں التماس اس طلب کو کہتے ہیں جو بزرگوں سے کریں۔		
(۹) (۹) نچو لیت کیلئے لاتے ہیں جیسے۔		

نسیم

حضرت یہ وہی تو ہیں تیر وار جا رہے ہو لیو خبر دار
یعنے یہاں سے چلا جانو لیو اور خبر دار کے کہنے سے ظاہر ہو گیا کہ امر میان تخیل کے واسطے لائے ہیں۔

امیر

چل سوے گور غریبان امیر حلیں مال خوا
کبھی محال چیز کی نسبت امر کیا جاتا ہے۔

امیس

دیکر صدا غور نے دمی کے بل چلو
بولی سلامتی کہ سلامت بکل چلو
سر کے بل چلنا محال ہے لیکن بسبب ادب اور تعظیم کے امر کیا گیا اور تمنا کے واسطے جو امر کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے وہ بھی اسی قسم سے ہے۔
کبھی امر کو حذف کر دیتے ہیں اور مفعول کو قائم رکھتے ہیں مدعا اس سے یہ ہوتا ہے کہ بحسب مفعول کی ثابت ہو۔

سوا

اسکو ہرگز نہیں جیسا سے لگاؤ
جاسے تو یہ کہے پلاؤ پلاؤ
لاؤ صیغہ امر کا محذوف ہے جو کہ لفظ پلاؤ کا ذکر کرنا اہم تھا ایسے امر کو حذف کر کے اسکی تکرار کی کبھی بغیر اسکے بھی صیغہ امر محذوف ہوتا ہے۔

تراب

خاتمہ بالخیر اسکا بے کلف ہو تراب
جو کمین مر جائے بھٹ پٹ کتنے کتنے یار بار
کبھی امر کو مکرر لائے ہیں اور اس سے علاوہ تاکید کے ایک لطف پیدا ہوتا ہے جیسے۔

دبیر

سر پائوپہ پڑتا ہوا لے جلد سنبھل چل
نقارے و مادام می کہتے ہیں کہ چل چل

رباعی

ادبا کا کھٹکا شمع و جاہ میں ہے
جاگو جاگو کہ خون اسی ہ میں ہے
اٹھو اٹھو یہ خواب غفلت کہ بتک
دیکھو دیکھو اجل کمین گاہ میں ہے

انشا

مرا ہون اجمی زبان سے بولو بولو مجھ سر نیم جان سے بولو

انیس

مے پیائے مے جانی مے دابر مٹھو ہم پہ تنہائی ہو اٹھو علی اکبر مٹھو

پیش

الٹی پیش کی مناجات سن سن اس متبی عبد کی بات سن

بیان نہی

نہی اُسے کہتے ہیں کہ بطریق استعلا و بزرگی کے قطعی طور پر ترک فعل کا طلب کرنا یا کسی فعل سے روکنا اس حیثیت سے کہ اسلوب کلیہ سے وہ ترک طلب در و کنا سمجھا جائے اگر اسلوب کلیہ سے نہ سمجھا جائے گا تو وہ نہی منہوگی پس ہٹ جا جو اس شعر میں واقع ہے اس قسم میں داخل نہوگا۔

ذوق

سر دھری سے کسی کی آگے ہی نل سر دھو ہٹ جا یا نے دھوپ ہا بر بہا لان چھوڑ کر

کیونکہ یہاں نہی ذات کلیہ سے مستفاد ہوتی ہے نہ اسلوب کلیہ سے بلکہ یہ صیغہ امر کا ہے اور مراد اس سے اپنے سامنے سے ہٹا دینا اور دور کر دینا ہے اور یہ رعایت میں بھی ملحوظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نہی یہ ہے کہ غیر کو کہیں کہ یہ کام مت کر اور بعض نے یوں لکھا ہے کہ نہی عدم فعل کی طلب کو کہتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں اس لیے کہ عدم فعل ازل سے مستمر ہو پس وہ مخاطب کی قدرت میں نہوگا پھر مخاطب سے اُس کا طلب کرنا کیسے متصور ہو سکتا ہے اور استعلا سے مراد یہ ہے کہ متکلم اپنی ذات کو بڑا سمجھے گو واقع میں بڑا نہو۔ نہی کا صیغہ امر کے قبل فون مفتوح کے بڑھانے سے بڑھ جاتا ہے جیسے کرے کر اور رکے ساتھ بھی نہی کے صیغہ استعلا کرتے ہیں کہ امر پر لکے ایسے امر نہی ہو جاتا ہے جیسے کرے کر انشا و بعد فان دریائے لطافت میں لکھتے ہیں بزدان ملائے کتنی شاہ جہان آباد و بعضے ہنودت نہی باشند مانند مت جانتے مگر میں نے اسکو شعر کے مستند کے کلام میں دیکھا ہو۔

نہی اُس طلب ترک فعل پر دلالت کرتی ہو جو فی الفور ظہور میں آئے پس یہی سبب ہے کہ حال میں مستعمل ہوتی ہو اور اضنی و مستقبل میں نہیں۔ اور نہی کبھی اپنے اصلی معنوں کے سوا اور معنوں میں کبھی مستعمل ہوتی ہو۔ (۱) و عا جیسے۔

لالہ ہند لال طالع		
مت پوچھ کچھ حساب یونین بخشید مجھے	محرم تو ہوں پہ غفور سر سے ہو غرض	
ظفر		
اگر خوشی اس دل منوم سے چاہی مجھیز	وصل میں ہجر تو مت کیجو الکی آمیز	
زند		
انکر عوض مے جرم و گناہ عید کا	الکی تجھ کو غفور الرحیم کہتے ہیں	
غالب		
اتما ہے دغ حسرت دل کا شمار بار	مجھ سے مے گنہ کا حساب ہی خدا نہ مانگ	
(۲) تسویہ کیلئے مگر اس میں یہ شرط ہو کہ امر کا اسیہ عطف ہو جیسے۔		
میر محمدی میداد		
فراق سے باندھ خواہ مت باندھ	اب تیرے شکار ہو گئے ہم	
(۳) تندید و زجر و توبیخ کیلئے جیسے۔		
زور آور خان دل		
مت پھر اس مراے ناصح جاہل آکر	پھر بھی جانا ہو نصیحت سے کہیں دل آکر	
نسیم		
بھولے سے بھی کرنا یاد آدم	پھر گھر وہی - تو وہی - وہی ہم	
(۴) عرض کیلئے جیسے۔		
مذاق		
اہمیت سے جھکی دل و ذہن ہوا ہوا آب	مت رکھ بروج فاطمہ ہر فراق میں	
عرض ہے جناب امیر علیہ السلام میں۔		
ہو س مجھ کو مکی زبانی باپ سے		
بہتر ہے پر اب یہ اے خرد مند	کچھ تجھ کو فکر بصیرت و پند	
اب تو عذر دگر ہے حال میرا	زہنار نہ کر خیال میرا	
(۵) ابراہیم کیلئے ہم مرتبہ سے ترک فعل طلب کر نیکیو جیسے۔		
دوستو مجھے چولتے ہونہ تو یار سے مل	اسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اختیار سے مل	

وزیر

بیانِ نندا

سودا

خدا کے واسطے خاموش نا صحا بید	کے ہے بات تری مجکو تیر سی ملین
-------------------------------	--------------------------------

درد		
ساقیا یان لگ رہا ہوں چل چلاؤ	جب تک میں چل سکے ساغر چلے	
عبدالستحان خان سبحان		
جان و دل سے قبول سب جانا	پر گلی میں تری ہمیں آنا	
اور جبکہ ندا کے یہ معنی ہیں کہ کسی کی توجہ کو اپنی طرف طلب کرنا تو شرط ہے کہ مناد حاضر ہو نہ غائب مگر کبھی غائب کو بھی حاضر تصور کر کے ندا کرتے ہیں جیسے اس شعر میں ناظم کے۔ ۵		
اے اہل شام ملکہ خوف خدا نہ آیا	پرچم کیا علم کا کس زلف عنبرین کو	
نواب یوسف علی خان ناظم رام پور ملک رو سیلکھند کے رئیس تھے اور سلسلہ ہجری میں وفات پائی ہے اور حضرت امام حسین کو اہل شام نے سلسلہ ہجری میں شہید کیا تھا مگر نواب صاحب نے اہل شام کو حاضر سمجھ کے ایسا کہہ دیا۔		
سودا		
داغ جھڑ گیا آخر ترانہ اے مرود	چلانا پیشے سے کچھ نہیں تری خدائی کا	
کبھی طلب کیے کو غیر طلب کے موقع پر استعمال کرتے ہیں جسکی تکمیل یہ ہے۔ (۱) کبھی مدح منظور ہوتی ہے جیسے۔		
حالی		
اے نازش برطانیہ اے فخر برزک	اے ہند کے گلے کی شبان ہند کی قیصر	
غالب		
اے شہنشاہ فلک منظرو نے مثل و نظیر	اے جہاندار کرم شیوہ وب شبہ عدیل	
امیر		
اے خوشادہ سرزمین طین جدھر سے قدم	اے خوشا کشور بھپے جبکی طرف اسکی عنان	
داغ		
تلافی ہو گئی عشرت کی عشرت نے نہ قسمت	مبدل ہو گئی آسانیوں سے میری دستاوی	
(۲) تا صاف و تحسّر منظور ہوتا ہے جیسے		
انیس		
اے روشنی خانہ زہرا ترے صدقے	اے باپ کے عاشق مے شیدا ترے صدقے	

اے تشنہ لب اے بکس دہنہا تے صدقے
اے رہرو فردوس مظاہرے صدقے
اگر کہا جائے کہ تے صدقے اور تشنہ لب اور بکس دہنہا اور رہرو فردوس مظاہرے سے تحسین و تحسوس
مستفاد ہوتا ہے پس لفظ اے کو اس باب میں دخل نہ ہوگا تو ہم جواب دینگے کہ تحسین و تحسوس ایک ایسا
امر ہے جو کئی بیشی کو قبول کرتا ہے اس صورت میں جو کچھ اُن الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے اُن الفاظ سے
اُس میں زیادتی پیدا ہو جاتی ہے۔

دلہ

بالو سر صغر کے قریب آکے پھار سی
ای لال جھنڈوئے تے بالونہ میں واری
(۳) کبھی شفقت منظور ہوتی ہے جیسے۔

میرسن

اری چارون کے یہ ہن آشنا
ماد دل کو آخر کرے ہن جدا
(۴) کبھی تمسخر اور خوش طبعی کے واسطے آتا ہے۔

ارشاد

اجی شیخ جی زرے سے میکشی
جو مفلس ہوا پار سا ہو گیا
یہاں مدائمتسخر واستہرا کے لیے ہے۔

میرسن

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا
میں کبھی تیرا دل گیا ہے ادھر
یہاں مذاخوش طبعی کیلئے ہے۔
(۵) برا کینمتہ کرنے کیلئے جیسے۔

طلق

ارے اوبے مروت اوجہ لاد
ارے اونا لم اوستم لہاد
یہاں ایک تو لفظ ارے ہے اور دوسرا اوبس اگر ایک نزل کے لیے مانا جائے تو ایک لفظ کو زائد
ماننا پڑے گا۔

طعمہ

اے میر مروت تجھ کو دل دینا نہیں لازم
کوئی پیدا تو کر لیوے ہمارا سا جگر پہلے

مرزا جابر جابر		
دشمنوں نے تری سازش ہمارے او دشمن	گو کہ دشمن ہو ترا دوست ہو پراپنا	
ذوق		
نفس کی آمد و شد ہے نمازاہل حیات	جو یہ قضا ہو تو اسے غافل و قضا سمجھو	
(۶) کبھی حقارت و تذلیل منظور ہوتی ہے جیسے۔		
جوش شاکر و مصحفی		
مین نے جو کہا تجھ بن کیا کیا نہ الم گذرا	بو لا کہ بے تیرا روتے ہی جنم گذرا	
(۷) کبھی واسطے کمال بے طاقتی اور کمشرت شوق کے کہ ایک قسم کا جنون اس سے ظاہر ہوتا ہے استعمال کرتے ہیں اسی قبیل سے ہے یہ کہ صبا۔ عشق۔ نسیم اور دل وغیرہ کو منادے ٹھہراتے ہیں مثال اسکی۔		
درد		
حسناہل صفا بتا تو ہم کو	اے آنند کس کے گھر گئے ہم	
حالی		
اے نسیم بہار کے جھٹو کو +	دہرنا پا کد ار کے دھوکو	
اے اب جو کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہو	اے پہاڑوں کی دلفریب فضا	
یون تو ہر حال میں ہوا نیے عزیز	پر وطن میں تھے تم کچھ اور ہی چیز	
نسیم		
منبل مرا تازیانہ لانا	شمشاد انھیں سولی پر چرھانا	
او غار پڑا ترا نہ چنگل +	مشکین کس لین نہ تو نے منبل	
اوباد صبا ہوا نہ بتلا	خوشبو ہی سونگھا پتا نہ بتلا	
بلبل تو چیک اگر خبر ہے	گل تو ہی مہک بتا کہ ہر ہو	
گفتگو میں منادے ر حرف نہ انہیں لگاتے ہیں۔ جناب خا نصاحب۔ یا جناب قبلہ یا جیسا تھا		
دیا خطاب کر کے بولتے ہیں کسی گھر جا کر پکارتے ہیں جناب میر صاحب خا نصاحب۔		
مولوی غلام غوث و جید		
زلف کی بو اور دماغ عدو	باد صبا تجھ کو یہ کیا ہو گیا	

یعنی اسے باد صبا جھکویہ کیا ہو گیا کہ اُسکی بود داغ عدد تک پہنچا ئی۔

شاطر

ہے مرغ دل کی اسیری کے واسطے گلدار
نہیں ہیں نشہ کے ڈوے جناب کھونین

صنعت

قتل ناحق کیا تو نے جسے تلوار گھسیٹ
لاش کو اُسکی نہ ظالم سرا نا گھسیٹ
زیادہ تر حرفِ ندا علم پر نہیں لگاتے اسلئے کہ علم کثرت سے منائے ہوتا ہے پس اگر حرفِ ندا
حذف بھی ہو جائے گا تب کبھی خصوصیت میں فرق نہیں آئیگا۔

انیس

خیال خاطر احباب چاہیے ہر دم
انیس ٹھیس لگ جائے اب گینو گلو

میر صادق علی صفدی

صفدی فد کو کہیں اُسکے کہا تھا کل سرف
سیدھی اس شوخ نے کیا کیا نہ منائیں گلو
منادے جمع ہو تب بھی حرفِ ندا نہیں لاتے۔

ذوق

گلو یہ کہ گئی کیا کان میں تھکے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو کھولے نہیں سملے ہو

حالی

مقبولہ مدبرون کو یاد کرو
خوش دلو غر دو مکوشاد کرو

سوز

شوز سے مت دل لگاؤ مشفقہ بچھتاؤ گے
کاہش جان ہو عزیز و مہمان کا خلاط
کبھی منادے بھی حذف ہو جاتا ہو اور اسے کئی سبب ہوتے ہیں۔
یا رعایتِ دین کے لیے بشرطیکہ قرینہ سیاق کلام موجود ہو۔

مصطفیٰ

مصطفیٰ آج دھماکے ہو تجھ سے یارب
اس کہ ہے ذات تری سب غفور اور رحیم
یا اسلئے کہ سننے والے کا ذہن جس طرف چاہے میل کرے۔

سودا

اسودہ ہے تھے عدل کی نسبت باض ظالم
نوشیروان پہ عدل کا گویا ہے اتہام

یعنے ممن یا اے معظّم یا اے نواب یا اے عادل دوران وغیرہ وغیرہ۔ اسی قبیل سے ہے۔

غالب

اے تراغم سزہ یک قلم انجیز | اے تراظم سر بسر انداز

یعنے اے معشوق یا اے پیالے یا اے دلبر وغیرہ وغیرہ۔
کبھی جواب ندامتوں ہوتا ہو جیسے۔

افیس

آواز دی زمین نے کہ یا حافظ جان | دہشت سے تھر تھرا گیا مرغ آسمان

اور تکرار مناد کے موقع یہ ہمیشہ جواب ندامتوں ہوتا ہو جیسے۔

تراب

خاتمہ بالآخر اسکا بے عاف ہو تراب | جو کمین مر جا کے بھٹ پٹ کہتے کہتے یار

ہوس

سیلی سیلی جو تو چھا را + | تب راز ہوا یہ آشکارا

بیان دعا

فدا کے سامنے عاجزی و انکسار ظاہر کر کے کوئی چیز مانگنے کو دعا کہتے ہیں دعا کے واسطے جو صیغہ مخصوص ہو وہ بحث مضاع کے صیغہ واحد غائب سے بنتا ہو اکثر حرف آخر کے بعد واؤ اور گائیے ہیں جیسے کرے سے کر یا اور سننے سے سنیا اور دیکھنے سے دیکھو وغیرہ اور جب کبھی آخر میں واؤ لگاتے ہیں تو حرف ہم مضاع کو جیم سے بدل لیتے ہیں مثلاً دیوے سے دیکھو اور لیوے سے لکھو وغیرہ مثال دعا کی۔

غالب

بزم شاہنشاہ میں شاعر کا ذکر کھلا | رکھو یارب یہ درگھینہ گو ہر کھلا

ولہ

جس زخم کی ہو سکتی ہو تیر رفو کی | لکھتے تجو یارب اُسے قسمت میں عدد کی

بعضی دعا کے صیغوں کو اور موقع پر کبھی استعمال میں لاتے ہیں چنانچہ امر بطریق استقبال کے معنی میں آتا ہے امر بطریق استقبال کے معنی یہ ہیں کہ امر کے صیغے میں معنی امر کے بحال ہیں مگر ظہور فعل کا آئندہ پر موقوف ہو اور صیغہ اسکا دعا کی یا مصدر ہوتا ہے۔

غالب

رکھو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے مٹا	آج کچھ درد مرے دلمین سوا ہوتا ہو
------------------------------------	----------------------------------

اے طرح نئی کے مقام پر دعا کا صیفہ اٹھے جیسے جوش۔

تو اتانی تو کڑی جفا آغوش سے ہمو	اگر امت و بھولے نا تو اتنی دوش سے ہمو
---------------------------------	---------------------------------------

غالب

ان کھائی موت فریب ہستی	ہر چند رکمین کہ ہے نہیں ہے
------------------------	----------------------------

تکملہ

وجہ حصر انشاء طلبی کی یہ ہو کہ انشاء طلبی کا تقاضا یہ ہے کہ مطلوب ممکن ہو یا یہ کہ غیر ممکن پس دوسری قسم تمنا ہے اور پہلی صورت میں اگر اُس کے ساتھ کسی شے کا حصول مطلوب ہو صیفہ ترجیحی کے ساتھ تو اُسے ترجیحی کہتے ہیں اور اگر غیر ترجیحی کے طالب کے ذہن میں وہ مطلوب ہے تو استفہام کہتے ہیں اور اگر اُس کے ساتھ کسی امر کا حصول خارج میں منظور ہے تو دو حالت سے خالی نہیں کہ اگر وہ امر کسی فعل کا استفادہ ہے تو وہ نئی ہے اور اگر کسی کا ثبوت ہے تو اس صورت میں اگر کسی حرفِ مذکر کے ساتھ اُس کا ثبوت ہے تو اُسے مذکر کہتے ہیں اور اگر حرفِ مذکر کے ساتھ نہیں تو مذکر کہلاتا ہے اور دو عابقی علمائے نحو کے نزدیک امر و نہی میں داخل ہے اور فرق علمائے معانی و منطق نے کیا ہے نحو میں اس فرق کو نہیں مانتے یہ اہم فی خاص اصطلاح ہے۔

کبھی جملہ خبریہ جملہ انشائیہ کے موقع پر آتا ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے جیسا کہ کہتے ہیں امید ہے کہ آپ کچھری میں طے لگے اور مطلب اس سے یہ ہے کہ ہم کل کچھ نہیں ملنا اور اس حیثیت میں اواسطے کہتے ہیں کہ مخاطب کو گوارا نہیں کہ میں دروغ کو بکھڑوں یعنی ملنے کا وعدہ کروں اور نہ مل سکوں اور کبھی جملہ شرطیہ عاکے محل میں واقع ہوتا ہے چنانچہ تائیدات قصائد میں اس قسم کے جملے بہت ہوتے ہیں۔

ذوق

سرفراز سمان جب تک کہ دور ہفت اختر	اکہی یہ بہادر شاہ شاہ ہفت کشور ہو
-----------------------------------	-----------------------------------

ساتوان باغِ فصل وصل کے بیان میں

فصل وصل ہو اور وصل اُسپر طاری اور عارض ہمارے لیے کہ کسی حرف کی زیادتی سے

وصل پیدا ہوتا ہو لیکن ہم وصل کو اس لیے پہلے بیان کرتے ہیں کہ وہ بننے والے ملنے کے ہے اور فصل بننے والے عدم کے اور ظاہر ہے کہ اعدام بننے والے ملکات کے سمجھ میں نہیں آسکتے پس جاننا چاہیے کہ عطف کبھی ایک مفرد کا دوسرے مفرد پر ہوتا ہو اور کبھی ایک جملے کا دوسرے جملے پر ایک مفرد کے دوسرے مفرد پر اور ایک جملے کے دوسرے جملے پر عطف کر نیکی وصل کہتے ہیں جس پر عطف کیا جاتا ہے معطوف علیہ اور جب کا عطف کرتے ہیں معطوف کہلاتا ہو اور فصل اسے کہتے ہیں کہ جسکی شان سے عطف ہوا اسکا عطف ترک کر دینا مفرد کی مثال۔

تھے دندان و لب کے دیارے قدر عالمین | اگر کو نعل کو یا قوت کو میرے کو مر جان کو |

دندان معطوف علیہ اور لب معطوف اور دونوں فعل کر دیا کے فاعل ہیں درہی مناسبت عطف کی ہے

صبح امید و شب وصل کو یک جا دیکھا | آگے جب ترے عارضے بارگسیو |

صبح امید معطوف علیہ و شب معطوف ہے اور یہ دونوں دیکھا کے مفعول ہیں اور عطف کی یہی مناسبت ہے اور عطف ایک جملے کا دوسرے جملے پر چار حال سے خالی نہیں۔
(۱) خبریہ کا خبریہ پر جیسے۔

اٹھو دیا میں نے نشان سلطنت شخصی کا | اور دُنیا سے غلامی کو مٹا کر چھوڑا |

اس شعر میں پہلا مصرع معطوف علیہ ہے اور دوسرا معطوف اور دونوں جملے فعلیہ ہیں۔
(۲) انشائیہ کا انشائیہ پر جیسے۔

خدا جانیئے اسکے تھادل میں کیا | لے اب جامے اور حج کو پلا |

جام ملے معطوف علیہ ہے اور حج کو پلا معطوف۔

نارہ اک دم میں اٹھا دیوے دھوین | چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا |

چرخ کیا معطوف علیہ ہے اور چرخ کی بنیاد کیا معطوف اور دونوں جملے انشائیہ ہیں کیونکہ استفہام کو مضمّن ہیں۔
(۳) خبریہ کا انشائیہ پر۔

(سم) انشائیہ کا خبریہ پر پہلی اور دوسری قسم تو بہت شائع ہو تیسری اور چوتھی قسم عربی میں مختلف ہیں اور فارسی میں قلت کے ساتھ قدما کے کلام میں پائی جاتی ہو اور دو میں بھی یہی حال ہے۔

اشست و شو کا اُسکے پانی جمع ہو کر بنا ^{میر} اور منہ دھونیکے چھینٹونکے یہ تارے دیکھیے

پہلے مصرع میں جملہ خبریہ ہو اور دوسرے میں جملہ انشائیہ اور انشائیہ کا عطف خبریہ پر کیا ہے۔

ولہ

رونے کی ہے جا کہ آہ کرے اور دل میں ترے اثر نہوے

پہلا جملہ انشائیہ ہے کیونکہ کرے امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہو اور دوسرا جملہ خبریہ ہو کیونکہ نہوے مضارع واحد غائب کا صیغہ ہو جو اس جملہ اسمیہ میں رابطہ زمانی واقع ہوا ہو اور عطف جملہ خبریہ کا انشائیہ پر درست نہیں لیکن اُس صورت میں کہ انشا خبر کے معنی میں ہو چنانچہ

رونے کی ہو جا کہ آہ کرے

اس مصرع کے یہ معنی ہیں رونے کی جا ہو کہ آہ کریں۔

جملہ نمین فصل اور وصل کس کس حالت میں واجب ہے

(۱) جب ایک جملہ دوسرے جملے کے بعد آئے تو دیکھنا چاہیے کہ پہلا جملہ عرب کے محل میں ہو یا نہیں اور محل اعراب میں ہونے سے یہ مراد ہے کہ مبتدا کی خبر ہو یا حال ہو یا صفت یا مفعول ہو پس اگر اعراب محل میں ہو تو اس وقت پھر خیال کرنا چاہیے کہ اگر اُس سے یہ مقصود ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگائیں مثلاً پہلا مبتدا کی خبر ہو اور دوسرے کو بھی اُسی مبتدا کی خبر بنائیں یا پہلا صفت ہو اور دوسرے کو بھی صفت بنائیں یا پہلا حال ہو اور دوسرے کو بھی حال بنائیں یا پہلا مفعول ہو اور دوسرے کو بھی مفعول بنائیں تو ضرور ہو کہ پہلے پر دوسرے کا عطف مثل مفرد کے کرین پس اگر و او عطف یا کلمہ اور کے ساتھ عطف کیا جائے تو شرط عطف قبول کر نیکی یہاں ایک مناسبت ہوگی جسکی وجہ سے دونوں جملے جمع ہو سکیں گے اور مفرد و غیر عطف میں بھی یہی مناسبت ضرور ہوتی ہو اس مناسبت کے علمائے معانی جہت جامع کہتے ہیں اور اگر جہت جامع حکم اعراب میں نہوگی تو فصل متعین ہے عطف نہیں کیا جائیگا مثال دراصل کی۔

ایسا کریم کا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئیگا آزاد دیکھو کیا کس ہے اور کون آئیگا

کئے کمایا ہو پر کون اڑا میر کا عطف کیا ہو کیونکہ دونوں جملے دیکھو کے مفعول ہیں پس یہاں دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب کا حکم لگانے کی سی منسے ہیں کہ پہلا مفعول ہو تو دوسرے کو بھی مفعول بنایا ہو۔ یہی حال جرأت کے شعر میں ہے۔ - ۵ -

دیکھا جو کل اُسے میر سے جی کا کھونا اور کھینکے آہ سرد ہر دم رونا +

امیر موت کتنی ہو کہ دیتے تو حسین و زینب جان اور مجھے مفت لیے کرتے ہیں غزل

ذوق

تو جو ہو حامی اسلام تو بخانے میں بت کے قصد نماز اور کھانا تو اس فان

کہے نا تو اس اذان کا عطف بت کرے قصد نماز پر کیا ہو کیونکہ دونوں ایک شرط کے جزا ہیں۔ چونکہ وا و عطف میں جہت جامع کا ہونا ضرور ہو اس بنا پر کہ سکتے ہیں کہ نہ محمد خان بی لے اسٹیشن انسپکٹر مدارس بی کے اس شعر میں۔

بیش جیسے ہوا سکا ہی عالم میں راج ہو اسکی مراد حاصل درویش چراغ ہے

عطف معیوب ہو اسلئے کہ اسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے میں کوئی مناسبت نہیں پس یہ عطف غیر مقبول ہو سبب وجہ ہو کہ انشاء نے ان ترکیبوں میں عطف نہیں کیا ہو۔ - ۵ -

فروغ مے سے کیونکہ ہوئے یاغ روشن دراصل مثل یہ مشہور ہو جا نہیں چراغ روشن دراصل

اسی طرح فان پانی پیتا ہے اور شعر کتا ہے یہ عطف بھی نا مقبول ہو چھٹا کے کلام میں ایسا عطف نہیں ہوتا اور جامع سے مراد وصف خاص ہے درنا اسکی مراد حاصل ہونے اور چراغ روشن ہونے میں اسی طرح پانی پینے اور شعر کہنے میں بھی امر جامع موجود ہے لیکن انہیں کوئی خاص وصف پایا نہیں جاتا۔ اسی قبیل سے ہیں یہ اشعار در آئین کے۔

ایسے چھلتا ہے کھوے سے ان کھوا اور صد لاتی ہو کالونین ہوا

سودہ نقصان میں اس خوش صفات ولہ اور شہید و مظلومنا میں ہے حیات

(۲) اگر دوسرے جملے کو پہلے کے اعراب کا حکم لگانا اور دوسرے کو پہلے کے حکم میں شریک کرنا مقصود نہ ہو تو اس موقع پر فصل کرنا چاہیے کیونکہ ایسے جملوں میں دو مرکب کا مقصود بالنسبت ہونا متصور نہیں ہوتا اگر اس لیے کہ یہاں پہلا اور دوسرے کے درمیان کوئی نسبت

نہیں ہوتی جیسے۔

غالب

آئینہ دیکھ اپنا سامنہ لیکر رہ گئے | صاحب کو دل ندینے پہ کتنا غور تھا |
 اس شعر میں مصرع ثانی کا عطف پہلے پر نہیں تاکہ مفعول کے اختصاص میں شریک نہ ہو جائے کیونکہ
 مفعول اور ظرف وغیرہ کی تقدیم اختصاص کا فائدہ بخشی ہو پس اگر عطف کرینگے تو لازم آئے گا کہ
 معشوق کو خاص آئینہ دیکھنے کی حالت میں دل ندینے پر غور تھا حالانکہ یہ مقصود نہیں۔

ولہ

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب | مفت ہاتھ آئے تو بڑا کیا ہے |
 مصرع ثانی پہلے مصرع پر معطوف نہیں اگر معطوف کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اسکو مانا کا مفعول
 ٹھہرائیں سو یہ ہرگز مرد نہیں پس ترک عطف کیا گیا تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ مکالمے کے مانے ہو نہیں سکتے۔

ولہ

صحبت میں غیر کی نہ پڑی کہیں خیر | دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے |
 بوسہ بغیر التجا کیے دینے لگا ہو پہلے جملے پر معطوف نہیں تاکہ یہ دوسرا جملہ پہلے کے ساتھ اختصاص
 بالظرف میں شریک نہ ہو جائے کیونکہ ظرف کی تقدیم نے پہلے جملے کو خصوصیت بخشی ہے یعنی بوسہ دینے کی
 عادت کا بڑا غیر کی صحبت کے ساتھ خصوصیت رکھنا ہو دوسرے جملے میں یہ منظور نہیں کہ بغیر التجا کے
 غیر کی صحبت میں وہ بوسہ دینے لگا ہو اسلیے کہ یہاں بوسہ بغیر التجا دینا بغیر خصوصیت کے منظور ہے۔

جالصاحب

کون کتنا ہے ہم سے بولو تم | سنہ تو گھوگھٹ سے اپنا کھو تم |
 دوسرے مصرع کا عطف ہم سے بولو تم پر نہیں اسلیے کہ اگر اس پر عطف کرینگے تو یہ بھی کون کتنا ہے کا
 مفعول ہونے میں اس کا شریک ہو جائے گا اور قائل کا یہ مقصود نہیں کہ تو یہ چاہتا ہے کہ معشوق
 اگر زبان سے نہ بولے تو سنہ ہی دکھائے۔

(۳) اگر پہلے جملے کے لیے فعل اعراب سے ہوا اور پہلے جملے کا دوسرے کے ساتھ ربط مقصود
 تو عطف کرتے ہیں مگر اس حرف کے ساتھ جو دایا اور کے سوا ہو جیسے کہتے ہیں زید آیا پس عرو آیا
 زید گیا پھر عرو گیا اور ایسے عطف کے لیے کوئی دوسری شرط نہیں ہوتی کیونکہ حروف عطف میں سے
 دایا اور شرکت اور جمعیت کیلئے ہیں اور ترتیب یعنی تقدیم و تاخیر مقصود نہیں ہوتی اور نہ معیت

مقصود ہوتی ہے مثلاً جب کہتے ہیں میرے پاس زید اور عمرو آئے تو یہ فرق نہیں کرتے کہ کون آگے آیا اور کون پیچھے اور نہ یہ لحاظ ہوتا ہے کہ ساتھ آئے اور واویا اور کے سوا دوسرے حروف عاطفہ سولے اشتراک کے دوسرے معانی بھی دیتے ہیں چنانچہ پس فائدہ جمعیت با ترتیب و بے مہلت کا دیتا ہے یعنی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ معطوف بلحاظ ترتیب کے معطوف علیہ کی نسبت میں شریک ہے مگر مہلت اور تاخیر نہیں ہوتی گو عرف میں اس ترتیب کو تاخیر خیال کیا جاتا ہے اور حکم کا ثبوت معطوف علیہ کے لیے معطوف سے قبل ہوتا ہو اور اس قبلیت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) باعتبار وجود کے اور اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ صرف تعقیب کیلئے آتا ہے دوسری صورت یہ کہ تفریع کیلئے ہوتا ہو تعقیب یہ ہو کہ معطوف کو صرف باعتبار زمانے تاخیر ہوا اور اول کو ثانی کے وجود میں کوئی دخل نہ ہو جیسے زید آیا پس عمرو جبکہ اول آیا ہوا اسکے بعد عمر و بغیر مہلت کے آیا لفظ پس اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ عمر و بلحاظ ترتیب کے زید کی نسبت میں شریک ہو مگر ایک کا آنا دوسرے کے آنیکی شرط و علت نہیں بلکہ تقدیم و تاخیر اتفاقی ہو تفریع یہ ہو کہ معطوف علیہ باوجود تقدم ذاتی و زمانی دونوں کے معطوف کے وجود میں دخل ہو مثال اسکی۔

امیر الدین شوخ

اولیا و قطب بہتے ہیں فقیری بھیس میں پس غریبوں سے بہت لازم ہو ملنا عید کا اور اولیا و قطب کے فقیری بھیس میں رہنے کو غریبوں سے ملنے کے اور تقدم ذاتی اور زمانی سے ہے اور اولیا و قطب کا فقیری بھیس میں رہنا سب سے غریبوں سے ملنے کا۔

(۲) صرف باعتبار ذکر لفظی کے معطوف علیہ معطوف سے قبل ہوتا ہو وجود زمانی کی وجہ سے تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی اور یہ وہاں ہوتا ہو جہاں عطف مفصل کا محل پر ہو جیسے فعل اعتباراً صلت کے دو قسم پر ہو ایک ماضی دوسرا مضارع پس ماضی وہ ہو جو گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرے اور مضارع وہ ہو جو زمانہ موجودہ اور آئندہ پر دلالت کرے۔

پھر فائدہ جمعیت کا مع ترتیب و مہلت کے دیتا ہو اور یہ عام ہوا ہے کہ باعتبار عطف زمانیکے ہو جیسے زید گیا پھر عمر و گیا جبکہ عمر و کا جانا زید کے جانیکے بعد مہلت کے ساتھ وقوع میں آیا ہو۔

معبود شاہ رند

کہو کیا ہے فقیر کا جامہ پھر بتا کیا ہو اسکا عامہ

میں پہلے یہ بتا پھر وہ بتا۔

یہ کچھ بہرہ پر نہ دیکھو کہ نیکو شکل دینی کی نظمیں
بکھرنا سبز ہونا اہلہانا پھر سہٹ جانا

پہلے تو دلمین محبت کا شجر پیدا ہوا
پھر لے حسرت کے گل غم کا تر پیدا ہوا

یا باعتبار ارفع مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے اس شعر میں میر کے۔

کیا کیا نہ کیا اُس بن صبر و درداغ و دل
رواق گئی لبشرے کی پھر نور بھی نہ دکا

سودا

یزید کو تو مسلمان کہے ہاں سنا س
پھر اُسکو کہلے اولوالامرتین کہے ہر یاد

یا باعتبار اخطا ط مرتبہ کے ترتیب ہو جیسے ولیر کے کہے پھر اُنکا اسٹاف آیا۔

فائدہ کلمہ یا جو تردید کے واسطے آتا ہے جب دو جملہ انشائیہ کے درمیان واقع ہو تو ہر چند
یہ دونوں جملے صورت میں منفصل ہوں لیکن پہلا جملہ بحال رہتا ہے اور حرف عطف کے حذف کرنے پر
دوسرا جملہ شرطیہ متصل بن جاتا ہے چنانچہ

مہتاب رلے تاب

یا تنگ نکر ناصح نادان مجھے اتنا
یا چلے دکھائے دہن ایسا کر ایسی

کیونکہ مطلب یہ ہے کہ یا تو مجھے تنگ نکر اگر تنگ کرتا ہے تو مجھے ایسا دہن اور ایسی کر دکھائے۔

خواجہ ابوسعید اکبر

یا پھینک دیجئے چیر کے پہلو سے دل کو آیا
یا دل کے سب نکال کے ارمان جا لے

مطلب یہ ہے کہ یا تو آپ پہلو کو چیر کے دل پھینک دیجئے اگر ایسا نہیں کرتے تو لے سب نکال نکال جائے
یا درکھو کہ اگر جملے میں محکوم علیہ و محکوم بہ مفرد ہونگے تو اُس کو قضاۃ جملیہ کہیں گے اور اگر
مفرد نہ ہوں تو اُس کی دو حالتیں ہیں اگر علم اتصال کا ہے تو شرطیہ متصل کہیں گے اور اگر
علم انفصال کا ہے تو شرطیہ منفصلہ کہیں گے اتصال سے مراد یہ ہے کہ شرطیہ میں ایجاب کی حالت میں
ایک نسبت کے ثبوت کا حکم دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر ہو جیسے اگر زید انسان ہو تو حیوان ہے
اور سب کی حالت میں ایک نسبت کی نفی کا حکم دوسری نسبت کی نفی کی تقدیر پر ہو اور انفصال یہ ہے
کہ دو نسبتوں میں حالت ایجاب میں منافات کا حکم ہو اور سلب کی حالت میں نفی منافات کا حکم ہو

مثلاً کہیں کہ یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے ظاہر ہے کہ کسی عدد میں زوجیت اور فردیت جمع نہیں ہو سکتیں اور نہ دونوں مرتفع ہو سکتی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب کہ دو سطر جملہ پہلے پر ایسے عطف کے ساتھ جوڑا دیا اور کا غیر ہو عطف کیا جائے گا تو فائدہ حاصل ہو جائیگا اور وہ یہ ہے کہ ان حروف کے معانی ظاہر ہو جائیں گے بخلاف واؤ کے کہ وہ صرف جمعیت اور اشتراک کا فائدہ بخشتا ہے پس یہ اُسی میں ظاہر ہو گا جس کے لیے علم اعراب ہو جیسے مفردات اور وہ جملے جنکے لیے محل اعراب ہو پس اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ عطف سولے واؤ یا اور کے دوسرے حرف کے ساتھ اپنے فائدہ بخشنے میں درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے اُس مناسبت کے ہونے کا محتاج نہیں جس کا نام ہم نے جہت جامع رکھا ہے اور وہ فائدہ جو مناسبت کا محتاج نہیں خود ان حروف کے معانی میں بخلاف اُس عطف کے جوڑا دیا اور کے ساتھ ہو کہ اُس سے صرف معطوف علیہ و معطوف کے درمیان جمعیت و اشتراک کا فائدہ حاصل ہوتا ہے پس جب پہلے جملے کے لیے اعراب سے محل ہو گا تو مشترک فیہ بھی ظاہر ہو جائے گا اور وہ علم ہے جیسا کہ مفردات میں پس اس کے عطف سے فائدہ حاصل ہو جائے گا اور اگر اُس جملے کے لیے محل نہیں ہوتا تو مشترک فیہ ظاہر نہیں ہوتا پس اس وقت ایسے جامع مخصوص کی طرف محتاجی واقع ہوتی تو دونوں جملوں مشترک ہوتا ہے اور دونوں کو جمع کر لے اور اس جامع کا سمجھنا اتنی چیزوں کے سمجھنے پر موقوف ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع یعنی انفصال یکمال اتصال بدین ایہام خلاف مقصود کے ہے یا نہیں اور خلاف مقصود کے ایہام نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب دو جملوں میں انفصل کیا جائے تو اُس سے خلاف مقصود کا ایہام حاصل نہ ہو بلکہ فصل کر نیے مراد بخوبی حاصل ہو سکتی ہے یا ان دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع اور کمال اتصال کے ساتھ مشابہت بھی ہے یا نہیں اگر کمال انقطاع یا کمال اتصال کے ساتھ مشابہت انہیں موجود ہے فصل کرنا چاہیے وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایک حیثیت سے مغایرت کو چاہتا ہے اور دوسری حیثیت سے مناسبت کو چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ مغایرت نہ تو کمال اتصال کو اور نہ کمال اتصال کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے اور مناسبت نہ تو کمال انقطاع کو اور نہ کمال انقطاع کے ساتھ مشابہت کو چاہتی ہے یا ان دونوں جملوں کے درمیان نہ کمال انقطاع ہے نہ کمال اتصال اور نہ ان دونوں کمالوں کے ساتھ مشابہت ہے بلکہ اوسط درجے کی حالت ہے تو وصل کرنا چاہیے کیونکہ وصل ایسے ہی دو جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے جن میں سے ایک کو دوسرے کے ساتھ مغایرت اور

مناسبت دونوں باتیں حاصل ہون اور ان باتوں کا جاننا وقت سے خالی نہیں اور جس کے لیے حکم اعراب ہے اگرچہ وہ بھی جہت جامع پر موقوف ہے لیکن اس میں وقت نہیں ہے کیونکہ اُس میں جہت جامع ایسی چیزوں کے جانے پر موقوف نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب دو ایسے جملے جمع ہوں کہ ان کے لیے اعراب سے محل ہو اور پہلے جملے کیلئے کوئی ایسا حکم ہو جس کا دینا دوسرے جملے کو مقصود ہو یا حکم ہو اور دوسرے کو بھی اُس حکم دینا مقصود ہو یعنی جس طرح اُس حکم کو پہلے جملے کے لیے لگا سکتے ہیں اُسی طرح دوسرے جملے کے لیے بھی لگا سکیں تو ایسے جملوں کے چھوڑنا حال ہیں۔

(۱) ان دونوں انقطاع میں اتصال اس کے ایہام کے ہیں ہو کہ اگر فصل کیا جائیگا تو مقصود کا خلاف لازم آئیگا۔

(۲) دونوں میں کمال اتصال ہو۔

(۳) دونوں میں کمال انقطاع کی مشابہت ہو۔

(۴) کمال اتصال کی مشابہت ہو۔

(۵) کمال انقطاع اس بات کے ایہام کے ساتھ ہو کہ اگر فصل کیا جائے گا تو مقصود کا خلاف لازم آئے گا۔

(۶) دونوں کمالیت درمیان تو وسط ہو۔

پس انہیں سے چھٹی اور باخون حالت میں دونوں جملوں میں وصل کرنا چاہیے اور باقی پہلی چار حالتوں میں دونوں کے درمیان فصل کرنا چاہیے اب ان چھوڑنے حالات کی تفصیل پر غور کر دو۔

کمال انقطاع بدون ایہام کے

کمال انقطاع دو جملوں میں لینی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک اس وجہ سے کہ دونوں لفظاً و معناً مختلف ہوتے ہیں مثلاً پہلا انشائیہ ہو اور دوسرا خبریہ یا پہلا خبریہ ہو اور دوسرا انشائیہ موان دونوں میں وصل نہیں ہوتا جیسے غالب کے اس قول میں "تجارت چودھری صاحب آؤں تم صاحب عالم کے پاس چلیں پہلا جملہ انشائیہ ہے اور دوسرا خبریہ پس ہم تم صاحب عالم کے پاس چلیں گے اور چٹن نہیں کیا لیتے کہ یہ خبر ہے لفظاً و معناً اور آؤ لفظاً و معناً انشاء ظہر کرتا ہے۔ مصرع

ہے خدا جانے کہاں ت ہوئی آسکو گئے

اس مصرع میں دو جملے ہیں پہلا استفہام استخباتی کو متضمن ہے اس وجہ سے لفظاً و معناً انشاء کیسے

اور دوسرا لفظاً و معناً خبریہ ہے۔

ظفر

ہم اپنا عشق چمکائیں تم اپنا حسن چمکاو
کہ حیران دیکھ کر عالم ہمیں بھی ہونٹھین بھی ہو

ہم اپنا عشق چمکائیں جملہ خبریہ ہے اور تم اپنا حسن چمکاو جملہ انشائیہ ہو پس ان دونوں کے درمیان عطف نہیں کیا گیا اسی مثال میں ہونسیم کا مصرع۔

سفر ہو دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل علم ہو

سفر ہے دشوار لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہے اور خواب کب تک لفظاً و معناً جملہ انشائیہ ہے اس لیے کہ استفہام استخباری کو متضمن ہو اور بہت بڑی منزل عدم ہو لفظاً و معناً جملہ خبریہ ہو اس لیے ان تینوں جملوں میں عطف نہیں کیا کیونکہ کمال انقطاع ہے۔
یہ مثالیں دونوں جملوں کے درمیان کمال انقطاع کی ہیں کیونکہ دونوں لفظاً و معناً خبر و انشائیہ ہیں اور نہ دونوں کو اعراب سے محل حاصل ہو۔

دوسرے کمال انقطاع اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دونوں میں سے ایک معناً خبر ہوا اور دوسرا معناً انشا اگرچہ لفظاً دونوں صرف انشائیہ ہوں یا صرف دونوں خبریہ ہوں یہاں بھی محل نہیں ہو سکتا پس یہاں چار صورتیں متصور ہیں۔

(الف) پہلا معناً خبریہ ہوا اور دوسرا معناً انشائیہ ہوا اور دونوں لفظاً خبریہ ہوں جیسے
آج زید مر گیا اس کو بخشتے اس کو بخشتے کا عطف زید مر گیا پر نہیں کیا کیونکہ معنی کی وجہ سے انشائیہ ہے اور زید مر گیا خبریہ ہو اگرچہ لفظاً دونوں خبریہ ہیں۔

مرزا کاظم حسن

یہی اک رند باقی تھا صد افسوس
خدا بخشتے حسن نے بھی قضا کی

جملہ یہی اک رند باقی تھا معناً خبریہ ہو اور خدا بخشتے معناً انشائیہ ہو کیونکہ دعا ہو پس خدا بخشتے کا عطف یہی اک رند باقی تھا پر نہیں کیا کیونکہ دونوں جملے لفظاً خبر ہیں۔
(ب) پہلا معناً خبریہ ہوا اور دوسرا معناً انشائیہ ہوا اور لفظاً دونوں انشائیہ ہوں جیسے۔

نواب کلب علیخان

اڈوب مرنے کوئے داغ جگر کیا کم تھا | چشم ترنے کیے کیوں سات سمندر پیدا

اس شعر میں پہلا مصرع معنائی خبریہ ہے اس لیے کہ استفہام انکاری ہے جو خبر کی تاویل میں ہوتا ہے اور لفظ ہر
انشا ہوتا ہے اور دوسرا مصرع معنائی انشائیہ ہے اس لیے کہ استفہام استخباری ہے اور لفظ دو نون انشائیہ میں
(ج) پہلا معنائی انشائیہ ہوا اور دوسرا معنائی خبریہ ہوا اور لفظ دو نون خبریہ ہوں مثلاً۔

غالب

یہ لاش میکین اسد خستہ جاگتی ہے | حق مغفرت کرے عجب آزاد دم دتھا

پہلا جملہ حق مغفرت کرے دوسرے جملے عجب آزاد دم دتھا سے نہایت منقطع ہے اس لیے دوسرے کو پہلے
عطف نہیں کیا پہلا جملہ معنائی انشائیہ ہے کیونکہ دعا ہے اور دوسرا معنائی خبریہ ہے اور لفظ دو نون جملے خبریہ میں
(د) پہلا معنائی انشائیہ ہوا اور دوسرا معنائی خبریہ ہوا اور لفظ دو نون انشائیہ ہوں جیسے۔

نواب کلب علیخان

کوستے کیوں ہو مجھے آج کھڑے غسل میں | نوح کرنے کو نہیں کیا کوئی خنجر پیدا

اس شعر کے دو نون مصرعون میں دو نون جملے استفہامیہ ہیں اس لیے لفظ انشائیہ میں
پہلا معنائی بھی انشائیہ ہے کیونکہ استفہام استخباری ہے بخلاف دوسرے کے کہ وہ معنائی خبریہ ہے اس لیے
کہ استفہام تقریری دراصل خبریہ ہے۔

قائم

بتوں کی دید کو جانا ہوں یر میں قائم | مجھے کچھ اور ارادہ نہیں خدا کرے

جملہ مجھے کچھ اور ارادہ نہیں دوسرے جملے خدا کرے سے نہایت منقطع ہے اس لیے دوسرے کو
پہلے پر عطف نہیں کیا پہلا جملہ معنائی خبریہ ہے اور دوسرا معنائی انشائیہ ہے کیونکہ دعا ہے اور لفظ دو نون خبریہ میں

غلام علیخان حشت

مرے مرینکی خبر غیر کو یوں دیتے ہیں | مر گیا وحشت جانباز تر بنی جانے دو

حکیم میر محمد سی ظاہر

انہ بھاتی تھی جس شخص بن لگو میر | سو آیا ہوا یو وہ یادش بخیر

میسرے کمال لفظ اس لیے ہوتا ہے کہ دو نون جملوں میں کوئی جامع نہیں ہوتا اور جامع سے مراد
ایسا وصف ہے جو نہایت خصوصیت رکھتا ہو اور یہ جامع و دھال سے خالی نہیں ہوتا۔

(الف) یا تو صرف جملہ کے مسند الیہون نہیں ہونا چاہیے زید ہوا ہی چا تو چھوٹا ہی بیان نقطہ مسند الیہون میں کوئی جامع نہیں ہے اس لیے دوسرے کا عطف پہلے بر نہیں ہو سکتا حالانکہ دونوں جملے خبریہ ہیں اور بڑے اور چھوٹے میں جامع موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کی ضد ہے مگر مسند الیہون میں جامع مفقود ہے۔ شہیدی

خندہ کے کرنے میں جو جس گل کے لٹا کر گئے غنچے کی چھاتی پھٹ گئی اصل میں ٹکڑے ہوا دوسرے مصرع میں دو مسند الیہون ایک غنچہ دو سراصل بن اور ان میں کوئی جامع نہیں ہے البتہ مسند و غنچہ جامع ہوا اور وہ یہ ہو کہ دونوں کا مصداق ایک ہو۔ انیس

دولت نہ گئی ساتھ نہ لٹال گئے

بیان دولت و لطفال مسند الیہون میں جن میں کوئی جامع نہیں اور مسند و غنچہ اتحاد جامع ہے۔ (ب) کبھی جامع فقط مسند و غنچہ نہیں ہوتا جیسے زید لبا ہے عمر و سو بنو الہیہ۔ بیان صرف مسند و غنچہ جامع نہیں بشرطیکہ مسند الیہون میں جامع فرض کر لیا جائے اور وہ یہ کہ زید و عمر و آپس میں دوست ہوں یا کسی اور قسم کا ان میں تعلق ہو۔ فہمی

مرتا ہے دراز کا کلون پر فہمی کی حیات بڑھ گئی ہو

پہلے مصرع میں فہمی مسند الیہون اور دوسرے میں حیات فہمی اور ان میں جامع ظاہر ہو اور پہلے جملے مرتا ہو بمعنی عاشق ہے مسند ہو اور دوسرے میں بڑھ گئی ہو مسند ہے اور ان میں کوئی جامع نہیں ہے غنچہ مسند دوسرے سے چھپا یا گئے دل کو پر دے میں لٹھیا یا گئے

دونوں جملوں کے مسند الیہون میں جامع یہ ہو کہ دونوں متحد ہیں اور مسند و غنچہ کوئی جامع نہیں (ج) یا مسند الیہون اور مسند دونوں میں کسی قسم کا جامع نہیں ہوتا جیسے زید کھڑا ہی علم عہدہ ہی اسی قبیل سے یہ بھی ہو سکتا ہو کہ زید لبا ہو عمر و سو بنو الہیہ جبکہ زید و عمر و میں جامع نہ ہو مگر اس قسم کو شے میں کوئی لگا نہ ہوئے خوشہ کوئی ناکت نہ ہوئے

پہلے مصرع کے جملے میں مسند الیہون کوئی لگا نظر ہو اور دوسرے مصرع کے جملے میں مسند الیہون خوشہ ہو اور ان میں کوئی جامع نہیں ہے اور پہلے جملے میں لگا نہ ہوئے مسند ہے اور دوسرے میں ناکت نہ ہوئے اور ان میں بھی کوئی جامع نہیں ہے دو ساز طرب لے خوش تنگ ولہ دور از ادب کھلے بھندنگ

پہلے مصرع کے جملے میں ساز طرب مسند الیہون ہے اور دوسرے مصرع کے جملے میں دور از ادب مسند الیہون ہے اور ان میں کوئی جامع نہیں ہے اور اول میں ملے اور

دوم میں کلمے مستندین اور انہیں بھی کوئی جامع نہیں۔

مرفان ہوئے تھے ہوش اسی	ایضا	نقش کف پاتنی ریگ اسی
اور آگے بڑھا وہ مجرہام	ولہ	دو باخو رشید ہو گئی شام
پڑی تھی رخ جنون کی کامل	ولہ	پا بوسی گل کو آیا شنبل

کمال اتصال

دو جملوں کے درمیان کمال اتصال چار طور سے پایا جاتا ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید کرتا ہو۔ تائید کبھی معنوی طور پر ہوتی ہے کبھی لفظی طور پر اور تائید کی صورت یہ ہے کہ سامع جب ایک جملہ سن کر گمان کرتا ہو کہ یہ حکم بطور مجاز کے یا غلطی سے کیا ہے تو اس کے اس گمان کے دفع کرنے کیلئے منظر ایک جملے کا عطف پہلے جملے پر کر دیتا ہے تاکہ اُس کا یہ توہم دفع ہو جائے یہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے معنی کو ثابت کرتا ہے نہیں تائید معنوی یہ ہے کہ دوسرے جملے کا مضمون پہلے جملے کے مضمون سے مختلف ہو لیکن ایک کے معنی کے ثبوت سے دوسرے کے معنی کا ثبوت لازم آئے ایسے جملوں میں عطف نہیں کیا جاتا کیونکہ تائید اور موکد ایک شعر کی مثل ہو جاتے ہیں۔

وحدید

حاسد یہ دلمین کہتے ہیں گھبرائے یک بیک	سلطان ملک نظم ہے یہ کچھ نہیں ہر شک
---------------------------------------	------------------------------------

جب یہ کہا گیا کہ حاسد اپنے دلمین اس شخص کو سلطان ملک نظم سمجھتے ہیں تو سامع کو یہ توہم ہو سکتا تھا کہ یہ بطور مجاز کے یا غلط کہا ہو گا پس سامع کو اس توہم کے دور کرنے کیلئے ایک دوسرا جملہ اس کے بعد ذکر کیا اور وہ کچھ شک نہیں ہے۔ اور کچھ شک نہیں ہے کہ مرتبہ اس ترکیب میں ایسا ہر جیسے کہ شعر ذیل میں خود کا ترجمہ ہے اور ج

پر وہ اٹھ جائیگا جب روئے تجلی سے کلیم	آپ خود منہ سے کہیں گے کہ ابھی کیا دیکھا
---------------------------------------	---

ساد

اسی کی آئے اک زلے تک	انہیں اس میں ذرا بھی شبہ و شک
----------------------	-------------------------------

مصرع دوم مصرع اول کی معنوی طور پر تائید کرتا ہے۔

تضاد

ہو ترارے جہان سوز اگر نکس فلن	ہر یقین حاذق آئینہ شکر چل جائے
-------------------------------	--------------------------------

خامد آئینہ شکر چل جائے شرط کا جواب ہے اور اس کی تائید یقین ہے کہ کرتا ہے۔ امیر

سب سے بہتر ہے امیر اس میں نہیں شک لیکن	لاج اس کی ہے ضرور اچھا کہلاتا ہے
--	----------------------------------

امیر کے سب سے بدتر ہونے کی تائید معنوی طور پر زمین شمس نہیں کرتا ہے۔	
اور لفظی طور پر تائید کی یہ صورت ہو کہ دو وزن جملوں کا مضمون ایک ہو پس ایسے جملوں میں بھی عطف نہیں کیا جاتا ایسے کہ تائید اور موکہ ملکر ایک شے کی مثل ہو جائے ہیں جیسے۔ ناسخ۔	
جو ہوا کو حسد انکر تا خلق	ایسے خالق ہوا انکر تا خلق
محبذ بقر	
الفت انکی ہر اصل ایہ سود	الفت انکی ہر اصل ہر ہر ہر
سار	
میرے مشرب کے سب خلاف کیا	میرے مذہب کے سب خلاف کیا
بیرسن	
نہیں تیرا کوئی نہ ہو گا شریک	تری ذات ہے وحدہ لا شریک
دیر	
یہ تاج ہو اسکا جو حسین ابن علی ہے	والد کلاہ سر شمشیر سی ہے
پانچون شعر زمین جو مطلب پہلے مصرعون کے جملوں سے حاصل ہوتا ہو وہی دوسرے مصرعون کے جملوں سے حاصل ہوتا ہو ایک ایک مصرع ایک ایک جملہ ہو ہر شعر میں دوسرا جملہ پہلے جملے کی تائید اور ثبوت کے استحکام کیلئے ہے تاکہ سنا کر یہ گمان نہ پیدا ہو کہ مشکل نے یہ بات مجازاً کہی ہو یا غلط کہی ہو۔ انیس	
دونوں کا ایک نور خدا سے ظہور ہے	ظاہر ہیں زمین جس ہر ایک دور ہے
جو مغموم ظاہر ہیں گئے وہی اسکے جملہ مابعد کا ہو۔ مضطر۔	
میری انکی رسم الفت چھٹ گئی	زمین گذرین زمانہ ہو گیا
جو مطلب زمین گذرین سے حاصل ہوتا ہو وہی زمانہ گذرے سے حاصل ہوتا ہو۔ صاف	
مار ڈالا کسی کی چاہت ہے	الفت یار لے میں مارا
اس شعر میں جو مطلب پہلے جملے سے حاصل ہوتا ہو وہی دوسرے سے حاصل ہوتا ہو۔ غالب	
کہا تھے کہ کیوں تو غیر کے لئے میں رسوائی	بجائے ہو سچ کہتے ہو پھر کہتے کہ ان کیوں ہو
جو مطلب بجائے ہوئے حاصل ہوتا ہو وہی سچ کہتے ہوئے حاصل ہوتا ہو۔ ذوق۔	
جس سے جو جمعہ کہ تو کہتے کہیگا کہ ہے	انت لغز کہوں سے وہ کہیگا کہ نعم
پس تمام شعر زمین دوسرے جملے کا ویسا ہی رتبہ ہے جیسا کہ اس شعر میں دوسرے جملے کا۔	

صبا	دل سودا زدہ میرا نہ چھوٹے گا نہ چھوٹے گا	ہر اک حلقہ ہو کا لاجیل خانہ زلف تنگ بونگا
جس میں	تنبیہ جبکہ ایک جملہ دوسرے جملے کی تائید افکار تہا ہو تو عطف نہیں کیا جاتا پس اس صورت میں محمد	مختص بہ خستین کے اس شعر میں۔

مطلع ہے صاف اور نہیں گرد و غبار ہو	پھولے ہیں پھول باغ میں آئی بہار ہو
عطف درست نہیں اس لیے کہ مطلع کے صاف ہونے سے بھی یہی مراد ہو کہ مطلع گرد و غبار نہیں لکھتا اور مطلع صاف ہونے سے دوسرے معنی مقصود ہیں تو اس صورت میں بھی عطف ناجائز ہو کیونکہ یہ کمال انقطاع کی تیسری قسم ہو جیسا کہ بہار آئی بہار اور مطلع صاف ہو میں کمال انقطاع ہو۔	دوسرا طور یہ ہے کہ پہلا جملہ بیان مراد کے لیے کافی نہیں ہوتا اس میں کوئی کمی یا پوشیدگی ہوتی ہو اس لیے اس کے بعد ایک اور جملہ بطور بدل کے لاتے ہیں جس سے تمام کمال انکشاف مراد کا ہوتا ہو اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہو کہ مقام اس بات کا تقاضی ہوتا ہو کہ مراد کی شان کا بخوبی اہتمام کیا جائے اور نکتہ اس میں یہ ہوتا ہو کہ مراد تو مراد فی نفسہ مطلوب ہوتی ہے یا شائع ہوتی ہے یا عجیب ہوتی ہے یا لطیف اور مستحسن ہوتی ہے پس دو سرے جملے مراد کے بخوبی کھولنے کے لیے بطور بدل کے لایا جاتا ہے تاکہ ظہور مراد میں کسی قسم کی کمی اور پوشیدگی باقی نہ رہے اور اس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) جملہ شانی کا مفہوم پہلے جملے میں داخل ہو۔

مراد کے فی نفسہ مطلوب ہونے کی مثال۔ جیسے کہیں خدانے ہم کو بہت نعمتیں بخشی ہیں آنکھیں دیکھنے کو دی ہیں کان سننے کو دی ہیں زبان دل کا حال بیان کرنے کو دی ہے یہاں نعمت الہی کا جانا مراد ہے اور وہ فی نفسہ مطلوب ہو اور مباد و پرہیز گاری اختیار کرنے کا ذریعہ ہو اس لیے اس کا کھولنا ضرور تھا پہلے جملے سے مجملہ نعمات الہی کا حال معلوم ہوتا تھا دوسرے جملے کے لانیے اس کی تفصیل ہو گئی۔
--

روبیائے صاف

اور جو ہم میں پہلوان کہلاتے ہیں۔ سینہ اُبھرا ہوا ہے۔ قبضے چڑھے ہوئے ہیں۔ دیکھنے کو موٹے ناکہ، داؤ بیچ خوب روان آٹھ میان پہلوان تو کچا حال ظاہر کرنا اور ان کے قبضے کی حالت کا دکھانا مد نظر تھا کیونکہ یہ فی نفسہ مطلوب تھا اس لیے پہلے جملے کے بعد دوسرے جملے جو ان کے حالات پر متعلق تھے لائے اور بیچ اس میں فی نفسہ مزین کر دی اور دوسرے جملے کے مفہوم پہلے جملے میں داخل ہیں۔

داغ	
ہمارے بچوں نے بھی تماشا عجب عجب تماشا دیکھا	ہر اُٹی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا تو دیکھا
یہاں عجب عجب انتخاب تماشا کو بتانا منظور تھا ایسے دوسرے مصرع میں اُن عجائب تماشا کو کھو لے دیا چونکہ پہلا جملہ بیان مراد کیلئے کافی نہ تھا ایسے اُسکے بعد تین پہلے دوسرے بطور بدل کے لائے۔	
مولوی محمد اسماعیل	
ختم ریزی جنس اعلیٰ کی ہوئی	لکھت میں بویا گیا گیسون چٹا
مصرع اول میں پہلا جملہ بیان مراد کیلئے کافی نہ تھا اُس کا جمال دوسرے جملہ نے دور کر دیا اور اُس جنس اعلیٰ کو بتا دیا جسکی ختم ریزی ہوئی تھی۔	
اسیر	
ازمانہ سرگدیتا ہے بقدر حال انسان کو	اگر کوئی فکر ان اندیشہ عالم ہے سلطان کو
پہلا جملہ جو مصرع اول میں ہے انکشاف مراد کے لیے کافی نہ تھا اُسکے بعد دو جملے بطور بدل کے لائے جنہوں نے اُسکا خفا دور کر دیا۔	
جرات	
ترے خیال میں دونوں جہان سے ہر گز نہیں	نہ اس جہان کی خبر ہے نہ اُس جہان کی خبر
ظفر	
جاتے ہیں کیا کیا گھسیٹے رہو راہ و فا	سر کے بل پانوں کے بل سینے کے بل باز کے بل
جرات	
مناظرہ ترے گھر سے جب لیکے نبات آئی	اب بند ہوئے جسکے کچھ منہ سے نبات آئی
مراد کے شیع ہو نیکی مثال	
کوئی عورت بدکار ہو اور نماز گزار بھی ہو تو اس کو کہیں دو باتیں جمع کرنا کاری چھوڑ دے اور نماز پڑھنا کر جیسے واجد علی شاہ کے اس قول میں۔	
عجب انداز کی تھی وہ گلہ و وہ اڑنے کا وقت رکتی تھی گنے سے آنکھ وہ لگاتی تھی	چو ترطون سے وہ کرتی تھی اُٹو اور سہستان سے شوق رکھتی تھی پورا ایک ایک اُسکو بھاتی تھی

پہلے مصرع میں اس عورت کے انداز فحش کاری کو دکھایا ہے چونکہ اس جملے میں معنی مراد کے ادا کرنے میں خفا ہے اس لیے دوسرے جملے اُس کے بعد لائے جس سے اُسکی توضیح ہو گئی اور پہلے جملے کے ساتھ دوسرے جملوں کا عطف اس لیے نہیں کیا کہ شے واحد کی طرح سمجھے جاتے ہیں۔

میسرین

لگے پیٹنے با ہم شراب وصال ہوئے نخل امید سے وہ نہال	ہوئے نخل امید سے وہ نہال دلور سے ملے دل بدن سے بدن
اگلی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو	اگلی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو

پہلے شعر میں صحبت جماع کو دکھایا ہے چونکہ معنی مراد بخوبی ادا نہیں ہو سکتے ہیں اس لیے بعد میں کہی جملے ذکر کیے جنہوں نے خفا کو بخوبی دور کر دیا۔

صاحبقران

چوتھوں غضب ہو شوخی میں ہے بمثال آنکھ
چھوٹے سے سین میں اُسکی بڑی ہر چھنال آنکھ

مراد کے عجیب ہونیکے مثال

ذوق

شب ہجران بسر نہیں ہوتی	نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
------------------------	-------------------------

شب ہجران کا بسر نہونا پہلا جملہ ہے اور سحر کا نہونا دوسرا جملہ ہے مگر پہلے جملے سے مراد بخوبی ظاہر نہیں ہو سکتی تھی کہ کس طرح شب ہجران بسر نہیں ہو سکتی دو سرے جملے نے مراد کو ابھی طرح کھول دیا کہ شب ہجران کا بسر نہونا یہ ہو کہ دن نہیں نکلتا جو اجمال پہلے جملے میں تھا اُسکی تفسیر دوسرے جملے نے کر دی اور چونکہ کسی شب کا بسر نہونا عجیب بات تھی کیونکہ کوئی شب ایسی نہیں کہ بسر نہو سکے پس اُسکی شان کا اہتمام فرما دہ منظور تھا اور اس غرض سے وضاحت کی حاجت بڑی اور بطور بدل کے سحر نہیں ہوتی اُس کے بعد ذکر کیا اور دواؤں میں دین عطف نہ لائے کیونکہ دونوں شہر و احد کی طرح سمجھے جاتے ہیں۔

مراد کے لطیف ہونیکے مثال

کوئی شخص رحم دل و خوش اخلاق ہو تو کہیں کہ وہ خوب نکاح جوئے ہر رحم دلی اور خوش خلقی اسکے خیر میں داخل ہیں
راستی اور راستبازی آئین بھی شرب مثل حالی اُس کے کامو میں لایا تھی اور نہ باتو میں دغل

امانت

مٹھائے گیسو و کنے ڈھنگے نیا سے نزلے ہین
پریشان ہون تو متنبہ ہین بل کھائین تو کالے ہین
(ب) جملہ ثانی کا مفہوم پہلے جملے میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اُس سے مفارقت رکھتا ہے مثال۔

شباب

چپا ہوا صبح نہر مجھ کو نصیحت مہم آکر
مے دل پر تو قبضہ ہے کسی ہوش کی الفت کا
یہاں چپ پہلا جملہ ہے بطور بدل کے اُس کے بعد کہا مجھ کو نصیحت نہ کر اور مقصود اس سے سرزنش ہے۔

دلہ

نہ زرد و نہین ٹھہر تو زہد الے رستہ اپنا
ٹھہرتا ہے تو پہلے صاف کر لے اپنے پاؤں کو
زاد کے ٹھہرنے پر گراہت ظاہر کر کے کو کہا کہ زرد و نہین نہ ٹھہر اور جب کہا کہ اپنا رستہ لے تو اُس نے
اُس مضمون کو قبولی خاطر نشین کر دیا کیونکہ جب عرف میں اس طرح بات چیت کرتے ہین تو اس سے کمال کمرہا
انہما مقصود ہوتا ہے نہ چلا جانا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ راستہ لینا باعتبار مفہوم کے نہ ٹھہرنے سے مفارقت ہے اس لیے
تاکید و بیان نہیں ہو سکتا اور نہ راستہ لینا نہ ٹھہرنے میں داخل ہے اس لیے پہلی قسم سے بھی علاحدہ ہوا۔
اسی قبیل سے ہے۔

آفتاب راسے رسوا

رسوا کو کہا دیکھ کے کل شوخ نے گستاخ
چل دور ہوئی النار ہو کا فور ہو چھو ہو
چل دور ہو کے بعد بطور بدل کے کہانی النار ہو سطح اسکے بعد کہا کا فور ہو یہی حال چھو ہو کا ہے عرف میں جب کہتے ہین
نی النار ہو جاؤ کا فور ہو جاؤ تو اس نے منی متقی مقصود نہیں ہوتے بلکہ محض بے سامنے موجود ہونے پر کمرہا کرنا مقصود ہوتی ہے۔

انشا

شو زخمی ہے یہ کہ ٹپٹھے خرام سکھا صاف
دل نے عین ابے دور پر سے ہو چل
تیسرا طور و جملوں میں کمال انصال کا یہ ہے کہ دوسرا جملہ بطور بیان کے واقع ہوا اور یہ بیان اس لیے لایا جا
کہ پہلے جملے میں کسی قسم کا خفا ہو جس سے مراد کی پوری پوری توضیح نہ ہو سکتی ہوا اور مقام یہ چاہتا ہو کہ
ہیان خفا دور کر دیا جائے جو جملہ بطور بدل کے اگر پہلے جملے سے معنی مراد کا خفا دور کرتا ہے اُس میں دل سے جھین
جو بطور بیان کے اگر معنی مراد کا خفا نازل کرتا ہے یہ فرق ہے کہ بدل میں مقصود دوسرا جملہ ہوتا ہے نہ اول
اور بیان میں پہلا جملہ مقصود ہوتا ہے نہ دوسرا کیونکہ دوسرا فقط توضیح کے لیے ہوتا ہے پس اگر پہلے جملہ بدل اور
جملے بیان دونوں توضیح کے لیے ہوتے ہین مگر بدل لے دیکھے میں جو ایضاً بدل سے حاصل ہوتا ہے

وہ اُس سے بالذات مقصود نہیں ہوتا اور بیان والے جملے میں جو ایضاح بیان سے حاصل ہوتا ہے وہ بیلے سے بالذات مقصود ہوتا ہے۔ مثال

واجد علی شاہ

اک مرض جانا رہا تو دوسرا پیدا ہوا | قلب کے ہلنے کا بجگو عارضہ پیدا ہوا
دوسرا مصرع بیان ہے دوسرا مرض پیدا ہونے کا چونکہ یہ کہہ دینا کہ دوسرا مرض پیدا ہوا ایک ایسا امر ہے کہ جس میں خفا ہے اور مقام مقتضی اس بات کا تھا کہ یہ خفا دور کیا جائے ایسے یہ کہنے کے دیکھنے کا بجگو عارضہ پیدا ہوا اُس پوشیدگی کو دور کر دیا۔

حالی

بن رہنے فرایض میں مسلمان ہیں ہندو | معمور مساجد ہیں تو آباد ہیں مندر
یہ جملہ کہ اپنے فرایض میں مسلمان اور ہندو بند نہیں خفا رکھتا ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس بات میں بند نہیں اور مقام اسکا مقتضی ہے کہ خفا دور کیا جائے پس دوسرے مصرع میں اُس بات کو بیان کر دیا۔

داغ

محبت میں جس جاگئے لٹ گئے ہم | لیا دل کسی نے دیا سر کسی کو

امانت

خدا نے اختیار اُسکو دیا ہے روز محشر کا | وہی مالک ہے محبت کا وہی قاسم ہے روزگار کا

جو تھا طور کمال اتصال کا یہ ہے کہ دوسرا جملہ پہلے سے اہم ہوا اور پہلے سے غرض متعلق نہ ہو مثلاً کہتے ہیں آئیے تشریف رکھیے یا لو کھانا کھاؤ یا جاؤ سور ہو ظاہر ہے کہ ان مثالوں میں دود و جملے ہیں پہلے جملے سے کوئی غرض نہیں اور مطلوب دوسرا جملہ ہے اسلئے کمال اتصال کے لحاظ سے فصل کیا گیا اور عطف سے اجزا ہوا جیسے آفتاب رے رے شمر میں چل دور ہو کہ چل سے کوئی غرض نہیں سطح نظام مہجوری کے شعر میں لوانہ تو چھوڑ۔

۵

وہ کسمسا کے شرب وصل اسکا کہنا ہے | لے اب تو چھوڑ مجھے تو نے خوب پیار کیا

اسی قبیل سے ہے اس قول میں میر حسن کے جاکہ اس سے کوئی غرض مطلوب نہیں۔ ۵

فقیر و سنیے آسان ہو تو خفا
چلے ہم بھلا جاترا ہو بھلا

اصغر	
نفس میں لے لیا بوسہ خفا کیون ہوئے ہوصاب	چلو مل بیٹھو جائے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہو
مقصود بالتمثیل چلو کہ اس سے کوئی غرض متعلق نہیں جیسے انسان کے اس شعر میں -	
چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہو	آؤ کہے ہی کو ہو آئین چلو سیر تو ہو
حالی	
ابھی ایک نکتے میں تم دونوں کو جھٹلاتی ہوں	لو سنو غور سے میں کہتی ہوں اور جاتی ہوں

اکمال انقطاع کی مشابہت

دو جلوئے درمیان کمال انقطاع کی مشابہت یہ ہو کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کے ساتھ متصل ہو نیکی مشابہت لکھا ہو پس دوسرے کو پہلے پر عطف کر نیسے یا ہیام پیدا ہوتا ہو کہ دوسرے جملہ کا لفظ کسی غیر یہ ہو حالانکہ وہ مقصود نہیں تھا ایسے دوسرے کو پہلے پر عطف نہیں کرتے اگر عطف کیا جائے تو معنی مراد میں خلل پیدا ہو جائے پس خلاف مراد کا وہم پیدا ہوتا عطف کو مانع ہے اسی وجہ سے اسکو کمال انقطاع کی طرح قرار دیا گیا ہے کمال انقطاع اور اس میں یہی فرق ہے کہ وہ مانع افزا قی ہے جس کا دفع کرنا کسی طرح ممکن نہیں ایسے کہ وہ ان دونوں جلوئوں میں ایک خبر یہ ہوتا ہے اور دوسرا انشائیہ اور دونوں میں کوئی جامع نہیں ہوتا اور انقطاع کی مشابہت کے موقع پر عطف کرنے کا مانع ایک ایسا ام ہوتا ہے جو دونوں جلوئوں کی ذاتوں سے خارج ہوتا ہے اور اس کا دفع کرنا کسی قرینے وغیرہ کے نصب کرنے سے ممکن ہوتا ہے اور کمال انقطاع کی مشابہت میں مرکب عطف کو فصل قطعی کہتے ہیں جیسے صاحب باغ و بہار لکھتا ہے فقیر نے ناچار خاطر سے مہمان کی استقبال کر کے مہنایت تپاک سے برابر اس جوان کے لالہ بٹھایا جوان اس کے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی جملہ دوم یعنی جوان اس کے دیکھتے ہی ایسا خوش ہوا جیسے دنیا کی نعمت ملی پہلے جملے پر معطوف نہیں کیونکہ معطوف ہونے کی صورت میں لازم آتا ہے کہ یہ بھی متکلم کے فعل سے ہوا ورنہ منظور نہیں اسی مثال میں ہے یہ عبارت روایے صادقہ کی ایک مصاحب کو یہ سوچھی کہ ان دونوں ولایتی سو فیض آئے ہوئے ہیں کسی ولایتی کو ایک پہلوان سے روایا جائے صاحب عالم اس ایجاد کو سن کر بھڑک گئے اور فرمایا بھئی واللہ تخت کی قسم کیا بات پیدا کی ہر اس عبارت میں (صاحب عالم اس ایجاد کو سن کر بھڑک گئے) کا عطف اس کے قبل پر نہیں کیونکہ عطف کی صورت میں لازم آتا ہے کہ یہ بھی اس چیز میں سے ہو جو مصاحب کو سوچھی تھی -

کمال اتصال کی مشابہت

یہ ہے کہ دوسرے جملے کو پہلے جملے کے ساتھ متصل ہونے کی مشابہت حاصل ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دوسرا جملہ جواب ہو اُس سوال کا جسکا چاہنے والا پہلا جملہ ہوا اور کلام کا قرینہ اُس پر دلالت کرتا ہو پس دوسرے جملے کا پہلے جملے سے فصل کیا جاتا ہو جس طرح سوال محقق مصرح سے جواب کا فصل کیا جاتا ہو کیونکہ دونوں میں اتصال ہوتا ہے اگر سوال و جواب کے معانی کی طرف نظر کی جائے تو ان میں کمال اتصال کی مشابہت ہوتی ہے اور اگر ان کے الفاظ کو دیکھا جائے تو ان میں کمال القطع ہوتا ہو کیونکہ سوال انشاء ہے اور جواب خبر ہے اگر ان کے قائلین پر غماز کیا جائے تو ہر ایک ایک متکلم کا کلام ہو اور ایک متکلم کے کلام کا دوسرے متکلم کے کلام پر عطف نہیں کیا جاتا پس تمام تقدیر و پیر فصل متعین ہو خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوسرے جملے کا عطف پہلے جملے پر نہیں کیا جاتا کیونکہ پہلا جملہ سوال کو مشتمل اور مقتضی ہوتا ہے پس ایسی حالت میں پہلے پر دوسرے کا عطف کرنا ایسا ہے جیسے جواب کا سوال پر عطف کرنا اس قسم کے فصل کو مستحیاف کہتے ہیں اور دوسرا جملہ کہ سوال مقدر کا جواب ہوتا ہے مستانفہ کہلاتا ہو اور اس پر استیفاء کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور استیفاء کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ سامع پر اُس حکم کا جو پہلے جملے میں ہوتا ہے سبب مبہم ہو اور سبب دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک عام و دوسرا خاص۔

سبب عام یہ ہے کہ سامع کو سیطرہ بھی حکم کا سبب معلوم ہو مطلقاً سبب جاہل ہو جیسے۔

سودا

جاری رہتا ہے مری چشم کا ناسور سدا

زخم کا دل کے تر و تازہ ہے انگور سدا

زخم و دل کا انگور تر و تازہ ہے پہلا جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہے جسکا جواب دوسرا جملہ ہے یعنی جب قائل نے کہا کہ زخم دل کا انگور سدا تر و تازہ رہتا ہو تو سوال کیا گیا کہ اس تر و تازہ رہنے کا سبب کیا ہے اُس نے اس سوال پر قدر کا یہ جواب دیا کہ میری چشم کا ناسور سدا جاری رہتا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ جب کوئی شخص کسی درد کی شکایت کرتا ہو تو اُس شکایت کے سبب و در مرض کا سوال کیا جاتا ہو اور یہ نہیں دریافت کیا جاتا کہ تمہاری تکلیف کا یہ سبب ہو یا یہ سبب ہو۔

مرزا حاجی شگفتہ

میں جلد از ہون وہ نفاذ شمار ہے

مشکل ہے میری اسکی ہو صحبت بآرام

یہ جملہ کہ میری اسکی صحبت برابر ہو مشکل ہو ایک سوال کو چاہتا ہے جسکا جواب دوسرا مصرع ہو یعنی جب قائل نے کہا کہ میری اسکی صحبت برابر ہو نامشکل ہے تو سوال کیا گیا کہ اسکا کیا سبب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب دیا گیا کہ میں جلد باد ہوں اور وہ تغافل شعار ہے۔

عنایت حسین کیفی

برے کی نہ پیشانی کی تحریر کسی وقت | اُلٹا نہیں حکم خط نقد یہ کسی وقت

پیشانی کی تحریر کا نہ بدلنا ایک جملہ ہے جو ایک سوال کو چاہتا ہے اور وہ سوال مقدر یہ ہے کہ پیشانی کی تحریر کیوں نہیں بدلتی اس سوال کا جواب دوسرا مصرع ہے۔

نحیف

جھٹھے کس طرح گیسوؤں کی محبت | یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہیں

گویا کہ کہا گیا کہ گیسوؤں کی محبت کیوں نہ جھٹھے اسکا جواب یہ دیا کہ یہ کالے ہمارے کھلائے ہوئے ہیں۔

ظفر

زیادہ عشق کی آتش اگر بھڑکے تو جلتے ہیں + | ہمارے استخوان کچھ خشک ہنرم سے نہیں کم ہیں

یہ قول کہ عشق کی آتش کے زیادہ بھڑکنے سے جلتے ہیں ایک سوال کا مقتضی ہے جسکا جواب دوسرا جملہ ہے جو دوسرے مصرع میں مذکور ہے۔

سبب خاص یہ ہے کہ سامع پہلے جملے کے حکم کے تمام سببوں کی نفی کو تصور کرتا ہو مگر ایک سبب خاص ایسا ہو کہ اسنے ثبوت میں متردو ہوا سیلے اسکا سوال کرے جیسے۔

صاحبقران

جسکو شہوت ہوئی تہتم سے | ابھی مقرر کسی چھپال کی خاک

پہلا جملہ جو پہلے مصرع میں واقع ہے وہ ایک سوال کا مقتضی ہے اور دوسرا جملہ یعنی دوسرا مصرع استیفاء ہے اور سوال یہ ہے کہ تم کو تہتم سے کیوں شہوت ہوگئی پس سوال سبب خاص سے ہے اور قرینہ اس پر تاکید ہے ایسی کہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سائل سبب خاص کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور تہتم سے شہوت ہو جانیکے ثبوت میں متردو ہے اور تمہید کا طالب ہے پس گویا کہ کہا گیا کہ تم کو تہتم سے کیوں شہوت ہوگئی کیا جس مٹی سے نیم کیا تھا وہ کسی چھپال کی قبر کی تھی پس تاکید کے ساتھ جواب دیا گیا اور چھپال کی خاک ہونے کی تاکید لفظ مقرر سے کی گئی۔ مطلق سبب کے جواب کو مؤکد نہیں کیا جاتا بلکہ سبب خاص کے جواب کو مؤکد کیا جاتا ہے پس جواب کا مؤکد کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ سائل

سبب خاص کا طالب ہے اور اس میں مترود ہے اور حقیقت مخاطب طالب مترود سمجھا جاتا ہے تو اس وقت حکم کو مؤکد کرنا مستحسن ہوتا ہے۔

امانت

اوم مارنے کی جانیں صاحب اساک
حقاکہ وہان دخل نہیں وہم وگمان کا
پہلا جملہ جو پہلے مصرع میں ہے سوال کو چاہتا ہے اور حقاکہ وہان دخل نہیں وہم وگمان کا استیناف
اور سوال یہ ہے کہ کیوں دم مارنے کی جانیں ہے کیونکہ جب کہا گیا کہ دم مارنے کی جانیں تو مخاطب
کے دل میں اس حکم کے ثبوت کے متعلق تردد پیدا ہوا اور وہ اس بات کا سائل ہوا کہ اس عجز کا کیا سبب ہے
اس سائل جملہ اول کے حکم کے ثبوت میں مترود ہے اور اس کے سبب کے دریافت کرنے کا طالب ہے اس
حقاکہ ساتھ تاکید کر کے جواب دیا گیا کہ وہان وہم وگمان کو رسائی نہیں کیونکہ مطلق سبب کے جواب کو
مؤکد نہیں کیا جاتا۔

شاداب

وصف کیسویں سرشتا طگی آتی ہے منکر
گویا کہا گیا کس واسطے سرشتا طگی وصف کیسویں فکر آتی ہے کیا آج زلف کے سبب عقدے ٹھکرائے گئے
پس سائل مترود ہے اور تعین کا طالب ہے اور جواب میں جو تعین ہے کا لفظ تاکید کیلئے ذکر کیا یہی بات پر
دلالت کرتا ہے کہ سائل کو سبب خاص کا دریافت کرنا منظور ہے اور اس میں اس کو تردد ہے اسی وجہ سے
تاکید کے ساتھ اس کو جواب دیا گیا۔

ظفر

پڑھا اور غزل کوئی بہت بدل فانی
والد ظفر فانیہ بسیار ہے موجود
مثلاً سوال مصرع اول پر گویا کہا گیا کہ کیا قافیہ بہت سامع موجود ہے اور سوال سبب خاص سے ہوا اور قافیہ بہت
تاکید ہے کیونکہ تاکید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سائل سبب خاص کو جو چھینا چاہتا ہے اور اس میں اس کو تردد ہے
دوسری قسم یہ کہ سامع پر سوال سبب کوئی اور چیز بہم ہو جو پہلے جملے سے تعلق رکھتی ہو اور
مقام سوال اس کا مقتضی ہو اور اسکی دو صورتیں ہیں۔
(الف) وہ شے عام ہو مثلاً۔

مثنوی شیرین خسرو

کہا شیرین مری حرم ہی خاص
کہا مجھ کو بھی اس سے ہوا خلص

یعنی فراد نے خسرو کے اس قول کے جواب میں کہ وہ میری خاص حرم ہو گیا کہا پس کہا گیا کہ اُس نے یہ کہا کہ اُس سے مجھے کبھی خلاص ہو اور ظاہر ہو کہ فراد کا قول خسرو کے قول کیلئے سبب نہیں ہو۔

مومن

کہا اُس بُت سے جا مرنے والا مومن کہ میں کیا کروں مرضی خدا کی
یعنی اُس بُت نے اس قول کے جواب میں کہ مومن مرنے والا ہو گیا کہا پس کہا گیا کہ اُس نے کہا کہ میں کیا کروں خدا کی یہی مرضی ہے۔

نسیم

پوشاک جو لینی ہو تو پہنچاؤ | بولین وہ چلو کہا قسم کھاؤ
یعنی تاج الملوک کے اس قول کے جواب میں کہ اگر نکو اپنی پوشاک لینی ہو تو مجھ کو پہنچاؤ پر یوں نے کیا کہا
پس جواب دیا گیا کہ پر یان بولین چلو پھر یہاں سوال پیدا ہوا کہ تاج الملوک نے پر یو سے اس قول کے جواب میں کہ چلو کیا کہا پس جواب دیا گیا کہ اُس نے یہ کہا کہ قسم کھاؤ۔
(ب) وہ شعر خاص ہو جیسے۔

مصطفیٰ

زلف مشکین اسکی شدت ہوئی خوشنوا تیز | سچ ہوا ہوتا ہو دندان گزند تیز
تقدیر عبارت یہ ہو کہ گویا قائل سے کہا گیا کہ یہ بات سچ ہو یا غلط ہو کہ معشوق کی زلف شدت سے خوشنوا تیز ہوئی ہو پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہو اور اسکی تائید میں یہ بھی کہا کہ ہاں سانپ کا دندان گزند تیز ہوتا ہو سوال جملہ اول سے پیدا ہوتا ہو اسلئے کہ جب قائل نے زلف کے شدت تیز ہو جانے کی شکایت کی تو اس سے سائل کو یہ تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ آیا زلف معشوق کا شدت سے خوشنوا تیز ہو جاتا ہو سچ ہے یا غلط پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو ہے مگر دونوں میں سے ایک کی تعیین چاہتا ہو اور یہ بات خاص ہے۔

علمی

مت چھپا حق کو نہ کہ ناحق کہ حق اٹھتی ہے | سچ تو ہو کیوں جھوٹ بولے آستانہ کے واسطے
تقدیر عبارت یہ ہو کہ گویا سائل سے کہا گیا کہ کیا یہ سچ ہو کہ دوست و آستانہ کے واسطے بھی جھوٹ بولتا چاہیے یا غلط ہو پس قائل نے جواب دیا کہ سچ ہو سوال جملہ اول سے پیدا ہوا ہو اسلئے کہ جب یہ کہا گیا کہ حق اٹھتا ہے چھپانے اور ناحق بات کو نہ کہنے سے اندر اٹھتی ہوتا ہو تو اس سے اس سوال کی تحریک ہوئی کہ کیا کسی

اپنے دوست کے واسطے بھی حق بات کو چھپانا اور ناحق بات کو کہنا نہ چاہیے۔

ظفر

تجھ سے دل لیکے دینگے اور کو ہم غلط اسے دلہا معاذا اللہ

جب یہ کہا کہ تجھ سے دل لیکے ہم اور کو دینگے تو اس سے سائل کو تحریک ہوئی کہ وہ یہ سوال کرے کہ یہ جو تم کہتے ہو یہ بات صحیح ہو یا غلط ہے پس سائل کو صدق و کذب کا تصور تو تھا لیکن انہیں سے ایک کی تعین کرانیکے لیے سوال کیا قائل نے جواب دیا کہ غلط ہے اور اسکی تاکید معاذا اللہ سے کی۔

تیسری قسم استیفاف کی یہ ہو کہ جسکے ذکر کیلئے استیفاف واقع ہوتا ہو اسکا اعادہ کیا جانا ہر صیغے

ظفر

عرق سے دو نہ خط مشکناٹ کو بانی مٹا ہی دے ہے حروف کتاب کو بانی

یہاں بانی کا اعادہ کیا گیا جسکی وجہ سے حکم کا استیفاف ہوا ہے اور سوال جو یہاں مقدمہ ہے وہ یہ ہو کہ کیوں خط مشکناٹ کو بانی نہ بن۔

ناسخ

مکتوب جو آیا تو ہوا میں دل شاد پیراہن پیچیدہ ہے گویا مکتوب

یہاں دوسرے مصرع میں مکتوب کا اعادہ کیا اسی کیلئے حکم کا استیفاف کیا گیا ہے اور سوال مقدمہ ہے کہ مکتوب کے آنے سے تم دل شاد کیوں ہو۔

ولہ

کیا ہے ذقن وہی میں نسبت انہن بھی ہے کب ذقن زرد

دوسرے مصرع میں ذقن وہی کا اعادہ کیا گیا ہے انہن کیلئے حکم کا استیفاف ہے اور سوال مقدمہ ہے کہ ذقن وہی میں کیوں نسبت نہیں۔

سودا

نہیں ڈرتا یہ لاٹھی واٹھی سے کیا کرے لاٹھی اسکی لاٹھی سے

یہاں دوسرے جملے میں لاٹھی کا اعادہ کیا ہے اسی کے لیے حکم کا استیفاف کیا گیا ہے اور سوال مقدمہ ہے کہ یہ لاٹھی سے کیوں نہیں ڈرتا۔

نظام رام پوری

دل لگے ہجر میں کیونکر مرا دل ترا سا نہیں پھر مرا

کبھی جماعتینا فیہ کو حذف کر دیتے ہیں جیسے۔

انشا

ایک تیرے سر آچڑھے چارونکے چارون لالان
گویا کہ یہاں سوال کیا گیا کہ کون چارون آچڑھے ہیں اسکا جواب دیا گیا کہ شاہ دریا شیخ سدوزین خان
نتھے میان یعنی شاہ دریا شیخ سدوزین خان نتھے میان آچڑھے ہیں۔

آغا علیخان مہر

تیرے گریبان کو نہیں ڈر بھری برسات میں
گویا یہاں سوال کیا گیا کہ کس چیز کا ڈر نہیں تو جواب دیا گیا کہ برق کا اولون کا مینہ کا ہدم کا سیلاب کا
یعنی برق کا اولون کا مینہ کا ہدم کا سیلاب کا ڈر نہیں ہے۔

وحید الدخان وحید

ہم چشم تھار نہیں دنیا میں کوئی اور
گویا سوال کیا گیا کہ کون ہم چشم ہو تو جواب دیا گیا کہ باریک کمر تنگ ہن اور بڑی آنکھ
ہم چشم تھار نہیں دنیا میں کوئی اور

جرات

پھرتا ہوں تجھ بغیر میں ہو کے دوانہ ہو بہ ہو
یا سوال کیا گیا کہ کہاں پھرتے ہو تو جواب دیا گیا کہ شہر بہ شہر بہ بدہ خانہ بجانہ کو کو یعنی ان مقامات میں پھرتا ہوں

منشی سلیم سہاے منشا

ظہور صبح نے سب کا رخا نہ کر دیا تیر
فنا کے ہی رہتا ہے تمنا ذکر نیر اکثر
فروغ شمع کا پروانہ کار باب محفل کا
سخن دان کا سخن کا شکر کا استاد کامل کا

شاہ نصیر

تو نے کہا رند کھیا شہ خوابان فوس
گویا سوال کیا گیا کہ کیا نہ کھیا تو جواب دیا گیا کہ ہم تیرے مجرے کے واسطے سو بار اٹھے اور بیٹھے
کبھی تمام استیانت حذف ہو جاتا ہے جیسے۔

قلندر

دل میں خیال ایک ہی دلبر کا خوب ہے
دل میں ایک ہی دلبر کا خیال خوب ہے اس سوال مقدر کا یہ جواب ہے کہ جب دل میں کسی دلبر کا خیال

پیدا ہو جاتا ہے تو دل و دلبون کے خیالات کی کش مکش اور صدات سے غراب ہو جاتا ہے پس استینان
حذف کر کے اُسکی جگہ یہ قول رکھ دیا گیا کہ جب دوسرا بادشاہ آتا ہے تو ملک اُبڑ جاتا ہے تاکہ اُس مخدوف پر
دلالت کرتا رہے۔

جعفر زلمی

وہ جو کہتے تھے کہ ہم ڈنڈوں سے توڑینگے سیرا دوڑ کر کوڑے تب بھی تو مایا پڑے
گویا یہاں سوال کیا گیا کہ جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم ڈنڈوں سے توڑینگے وہ سچے تھے یا جھوٹے تھے
اسکا جواب یہ دیا گیا کہ وہ جھوٹے تھے یہ سارا استینان یعنی وہ جھوٹے تھے حذف کر کے اُسکی علت کو
مخدوف پر دلالت کیلئے اُسکی جگہ رکھ دیا گیا۔

امیم

وصال مرتبہ انتہا ہے عاشق کو اگر نہ ہاتھ لگین جب تک نہ تھاہٹ
گویا یہاں یہ سوال کیا گیا کہ وصال کا مرتبہ انتہا ہونا سچ ہے یا جھوٹ اسکا جواب یہ دیا کہ یہ بات
سچ ہے پس یہ سارا استینان حذف کر کے اُسکی علت کو اُسکی جگہ رکھ دیا۔

ولہ

ایاک رکھتا پاک دامن سے حساب جو سے بھی گن گئے لیے گن کے دیے
تنبیہ یہ بیان چاروں حالتوں کا تھا جو فصل کی مقتضی بیان باقی حالتوں پر غور کرو جو وصل کو
چاہتی ہیں۔

کمال انقطاع مع ایہام

یعنی انقطاع جسکے ساتھ اس بات کا ایہام ہو کہ اگر وصل نہ کیا جائیگا تو سامع مشکوک کی مراد کے خلاف
سمجھ لیگا پس ایسے موقع پر وصل کرنا واجب ہوتا ہے تاکہ سامع اُس وہم میں نہ پڑے جیسے کہا جائے کہ یہ گھوڑا
سورہ پے کو آیا ہو مخاطب کے نہیں اور اندھکاری مدد کرے یعنی یہ بات درست نہیں پس یہ جملہ اخبار ہو
اور اندھکاری مدد کرے جملہ انشاء کیمہ دعائیہ ہو پس دونوں میں کمال انقطاع ہو لیکن باوجود اس انقطاع کے
عطف کیا گیا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مخاطب نے بد عادی ہو کر ایسے کہ جب کہا جائے کہ نہیں اندھکاری مدد کرے
تو یہ وہم ہو تاکہ بدو کا کرتا ہو حالانکہ مقصود دعا دینا ہو اور جب اور کے ساتھ عطف کر دیا تو اس وہم کے لیے
بالکل گنجائش نہ رہی پس جگہ معطوف علیہ نہی کا مضمون ہوا و معطوف دعا ہے۔

کمال نقطع اور کمال اتصال میں توسط

جملوں کا کمال انقطاع اور کمال اتصال میں متوسط ہونا وصل کو چاہتا ہو اور توسط وہاں ہوتا ہے جہاں دو جملوں کے درمیان نہ کمال انقطاع ہونے کا کمال اتصال اور نہ اُن دونوں کا کوئی مشابہت ہو پس جب ایسی حالت کے ساتھ دو جملے جمع ہو جائیں گے تو ان میں وصل کیا جائیگا اور دو جملوں میں توسط وہاں پایا جائیگا جہاں دونوں جملے خبر ہونے میں یا انشا ہونے میں متفق ہوں اور یہ آٹھ صورت پر متصور ہو۔
(۱) دونوں جملوں کے لفظ و معنی خبر ہوں جیسے۔

شاہ نصیر

وہ شعلہ رو ہو سورئوس اور سکاوسن عرق نشان ہو

حالی

ہو میں یوسف کی سختیاں جب دور اور ہوا ملک مسر پر مامور

ظفر

وہاں ہو عیش و عشرت باہم در میان آہ ناز و

انیس

مائل بہ سفیدی ہوا رنگ مرغ مہتاب اور دیدہ مردم سے سفر کرتے لگا خوب

ولہ

وہ سبزہ صحرا پہ پڑے گوہر شبنم اور صبح کی نوبت کی صدا آئے وہ ہرم

امو کوئی محمد اسمعیل

نہاں ہوئی قوس آخر کار اور عظمت شب ہوئی نمودار

نواب محبت خان

ظاہر ہو کہ تو بنگلوں کے جاے ہو سب کچھ اور یہ بھی ہو یہاں کہ میں کچھ نہیں کہتا

(۲) دونوں جملوں کے لفظ و معنی انشا ہوں جیسے۔

داسوخت قلق

اپنے کچھ دلی اجی مجھ سے کہو اور سنو بات بھی میری نہیں سنتے ہو لو اور سنو

کہو اور سنو وہ جملہ انشائیہ ہیں اور یہ دونوں جملے لفظاً و معنیاً انشا ہیں۔

حالی

قوم سے جو تھارے ہیں برتاؤ | سو چو میرے پیارے اور شرمائے

کہے ہے صید افگند صید گر میں کھینچ کر | کھینچ کر کہ کتنے رہ گئے جاندار اور بے جان کتنے ہیں

آہا میں نے اسے مادر نیک رے | یہ گلہ وہ ہے کون اور کیسی ہو گائے

ولہ

یہ لو بیوتا اور جلدی چلو | توقف نہ چلنے میں ہرگز کرو

مفتون

باتھو میں لے جام اور بوتل سنبھال | جلوہ جانان کو باتون میں نہ مال

(۳) دونوں جگے مٹا انشا ہوں اور لفظا خبر ہوں جیسے

سودا

اتھم کرتا ہوں و عالیہ پہ سودا یہ کلام | دوست ہوں شاد ترے اور ہوشمن بال

تیرے دوست شاد ہوں در تیرے دشمن بال | یہ دونوں جگے دعا یہ ہیں جو لفظا خبر یہ ہیں معنا انشا یہ ہیں

ولہ

یا رب جو تھے دوست ہیں ز قلم امید | ہوتے ہوئے پارا لکھی کشتی کو لگے دیر

اور اُس میں جو بد خواہ تر ہوئے لگے غم | سوچ اُسکو نکلنے نہ ہو یا تو نہیں بچر

دو سر شعر کے صدقین اور عطف کیلئے ہوا اور اس کے قبل کا جملہ بھی دعا یہ ہوا اور ابعد کا بھی جو معائنات ہیں اور لفظا خبر۔

میسر

رات اور بیچتے غیز نہیں نہ لیت لعل | اور سحر سحر دیکھنے کا ہم سے بہانہ کیجیے

چیجیے اور کیجیے بظاہر انشا ہیں کیونکہ امر کے صیغے ہیں مگر مراد ان سے خبر ہے اس لیے کہ پتے ہوا اور کرتے ہوئے کے معنی میں مستقل ہوئے ہیں۔

مولوی نذیر احمد

جب آئے موت تو سب کا بیخ ہوا انجام | جہین تو نہ تھیں بلکہ میں عافیت سے چین

ذوق

جز کہ ہوں بدخواہ و دانشا اور غمگین رہیں اور یاد خواہوں کے دل مجھ دین ہمیشہ شاد کلام
(۳۴) دونوں جملے معنا انشا ہوں اور پہلا لفظ خبر ہوا اور دوسرا لفظ انشا جیسے۔

۵

سدا ہے وہ زمانے میں بات کوہ جلال اور اسکے دشمن کو رکھ تو بائال مال
دونوں جملے معنا انشا ہیں کیونکہ دعا ہیں اور پہلا لفظ خبر ہے کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہے اور
دوسرا لفظ انشا ہے کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہے۔

۵

نرد ہو جائے یارب پائے انداز اور اپنے عشق سے کر تو سراسر فراد
اسمین بھی وہی صورت ہے۔
(۵۵) دونوں جملے معنا انشا ہوں اور لفظ پہلا انشا ہوا اور دوسرا خبر جیسے۔

انشا

مدام عقدہ کشا رکھ اسے زمانے میں اور اسکے ہاتھ ہے سیسے دلی بچھاوٹ
دونوں جملے معنا انشا ہیں کیونکہ دعا ہیں اور پہلا لفظ انشا ہے کیونکہ صیغہ امر رکھتا ہے جو دعا کیلئے ہے
اور دوسرا لفظ خبر ہے کیونکہ صیغہ مضارع رکھتا ہے جو دعا کیلئے ہے۔
(۶) دونوں جملے معنا خبر ہوں اور لفظ انشا ہوں جیسے۔

مولوی محمد اسماعیل

ہر جرات کی کمی بیشی فقط + در نہ جاڑا کون اور گرمی ہے کیا
دوسرے مصرع کے دونوں جملے لفظ انشا ہیں اور معنا خبر ہیں کیونکہ استفہام بحاری کو مشتعل ہیں
جو اگرچہ انشا میں اخل ہے مگر خبر کی تاویل میں ہر اسلئے لفظ انشا سمجھا جاتا ہے اور معنا خبر۔

نور علی

اہم کیا لکھیں و صفحا سکا ہے تحریر سے باہر اور مسخ سے کہیں کیا کہ ہو تقریر سے باہر
دونوں مصرعوں کے دونوں جملے استفہام بحاری کو مستنہم ہیں اسلئے معنا خبر ہیں اور لفظ انشا۔

امیر حسن امیر سہارن پوری

کیا نہ تھی لونڈی اور کیا ہم تھے مولانا تھے کیا نہ تھی محکوم تو کیا ہم تھے آفا نہ تھے

اموجان مقتون	
خوف عصیان کیسا اور کیسا غم	آج روز عیش ہوئے بے حساب
(۷) دولون جملے معنا خبر ہوں اور پہلا لفظ انشا ہو اور دوسرا لفظ خبر ہو جیسے - ۵	
تازگی جسم و جان میں کب کب تھی	اور مخلوق ساری مرجاتی
پہلا جملہ بوجہ استفہام نکاری ہو نیکی لفظ انشا ہو اور معنا خبر ہو اور دوسرا جملہ لفظ و معنا دولون طرح خبر ہو۔	
سج الکسی بخش مجسم	
حیف ہو یہ نہ مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھو	اور ہر وقت ہے پیش نظر جام لب
دولون جملے معنا خبر ہیں اور پہلا لفظ بھی خبر ہو اور پہلا لفظ انشا ہو اسلیئے کہ دیکھو امر حاضر کی جمع کا صیغہ ہے اور مراد اس سے یہ کہ مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے ہو۔	
(۸) دولون جملے معنا خبر ہوں اور پہلا لفظ خبر ہو اور دوسرا لفظ انشا جیسے - ۵	
میں یہ سارے دوست بدل جیتے جی کے واسطے	کون مر لے بھلا تھپے کسی کے واسطے
پہلے مصرع میں جملہ خبریہ ہو اور دوسرے مصرع میں جملہ انشائیہ ہو جو معنا خبر ہو اور لفظ انشا ہے کیونکہ استفہام نکاری ہو جو معنا انشا ہوتا ہو اور لفظ خبر۔	
یہ خطا شانے سے ہو رہم کرے وہ زلف کو ظفر	اور خطا وار دن میں تم اس بیخدا کا نام لو
پہلا جملہ لفظ خبریہ ہو اور دوسرا لفظ انشائیہ ہو کیونکہ لو امر کی جمع کا صیغہ ہو مگر مراد اس سے حال ہے یعنی اس بے خطا کا نام لیتے ہو اس صورت میں معنا دولون جملے خبریہ ہیں۔	
جامع کی حقیقت	
جو وصف دولون جملوں کو جمع کرتا ہے اسکے لیے یہ واجب ہو کہ دولون جملوں کے مسند الیہوں میں کوئی مناسبت ہو اسلیط دولون جملوں کے مسند و نہیں بھی مناسبت ہونا چاہیے یہ نہ کہ صرف مسند الیہوں یا فقط مسند و نہیں مناسبت ہو کیونکہ دولوں کے عطف کیلئے ارتقا کا کافی نہیں۔	
(۱) اگر مسند الیہ دولوں میں متحد ہوں تو اسکے لیے کسی اور مناسبت کی ضرورت نہ ہوگی یعنی متحد ہونے کی نسبت کافی ہے جیسے۔	
مثنوی بہار اُمید	
تنگہ سستی میں کشائش کا دلائی ہو	اور بلا دہنیں ہو تو صبر کی کرتی لطفیں

المرئج میں کام آتی ہو لکے اکثر اور کٹھن دقت میں تو تھامتی ہو لکے

چارون جلوئین امید مسند الیہ ہو۔

مرزا احمد بیگ ذاکر

چھوڑ اسلام کو اور سچے تشقہ ذاکر طالب کفر ہو اور اس بُت عیار سے مل

دونوں جلوئین ذاکر مسند الیہ ہو۔

حالی

موجود سخن گوہون جہان میں طیبک اور جاتے ہیں بن آپ طیبو نہیں سخن گوہ

دونوں جلوئین آپ مسند الیہ ہے

ولہ

اگر اسلام کی کچھ حمیت ہو تمکو توجلدی اٹھو اور اپنی خبر لو

دونوں جلوئین مسند الیہ مخاطب ہے

ذوق

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف اور اس ضعیف سے کل کام و جہان کیلئے

دونوں جلوئین مسند الیہ خدا ہو۔

آزاد

اہل تحصیل کو پڑھنے کے سوا کام نہیں اور جہان میں بھین فکر و سرور شام نہیں

دونوں جلوئین مسند الیہ اہل تحصیل ہیں۔

نظم

یاں آدمی پہ جان کو دے ہو آدمی اور آدمی کو تنہ سے لے لے ہو آدمی

دونوں جلوئین آدمی مسند الیہ ہو۔

(۲) سبط اگر مسند متغیر ہوں تو انہیں بھر کس دم سری مناسبت کی ضرورت نہیں یہی اتحاد کافی ہو صرف

مسند الیہ انہیں کوئی مناسبت ہونا چاہیے نہیں۔

واسوخت قلق

ہم ادھر رونے لگے اور وہ ادھر رونے لگے

دونوں جلوئین مسند متحد ہیں اور مسند الیہ انہیں عاشقی و معشوقی کی مناسبت ہو۔

میر	
اور دونوں کو قیامتیں گزریں	را تو ان کے مصیبتیں گزریں
دونوں جلوئیں مصیبتیں اور قیامتیں مسند الیہ ہیں اور گزریں دونوں جلوئیں مسند متحد ہیں	
قدرت	
تن سے جان چھوٹے ہو اور جان سے تن چھوٹے ہو	شب ہجران کی مصیبت میں لکھون کیا قدرت
تپ چھلے مصرع کے دونوں جلوں میں مسند متحد ہیں اور مسند الیہ بھی باہم مناسبت رکھتے ہیں۔	
پیش	
اگر ابھی چونچ کھولوں تو آفت اٹھے	خزانی اٹھے اور قیامت اٹھے
(۳) اگر دونوں جلوں کے مسند الیہ مختلف ہوں تو اس وقت میں انہیں کوئی خاص مناسبت ہونا چاہیے عام مناسبت کافی نہیں مثلاً دو آدمی مسند الیہ ہوں تو ان کے مسند الیہ واقع ہونے کیلئے صرف انسان ہونا یا کھڑا ہونا یا بیٹھا ہونا کافی نہیں بلکہ دوستی یا دشمنی یا رشتہ داری یا میر ہونے یا تاجر ہونے کی مناسبت ہونا چاہیے یا اس طرح کوئی اور مناسبت ہو اس طرح مسند مختلف ہوں تو انہیں بھی کسی قسم کی مناسبت کا ہونا ضرور ہو چھین۔	
مولوی محمد معیصل	
اور زمین تو لوگوں کو دیتی تھی جلا	لو مسافر کا مجلس دیتی تھی منہ
پہلے جلے ہیں لو اور دوسرے میں زمین مسند الیہ ہیں اور ان دونوں میں ملاہمت کی نسبت ہے اور مسند و زمین یہ نسبت ہو کہ مجلس دینا بھی جلا دینے کے قبیل سے ہو کہ میثی کافر ہو۔	
مذہب عشق	
تو دیا ہے اور میں ہوں تشنہ جگر	بجھا پیاس کو میری جلد آن کر
دونوں جلوئیں عاشق و معشوق مسند الیہ ہیں اور انہیں عشق کا ہونا بیان جامع ہو اور مسند و زمین یہ نسبت ہو کہ پانی تشنگی دفع ہونیکا ذریعہ ہو۔	
حالی	
طبع غالب ہے اور میں مغلوب	نفس قاہر ہے اور میں مقہور
دونوں مصرعوئیں مسند الیہ زمین جزو کل کی نسبت ہو اور مسند و زمین تضاد کی۔	
ظفر	
بظاہر سب ہیں انسان ایک باطن کی خدا جانے	کہ ہیں انسان انہیں کتنے اور حیوان کتنے ہیں

دونوں جلوئین مسند الیہ انسان اور حیوان میں اور ان میں جزو کلی کی نسبت ہے۔

داغ

ولمیں کیا خاک جگہ دون ترے را تو ککو اگر مکان ہی یہ خراب و کمین اچھے ہیں

دونوں جلوئے مسند الیہ یونین ظرفیت و منظر و فیت کی مناسبت ہے اور مسند و یونین تضاد کی نسبت ہے

میر

اب وہی گھر ہے بے سرو سایہ اور ہون میں وہی فرومایہ

مسند الیہ دونوں جگہ وہی ہے اور مسند و یونین ظرفیت و منظر و فیت کی مناسبت ہے اور ملکیت کی مناسبت بھی کہہ سکتے ہیں۔

انیس

مضمون گہر ہیں اور صدف سینہ ہے ہے صاف تو یہ کہ قلب بے کینہ ہے

مضمون اور سینہ مسند الیہ ہیں اور دونوں میں مناسبت ہے کہ مضمون سینے سے پیدا ہوتا ہے اور صدف و گوہر میں بھی یہی مناسبت ہے یعنی گوہر صدف میں پیدا ہوتا ہے۔

سیفقتہ

سب سیمین محو اور وہ سے علیہ آئینے میں ہر آب نہ آئینہ آب میں

مسند الیہ یونین خالقیت اور مخلوقیت کی مناسبت ہے اور مسند و یونین تضاد کی جامعیت ہے۔

احمد علی صادق

تھیں ترمی غزلین مقیدے دل را اور تھیں ہر شہر تیرا دل پذیر

مسند الیہ یونین جزئیت و ملکیت کی مناسبت ہے۔ اور مسند و یونین تضاد کی جامعیت ہے۔

مفتون

اوہ غنی ہو اور وہ رحمان ہو آئیہ لا تقفلوا الدان ہے

ظفر

تیری موم نوشی کی خاطر ساغریں سیمین ہوا اور گزک کے واسطے زرین کا بی آفتاب

آتش

میکدیمین جل کے سیر عالم نرنگ کر
قلقل مینا ہو نغمہ اور دور جام قص

انشا

رات وہ بولی مجھ سے ہنس کر چاہے میان چھوٹیں
میں ہوں ہنسوڑا اور تو ہوں مقطع میل تر میل نہیں

ناسخ

تنتنا ہر ساتی کبھی نرم سے میں
وہ سرشار ہوا اور ہشیار میں ہوں

(۵) اگر مسند الیہو نہیں مناسب ہوگی اور مسند زمین مناسب ہوگی یا اس کے پکس کو کا تو عطف صحیح نہ ہوگا جیسے کہ میں میرے موزے تنگ ہیں اور میرا مکان تنگ ہے اس طرح زید شاعر ہے اور عمر کا لالہ ہے۔
(۵) جامع میں قسم پر ہر ایک عقلی دوسرا وہی تیسرا خیالی۔ اور عقل ایک قوت ہر نفس کے واسطے جس کے سبب سے نفس علوم اور ادراکات کیلئے مستعد ہوتا ہے اور یہ قوت بالذات کلیات کا ادراک کرتی ہے بہت سے علماء جیسے رباب معانی و علم باطن و متکلمین کہتے ہیں کہ عقل کی حقیقت کا علم بہن نہیں اور وصف اس کا صحیح نہیں باوجودیکہ اُس کے وجود کا یقین ہے مگر بندے اُس کے علم سے ناواقف ہیں۔

اور وہ ہم سے مراد وہ قوت ہے جو خاص معانی کو جو خاص صورتوں میں ادراک کرتی ہے مثلاً کوئی بھیڑ یا خاص ہوا اُس کو جو کسی خاص کبری کے ساتھ عداوت ظہور میں آئی ہو اُس کو قوت واہمہ کے ذریعہ سے معلوم کر لے بغیر اس کے کہ وہ عداوت حواس ظاہرہ کے ذریعہ سے اُس کو پہونچی ہو کیونکہ حواس کے ذریعہ سے جو چیز پہونچتی ہے وہ صورت کہلاتی ہے مثلاً جب ہم کسی چیز کو چھ کر مزہ معلوم کرتے ہیں تو یہ مزہ صورت کہلاتا ہے نہ معنی پس بھیڑیے کو کبری کے ساتھ عداوت کا معلوم کر لینا قوت واہمہ کے ذریعہ سے ہوتا ہے اور یہ معنی کہلاتا ہے کسی حس کے ذریعہ سے یہ معنی بھیڑیے کو حاصل نہیں ہوتے۔

اور خیال سے مراد وہ قوت ہے جس میں محسوسات کی صورتیں جمع ہوتی ہیں اور یہ جس مشترک کا خزانہ ہے حواس خمسہ سے جو چیزیں محسوس ہوتی ہیں ان کو جس مشترک لے لیتا ہے اور ان کو لیکر خیال میں رکھ دیتا ہے پھر ایک اور قوت ان صورتوں میں تصرف کرتی ہے اس طرح کہ کبھی ایک کو دوسرے سے مرکب کرتی ہے اور کبھی ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرتی ہے اور ایسے ہی ان صورتوں میں جو معنی ہیں مثلاً بھیڑیے کی دشمنی کبری سے ان باپ کی دوستی بیٹے سے ان معنوں کو مرکب کرتی ہے یا علیحدہ کرتی ہے مثلاً ایک آدمی جس سر کا تصور کریں اس میں ترکیب ہے یا بن سر کا آدمی تصور کریں اس میں تفصیل ہے اور علیٰ ہذا القیاس اس قوت کو مقلد کہتے ہیں اور متخیلہ بھی اس کا نام ہے مقلد اُس قوت کو اسوقت کہتے ہیں جبکہ عقل اس سے کام لے اور متخیلہ اُس حالت میں بولتے ہیں کہ وہ ہم اُس سے اپنی خدمت لیوے چونکہ

عقل انسان سے مخصوص ہے اس لیے یہ قوت بھی سوائے انسان کے اور حیوانات میں نہیں ہوتی یہاں خیالی قوت خیال کی صورتوں اور اُنکے معانی میں قوت تخیل کا تصرف بطور مذکور مراد نہیں بلکہ صرف وہ صورت مراد ہے جو جس مشترک کے ذریعہ سے خیال میں پہنچتی ہو۔

جامع عقلی

وہ ایک امر ہے جس کے سبب عقل تقاضا کرتی ہے کہ قوت منکرہ میں دُجملے جمع ہو جائیں اور وہ امر کئی طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) دونوں جلوئیں یا منبر بہ تصور عقل میں ایک ہوں اور یہ اُسی صورت میں ہوتا ہے کہ دوسرے جملے کا منبر عنہ یا منبر بہ وہی ہوتا ہے جو پہلے جملے کا ہوتا ہو مثلاً۔

ہوس

یون یا س سے گفتگو تو مت کر اور نجد کی آردو تو مت کر

دونوں جلوئیں منبر عنہ متی ہیں۔

ظفر

میرے گریے نے نہ ڈھویا دکا بے ایک داغ اور دل سے یار کے حرف محبت دھو دیا

دونوں جلوئیں منبر عنہ متی ہیں اور وہ منکلم کا گریہ ہے۔

ولہ

انسان کو کل کا پتلا بنایا ہے اُسے آپ اور آپ ہی وہ کتنا ہر پتلے کو کل کے چل

ہوس

جو بلی سے دل ہتی کروں میں اور چاہ سے کوہی کروں میں

دونوں جلوئیں منبر عنہ ایک ہیں اور وہ منکلم ہے۔

نعمیم

میں اس دل کے جفا سننے کے صدقے اور اس سے سہ کے چپ رہنے کے صدقے

دونوں جلوئیں مسند الیہ متی ہیں اور وہ منکلم ہے اور مسند بھی متی ہیں۔

انشا

دایہوں کے ہوس دے پئے سرنج اور بچوں کے چٹے پٹے سرنج

ہوے کی بارہا تھی گھوڑے سُرُخ	اور سوار کے سارے جوڑے سُرُخ
دونوں شعر و سخن مخر بہ ایک ہیں اور وہ سُرُخ ہونگے۔	
ظفر	
ہوے دونوں کچھ ایسا سوچ کر چپ	کہ وہ چپ ہیں اُدھر اور ہم ادھر چپ
پچھلے مصرع میں دو جملے ہیں اور دونوں میں مخر بہ ایک ہیں اور وہ چپ ہونا ہے۔	
عبدالغفور شہباز	
دلے ناکامی رقیب رو سیہ گھر لے چلا	اور میں یہ خوش کہ رہی ہمتی دلبر لے چلا
دونوں مصرعوں میں دونوں جملوں کے مخر بہ متحد ہیں۔	
(۲) کسی قید مثلاً صفت۔ حال۔ ظرف وغیرہ میں اتحاد ہو یعنی اگر ایک جملہ صفت یا حال یا ظرف وغیرہ کے ساتھ مقید ہو تو دوسرا بھی ویسا ہی ہو مثلاً۔	
لفیس	
فلک کے پار غم و درد کی صدائیں تھیں	تمام غمبے میں ماتم تھا اور بجائیں تھیں
پچھلے مصرع کے دونوں جملے ظرفیت کے ساتھ مقید اور متحد ہیں۔	
سودا	
نسیم ہے تے کوچے میں اور صبا بھی ہے	ہماری خاک سے دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے
پہلے مصرع میں دو جملے ہیں اور وہ قید ظرفیت میں اتحاد رکھتے ہیں۔	
ظفر	
چشم و سُرُخ کو دیکھ کر تیرے سلامی سا دل	دنگ ہے زگس میمان اور آئینہ حیران ہے
دونوں جملے پچھلے مصرع کے قید ظرفیت میں اتحاد رکھتے ہیں۔	
کنا بکرم	
از تہ منہ کی بجلی دیکھ کر کل رات حسرت ہے	از زمین پر لوٹتی تھی چاندنی اور شمع جلتی تھی
پچھلے مصرع کے دونوں جملے قید حسرت میں اتحاد رکھتے ہیں۔	
واجد علی شاہ	
غم حسین سے سوسن کی ہی سیہ پوشاک	فلک بھی نیلا ہے اور جامہ گلستان سُرُخ
غم حسین میں پچھلے مصرع کے دونوں جملے اتحاد رکھتے ہیں۔	

(۳۴) دونوں جلوئین تماشل ہو اور تماشل یہ ہے کہ حقیقت یعنی نوع میں متفق ہوں اور عوارض میں مختلف ہوں اور باوجود اسکے کسی ایسے وصف میں بھی دونوں شریک ہوں جو انکے ساتھ ایک قسم کا اختصاص رکھتا ہو جیسے زید آیا اور عمر گلیا پس یہاں زید اور عمر میں تماشل ہوا کیلئے کہ دونوں کی حقیقت ایک ہو کیونکہ دونوں انسان ہیں لیکن عوارض میں مختلف ہیں کیونکہ ایک کی صورت اور نام دوسرے سے جداگانہ ہے یہ شمال مسند الیہ نہیں تماشل کی ہو۔

میر
اہم توب خوش رنگ کو اسکے مانع لہجہ آج اور غور سے اُن نے ہلکے جانا کنکر تیر آج
پہلے جلے میں شخص منکمل یعنی عاشق اور دوسرے جلے میں شخص غائب یعنی معشوق کی ذات مسند الیہ ہو اور نوع دونوں کی واحد ہو عوارض میں متحد ہو۔

قنوی سعدین
صاحب عقل اُس کو جانتے ہیں اور منصف سب اُنکو مانتے ہیں
صاحب عقل اور منصف دونوں جلوئے مسند الیہ ہیں جو نوع میں متفق ہیں اور عوارض میں مختلف۔
اشرف بیک خان شرف

آسرا تیرا ہی پس رکھتے ہیں گنگال سدا اور بھروسے پہ ترے جیتے ہیں بد حال سدا
گنگال اور بد حال دونوں جلوئیں مسند الیہ ہیں جو نوع میں متحد ہیں اور عوارض میں مختلف۔

سید اکبر حسین اکبر
تبان مغربی سے ہیں تعارف کی تباہی میں دیکھو کائنات میں اور وہ مریاں دیکھینگے
حسرت
ملافت عشق کے معنے کو جو سمجھے دے چٹے صراح اور وہ قاموس حلوائے
صرح اور قاموس نوع میں متحد ہیں اور وہ علم لغت ہو۔

ممتاز
گو تھے مشہور جہاں حسن میں یوسف ہدم اور عیسیٰ بھی بھڑا کرتے تھے اعجاز کا دم

ولہ
یوسف اُنے قومصر کے بازار میں بکے اور اِک نبی نے نار میں جلوئے دکھائیے

میر حسن

یہ طرفہ ترک تیری پہنچاتی نہیں زبان | اور تیرے سامنے مری جلتی نہیں زبان |
 زبان خواہ منکلم کی ہو یا مخاطب کی سب درحقیقت ایک ہیں اگرچہ سبب اضافت کے انکا تشخص ہر جگہ
 بدل گیا ہو مگر جب اضافت شخصہ سے مجرود کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہو۔
 اور مسند و نہیں تامل کی مثال یہ ہو دیکر کا باب ہے اور عمر و خالد کا باب ہے پس باب ہونا
 خواہ بکر کا ہو یا خالد کا یا اور کسی شخص کا سب درحقیقت ایک ہیں اگرچہ بوجہ اضافت کے انکا تشخص ہر جگہ
 بدل گیا ہو مگر جب اضافت شخصہ سے مجرود کیا جائے تو حقیقت ایک باقی رہتی ہے۔

شباب

کس سوچ میں ہو زنا ہرک جردہ دیکھ کر | یہ ہر شراب ہندی اور وچ و لاسی ہے |
 شراب خواہ ہندوستانی ہو یا یورپ کی درحقیقت سب ایک ہے اگرچہ بوجہ تشخص انکا تشخص ہر جگہ بدل گیا ہو۔

ولہ

دیکھ کر کہتے تھے لاش کو عدو قتل میں | لاش اکبر کی یا اور لاشہ اصغر یہ ہے |
 لاش اکبر اور لاش اصغر مسند بیان میں تامل ہو کیونکہ دونوں کی حقیقت ایک ہے لیکن تشخص مختلف ہیں۔
 تنبیہ اگر کہا جائے کہ عقل کلیات کا ادراک کر سکتی ہے اور جزئیات کا ادراک اُس کا کام نہیں بلکہ
 جزئیات کا ادراک حواس سے علاقہ رکھتا ہے اور تامل جزئیات میں سب سے پہلے اس کا ادراک
 عقل کیونکر کر سکتی ہو اور تامل جامع عقلی کی قسم میں کیونکر محسوب ہو سکتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ قول
 بیشک درست ہے لیکن قوت علاقہ دو متلون کو یعنی زید اور عمر و کو تشخص اور تعین خارجی سے مجرود کرتی ہے
 یعنی زید کو زید اور عمر و کو عمر و نہیں جانتی بلکہ انسان مطلق انکو خیال کرتی ہو پس گویا زید آیا اور عمر و گیا
 کے یہ معنی ہیں کہ انسان آیا اور انسان گیا۔

بعض فضلا کہتے ہیں کہ تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہے تجانس کے معنی ہیں کہ دو چیزیں ایک جنس کی ہوں
 مثلاً آدمی اور گھوڑا جو جنس میں شریک ہیں یعنی وہ بھی حیوان ہے اور یہ بھی اور تشابہ کے معنی یہ ہیں کہ
 دو چیزیں عوصیات میں متحد ہوں مثلاً زید اور عمر و دونوں سخاوت یا شجاعت میں شریک ہوں یعنی
 یہ بھی سخی یا شجاع ہو اور وہ بھی پس تجانس اور تشابہ بھی جامع بن سکتا ہے مثلاً حیوانات کے بیان میں
 کہا جائے کہ طوطا ایسا ہوتا ہے اور میل ایسا ہوتا ہے اور گھوڑا ایسا ہوتا ہے اور بہادرون کے ذکر میں
 کہا جائے کہ زید ایسا شجاع ہے اور عمر و ایسا شجاع ہو۔

اشرف بیگ خان اشرف

موسم خاص کا محتاج نہ ہو جس کا مشر اور کسی نگ سے خالی نہ ہو جس کا مکمل
 نزدیک دونوں جلوئین مسند الیہ میں اور جنس دونوں کی ایک ہے یعنی وہ بھی نہائت میں سے ہو
 اور یہ بھی اور نوع مختلف ہو اور مسند دین میں جو جامعیت ہو وہ بھی ظاہر ہو۔

اشیں

اسوار کھلی پیل پیا دے بھی تھوڑے ہیں مکمل سترہ تو اونٹ ہیں اور میں کھوٹے ہیں
 اونٹ اور کھوڑے مسند الیہ میں جن کی جنس ایک ہو یعنی دونوں حیوان ہیں اور نوع مختلف ہو۔

برکھارت

کرتے ہیں پیسے بہو بہو + اور مور کھنگارتے ہیں ہر سو

میرسن

چمن سے بھر باغ گل سے چمن کہیں زرس اور گل کہیں یا سمن
 چنبیلی کہیں اور کہیں موگرا کہیں لے پیل اور کہیں موتیا
 کہیں ارغوان اور کہیں لالہ زار جبے اپنے موسم میں سبکی بہار

ظفر علی بیگ

میسری شجاعت نخل بنا اور میسری جرأت اک اسکی ٹالی

یعنی مخاطب اور متکلم کی شجاعت میں تشابہ ہو اور دونوں مسند الیہ میں۔
 (سم) دونوں میں تضاد الف ہو تضاد الف کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز دوسری کی نسبت سے معلوم ہو
 یعنی ایک کا تصور دوسرے کے تصور کو لازم ہو مثلاً کسی شخص کے باپ ہونیکا تصور اس کے لیے بیٹا ہونیکے
 تصور کو لازم ہے جیسے کہیں زید کا باپ لکھتا ہو اور اس کا بیٹا پڑھتا ہو ان دونوں جملوں میں باپ اور
 بیٹا مسند الیہ ہیں اور جامع ان دونوں میں عقلی ہو اور وہ تضاد الف ہو۔

وحید

بن بن کے برق سایہ تنغ ظفر گرا وان مورچے سے باپ اٹھایاں لپہر گرا

مقصود بالتمثیل مصرع ثانی ہر پہلے جملے میں باپ اور دوسرے میں بیٹا مسند الیہ ہیں دران دونوں
 تلمیذ کے درمیان حرف عطف محدود ہے اسی قبیل سے ہر اہل واکثر کران دونوں کے مفہوم میں تضاد الف ہو
 کیونکہ جو عدالتی کے وقت دوسرے سے پہلے نفا ہو جاتا ہو وہ اقل بہت اور دوسرا اکثر ہے پس ہر ایک کا کھنڈ

دوسرے کے اعتبار سے ہو مثلاً غروب ہو اور زید چھوٹا ہو پس انہیں سے ہر ایک سے سرے کے اعتبار سے سمجھا جاتا ہے۔

حالی

کیا کہو ان حال درونہائی | وقت کوتاہ و قصۂ طولانی

پہلے جلیے میں وقت و دوسرے میں قصۂ مسند الیم ہو اور پہلے جلیے میں کوتاہ و دوسرے میں طولانی مسند

ولہ

ایک عجیب اور سوز آزار | ایک رنجور اور سونا سوز

میر

اضطراب قلبی و صفت میں کیونکہ نہ مروت | جان و احسے مری اور ہن آوارگی

ظفر

ابو وہی جان بر جسے شربت دیدار توں | اک انار اور سیکڑون پیار میں کوئی ہو

محمد حسین مختار

وقتہ نہیں ہے طول یہ ہے مختصر کلام | نحوڑ ہے وقت اور ہر باقی بہت سکا

نحوڑ اور بہت کے مفہوم میں تضال ہے۔ اس طرح علت و معلول کے مفہوم میں بھی تضال ہے۔ اس لیے کہ جب ایک چیز سے دوسری چیز صادر ہوتی ہے تو پہلی علت ہوتی اور دوسری معلول ہوتی ہے۔ پس اگر معلول کا وجود اس علت کے سوا کسی اور علت پر موقوف نہ ہے تو اسے علت تامہ کہتے ہیں اور اگر کسی شے کے ذریعہ سے صادر ہو تو علت ناقصہ نام رکھتے ہیں مثال اسکی۔

محمد حسین آزاد

ای دو سہ تیر اکھم تنہا جاری جہان میں | اور روشنی قہی عام زمین آسمان میں

خطاب آفتاب کی طرف ہے آفتاب علت ہے در روشنی معلول ہے اس مناسبت سے دونوں مجلوں میں عطف واقع ہوا ہے۔

ولہ

ہوتا زمانہ بکہ ہو دہستہ شام سے | اور تو بھی ہے تھکا ہوا دنیا کے کام

مخاطب یعنی آفتاب سبب ہو اور زمانہ مسبب۔

حالی

اُس کے مرے سے مرگئی دلی | خواجہ نوشہ تھا اور شہر ہرات

پہلے جملے کا مسند الیہ خواجہ ہر اور دوسرے کا شہر اور انہیں جو نسبت ہو وہ ظاہر ہو اور مسند پہلے جملے میں
نوشتہ ہے اور دوسرے میں برات اور انہیں یہ نسبت ہے کہ نوشتہ سبب ہر برات ہونی چاہیے۔

مولوی محمد اسماعیل

ہند کی سرزمین ہے ان مانا اور ہمالہ پہاڑ جبل داتا

ہند کی سرزمین اور ہمالہ پہاڑ دونوں جلوئے مسند الیہ میں اور حیثیت میں شریک ہیں اس لیے
کہ دونوں جمادات کی قسم ہیں اور ان مانا اور جبل داتا مسند میں اور انہیں درجہ جامع سمیت ہر اس لیے کہ پانی
ناج کے پیدا ہونے کا سبب ہے۔

انشا

مفت جل جلے گا پرے بھی سرگ ارے بن آگ اور تو ہے خس

مسند الیہوں میں دونوں جلوئے کے عشق جامع ہر اور مسندوں میں جامع سمیت ہر اس لیے
کہ آگ سبب ہے خس کے جلنے کا۔

جامع وہی

وہ ہے کہ اُس کے سبب سے وہم خیال کرتا ہے کہ دو جملے قوت منکرہ میں جمع ہو جائیں پس جامع وہی
واقع میں کوئی جامع نہیں بلکہ باعتبار اس بات کے جامع ہے کہ وہم نے اُس کو جامع بنایا ہے۔ اور
جامع وہی تین وجہ سے پایا جاتا ہے۔

(۱) اس سبب سے ہوتا ہے کہ دونوں چیزیں متماثل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہیں یعنی دونوں میں
اتحاد نوعی معلوم ہوتا ہے جیسے سفیدی و زردی کیونکہ قوت واحدہ نے دونوں کو دو متماثل خیال کرتی ہے
اس جہت سے کہ یہ دونوں قریب قریب ہیں زیادہ مخالفت باہم نہیں رکھتے اس لیے وہم ان کو نوع واحد
سمجھتا ہے حالانکہ سفیدی و زردی دو متماثل چیزیں نہیں کیونکہ متماثل یہ ہے کہ دو چیزیں حقیقت میں
نوع میں اتحاد ہواور تعین میں اختلاف ہو حالانکہ سفیدی و زردی میں اختلاف نوعی ہے اور نہ دونوں
متضاد ہیں کیونکہ متضاد ایسی دو چیزیں ہوتی ہیں کہ انہیں انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہے اور ظاہر ہے
کہ سفیدی و زردی میں انتہا درجے کا خلاف نہیں بلکہ ایسا خلاف سفیدی و سیاہی میں ہے البتہ عقل
یہ جانتی ہے کہ سفیدی و زردی دونوں نوع متباہن ہیں جو ایک جنس کے تیلے حاصل ہیں اور
وہ جنس ایک ہے۔

ناسخ

سفید لگے تھے چاند اور سورج زرد دھڑکالم یہ ہوا کسیر سونے کی وہ ہوا کسیر چاندی کی

فصیح

قوس قزح نہیں ہو کہ سلی لکھے ہو چرخ و دھن میں تار سرخ ہیں اور ایک تار سبز

مصحفی

اکھونکو رنگ میں یک سان نہ کیا نظر آئے کین زرد اور کین سرخ

سرخ و سبز اس طرح زرد و سرخ میں شامل کے ساتھ شاہرت ہے۔

فائدہ چونکہ وہم ایسی دو چیز کو جن میں شبہ تامل ہو ہم مثل قرار دیتا ہوا لیے شذوذ کے دوسرے مصرع میں چار موجوں کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

غالب

چار موج اٹھتی ہو طوفان طرب ہر سو موج کل موج شفق موج صبا موج شراب

اس لیے کہ وہم نے یہ تو ہم کیا کہ چار موجیں نوع واحد سے ہیں وہ طوفان طرب ہے اور عوارض میں مختلف ہو گئی ہیں اور عقل جانتی ہے کہ وہ متباہن چیزیں ہیں۔ اس طرح سودا کے شعر و نین چار چیزوں کا جمع کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

جس کے تو پاس نہوے تو اسے عالم میں مجلس و شادی و تنہائی و غم چاروں ایک

وہم نے مجلس اور شادی اور تنہائی اور غم کو جمع کر دیا ہے اور اشتراک انہیں معشوق کی مفارقت سے قرار دیا ہے حالانکہ انہیں نہایت تباہ ہے۔

ولہ

کر دیل میں کرشمے نے تری اکھونکے مسجد و میکدہ و دیر و حرم چاروں ایک

وہم نے مسجد و میکدہ و دیر و حرم کو جمع کیا ہے اور اشتراک انہیں کرشمہ معشوق کا فعل قرار دیا ہے حالانکہ انہیں نہایت تباہ ہے۔

ولہ

طبع انسان میں تھے عدل سے رکھتے ہیں اثر حنظل و آب بقا و شربت و سم چاروں ایک

جامع دہی کی وجہ سے حنظل و آب بقا و شربت اور سم کا جمع ہونا اچھا معلوم ہوتا ہے اور وہم کو یہ متوہم ہوتا ہے کہ چاروں ایک نفع سے ہیں اور وہ انسان کی طبع میں ایک سا اثر کرتا ہے صرف عوارض میں مختلف ہوتے ہیں

چنانچہ غفلت ایک تلخ پھل ہے اور آب بقا ایک خاص قسم کا پانی ہے جو ظلمات میں موجود ہے اور شربت
ایک سیال اور شیرین چیز ہے اور سم ایک حجری جسم ہے گریہ چار دن عقل اور حس کے نزدیک متبائن ہیں
وہم ان کو ایک نوع سے ثابت اور اگرچہ عقل ممدوح کا اضافہ ہونے سے چار دن چیز و عین ایک سا اثر
پیدا ہو جانا ایک امر عقلی ہے لیکن وہم اس معقول کو بوجہ کمال اعلیٰ ظہور اس کے کہ ہر لمحہ محسوس کے قرار دے لیتا ہے
(۲) جامع وہی تضاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور تضاد یہ ہے کہ دو ایسی وجودی چیزیں جو ایک کل میں
متقابل طور پر وارد ہو سکتی ہوں انتہا درجے کی مخالفت ہو پس اسباب و سلب اور عدم و ملکہ کا تقابل
تضاد میں داخل نہ ٹھہرے گا کیونکہ اگرچہ ہیمان بھی مخالفت ہوتی ہے مگر ہیمان دو لون چیزیں وجودی
نہیں ہیں اور اس قید سے کہ دو لون ایک۔ کل میں وارد ہو سکیں یہ ثابت ہوا کہ دو لون اعراض کے قبیل سے ہیں
نہ اجساد کے اور اس قید سے کہ دو لون میں انتہا درجے کا خلاف ہو تضاد بھی نکل گیا کیونکہ تضاد میں انتہا درجے کا
خلاف نہیں ہوتا چنانچہ سیاسی اور سرخی اسی طرح سفیدی اور زردی میں تضاد ہے تضاد نہیں اگر تضاد کی
تعریف میں انتہا درجے کا خلاف مانو نہ تو تضاد بھی تضاد میں داخل نہ رہتا کیونکہ تضاد حقیقی کی تعریف میں
انتہا درجے کا خلاف مانو نہ تو تضاد مشہوری میں نہ انویز نہیں پس تضاد مشہوری تضاد کو بھی شامل ہے
تضاد حقیقی کی مثال محسوسات میں سفیدی و سیاہی ہے جیسے عین کہ سفیدی اچھی ہے اور سیاہی بھئی ہے
اور عقوبات میں اسکی مثال ایمان و کفر جو جیسے ایمان اچھا ہے اور کفر بُرا ہے حق یہ ہے کہ ایمان و کفر میں
تقابل عدم و ملکہ کہے کیونکہ ایمان اس چیز کی تصدیق و اقرار کو کہتے ہیں جس کی نسبت یہ معلوم ہو جائے
کہ اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لائے ہیں جیسے خدا کی وصایت اور رسول کی رسالت اور
حشر و نشر کا حال و کفر عدم ایمان ہے اس چیز سے جسکی شان سے یہ ہو کہ ایمان لائے پس ایمان ملکہ ہوا اور
کفر اسکا عدم ہوا اور کبھی لون کہتے ہیں کہ ان چیز و عین سے جن کی نسبت علم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
یہ اللہ کے پاس سے لائے ہیں کسی ایک کا اقرار کرنا کفر پس اس صورت میں دو لون وجودی ہونگے اور
وہ بھی تضاد کے قبیل سے ہوں جو ان چیز و نہ کے ساتھ متصف ہو جیسے سفید و سیاہ اور مومن و کافر۔

ظفر

کوئی جاننا نہ ہو کہ عاشق جان باریست پوچھو	کہ ہیں یہ کام مشکل کتنے اور آسان کتنے ہیں
سمجھنا عشق کو آفت اور اس فتن میں جان بچھنا	غرض دانا بھی ہم کتنے ہیں اور نادان کتنے ہیں

کسی نہ کھینچ کر تیغ امتحان کر اپنے بازو کا
کہ دیتے جان کتنے اور بچاتے جان کتنے ہیں

	خرد	
ہمارے اُن کی صحبت آہ ابرو برق کی سی ہے	ہم انکو دکھ کر دیتے ہیں اور وہ ہم پہ ہنستے ہیں	
	سودا	
عزیز دولت و دین بادشاہ عالمگیر	ضعیف کفر سدا جس سے اور قوی اسلام	
	میرسن	
آہ غیر و گنو میسر ہوتے وصل کا دن	اور یوں ہجر کی اس دنگو شرباٹے	
	فیاض الرحمن خواجہ	
اُس مہبت کی طبیعت عداوت نہیں جاتی	اور دے مرے اُسکی محبت نہیں جاتی	
	نظام رموی	
نظام کسکا گلہ اپنی اپنی قسمت ہے	اوصال غیر کو ہوا اور فراق یار مجھے	
	ناخ	
کوئی کر دوی ہو اور کوئی میٹھی	کھین کوئی کوئی کشت مٹھی	
	مذلق	
جس کی طغی جانے والی اور شباب لے کر ہو	مرزا ہر زندہ کہ وہ مست شراب لے کر ہو	
	امیر	
لے طول جدائی یہ نیلے تر اندھیر	دن سارے زمانے میں ہوا و شرب مے گھرا ج	
	ظفر	
اگر غنیمت نہ ہو لگے خندان گردش گل ہو	ظفر اُس باغ میں پیچھے ہو شادابی و غم چلے	
	فضل الدین فیاض	
سب ہی خواہوں فیاض تو ہو خارج	اور بدخواہ پریشان نظر آتے ہیں	
	اور اس شعر میں تضاد نہیں۔	
	سید قطب الدین شمس	
ہے وہ مڑ کر نہ اٹکا دیکھنا وقت نزع	اور میرا یاس و حسرت کی نظر سے دیکھنا	
اس لیے کہ تضاد وہ مقابلہ ہو جو دو ایسی وجودی چیز دین میں جو ایک محل میں وارد ہو سکتی ہوں اور	یہاں مقابلہ سلب و ایجاب کا ہو اس لیے کہ پہلا جملہ موجب ہو اور دوسرا سلبہ۔	

(۳) کبھی تضاد کی مشابہت ہوتی ہے جیسے زمین و آسمان ظاہر ہو کہ دونوں وجودی ہیں انہیں ہم ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت مرتفع ہے اور تضاد کی مشابہت کے یہی معنی ہیں کہ ایک نہایت پست ہے اور دوسرا نہایت بلند ہے اور متضاد نہیں لے لے ایک محل پر دونوں وارد نہیں ہو سکتے کیونکہ دونوں اجسام سے ہیں اعراض نہیں ہیں اور نہ دونوں سیاہ و سفید کی طرح ہیں کیونکہ پست ہونے اور بلند ہونیکا وصف نہیں اور آسمان کے مفہوم میں داخل نہیں بخلاف سیاہ و سفید کے کہ سیاہی سفیدی کا وصف دونوں کی ذات میں داخل ہے اسی قبیل سے ہے یہ شعر حالی کا ہے

اگر فیض عام سے مل سکے | کعبہ آباد میگردہ معمور

کعبہ اور میگردہ میں شبہ تضاد ہے۔

رائع

ہے زمین جائے قرار غاکیان | اور گردون مسکن افلاکیان

ظفر

ہزاروں کرج و غم ہیں خاندانین نہیں کھلتا | کہ صاحب خانہ انہیں کتنے اور مہمان کتنے ہیں
سفر دنیا سے ہر درپیش سکوبر خدا جانے | کہ بے سامان ہیں کتنے اور با سامان کتنے ہیں

مہاراجہ کشن پرشاد شاد

پاؤں پڑنے سے کر منع مجھے تو آیا | غیر کا سر پہ نہیں اور یہ قدم غیر نہیں

سرو قدم میں شبہ تضاد ہے۔

مولوی محمد امجد علی مرٹھی

آسمان ایسا بلند اور زمین ایسی فزخ | خاک و باد آب و ہوا روشنی شمس و قمر

تبدلیہ تضاد اور شبہ تضاد میں اس سبب سے جامع پیدا ہوتا ہے کہ ہم اسکو ہنرے تضاد کے بالیتا ہے پس یہی باعث ہے کہ جب ایک ضد خاطر میں گذرتی ہے تو دوسری بھی اکثر اوقات خیال میں آجاتی ہے اور یہ خاطر میں گذرنا وہم کی رو سے ہے عقل کی رو سے کیونکہ عقل جب ان میں سے کسی ایک کا عقل کرتی ہے تو دوسرے کو بھلا دیتی ہے بذات متضاد افین کے کہ ان میں سے جب ایک عقل میں منظور کرتا ہے تو دوسرا بھی ضرور منظور کرتا ہے۔

جامع خیالی

وہ ایک امر ہے جسکے سبب سے خیال چاہتا ہے کہ دو جملے قوت منکرہ میں جمع ہو جائیں اور یہ اس سبب سے

ہوتا ہے کہ عطف کرنے سے پہلے ان دونوں کے درمیان خیال میں قرب ہوتا ہے اور اس قرب کے اسباب مختلف ہیں یہی وجہ ہے کہ جو صورتیں خیال میں ثابت ہو جاتی ہیں وہ اندر سے قریب و وضع کے مختلف ہو جاتی ہیں کیونکہ بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ایک شخص کے خیال میں وہ ایک دوسرے سے علحدہ نہیں ہوتیں اور دوسرے شخص کے خیال میں وہی صورتیں آپس میں جمع نہیں ہوتیں اور بعض ایسی صورتیں ہیں کہ ایک شخص کے خیال سے بالکل غائب ہی نہیں ہوتیں اور دوسرے شخص کے خیال میں وہ ہرگز آتی ہی نہیں جب یہ حال ہے تو ایسے دو جہلوں کے اجتماع کے واسطے اسباب بھی مختلف ہوں گے پس ایسے خیال کا جاننا ضروری ہے جو اافت طبعیت اور عادت سے پیدا ہوں مثلاً کہیں یا رکافت دیکھا اور قیامت کے قائل ہوں اجتماع قامت اور قیامت کا خیال میں فتون کے سبب ہے۔

ہوس

اور دور شراب چل رہا تھا

غم دست افسوس مل رہا تھا

اجتماع غم کے دست افسوس ملنے اور دور شراب چلنے کا خیال میں بے فکری کی وجہ سے ہے۔

سودا

صد بے نعمتہ داؤد و نالہ دل زار

جو گوش ہوش تو رکھتا ہو تو بڑے

اجتماع نعمتہ داؤد اور نالہ دل زار کا خیال میں سوز و گداز کی وجہ سے ہے۔

ناظم

لب کے لعل ہیں اور لعل سے پھر تبتہ ہیں

کلام سخت لکھ کر کیسے وہ ہم پر برستے ہیں

انشا

غرض کچھ نہ دروہن میں اس گھڑی بخوار بیٹھے ہیں

لغور عرش پر ہے اور سر پہ پائے سانی پر

اور یہ خیالی امور شاعری کے طریقے پر ہیں اور اس قسم کے آدمیوں کے دل میں خوب جھجھکتے ہیں اگر عام لوگ انکو سنتے ہیں تو پسند نہیں کرتے۔

جملہ حالیہ

اگر دوسرا جملہ محکم کے زعم میں پہلے خط کی قید ہو تو وہ دوسرا جملہ اس موقع پر حالیہ ہو گا اور جملہ حالیہ کی شرط یہ ہے کہ خبر یہ ہو کہ انشا کیہ اس لیے کہ حال اگرچہ معنی کی رو سے مثل خبر بہت لکے ہے لیکن چونکہ حکم خبری کی قید ہو اس لیے چاہیے کہ مقید کے باقی رہنے تک ثابت اور باقی رہے اور انشا کے لیے

خارج نہیں ہوتا بلکہ لفظ سے ظاہر ہوتی ہے اور لفظ کے زوال سے زائل ہو جاتی ہے اور سیلے قید بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی یہی وجہ ہے کہ جملہ انشائیہ شرط اور ظرف اور صفت نہیں ہوتا مگر بہت ہی کم۔

محمد اسحاق خان مٹنا

اپنی تو یہ صورت ہے کہ جون ببل تصویر ہے واز کی طاقت نہیں اور پاس چین ہے

جملہ پاس چین ہے معطوف ہے جملہ پر واز کی طاقت نہیں پر اور حال بھی ہے چونکہ یہ دونوں جملے افادے میں متصل ایک دوسرے کے ہیں تو ربط کلام اور افادے کے واسطے عطف کیا گیا تاکہ جمعیت پر دلالت کرے یعنی پر واز کی طاقت کا نہونا اور چین کا پاس ہونا دونوں ایک وقت میں تھے۔

غالب

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے سفینہ چاہیے اس بحر بیکار ان کے لیے

مدح باقی ہے جملہ حالیہ ہے یعنی ایسی حالت میں ورق تمام ہوا ہے کہ مدح باقی ہے۔

حالی

در کیا ہوں اور ہوں نے آب در کیا ہوں اور ہوں بے لوز
چشمہ پیدا و کاروان تشنہ بادہ پر زور و انجمن مخمور

اصل کا حسن اور خوبی

یہ بات ضرور ہے کہ دونوں جملوں میں کوئی ایسی چیز پائی جاتی ہے جو عطف کی صحت کو چاہتی ہو مثلاً دونوں جملے لفظاً و معنایاً انشائیہ ہوں یا صرف معنایاً انشائیہ ہوں یا لفظاً و معنایاً خبریہ ہوں یا صرف معنایاً خبریہ ہوں اور ان میں کوئی جامع عقلی یا دہی یا خیالی پایا جاتا ہو اور دونوں جملوں کی خوبی میں یہ بات داخل ہے کہ ان میں آپس میں تناسب قائم ہو اور تناسب یہ ہے کہ دونوں اسمیہ ہوں جیسے۔

ناتسوخ

پان و مری کو دیکھئے بولا بت ظریف ثابت ہوا کہ مردہ سرخ اور زن کبود

معصوم علی

تور جم اور گناہگار ہوں میں مغفرت کا امیدوار ہوں میں

انعام

وقت سالہاں چہرہ دست کو نسبت ہو گیا روم جو نزدیک نیلگ در رنگ ہو لندن کے پاس

فکار

کہا یوسف ہے گو تو مجھ پہ عاشق	اور اپنی عاشقی میں بھی ہے صادق
-------------------------------	--------------------------------

ظفر

ہو وہ جانِ جہان نہ ہرگز دوست	اور دشمن ہو اک جہان اپنا
------------------------------	--------------------------

ولہ

کیا تماشا ہو کہ ہر خرقة کو اودہ تمام	اور ہے اسپر غریب پاک دامانی مجھے
--------------------------------------	----------------------------------

ولہ

وان ارادہ آج اس قاتل کے دلیں رہو	اور بیان کچھ آرزو سہل کے دلیں اور ہے
----------------------------------	--------------------------------------

ممتاز

سکونت ہند کی میسے سنا لیکو نہ کچھ کم ہو	اور اسپر دے آزار یا رب چرخِ عالم ہے
---	-------------------------------------

محمد یحییٰ یقین

ہو خواہش دل مانے کی تخریب سے ہر	اور پائے طلبِ جادہ تقریب سے باہر
---------------------------------	----------------------------------

یاد و نون فعلیہ ہون اور پھر فعلیہ کا تناسب یہ ہو کہ دونوں جملوں میں ایک سے فعل ہون مشکل
دونوں جملوں میں فعل ماضی مطلق ہو جیسے۔

سودا

دلِ یار کی ہرگز نہ نہرت سے چھوٹا	اور اس کو سرا سجدہ عشق نے کوٹا
----------------------------------	--------------------------------

حسرت

حسرت اب دیوانگی تیری ہی کا ہو درد	دن گئے فرما دے اور دورِ مجنون ہو چکا
-----------------------------------	--------------------------------------

گلزار نسیم

کلیں وہ پھول جب اٹھایا	اور غنچہ صبح کھل کھلایا
------------------------	-------------------------

یاد و نون فعل ماضی بعید ہو جیسے۔

آزاد

اتھا آنھوں نے بھی فتر نہ سیٹا اپنا	اور نہ تھا علم نے طوار لپٹا اپنا
------------------------------------	----------------------------------

یاد و نون جگہ فعل ماضی استمراری ہو جیسے۔

ولہ

تھا کوئی دوش پہ خورجین اٹھائے آتا	اور بغل میں کوئی بیگ اپنا دہائے آتا
اگرچہ لاتا تھا اور آتا تھا ماضی استمراری کے صیغے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ فاعل سے وہ فعل چند مرتبہ صادر ہوا ہو مگر یہاں اُنسے معنی اتفاق کے تراوش پاتے ہیں یعنی اتفاقات سے کسی کا خورجین دوش پر اٹھائے لانا اور کسی کا بغل میں اپنا بیگ دہائے آنا دکھایا بحسب اتفاق کسی کا دوش پر خورجین اٹھائے لانا اور کسی کا بغل میں بیگ دہائے آنا واقع ہوا۔	

حالی

اُسکے ہتھکنڈے سے جھجک جاتا تھا سر فروکا	اور عنایت سے کنول کھل جاتا تھا مزدوکا
یہاں جھجک جاتا تھا اور کھل جاتا تھا سر کے کمر جھجک جائے اور کنول کے کمر کھل جائے پر دلالت کرتے ہیں	
ولہ	
پاؤن اٹھتا تھا اُس کا بن کی طرت	اور کھینچتا تھا دل وطن کی طرت
یا دونوں جگہ فعل مضارع ہو جیسے۔	

بیان

سو برس میں نیکو دلی غلش	اور نیکے تو ان میں نکلا
ظفر	
ساتھ غیر کے پیے تو بادہ عشرت کے گھوٹ	اور ہم مجھ بن پین خوننا بہ حشر کے گھوٹ
میر حسن	
یون رکھے تو اپنا زانو ناکسان کے زیر	اور ہنوتے سنگ بھی مجھ نالوان کے زیر
یا دونوں جگہ فعل حال ہو جیسے	

ناسخ

مینہ کا سامان کرتی ہے پیدا	اور باران کرتی ہے پیدا
محی الدین فوق	
سچ ہو کرنے ہی سے کچھ کام ہوا کرتا ہو	اور پھر کام ہی سے نام ہوا کرتا ہو
ظفر	
یا تو وہ جانتا ہو جو ہر مے جی کا خیال	اور یا بار خدا یا مرا جی جانتا ہے

ولہ

اے گلزن گتے ساتھ عدد پیتے ہیں اور ہم رشک سے یان اپنا لہو پیٹتے ہیں

غالب

بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض اور رہتی ہے سود کی تکرار

یاد و نون جگہ استقبال ہو جیسے -

ظفر

دو گے جو اک بوسہ برابر سو کے صنم ہم سمجھیں گے اور تھین بھی حاتم عبداللہ کی قسم ہم سمجھیں گے

مولوی عبدالرحمن اسخ

صبر پڑ جائے گا تیری جان پر اور بنے گا قید خانہ تیرا گھر

مگر کبھی ایسا ہوتا ہو کہ معطوف علیہ یا معطوف میں سے کسی ایک کے ساتھ کوئی خاص مطلب متعلق ہوتا ہو تو اس تناسب لفظی کو ترک کر دیا جاتا ہو مثلاً ایک میں تجمد مقصود ہوا اور دوسرے میں ثبوت لکھا جگہ فعل لائیگے اور دوسری جگہ اسم جیسے -

امیس

بالکل بے سفیدی ہوا رنگ رخ مہتاب اور دیدہ مردم سے سفر کرنے لگا خواب

پہلے جملے میں ثبوت مقصود تھا اسلئے اسم لائے اور دوسرے میں تجمد مقصود تھا اسلئے فعل ذکر کیا۔

ذوق

بزم رنگین میں تری رنگ طرب جو ہر روز اور تری خاطر اقدس کبھی آئے نہ رنج

اسمین بھی وہی حال ہو -

مومن

کب گل کھلے گا دیکھیے۔ ہر فصل گل تو دور اور سوے دست بھاگنے میں کچھ ابھی سے ہم

اسمین بھی وہی حال ہو -

جرات

آہ غیر و کو میسر نہ تھے وصل کا دن اور یوں ہجر کی اس دل کو شب تار لے

میسر

جب ہوا کچھ شعہ کار تیرے بند اور مولا نا لے کر نے پسند

گویا

اگلی سیلی آگے جو ٹوٹا کوئی تارا | اور ہے مہ نوخیز عریان کے برابر

بیان پہلے میں تجدید ہوا اور دوسرے میں ثبوت۔

حالی

مصر میں قحط جب پڑا کر | اور ہوئی قوم بھوک سے مضطر

کبھی ایک جگہ ماضی مقصود ہوتی ہے اور دوسری جگہ حال بلکہ کبھی خود ماضیوں میں اختلاف ہوتا ہے جیسے

حالی

تسلیہ فقط اگلون نے عالم کو کیا تھا | اور تو نے کیا ہے دلِ عالم کو مسخر

کبھی ایک میں ماضی کا ارادہ ہوتا ہے اور دوسرے میں مستقبل کا جیسے۔

آزاد

بجائے گنا غرض کہ جو کچھ ہاتھ آئیگا | دیکھو کیا کہنے ہے اور کون اڑائیگا

کبھی ایک میں اطلاق اور دوسرے میں تقدیر کا ارادہ کرتے ہیں مثلاً ایک جگہ شرط کیساتھ مقید کرتے ہیں اور دوسری جگہ مقید نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ شرط ہزائے لیے قید ہوتی ہے جیسے۔

مولوی عبد الرحمن لاٹھی

رات کو کم سواگر ہے چھکو ڈر | اور وقت صبح استغفار کر

زہر اگر کھائے دلی تو نوش ہو | اور طالب کھاتے ہی ہوش ہو

دونوں مثالوں میں معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہے اور معطوف مطلق ہے۔

سودا

بس ہو تو رکھوں آنکھوں میں آفت جان کو | اور دیکھنے دوں میں نہ زمین کو نہ زمان کو

اس میں بھی معطوف علیہ شرط کے ساتھ مقید ہے اور معطوف مطلق۔

ذوق

ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | اور اسپر بھی سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے

معطوف علیہ مطلق ہے اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہے۔

چراغ

بات ہی اول تو وہ کرتا نہیں مجھ سے کبھی | اور جو بولے کبھی کبھی مجھ سے تو شرابا ہوا

معطوف علیہ مطلق ہو اور معطوف شرط کے ساتھ مقید ہو۔

ظفر

بند کھنا چشم کا غافل ہے عین مصلحت اور اگر کھولے تو کھول آنکھیں خبر داری پھر

اسمین بھی معطوف علیہ مطلق ہو اور معطوف مقید ہو۔
کبھی دونوں کو مقید کرتے ہیں جیسے۔

حالی

سر سری فیصلہ تو یہ ہے اگر تم مانو اور نہیں مانتے گربات مری تم جانو

درد

ہر خوف اگرچی میں تو ہر ترے غضبے اور ولین بھروسا ہو تو ہر تیرے کرم کا

ظفر

روئے جود لکھو لکھو لکھو لکھو لکھو اور اگر رونے کو رو کا درد سہونے لگا

انشا

اگر بھروسا ہو ہمیں اب تو بھروسا ہو ترا اور تکیہ ہے اگر تیرے ہی در کا تکیہ

متفرق فوائد

وصل میں یہ ضرور نہیں کہ حرف عطف مذکور ہی ہو کیونکہ اکثر وزن شعر کی ضرورت سے ساقط کر دیا جاتا ہے اور کہیں بغیر ضرورت کے بھی حذف کر دیتے ہیں بعض مقام پر اس کے حذف سے حسن پیدا ہو جاتا ہے جیسے۔

امیس

غنقا گو گرد سرخ پارس اکیر یہ سب ملتے ہیں دوست کم ملتا ہے

ولہ

انا زک مزاج نستر انلام تیر زو اگر دون مسیر باد یہ میا و برق دو
صرصر سے تند ہے سبک دہوا سے تیز چالاک فم و فکر سے ذہن رسا سے تیز
اومی جاہ تھا سعید تھا فردخت تھا رہوا رکبا ہوا یہ سلیمان کا تخت تھا
رستم جا آزا دھڑ آیا دھڑ گیا چمکا پھل جمال دکھایا پھڑ گیا

خاص کر اعداد کے درمیان میں نہ لانا زیادتی فصاحت و بلاغت کا موجب ہے۔

انشا

ایک دو تین چار پانچ چھ سات

آٹھ نو دس پچیس بس انشا بس

اگر اعداد میں حرف عطف لائیں تو فصاحت میں فرق آجائے۔

واو عطف کو تلفظ میں نہیں لائے کیونکہ اس کا تلفظ غل فصاحت ہو جیسے۔

سودا

ایک م تے چچا کو نہ دیتی تھی خلق حسین

دارالامارت آگے یہ کہتی تھی منورین

ولہ

محمد عادل کامل و عاقل

محمد ہے جو کچھ تھا اس کے قابل

باوجودیکہ واؤ دو کلموں یا دو جملوں کو ایک حکم میں شامل کرتا ہے اور یا تو دیکے لیے آتا ہے
یعنی دو میں سے ایک کے ہونے کو منع کرتا ہے مگر کبھی ان دونوں کو جمع کر دیتے ہیں اور اس وقت میں
واؤ زائد ہوتا ہے جیسے۔

ظفر

منزل مقصود تک حسرت مجھے پہونچائیگی

اور یا ایدل مری قسمت مجھے پہونچائیگی

ناسخ

ہو بیچ مئے دل کو دیا ہوا رام

بزدل خدا بھگو نہیں ہے کچھ کام

ضرورت وزن یا رعایت قافیہ کیلئے جس لفظ کے ساتھ رابطہ لگانا چاہیے اس کے ساتھ تو نہیں لگاتے
اور لفظ کے ساتھ لگاتے ہیں اور سزگاہ پر بھی فقط وزن یا رعایت قافیہ کی وجہ سے آسکتا ہو جیسے۔

سودا

ہے متوطن وہ لعین روم کا

بستی میں رکھتا ہے ارث لوم کا

انشا

ہو سکے وصف تری کج کا کس سے پورا

ہے نمونہ اسی کا مہر و نشان کی کرن

رابطہ کبھی تامہ ہوتا ہے نیز فیض موجود ہو گئے منے دیتا ہو جیسے۔

داغ

جشن نور و دہے دربار ستہ والا ہو

اہل دربار ہزاروں بہن یمان کم سے کم

اور رابطے کا بعد خبر کے ہونا ضرور نہیں جیسا کہ توبہ النصیح کی اس عبارت میں سوچا کہ چلنا بہتورکت انہیں
پھر خلق سے فائدہ اور اضطراب سے حاصل نہ

حالی	
اب نہ سید کا افتخار صحیح	نہ برہن کو شہد پر ترجیح
میر	
شور مطلق نہیں کسوسرین	زور باقی نہ اسے و اکثرین
بھوک کا ذکر اقل و اکثرین	خانہ جنگی سے امن شکرین
ان کوئی رہنمائی نہ کوئی اجازت	
گھر	
مزان غریبان کو کیا پوچھتے ہو	خدا کا کرم مہربانی بھاری
ہر جگہ کے بعد رابطہ لازماً ضرور ہے مگر یہ کہ تمام کلمہ سابق کو رابطہ سمجھیں اور لاحق کو سابق پر معطوف کن جیسے اس فقرے میں توبہ النصوح کے	
نہ تو ہر وقت گھر میں گھسے نہ ہنہ کی اُسکی خوشی نہ ہاں بچوں ہی سے بہت اختلاط کرنیکی عادت۔	
ایضاً	
”ادھر زن و فرزند کا فریفتہ ہے ادھر مال و متاع کا دلدادہ“	
خواجہ حسن لدیان	
جز خدا آشنا نہیں کوئی	کشتی ٹوٹی ہے اور ساحل دور
جب معطوف علیہ اور معطوف میں نہایت اتصال منظور ہوتا ہے تو بعض لفظ جو معطوف علیہ پر لگے ہوئے ہیں وہ دوبارہ معطوف پر نہیں لگاتے جیسے۔	
ذوق	
عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں	باشکوہ و چشم و جاہ و عمر و صحت
اصل میں یوں ہی باشکوہ و باحشم و باجاہ و بعمر و بصحت لیکن چونکہ نہایت اتصال منظور ہے اس لیے سب معطوف کیے اور پرے باکو الگ کر دیا۔	
ہوس	
باشم و جاہ و مردباری	خود چلیے برائے خواستگاری

آٹھواں باب ايجاز و مساوات کے بيان میں

اصل مراد کے بیان کرتے ہیں جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں یا تو مدعا کے مساوی ہوتے ہیں اس کو مساوات کہتے ہیں یا اس سے کم اور ناقص الفاظ سے مدعا ادا کیا جاتا ہے مگر ان الفاظ سے مدعا کمال ہو اس کو ایجاز کہتے ہیں یا اداسے مدعا میں کچھ الفاظ بڑھ جاتے ہیں مگر بے فائدہ نہیں ہوتے اس کو اطباء کہتے ہیں اگر الفاظ کم ہوئے اور اداسے مدعا کو بھی کافی نہ ہوئے تو اس کو اخلال کہتے ہیں جیسا کہ صفر کے اس مصرع میں ہے۔

اَنَا شَرِبْتُ مِنْ هَذِهِ تَوَاعُثِ مِثْنِ هَوْرِيَا

اصل مراد شکم کی یہ ہے کہ فرض کیا کہ شراب میں شر ہو تو طاعت میں بھی رہا موجود ہو الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہیں کہ اُن سے وہ مدعا نہیں حاصل ہو سکتا اسی قبیل سے ہر غالب کے اس شعر کا دوسرا مصرع ہے۔

ہم سے رنج مینا بی کس طرح اُٹھایا جائے | داغِ پیشِ ست عجز شعلہٴ خسِ برندانِ ہر

مطلب یہ ہے کہ داغِ بر زبان حالِ اظہارِ عجز کر رہا ہو اور شعلہٴ بی زبان حالِ اظہارِ عجز کر رہا ہو اور دونوں مینا بی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تو بھلا ہم سے رنج مینا بی کیوں کر اُٹھے گا۔

ولہ

مقابل ہے مقابل میرا | مرک گیا دیکھ روائی میری

عود ہندی میں غالب کا ایک خط مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام لکھتے ہیں کہ اس شعر کے متعلق لکھا ہے مقابل و تضاد کو کو نہ جانے گا تو نہ ظلمت شادی و غم و راحت و رنج و وجود و عدم الفاظ مقابل اس مصرع میں بمعنی مرجع (دوست) ہے جیسے حریف کہ بمعنی دوست کے بھی مستعمل ہو فہوم شعر یہ ہے کہ ہم اور دوست از دے خود عادت ضد ہم گر ہیں وہ میری طبع کی روانی دیکھ کر ڈک گیا اتنے مگر الفاظ اس کلام کے ایسے ناقص ہیں کہ اُن سے مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔

ولہ

انفش نازبت طناز بہ آغوشِ قییب | پائے طاؤس نے خامہٴ مانی مانگے

مرزا کا یہ مطلب ہے کہ آغوشِ قییب میں اس نازبت طناز کی تصویر ناز لینے کیلئے خامہٴ مانی کے بجائے پائے طاؤس کی ضرورت ہے طاؤس حسین ہوتا ہے لیکن پائے طاؤس بد نما ہوتے ہیں اس طرح انفش نازبت طناز خوب ہے لیکن بہ آغوشِ رغیب ٹھیک نہیں اس میں مطلب کے ادا کرنے کے لیے الفاظ کافی نہیں۔

ولہ	
زخم گردب گیا لہو نہ تھا	کام گرگ گیا روانہ ہوا
یعنی اگرچہ ہمارا زخم دب گیا ہے لیکن ہوا اس سے خون جاری ہوا اسلئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارا کام نہ کانہیں کیونکہ اگر زخم دب جاتا اور خون بھی تھم جاتا تو اس وقت البتہ کہہ سکتے تھے کہ کام اگر گرا گیا تو بہتر نہ ہو یہ مضمون الفاظ کلام سے بخوبی ثابت نہیں ہو سکتا اسلئے اخلال میں داخل ہو۔ اگر لفظ مدح سے زائد ہوا تو کچھ فائدہ مند نہ تو اسکی دو صورتیں ہیں۔	
ایک یہ کہ لفظ زائد متعین نہو اسے تطویل کہتے ہیں اور غیر متعین ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے گرا دینے سے معنی مطلوب متغیر نہو اور تطویل کبھی تکرار لفظی و معنوی دونوں سے پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ ایک لفظ کی بغیر کسی نکتے کے تکرار کی جاتی ہے۔	
بہار دانش	
چلا چل چلا چل کئی دن کے بعد	اٹھا رحمت و باد و باران و رعد
کبھی صرف تکرار معنوی سے پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ دو مترادف بغیر کسی نکتے کے جمع کیے جاتے ہیں جیسے۔	
منور علی آشفقتہ	
میرا ہی کیا قصور ہو بیتاب بقرار	جز غیر اور کون نہیں تیرے واسطے
بیتاب اور بقرار ایک معنی میں ہیں انکی جمع کرنے میں کچھ فائدہ نہیں پس تطویل ہے اسی قبیل ہے میر نہیں کا یہ شعر۔	
ہر دم ہے عنایات خدا سے مدغیب	شک اس میں نہیں بندہ بشیر ہوں لاریب
شک اس میں نہیں اور لاریب غیر متعین زائد ہیں۔	
بشارت العنقیاب	
عاصی و گنہگار و خطا دار ہے بیتاب	ستار ہے تو دامن رحمت میں چھپا لے
عاصی و گنہگار و خطا دار یہ تینوں ایک معنی میں ہیں۔	
داغ	
خسرو نامور و بادشاہ نام آور	شان میں جبکی کیا داغ نے مطلع یہ رقم
حالی	
گر گئے جوئے پندار کے تھے متوالے	چڑھ گئے پیشہ و مزدوری محنت والے

منشی	
بہت میں نے دیکھا فراز و ثلیب	نکر مجھ سے گفتار مکر و فریب
ولہ	
سوار اُس پہ ہو کر بل شیر زاد	سہایت ہوا دلیں مسرور و شاد
منوئی سعدین	
پاس احباب روز و شب ہوتے	بات اندر زو پسند کی کہتے
ہوس	
بہتر ہے پاب یار و خرمند	کچھ بھلو کر نصیحت و پند
واسطی	
چھپا ہے طبع میں دیوان امیر احمد کا	کین زلمے میں جسکا نہیں شبیہ و نظیر
مشتاق	
دیکھ کر عقد ثریا کو خاک پر ماہ	سر پر نور و ضیا کا ترے بھوم جانا
مہر	
نہ ہائے ہین نہ ہاریں نسے جیتے گا کوئی کیونکر	وہ اک اک بات پر نکار کرتے ہین کرتے ہین
ظفر	
ہنسنے جون طفل دبستان محبت میں طفلہ	پھینکا آخر ورق دانش و فرہنگ مڑوٹ
مانع	
مازہ خمار سے جلتے ہین جس بصر و دوان	گردہ خاک شفا ہے ترے پیار و نگو
داغ	
نام تجھے اُس کا تو اُسی دم کھل جائے	عقدہ کار ہو لکھا ہی جو درخشاں و دھم
<p>دوسرے کہ متعین ہوا و متعین ہونے سے یہ مراد ہے کہ اگر ایک کے گرا دینے سے معنی متغیر ہوں اور دوسرے کے گرا دینے سے متغیر نہ ہوں تو دوسرا نام ہو گا اور اس میں اس بات کا اعتبار نہیں ہے کہ فلان آگے ہو اور فلان پیچھے ایسے لفظ کو مشتق کہتے ہیں حشو کے لغوی معنی بھرتی کے ہیں جو تکیوں کے اندر بھرتے ہین اور اصطلاح میں اُس لفظ سے مراد ہے جو قبل از تمام کلام ذکر کریں اور معنی مقصود ہے اُس کے بھی پسے ہو سکتے ہوں یعنی مطلب کو ایسے الفاظ سے ادا کیا جائے کہ اُس سے کو الفاظ میں ادا ہو سکتا ہو</p>	

پس وہ لفظ جو اول مدعا کے واسطے ضرور نہیں یعنی مطلب بغیر اس کے پورا ہو گیا وہی مشعر اور یہ بھی دو قسم ہے ایک حشو مفسد یعنی کلام میں فساد پیدا کر نیا لایا جیسے۔

میرسن

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے | نہ اسے کیا اپنا محبوب اُسے

سمجھ بوجھ کر حشو ہے کیونکہ معنی بدون اُسے تمام ہوتے ہیں اور زیادتی کے لیے متعین بھی ہے اور مفسد اس لیے ہے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ فاعل حقیقی کہیں بے سمجھ بوجھ بھی بنایا کرتا ہے۔ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی مخلوقات سے ہیں جس کو سمجھ بوجھ کر اُسے بنایا۔ دوسرا حشو غیر مفسد اور اسکی تین قسمیں ہیں۔

(الف) حشو قبیح کہ کلام اُسے سبب سے بے لطف و کم رتبہ ہو جائے جیسے۔

منشی

منحن کوے روشن دل ہوندا | یہ کہتا ہے زیر سپر بلند

دلہ

دو ہفتے میں تو پہنچو قاتلک | زیادہ نہو دیر زیر فلک

دلہ

لگا کرنے صید افکنی بعد جنگ | خوشی سے تہ جرخ فیروزہ رنگ
شعر اول میں زیر سپر بلند اور شعر دوم میں زیر فلک اور شعر سوم میں تہ جرخ فیروزہ رنگ حشو قبیح ہے اور یہ زیادتی کیلئے متعین بھی ہے اور مفسد نہیں۔

منہ

بنایا چار چاہا کہ پھر جائے | طرف اپنے لشکر کے پھر آئے

پھر لے حشو قبیح ہے

دویر

دو حرف لفظ لب میں ہیں اک لام ایک با | ہونے ہیں پس لام کے دو بے واہ وا

واہ وا حشو قبیح ہے

منہ

شہ نے کہا یہ ضربت ہویش و حواس ہے | والد واہ حق ترا جو ہر شناس ہے

واہ زالمحض اور حشو قبیح ہو۔

ولہ

تا سال بد ہونہ اس لینے کی مثال

سال حشو قبیح ہو۔

منہ

آنکھوں کی کمری روغن بدم سے بہر
عارض کا پسینہ ہر گلاب گل جہر
نکل احمر حشو قبیح ہو۔

عباس

اگرے گر خواب میں قندیل روشن
ترا ہونا مے بے تمثیل روشن
بے تمثیل حشو قبیح ہو۔

مثنوی یوسف زینیا

اکھاٹ شاہ نے یون اس کھڑی آہ
انہیں یہ آدمی ہے حاشا لہر
آہ حشو قبیح ہو۔

آفتاب رے رسوا

ہو زندگی کا لطف تب خضر خوش اوقات
جب ہاتھ میں ساقی کے صراحی ہو سب ہو
مخوش اوقات حشو قبیح ہے اور دلیل اس یہ ہے کہ جب خضر کو یہ چپیسہ زمین میسر نہیں
تو انکی اوقات خوش کب ہوگی۔

واجد علی شاہ

لینے لیکر طلاق وہ کُلف م
میرے پاس آئی وہ بت خود کام
بت خود کام حشو قبیح ہو۔

رنگین

سراہن اپنی ہم قسمت کو رنگین
ہوے اُمت میں ایسے کی جو بے کین
نقطے کین حشو قبیح ہو۔

آتش

سودا ہو سر کو زلف گرہ گیر لیسے
دل بستی ہو کافر خوش اعتقاد سے

دلہ	بہن کے آگے کرتے ہیں کفار نافر جام رقص
چہرہ محبوب پر کیسویہ نہیں لہرا رہے	نا فرجام کا لفظ خشوع قبیح ہے۔
تیش	جو ہے وارث تاج و تخت و کلاہ
کہ فرزند میرا جہاندار شاہ	جبکہ تاج کا لفظ موجود ہے تو کلاہ کا لفظ خشوع قبیح ہے۔
میسر	پہونچنے بالائے زمین حشر میں بے عیب و حائل
یہ بلندی ہے اگر طاق سے شیشہ گر جائے	لفظ بے عیب و خلل خشوع قبیح ہے کیونکہ غرض یہاں بلندی میں مبالغہ ہے اور وہ بالائے زمین حشر تک پہونچنے سے پورا ہو جاتا ہے اور شیشے کے ایسی بلندی پر سے بے عیب و خلل زمین تک پہونچنے سے کوئی نقص مقصود نہیں ہے اور نہ اسکی کوئی وجہ بیان ہوئی ہے۔
رب (حشو) متوسط کہ نہ باعث قباح کلام ہو نہ موجب خوبی کلام مثل مال اسکی۔	
حالی	رخ بیمار بھائیوں کا بٹاؤ
تندرستی کا شکر کیا ہے بٹاؤ	جبکہ استفہام موجود ہے تو امر کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں اور یہ زیادتی کیلئے متعین بھی ہے اور مفید بھی نہیں
دیر	اے جلوہ دہ شمس قمر الٰہک تقدیر
کی بھر تو بنی نے یہ دعا بادل تغیر	بادل تغیر حشو متوسط ہے۔
رج (حشو) ملے اور وہ وہ ہے کہ کوئی کلمہ زائد مبالغہ یا دعا یا مدح یا ذم وغیرہ کیلئے لایا جائے اور اسکے لانے سے ایک نوع کی خوبی حاصل ہوتی ہے۔	
مولوی جلال الدین احمد خان جلالی	
ہم جلالی کو سمجھتے تھے سدا کافر عشق	یہ تولے ولے بڑا کبر مسلمان نکلا
مقصود بالتعیش لفظ ولے ہے۔	
سودا	آغاہ میں نے جھک نہ سمجھا تھا یان ملک
کنے لگا وہ مجھ سے کہ سودا ہزار حیف	

آفادہ خوشو ملج ہر جو سودا کی نسبت مبالغہ اور تعجب کا فائدہ بخشا ہے۔

ولہ

اس آستان فلک مرتبت کی تاباں رہے کینہ شرب قدر و روز عید غلام

فلک مرتبت کا کلام کے اتمام میں کچھ دخل نہیں کیونکہ جلد و عالیہ فقط اس قدر ہے شرب قدر کینہ اور روز عید غلام اس آستان کا ہے مگر حسن کلام کا موجب ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد شاو

آئینہ بھی ہے تو ہی شخص تو ہی عکس تو ہی اصل میں ایک ہیں سب تیری قسم نہیں

تیری قسم کو کلام کے پورا ہونے میں کوئی دخل نہیں کیونکہ تاکید کیلئے یہ فقط اتنا ہے کہ اصل میں سب ایک ہیں غیر نہیں مگر اس سے کلام میں خوبی پیدا ہو گئی کیونکہ تاکید سے معشوق کو وفاق پیدا ہو جائیگا۔

بیان مساوات

اس کو اس لیے مقدم کیا کہ یہ اصل ہے اس بات میں کہ اس پر ایجاز و اطناب تھیں کیے جاتے ہیں مثال اس کی۔

ذوق

بہنے جانا تھا کف پا میں تھکے خال ہر لیکن اب دیکھا سویدے دل پاں ہے

اس شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو اٹل مراد سے زائد ہو یا کہ ملکہ پورے پورے ہیں۔

سودا

کیفیت چشم اسکی مجھے یاد ہے سودا سنا نہ کومے ہاتھ سے لہجہ کہ چلا میں

اگر کوئی کہے کہ اس شعر میں حرف نہ مخریفت ہو سیکے ایجاز کے قیاس سے ہوگا تو جواب یہ ہے کہ اس حرف سے معنی مراد کے سمجھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ولہ

نادک نے تیرے صید نہ چھوڑا نہیں تڑپے ہے مرغ قباہ نما آشیانے میں

ناسخ

مرا سینہ ہو مشرق آفتاب غم جو ان کا طلوع صبح مشرق چاک ہو میسے گریبان کا

موئن

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا | جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

قائم

قسمت تو دیکھ کوئی ہو جا کر کہاں | دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

بیانِ بجا

ایجاز دو قسم پر ہے ایک ایجاز قصہ دوسرا ایجاز حذف -
ایجاز قصہ یہ ہے کہ حذف کے ساتھ التباس نہ ہو یعنی عبارتیں کوئی ایسا لفظ محذوف نہ ہو جو اصل کو ادا کرتا ہو جیسے

غالب

دہان ہریت پیارہ جو زنجیر سوائی

یہ بیتان یو فاکے طعنا سے دہن مگر زنجیر سوائی جگہ بین یا یہ کہ حدیث یو فانی یا ایک جیسے
دوسرے تک اور دوسرے سے تیسرے تک پہنچی ہے اور اس طور پر ایک زنجیر سوائی کی شکل
نمودار ہو گئی ہے۔ اس مصرع کے معنی تو بہت سے ہیں اور لفظ حقوٹے سے ہیں۔

ولہ

دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

لناترا اگر نہیں آسان تو سہل ہے

تخصیص دشوار آسان نہیں ہوتی مگر ممکن ہوتی ہے اور تحصیل محال سہل سے ممکن ہی نہیں ہوتی مگر ممکن
لناترا آسان نہ ہو یعنی دشوار ہوتا ہم سہل ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ دشوار بھی نہیں محال ہے جس میں
میرا کسی طرح قابو نہیں مجبور ہوں۔

ولہ

نگو ہش مانع بے ربطی شور جنوں آئی | ہوا ہے خندہ اجاب بخیہ جیب دامن میں

یعنی نگو ہش میرے شور جنوں کی بے ربطی سے مانع آئی اور خندہ اجاب کے خیال سے میں جیب دامن کے
چاک کرنے سے باز رہا پس گویا اجاب کا خندہ جیب و دامن میں بخیہ ہوا ہے۔

ایجاز حذف وہ ہے کہ کوئی چیز محذوف ہو اور وہ محذوف وہ حال سے

متعلق نہیں۔

(۱) جزو جملہ ہو مثلاً مضاف محذوف ہو جیسے۔

نواب نیرتوی

ہوں وہ بیمار بخت کہ نہیں تاب و توان | پنج وقتہ مری آنکھوں سے ادا ہوتی ہے

یعنی نماز پنج وقتہ۔

یا موصوف محذوف ہوتا ہے جیسے۔

جرات

کافروہ بلا زلف سیہ ہے تری کافر | جازیر زمین جسک چھپا خوف سے کالا

یعنی کالا سانپ۔

حالی

کیا برطرف پردہ چشم جہاں سے | جگایا زمانے کو خواب گران سے

یعنی اہل زمانہ کو خواب گران سے جگایا۔

دلہ

کال کیا شہر کس کو کہتے ہیں بھوک | بھوک میں کیونکہ مرنے ہیں مفلوک

یعنی مفلوک آدمی۔

نسیم

زنجیر جنون کڑی نہ پڑیو | دیوانے کا پانوں درمیان ہے

دیوانے کا موصوف محذوف ہے یعنی عاشق دیوانہ کا پانوں درمیان ہے۔

امیر

ساقیا ہلی سی لائے | بندے اور ایسے کم سن کیلے

یا مضاف الیہ محذوف ہو جیسے۔

نظمیر

ہر چند تھی نشہ میں وہ شوخ تو بھی اُسے | ہرگز ہمارے لب کو لے دیا نہ لب تاک

یعنی لب تاک۔

غالب

یک قدم وحشت سے درس و فخر امکان کھلا | جادہ اجڑے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

جادہ سے مراد جادہ وحشت ہے۔

انشا

اود جو معمار کا اکر کے ترا
مین نے پتھر بھی ڈھوے پر نہ منا
یعنی معمار کا لڑکا۔

ہوس

یا رب مرے سر میں شور غم رکھ
نے غم مجھے صاحب الم رکھ
یعنی میرے سر میں شور غم رکھ اور دوسری چیز دے بے غم رکھ
خوشتر

مستم ہے رام کی گرجان مانگو
تو حاضر ہو نہیں افسوس مجھ کو
یعنی اگر میری جان مانگو۔

نیخود دہلی

آنکھ کتنی ہو کابرباؤ کرتے ہیں مجھے
منہ سے یار شاہد ہو دل میں ترا گھر ہو گیا
یعنی آنکھ اور میرے دل میں۔

انشا

الطاف ابرو کا تری جبکہ مجھے یاد آیا
پھر نہ محرابِ حرم پر دلِ ناشاد کیا
یعنی میرا دل ناشاد۔ یا شرطِ مزدون ہو جیسے۔

ناسخ

الازم ہے کرو مسافرون کا اخلا
اعزاز نہیں تو آؤ اضرار سے باز
یعنی اگر اعزاز نہیں کرتے تو اضرار سے باز آؤ۔

ذوق

زیادہ ہو گا تو مکمل سے بھی کمین روزہ
کہ اس میں آیا تو روزی ہو اور نہیں روزہ
یعنی اگر نہیں آیا تو روزہ ہو۔

یا جزا مخدوف ہو اور یہ کبھی صرف اختصار کیلئے مخدوف ہوتی ہو کوئی نکتہ معنوی نظر نہیں ہوتا جیسے

حالی

کہاں ہو یہ بھی اگر بند اُس پر
کہا اُس نے بنگلی کا گھر نا ہے بہتر
پہلے مصرع کے بعد جزا مخدوف ہو اور وہ یہ ہے تو کیا کرنا چاہیے اور دلیل سپرد سراسر مصرع ہو اور

کبھی اس غرض سے حذف کرتے ہیں کہ اسکا حذف اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ جزا ایک ایسی چیز ہے جسکو کوئی وصف گھیر نہیں سکتا یا سامع جس طریق ممکن کو چاہے اختیار کرے جیسے۔

ذوق

اگر ذوق شہید اسکو کھینچیں گے طاشن | کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگا لی ہو |

کرنی ہو اگر سبقت کی جزا مزدون ہو۔

یا مسند الیہ مزدون ہو چنانچہ انیس حضرت امام حسین کی بات حضرت نبی کے سامنے کہتے ہیں ۵
اگر سبقتیں شہید کا دینے کو لے لیں | کس کس کے داغ کن جگر پر اٹھائے ہیں |

یعنی یہ شکم کہ مسند الیہ ہو دینا ان مزدون ہو۔

یا مسند الیہ محذون ہو جسے۔

موقوف غم میر کہ شب ہو چکی ہم دم | کل رات کو پھر باقی ایسا نہ کہیں گے |
یعنی غم میر کا بیان موقوف کرتے ہیں۔

ظفر

آؤں کٹنا ہے جو وہ آتے ہیں + | پوچھتا اس سے جانکر ہوں کون |
یعنی کون آتے ہیں۔

منشی

غرض آب یحیون رہے در میان | اور سر ہم اور صر قمر ہو حکم ان |
یعنی اور صر حکم ان رہیں اور اور صر قمر حکم ان ہو۔

مرزا جعفر علی شرر

اسے عشق جگر سوز شرر کی جھٹکے سو گند | اک شعلہ جان سوز کہ مشتاق فنا ہوں |

مست

بخت ل کرنے لگا ہا شک ٹھکون چچکا | روماء کھنکو کہ جتنا تین میں تھا خون ہو چکا |
یا مفعول مزدون ہو جیسے۔

جرات

جرات ب بندہ خواہ تو یوں کہتے ہیں | کہ خدادیوے نہ جب تک تو سلیمان کب ہو |
خدا دیوے اور سلیمان کب دے کے مفعول مزدون ہیں۔

مثنوی یوسف زلیخا

نہ کوئی یوسف کی قیمت چاہے جانے | زلیخا جانے یا یعقوب جانے |

زلیخا جانے یا یعقوب جانے کے مفعول محذوف ہیں۔
یا ظف محذوف ہو چکے۔

غالب

اکتہ چین جو غم دل اُسکو سنا کے نیبے | کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے |

یعنی وہ ان کی بات بنے۔

یا معطوف مع حرف عطف کے محذوف ہو چکے۔

ناسخ

تو آج چراغ پہلے باندھ بیٹھ چشم سوزین | کسی کا درد ہوتا ہے کسی کو کب ملنے میں |
یعنی پہلے چشم سوزین پہنی باندھ کھڑے تھے لگائیوں کہ کسی کا درد زمانے میں لیکو کب ہوتا ہے۔

احسان مہبوی

گھر میں اللہ کے واعظ تھے تو نور نہ | پتھر اس کو اٹھا کر منع منبر باہر |
دوسرے مصرعے کے بعد اور وہ ان اُسکو مار دیا اسکی تجربہ تو محذوف ہے۔

جرات

خلق مجھے دل مضطر کا مارے ڈالے ہے | جو پیارے چھوٹ سمجھتے ہو تم تو لاؤ باکھ |
یعنی لاؤ باکھ اور دیکھ لو۔

مولوی محمد امجد علی

یہ سنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی | اندر ہی ملمع کی انگوٹھی تری چھیل بل |
پہلے مصرعے کے بعد یہ عبارت محذوف ہے اور کہنے لگی۔

(۲) وہ محذوف پورا جملہ ہو بلکہ کبھی جملے سے بھی زیادہ حذف کر دیتے ہیں۔

سوال شرط و جزا اور معطوف کبھی تو جملہ ہوتے ہیں پس یہاں جملے سے کیا مراد ہے۔

اب یہاں جملے سے ایسا کلام مراد ہے جو فائدہ پہنچانے میں مستقل ہو دوسرے کلام کا جز نہ ہو اور ظاہر ہے کہ شرط و جزا کا مجموعہ فائدہ پہنچاتا ہے نہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ ہی حال معطوف مع حرف عطف کا ہے۔

اور جملہ محذوف یا سبب ہوتا ہے سبب مذکور کا جیسے۔

ناسخ

اکہر با مین ہر کشش آہن با مین جذب ہے | دل بچے کیونکر ہمارا دل بلکے سائے |
 یہاں یہ جملہ محذوف ہے کیونکہ اس میں بھی دل ربانی ہونا ضرور ہے پس یہ جملہ محذوف سبب اس جملے کا
 جو دوسرے مصرع میں مذکور ہے۔

غالب

وہ مہربان ہو تو اجسم کینا کی شکل | وہ خشک مین ہو تو گردن کے خدا کی پناہ |
 ان دونوں مصرعوں میں سبب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مہربان ہو تو سائے خدا کا فکرا داکرین کیونکہ
 اس کو ترقی حاصل ہوگی اور اگر وہ نافرمان ہو تو آسمان خاں سے پناہ ملے کیونکہ اس کو اپنی تباہی کا اندیشہ ہوگا۔
 یا سبب ہوتا ہے سبب مذکور کا جیسے۔

انشا

دین و دنیا و نام و عز و کمین | تسکین دل و قناعت و صبر و یقین |
 خلقت کو اپنی تو نے سب کچھ بخشا | اللہ مگر ہم ترے بندے ہی نہیں |
 چوتھے مصرع کا سبب محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تو نے ہم کو یہ چیزیں ایسے نہیں بخشیں کہ
 شاید ہم تیرے بندے نہیں بنیں۔

ناسخ

پروانہ کا خون شمع پر ثابت ہو کر نہ | کشتی ہے کہاں شمع سرطور کی گردن |
 پہلا مصرع سبب ہے اور سبب اس کا محذوف یعنی پروانہ کا خون شمع پر ثابت ہوا کیونکہ اس کا
 سر کشتی پر ہو کر نہ آئے۔
 کبھی بغیر سببیت اور سببیت کے بھی جملے کو حذف کر دیتے ہیں۔

گلزارِ نسیم

اصل آپ بھی چلے کیجیے سیر | وعدہ کر آیا ہوں کہا خیر |
 یعنی کہا خیر ہم چلیں گے۔

غالب

ہر سنگ نے فشت ہے صدت کو ہر شکست | اقصان نہیں جنوں سے جو ہوا کرے کوئی |
 یعنی ہر سنگ و فشت (جو لٹکے دیوانوں کو مارتے ہیں) کو ایک صدت (جو جس کو ہر شکست حاصل ہوتا ہے)

اسیے جنون سے معاملہ کرنے میں نقصان نہیں۔

میرے کا وعدہ منہ سے تو آنے نکل گیا | پوچھی جگہ جو میں نے کہا ہنسکے خواب میں |
یعنی ہنسکے کہا کہ ہم خواب میں ملیں گے۔

حالی

تندرستی کا شکر کیا ہوتاؤ | بچ بیمار بھائیوں کا بٹاؤ |
استغمام کے بعد ایک جملہ مخذوف ہو یعنی تندرستی کا شکر یہ ہو کہ بچ بیمار آئے۔

سودا

جب غم کروں گھر سے کوئے دوست کیا | دشمن ہو مرا وہ جو کہ یہ کہان کو |
یعنی تم کہان کو جاتے ہو۔

دبیر

افزون ہوا ناگہ قلق تشنہ دہانی | اعدا کی طرف دیکھ کے فرمایا کہ پانی |
یعنی تم بجو کو پانی پلا دو۔

شیخ الہی بخش تبسم

اپنے میخوار کو یون دفن کر لے ساقی | ہوا دھڑ قہر میں شیشہ تو ادھر جام شراب |
یعنی لے ساقی متعارف طور پر جیسا کہ رواج ہے اپنے میخوار کو دفن کر لے بلکہ یون دفن کر کے اسکی قبر میں ایک پہلو کو شراب کا شیشہ رکھا ہوا اور دوسرے پہلو کو جام رکھا ہو پس (بلکہ یون دفن کر) جملہ سہین مخذوف ہوا اور بیان اسکا دوسرا مصرع ہو۔

فطرت

جب کہا دل سے نہ خو اسکا تجھ کو کیا | زلف میں مت ہو گرفتار کہا تجھ کو کیا |
یعنی جب میں نے دل سے کہا زلف میں مت ہو گرفتار آخر۔
دو جملوں کے حذف کی مثال۔

غالب

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا میری ثبات کیا | اٹھا اور ٹھکے قدم میں پا سان کیلے |
یعنی پہلے وہ گدا سمجھ کے خاموش تھا لیکن میری جو ثبات آئی تو میں اٹھا اور میں نے اٹھکے قدم

پاسبان کیلئے جس سے وہ ٹکڑا جان گیا اور مجھے اپنے روبرو نہ رہنے دیا۔
تکرار مفعول کے مقام پر بھی جملہ مفعول ہوتا ہے جیسے پیا سا کہ پانی پانی پانی پانی پانی دو
مجھے پانی دو۔

اساتی سے ہے کہ اہل مجلس | پانی پانی چھارے تے ہیں

اس کو ہرگز نہیں جانتا نکالو | جاتے تو یہ کہ پکا دھڑاؤ

اسا قیادے مجھے شتاب شتاب | کب سے کرتا ہوں میں شراب

ہم بادہ کشتوئی خاک سے بھی | آئے مکی صدا سبوسو کی

اور محاورے میں دھڑا لٹ کا حذف اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے۔

ترعلق دم آب سے اس کا ہوا | آئے آب خاک تیرے سر پر

روئے سخن کسی کی طرت ہو تو رو سیاہ | سودا نہیں جنوں نہیں دشت نہیں مجھے

مولوی محمد امجد

یہ تن و توش اور یہ رفتار | ایسی رفتار پر خدا کی مار

ستھ لئے کہا کہ بندہ نہیں اپن پر رفتار | پھیلے ہوئی ہو چار طرف فوج ناچار

میان طلب

اطناب کبھی ایضاح کے ساتھ کرتے ہیں جو اسہام کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ اس واسطے
ہوتا ہے کہ ایک معنی دو مختلف صورتوں میں بیان کیے جائیں یا اس واسطے ہوتا ہے کہ وہ معنی میں
خوب جم جائیں یا تکمیل لذت کے واسطے ہوتا ہے جو ان معنوں سے حاصل ہوتی ہے اور یہاں مہم کے
موضع عطف کے ساتھ نہیں آتا۔

نیم

ہر چند سنا گیا ہے اس کو اُردو کی زبان میں سخن گو
سنا گیا ہو اسکو مبہم ہو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس زبان میں سنا گیا ہو اور اسکی تفسیر اُردو کی زبان میں کرتا ہو۔

پیش

اسکی یہ سب فیض ہر عام کو
نام مبہم تھا اسکی تفسیر نباتات اور اجرام نے کر دی۔

ہوس

طبیعت کو تھا ایک شب اضطراب
اضطراب مبہم اور نگرہ ہے دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہو۔

ثنوی یوسف زلیخا

سدا اُس ماہ روت کا مے تو
کام نے مبہم ہو اسیلے کہ نگرہ ہو دوسرے مصرع نے اسکی تفسیر کی ہو۔

انیس

انکلا اُدھر سے جو وہ اہل کا شکار تھا
بیدل ہو یا سوا ہو یہ دو وہ چار تھا

حالی

مجھ سے جو کام چاہیے لیجے
بھٹوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
حسد و بغض غیبت و بہتان
بخل و حرص ہو ا و ضیق و فحور

اور ایضاح بعد الا یہام کے قبیل سے توشیح بھی ہے توشیح شین معجزہ اور عین مہملہ سے
افت میں روئی کو دھن کر پونی بنانے کے معنی میں ہے اور اصطلاح میں اُسے کہتے ہیں کہ ہتک کلام میں
کئی چیزیں لفظ ثنائیہ یا جمع کے ساتھ مبہم ذکر کریں پھر اسکی تفسیر کی جائے اور مفسر میں سے دوسری چیز
پہلی پر معطوف ہو مثال اسکی۔

قائم

دو چیز بہن یا دو کار دوران
یہ استم اپنی جانفشانی

اول دو چیز و کو مبہم ذکر کیا پھر اسکی تفسیر کردی و یہ استم کے بعد حرف عطف مزدون ہو۔
خدا جانے کہ کیا لذت ملی دو تو کو قاتل میں صفر نہ اُدھر حیرت ہو بل کو اُدھر سکتہ ہو قاتل کو

<p>طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ اٹکا بلا کو جو دو سخیل کو دور و دیوار</p>	<p>دوشی کا لطف نہایت دوشی بہت بے لطف دوشی ہونے کا ایک شہ دوشی نہ ہونے کا مانع</p>
<p>محمد عبد اللہ و دو دا و حد</p>	<p>محمد عبد اللہ و دو دا و حد</p>
<p>ہوا اب فیصلہ دل کا جس گراں</p>	<p>یہ دو لونن جاٹے اس خاک رہ میں</p>
<p>مضطر خیر آبادی غیر کی تسکین میری مشق تیرا امتحان</p>	<p>مضطر خیر آبادی تقل میں تیری فائدہ سوچ سکے ہیں کئی</p>
<p>میر حسن</p>	<p>میر حسن</p>
<p>نظر سے نظری سے جی دل سے دل بھی الطباب عام کے ذکر کے بعد خاص کے ذکر سے پیدا ہوتا ہے اور خاص کو عطف کے ساتھ ذکر کرتے ہیں نہ بطریق بدل یا وصف کے اور اس سے غرض اس کی عزت کا جتنا ہوتا ہے کیونکہ باوجود اس بات کے کہ وہ ماقبل میں داخل ہوتا ہے مگر بھی اس کو علامہ ذکر کرتے ہیں تو اس میں اس کی عزت کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کی عزت سے بچتا ہے اور ایک مفاد پر توجہ جاتا ہے اور اس کا تفاد و صغی ذاتی مان لیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ چیز عام کی تمام اقسام سے اپنے اچھے یا برے اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہے تو اس کو ایک علمی ہشتہ عام کے مفاد قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عام اس خاص کو تسلیم نہیں کرتا پس خاص کا حکم عام سے معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور اس قدر تفاد کی بنا پر اس خاص کا عطف عام پر صحیح ہوتا ہے۔</p>	<p>سکے دیکھتے ہی سب آپس میں مل بھی الطباب عام کے ذکر کے بعد خاص کے ذکر سے پیدا ہوتا ہے اور خاص کو عطف کے ساتھ ذکر کرتے ہیں نہ بطریق بدل یا وصف کے اور اس سے غرض اس کی عزت کا جتنا ہوتا ہے کیونکہ باوجود اس بات کے کہ وہ ماقبل میں داخل ہوتا ہے مگر بھی اس کو علامہ ذکر کرتے ہیں تو اس میں اس کی عزت کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کی عزت سے بچتا ہے اور ایک مفاد پر توجہ جاتا ہے اور اس کا تفاد و صغی ذاتی مان لیا جاتا ہے کیونکہ جب وہ چیز عام کی تمام اقسام سے اپنے اچھے یا برے اوصاف کی وجہ سے ممتاز ہوتی ہے تو اس کو ایک علمی ہشتہ عام کے مفاد قرار دے لیا جاتا ہے اور یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ وہ عام اس خاص کو تسلیم نہیں کرتا پس خاص کا حکم عام سے معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور اس قدر تفاد کی بنا پر اس خاص کا عطف عام پر صحیح ہوتا ہے۔</p>
<p>منشی ہوئی سر دگر می با ڈار ترک</p>	<p>منشی اگر زبان ہوے ترک و سلا ترک</p>
<p>سودا</p>	<p>سودا</p>
<p>کرے دان ناز آمر ز شہ پہر ان فاسق و زانی اگرے دان ناز آمر ز شہ پہر ان فاسق و زانی</p>	<p>زبان پر اس کی گدے حرف جس کا شفاعت کا اسی قبیل سے ہے وہ جو مولوی سید مہدی علی خان نے آیات بیات میں سمجھا ہے کی نسبت لکھا ہے کہ جس طرح اہل سنت انکو تمام امت سے مرتبہ میں اعلیٰ اور افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسی طرح شیعہ و خوارج انکو سب سے بدتر اور خراب حتیٰ کہ کافر اور مرتد کہتے ہیں جیسے بدتر اور زراب عام ہر کافر اور مرتد اس سے خاص ہیں اور کافر عام ہے مرتد اس سے خاص ہے شیعہ بھی</p>

حرف عطف ہے جو عطف کے ساتھ انتہا کے معنی بھی دیتا ہے اور ترتیب و مہلت کا فائدہ بھی بخشتا ہے
 گلاس میں مہلت نسبت پھر کے کہے پس حتی بحسب معنی کے پس اور پھر میں متوسط ہے اور حتی کا معنوی
 جز ہوتا ہے معطوف علیہ کا یا جز کی مثل ہوتا ہے حکم سابق میں داخل ہونے میں۔
 پس اظناب تکرار سے حاصل ہوتا ہے اور یہ تکرار کسی نکتے کے لیے ہوتی ہے اگر نکتے کے لیے نہ ہو
 تو وہ اظناب نہیں تطویل ہے اور نکتہ عامہ یہ ہے کہ اس سے فائدہ تاکید کا نکلتا ہے مثلاً۔

ذوق

بڑائی میں ہمارے اگر اپنا بھلا سمجھے
 بڑا سمجھے بڑا سمجھے بڑا سمجھے بڑا سمجھے

بڑا سمجھے کی تکرار نے یہاں ڈرلے کی تاکید کا فائدہ بخشا ہے بڑا سمجھے جب کئی بار کہا تو اس بات کی
 زبردستی ہو گئی کہ بڑائی میں اپنا بھلا سمجھنا خطا ہے ایسا نہ سمجھنا چاہیے۔

ولہ

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
 پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

مومن

انہ جاؤنگا کبھی جنت میں میں نہ جاؤنگا
 اگر نہوے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

ہری شکر برق

آئینہ تمھارے رو برو ہے
 سچ سچ کو کون نو برو ہے

نسیان

اجک کربدھر تیغ برقی چلی
 اجل نے پکارا جلی میں جلی

انشا

دو چار سن کے تیرے سخن ہم کڑے کڑے
 جو خزان سے آہ جو انان بارغ و ہر
 انشا و رے عرش کا رتبہ ہو اس طرف
 اٹھتے ہیں کوئی در پہ تے جب آئے اٹے
 اور اوراق منتشر کی طرح جو جھڑ جھڑ
 بین اب خیال اور کبھی ہم کو بڑے بڑے

افسانہ

ایدل سدا اس شمع پر پروانہ پروانہ ہو
 اس تو بہا حسن کا دیوانہ دیوانہ ہو

ایدل اگر منظور ہے یان آشنا کی عشق کی
 ہر آتشاے عشق سے بیگانہ ہو بیگانہ ہو

	میر	
ایسا مطبوع مکان کوئی بنایا نہ گیا		دلین رہہ دلین کہ معارفات سے تیک
	غلام اکبر مسلم	
رہنے لے ریز بلبل بستان نہیں نہیں اس بات میں کر دل نادان نہیں نہیں		تو اور آپ کا یہ شناخوان نہیں نہیں + جلدے حرم کو چھوڑ کے سب رن و برق بند
حاشا غلط غلط غلط اس مہربان غلط ای مہربان غلط غلط ای قدر دان غلط		کیا دخل تھے غم میں تے تین جان غلط میں اور ترک عشق بھلا کچھ بھی بھلا
	جرات	
کیا رات ہو کیا رات ہو کیا رات ہو والد کیا گات ہو کیا گات ہو کیا گات ہو والد کیا بات ہو کیا بات ہو کیا بات ہو والد		امشب کسی کاکل کی حکایات ہو والد عالم ہے جوانی کا جو ابھرا بوس سینہ جرات کی غزل جسے سنی اُسے کہا داہ
		کبھی کثرت مقصود ہوتی ہے جیسے رہ نہ
خمکے خرم پیار مہن میں ساقیا		ایک دوسرا غم کر نیکے نشہ کیا
	امیس	
دریا دریا گریہ ہے رحمت تیری		صحرا صحرا بین گو کہ عصیان میر
	میر	
ترحم کہ مت کر عتم پر ستم عبث اکھاتے ہو تم انتم پر شتم عطا پر عطا ہے کر م پر کر م		اظہر کہ کھینچے الم پر الم + جو سوسر کی ہو آ زمانوں نہ میں کئی بار آنا دھر لطف سے
		کبھی تیرا رست تعمیر نکلتی ہے جیسے
	مرزا محمد رضا خان برق	
غنیہ غنیہ گریہ ناخدا ابو ہو جائے		دا جو گلشن میں ترا عقدہ گیسو چائے
	سودا	
گل کو دیکھ تو نگہ جائے ہے سنبل پھیل		مرگ برگ بین ایسی ہی صفا رکھتا ہے کبھی اٹنا بے ایغال کے ساتھ ہوتا ہے رفت بین ایغال کے کہ دور دور شہ دن میں

چلا جانا اور اصطلاح میں خواہ نظم ہو یا نثر اس کو ایسے لفظ پر کسی نکتے کی وجہ سے ختم کرین کہ نسل سے بغیر اس کے تمام ہوتے ہوں جیسے —

میر	دہلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب اسکو فلک نے ٹوٹ کے ویران کر دیا
رہتے تھے منتخب ہی جہان روزگار کے ہم رہنے والے ہیں اُسی اُچڑے دیار کے	

جو تھے مصرع کے آخر میں اُچڑے دیار کا لفظ ایسا ہے کہ معنی بغیر اس کے تمام ہو سکتے ہیں کیونکہ تیسرے مصرع نے اس مطلب کو بخوبی ادا کر دیا ہے مگر یہاں اس کو اس لیے ذکر کیا کہ سامعین کی ہمسردی اس کی طرف بڑھ جائے۔

مشتی	مرے ملک سے خصم کو دور کر مسرور کر یہاں مخاطب کو کام پر آمادہ کرینکی تاکید کا فائدہ بخشتا ہے۔
الم سے چھڑا جسکو مسرور کر	

حالی	اجنبی ہے فقط چرخ میں الوار کو گھنٹا یہاں برابر اس بات کی تاکید کا فائدہ بخشتا ہے کہ سنسار اور اذان کا گونجا کسی روز نمانہ نہیں ہوتا۔
سنسار اور اذان کو بٹکتے ہیں رُوزِ برابر	

سودا	اجو کی ہے اُن کی تو نے آج تاک
جون بھی جن سے مر نہیں سکتی ہے چٹ	

رنگین	مُدّج کو صیاد نے اُٹھتے ہی پس کبھی اظناب تبدیل کے ساتھ ہوتا ہے تذلیل
جال کو پانی میں پھینکا کر ہوس	

معنی میں ہے اور نہ اطلاع میں یہ ہے کہ ایک جملے کے بعد دوسرا جملہ بیان کرین اور دوسرے جملے کے معنی قریب قریب پہلے جملے کے معنی ہوں یعنی جو مقصود پہلے جملے سے ہوا اس کا افادہ دوسرا جملہ کرتا ہو اور یہ امر نہیں کہ جو معنی پہلے جملے کے ہوں وہی بعینہ دوسرے جملے کے بھی ہوں ورنہ یہ نکتہ اُر ہو جائیگی اور یہ بھی جملے کی تقویت کرتا ہے اور اس دوسرے جملے کے لیے محل اعراب نہیں ہوتا اسمیں اور ایفال میں یہ فرق ہے کہ یہ نام ہے اور ایفال خاص ہے اس لیے کہ ایفال ختم کلام میں ہوتا ہے اور تذلیل مرکب ہو جاتا ہے اور ایفال کے لیے یہ ضرور نہیں کہ جملہ ہی ہو یا تاکید ہی کے لیے ہو اور تذلیل کے لیے یہ دونوں بائین

ضرور ہیں اور یہ کئی قسم ہے۔

ایک یہ کہ دوسرا جملہ مراد کا فارہ و پہونچاک نہیں منتقل ہو بلکہ اپنے قبل پر موقوف ہو جیسے میر کے

اس صرع میں۔ ۵

لیکن یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ سب کے لئے ہے

جو مضمون پہلے جملے کا ہے وہی دوسرے جملے کا مراد جملہ یعنی یہی سب کا طور ہونا ہے ماقبل سے
تعلق رکھتا ہو کیونکہ جس شیوے کا طور کا مثلاً نے پہلے جملے میں حال بیان کیا ہو اسی کا ذکر دوسرے
جملے میں بھی منظور ہو پس دوسرا جملہ فارہ و پہونچاک نہیں منتقل ہوا اسی قبل سے ہے۔

نامنوع

اس سے ہے زندگانی ابدان اس سے ہے نفع صحبت انسان

پہلے جملے میں جس میں بیت بیان کرنا اسی غرض سے کیا گیا کہ بیان دوسرے جملے میں بھی جو اور وہ ہو اور یہ۔

محمود باقر

الف ثانی ہے اصل ہر جملہ

اگرچہ دوسرے جملے کے لئے پہلے جملے کے قریب قریب ہیں اور جو مطلب پہلا جملہ رکھنا چاہیے اور بھی
مگر فارہ و پہونچاک میں دوسرا جملہ پہلے جملے پر موقوف ہو کیونکہ تھا اس سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ کسکی لغت
بہر ہو و کی اصل ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ تماشائی سے حکم لگائی فتوہ ہو اور ماقبل اپنے سے منفصل ہو بلکہ متقابل میں
اس کا فارہ مقام ہو غلطی کی تشریح تلخیص المفتاح میں لکھا ہو کہ اسکی دو نہیں ہیں۔

(الف) جملہ اول و ثانی مواد الفاظ میں متفق ہوں یعنی جملہ اول کے معنی کو جس مادے کے ساتھ
بیان کیا جائے اسی مادے کے ساتھ جملہ ثانی کے مضمون کو بھی بیان کریں جیسے۔

مولوی عبد الحکیم

اے خدا تو خالق و رازق ہے اے خدا تو رازق و خلاق ہے

جو مضمون جملہ اول لینے سے شروع اول کا ہر دینی جملہ دوم یعنی صرع دوم کا ہر اور دونوں جملوں کے
مادے کے الفاظ متفق ہوں میں شریک ہیں اور نسبت میں بھی متفق ہیں کیونکہ دونوں جملے اسمیہ ہیں۔

(ب) جملہ ثانی سے صرف جملہ اول کے مفہوم کی تاکید ہوتی ہو لینے دونوں جملوں کے مسند الیہ و مسند
ایک مادے میں شریک ہوں جیسے

نشیان

یہی بچیم سے اسکا ہر دم سخن

بنا جگہ زو جہ بنا جگہ زون

جو مضموم پہلے جگہ بنا جگہ زو جہ کا ہے وہی مضمون دوسرے جگہ بنا جگہ زون کا ہے
مگر دونوں جملے کے اطراف اداے میں شریک نہیں باوجودیکہ صورت دونوں جملوں کی ایک ہے کیونکہ دونوں
فعلیہ میں اسی قبیل سے امتداد ذیل ہیں۔

بہار دانش

فلاک بے رضا اسکی لب پہر سکے

اجازت اسی کی ہو تب پھر سکے

ناسخ

جو رنوائت و غلط فاسدین

بنت فضائات و غلط فاسدین

کبھی اطنا ب تکمیل کے ساتھ ہوتا ہے اور اسکو احقر اس بھی کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کلام میں خلافت
مقصود کا شبہ ہو تو اس کے ساتھ ایسی چیز لائی جائے جو اس شبہ کو دفع کرتی ہو پس یہ چیز تکمیل کہلاتی ہے۔
اس میں اور تذلیل میں یہ فرق ہے کہ تذلیل میں تین باتوں کی قید ہے ایک جملہ ہونا چاہیے دوسرے
کلام کے آخر میں ہو تیسرے نسبت کے شبہ کو دفع کرے اور تکمیل ان چیزوں میں سے کسی کے ساتھ خصوصیت
نہیں رکھتی اور تکمیل کی تین نشیں ہیں۔
ایک وسط کلام میں ہو جیسے۔

منشی

ابو اہم بہ بار خدامہربان

کہ بیکجا بجاہ و چشم جھکویان

بجاہ و چشم مفعول معہ ہر جہ مملو کی کہ مفعول بہ ہو مشارکت و مصاحبت ایسے آیا ہے جو کہ بیکجا جانا
ذرات کی حالت میں بھی ہو سکتا ہے اور یہ مقصود ہے کہ خلافت تھا ایسے اس ہم کے دفع کر نیلے بجاہ و چشم لایا۔

اقتنوی یوسف لٹیا

میں ہوں مصنوع اس صانع کو بے عیب

کہ کہتے ہیں جسے سب شاہر غیب

ہیان یہ وہم ہوتا تھا کہ شاید صانع کا مصنوع عیب دار ہو ایسے بے عیب کہ اس تو ہم کو دور کر دیا۔

نسیم

باتو نیہ فدا ہوا شہنشاہ

الایا بصرا متیا زہمراہ

بعد امتیاز مقصود بالتحقیق ہے۔

ناسخ	جسم حیوان سے ہوتے ہیں تخیل
سب بدرجہ پائے بین تبدیل	مقصود بالتمثیل بدرجہ ہے۔
	دوسرے اول کلام میں ہوتی ہے جیسے۔
منشی	اما دونکا تھکو نہ خون و خاک
بنامردی آخر تو ہوگا ہلاک	بنامردی ضمیر مخاطب کا مفعول معہ ہر بہانہ دشمن کو اپنی مردی کے ساتھ ہلاک ہونیکا توہم ہو سکتا تھا اسلیے بنامردی کا لفظ لا کر اُسے اُس وہم کو دفع کر دیا۔
غلام مراد	اکشتی جو ہوئی غرق تھی سالنم گل آئی
ویسی ہی حکم شد عالم نکل آئی	یہاں یہ توہم ہو سکتا تھا کہ شاید غرق شدہ کشتی ویسی ہی نکلے ہو لگے کشتی کا تغیر و تبدل نہیں آگیا ہو اسلیے ویسی ہی کا لفظ لا کر اس توہم کو دفع کر دیا اور سالنم بجلی سی فائدے کے لیے ہو کر وسط کلام میں وقوع ہو کر
منشی	نہ پہونچا اُسے کچھ ضرر نہ زینہار
سدمت وہ کھلا پیر انجام کار	یتسرے آخر کلام میں ہوتی ہے جیسے۔
منشی	انہلے کیا عہد اب استوار
کہ تھکھور کھون جاودان باوقار	پہلے جملے میں استوار اس توہم کے دفع کرنے کے لیے ہے کہ شاید عہد ناپائدار کیا ہو اور دوسرے جملے میں یہ توہم ہوتا تھا کہ شاید بے وقری کے ساتھ رکھنا چاہتا ہواس لیے باوقار کا لفظ اس و ہم کے دفع کرنے کیلئے لایا۔
ولہ	ازمان شبستان گشتا سب شاہ
ہوئیں قیدی یک سر بحال تباہ	مقصود بالتمثیل حال تباہ ہے
تبش	دیا با تھمین ایچی کے شباب
کہا جا جواب اس کا لا با صواب	

مقصود بالتشکیل باصواب ہو۔

تسمیم

تھنڈی ہوئیں تھا بھین جلا پیا

کافور سی جبل اٹھی سرا پا

مقصود بالتشکیل سرا پا ہو۔

کبھی اطناب تسمیم کے ساتھ ہوتا ہے اور تسمیم یہ ہے کہ کلام میں ایک فضلہ یعنی مفعول یا حال یا مجرور ایسا لاوین جو خلاف مقصود کا شبہ نہ رکھتا ہو اور اس سے مبالغہ مقصود ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں تسمیم کہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور اپنے کان سے سنا ہے اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہے الفاظ اپنی آنکھوں سے اور کان سے اور ہاتھ سے تسمیم کیلئے ذکر کیے گئے ہیں اور ان سے دیکھنے اور سننے اور لکھنے میں مبالغہ منظور ہے۔

حالی

چین کس کو ملا ہے غیر منے

ملک رو نہ دے گئے ہیں پر منے

لفظ پر منے تسمیم کے واسطے مذکور ہوا ہے اور ان سب مثالوں میں فضلہ مجرور واقع ہوا ہے۔

سوز

چکا ہی رہیو تو لب اطہار دیکھنا

جو جو سنہ کان سے دیکھا ہو آنکھ سے

دبیر

مان ہنگی گھر میں باپ پر بیان زغہ سپاہ

بیجا رگی کا وقت سے اکبر خدا کو اہ

لفظ گھر میں تسمیم کیلئے مذکور ہے اور اس سے مان کے صاحب پردہ و عصمت ہوئیں مبالغہ مقصود ہے

منیر

کے زبان روائی سے عالم کی حکومت

خدا فرزند با اقبال جسے میرے آقا کو

لفظ حکومت سے تسمیم کیلئے ہوا اور فرمان روائی میں مبالغہ مقصود ہے۔

ہوس

ریزان رہیں اشک چشم تر سے

ایر غم عشق دل پہ برسے

چشم تر تسمیم کیلئے ہے۔

تیش

مٹوٹ ہے ہر شاخ دہر نعل پر

سدا یاد میں اس کی مرغ سحر

ہر شاخ دہر نعل پر تسمیم کیلئے ہوا اور یہ مجرور ہے۔

انشا	
ایک ایک ایسا ہی عالم ہوا کہ عقل کہے	اکھاٹے پر پونے گویا اتر پڑے جھٹ پٹ
جھٹ پٹ حال ہو۔ ناخ کے شعر کے پہلے مصرع میں زیر پا بھی تخم کیلئے ہو رہے	
بلغمین رونے بہت بھولنے کے خیر نہ	لا سمبھی اپنے شہید کے بھی مدفن زیر پا
اسی قبیل سے ہوا آتش کے شعر میں ترازو میں سے	
بوسلہ خاں کے سودھین ہوا ہون یہ زار	لوئیے بھلو ترازو میں تو ہو قتل بھاری
فقیر	
اہم غیر ہو گئے وہ تھکے ہوئے ہیں دست	سرگوشی تم جو کرتے ہو غیر ولسے کا نہیں
کامین تخم کیلئے ہے اسلئے کہ سرگوشی کے خود کسی کے کان میں اہستہ بات کہنے کے معنی ہیں	
کبھی اطناب اعتراض کے ساتھ کرتے ہیں اور اعتراض یہ ہو کہ کلام کے درمیان میں یا اسے	
و کلاموں میں جو معنوی طور پر باہم اتصال رکھتے ہوں مثلاً دوسرا جملہ پہلے جملے کا بیان یا تاکید یا معطوف ہو	
ایک جملہ یا جملے سے زیادہ لاوین جسکو اعراب سے محل نہواور نہ پہلے جملے سے خلاف مقصود کا شہدہ کر کے لے لیں	
اور کلام سے مراد فقط مسند الیہ و مسند کا مجموعہ نہیں بلکہ تمام وہ چیزیں بھی مراد ہیں جو مسند الیہ مسند سے	
تعلق رکھتی ہوں جیسے فضلات اور توابع اور یہ جملہ معترضہ کسی طرح کے فائدہ کیلئے ہوتا ہے۔	
(۱) تنزیہ کا فائدہ نخواستہ ہے جیسے اللہ سبحانہ فرماتا ہے۔ سبحانہ یمان تقدیر میں جملے کی ہے	
اور تنزیہ کیلئے واقع ہوا ہے۔	
(۲) تعجب کیلئے آتا ہے جیسے۔	
گویا	
ابوقت ذبح منہ کو پھیر کر کہہ لیتا ہے	عدو قاتل ہے کیا اللہ اگر اپنے رسول کا
ولہ	
جیسے یہ فرج کرتے ہیں نہیں پھر دیکھتے اسکو	یہ بت اللہ اگر کس قدر پیدا دکتے ہیں
اللہ اگر تعجب کے وقت یا عظمت کے مقام پر بولتے ہیں اور یمان مقام تعجب ہو۔	
(۳) دعا کے واسطے آتا ہے جیسے۔	
شیخ نبی بخش حقیر	
عین نور نظر کر و مسلمان ہو تم	چشم بدور ہو قدرت یزدان ہوا

تم عین نور نظر گبر و مسلمان ہو معطوف علیہ ہوا و تم قدرت یزدان ہو معطوف و دیشم بد و نیشم
جملہ معترضہ ہو دعا کیلئے جو مسند او مسند الیہ کے درمیان واقع ہوا ہو۔

انہیں معلوم کہ مدت قاصد حال کچھ دن کا
یادش بخیر جملہ معترضہ دعا کیلئے ہو۔

میر

داغ ہوتا بان علیہ الرحمہ کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اسکو پچا رہے تھے بھی تھا آشنا
علیہ الرحمہ جملہ معترضہ دعا کیلئے۔

ناسخ

ناسخ ہے میر سلمہ اسد کی زمین
اک معنی شگفتہ کو بانڈھا ہزار رنگ

حالی

بانگاہ دمی یہ غالب حوم نے صدا
تاریخ ہم نکال چکے پڑھ بغیر فکر
حق منفسرت کر کے عجب آزاد مد تھا
دوسرا مصرع پہلے شعر کا جملہ معترضہ دعا کیلئے ہے۔
(رسم) تعلیم کیلئے آتا ہے جیسے۔

انشا

وہ حضرات اہل بیت ہیں جو علیم السلام
چارون ہیں انکے مدح خوان تشو باد و آب و خاک
علیم السلام جملہ معترضہ دعا اور تعلیم کیلئے آیت ہے۔

شہیدی

مشام بابل میں رنگ گل کی ہنوز بو بھی نہیں لگی
ابھی وہ غنیمت ہو ایک کلام ہو جسمین نام خدا مدح و تحسین کیلئے بطور جملہ معترضہ کے واقع ہوا ہو۔

ناسخ

یہ رنگ عارض گلزار ہے کہ نام خدا
پڑا جو عکس ترا آب میں شہاب ہوا

یہ رنگ عارض گلزار ہے اور پڑا جو عکس ترا آب میں شہاب ہوا یہ دونوں کلام معنوی طور پر باہم
اقصال لکتے ہیں کیونکہ دوسرا پہلے کا بیان ہوا انین نام خدا جملہ معترضہ واقع ہوا ہو۔
(۵) مدح و نوم کیلئے جیسے۔

	امیرنیاں	
واہ کیا صل علی حسن طبیعت پایا		نعت مولائین کے شعر نے تو میرا
		صل علی تعریف کیلئے ہو۔ (۶) مخاطب کو تنبیہ کیلئے ہوتا ہے جیسے۔
	غالب	
آخر نالے مرغ کرتا رہی منین		اڈنا لہائے زار سے میرے خیالوں
		خدا کو مان جملہ معترضہ تنبیہ کیلئے ہے۔
	مومن	
اُسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہو گئے		ہم کمالیئے سُن لے موج ہوا بل تیرا
		مقصود بالتمثیل سُن ہو۔ (۷) تقویت اور تشدید کلام کیلئے ہوتا ہے جیسے۔
	حالی	
بسکہ بیتاب ہے دل رنجور		اب دعا یہ ہے اے شفیع اُمم
جب کروں بحیرہ زندگی سے عبور		جلالے تیرے در پہ کشتی عُم
		اے شفیع اُمم مناجات ہو اور دوسرا شعر جوابِ نداائین مصرع دوم جملہ معترضہ ہے تقویت کلام کیلئے۔ (۸) اظہارِ حسرت و مفسوس کیلئے جیسے۔
	ذوق	
کریگے کیلئے کیا خطِ مدعی سے دعا سمجھے		عبدِ آلیہ ہے نگر نامہ پر لکھا نصیبوں کا
		مقصود بالتمثیل لکھا نصیبوں کا ہو۔
دوسرا شعر علم بیان میں		
<p>علم بیان ایسے قاعدہ کا نام ہے کہ اگر کوئی انکو جانے اور یاد رکھتے تو ایک معنی کو کئی طریق سے عبارات مختلفہ میں ادا کر سکتا ہے جن میں سے بعض طریق کی دلالت معنی پر بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہے</p>		

پس اگر کوئی شخص بعض معانی ایسے مختلف طریقوں میں ادا کرے کہ ان میں وضوح دلالت کا اختلاف نہ ہو بلکہ صرف الفاظ کا اختلاف ہو اس طرح کہ الفاظ مترادف میں معنی کو ادا کرے جیسے کہ زید کہہ رہا ہے اور زید سخی ہے یا زید بہادر ہے اور زید جری ہے تو یہ بیان کے قبیل سے نہ ہو گا اور موضوع رسبکٹ میں اس علم کا لفظ ہے معنی مقصود پر دلالت کی حیثیت سے اور غرض اسکی یہ ہے کہ دلالت عقلی کے ساتھ فائدہ دینے کا ملکہ حاصل ہو جائے اور دلالت عقلی کے مدلولات کو سمجھ لے اور غایت اسکی یہ ہے کہ تفسیر میں خطا واقع نہ ہو۔ اور بعض مبادی اسکے عقلی ہیں جیسے دلالت کی قسمیں اور شبہ میں اور علاقے اور بعض درجائی ذوقی ہیں جیسے شبہ میں کی وجہ میں اور استعارہ میں قسمیں اور انکی خوبی کی کیفیت علمائے علم بیان میں وضوح دلالت کو اسلئے اختیار کیا ہے کہ اسکی بحث دلالت عقلی یعنی لغوی اور التزامی پر موقوف ہے اور یہ دلالت خفی ہے خاص کر جبکہ لزوم عادت اور طبائع کے مطابق ہو پس ان دونوں کی تفسیر ایسے لفظوں کے ساتھ کرنا واجب ہو جاوے زیادہ واضح ہوں نظیر اسکی یہ ہے کہ جب کوئی شے نہایت باریک ہو تو قوت باصرہ اسکے دیکھنے کے واسطے تیز روشنی کی محتاج ہوتی ہے اور جبکہ موٹی چیز ہوتی ہے تو تیز روشنی کی ضرورت نہیں یہی حال رویت عقلیہ یعنی فہم و ادراک میں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ علم بیان میں جو معانی معتبر ہیں جیسے استعارہ اور کنایہ انکا دقیق ہونا چاہیے اور ساتھ ہی اسکے جو لفظ ان معانی پر دلالت کرتا ہو وہ دلالت کرنے میں واضح ہو۔

دلالت مہطلان میں کسی چیز کے ایسی حالت پر ہونے کو کہتے ہیں کہ اگر اس چیز کو جان لین تو اس سے دوسری چیز کا جاننا لازم آجائے چنانچہ دھوان ایسی حالت پر ہو کہ اسکے معلوم ہونے سے یہ معلوم ہو جاتا ہو کہ وہ ان آگ ہے پس دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے اور جو دلالت کرے اسکو دال کہتے ہیں یعنی دلالت کرنے والا اور جب پر دلالت کرے اسکو مدلول بولتے ہیں یعنی دلالت کیا گیا۔ چنانچہ دھوان دال ہے اور آگ مدلول اور دلالت کرنے والا اگر لفظ ہو تو اس دلالت کو دلالت لفظی کہتے ہیں اور اگر سوئے لفظ کے کوئی اور شے ہو تو اس دلالت کو دلالت غیر لفظی کہتے ہیں جیسے رقم لفظوں پر اور منار فرسنگ پر اور دھوان آگ پر دلالت کرتا ہے ان کی دلالت غیر لفظی ہے کیونکہ یہ سب چیزیں لفظ نہیں ہیں اور دلالت لفظی تین قسم ہے۔

ایک قسم یہ کہ اس لفظ کو جس شے پر دلالت کرنے کے واسطے وضع کرنے کیلئے وہ لفظ اسی شے پر دلالت کرے مثلاً شیر کے مقابل جانور درندہ مشہور کے اصل میں بنایا گیا ہے اور اسی جانور پر دلالت کرے اس دلالت کو دلالت وضعی کہتے ہیں اسلئے کہ اس میں وضع کو دخل ہے۔

دوسرے یہ کہ طبیعت کے چاہنے سے وہ لفظ سرزد ہو جیسے بیمار آہ آہ کرتا ہے اور اس لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے دروسے پس طبیعت بولنے والے کی درد کے وقت خواہ مخواہ اتفاقاً کرتی ہے کہ یہ لفظ زبانی سے نکلا جائے اس دلالت کو دلالت طبعی کہتے ہیں کیونکہ اس لفظ کے بولنے میں طبیعت کے چاہنے کو دخل ہے۔

تیسرے یہ کہ نہ واضح نے اُس کو اُس شے پر دلالت کے واسطے وضع کیا ہو اور نہ بولنے والے کی طبیعت کے تقاضے سے زبان سے نکلا ہو بلکہ جس وقت وہ لفظ بولا جائے تو عقل اُس سے کوئی شے سمجھ لے مثلاً کوئی شخص دیوار کے پیچھے کھڑا ہو لفظ دیر کا کہے اور اُس سے معلوم ہو کہ دیوار کے پیچھے کوئی شخص چھپا ہوا ہے پس دیر نے فقط بولنے والے کے وجود پر دلالت کی اس دلالت کو دلالت عقلی کہتے ہیں کیونکہ اس میں عقل کو دخل سے علوم میں زیادہ تر دلالت لفظیہ وضعیہ کام آتی ہے کیونکہ طبیعت اور فہم مختلف ہوتے ہیں اس سبب سے دلالت طبعیہ اور عقلیہ منضبط نہیں ہوتیں اور نہ اُن سے کوئی معتد قائم متعلق ہو اب معلوم کرو کہ دلالت وضعیہ لفظیہ کی تعریف یہ ہو کہ وہ سمجھنا معنی کا ہے لفظ سے جس وقت بولا جائے اور یہ سمجھنا بہ نسبت ایسے شخص کے ہے جو اُس لفظ کے اُس معنی کے لیے وضع ہوئے پر آگاہ ہو کیونکہ اگر آگاہ نہ ہوگا تو اُس کے نزدیک وہ معنی مجہول ہونگے اور یہ دلالت تین طرح پر ہے۔

(۱) یہ کہ لفظ جس شے کے مقابل میں وضع ہوا ہے اُس تمام شے پر دلالت کرتا ہے جیسے انسان جب اسے بولنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مراد بولنے والے کی فقط حیوان ہے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ مراد اُس کی وہ شے جس میں حیوان ہونا اور ناطق ہونا جمع ہو اس دلالت کو دلالت مطابقی کہتے ہیں اس لیے کہ لفظ اور معنی مطابق ہیں۔

(۲) یہ کہ اُس شے کے ایک جز پر دلالت کرے مثلاً انسان سے حیوان کے معنی سمجھے جائیں اس کو دلالت تضمنی کہتے ہیں ایسے کہ جز اُس کے ضمن میں ہے جس کے واسطے وہ لفظ بنایا گیا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک معنی کسی سے کا جز ہوں اور کسی دوسرے شے کے جز کا جز ہوں مثلاً جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم انسان کے جز کا جز ہے۔

(۳) لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے کہ نہ وہ اُس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اور نہ وہ معنی اُس لفظ کے سارے معنی کا کھڑا ہوں بلکہ یہ معنی اُس کو خارج سے لازم ہو گئے ہوں مثلاً انسان کا دلالت کرنا ہنسنے والے یا لکھنے والے پر کیونکہ ہنسنا اور لکھنا انسان کی ذات میں داخل نہیں بلکہ خارج سے اُس کو لازم ہو گیا ہے اس دلالت کو دلالت التزامی کہتے ہیں بسبب لازم ہونے اس مرخارجی کے پھر اگر لازم کسی شے کے قریب ہو گئے

تو اسکی دلالت واضح ہوگی اور اگر لازم اسکے بعید ہونگے تو دلالت اسکی واضح نہوگی۔
یہ اصطلاح علمائے منطق کی ہے اور علمائے بیان کی اصطلاح میں مطابقتی کو وضع کرتے ہیں اسلئے کہ وضع نے
اس لفظ کو اس تمام معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے پس یہ دلالت وضع کی طرف منسوب ہے اور
دلالت تضمنی والتزامی کو عقلیہ کہتے ہیں تضمنی کو اسلئے کہ عقل اس بات پر حکم کرتی ہے کہ جب کل ذہن میں
حاصل ہو جاتا ہے تو جز بھی ذہن میں حاصل ہو جاتا ہے اور التزامی کو اسلئے کہ عقل اس بات پر بھی حکم کرتی ہے
کہ جب وہ شے جسکو کوئی اور شے لازم ہو ذہن میں حاصل ہو جاتی ہے تو وہ شے لازم بھی ذہن میں حاصل
ہو جاتی ہے دونوں اصطلاحوں میں فرق یہ ہے کہ منطقیوں نے نزدیک وضعیہ اور عقلیہ دونوں فہمیں مطلق
دلالت کی ہیں اور یہ تینوں قسمیں علمائے بیان کی اصطلاح کے موافق ہیں وضعیہ میں داخل ہیں اور
علمائے بیان کی تقسیم کے موافق وضعیہ اور عقلیہ ایک دوسرے کے مقابل ہیں لیکن مطلق دلالت کی فہمیں نہیں ہیں
تیمکو معلوم ہو چکا کہ دلالت التزامی میں لازم ایک امر خارجی ہوتا ہے اور دلالت تضمنی میں لازم کل کا
جز ہوتا ہے جس طرح لازم کو لزوم کے ساتھ دلالت التزامی میں لزوم ہے اس طرح جز کو کل کے ساتھ
دلالت تضمنی میں لزوم ہے اور لزوم بعض موقوفہ دونوں طرف سے ہوتا ہے جیسے امام اور مقتدی کا لزوم
کہ امام جب کہینگے کہ مقتدی موجود ہو گئے اور مقتدی جب کہینگے کہ امام موجود ہو کیونکہ اگر امام نہ ہو
تو کسے کیجئے کھڑے ہونے والے کو مقتدی کہینگے اور اگر مقتدی نہ ہوں تو کسے آگے کھڑے ہونوالے کو
امام کہا جائے گا اور بعض جگہ ایک طرف سے لزوم ہوتا ہے جیسے علم اور زندگی میں ایک طرف سے لزوم ہے
علم کو زندگی لازم ہے جس جگہ علم ہو گا زندگی ضرور ہوگی کیونکہ علم بے زندگی کے نہیں ہوتا اور زندگی کو علم
لازم نہیں کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ جو زندہ ہو اسکو علم بھی ہو دلالت التزامی میں لزوم ذہنی شرط ہے اور
لزوم ذہنی اسے کہتے ہیں کہ معنی خارجی اس طور پر ہوں کہ حسبوقت لفظ کے معنی موضوع لہ ذہن میں آئیں
تو وہ معنی بھی جو اس معنی موضوع لہ سے خارج ہیں ذہن میں حاصل ہو جائیں اور یہ حاصل ہونا دو حال سے
خالی نہیں اس طرح کہ اگر لازم و لزوم میں واسطہ نہ ہو گا تو لزوم کے ساتھ لازم فوراً حاصل ہو جائے گا اور
جو واسطہ ہونگے تو انہیں غور و تامل کے بعد حاصل ہوگا مثلاً حسبوقت انسان کے معنی موضوع لہ کہ حوالہ فی ہین
ذہن میں آئے ہیں تو یہ بھی ذہن میں آجاتا ہے کہ یہ ہنسنے والا ہے پس ہنسنا انسان کے لیے لازم ذہنی ہے
لزوم ذہنی سے علمائے بیان یہی مراد لیتے ہیں اور منطقیوں کے نزدیک لزوم ذہنی یہ ہے کہ مسئلے کے تعقل سے
دلول التزامی کا تعقل ذہن میں سے کیسی طرح جدا نہ ہو سکے اور یہ معنی علمائے بیان کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ یہ
بہت سے مجازات و کنایات کے معانی مدلولات التزامیہ میں سے نکلیں گے۔

اب معلوم کر دے کہ ایک معنی کو کئی مختلف طریقوں پر دلالت لفظی کے ساتھ اور انہیں کر سکتے کیونکہ اس دلالت میں الفاظ ایک ہی طور پر دلالت کرتے ہیں کی بیشی متصور نہیں اور یہ امر بھی جب کہ سننے والا یہ جانتا ہو کہ یہ الفاظ ان معنی کے واسطے بنائے گئے ہیں اور یہ اگر نجانا ہوگا تو وہ الفاظ دلالت ہی نہیں کیے کیونکہ الفاظ کے معنی کا سمجھنا وضع الفاظ کے جاننے پر موقوف ہے مثلاً جب ہم کہیں کہ اُس کے رُخسار سیب کی طرح ہیں پس اگر سننے والا رُخسار اور سیب اور طرح کے معانی جانتا ہوگا اور مہلت ترکیب کو بھی سمجھتا ہوگا یعنی اُسے یہ معلوم ہوگا کہ اس عبارت کا مفاد رُخسار اور سیب کے درمیان مشابہت کا ثابت کرنا ہے تو ممکن نہیں کہ کوئی اور کلام اس معنی میں بشرطیکہ دلالت وضعی رکھتا ہو بہ نسبت کلام مذکور کے واضح ہونے میں کم و زیادہ ہو کیونکہ جسوقت ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ لائے جائیں گے جو ان کے مراد ہوں گے تو سننے والا اگر ان مرادات کی وضع سے واقف ہوگا تو مضحکہ سمجھنے میں اُس کے نزدیک کوئی تفاوت نہ ہوگا بلکہ کلام ثانی سے وہی معنی سمجھے گا جو کلام اول سے سمجھتا ہے اور اگر اس بات کو نہ جانتا ہوگا تو یہ نئے الفاظ بھی ہی معانی رکھتے ہیں جو پہلے الفاظ رکھتے تھے تو کچھ بھی نہ سمجھے گا اور دونوں صورتوں زیادہ ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کے اعتبار سے تفاوت ہوگا خلاصہ کلام یہ ہے کہ دلالت وضعی کے ساتھ ایک معنی کا مختلف طریقوں میں ادا کرنا ممکن نہیں ہے اور دلالت عقلی کے ساتھ ممکن ہے کیونکہ جائز ہے کہ لزوم کے مراتب ظہور میں مختلف ہوں مثلاً ممکن ہے کہ دلالت تضمنی میں کل کیلئے جزا کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہو چنانچہ حیوان اور جسم اور جو اہر یہ تینوں انسان کے جز ہیں لیکن ان میں سے بعض بعض کے ذریعہ سے انسان کا جز ہے اور بعض بغیر ذریعہ کے پس جو بغیر ذریعہ کے جز ہوگا اُس کا لزوم واضح ہوگا اور جو بذریعہ دوسرے کے جز ہوگا اُس کا لزوم بہ نسبت اُس کے خفی ہوگا اسی طرح دلالت التزامی میں لزوم کے لوازم کا لزوم مختلف مراتب رکھتا ہے اس طرح کہ بعض کے لزوم کی دلالت بہت ظاہر ہو اور بعض کے لزوم کی دلالت کم ظاہر ہو مثلاً وصف سخاوت کیلئے کئی لوازم ہیں جن میں بعض کی دلالت سخاوت پر زیادہ واضح ہے اور بعض کی دلالت اُس پر کم واضح ہے چنانچہ کمین زید کے یہاں مہمان آتے ہیں یا زید کے باورچی خانے سے لاکھ زیادہ بکلتی ہے یا زید کے یہاں کھجی اور دوسری کھلنے کی چیزیں زیادہ خیر ہوتی ہیں یا زید رضائیہاں بہت تقسیم کرتا ہے یا زید کے مہمان اُس کی بڑی تعریف کرتے ہیں یا زید کے دوستوں میں بہت سے کنوین اور مسکین بخوانی ہیں پس ان میں بعض لوازم کی دلالت سخاوت پر واضح ہے اور بعض کی خفی ہے مراتب و ضروب کا اختلاف دلالت التزامی میں ظاہر ہے اسلئے کہ جائز ہے کہ ایک شے کیلئے ایسے متعدد لوازم موجود ہوں جن میں سے بعض لوازم بسبب کم ہونے واسطوں کے اُس شے سے قریب ہوں اور بعض

بسبب زیادہ ہونے واسطوں کے اُس سے بعید ہون پس جس میں واسطے کم ہوں گے وہ زیادہ واضح ہوگا اور جس میں واسطے زیادہ ہوں گے وہ اُسکی نسبت کم واضح ہوگا جیسے سخاوت کے لیے لوازم مختلف ہیں مثلاً کما جائے کہ زید بڑا مہمان نواز ہے یا اُسکے یہاں باورچی خانے میں ایندھن زیادہ جلتا ہے یا اُسکے باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلتی ہے ان لوازم میں سے مہمان نوازی ایسا لازم ہے کہ سخاوت کی طرف اُس سے ذہن جلدی انتقال کر لے بہ بخلاف اسکے کہ باورچیخانے میں لکڑیوں کے زیادہ جلنے سے ذہن کا انتقال سخاوت کی طرف جلد نہیں ہو سکتا کیونکہ اول میں واسطہ نہیں ہے اور باورچیخانے میں زیادہ لکڑیاں جلنے سے جتنی جلدی سخاوت کی طرف انتقال ہوتا ہے اتنی جلدی باورچیخانے سے راکھ زیادہ نکلنے سے سخاوت کی طرف انتقال نہیں ہو سکتا کیونکہ سخاوت میں اور باورچیخانے میں زیادہ لکڑیاں جلنے میں دو واسطے ہیں اور سخاوت میں اور باورچیخانے میں زیادہ راکھ ہونے میں تین واسطے ہیں کیونکہ بہت لکڑیوں کا جلنا بہت کھانا پکپنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانوں کی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور باورچیخانے سے بہت سا راکھ کا نکلنا موقوف ہے زیادہ لکڑیوں کے جلنے پر اور زیادہ لکڑیوں کا جلنا بہت کھانا پکپنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا مہمانوں کی کثرت کے سبب ہوتا ہے اسے طرح جائز ہے کہ لازم ایک ہوا اور مزدوم بہت سے ہوں پس اُس لازم کا مزدوم بعض مزدوم کے ساتھ بہت واضح ہوا اور بعض کے ساتھ کم واضح ہو جیسے گرمی سولج اور آگ اور حرکت کو لازم ہے اور ظاہر ہے کہ گرمی کا مزدوم آگ کے ساتھ بہت ظاہر ہوا اور بہ نسبت اُسکے سولج کے ساتھ کم ظاہر ہے اسی طرح گرمی کا مزدوم جتنا سولج کے ساتھ ظاہر ہو اتنا حرکت کے ساتھ ظاہر نہیں۔

اور دلالت تضمنی میں اختلاف مراتب لزوم کا ظہور و خفا میں ظاہر نہیں ہو بلکہ بیان کی طرف محتاج ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایک معنی ایک شے کا جز ہوں اور دوسری شے کے جز کا جز ہوں پس اُس کی دلالت اتنی معنی پر جو اُس کا جز ہیں بہت ظاہر ہوگی اور اُن معنی پر اُسکی دلالت زیادہ واضح نہ ہوگی جو اُس کے جز کا جز ہیں چنانچہ حیوان کی دلالت جسم پر زیادہ واضح ہے نسبت انسان کی دلالت کے جسم پر کیونکہ جسم حیوان کا جز ہے اور حیوان انسان کا جز ہے پس جسم میں اور حیوان میں واسطہ نہیں ہوا اور انسان اور جسم میں واسطہ ہے اور وہ حیوان ہے اسی طرح دیوار کی دلالت مٹی پر جتنی واضح ہے اتنی مکان کی دلالت مٹی پر واضح نہیں۔

اس مقام پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جز اپنے کل سے پہلے سمجھ میں آتا ہے چنانچہ

انسان سے اول جسم مفہوم ہوتا ہے پھر حیوان پھر جانور ناطق جواب اس کا یہ ہے کہ اس قول کی صحت میں
 شبہ نہیں مگر یہاں مراد یہ ہے کہ ذہن اول چیز کی طرف انتقال کرتا ہے اور علیحدہ ملاحظہ اس کا کل کے
 سمجھنے کے بعد کرتا ہے پس جب آدمی کوئی لفظ سنتا ہے اور اُسکی وضع سے واقف ہوتا ہے اور موضوع لہ کے
 تمام اجزاء کو سمجھتا ہے تو اول وہ بسبیل اجمال کے لفظ کے معنی موضوع نہ سمجھتا ہے پھر اُس کا ذہن اس
 معنی کے جز کی طرف ہٹتا ہے کہ جز ہوا انتقال کرتا ہے اور اگر اس جز کے لیے بھی جز ہو تو پھر جدا کا نہ اُسکی طرف
 انتقال کرتا ہے پس اس تقریر سے ثابت ہے کہ ہمارا وہ قول صحیح ہے کہ لفظ کل کی دلالت جز پر نہایت واضح ہے
 اور اُسکی دلالت اپنے جز کے جز پر کم ظاہر ہے کیونکہ جز کا جز بھی سمجھا جاتا ہے اور جز پہلے سمجھ میں آتا ہے
 اس تمام بحث سے یہ بات ثبوت کو پہونچائی کہ علم یا نہیں معنی کے لوازم کو اعتبار کرتے ہیں۔
 لفظ جس معنی کے واسطے بنا یا گیا ہو اگر اُس سے وہی معنی مراد ہوں تو اُسکو حقیقت کہتے ہیں اور
 اگر وہ معنی مراد نہ ہوں بلکہ ایک ایسے معنی مراد ہوں جو معنی موضوع لہ کو لازم ہوں پس گردان کوئی قرینہ
 اس بات پر قائم ہو کہ یہاں معنی موضوع لہ مراد نہیں ہیں تو اُس لفظ کو مجاز کہتے ہیں اور اگر معنی
 موضوع لہ کا بھی ارادہ جائز ہو تو اُسے کنایہ بولتے ہیں اور مجاز کو کنایہ کے ساتھ وہ نسبت ہے جو مفرد
 مرکب کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ مجاز میں ارادہ لازم کا عدم ارادہ لازم کے ساتھ شرط ہے اور کنایہ میں
 دونوں کا ارادہ معتبر ہے پس مجاز مثل چیز کے ہے اور کنایہ مثل کل کے کیونکہ مجاز میں صرف لازم ملزوم ہے
 اور کنایہ میں دونوں کا مقصود ہونا جائز ہے اور ہر جز اپنے کل پر مقدم ہوتا ہے اسلیے علم بیان میں
 مجاز کو کنایہ سے پہلے بیان کرتے ہیں اور مجاز میں معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان علاقہ کا ہونا
 ضرور ہے پس اگر دونوں میں تشبیہ کا علاقہ ہو تو ایسے مجاز کو استعارہ کہتے ہیں اور اگر تشبیہ کے سوا
 کوئی دوسرا علاقہ ہو تو اُسے مجاز مرسل بولتے ہیں اس بیان سے واضح ہوا کہ تشبیہ مقدم ہے استعارہ
 جو مجاز کی ایک قسم ہے۔ علم بیان کا مقصد اصلی صرف دو چیزیں ہیں مجاز اور کنایہ مگر استعارہ کے
 سمجھنے کیلئے تشبیہ کا سمجھنا ضرور ہے اور اُسکو تمام اقسام مجاز سے اسلیے پہلے بیان کرتے ہیں کہ مجاز کی
 ایک قسم تشبیہ پر موقوف ہے اور چونکہ مجاز مرسل کو استعارہ کے ساتھ اتصال حاصل ہے اسلیے
 اُسکو اور استعارہ کو بننے کے ایک باب کے قرار دیکر تشبیہ کو مجاز مرسل سے بھی پہلے لانے ہیں اور تشبیہ کو
 کنایہ پر اسلیے مقدم کرتے ہیں کہ خود مجاز کو کنایہ پر تقدم حاصل ہے اور چونکہ تشبیہ میں بہت سی
 فائزے کی باتیں ہیں اور اُسکے مباحث کثیر ہو گئے ہیں اسلیے اُسکی بحث کو استعارہ کا مقدمہ نہیں بنانے
 بلکہ علم بیان میں ایک علیحدہ مقصد ٹھہرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تشبیہ بھی علم بیان کا ایک مستقل مقصد ہے

استعمال کے کا مقدمہ نہیں کیونکہ دلالت کے بہت ظاہر ہونے اور کم ظاہر ہونے کا اختلاف اسمین بھی موجود ہے پس یہ بھی علم بیان کا مقصد اصلی ہے اور علم بیان کے بعض مقاصد اُس پر موقوف بھی ہیں لیکن اسمین کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ بعض مقاصد کا بعض دوسرے مقاصد پر موقوف ہونا اس بات کو واجب نہیں کرتا کہ متوقف علیہ فن کا مقدمہ نبھائے اور حقیقت و مجاز دونوں چار چار قسم پر ہیں حقیقت لغوی حقیقت شرعی حقیقت عربی خاص حقیقت عربی عام یعنی کوئی لفظ اگر لغت میں کسی معنی کے واسطے وضع کیا گیا ہو تو اُسکو حقیقت لغوی کہتے ہیں اور اگر شرع میں وضع کیا گیا ہو تو اُسکو حقیقت شرعی کہتے ہیں اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح میں وضع کیا گیا ہے جیسے نحوی یا صرفی یا منطقی وغیرہ وغیرہ تو اُسکو حقیقت عربی خاص اور حقیقت اصطلاحی کہتے ہیں اور اگر کسی خاص فرقے کی اصطلاح میں وضع نہیں کیا گیا بلکہ عام اشخاص اُس لفظ سے وہ معنی سمجھتے ہیں اُسکو حقیقت عربی عام کہتے ہیں اسی طرح مجاز کی قسمیں ہیں یعنی اگر لفظ لغت کی اصطلاح میں موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اُسکو استعمال کیا کسی اور معنی میں تو وہ مجاز لغوی ہے اور اگر شرع کی اصطلاح میں موضوع تھا ایک معنی کے لیے اور اسی اصطلاح میں استعمال کیا کسی اور معنی میں تو وہ مجاز شرعی ہے اور اگر اصطلاح خاص میں کسی معنی کے واسطے موضوع تھا اور اسی اصطلاح میں اُسکے غیر میں مستعمل ہوا تو وہ مجاز عربی خاص ہے اور اگر عام کی اصطلاح میں موضوع تھا کسی اور معنی کے واسطے اور اسی اصطلاح میں مستعمل ہوا اور معنی میں تو وہ مجاز عربی عام ہے اسکی مثال یہ ہو کہ شیر لغت میں جانور درندہ مشہور کے واسطے بنایا گیا ہے اسی معنی میں استعمال کر لیکو حقیقت لغوی کہتے ہیں اور مرد بہادر کے معنی میں استعمال کرنے کو مجاز لغوی اور لفظ صلوة شرع کی اصطلاح میں نماز کے واسطے موضوع ہے اور لغت میں دعا کے معنی میں آیا ہے شرع کی اصطلاح میں نماز کے معنی میں استعمال کرنا حقیقت شرعی ہے اور اسی اصطلاح میں دعا کے معنی میں مجاز شرعی اور لفظ فعل علم غومین اُس لفظ خاص کیلئے موضوع ہے جو مسند ہونکی صلاحیت رکھتے اور معنی مستقل پر دلالت کرے اور علامہ وہ معنی مصدر کے جو اُسکے جوہر ہیں ہیں نین زمانہ نندے کوئی زمانہ اُسکے ساتھ پایا جائے اور لغت میں لفظ فعل کے معنی کرنا ہیں پس نحو کی اصطلاح میں لفظ خاص کے معنی میں حقیقت عربی خاص ہے اور اُسی اصطلاح میں کرنے کے معنی میں مجاز عربی خاص اور لفظ اعزیہ عام کے نزدیک تابوت حضرت امام حسین کے معنی میں ہے چنانچہ - ۵

امام حسین کے معنی میں ہے چنانچہ - ۵	مومنو زیز زمین لغزبے دفاتے ہیں	آج دنیا سے حسین ابن علی جاتے ہیں
-------------------------------------	--------------------------------	----------------------------------

پس اس معنی میں حقیقت عربی عام ہے اور اسی اصطلاح میں ماتم پُرسی کر نیے معنی میں مجاز عربی عام آرزائی جو منسوب ہو ارزان کی طرف حقیقی معنی اُسکے ارزندہ کے ہیں لینے لالچ ہونے والا لیکن یہ معنی متروک ہو کر مجاز آعرٹ عام بین نرخ اشیا کی گرانی کی ضد میں استعمال ہونے لگا۔ مجاز شرعی اگرچہ مجاز عربی خاص میں داخل ہو مگر شرع کی تعظیم اور شرف کی وجہ سے ہکو جداگانہ قسم قرار دیا ہے۔ حقیقت و مجاز دراصل الفاظ کے عوارض میں سے ہیں کبھی معنی اور استعمال کو بھی حقیقت مجاز کیساتھ متصف کر دیتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ یہ معنی حقیقت ہیں اور وہ مجاز ہیں اور یہ استعمال حقیقت ہے اور وہ استعمال مجاز ہے۔

عنا نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ جو لفظ معنی مجازی میں مستقل ہو اُسکے لیے معنی حقیقی میں مستقل ہونا شرط ہو یا نہیں مذہب تحقیق یہ ہے کہ یہ امر شرط نہیں۔ اور حقیقت و مجاز جس طرح مفرد میں جاری ہوتے ہیں جیسے میں بھی جاری ہوتے ہیں اور اس سے بحث علم معانی میں کرتے ہیں جس طرح مفرد کے حقیقت و مجاز سے علم بیان میں بحث ہوتی ہے اور مجاز کا یہ حکم ہے کہ جس چیز میں اُس کو استعمال کریں وہ ثابت ہو خواہ عام ہو یا خاص اور مجاز کے عام ہونے سے یہ مراد نہیں ہو کہ ایک لفظ سے تمام علاقے جو مجاز و حقیقت میں ہونا چاہئیں سمجھے جاتے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک قسم کے علاقے کی تمام فرد کو عام ہوتا ہے جو لفظ جس معنی کے لیے بنایا جاتا ہے اُس سے وہ معنی ساقط نہیں ہوتے اور معنی حقیقی کی نفی اُس چیز سے جب وہ صادق آتے ہوں نہیں ہوتی بخلاف معنی مجازی کے کہ وہ اپنے مصداق پر صادق بھی آتے ہیں اور اُس سے منتفی بھی ہو جاتے ہیں چنانچہ باب کو باب کہتے ہیں اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ وہ باب نہیں ہے برخلاف دادا کے کہ اُسکو باب کہہ سکتے ہیں مگر یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ وہ باب نہیں ہے اسی طرح اُس جا فور درندہ کو جو لفظ شیر کا موضوع ہے شیر کہنا صحیح ہے اور اس نام کی اس سے نفی نہیں ہو سکتی یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ شیر نہیں ہے بخلاف بہادر آدمی کے کہ اُس کو مجازاً شیر کہتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ شیر نہیں ہے۔

علم بیان کا مدار ان چار چیزوں پر ہے۔ تشبیہ۔ استعارہ۔ مجاز مرسل۔ اور کنایہ۔ ان میں سے ہم ہر ایک کو علحدہ علحدہ ایک ایک باب میں بیان کرتے ہیں۔

پہلا باغ تشبیہ کے بیان میں

تشبیہ لغت میں دلالت ہے اس بات پر کہ ایک شے دوسری شے کے ساتھ ایک معنی میں شریک ہو اور علم

بیان کی اصطلاح میں تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزوں کی جو آپس میں جدا جدا ہوں ایک سے منہ میں غریک ہونے پر اس طرح کہ بطور استعلا کے نہواور نہ بطور تجرید کے ہو تجرید کا بیان علم بلع میں آتا ہے اور تشبیہ کے بیان میں پانچ چیزوں سے بحث ہوتی ہے (۱) مشبہ بہ اور مشبہ انکو طرفین تشبیہ کہتے ہیں (۲) وجہ تشبیہ (۳) غرض تشبیہ (۴) ادات تشبیہ یہ چاروں تشبیہ کے ارکان کہلاتے ہیں (۵) اقسام تشبیہ۔ اور یہ پانچوں چیزیں ہم پانچ چمنوں میں بیان کرتے ہیں۔ اور تشبیہ کے قوت و ضعف کے حال کو علیحدہ چھ چمن میں ذکر کریں گے۔

پہلا چمن طرفین تشبیہ کے بیان میں

طرفین تشبیہ دو چیزیں ہیں ایک مشبہ بہ جسکو تشبیہ دی جائے دوسرے مشبہ بہ وہ ہو جس سے کسی چیز کو تشبیہ دیں اور مشبہ سے اُس صفت میں زیادہ ہو جسکی وجہ سے تشبیہ دی جائے اور یہ زیادتی خواہ از روئے حقیقت کے ہو خواہ از روئے ادعا کے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ وہ صفت دونوں میں برابر ہو تو تشبیہ صحیح نہ ہوگی کیونکہ تشبیہ میں ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا قصد ہوتا ہے اور جہاں دونوں کی مساوات کا قصد ہو تو اسکو تشابہ کہتے ہیں یعنی یہ اس کے مشابہ ہو اور وہ اس کے مثلاً۔

سودا

حکم کہتے ہیں جسے پیش کرم چارون ایک

دشمن و دوست بد نیک دہلے کے نیچ

تشبیہ دشمن کی بد سے اور دوست کی نیک سے منظور نہیں بلکہ دونوں چیزوں میں مساوات منظور ہو

ولہ

رتبہ شعر و سخن میں ہیں بہم چارون ایک

الوزری سعدی و خاقانی و مداح ترا

ان چاروں شعرا میں سے کسی ایک کی دوسرے کے ساتھ تشبیہ منظور نہیں بلکہ مساوات مقصود ہو

ولہ

غمرہ و ناز و اداج پیش لب چارون ایک

مثنوی و زلف سیہ کامل و شہباز و نیک

گو یا

چال و رش ہیں دروازے پہ رضوان کے برابر
دارا ترے دروازے کے دربان کے برابر
رُتبے میں ہو وہ گوہر غلطان کے برابر

گھر تیرا ہے جنت کے گلستان کے برابر
ہے ایک تر آئینہ بردار سکندر
قطرہ جو کبھی ابر کف جو دے سے ٹپکے

اگر دم میں جسے چاہے فلک پر تو چڑھا دے	ذرے کو کرے مہر درخشان کے برابر
اگر خرمن بخشش سے کرے دانہ عطا تو	ہر مور کے مین ہوں سلیمان کے برابر
	آتش
یہ خوش اسلوب جسم اس فن جان کا ہے کہ جہاں میں	برابر نکلے ڈورا اس کمر کا اور گردن کا
	ظفر
نہ گیسو سے عرق افشان میں اور سحاب میں فرق	نہ تاب رخ میں ترے اور آفتاب میں فرق
نہ فرق یک سر مو مشک دلوے کا کل میں	نہ کچھ پینے میں عارض کے اور گلاب میں فرق
نہ کچھ شراب و نگہ میں تری کمی بیشی +	نہ تیری چشم میں اور ساغر شراب میں فرق
نہ خون دل میں مے اور ہے شراب میں فرق	نہ میرے سینہ پر بان میں اور کماں میں فرق
نہ میرے اشک میں اور تار چنگ میں دوئی	نہ میرے نالے میں اور نالہ رباب میں فرق
نہ داغ سینہ میں اور آفتاب میں دوئی	نہ دود دل میں مرے اور کچھ سحاب میں فرق
نہ سوز سینہ میں اور برق میں ہے فرق ظفر	نہ کچھ ہے پارے میں اور دلکھڑاب میں فرق
نشانہ میں نکس صبح ہوتا ہے یعنی مشبہ بہ کو مشبہ بنا سکتے ہیں جیسے —	
	داغ
حسن آنکہ عشق ہو عشق آنکہ حسن	میں تجھ کو نظر آؤں مجھے تو نظر آئے
مقصود بالتفہیل پہلا مصرع ہے —	
	ظفر
خاک کو مسند کجواب سمجھتے ہیں فقیر	اور وہ جانتے ہیں مسند کجواب کو خاک
	صغیر
اسحر پرائے اگر بھان متی کی صورت	کہ کبوتر کو کرے کہ کبوتر گیسو
مولوی محمد اسماعیل	
حقیقت میں ہو گی دور نگہی گمان	جہاں ذرہ ہے اور ذرہ جہاں
	ذوق
نیت نیک تری آنکہ حسن میل	عمل خیر ترا جلوہ حسن نیت
زندہ مردہ مجھے زندہ ہو چکے	امیر مشرب پاکر چکی رفتاریار +

پس جهان وجہ شبہ بین مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا برابر ہونا مقصود ہو اور یہ مقصود نہ تو ایک ہے اور دوسرا ناقص ہے عام ہے اس سے کہ زیادتی اور کمی پائی جائے یا نہ پائی جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ ان تشبیہ کو ترک کر دیں کیونکہ تشبیہ بین ایک کی زیادتی اور ایک کے نقصان کا مقصد ہوتا ہے پس اس شعر میں

حالی	
امن کی عزت تمھاری عزت ہے	اعلیٰ ذلت تمھاری ذلت ہے

ایک کی عزت کی دوسرے کی عزت کے ساتھ اور ایک کی ذلت کی دوسرے کی ذلت کے ساتھ تشبیہ مقصود نہ ہوگی کیونکہ دونوں کا برابر ہونا مطلوب ہے۔

مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) حسی جسے حواس خمسہ ظاہری سے دریافت کر سکیں اور جو اس خمسہ ظاہرہ پانچ ہیں۔ بصر۔ سمع۔ شہ۔ ذوق اور لمس۔

(۲) عقلی جسے حواس ظاہرہ سے معلوم کر سکیں پس یا مشبہ اور مشبہ بہ دونوں ایک ہی ہونگے یا مختلف یہاں مختصر طور پر مثال ہر اک کی لکھی جاتی ہو۔

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بباصرہ کی تادیر کہتا ہو۔

بڑھ چلا رخ سے یہ آنکھ خطا خضر کیسا	پر طاؤس ہو قرآن سے باہر کیسا
صبا	
لوگ کہنے لگے کندہ نہیں چڑھا ہے مینا	سبزہ خط سے وہ خوش رنگ تر کا گل ہوا

انصاف حسین خان

سرو ساق تو کل سے رخسارے	شائے بازو بھر بھرے سارے
صفدی	
آنکھ اپنی کسی کے دُرِ دندان سے لڑی ہے	جو شک مسلسل ہو سو موتی کی لڑی ہے
ناسخ	
دوقن یار میں کی خط نے رسائی پیدا	چاہو یوسف میں خضر بہر تماشا اُترا
امانت	
دیکھو اُن بستان پہ لہو نگو تو پتہ بھی کہے	دو دو پتے کے لیے بیٹھا ہو جوڑا سانپ کا

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق بہ سامعہ کی محسن کا کو روی کہتا ہو۔

نوبت ہے صدے قمریان کی	تیار ہے باغ میں اذان کی
	وزیر
نالہ مرغ سحر ہوگی صبرِ ریخلمہ	لکھنی ہوا ب صفت و زینا گوش مجھے
	سودا
ابلیل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستاں چمن	نالہ مرغ چمن سے کم نہیں فریا دِ زارِ غ
	مومن
ادم مصاف تھے دشمنوں کے لشکر میں	صدے لوح و شیون ہو شور و غلغل کس
	غالب
بُرمون میں نکو سیے یوں لگ سے جیسے باجا	اک ذرا چھڑے پھر دیکھے کیا ہوتا ہے
مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق شامہ علی کہتا ہے۔	
علی بھرا ہوا یہ عطر بہشت شیشے میں	تصور عرق روے یار دلمین ہے
یار کے عرق کی بو کو عطر بہشت کی بو سے تشبیہ دی ہے۔	
	گویا
اکون میں کیوں نہ گل اندام ان حسینوں کو	کلاب کی سی کچھ آتی ہو بو عیسینے میں
حسینوں کے پسینے کی بو کو کلاب کی بو سے تشبیہ دی ہے۔	
	قدسی
لگا یا میں نے جو رُب لب پر شکن میں ہاتھ	شمیم مشک لگی گلشن ختن میں ہاتھ
دلف کو مشک کے ساتھ تشبیہ باعتبار خوشبو کے دی ہے۔	
	برق
عطر کلاب شیشے میں رکھا ہے کھینچ کر	دل میں خیال ہے عرق روے یار کا
	ظفر
گرے جو اُس لب میگوں سے قطرہ دریا میں	شراب کی سی حبابوں کے ہوا مارِ غ میں بُو
دل برشتہ کی اس طرح بُو ہے سینے میں	اک جیسے سوختہ دانگی ہوا جلغ میں بُو +
مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق ذالقمہ سودا کہتا ہے۔	
ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا	پانی بھی پھر پویدن تو مزہ دے شراب کا

پائینے نرے کو شراب کے نرے سے تشبیہ دی ہو۔

مومن

جھوٹی شراب اپنی مجھے مرے قدموں سے

یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

ذوق

بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دار و

شراب تلخ بھی ہو میکش کو شکر و شیر

نشیان

ابن کیون منت کش پر مغان ہوں

نہ آب تلخ کو کیون زہر سمجھوں

مثال مشبہ اور مشبہ بہ حسی متعلق لامسہ تعلق کہتا ہو۔

اپیٹ نرمی سے صورت مٹھل

صاف مانند تختہ صندل

اپیٹ کو نرمی میں مٹھل سے تشبیہ دی ہو اور صافی میں تختہ صندل سے۔

عجرت

اکھون کیا جلد کی افس کے صفائی

ہو جیسے دودھ پر کھلی ملائی +

پیرٹ کو ملائی میں ملائی کے ساتھ تشبیہ دی ہو۔

حریق

دل ہو جیسا سخت بنی لسی ہی پتھر چھپائیاں

کیا کر شکی جز جفا یہ اور ہم پر چھپائیاں

بحر

آسیاسی میں جلیا اور پتھر چھپائیاں

موناگ چھپاتی پڑ لیلیگی یہ سنگر چھپائیاں

پستان کو سختی میں دل اور پتھر سے تشبیہ دی ہو۔

ذوق

یہ خار و شرت بھی نرمی میں خواب مٹھل ہے

ہر ایک تار رگ سنگ بھی ہو تار حریر

میر

جس کف پا کو برگ گل ہے خار

حیف ہے خار سے وہ ہونے دکھار

مثال مشبہ اور مشبہ بہ عقلی کی۔

حالی

وہ طب جسیہ غش میں ہمارے اطبا

سمجھتے ہیں جس کو بیاض مسیحا

بتانے میں ہر نخل جسکے بہت سا	جسے عیب کی طرح کرتے ہیں انھا
علم طب کو عیب سے تشبیہ دی ہے اور ان دونوں کے معلوم کرنے میں حواس کو دخل نہیں بلکہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں اور علم طب سے مراد وہ ملکہ ہے جسکی وجہ سے آدمی اُسکے جزئیات کے ادراک پر قادر ہو جاتا ہے اور ملکہ سے مراد ایک حالت البسیطہ ہے جو کسی فن کی فراوانی سے حاصل ہو جاتی ہے اور جس شخص کو جس فن کا ملکہ حاصل ہوتا ہے جب اُسکے سامنے اُس فن کے جزئیات آنے ہیں تو اُن جزئیات کے احکام کو بخوبی ادراک کر سکتا ہے۔ ۵	
امت مروا کرنے یہ میں سمجھو یہ نکا ہیں	میں جمع سوید اے دل چشم میں آہیں
نکاہ مشبہ اور آہ مشبہ بہ ادویہ دونوں عقلی ہیں۔	
منشی جگنا تھظہر	
الطی سے میرے ہر طبع سامعہ عاشق مزاج	شوخیان غموں میں ہر ناز حسینا کی طرح
شوخیان مشبہ اور ناز حسینان مشبہ بہ ادویہ دونوں عقلی ہیں۔	
مولوی محمد اسماعیل نے لکھا ہے جب انسان نے اپنے عیب کو سمجھ لیا تو گویا مرض کو پا لیا اور جب مرض کو پا لیا تو بھر علاج کرنا چاہا ان دشوار نہیں۔	
عیب کو مرض سے تشبیہ دی ہے اور دونوں عقلی ہیں۔	
مثال مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی کی۔	
انسیم	
جب نام خدا جوان ہوا وہ	ماستد نظر روان ہوا وہ
وہ شخص یعنی تاج الملوک مشبہ اور نظر مشبہ بہ ہو۔	
ولہ	
اگر چھوڑ کے چلے سب انسان	بہتر تن میں نہ آئے صورت جان
ولہ	
پر بیان کہ ہزار با بھری تھیں	ارمان سی سب ہائے کلین
ولہ	
پھر پائے نے کی نہ پاسداری	ہمت کی طرح وہ دے ہاری
پیارا یہ مرا ہے آدمی زاد	رکھو لے جس طرح مری یاد
ولہ	

دلہ	اہبت سازمین کے دل میں آیا
اندیشے کی طرح سے سما یا	
دلہ	ایون سیج پہ آکے سوئی بتیاب
جس شکل سے آئے اُنکھ میں خوب	
دلہ	اُمٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا
بدلا مانسدر رنگ جوڑا	
مقصود بالتمثیل مصرع اول ہر جسمین جی مشبہ بہ عقلی ہو اور تاج الملوک مشبہ حسی۔	
مومن	بات کر نہیں رقبہ بونے ابھی ٹٹ گیا
دل بھی شاید اُسی بدعہد کا پیمان ہوگا	
انیس	گو یا کہ تھا شبیہ الم سرسبز نشان
دو با تھا خوئے نچہ پُر نور اور نشان	
نشان مشبہ حسی ہو اور الم مشبہ بہ عقلی۔	
دبیر	ان شیر ذکی شمشیر بن مین یا قوت غفار
یہ میان میں خوابیدہ اجل خوشیہ بید	
شمشیر مشبہ حسی اور قوت غفار مشبہ عقلی۔	
فائدہ سوال تشبیہ محسوس کی معقول کے ساتھ ممنوع ہے اس لیے کہ محسوس معقول سے قوی ہو بہ یہ نہ	
معقول کیلئے اصل ہے کیونکہ علوم عقلیہ حواس سے مستفاد ہوتے ہیں اور انھیں کی طرف نہ تہی ہوتے ہیں	
پس محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ دینا فرع کو اصل بنانا ہے اور یہ ناجائز ہے۔	
جواب اس وقت میں معقول کو بھی محسوس اُن لیتے ہیں اور مبالغہ کے طور پر اُسکو محسوس کی اصل	
قرار دیتے ہیں پس اس صورت میں تشبیہ تقدیری طور پر دو محسوسوں میں ہوتی ہے۔	
مثال مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی کی	
ناسخ	بدن شراب کشی سے خم شراب بنا
ہے اپنی روح بدن میں رنگ بجے شراب	
روح مشبہ عقلی ہو اور بوجے شراب مشبہ بہ حسی۔	
متنفس نہ ہو دماغ بھی	ولہ
نہ ہو عقل کا چراغ کبھی	

عقل مشبہ عقلی اور چرخ مشبہ جسی۔۔

بیدار

آگلی دل میں ناگمان بیدار

ننگہ اُس کی خدنگ کے مانند

ننگہ مشبہ عقلی اور خدنگ مشبہ جسی۔

دبیر

فرعون کی مانند ہوا غرق حیا ظلم

بڑھتا ہوا تو بہ کی دعا بھاگ گیا ظلم

ظلم مشبہ عقلی اور فرعون مشبہ جسی ہے۔

مومن

رنگینی بزم کا بسند ہا دھیان

جون بوے گل اڑ گئے سب اوسان

اوسان مشبہ عقلی ہوا اور بوے گل مشبہ جسی۔

سرشار بریلوی

بارہ نفس نے دی خبر کاروان عمر

یعنی عدم کو چھوٹنے والی یہ ریل ہے

عمر مشبہ عقلی ہے اور کاروان مشبہ جسی۔

ناسخ

فرقت کی سیکشی میں جو ساقی گزرا نہیں

لے لینگے خست دل کوئی ہم سنچ آہ سے

آہ مشبہ عقلی ہو اور سنچ مشبہ جسی آہ اگرچہ سنائی دیتی ہو مگر ذریعہ آواز کے عقل سے مدد رکھتی ہو۔

حالی

بس اگلے فسانے فراموش کردو

تعصب کے شعلے کو خاموش کردو

تعصب مشبہ عقلی ہے اور شعلہ مشبہ جسی۔

غالب

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہو روان دور

طبع مشبہ عقلی اور نالے مشبہ جسی ہیں۔

شوق

مثل گل گو کہ رکھیں پر دو غنیم

بوے الفت چھپی نہیں رہتی

الفت مشبہ عقلی ہو اور گل مشبہ جسی۔

	امیر	
کرتے ہیں دل مرادہ مرے روبرو پسند		منہ دکنے کا ہے انس فقط شکل آئند
	صدرالدین عاصی	
کہ خاک بن کے رہی بچہ گسے یارین صوح		اجان میں یہ ملی کیمیا ہمیں عاصی
		روح مشبہ عقلی اور خاک مشبہ جسمی -
	وزیر	
روح میری گل عارض میں ہے بوہو کر		ہوں وہ بلبل جو کرے فرج خفا تو ہو کر
<p>تنبیہ (۱) علم بیان والوں نے تشبیہ خیالی کو حسی میں داخل کیا ہوا اسلئے کہ حسی سے مراد وہ چیز ہے کہ یا وہ خود جو اس سے ادراک کیجاتی ہو یا اسکا مادہ پس خیالی سے تشبیہ کی بحث میں وہ مرکب مراد ہے کہ وہ خود تو جو اس خمسہ ظاہرہ کے ذریعہ سے محسوس نہیں لیکن جن اجزائے اسکی ترکیب فرض کی ہو وہ تمام خارج میں موجود ہوں اور جو اس خمسہ ظاہرہ سے محسوس ہوں جن میں قوت متخیلہ تصرف کرے ایک ایسا مرکب تیار کرتی ہے جو خارج میں معدوم ہوتا ہو اور اس فرضی مرکب کو خیالی اسلئے کہتے ہیں کہ اسکے اجزاء کی صورتیں حس خیال میں فرسہم ہوتی ہیں یا یہ وجہ ہو کہ اسکی ترکیب دینے والی قوت متخیلہ ہر مثلاً ایک نیزہ تصور کرنا جو یا قوت کا ہو یا ایسا جانور تصور کریں جسکے پر زمرہ کے اور متعارف یا قوت کی اور انکھین موتی کی ہوں پس یہ دونوں چیزیں خارج میں نہیں پائی جاتیں اور معدوم ہیں لیکن متخیلہ نے ان کو جن چیزوں سے مرکب کیا ہے مثلاً نیزہ اور یا قوت اور مرغ اور پر اور متعارف اور انکھین اور زمرہ اور یا قوت اور موتی یہ چیزیں البتہ خارج میں موجود ہیں جو اس سے مدرک ہوئی ہیں اور حس مشترک کے ذریعہ سے خیال میں پہونچی ہیں -</p>		
	نصیر احمد خان سحاب	
نظر آئے دوسانپ لک کچلی میں		بڑا انکی چوٹی میں کوڑیکامو باف
ایک کچلی میں دوسانپ کا ہونا اگر جہ خارج میں نہیں پایا جاتا اور معدوم ہے لیکن متخیلہ نے اسکو جن چیزوں سے مرکب کیا ہے وہ سانپ و کچلی ہو یہ چیزیں البتہ خارج میں موجود ہیں اور جو اس سے ادراک کیجاتی ہیں پس سانپ و کچلی جو جو اس سے مدرک ہوئے تھے متخیلہ نے انہیں ترکیب دی ہو -		
	شاداب	
علب کی صبح شب داوی میں دیکھی		قریب رخ کے جو وہ لطف پر کن دیکھی

حلب کی صبح اور شب وادی میں ایسے امور ہیں کہ حواس سے مد رک ہوتے ہیں متخیلہ نے ان کو ترکیبے کی طرح کیا ہے کہ خالص میں ایک جگہ نہیں پائے جاتے اور معدوم ہیں۔

کوثر

سر کے تعویذ و نذیر تیرے میں کون کھیتی تھی
خوشہ پردین ہی یہ اسی مہربان بالائے سر
خوشہ پردین کا سر پر واقع ہونا خیال محض ہے۔

شاداب

نانگ میں کب ہی یہ سینہ و کاوشہ ظالم
سامنے کھینچ کے لے آئے ہیں خنجر گیسو
گیسو کا خنجر کھینچ کر سامنے لانا خیال محض ہے خالص میں موجود ہونا اسکا ممکن نہیں۔

منیر

ای پرچی نفوئی تجھ باندھے موقوف کی
حد فاصل ناگنوین کشتکبورا ہو گیا

سید غفر علی ابرو

دلف جانان ہوا اگر سایہ نکلن بانی میں
نظر آنے لگے سنبھل کا چین بانی میں

نفیس

تنبیدیے چکا بو نہیں مار دو سر کے ساتھ
زافو کو اس کی باتھ لگاتا ہوں کے ساتھ

آتش

چھٹے ہیں گیسوے مشکین جس خسار روشن پر
بغل میں غلبت شب نے لیا ہے نور کا ترکا

خضر

ہر عشق کا مریا دل پر سوزین بہان
حیران ہوں کہ ہر آتش سوزان کے تلاب

یہ مثالیں ترکیب کی تھیں تفریق کی مثال یہ ہے۔

شالین

زلف تیری تا کر پہونچی نہ پھر لے بھی
سورہ و اللیل کی تفسیر آدھی لگی

سکندر

گرا ہر نانگ میں دل میرا آہ ڈھونڈوں کدھر
آدھی رات آدھی رات اور آدھی رات آدھی رات
(۳) تشبیہ و تمثیل کو عقلی میں داخل کیا ہے کیونکہ وہ کبھی مثل معقولات کے حواس سے ادراک نہیں کی جاتی
لیکن ایسی ہے کہ اگر بانی جائے تو البتہ حواس سے مد رک ہوا و اسی وجہ سے عقلی اور وہمی میں

امتیاز ہوتا ہے اور وہی سے مراد وہ چیز ہے جس کو تخیلہ اپنی طرف سے اختراع کرے کہ اُسکی کھجور نہ ہو
مشکلاً جانا ہے کہ غول ایسی چیز ہے کہ آدمیوں کو راہ میں ہلاک کرتا ہے تخیلہ نے یہ اختراع کیا کہ
وہ جانور دندرہ کی شکل پر ہوگا اور اُسکے واسطے دانت تجویز کرے پس تخیلہ کے اختراع کی مثال ندان غول میں

شاداب

دود بالاب چراغ مکمل مہینہ یا نمایان مہینہ سے رخ پری روگیا

چراغ مکمل کے دستوں کی کچھ حقیقت نہیں تخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہے۔

حیدر

ادیدہ افعی اجل بن گیا زلف کی افشان کا ستارہ ہمیں

زلف کی افشان کے ستارے کو افعی اجل کے دیدے سے تشبیہ دی ہے جس کی کچھ اصل نہیں ہے
تخیلہ نے اپنی طرف سے اختراع کر لیا ہے۔

امانت

اصل اُسکی ہے مانگ میں کیا خوب راہ ظلمات میں یہ دلدل ہے

راہ ظلمات میں دل دل تصور کرنا وہم کا کام ہے اور یہ چیز حس مشترک کے ذریعہ سے
خیال میں نہیں پہنچتی ہے۔

لطافت پسرمانت

پانؤنمین یار کے مہندی ہو تو سر گریو آتش رنگ حنا کا ہے دھواں بہر سوسو

عبدالصدیر حضور

مجنبل سنی لف چھوڑ کے رنچہ وہ کھنڈار کو کھلا رہا ہے آتش نکل کا دھواں مجھے

اصفر

تریاں مانگ سے کیا معنی دلخواہ پیدا ہے شب معراج کی اس خط سے گویا راہ پیدا ہے

مانگ کے خط کو شب معراج کی راہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا تصور کرنا وہم کا کام ہے
اور خیال میں قسم کے تصور سے عاجز ہے۔

کلامی

خشرین دیکھ کے وہ لف سید مہنگا یہ سید نامہ اعمال کا دفتر آیا
گیسوے حور جان ہو اسی توسن کی عنان اسیر حلقہ چشم ملک ہو اسی مرکب کی بجام

(۳) بعض چیزیں ایسی ہیں کہ انکو انسان دل میں پاتا ہے مثلاً شیریں چیز کے کھانے سے یا ایک شے مٹا کر کے ہاتھ لگانے سے یا آواز ملائم اور پسندیدہ کے سنے سے یا ایک خوشگوار چیز کے دیکھنے سے یا خوشبو کے سونگھنے سے دل میں ایک مزہ اور لذت حاصل ہوتی ہے یا ان چیزوں کے اعضاء سے دل میں ایک الم بھم پہونچتا ہے اور مثلاً بھوکا پیسے یا سیر ہونے کو اور اک کرنا ان سب چیزوں کو وجدانیات کہتے ہیں علمائے بیان نے ان کو بھی مثل وہمیات کے عقلیات میں داخل کیا ہے اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ اور اک انکا نفس کی اُن قوتوں سے ہوتا ہے جنکو وجدان کہتے ہیں پس وجدان اندرونی قوتیں ہیں جو نفس کے ساتھ قائم ہیں اور وہ قوتیں یہ ہیں مثلاً وہ قوت جو بھوک کو دریافت کرتی ہے اور وہ قوت جو سیری کو اور اک کرتی ہے اور وہ قوت جس سے خوف معلوم ہوتا ہے اور وہ قوت جس سے غم و رنج مدد کرکے ہوتے ہیں پس لذت الم بھوک سیری خوف غم اور رنج کے دریافت کر لینے کی قوتوں کا نام وجدان ہے اور لذت الم بھوک سیری خوف غم رنج وجدانیات کہلاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ ایسے معانی ہیں کہ نہ تو حواس ظاہرہ انکا اور اک کر سکتے ہیں اور نہ محض عقلیات میں کیونکہ محض عقلیات معانی کلیہ ہوتے ہیں اور لذت الم خوشی غم خوف غضب بھوک اور سیری ایسے جزئیات ہیں جو حواس باطنہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور یہاں لذت الموت وہ لذت والم مراد ہیں جو حس سے پیدا ہوتے ہیں نہ وہ لذت والم جو عقلی ہیں کیونکہ یہ وجدانیات نہیں بلکہ محض عقلیات میں داخل ہیں جو حس سے پیدا ہوتے ہیں اُن کا شمار وجدانیات میں ہے۔ ۵

عبث دیتا ہے لالچ جنت لودوں کو واعظ
مگر کلکون میں آتا ہے ہمیں یاں لطف کو تڑکا

سے کلاؤ کا لطف وہ لذت ہو کہ اُسکے پینے کے بعد دلمین حاصل ہوتا ہے۔

دوسرا چمن وجہ تشبیہ کے بیان میں

وجہ مشابہت وہ معنی ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں اُس میں شریک ہوں اور وہ معنی مقصود بھی چمن اور مشبہ اور مشبہ بہ سے بہت خصوصیت رکھتے ہوں اُسکو وجہ تشبیہ بھی کہتے ہیں اگرچہ شیر اور رستم بہت سی باتوں میں شریک ہیں مثلاً حیوانیت اور جسمیت اور وجود اور حدوث دونوں میں بائے جانے ہیں مگر ان میں سے کوئی شے وجہ تشبیہ نہیں کیونکہ ان چیزوں کا مقصد نہیں کیا جاتا اور پس وجہ مشابہت کیلئے مقصد کا ہونا ضرور ہے۔ شایان نے ایک غائب کو شیر کے ساتھ فقط جمل میں رہنے کی وجہ سے تشبیہ دی ہے پس یہاں یہی چیز مقصود ہے بخلاف رستم اور شیر کی تشبیہ کے وہاں

شجاعت مقصود ہوتی ہے۔ ۵

وہ جنگل میں رہتا تھا مانند شیر	چلے آتے تھے پاس اُس کے کبیر
--------------------------------	-----------------------------

مشبہ اور مشبہ بہ حقیقت میں مشترک ہوں تو چاہیے کہ صفت میں مجاہد ہوں اور اگر صفت میں مشترک ہوں تو چاہیے کہ حقیقت میں مجاہد ہوں اگر دونوں کی حقیقت و صفت ایک ہوگی یا دونوں کی حقیقت و صفت بالکل مغائر ہوگی تو تشبیہ باطل ہوگی مثال شریک حقیقت کی گد سنا اندھا تھی کے ہر گدھا اور ہاتھی حقیقت میں شریک ہیں یعنی دونوں حیوان ہیں مگر صفت میں علیحدہ علیحدہ ہیں مثال شریک صفت کی زید گھوڑے کی طرح سوکوس راہ جاتا ہے مثال حقیقت و صفت متحد ہونے کی زید کا ایک گھوڑا جو کمیت ہے اور سوکوس راہ جاتا ہے ایسا ہر جیسا کہ زید کا دوسرا کمیت گھوڑا جو سوکوس راہ جاتا ہے اس مثال میں دونوں کی حقیقت و صفت ایک ہے کیونکہ دونوں گھوڑے حقیقت میں جانور ہیں اور صفت میں بھی یکساں ہیں کہ سوکوس راہ چلتے ہیں پس تشبیہ کا فائدہ کہ نہیں مثال حقیقت و صفت میں بغیر ہونے کی بوعلی سینا درخت چنار کی طرح اچھا ذہن رکھتا ہوں تو چنار کی تشبیہ صحیح نہیں۔

وجہ مشابہت مشبہ بہ اور مشبہ کی حقیقتوں سے یا تو خارج نہیں ہوتی ہے یعنی دونوں کی تمام ماہیت ہوتی ہے یا ماہیت کا جز ہوتی ہے تمام ماہیت ہونے سے مراد یہ ہے کہ دونوں کی نوع ہونی ہے جیسے کہ میں یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کشمیرے کی ہے اور ماہیت کا جز ہونے سے مراد یہ ہے کہ اُن دونوں کی جنس یا فصل ہوتی ہے جنس کی مثال یہ ہے کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح کپڑے کی ہے اور فصل کی مثال یہ ہے کہ یہ اچکن اُس اچکن کی طرح ریشم کی ہے یا دونوں کی حقیقتوں سے خارج ہوتی ہے اور یہ ایک صفت ہوتی ہے کہ دونوں کی ذاتوں کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اس صفت کی تین قسمیں ہیں ایک حقیقی کہ ذات میں ممکن اور مقرر ہو اور پھر یہ بھی دو طور پر ہے۔

(الف) حسی اور وہ کیفیت جسمانی ہے کہ حواس خمسہ ظاہری سے مدد کر ہو سکتی ہے جیسے رنگ اور شکل اور مقدار اور حرکات اور حسن و قبح اور ہنسنا اور رونا اور سیدھا ہونا اور ٹیڑھا ہونا اور آواز اور مزہ اور خوشبو اور بدبو اور سختی اور نرمی اور اونچا ہونا اور نیچا ہونا اور چمکانا اور کھردرا ہونا اور گرمی اور سردی اور تیزی اور خشکی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وجہ شبہ میں طرفین تشبیہ شریک ہوتے ہیں اور جو چیز ایسی ہو کہ اُس میں دوسرے شریک ہوں وہ کلی ہے نہ کہ جزئی شریک متعلق ہے اور جو چیز حسی ہوتی ہے وہ کسی طرح کلی نہیں ہوتی کیونکہ جو حسی جزئی ہے وہ

موجود ہے اور مدرک کے نزدیک حاضر بھی ہے اور ہر ایسی چیز جو جسم میں موجود اور مدرک کے نزدیک حاضر ہو وہ جزئی ہوتی ہے پس وجہ شبہ حسی کیسے ہو سکتی ہے تو ہم اسکا جواب یوں دینگے کہ وجہ شبہ کے حسی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے جزئیات اور افراد حواس ظاہرہ سے مدرک ہوتے ہیں جیسے سُرخ کی اس کے جزئیات حس سے مدرک ہوتے ہیں مثلاً گلاب کے پھول اور معشوق کے چہرے کی سُرخی کہ یہ مطلق سُرخ کی افراد ہیں دیکھنے میں آتے ہیں البتہ مطلق سُرخ کی وہ کلی ہو نہ جس نصیرے مدرک ہو سکتی ہے نہ کسی دوسری حس سے۔

(ب) عقلی دروہ وہ کیفیت نفسانی ہو کہ عقل سے ادراک کی جاتی ہو جیسے فہم کی تیزی اور علم اور معرفت اور قدرت اور کرم اور سخاوت اور حلم اور غضب اور شجاعت۔

دوسرے اضافی اور وہ وہ ہے کہ ذات میں ممکن اور متقرر نہ ہو بلکہ دو چیزوں سے متعلق ہو مثلاً کوئی شخص دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دے اس نظر سے کہ دونوں میں ازالہ حجاب کی صفت ہے اور یہ صفت دلیل اور آفتاب کی ذات میں ثابت نہیں بلکہ دونوں سے متعلق ہے۔

تیسرے اعتبار سے اور وہ وہ ہے کہ اس کا مفہوم واقع میں نہ ہو اور صرف عقل کے اعتبار سے لگتا جیسے درندے کی شکل اور دانت کا اختراع کرنا غول کے واسطے کہ یہ صرف صورت و ہمہ ہی واقع میں اس کے واسطے کچھ تحقق نہیں۔

دوسری تقسیم وجہ مشابہت کی یہ ہے کہ وہ یا تو واحد ہوتی ہے اور واحد سے مراد یہ ہے کہ اسکو عرف میں واحد سمجھتے ہوں نہ یہ کہ اس کیلئے مطلقاً اجزا انہوں یا بمنزلے واحد کے ہوتی ہے اور وہ وہ ہے کہ کئی چیزیں ملکر ایک چیز کے حکم میں ہو جائیں یا متعدد ہوتی ہے پہلی دونوں قسموں میں سے ہر ایک دو حال سے خالی نہیں یا حسی ہے یا عقلی اور تیسری قسم کے تین حال ہیں ایک یہ کہ حسی ہوتی ہو دوسرے عقلی تیسرے یہ کہ مختلف ہوتی ہے کہ بعض حسی ہوتی ہے بعض عقلی۔ وجہ شبہ حسی میں لازم ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں اسلئے کہ وجہ شبہ اور مشبہ بہ سے حاصل ہوتی ہے اور ان دونوں میں موجود ہوتی ہے اور جو چیز عقل میں موجود ہوتی ہے تو اسکو حس سے ادراک نہیں کر سکتے عقل ہی سے ادراک ہو سکتی ہے کیونکہ جو چیز حس سے مدرک ہوتی ہو وہ یا تو جسم ہوتی ہو یا جسم کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اگر وجہ شبہ عقلی ہو تو مشبہ اور مشبہ بہ کا عقلی ہونا ضرور نہیں بلکہ جائز ہے کہ وہ دونوں عقلی ہوں خواہ دونوں حسی خواہ ایک عقلی ہو ایک حسی اسلئے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شے حسی کے ساتھ بعض عقلی قائم ہو جیسے جرات کہ ایک وصف عقلی ہے اور زید و شیر کے ساتھ

فالم ہوتی ہے باوجودیکہ یہ دونوں حسی ہیں حال کلام یہ ہے کہ وجہ تشبیہ سولہ قسم پر ہو (۱) واحد حسی (۲) مرکب حسی (۳) متعدد حسی (۴) متعدد مختلف یعنی بعض حسی اور بعض عقلی (۵) واحد عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۶) واحد عقلی جس میں مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۷) واحد عقلی جسمین مشبہ ہو اور مشبہ بہ عقلی (۸) واحد عقلی جسمین مشبہ ہو اور مشبہ بہ حسی (۹) مرکب عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۰) مرکب عقلی جس میں مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۱) مرکب عقلی جس میں مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۲) مرکب عقلی جسمین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی (۱۳) متعدد عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہون (۱۴) متعدد عقلی جسمین مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ہون (۱۵) متعدد حسی جسمین مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی (۱۶) متعدد عقلی جسمین مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی۔

تنبیہ واحد حسی اور مرکب حسی اور متعدد حسی میں ہمیشہ مشبہ اور مشبہ بہ حسی ہوتے ہیں۔

اب انہی امثلہ پر غور کرنا چاہیے۔

وجہ تشبیہ واحد حسی جیسے حلقے کی صورت پر ہونا بالے اور لالہ مکہ کی تشبیہ میں اور چمک بالے اور بجلی کی تشبیہ میں۔

نادر	
بالہ مکہ سا جو پہنا اُس نے بالاکائین	بالا بجلی سا چمک اٹھا دو بالاکائین
اور شکل غنچے اور عطر دان کی تشبیہ میں۔	
سودا	
چمن میں کسی مزارات سے بتاؤ نسیم	کہ صبح غنچوں کے سب عطر دان کھول دیے
اور رونا خزلے والوں اور فوارے کی تشبیہ میں	
خوش ہنوں دولت دنیا سے زانیوں	روشنی کے صورت فوارہ خزلے والے
اور پر آب ہونا چشمتے اور چشم منظر کی تشبیہ میں۔	
نسیم	
بالے جو بڑھا تو ایک چشما	پر آب تھا چشم منظر سا
اور ہلای ہونا برو کی تشبیہ میں کمان و نیچے کے ساتھ وجہ تشبیہ ہو۔	
دو کمان ہیں کہ ہیں نیچے یہاں قائل	برق ہنسنے دیکھتے نہیں اس طرح کے زہنا لارو

اور قطع مسافت قاصد اور مرغ کی تشبیہ میں -

وزیر

خط پہ خط لائے جو میرے نامہ بر
بولان مرغون کا در پہ کھل گیا

اور آواز کا بھاری ہونا گجڑال اور رعد کی تشبیہ میں اسی طرح بھاری ہونا آواز شترئال اور
آواز طاؤس کی تشبیہ میں -

سودا

گجڑال مثل رعد گونگے تھے دم بدم
آواز شترئال تھی طاؤس کی جھنکار

اور خوشبو معشوق کے گیسو اور مشک و عنبر کی تشبیہ میں -

مولوی سرور علی سرور

لیون مظہر کرے بزم ترا ہر گیسو
دونوں یمن ایک ہے مشک ایک ہے عنبر گیسو
اور تخی شراب اور کف مارسیہ کی تشبیہ میں -

مومن

بادہ کش ایسی تلخ کام کدھ
کف مارسیہ ہے احمر

اور شیرینی بادہ اور شربت کی تشبیہ میں -

ناسخ

ترسے ہوئے تکی دولت مثل شربت
ہوا ہے بادہ کلفام شیرین

اور مزیدار ہونا خون جگر اور شراب کی تشبیہ میں -

سودا

خون جگر شراب ترشح ہے ابر تر
ساغر مرا گردنہن ابر بہار کا

اور نرمی پیٹ اور نخل کے ٹکے کی تشبیہ میں -

ناسخ

جی میں ہے رکھ کے سرن ہو جاؤں
ٹمکیہ نخل کا ہے تھکا رہا پیٹ

اور نرمی زانو کی تشبیہ میں ٹمکیے کے ساتھ -

مثنوی سعدین

آکے دل کو کوئی نہ لے گی گرم
زادو ہو گا کسی کا باش نرم

اسی طرح نرمی پیٹ اور شیر کی تشبیہ میں۔

ناسخ

اگر وہ رعن غزال ہے لیکن نرم ہے مثل شیر سار ابریت
اور نرمی دشمن اور موم کی تشبیہ میں اور سختی دشمن اور آہن کی تشبیہ میں۔

نسیم

اگر نرمی میں اثر یہ ہے کہ دشمن مجھ سے موم اگر ہو آہن
وجہ شبہ واحد عقلی اور اس کے استعمال کی کسی صورت میں ہیں۔

رافع

مضبہ اور مضبہ بدولون حسی ہوں۔
جیسے جرأت زید اور شیر کی تشبیہ میں اس لیے کہ وہ غیر محسوس متعلق عقل کے ہے اور یہاں
شبہ اور مضبہ بدولون حسی ہیں۔

نعیم

چتو نوین جان لے لی عاشق ناشاد کی
یار کی ابرو کو جلا دکی تو اسے تشبیہ دی ہو اور وجہ مشابہت فنا کرنا ہو۔

اسیم

لب شہین کے وصف کرتے ہیں
بات اور نبات میں وجہ شبہ رغبت ہے۔

وزیر

اپنی ہستی میں تو اتار فنا سارے ہیں
شام کو ذرے میں اور صبح کو ہم تالے ہیں
متکلم نے اپنے آپ کو ذرے اور تارے تشبیہ دی ہو اور وجہ شبہ معدومیت ہو۔

ولہ

گازار ہو اسے پانی پانی
بئیل اور بئیل کی تشبیہ میں قریب الفنا ہونا وجہ شبہ ہو۔

شہیدی

حدیث جان فز کے ہیں مسخر ان جان کیسے
تھارا لعل لب ہو یا گلینہ اسم عظم کا
لعل لب اور اسم عظم کے گلینہ میں وجہ شبہ تسخیر ہے۔

ناسخ	دیکھ کر قبر دن کو لے دل کوچ اپنا یاد کر	سب یہ گویا میل ہیں راہ فنا کے واسطے
شاداب	قبرین مشبہ حسی اور میل مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ دونوں میں ہدایت ہو۔	
سودا	اکہین کیونکر نہ شاہ حسن تنکو	مشابہ زلف ہے بال ہما سے
	زلف کی تشبیہ میں بال ہما کے ساتھ وجہ مشابہت و شرف ہے اور یہ عقلی ہو اور مشبہ و مشبہ بہ دونوں حسی ہیں۔	
سودا	اترے پہلو سے جو مجلس میں ہٹے جاتے ہیں	شمع رونظر و نسے جو شمع گھٹے جاتے ہیں
	عاشق مشبہ در شمع مشبہ بہ وجہ شبہ بے عزتی ہو۔	
خوشتر	زمین پر اس طرح تھا شاہ کا حال	ہما غلطان ہو جیسے بے پروا بال
	شاہ کو ہلکے ساتھ تشبیہ دی ہو اور وجہ شبہ ہما یوں ہونا ہے۔	
ذوق	ہو مغز جان کا فز نعمت کے واسطے	مطبخ میں اُس کے پشہ فروز و خرباب
	ذباب و پشہ مشبہ و مشبہ بہ حسی ہیں اور ہلاکت وجہ شبہ عقلی۔	
امیر مینائی	دیکھا نہیں ہو بسکہ کئی دُشمنے لے پاک	لبیل کی طرح باغ میں ہونے قرار گل
	گل مشبہ حسی اور لبیل مشبہ بہ حسی اور لے قرار ہے وجہ شبہ ہو اور یہ عقلی ہو۔	
	(ب) مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ واحد عقلی۔	
سودا	لبیل ب جہانگیر کوئی ہو جو تجھ سے کاہن خود	ہے زہر مرگ حلال اس پہ شہد زلیست حرام
	مرگ زلیست مشبہ عقلی ہیں اور زہر و شہد مشبہ بہ حسی اور اول میں فنا کرنا وجہ شبہ ہو اور دوم میں غیبت وجہ شبہ ہے اور یہ دونوں واحد عقلی ہیں۔	
ذوق	مومیائی ہو حمایت تری حق میں اس کے	سخت گہری سے خاک کوٹے کسی کی گہری

احاطت مشبہ عقلی ہو اور مومیا کی مشبہ بہ حسی و درجہ شبہ درستی ہو جو عقلی ہو۔

غالب

رگ و پے میں جب اتنے زہر غم نہ دیکھ کیا ہو ابھی تو تلخی کام دہن کی آزمائش ہے

غم مشبہ اور زہر مشبہ بہ اور درجہ شبہ ہلاکت ہو ظاہر ہو کہ مشبہ اور درجہ شبہ عقلی ہو۔

احمد حسین خان بی لے

اسلام ایک نور ہے اور پاک نور ہے اسلام پاک نور ہے اور رشک طور ہے

حالی

ایسی شمع اسلام روشن کریں گے بڑوں کا یہی نام روشن کریں گے

پہلے شعر میں اسلام کو نور بمعنی روشنی سے اور دوسرے شعر میں اسلام کو شمع سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ہدایت ہو ان مثالوں میں مشبہ عقلی ہے اور مشبہ بہ حسی اسلام کے ساتھ مطلوب حاصل ہوتا ہو اور حق و باطل کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہو جیسے نور و شمع کے ذریعہ سے مطلوب کا اور اک ہو جاتا ہے اور اشیاء میں تمیز حاصل ہو جاتی ہے پس اسلام اور نور و شمع میں وجہ مشابہت ہدایت ہو کہ ایسے راستے کی طرف دلالت کو کہتے ہیں جو مطلوب کی طرف ہو بخاتم ہے۔

ولہ

ابن الکلی فسلانی قراموش کردو قعصب کے شعلے کو خاموش کر دو

قعصب مشبہ عقلی ہو اور شعلہ مشبہ بہ حسی و درجہ شبہ ظاہر ہو۔

منوئی سعدین

طعنہ کج کج اقرار کے تیش بنجائین گے عقارب کے

طعنہ اقرار مشبہ عقلی اور تیش عقارب مشبہ بہ حسی اور ایذا وجہ شبہ واحد عقلی اگر کوئی کہے کہ طعنہ اقرار بوجہ سنائی دینے کے چاہیے کہ مسموعات سے ہوں تو جواب اسکا یہ ہو کہ سنائی دینا شان سے آواز کی ہو اور طعنہ اقرار بذریعہ افس آواز کے عقل سے مد رک ہوتے ہیں اسی قبیل سے نسیم کا یہ شعر ہے

پتھر سا کھینچ مارتا تھا

جو کہ سڑن پکارتا تھا

سڑن پکارنا مشبہ عقلی اور پتھر کھینچ مارتا مشبہ بہ حسی کیونکہ چھوٹکی چیزوں سے ہو اور وجہ شبہ نذر سانی ہو۔

میسر

پایا نہیں جائے گا وہ دگر نایاب اگر طعہ کر دھ کے عبث جان کو مت کھو لکے

جان مشبہ عقلی ہو اور دُرِ نایاب مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ گرامی ہونا ہو۔

امانت

زہر کھائیں نہ بات پر کیونکر | قند کی ہے ڈلی تمھاری بات

بات مشبہ عقلی ہو اور قند کی ڈلی مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رغبت ہو اور یہ بھی عقلی ہو۔

بیدار

خارسی آہ دل میں کھسکے ہے | آہ ہر آن کلر خان کی ادا

ادا مشبہ عقلی ہو اور خار مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ الم ہو جو عقلی ہو۔

انام

ای حور جاوین تھے درواریے کمان | دوزخ تمام شہر ہے تیرا ہو گھر بہشت

شہر کی تشبیہ میں دوزخ کے ساتھ تکلیف وجہ شبہ ہو اور گھر کی تشبیہ میں بہشت کے ساتھ آسائش وجہ شبہ ہو۔

ایس

لنگر ہے جو دل تو ہر نفس بادِ مراد | سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

ایمان مشبہ عقلی اور ناخدا مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ رہبری ہو۔

فاسخ

متضرر نہ ہو دماغ کبھی | محل نہ ہو عقل کا چراغ کبھی

عقل کو چراغ سے تشبیہ دی ہو مشبہ عقلی ہو اور مشبہ بہ حسی اور وجہ شبہ آشکاف ہو اور یہ بھی عقلی ہو۔
(رج) مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے۔

ظفر

قیامت قامت و رفتار آفت | زبان سحر و بیان نور علی نور

رفتار کی تشبیہ میں آفت کے ساتھ مشبہ حسی ہو اور مشبہ بہ عقلی اور تکلیف کا پہونچنا وجہ شبہ واحد عقلی ہو۔

تسلیم

وہ اگر جسم تھا تو یہ تھی جان | یہ اگر جان تھی تو وہ ایمان

چشم مشتاق یہ تھی وہ تھا نور | دل رنجور وہ تھا یہ تھی سرور

عاشق معشوق مشبہ حسی ہیں اور ایمان و ایمان اور نور و بنی بنائی اور سرور و مشبہ بہ عقلی اور جان کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ مدار حیات ہونا ہو اور ایمان کے ساتھ تشبیہ میں ضروری ہونا ہو اور نور کے ساتھ

تشبیہ مین وجہ شبہ ذریعہ انکشاف ہونا اور سرور کے ساتھ تشبیہ مین وجہ شبہ موجب احت ہونا ہے۔

حسرت

تو بجلی ہے کہ شعلہ ہے تو مہر و ہے کہ آفت ہے
نہ دل چھوٹے نہ جان چھوٹے نہ چھوٹے دین ایمان
غضب تو ہے کہ فتنہ ہے بلا تو ہے کہ آفت ہے
بلا کیے کہ زلف اس کو پکسیو ہے کہ آفت ہے

معتشوق مشبہ حسنی اور آفت و غضب و فتنہ و بلا مشبہ عقلی ہے۔ سطح زلف مشبہ حسنی اور
بلا مشبہ عقلی اور کسب مشبہ حسنی اور آفت مشبہ عقلی اور وجہ شبہ تکلیف رسانی ہے اور یہ واحد عقلی ہے۔

گلزار نسیم

انتخت رہے ز مردین کہ مینو
گلشن ہے جواہرین کہ جادو
تاج الملوک نے جو شہر آباد کیا تھا اسکو جادو سے تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت عجائبات پرست ہونا ہے
رو مشبہ و مشبہ دونوں عقلی ہوں اور وجہ شبہ واحد عقلی جیسے علم کو زندگی سے اور جبل کو موت
تشبیہ مین اور کہین علم کو زندگی کی طرح ہے اور جبل موت کی مثل ہے پہلی مثال مین وجہ شبہ زندہ کرنا ہے
اور دوسری مین مارتا۔

محمد حسین علی نسیم ساکن میسور

انگہ بدلی ہے مہوش یا بلا سے آسمانی ہے
بدری ہوئی نگہ کو بلا سے آسمانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت دونوں تکلیف پہونچانا ہے
اور یہ تینوں عقلی ہیں۔

مومن

رکھے جگو جیسا مین اسکو عزیز
نہ معشوق و عاشق مین ہو دے عزیز
قائل نے معشوق کے عزیز رکھنے کو اپنے عزیز رکھنے کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ محبت ہے
اور یہ تینوں عقلی ہیں۔

امیر

میسرے بالین پڑتی ہے حسرت
عشق بھی مرگ نوجوانی ہے
عشق کو مرگ نوجوانی سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ کثرت الم ہے اور یہ تینوں عقلی ہیں۔

ولہ

اسقدر غالب ہوا منی خواب گ
آچکا ہے وعدہ دیدار

مرگ کو خواب سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ پیغمبری ہے۔	
ہمارا راجہ کشتن پر شاد نشاد	
ہے زبان حضور کی جو بات	سحر و افسون ہے یا کرامت ہے
بات مشبہ عقلی ہے کیونکہ بذریعہ آواز کے عقل سے مدک ہوتی ہے اور سحر و فہون و کرامت مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے۔	
قلندر	
اے قلندر یہ نظم یا جادو	تو نے تو اعلیٰ سا اگال دیا
نظم جو بذریعہ آواز کے عقل سے مدک ہوتی ہے مشبہ عقلی ہے اور جادو مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تاثیر ہے اور نظم کی تشبیہ میں اعلیٰ کے ساتھ مشبہ بہ حسی ہے دیکھنے کی چیزوں سے اور وجہ شبہ عمدگی ہے۔	
دیا سنکسیریم	
بوچھ سہی پری جو خصم جانی	انسان کی ہے مرگ زندگانی
زندگانی کو موت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ عدم نفع ہے یعنی جس طرح کہ موت قابل نفع نہیں اس طرح ایسی زندگی بھی قابل نفع نہیں۔	
احسان العبد بیان	
جادو تھی کہ سحر تھی بلا تھی	ظالم یہ تری نگاہ کیا تھی
نگاہ مشبہ عقلی ہے اور جادو اور سحر اور بلا مشبہ عقلی اور وجہ شبہ نگاہ اور سحر اور جادو کی تشبیہ میں اثر ہے اور نگاہ اور بلا کی تشبیہ میں اید و تکلیف دہی ہے وجہ شبہ ہے اور وجہ شبہ دونوں جگہ واحد عقلی ہے۔	
مومن	
عیش وطن اندوہ غریبان	دست جنون سے چاک گریبان
وطن کے عیش کو مسافروں کے اندوہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور یہ دونوں عقلی ہیں اور وجہ شبہ طبیعت کا مکدر رہنا ہے یہ بھی عقلی ہے۔	
حالی	
طلسم درع ہر مقدس کا توڑا	نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا
وجہ مشبہ عقلی اور طلسم مشبہ بہ عقلی اور وجہ شبہ تلبس ہے۔	
اے سنگم تیری ابرو بھی دم سمٹیر ہے	رسا جو کرشمہ ہے بلا ہے جو خمیہ ہے تیر ہے

کرشمے کو بلا سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ ایذا رسانی ہے۔

وجاہت جہل و جہل

جہل ہے اک متعدی مرض لہذا بجائے یہ کبھی کبھی ٹپٹے کو بھی چٹ جاتا ہے

جہل کو مرض متعدی سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ ہلاکت یا نقصان رسانی ہے اور یہ تینوں عقلی ہیں وجہ شبہ مرکب اور یہ بھی کبھی حسی ہوتی ہے کبھی عقلی اول وجہ شبہ مرکب حسی اس کی دونوں طرفین یعنی مشبہ اور مشبہ بہ مثل وجہ شبہ واحد حسی کے حسی ہوتی ہیں کیونکہ وجہ شبہ جب کہ حسی ہوتی ہے تو ہر حالت میں اس کی طرفین حسی ہوا کرتی ہیں واحد اور متعدد اور مرکب ہونے کی وجہ سے فرق نہیں پڑتا اور اس کی چارہ قسمیں ہیں۔

(۱) اُس میں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد حسی ہوں جیسے۔

سودا

رنگ ہی ہر شے کو اڑا کر ہے ہر برق گولی ہی ڈھالتا ہے سحاب تر گلاب

مصرع اول میں رنگ اور برق دونوں مفرد ہیں اور اسی طرح مصرع ثانی میں گولی اور تر گلاب مفرد ہیں لیکن اول میں روشنی اور دفعہ چمکانا اور پھر بعد اس کے جاتے رہنا اور اس کا انعکاس فضا میں اور اس سے دیکھنے والوں کی آنکھوں کا جھپکنا پانچ چیزیں مرکب ہو کر وجہ شبہ واقع ہوئی ہیں اور دو تین درہ ہونا اور مقدار مخصوص فقط دو چیزیں۔

لہر

مہر و شیا نے نشان جو چنی مانتے پر رخ خورشید پہ ہر عقد ثریا مچکے

افشان مشبہ اور عقد ثریا مشبہ بہ اور یہ دونوں مفرد حسی ہیں اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہے جو کبھی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو افشان اور ثریا کے ساتھ قائم ہیں اور وہ صفات یہ ہیں قریب واقع ہونا ایسی صورتوں کا جو سفید اور براق اور گول ہیں اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہیں گو واقع میں بڑی بڑی ہیں اور وہ صورتیں نہ تو نہایت شدت کے ساتھ باہمی ہوتی ہیں اور نہ زیادہ دور ہیں اور یہ تمام صفات و کیفیات ایسی مقادیر سے منقسم ہیں جن میں سے ہر ایک مقدار کو طول و عرض حاصل ہے پس شاعر نے وجہ شبہ میں کئی ایسی چیزوں کی طرف نظر کر کے جو عقد ثریا اور افشان کے ساتھ قائم ہیں اور وہ قریب قریب ہونا اور چھوٹا ہونا ہے اس ہیئت کی طرف نظر کیا ہے جو ان سے حاصل ہوتی ہے یہی صورت ہے امین الدولہ مشتاق کے شعر میں عقد ثریا کی تشبیہ میں جو ہر کے ساتھ ہے

دیکھ کر عقد شریا کو فلک پر اسے ماہ	سر پر نور و ضیا کا ترے جھومر جانا
دار لیت تا کہ ملین خوشے نظر آنے لگے	میر
خوشے مشبہ اور ستارے مشبہ بہ اور یہ دونوں مفرد حسی ہیں اور وجہ شبہ ایک ہدیت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو خوشون اور ستاروں کے ساتھ قائم ہیں اور وہ یہ ہیں قریبے ب واقع ہونا ایسی چیز دن کا جو سفید اور براق اور گول اور متعدد ہیں اور چھوٹی چھوٹی نظر آتی ہیں اور وہ نہ تو باہم بالکل متصل ہیں اور نہ زیادہ منفصل ہیں اور ان میں سے ہر ایک چیز ذی مقدار ہے۔	جس طرح چھڑ مٹ ستاروں کا فراز آسمان
یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت ہیں	ولہ
انہیں اشک مسلسل بالیان ہیں خرمن دل کی	نہیں اشک مسلسل بالیان
اشک مسلسل مشبہ اور بالیان مشبہ بہ اور یہ دونوں مفرد حسی ہیں وجہ شبہ ایک ہدیت ہے جو کئی ایسی صفات سے حاصل ہوتی ہے جو اشک مسلسل اور بالیوں کے ساتھ قائم ہیں وہ یہ ہیں اجسام میں گول گول اجسام کا واقع ہونا اور ان گول اجسام کا چھوٹا چھوٹا نظر آنا اور ان گول اجسام کا تو بالکل باہم پیوستہ ہونا اور نہ زیادہ منفصل ہونا۔	اشک مسلسل مشبہ اور بالیان
(۲) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مرکب حسی ہوں جیسے۔	
ایک سیلاب کے چشمے میں مسکن آگے ناگن نے	جرا
روے صاف پر کاکل کے پیچ کا پڑنا مشبہ ہے اور سیلاب کے چشمے میں ناگن کا رہنا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک چمکدار اور شفاف سطح چیز میں ایک سیاہ اور دراز چیز کا رہنا ہے۔	پڑا ہے تھے روے صاف پر کاکل کا
اکا کل مشکین نہیں چہرہ گلزار پر	رسا
اکا کل مشکین کا چہرہ گلزار پر ہونا مشبہ اور گلزار پر کاکل کا چہرہ گلزار پر ہونا مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک نگین اور خوشنما چیز پر ایک ایسی سیاہ چیز کا جسکے اجزائیں کشادگی ہو پھیل جانا ہے۔	ہو پھیل جال کا ہی رنگ کا گلزار پر
دیوانہ تیز سوکھ کے کاٹا ہوا ہے کیا	امانت
تن اور آتش پہ سر کا ہونا مشبہ ہے اور خار پر آگے کا ہونا مشبہ بہ ہے وجہ شبہ ایک باریک اور	سرتن پہ یون ہے آگے کا ہونا

لاغر اور دراز چیز پر ایک مدور چیز کا واقع ہونا ہے۔	
ظفر	
چشم مخمور تری سُرُخ اور اُٹمین کا جل	واہ کیا ساتھ شفق کے ہو گھٹا سی جھٹی
سُرُخ آنکھ میں سیاہ کا جل کا واقع ہونا مشبہ ہو اور شفق کے ساتھ سیاہ بادل کا طمع نہ نامشبهہ اور وجہ شبہ ایک سُرُخ رنگ شے میں سیاہ شے کا واقع ہونا ہے۔	
شوکت	
خال ہے اُس کے رشتے تابان پر	حبشی جلوہ گرفتنگ میں ہے
خال اور گورا چٹا منہ مشبہ اور حبشی در رنگ فنگ مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ خام چیز کا ایک سفید چیز میں واقع ہونا ہے۔	
سودا	
سایہ برگ ہے اس لطف سے ہر گل پر	ساغر لعل میں جون کیجے زمرہ کو صل
وجہ شبہ یہاں گلی چیزوں سے مرکب ہے اور وہ ایک سُرُخ چیز کا سبز چیز کے درمیان میں واقع ہونا ہے اور مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مرکب ہیں۔	
گویا	
روتاہوں کے ساتھ ذرا ہنستہ رہو تم	بجلی بجلی گیتی رہے باران کے برابر
عاشق کے رونے کے ساتھ معشوق کا ہنسنا مشبہ ہے اور باران کے ساتھ بجلی کا چمکنا مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ ایک سیال اور روان چیز میں جسکی وجہ سے تاریکی پیدا ہو جاتی ہے ایک چمکدار چیز کا نمایان ہونا ہے۔	
میر اعظم علی اعظم	
عرق اُس چہرہ خشنا نہ لہو سے عیان یونہی	شعلہ برق میں جون ابر کو ہر بار ہو پیدا
ظفر	
زلف اپنے رُخ پہ دیکھ ذرا لے کے آئندہ	دریا یہ گزند گھیا ہو تو نے سحاب صبح
جلال	
آر ہی لٹ ہو اسے جو ترے پستان پر	ابر نے لیلیا آغوش میں کُسا رو کو
خلیق	
دو چرخ حسن ہیں فانوس محرم میں نہان	کب ہیں یہ شمع رو نگلیا کے اندر چھپاتیاں

پڑتی ہو روشن دلون کو تیرہ جانوں سے غرض	ناسخ	جس طرح ہر شمع کو حاجت شب دیکھ کر کی
(۳۴) مشبہ مفرد حسی ہوا اور مشبہ بہ مرکب حسی اور مفرد سے مراد وہ چیز ہے جو ایسی سیست پر ہو کہ کئی چیز سے متفرع ہو بخلاف مرکب کے کہ وہ کئی چیزوں سے متفرع ہوتا ہے پس مقید قید کا مجموعہ بھی مفرد سمجھا جائیگا۔	شباب	سبز نیز و نیل ہوں جس طرح پھر رب خوشترنگ
آج کل ہے گل لالہ یہ کچھ اس طرح بہا	معجز	لب نگین نہیں گلشن میں شفق پھولی ہے
گل لالہ مشبہ مفرد حسی ہے اور خوشترنگ پھر یہ رون کا سبز نیز و نیل نصب ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور ایسی ہیئت کہ سبز اور دراز اجسام کے سرو نیز خوشترنگ اور مبسوط اجسام کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے وجہ شبہ ہو۔	شاداب	کتے ہیں لوگ اُسکے مہاسے کو دیکھ کر
لب نگین مشبہ مفرد حسی اور گلشن میں شفق کا پھولنا مشبہ بہ مرکب حسی وجہ شبہ اس میں ایک سرخ چیز کا ایک ایسی فضا میں ہونا ہے کہ وہاں طراوت اور شگفتگی ہو اسی قبل سے ہیں شہید کے یہ فتنہ دو حروف ہیں یا کافور کے دھس پر مشک کے دانے پڑے ہیں لفظ ہیں یا نیلم کی تختی پر نیلے برے ہیں	ظفر	سفیہ قرص فرد دیکھ شب خیال آیا
مہاسے مشبہ مفرد حسی اور شبنم کی لوند کا سورج کبھی کے کھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو ایک گول چکدار چھوٹی سی چیز کے ایک خوبصورت اور مدور چیز کے درمیان میں واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔	انیس	سادی نگین حدید کا دگر بجھ میں ہے
سفیہ قرص فرد دیکھ شب خیال آیا	تورچرچر مین	تورچرچر مین یا رب یہ کیوں ہوا سفید
چاند مشبہ مفرد حسی اور تورچرچر مین نان سفید کا ہونا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ اس میں ایک شے سفید رنگ مدور کا ایسی چوڑی چیز میں واقع ہونا ہے جو محذب ہو۔	یابی	یابی بنائو در مکون صدف میں ہے

بتلی مشبہ مفرد حسی اور سادہ نگین حدید کا درخفت مین ہونا اور در کنون کا صدف مین ہونا
یہ دونوں مشبہ بہ مرکب حسی ہیں اور وجہ شبہ اس مین ایک شے گول اور چمکدار اور عزیز الوجود کا
ایسے جسم مین کہ بیضاوی شکل پر ہو ہے۔

برق

ابر و بھی اک نمونہ ہر اسکے کمال کا
کھینچا ہے آفتاب پر نقشہ ہلال کا

ابر و مشبہ مفرد حسی ہو اور آفتاب پر ہلال کا نقشہ کھینچنا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہست ہے
جو ایک براق اور مدور چیز مین ایک باریک و رخدار چیز کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔

سودا

آگے تجھ بحر کرم کے صدف پر گوہر
مٹھی اُسکی ہے جسے نکلے بشت چپک

صدف پر گوہر کو اُس مٹھی کے ساتھ تشبیہ دی ہو جسکو نہایت سخت چوک نکلی ہو بیان وجہ شبہ
وہ ہست ہے جو ایک مدور شے مین سوراخوں کی وجہ سے بھڑونکے چھتے کے خانوں کی طرح ہوتی ہے۔

ولہ

وہ چھٹیاں نظر پرین اک دم مین اس طرح
گازر بچھاوین پارچہ چون ہنر کے کنار

چھٹیاں مشبہ مفرد حسی اور گازر کا پارچہ ہنر کے کنارے بچھا کر مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ ظاہر ہے

شاداب

حلقہ گیسو بہن باہر اک بلکے جان نشان
یا پئے تسخیر دل دام مغنہ دوش پر

حلقہ گیسو مشبہ مفرد حسی ہے اور تسخیر دل کے لیے دم مغنہ کا دوش پر ہونا مشبہ بہ مرکب حسی ہے
اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

محمود

خال ہے عارض جانان پہ کہ ہو آگ پر عود
چشمے گون ہو کہ کوثر پہ ہو خونا گھٹا

مخ آگ کو اُس گھٹا سے تشبیہ دی ہو جو کوثر کے چشمے پر خونا ہوا اور وجہ شبہ ظاہر ہے۔

دعیر

تغین ہن کہ شوق انمرا حمصہ نے کیا ہے
اک ٹکڑا انھین ایک انھین حق نے دیا ہے

تغین شبہ مفرد حسی اور چمکناشن انمرا مشبہ بہ مرکب حسی اور وجہ شبہ وہ ہست ہے جو فضائیں
دو جسم ہلالی شکل کے واقع ہونے سے حاصل ہوتی ہو۔

کوثر	
اسکے جوئے کو بھلا کیونکر کاؤن ماتھ مین	سانپ گنڈی مارے بیٹھا ہوا ہان بالے سر
جیڑا مشبہ مفرد جسی ہو اور سانپ کا گنڈی مار کر سر کے اوپر بیٹھنا مشبہ بہ مرکب جسی ہو اور وجہ شبہ اس میں ایک سیاہ اور مدور چیز کا ایک مسطح چیز پر واقع ہونا ہے۔	
میسرین	
وہ دست خنابستہ خونی کا باب	شفق مین ہون جون پنجہ آفتاب
دست خنابستہ مشبہ مفرد ہو اور شفق مین آفتاب کا موجود ہونا مشبہ بہ مرکب ہو اور یہ دونوں جسی ہیں اور وجہ شبہ ایک ہیئت ہے۔ جو ایک ایسے گول اور براق جسم کے کہ جس مین سے چمکدار دراز اجسام نکلتے تھے ہوں ساتھ ایک سرخ جسم کے موجود ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔	
عبرت	
انظر آنا ہے اسکا وہ پسینہ	جڑا کندن پہ ہیرے کا نگینہ
پسینہ مشبہ مفرد جسی اور کندن پہ ہیرے کا نگینہ جڑا ہونا مشبہ بہ مرکب جسی اور وجہ شبہ ظاہر ہو۔	
ظفر	
بزرگ خانہ زنبور مین اسے ناوک انداز	تیرے تیرے میوے دلیں گھر نزدیک ایک
یار کے تیرے دلیں سوراخ نزدیک ہو نیکو بھڑونکے چھتے کے ساتھ تشبیہ دی ہو پس مشبہ مرکب جسی ہے اور مشبہ بہ مفرد جسی اور وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو سوراخ دار شکل پر چھلنی کے خانو کی طرح ہوتی ہے۔	
محشر	
یہ ہمہ ہی کا ترے منہ کے بے خیال رکھے	عبث نہ شمع نے سر پر دھوین سے ہال رکھے
شمع کے سر پر دھوین کا دراز ہونا مشبہ مرکب جسی ہو اور ہال مشبہ بہ مفرد جسی اور اس میں وجہ شبہ اس میں اور رہت اور گوری گوری چیز پر ایک سیاہ اور دراز چیز کا موجود ہونا ہے۔	
دلغ	
ہی سیاہ مین اس وہ پگھلوانی قطار	انجم کا ہکشان کی ہولڑی جیسے بہم
سیہ بادل مین سفید پگھلوانی قطار کا ہونا مشبہ مرکب جسی ہو اور کا ہکشان کے ساتھ مشبہ بہ مفرد جسی ہیں اور اس میں وجہ شبہ وہ ہیئت ہے جو بہت سی چیزوں کے سیاہ چیز مین مجتمع ہوئے سے حاصل ہوتی ہے۔	

	امانت	
چوٹی میں متصل جو لپٹا ہوا مارنے	کینچی کا شہ جینیلی کے مار پر	
ایک دراز و سفید چیز کا سیاہ و دراز چیز پر لپٹا ہونا ہے۔	کینچی مشبہ بہ مفرد حسی و جینیلی کے مار کا چوٹی میں متصل لپٹا ہونا مشبہ مرکب حسی ہوا و وجہ مشبہ	
	غافل	
یار نے افشان جو چڑکی لطف میں تو غم میں	کوڑیا لاسانپ ہر کچھ اس میں اتنا سہم میں	
اور وجہ شبہ ایک سیاہ شہ میں ایک سفید چیز کا موجود ہونا ہے۔	یار کا زلف میں افشان چھڑکنا مشبہ ہوا و یہ مرکب ہے اور کوڑیا لاسانپ مشبہ بہ ہے اور یہ مفرد کو	
	سید فضل حسین شاعر	
درے افشان کے درخندہ نہیں با تو نہیں	تو ڈر کر لائے ہیں یہ جہ سے آخر گیسو	
دوم وجہ شبہ مرکب عقلی اسکی مثال یہ ہے۔	افشان کے سفید ذرون کا سیاہ بالون میں چمک دکھلانا مشبہ مرکب حسی ہے اور آخر مشبہ بہ مفرد کو	
	میر	
اے تھرچ شل ہی جو عالم ہے بے عمل	گو یا وہ اک گدھا ہے کہتے لدا ہوا	
کھینچنے تعب کے اور پاس کھنے ایسی نافع چیز کے۔	اس شعر میں عالم بے عمل کی حالت یعنی اس ہنیت کو جو علم کے پڑھنے اور اسکی تحصیل میں سخت مشاغل اور اس سے منتفع ہونے سے متنزع ہو گدھے کی حالت سے یعنی اس ہنیت سے تشبیہ دی ہو جو بڑی بڑی کتابوں کا بوجھ اُس پر لدا ہونے اور ان کتابوں میں علم موجود ہونے اور اس گدھے کے اُٹنے منتفع ہونے سے متنزع ہے اور جامع دونوں میں فائدہ مند نہ ہونا ہو بڑا نفع کرنیوالی چیز سے باوجود بھل ہونے مصائب کے اور کھینچنے تعب کے اور پاس کھنے ایسی نافع چیز کے۔	
	میر	
جھکا لبوسے قدم سرخروس بے جان کا	زمین پہ تاج گرا ہر ہر سلیمان کا	
	وجہ شبہ یہاں ذلیل و خوار ہونا چیز خوب و گرامی کا ہو۔	
	ذوق	
مطلب سے اپنے کون ہو آگاہ جز خدا	جون خط سر نوشت ہیں پشیمان و نہیں ہم	

متکلم نے اپنی حالت کو یعنی اُس ہیئت کو کہ ہم مطلب تو رکھتے ہیں مگر سوا ذلکے کوئی اُس کو جان نہیں سکتا اُس خط سے تشبیہ دی ہے جو قضا و قدر کی طرف سے پیشانیہ نہیں لکھا ہوتا ہے اور وجہ شبہ دونوں میں یہ ہے کہ باوجود موجود اور متعین ہونیکے کوئی حال اور راز کو معلوم نہیں کر سکتا۔

مہارا جہ سرکش پر شاد و تخلص شاد

اس زمانے میں تو ہی ہے کتنا جیسے کثرت میں ایک وحدت ہے

اس شعر میں وجہ مشابہت اقل کا اکثر پر فوقیت رکھنا ہے۔

غالب

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر کرے نفس میں فراہم خُش آشیان کیلئے

وجہ شبہ یہاں کوشش کا ایسے طور پر واقع ہونا ہے کہ وہ کوشش کرنیوالے کے حق میں فضول و مرغیہ نہ ہو

امانت

لڑا کر رقیب یار کے گھر سے نکل گیا مریخ آج بزمِ قمر سے نکل گیا

وجہ شبہ یہاں ایک منحوس اور بد وجہ دست ایک مبارک اور لچھے دجو و کا پاک و صاف ہونا ہے تشبیہ جب وجہ شبہ کوئی ہیئت ہو مرکب کسی چیز سے عام اس سے کہ وہ اجزا حسی ہوں یا عقلی اگر نہیں بعض اجزا اولین اور بعض کو چھوڑ دین تو تشبیہ میں غلطی ہو جاتی ہے ایسے سارے اجزا میں شبہ کو مشابہت تشبیہ دینا چاہیے۔

وجہ شبہ متعدد اسکی تین قسمیں ہیں اس طرح کہ یا حسی ہوتی ہے یا عقلی یا مختلف مثال اول جیسے سیب کی تشبیہ میں بھی کے ساتھ رنگ اور مزہ اور خوشبو وجہ شبہ ہے اور ثانی و سبب کی تشبیہ میں درازی اور باریکی اور چپیدگی۔

برق

گول گول اس تری پستان کے تصدق ہو جاتا جڑ دیے صانع عالم نے بد نہیں مہتاب

پستان کو مہتاب سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ گولائی اور خوبصورتی ہے۔

ولہ

کھل گئی نشہ کے عالم میں جو کئی پستان سمجھے میخوار کہ بلور کا سا غرچہ چکا

پستان کو ساغر بلور سے تشبیہ دی ہے وجہ شبہ گول اور ابھرا ہوا ہونا اور شفاف ہونا ہے۔

مرو ساق تو گل سے رُخسائے قلیق شانے باز و بکرے بھرے سائے

قد کی تشبیہ میں سرو کے ساتھ راستی و بلندی جیسا ہے اور رُخسار کی تشبیہ میں گل کے ساتھ رنگ کی سُرخی اور ملائمت و جہ شبہ ہے۔

وزیر	مرہی جاؤ نکلا اگر صبح کا تارا نکلا +	یا د آئے گا کسی مہ کا ڈر گوش مجھے
در گوش اور صبح کے تارے میں گولائی اور جھک وجہ شبہ ہے۔		

آباد	کیا معطر ہے پسینہ پھول سے رخسار کا	جسکے آگے عطر مٹی ہو گیا گلزار کا
------	------------------------------------	----------------------------------

فارغ	قطرہ اشک جو نکلا سو وہ گوہر نکلا	بعد مدت کے مری چشم کا جوہر نکلا
قطرہ اشک اور موتی میں گولائی اور آب داری وجہ شبہ ہے۔		

سودا	یار کی بیت ابرو پر خال نہیں وہ ہر نقطہ	آفرین ہو صد آفرین صاحب انتخاب کو
خال کو نقطے سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ دونوں میں رنگ کی سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔		

قلق	کیا وصف حسن کا میں کہوں اسکے غسل سے	موتی کا دانہ بگلیا ہر قطرہ آب کا
قطرہ آب کی تشبیہ میں موتی کے ساتھ مدور ہونا اور چمکدار ہونا وجہ شبہ ہے۔		

نہمدی علی لکی	جمال یار یہ سمنے یہ ٹکٹکی بانہ صلی	کہ اپنی آنکھ کا تل اسکے مُنہ کا خال ہوا
آنکھ کے تل کی تشبیہ میں خال رخ محبوب کے ساتھ وجہ شبہ سیاہی اور شکل مخصوص ہے۔		
مثال دوم جیسے کسی پرند کی تشبیہ میں کوئے کے ساتھ نظر کی تیزی و دشمن سے نہایت بچاؤ اور جماعت کو چھپانا وجہ شبہ ہے اور یہ سب اُمور عقلی ہیں۔		

ضیاء الدین ضیا	جوں چنار اس جانہ پھولے ہیں پھل لائے ہیں ہم	جب مراد اپنی کو پہونچے ہیں تو جل جالتے ہیں ہم
وجہ شبہ اسمین دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ اُن چیز کا حاصل نہ ہو سکتا جو موجب کمال و عزت ہیں اور دوسرے سرحد کمال کے قریب ہو چکا ہو ایسا نقصان اٹھانا کہ جسکی تلافی ممکن نہیں اور یہ دونوں بائین علیحدہ		

علیحدہ ہیں اور اپنے کام کے دونوں حال کو چنار کے دونوں حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہے۔

سودا

ایسان دانہ روئیدہ ایک بارگرہ

کھلی جو کام سے میرے چڑی ہزارگرہ

وجہ شبہ اس میں ایک کام کا تھوڑا آسان ہونا پہلی دفعہ اور بعد کے زیادہ تر دشوار ہو جانا ہے اور یہ دو باتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور اپنے کام کے دونوں حال کو دانے کے دونوں حال سے جدا جدا تشبیہ دی ہو نہ مجموع کو مجموع سے۔

امیر مینیائی

دلین ہے مثل ہیزم و آتش

جو کھٹکے سے بڑھا میں ہم

وجہ شبہ اس میں دو چیزیں ہیں ایک تو مخالفت کے ساتھ سے منزل حاصل کرنا پہلی دفعہ اس کے بعد اپنے منزل کے ذریعہ سے مخالفت کو رتی کو پہونچانا اور یہ دو باتیں علیحدہ علیحدہ ہیں اور اپنے دونوں جان کو ہیزم و آتش کے دونوں حالوں سے تشبیہ دی نہ مجموع کو مجموع سے۔

تشبیہ وجہ شبہ مرکب اور وجہ شبہ متعدد میں یہی فرق ہے کہ متعدد میں چند چیزیں وجہ شبہ ہوتی ہیں جن میں سے ہر ایک بنفسہ مستقل ہوتی ہے بخلاف مرکب کے کہ انہیں سب چیزوں کے مجموعے سے جو حقیقت واحدہ نہیں بن جاتا عقل ایک چیز یعنی ہیئت انتزاع کر لیتی ہو۔

مثال سوم جیسے

مون

بار انداز ہوا روز سپید

کھلی وہ گھر سے کہ بکلا خورشید

سراج

انہیں ہر تاب مجھے تھے سامنے جانان

کہان سراج کہان آفتاب عالم تاب

معشوق کی تشبیہ میں سورج کے ساتھ دو چیزیں وجہ شبہ ہیں ایک منہ کی خوبصورتی اور یہ جی سے دوسرے شان کا شرف اور یہ عقلی ہے کہ چونکہ شرف کا اور اکل حواس ظاہرہ میں سے کسی جس کے ساتھ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کو عقل اور اک کرتی ہو گواہ اس کا سبب کبھی جس ہوتا ہے۔

اشرف

ابر و عقرب ہیں تو ہیں آپ کے اژدر گیسو

اژدر کے مارے نہیں چھوڑتے ہیں فسوگر گیسو

ابر کی تشبیہ میں عقرب کے ساتھ باری اور بجی اور ایندازسانی وجہ شبہ ہیں اور گیسو کی تشبیہ میں

اژدر کے ساتھ سیاہی اور درازی اور ایذا رسانی وجہ شبہ ہیں جن میں سے بعض حسی ہو بعض عقلی۔

رافت

بہانے کو جاتا ہے وہ سونے آب کہ ہر نقش یا جس کا ہے آفتاب

نقش پاکی تشبیہ میں آفتاب کے ساتھ ایک وجہ شبہ تو خوبصورتی ہو اور دوسرے وجہ شبہ شرف تہ ہے

مختصر

برکھٹک دلمین جبار روح دہلتی ہو جبار نیش عقرب ہو کہ مئے رخ ضیفم ہو

ابر و کی تشبیہ میں نیش عقرب اور شیر کی مونچھ کے بال کے ساتھ وجہ شبہ دو چیزیں ہیں ایک نوکدار ہونا اور دوسرے ایذا رسانی۔

اتش

بالائے اہم خانہ وہ عالی خباب ہے منزل سے اپنی جلوہ نما آفتاب ہے

انور حسین تسلیم

بیٹھے جلسے میں اس طرح نوشتا ہے جیسے انجم کی انجمن میں ماہ

حسرت

وقت نظارہ کسی کی مردمک عین گولی ہے مجھے بندوق کی

مردمک کو بندوق کی گولی سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ اس میں کئی چیزیں ہیں ایک گول ہونا اور یہ امر سی ہو دوسرے جان لے لینا اور یہ امر عقلی ہے۔

تعلیم

چتو نو زمین جان لے لی عاشق ناشا کی تیغ ابرو یار کی تلوار ہے جلا دکی

وجہ شبہ ابرو کی تشبیہ میں تلوار کے ساتھ ہلائی شکل ہونا اور جان لینا ہو اور اول حسی ہو اور دوم عقلی۔

سودا

یا وہ معجون مہی کی ہیں ڈبیاں دونوں آتی ہے جانیں چھوٹے جھنجھیں روح ملک

پستان کو معجون مہی کی ڈبیل سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ اس میں کئی چیزیں ہیں ایک مدور ہونا اور دوسرے اُبھرا ہونا یہ دوم حسی ہیں اور تیسرے رغبت دلانا مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہیں۔

ولہ

آفتاب صبح محشر داغ پردل کے مے حکم رکھتا ہو طیبہ مرہم کا فور کا

اسمین وجہ شبہ رنگ کی سفیدی اور گول ہونے کیونکہ جب دماغ پر مہم لگاتے ہیں تو پھپہا گول تر شے ہیں اور یہ دونوں امر حسی ہیں اور تیسری وجہ شبہ راحت کا پہنچانا ہے اور یہ عقلی ہے۔

انشا

اور سفنقر زروادہ ہیں و لون ساعد

ساعد کو سفنقر سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ سہین ایک تو شکل ہے اور یہ حسی ہے اور دوسرے رغبت لانے مرد کو عورت کی یہ امر عقلی ہے۔

وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرنا

علمائے بیان کبھی ایسا کرتے ہیں کہ وجہ شبہ کو تضاد سے حاصل کرتے ہیں اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ دو ضد کو باہم تشبیہ دیتے ہیں اور ان دونوں میں جو معنی متضاد مشترک ہوتے ہیں انہیں وجہ شبہ اعتبار کرتے ہیں اور ضدیت کو بمنزلے تناسب کے سمجھتے ہیں اور اس قسم کی تشبیہ سے غرض دل لگی اور خوش طبعی یا مسخر اور استہزا ہوتا ہے جیسے نامرد کو شیر سے تشبیہ دین اور کنجوس کو خاقم سے۔

میر

کیونکہ پہنچی ہے جن کو امرا کی سب وہ اولاد حاتم طائی

اُمّ کے خیل کو حاتم طائی کی اولاد سے تشبیہ دی ہے اور اس میں ظرافت و استہزا و لڑائی صلاحیت ہے اور فرق شاعر کے قصد پر منحصر ہے۔

حالی

نہ بدخواہ مجھ کو بس اب یا ورنکو لپڑے نہ ٹھہراؤ تم رہبرون کو

رہبرون کی تشبیہ لپڑوں کے ساتھ بطریق استہزا کے واقع ہوئی ہے۔

ظفر

لبو حاکم بوسہ سے لیکے جان می میں نے یہ میرے واسطے تریاق زہر کیونکہ ہوا

تریاق کو زہر سے تشبیہ دی ہے اور یہ تشبیہ بطور استہزا کے واقع ہوئی ہے۔

اس مقام پر بعض اہل علم نے یہ خیال کیا ہے کہ وجہ شبہ نامرد کی تشبیہ میں شیر کے ساتھ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ میں باعتبار نامردی و شجاعت کے مشترک ہے اسی طرح کنجوس کی تشبیہ میں حاکم کے ساتھ وجہ شبہ تضاد ہے جو مشبہ اور مشبہ بہ میں باعتبار کرم و بخل کے مشترک ہے اور یہ رائے آٹمی غلطی سے

خالی نہیں کیونکہ جب ہم کہیں گے کہ نام دشر کی طرح ہے تضاد میں یعنی نام دشر کی طرح ہے اس وجہ سے کہ ایک دوسرے کی ضد ہے تو اس طرح کہنے سے کسی طرح ظرافت اور استہزا کا فائدہ حاصل نہ ہوگا اور یہ کہنا ایسا ہے جیسے کہین سیاہی سفیدی کی طرح ہے رنگ یا تقابل میں کیونکہ یہاں تو ضدیت کو بننے کے مناسب کے مانا گیا ہے اور نہ وجہ مشبہ تضاد سے حاصل ہوئی ہے بلکہ نفس تضاد ہے اور ان کی رائے کے غلط ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ تشبیہ میں وجہ مشبہ کی تصریح صحیح ہے اور تضاد کی تصریح نام دشر کی تشبیہ میں شیر کے ساتھ ظرافت و استہزائے طور پر اسی طرح کنجوس کی تشبیہ میں حاتم کے ساتھ ظرافت و استہزائے طور پر درست نہیں کیونکہ جب ہم اس طرح کہیں گے کہ نام دشر کی طرح ہے تضاد میں اور کنجوس حاتم کی طرح ہے تضاد میں تو ایسی حالت میں ظرافت و استہزا نہ ہوگا اور جب یوں کہیں گے کہ نام دشر کی طرح ہے شجاعت میں اور کنجوس حاتم کی طرح ہے سخاوت میں تو اب یہ تشبیہ ظرافت و استہزائے طور پر درست ہوگی اسی قبیل سے ہے ناسخ کے شعر میں کافور کی تشبیہ میں مشک کے ساتھ سیاہی کی تصریح ہے

اگر دیے خط نے تیرے عارض پر نور سیاہ | ہو گیا مشک کی مانند یہ کافور سیاہ

سوال وجہ مشبہ کیلئے یہ ضرور ہے کہ اسمین مشبہ اور مشبہ بہ مشترک ہوں اور ظاہر ہے کہ نام دشر شجاعت نہیں ہوتا اور نہ کنجوس سخی ہو تاکہ پس جبکہ یہاں اشتراک نہیں ہو تو شجاعت کو نام دشر اور شیر کی تشبیہ میں اور سخاوت کو کنجوس اور حاتم کی تشبیہ میں وجہ مشبہ بنا لیا کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے وجہ مشبہ کا تو حق یہ ہے کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں پر صادق لے لے اگر ایک صادق نہ لے لے تو تشبیہ فاسد ہو جائیگی۔ جواب مشبہ اور مشبہ بہ کے معنی متضاد کو بننے کے مناسب کے قرار دے لیتے ہیں پس نام دشر کی تشبیہ میں نام دشر کو بننے کے شجاعت کے مان لیتے ہیں اور کنجوس حاتم کی تشبیہ میں نخل کو بننے کے سخاوت کے سمجھ لیتے ہیں پس نام دشر مان لینے کی وجہ سے شجاعت ہو اسی طرح کنجوس سمجھ لینے کی وجہ سے سخی ہے۔ اور اس طور پر اشتراک حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وجہ مشبہ کیلئے یہ ضرور نہیں کہ تحقیقی طور پر مشبہ و مشبہ بہ میں جانی جائے جیسے شجاعت مرد شجاعت اور شیر میں تحقیقی طور پر پائی جاتی ہے بلکہ بھی تخلیلی اور تاویلی طور پر پائی جاتی ہے دونوں میں یا ایک میں جیسے کہین علم نور کی طرح ہے یا شرع اسلام نور کے مانند ہے اور جبل تاریکی کی طرح ہے یا کفر سیاہی کے مثل ہے پس یہاں یہ خیال کر لیا ہے کہ علم اور شریعت اسلام ایسے جسم میں سے ہیں جو سفیدی اور چمک لکھتے ہیں اسی طرح یہ خیال کر لیا ہے کہ جبل و کفر ان جسم میں سے ہیں ظلمت و سیاہی رکھنے والے ہیں پس بسبب تخلیل کے علم شرع اور اسلام ان چیزوں میں سے ہو گئے جو سفیدی و چمک رکھتی ہیں اور جبل و کفر ان چیزوں میں سے ہو گئے جو سیاہی اور تاریکی رکھتی ہیں۔

تیسرا چمن غرض تشبیہ کے بیان میں

غرض تشبیہ یہ ہے کہ تشبیہ ایک چیز کی دوسری چیز سے اُسکے واسطے ہو اسیلئے کہ اگر غرض تشبیہ کچھ نہ ہو تو تشبیہ فعل عبث ہوگی چنانچہ ناسخ کے اس شعر میں غرض تشبیہ صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی۔ ۵

دہن یا رکی مانند ہوا ہے معدوم | دھونڈتے پھرتے ہیں ہم اپنا دہن ان روزوں
ناسخ کا دہن معشوق کے دہن کے مانند کیون ہو گیا اسکی غرض معلوم نہ ہوئی تشبیہ کی غرض
دو چیزوں کی طرف رجوع کرتی ہے۔

ایک مشبہ کی طرف یعنی اکثر غرض اُس سے یہ ہوتی ہے کہ مشبہ کا حسن قبح یا کوئی دوسرا حال بیان کیا جائے
اور تشبیہ میں زیادہ تر یہی ہوتا ہے اور یہ کئی حال سے خالی نہیں۔
(۱) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بیان کیا جائے کہ مشبہ کا وجود ممکن ہو اور یہ بات وہاں ہوتی ہے
جہاں اُسکے تمنع ہونے کا بھی دعویٰ کر سکتے ہیں اور اس صورت میں یہ ہونا چاہیے کہ مشبہ پر وجہ شبہ کے ساتھ
مشہور اور امکانیت میں مسلم ہوتا کہ مشبہ کے ممکن ہونے پر دلیل ہو۔

ذوق

بجھنے دیکھا سب کو اور تجھ کو نہ دیکھا جون نگاہ | تو رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے نہاں ہی با
مراد شاعر کی یہ ہے کہ معشوق باوجود آنکھوں میں ہونے کے آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور یہ ادعا ظاہر میں تمنع
معلوم ہوتا ہو اسیلئے کہ محال ہے کہ کوئی چیز آنکھوں میں رہے اور پھر دکھ نہ سکے اسیلئے شاعر نے نگاہ کے ساتھ
اُسکو تشبیہ دیکر اس امر کا امکان بیان کر دیا اسیلئے کہ نگاہ باوجود آنکھوں میں ہونے کے آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

ولہ

علم ہے کچھ اور شنے اور آدمیت اور ہے | کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی با
شاعر نے دعویٰ کیا ہے کہ آدمیت کا حاصل ہونا علم کی تحصیل پر موقوف نہیں اور یہ دعویٰ ظاہر میں
تمنع ہے اسیلئے کہ محال ہے کہ علم کی تحصیل سے آدمیت حاصل ہو جب شاعر نے طوطے کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ امر
ممکن ہو گیا کیونکہ طوطے کو کتنا ہی پڑھایا جائے مگر آدمیت حاصل نہیں کر سکتا۔

آتش

برنگ شمع ہم مل سوختوں نے ہر عالم میں | زبان کھولی نہ لیکن بات کرنے کا محل پایا
شاعر نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم نے زبان کھولی مگر بات کرنے کا محل نہ ملا اور یہ دعویٰ ظاہر میں تمنع معلوم ہوتا ہے

اسیے کہ محال ہے کہ کوئی زبان کھولے اور پھر بات نکرے جب شاعر نے شمع کے ساتھ تشبیہ دی تو یہ ممکن ہو گیا۔

درد

جون شمع جمع ہوں اگر اہل سخن ہزار
آپس میں چاہیے کہ کھجور کھنگو نہ ہو

مرا شاعر کی یہ ہر کہ اہل سخن بہتے جمع ہوں اور بات نکرین اور یہ امر ظاہر میں تمنع معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ محال ہے کہ اہل سخن جمع ہوں اور بات نکرین اس لیے شاعر نے شمع کے ساتھ اُس کو تشبیہ دیکر اس امر کا امکان بیان کر دیا ہے۔

(۲) تشبیہ سے غرض مشبہ کا حال بیان کرنا ہو یعنی یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ کس وصف کے ساتھ متصف ہے مثلاً سفید ہے یا سیاہ ہے یا سرخ وغیرہ جیسے کسی چیز کو سیاہی یا سفیدی میں دوسری چیز کے ساتھ تشبیہ دین اور اس قسم میں یہ بھی شرط ہے کہ مشبہ بہ وہ تشبیہ کے ساتھ مشہور ہو ورنہ تشبیہ بیان حال کے لیے نہ ہوگی اور جب مشبہ بہ وجہ مشبہ کے ساتھ مشہور ہوگا تو اُس کے حال سے مشبہ کے حال پر آگاہی ہوگی جیسے سودا استمان کی مذمت میں کہتا ہے۔

اگر کھتا ہے پر غرور کو جو نیزہ سر بلند
جون جادہ خاکسار کھسے ہو زمین پر ڈال

پر غرور کے سر بلند رکھنے کا اور خاکسار کے زمین پر ڈالنے کا حال نیزہ اور جانے کی تشبیہ سے واضح ہو گیا۔

نادر

چہرے بڑھکے خال ہو اُس خانیجہ کا
زلف سیاہ دودھ سے گویا تفتاب کا

یہ شعر خال اور زلف کے گول اور سیاہ اور نیزہ ان شان ہونیکے بیان میں ہے اور خال کے گول اور زلف کے سیاہ اور دونوں کے جان ستان ہونیکا حال چہرے اور ہندو کے دھوین کی تشبیہ سے واضح ہو گیا۔

اک نسب کہ وہ زلف مرخان تھی
تیم کیا آتش مہر کا دغاں تھی

یہاں تشبیہ سے غرض شبکے اندھیرے کا حال بیان کرنا ہے پس زلف اور دھوین کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔

مومن

یک دغ سیاہ خال سا تھا
یہ لطف فغان شعلہ زار تھا

دغ کی سیاہی کا حال اُس کو خال سیاہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے بخوبی ظاہر ہو گیا۔

سوسن صفت کبود تھے لب اسکے بے مسمی
تھا سرخ غیغہ سان وہ دہن نکاپن تھا

لب کے کبود ہونیکا حال اور دہن کے سرخ ہونیکا حال سوسن اور غنچے کی تشبیہ سے ظاہر ہو گیا۔

سودا

جون سگدیے پھر تا ہو ہڈی کسی بستی میں | قادہ کنے ہے میرا یون نامہ پیچیدہ |

انیس

لازم ہے کفن کی یاد ہر وقت انیس | جو مشک سے بال بخت وہ کا فور مجھے |
جوانی کے بالوں کو سیاہی میں مشک سے اور بڑھاپے کے بالوں کو سفیدی میں کا فور سے تشبیہ دی ہے
اور غرض اس سے دونوں عرو کے بالوں کا حال بیان کرنا ہے۔

نادر

سیاہی پر یوں عیان ہر شے پستانین | سیہ زبور ہوے جیسے نغی ناریستا نین |
پستان سکرے مشبہ بین اور سیہ زبور مشبہ بہ ہر اور وہ شبہ سیاہی ہو اور غرض تشبیہ سے پستان کے
سرو کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہے۔

آتش

حلب مرغ میں تھے خالو نسے | لشکر زنگ رہا کرتا ہے |
خالو کو لشکر زنگ سے تشبیہ دی ہے اور غرض خالوں کی سیاہی کا حال بیان کرنا ہے۔
(۳) مشبہ کے حال کی مقدار بیان کرنا منظور ہوتا کہ مشبہ کا حال قوت اور ضعف اور زیادت اور
انقصان میں معلوم ہو جائے اور یہ ایسی حالت میں ہے کہ سامع مقدار مشبہ بہ کی جانتا ہو نہ مشبہ کی اور
اس صورت میں چاہیے کہ مشبہ بہ کے حال کی مقدار مشبہ کے حال کی مقدار کے برابر مشہور ہو نہ کم نہ زیادہ
اکہ مشبہ کے حال کی مقدار جیسی نفس الامر میں ہو ویسی ہی تعبیر کی جائے مثلاً کالے کپڑے کو کوس کے پر سے
تشبیہ دین سیاہی کی شدت میں یا سفید کپڑے کو برف سے تشبیہ دین سفیدی کی شدت میں اور
دہن معشوق کو نقطے سے کمی میں اور زلف کو روز حشر سے درازی کی زیادتی میں اور گریار کو غنمایا بال سے
تشبیہ دین اور غرض اول سے نایابی میں اور دوم سے باریکی میں مبالغہ ہو اور شراب کو خون کو تر سے
تشبیہ دین اور غرض اس سے اسکی سرخی میں مبالغہ ہو۔ میر۔

کہان ہو وہ خون کو تر سی ہے۔

سودا

تیری کتہی ہوئی تجھ کو میں چاہوں سو کیا | داڑھی ایسی ہو تری روئی کا جیسے کالا |

غرض تشبیہ سے یہاں وارٹھی کی سفیدی میں مبالغہ ہے۔

لطیف اکبر آبادی

وان کوئی آیا لے ایک مرصع پیرا
لال دستار دو پیٹھی ہر اوجن طوطا

غرض تشبیہ سے یہاں دو پیٹے کی سبزی میں مبالغہ ہے۔

میسر

سینہ کیا سینہ بال کیا پروال
جیسے چشم خروں آنکھیں لال

آنکھ کی سرخی میں مبالغہ منظور ہے۔

نادر

اس قدر ہون زار اُسی ابرے خمدیر
جسم فرط لاغری سے بال ہو تلوار کا

یہاں غرض تشبیہ سے جسم کی لاغری میں مبالغہ ہے۔

مومن

یہ حالت قامت خمیدہ
جیسے شجر خزان رسیدہ

غرض تشبیہ سے یہاں کمزوری اور ناطقتی اور لاغری مبالغہ ہے۔

ولہ

جون ابر نہایت اشکباری
جون رعد شدت آہ وزاری
جونالہ کہ زینت زبان ہے
جون نوحہ مرگ نوجوان ہے

ولہ

درد گلشت وہ شبک تن
روز جنگ اسکے نیم جولان
اہتر از نسیم بہستانی
صرصر عاد کی سی لطفانی

سید شاہ محمد اکبر

انشیدہ تھا کبھی مثل الف جو دہسی
وہ مخنی ہوا ایسا کہ بنگیا ہم نہ

نسیم

یہ کہے ہم ملے وہ ایسے
صفحے خط تو امان کے جیسے

دبیر

بس شاعری میں ختم کر مکی یہ نہا ہے
صد مونکے سبب آنکھ میں بال پڑا ہے

برق		
حسرت رہی کہ دام میں غمقا کو لائیے	مشتاق ہیں ازل سے تھاری کر کے ہاتھ	
ظاہر		
یتسری کسر کو بال سے تشبیہ تام ہے	اسمین نہیں ہے فرق سر کو کسی طرح	
افضل		
عقا و ہاں یا کر کو سمجھا تو ہے بجا	ہے نام تو سننا نہیں ملتا نشان مجھے	
غرض تشبیہ سے مبالغہ دہن کی ناپیدی میں ہے۔		
میر علی اوسط رشک		
نام دہن سے جب نہ دہن کا پتا ملا	لفظ دہن کے نقطے کو سمجھا تو دہن	
وزن		
عذار یار یہ زلف سیاہ فام نہیں	مگر یہ حشر کا دن ہے کہ جس کا نہیں	
نفیس		
اگر یہ دیو بھی جس سے کرے وہ جہ شوم	سیہ کلائی تھی یا فیل مست کی خرطوم	
<p>دہن غرض تشبیہ سے یہ ہو کہ مشبہ کا حال سننے والے کے ذہن نشین ہو جائے اس میں اور پہلی قسم میں یہ فرق ہے کہ انہیں مطلقاً بیان ہوتا ہے اور اسمین بیان خاطر نشین کرنے کے ساتھ ہوتا ہے اور اس قسم میں اکثر غرض تشبیہ بطور تشبیل کے واقع ہوتی ہے اور یہاں یہ چاہیے کہ مشبہ سے مشبہ بہ اہل اور شہر ہو دے کیونکہ طبیعت کامل اور مشہور کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے جیسے مولوی ذکا، اسد کی اس عبارت میں سناری دنیا سمندرون بجدون بخجون دریاؤں ندی نالوئے بھری پڑی ہو ایسے بانی کار و بار تجارت اور آمد و رفت میں تمام اسکی کوشش کو نقش بر آب بنانا، کوشش کو یا نی پر کچھے ہوئے نقش سے تشبیہ دی ہے اور اسمین کوشش کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح ثابت ہوتا ہے فائدہ ہونا اور جلد مٹنا اس نقش کا ظاہر ہے جب کسی کام کو اس سے تشبیہ دی جائے گی تو اس کا بے فائدہ ہونا اچھی طرح خاطر نشین ہو جائیگا کیونکہ بہ نسبت عقلیات کے حسیات اچھی طرح فرمیں آجاتے ہیں کیونکہ حسیات کے ساتھ نفس کو زیادہ رغبت ہوتی ہے اور نفس کو وہ عقلیات سے پہلے حاصل ہوتے ہیں۔</p>		
مہر		
لے لئے ہیں جہان کو سیلاب	نقش عالم کا نقش تھا بر آب	

عالم کی چیز و گواہی کے نقش سے تشبیہ دی ہو۔	
ذوق	
مے عشرت طلب کرتے تھے ناحق آسمان سے ہم	کہ آخر جب اُسے دکھیا نقط خالی سبوں کا
آسمان کا مے عشرت سے خالی ہونا خالی سبوں کی تشبیہ سے دل نشین ہو گیا۔	
ولہ	
نے بام کی ہن زیب نہ زینت کسی در کے	ہو باٹ کے روٹے ہن دھڑکے نہ دھڑکے
قائل کا بیچار محض ہونا باٹ کے روٹے کی تشبیہ سے بخوبی ثابت ہو گیا۔	
سوا	
نہیں ہوں طالب رزق آسمان سے کہ مجھے	یقین ہے کا سہ واژو نہیں کچھ نہیں ہوتا
آسمان کا نعمت سے خالی ہونا کا سہ واژو کی تشبیہ سے دل نشین ہو گیا۔	
غالب	
مثال یہ مری کوشش کی ہر کہ مرغ امیر	کرے نفس میں فراہم خس آشیان کیلئے
خیر الدین ہاں	
ہوں وہ ثابت کلفت میں کہ جون نقش قدم	جب ملک مرٹ نہیں لیتا نہیں صلا بہتا
درد	
میں وہ قنادر ہوں کہ بغیر از فنا مجھے	نقش قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے
برق	
سفلہ عالی مرتبہ رُعب سے پائے دل کیا	جادو پامال خط کماستان ہوتا نہیں
اہل رفعت کے لیے برتشی بھی دو رہے	گردشوں سے پست کوئی آسمان نہیں
ظرف عالی ہو تو اسے صحت بخالتے ہیں پست	کس جگہ نیچے زمین کے آسمان نہیں
(۵) تشبیہ سے غرض یہ ہو کہ مشبہ سننے والوں کی نظر میں اچھا معلوم جیسے رے سیاہ کو آنکھ کی پتلی سے تشبیہ دی جائے۔	
حیرت	
جون برگ شجر چھن کے نکلے مہتاب	یون دیتے ہیں لطف کے لب لباب سپید
ہاں چونکہ سہ نہیں لے لے لے رعناتھو بہر محسن کھنوی	
خچے جوہی کے ہوئے ہیں تیکھنا منھ پر	

صفہ می	
چمک کا ستارہ تری برو پہ یہ ہر دغ	یا قبضہ شمشیر میں چٹی یہ جڑی ہے
آباد	
نفلزاتے ہیں تجلے لب نگین جانان میں	اگر پیدا ہوے ہیں پارہ لعل بدشاہین
امانت	
خون اُسکے مہاسے سے جو عارض پہ نکلا	یا قوت کی خبی مہ کامل میں جڑی ہے
امیر	
آں پہ کیا اسلحہ جنگ نے پایا ہر فرغ	خود سے مشعل طور زرہ رخت حرم
یادگار	
چشم بد دور عجب طرح کا جو بن نکلا	مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا
ضامن	
اگوہر نایاب دندان ہن دہان یار میں	سرخ لعل بدخشان ہے زبان یار میں
برق	
لار ہو ٹون سے نمایان دہنت موتی سے نہیں	کان ہیرے کی نہان یا قوت کی معدن ہے
آزاد شاگرد عات	
رُخ روشن پہ جم گئی پستی	سب کو ناحق گمان ہر تل کا
بیدار	
لعل پر منصوب جیسے ہو کر اس لطف ہے	ہر لب نگین چو خوش خوش حسن تجالہ تھا
ذوق	
اُس کی خف طوم کسی لبر لیلی دشی	بعد مشکین ہے کہ ہر کا کل عنبر فشان
(۶) تشبیہ سے یہ غرض ہو کہ مشبہ سنے والو کو بڑا معلوم جیسے بد صورت کی تشبیہ دیوے۔	
سیم	
زہ نور سیاہ خال اُس کے	برگ کی جباہین ہاں اُس کے
اس مثال میں خال کو زہ نور سیاہ سے اور بالوں کو برگ کی جباہ سے تشبیہ دی جا رہی ہے اور غرض تشبیہ بڑی بیان کرنا خال اور بالوں کا ہے۔	

مومن

مُخ کی سیاہی شام غریبان
سخت غبارِ آلود لیدہ
صورتِ فتنہ شکلِ بلا کھتی
صور کا جیسے نفخہ سداول

تفرقہ لب چاک گریبان
خمرس کی نشہ اشعار خمیدہ
نقشِ اجل تصویرِ باکھی
باتِ مین و آوازِ سلسل

میر

منہ پہ چوٹے جیسے روئی جلی
نفسِ اژدہا ہے دمِ اُس کا
کاسہ سر پہ جیسے اوندھا کرہ
آہنی ہے تنورِ قمرس کا پیٹ

شکلِ مت پوچھ کھانیکا ہوئی
صدِ مینی دیگ ہے شکمِ اُس کا
سکال کچے سے پھر تو ہے سیاہ
تو نہ کالی جہ کھول جائے لیٹ

میر

حیض کے سے ایک دو لٹے مین ساتھ

مزدور نگاری کوئی ڈبہ ہی ہاتھ

مصطفیٰ

عوضِ دوشائے کے غلامتِ شبیلِ نقشِ حصیر

عوضِ روپے طینِ مفلو کا لیان لاکھون

سودا ضاحک کی ہجو مین

ماری کبھو تو دعول کبھو ڈھنی پنج لی

یہ تو مین بولے نرس دہ ہر شوخِ چلی

انشاء

رچاوت اور ہوئی اب کہ اُسپے تل لپٹے

کسی حسین کا اک منہ تو تھا ہی کلچا سا

(۷) تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہے کہ مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہو جائے یعنی مشبہ تشبیہ کی وجہ سے ایسی صورت پر واقع ہو کہ عادت کے طور پر انسانی صورت کا ذہن مین حاضر ہونا متعین ہو اور یہ تشبیہ جیالی اور وہی مین پایا جاتا ہے اور مشبہ کے نادر اور طرفہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔
۱۔ الف مشبہ بہ جیالی وجہ سے مشبہ نادر اور طرفہ ہو جاتا ہے فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو۔

سمجھو

یا چراغِ آفتاب مین روشن

جامِ مین ہے عکسِ چہ کلار

اُسے گوئے بدن میں لال لباس	دیکھو آتش ہے آب میں روشن
چراغ کا آفتاب میں اور آتش کا آب میں روشن ہونا فی نفسہ نادر اور عجیب ہے۔	
میر ہمدی حسن مخلص	
ہوا ہے حلقہ زلف دو تائین گھر جوا برو کا	نظر آگ ہے افسی ان دفن ہم خانہ چھو کا
حلقہ زلف میں ابرو کے واقع ہونے کی حالت کو سانپ اور چھو کے ہم خانہ ہونے کی حالت سے تشبیہ دی ہو اور یہ نہایت عجیب بات ہے۔	
اسحاق	
اے سرو کو نیلہ و رشک صنوبر بنیں	سرو کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کا کل
سرو کی چوٹی سے نہال کا کل کا نکلنا فی نفسہ نادر ہے۔	
ضیا	
کھلی عارض پہ زلف یار کیونکر	حلب سے مل گیا تاتا رکیونکر
حلب سے تاتا رکا ملنا فی نفسہ نادر ہے۔	
شاداب	
عارض پیشانی و ابرو سے قاتل دیکھنا	زیر خنجر چاند ہے بالائے خنجر آفتاب
خنجر کے نیچے چاند اور اوپر آفتاب ہونا فی نفسہ نادر ہے۔	
تلف	
دیکھ گرا اپنی بھون دہ مہ جمال آئینے میں	کھیلین طاق اور حفت ملکر دو ہلال آئینے میں
دو ہلالوں کا ملکر طاق اور حفت کھیلنا فی نفسہ نادر ہے۔	
خال مسکین آتش رخسار پر پیدا ہوا	چشمہ خورشید میں بھی نیلو فر پیدا ہوا
جرم خورشید میں نیلو فر کا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہے۔	
ذکی	
اُسے ہونٹوں میں دبائی ناز سے زلف سیاہ	زہر گویا آب حیوان میں بخوڑا سانپ کا
آب حیوان میں سانپ کا زہر بخوڑا نا فی نفسہ نادر ہے۔	
انوار حسین نسیم	
سنبھلتا سین دکھائی دیے دو تازہ اند	آگے اس گل کے جو پستان کے برابر لگے

سنبستا نین دو تازہ انار و نکا پیدا ہونا فی نفسہ نادر ہے۔

سودا

فندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہو گا

سرود کی بیج سے گل اورنگ کا کھلنا فی نفسہ نادر عجیب و غریب ہے۔

شاداب

آپ کہتا ہے کھلا ہے سرود پر لائے کا پھول

سرود پر لائے کا پھول کھلنا فی نفسہ نادر ہے۔

نصیر

ہے عجب جھومر کا عالم اپنے رشک حور کا

سرود میں انگور کا خوشہ لگنا فی نفسہ نادر ہے۔

(ب) مشبہ بنی نفسہ نادر اور طرفہ نہ ہو بلکہ جس وقت مشبہ حاضر ہو اس وقت مشبہ بہ کی ندرت اور طرکی متحقق ہو۔

مختصر

عشق کیون با رہ دل ہاتھ میں آسکے دے

بن کھلونے کے بچے کا نہ بہلنا فی نفسہ کچھ نادر نہیں لیکن جب عشق کے پارہ دل آسکے دے ہاتھ میں دینے کا اور کھلونے کے ساتھ بچے کے بہلنے کا تصور ہوا تو ان دو متبا عد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

اسیر

ترتی کھونکی گردش دیکھ کر بے لگ کہتے ہیں

یہ تیلی پھر رہی ہے واہ کس انداز سے گل پڑے

تیلی کا گل پر پھر نا کوئی عجیب بات نہیں لیکن جب آنکھوں کی گردش کا اور تیلی کے گل پر پھر نیکا تصور ہوا تو ان دو متبا عد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

نیخود

یہ لٹکی ہوئی لٹ جو کامل کی ہے

نئی شاخ کا نفل سنبل میں ہونا فی نفسہ کچھ نادر نہیں لیکن کامل کی لٹ کی ہوئی لٹ کا اور نئی شاخ کا نفل سنبل کا تصور ہوا تو ان دو متبا عد صورتوں کے متصل ہونے سے ندرت حاصل ہو گئی۔

قلندر	
انہیں ہوتل تری آنکھوں کے نزدیک	یہ بھونزا پاس بیٹھا ہے کنول کے
بھونز کیا کنول کے پاس ٹٹھنا فی نفسہ کچھ نادہین مگر جبکے آکھ کے نزدیک ہو ٹیکا اور بھونز کے کنول کے پاس	بیٹھنے کا تصور ہوا تو ان دو متباہ صورتوں کے متصل ہونے بڑت حاصل ہو گئی۔
قلق	
سیندو اُسکی مانگ میں دیا ہو یوں بہار	جیسے دھنک نکلتی ہوا برسیاہ مین
سودا	
چشم و ابرو کو تری لین دیکھ کر کہتی ہے غلق	ٹل ہے ہین کھینچ کر آپس میں دے تلواریست
ولہ	
مژدہ وصل ترا یا ر مجھے یوں پہونچا	جون مہ عید کی صائم کو خبر آخر شب
عقیل	
شانہ نہیں ہر زلف کے بل میں بڑا ہوا	لٹکا ہوا ہے سانپ پھن اپنا نکال کر
میر	
پھر تی ہین یہ طراود مڑے سرخ آنکھیں ایسی	دو تیرک مست جیسے ہوں راہ میں بہکتے
افشا	
بال اس لطف پریدہ کے گئے یوں وقت قطع	شیخ سے لڑا جائے جون گردن معلق سانپ کی
نیخود	
عیان یوں مجھے سر برتے غنبر آلود	اکہ جیسے شمع کے شعلے پہ ہودود
ظفر	
یوں تے لب سے خط مشک نشان اوپہا	ہوتا جس طرح سے آتش کے دھول اوپہا
ولہ	
اوکھنا انگشت میں اس گل کی ہشت ششم	نیشکر کی شاخ پھوٹی ٹنیشکر کی شاخ میں
ولہ	
سبز خط میں کیا مہا سگال پریدہ ہوا	بچہ طاؤس ہو بے بال دیر پیدا ہوا
ہوئے اس کیل میں ل صید کے بندے	دام صیاد میں ہو ویسے گرفتار بیر

ولہ

زلزلہ یون رودے عرق آلودہ پر لڑاتی ہو

صبح جون ناگن گلو پیر چائے اڑتی ہو

شاداب

چشم بدور نہیں موتیہ نسے مانگ بھری

شب تاریک میں ہیں خوشہ پروین نکلی

معروف

یون ہو دل لطف میں لطف اس شرم بجا دے کھنکھ

صید جون دام میں ہو دوام ہو صیاد کے ہاتھ

مشہور

سانپ دولہا ہے ہین ہر حفظ گنج حسن

یا مگر افعی بھل کر جاتے ہیں گلزار سے

عجبت

کوئی کس طرح دیکھے وہ بنا گوش

نظارہ کیا آکا اجاتا ہے وان ہوش

کہ وہ زلف اور لڑیاں موتیوں کی

سیہ ناگن ہے جون اندونہ بیٹھی

جس قدر مشبہ بہ مخفی اور نادر تر ہوتا ہے اسی قدر مشبہ کی ندرت اور طرکی ہوئی کی غرض زیادہ حاصل ہوئی ہے اور ان پچھلی تینوں صورتوں میں وجہ شبہ کا نہ اکمل ہونا لازم ہے نہ بہت مشہور ہونا مثلاً ہندی کے چہرے کو کہ بہت سیاہ ہوا ہو کی آنکھ سے تشبیہ دینا زینت کے واسطے صحیح ہے باوجودیکہ نہ سیاہی ہر کی آنکھ میں کامل ہے اور نہ ہندی کے چہرے کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور زیادہ ہے۔

ذوق

اُس کی خرم طوم ہے گر طرہ لیلے کی مثال

تو بہن دندان صفا ساعد سہمین کی صفت

ہاتھی کی سونڈ کو طرہ لیلے کے ساتھ سیاہی میں زینت کیلئے تشبیہ دی ہے اور اُسکے دانتوں کو لیلے کے بازو کے ساتھ سفیدی میں اسی غرض سے تشبیہ دی ہے حالانکہ نہ سیاہی طرہ لیلے کی ہاتھی کی سونڈ کی سیاہی سے اور نہ سفیدی لیلے کے بازو کی اُسکے دانت کی سفیدی سے کامل ہے اور نہ ان دونوں کی سیاہی و سفیدی کی بہ نسبت اُنکی سیاہی و سفیدی مشہور زیادہ ہو۔

ولہ

تیلی سیاہ دیکھو اُس چشم مست کی

بھوڑا عجیب ہو پون گل جہر میں گھر کرے

سیاہ تیلی کو بھوڑے سے زینت کیلئے تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ بھوڑے کی سیاہی تیلی کی سیاہی کی بہ نسبت مشہور بھی زیادہ ہے اور اُس سے اکمل بھی ہے۔

دوسرے تشبیہ کی غرض مشبہ بہ کی طرف رجوع کرتی ہو یعنی تشبیہ سے یہ غرض ہوتی ہو کہ مشبہ بہ کا حسن یا فوج یا اور امر بیان کیا جائے اور یہ دو قسم پر ہو۔

(۱) جسمین صفت کم ہوتی ہو اسکو مشبہ بہ قرار دیکر بطور ادعا کے اسکی زیادتی قرار دیتے ہیں جیسے۔

غالب

اک نگار آتشین رخ سر کھلا
بادہ گل رنگ کا سا غبر کھلا

صبح آیا جانب مشرق نظر
تھی نظر بندی کیا جب سحر

اور یہ سے آفتاب کا ذکر پہلے شعر میں آفتاب کو نگار آتشین رخ سے اور دوسرے شعر میں ساغر بادہ گل رنگ سے تشبیہ دی ہو اور اس تشبیہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ نگار آتشین رخ کے چہرے کی تاب اور دمک اور زیادتی حسن یا بادہ گل رنگ کی سرخی اور جھلک اور روشنی اس مرتبہ پر ہو کہ آفتاب کو اس سے مشابہت لے سکتے ہیں غرض کہ ان دونوں مثالوں میں نگار آتشین رخ اور ساغر بادہ گل رنگ ہر صفت میں کم ہیں اور حقیقتہً مشبہ بہ نہیں ہو سکتے بطور ادعا کے مشبہ بہ قرار دیا ہو اور صفت کی زیادتی ثابت کی ہو۔

ٹوپی پہ کسی کی جیسے جگنو +

یون سر پہ ہو سر آتشین خو

وحید

سکتے ہیں ہو کھلی ہوئی زنگس کی چشم تر

سنبھل زبان زلف پریشان ہے سرسبز

اسیر

یا قوت آبدار کی رتی چمک گئی

تشبیہ دی جو چمنے لب لال اپنے

ناسخ

ماہ کامل صورت رو ہو گر ابرو نہیں

ماہ نوے مثل ابرو لیکن اسکے نہیں

(۲) جس شعر کی شان کا اہتمام منظور ہو اسکو مشبہ بہ بنالین یہاں تشبیہ سے غرض مشبہ بہ کی شان کا اہتمام بیان کرنا ہوتا ہو اور اسکو اظہار مطلوب کہتے ہیں مثلاً ہلال عید کو روٹی کے ٹکڑے تشبیہ دین۔

سودا آسمان کی ندمت میں

حال روشن دل کرے یون مطلع تانی بیان
پر جو یہ چاہے سداساری ہونے پر کمر
مثلاً ماہ نوے پیرے پیرے ہیں حالی ہمتان

ماہ سے خستے اسکے جگ میں پیش ظلم عام
ماہ کی خاطر مقرر وقت شب ہو ایک نان
اک لب نان کے لیے حیران ہوتے شہر شہر

حیران ہے کہ یہ چرخ ہے یا آبلہ پنا

مومن

اصوت وہی عظمت وہی گردش ہی گیتی

غالب		
ہین زوال آلودہ اجزا آفرینش کے تلم	مہر گردن ہے چراغِ لہکنڈا اربابن	
چوتھا جہین اداۃ تشبیہ میں		
اداۃ لغت میں آئے کو کہتے ہیں یہاں وہ چیز مراد ہے جو ایک کو دوسرے سے مشابہہ کرنے کا واسطہ ہو خواہ اسم ہو یا فعل یا حرف اداۃ تشبیہ اردو میں یہ جہین یا مفرد مذکر کیلئے آتا ہے جیسے -		
آتش		
الباس رخ سے کرتا ہے یا رخو زری	حسینو نہیں مٹھی ہے مریخ سا جوان رہتا	
اور جسے محبوب کیلئے جیسے -		
مومن		
جلوے غور شد کے سے ہوتے ہیں	نفی نامہید کے سے ہوتے ہیں	
میر		
رخنے ہمیشہ آئے سے سر پر تیرے	ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے	
اور سی اداۃ مونث کیلئے آتا ہے جیسے -		
نسیم		
کا فور جی بل اٹھی سراپا	ٹھنڈی ہوئیں تھا جنھیں جلاپا	
وہ مست نے فنا نہ گئی +	مہتابی پہ چاندنی سی سوئی	
آغوش کی موج سے وہ مضطرب	مچھلی سی بچل گئی ترپ کر	
جمع مونث کیلئے بھی اسی فصیح رہتا ہے جیسے -		
میر		
ہین معذب غرض صغیر و کبیر	لکھیاں سی گرین ہزار وں فقیر	
اور جمع مونث کیلئے سیان بھی لائے ہیں جیسے زہرہ اور مشقری سیان رنڈیاں ہندوستان میں کسی نے دیکھی ہیں اور سافروسی العقول کے آخر کے الف کو یلے بھول سے بدل دیتا ہے جیسے ”خزولے سا لندیہ میوہ میرے نزدیک دوسرا نہیں خربوزہ موافق قاعدہ ہندی کے خربوزہ لکھا جاتا ہے جب حرف تشبیہ اس سے ملا تو الف یلے بھول سے بدل گیا اور جہاں الف کو اپنے مال پر بحال رکھتے ہیں وہاں مشبہ اور		

مشبہ بہ کی عینیت بولنے والے کو منظور ہوتی ہے جیسے وہ بوٹا سا قد کیا جانے کیا قیامت برپا کر گیا یعنی وہ قد کہ ایک بوٹا ہے کیا جانے کیا قیامت برپا کر گیا قد مشبہ اور بوٹا مشبہ بہ۔

ذوق

شیخ صنعا سا مسلمان رند مشرب ہو گیا

عشق ہے ذوق وہ کافر کہ جسے ہاتھ سے

یعنی شیخ صنعا کہ ایک مسلمان ہوا الخ۔

ناسخ

وہی رتبہ ہو پیرا بھی جو رتبہ تھا تھے جد کا

ناز و نین مسیحا سا بہر مقتدی ہو گا

یعنی مسیحا کہ ایک پیر ہے الخ۔

نوازش

اگنا سا کھٹکتا ہے یہ دیکھو مری برین

یہ سانس ہو پیکان ہو نشتر ہے کہ دل ہے

یعنی دل کہ ایک کاغذ ہے الخ۔

قاعدہ ہو کہ مشبہ بہ باعتبار وجہ شبہ کے مشبہ سے کامل تر ہو سکتا ہے اور اس مقام میں مشبہ اور مشبہ بہ کی عینیت مشبہ کے علوم رتبہ پر دلالت کرتی ہے اسی وجہ سے بلغات اردو کے نزدیک حرف تشبیہ کا عمل کہ آخر لفظ کے الف کو یاے مجہول سے بدل دینا ہے نو ہو گیا ہے اور اس کے عمل کے نو ہو نیکا فائدہ یہ ہو کہ سا جو حرف تشبیہ ہے اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ دو لفظوں میں تشبیہ واقع ہوئی ہو بلکہ ایک دوسرے کا عین جانا ہوتا ہے۔ جون بھی حرف تشبیہ ہے جیسے۔

مومن

جون مسرگاہ مسکرا دینا

گاہ آواز محوش منا دینا

سودا

بادہ جون ساغر لبریز سے جاتا ہو جھلک

بات اس طرح سے پہلی تھی ہنس سے اسکے

اور یہ حرف گو یا کے معنی میں بھی آسکتا ہو لیکن اس کا استعمال گو یا کی جگہ اہل اردو کے نزدیک ثابت نہیں بلکہ تشبیہ کیلئے بھی ذہنی کا حرف نہیں ریختہ گو یوں نے بزور اردو کا لفظ بنا لیا ہو لیکن کسی کو اس حرف میں کلام نہیں پس اس کو اردو کہہ سکتے ہیں۔ اور جیسا مفرد مذکر کیلئے اور جیسے جمع مذکر کیلئے اور جیسی مفرد مؤنث اور جمع مؤنث دو ہونے کیلئے اور جمع مؤنث کیلئے جیسیان بھی لاتے ہیں اور یہ سا کی طرح تشبیہ کے حرف ہیں چنانچہ کہتے ہیں تیرے قد جیسا ایک بوٹا باغ میں نہیں وہی ہذا القیاس۔

سودا		
غرض انسان نہ کبھی پہونچے بہم تھجہ جیسا	آسمان گر کرے خلقت کو جہان کی غریباں	
اور بعض کے نزدیک جیسے گویا کے معنی میں ہر مثلاً فلان ایسا آتا ہے جیسے شیر۔		
شیخ نبی بخش عاشق		
یون جنو نے اضطراب گ ہے فشر کے تلے	مضطرب ہو صید وحشی جیسے خنجر کے تلے	
ظفر		
گجولادودرا کا خاک سے زلفونکی یارونکے	اٹھایوں جیسے چوٹی دار مار اٹھتا زمین سے ہے	
رضا		
سبزے ہین اسکے کاوین اس آفتاب کے	جیسے کہ برگ سبز ہون پنجے گلاب کے	
حالی		
انیز اور بالو تھین آپس میں ایسی	زمانے میں مان جانی بہنیں ہون جیسی	
<p>لیکن صاحب فہم اس کو بھی تشبیہ کا اک حرف جانتے ہیں اگرچہ گویا کبھی اسی قبیل سے ہے لیکن استعمال کے موقع جدا جدا ہیں فارسی میں جہان چون استعمال پاتا ہے وہاں گویا استعمال میں نہیں آتا اور چون کا مرادف ہے وہ چون کا قائم مقام ہوگا مثلاً اس عبارت میں کہ فلا نے چون شیر زیان می غرد میتوان گفت کہ فلا نے بسان شیر زیان دبرنگ شیر زیان و مثل شیر زیان و شیر زیان آسا و شیر زیان سے غرغات لستے فلا نے گویا شیر زیان سے غر دیا فلا نے پنداری شیر زیان سے غر دیا گویا کے مقام میں جیسے اس عبارت میں کہ از پردہ بر انداختن فلا نے خاند تار یک جگر مونجگان روشن سے نو گویا روشن شمع فروزان است حرف تشبیہ لانا ہے جاہو اگر گویا کی جگہ عبارت میں چون داخل کیا جائیگا اس طرح کہ روشن چون شمع فروزان است تو عبارت کی تالیف بہم ہو جائیگی اس لیے کہ لفظ چون کے ذکر کرنے سے شمع فروزان و دوسرا فقرہ جسکے شروع میں کاف بیانی ہوا اپنا متمم بننے کیلئے چاہتا ہے اور لفظ گویا کی صورت میں اسکو ماقبل کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے پس یہاں سے معلوم ہوا کہ گویا کا موقع استعمال تشبیہ نہیں ہے اور چون تھو کہ یہ ہو کہ گویا بہر بیان مشابہت کیلئے ہے جیسے دیدار یا غصے سے چلا آتا ہے گویا کہ شیر چلا آتا ہے یعنی سر اور گلے ابر ہاتھ اور بازو اور گردن اور شانہ اور زور اور شجاعت میں شیر کی طرح ہے لیکن آدمی ہے شیر نہیں۔۔</p>		
ناسخ		
محمہ جو ہے محو مٹے اسکے ہاتھ میں	گویا یہ لکشان ہے ثریا کے ہاتھ میں	

اور مانند اور مثل اور آسا بھی اُردو میں تشبیہ کیلئے لے ہیں اور اکثر فصحاء اُردو شعر فارسی کی اتباع سے لفظ برنگ اور لبسان اور نظیر اور مشابہ اور مانا وغیرہ کو بھی استعمال کرتے ہیں اداۃ تشبیہ استعمال کی مثالوں پر غور کرو۔

	سودا	
ہا آسا ہے پروازِ مرغِ اوجِ سعادت پر	کرسے ہو مور چڑھ کر سینہ دو پر سلجانی	
	ذکی	
سبز محرم میں دکھائے گر لطافتِ حسن کی	خام انار آسا بت رنگین کی پستان سبز پر	
	محشر	
نرگس کی طرح شوق میں سب تن میں یہ ہون	حسرت سے گل کے رنگ گریبان دریدہ ہون	
	منیر	
نارنج مہ و مہر انھیں آموئے آگے	بدرنگ برنگ مٹ خام ہوئے ہیں	
	غالب	
مستی آلودہ مرا نگشت حسینان لکھیے	سر پستان پر یزاد سے مانا کیے	
	سودا	
یا سمن رنگ جو رکھتی ہے خزان سے مانا	چاہتی ہے سماجت کہ سبز لیے بدل	
	نفیس	
گئے تھے گل ہم جو سیر کرنے عجب طرح کی بہار دیکھی	امثال آتش کے کوہ و صحرا گلوں سے سارا دکھاتا تھا	
	گلزارِ نسیم	
جب نام خدا جہان ہوا وہ	مانند نظیر روان ہوا وہ	
	ترانہ شوق	
طاقت چکی میں صورت تیرا	نصرت قبضے میں مثلِ شمشیر	
	رحمتِ اسرارِ عد	
ہاتھ عنقا کی طرح آئی نہ دلبر کی کمر	گرچہ پھیلایا کیے حال کر گیسو	
	ذوق	
از لافِ فی و سن کو دھوئے گردہ پرفں کب بین	ہو بجائے موج پیدا مار رہزن آب میں	

بدر سنگ شگفتہ	
پر دانہ وار طبر کو خاک ہو گئے ہم	پر شعلہ رونہ چوکا اپنی شرارتوں سے
گلزار نسیم	
ٹوپی جو بنائی چھیل کر چھپاں	دکھلائی ندی لفظ کی تمثال
غلام دستگیر نانی	
اے عید تو ہے شوکت اسلام کی دلیل	تیرا ہر ایک بھی تو نہیں ہو تر اعدیل
ظفر علی خان	
مرے جد امجد شہنشاہ پٹیر	عبدل فرید وں متیل سکندر
عبدالدرخان خستہ	
سایہ سان پہونچے تو تھے پائون تک ٹپک	لئے دامن کو بھی پر ہاتھ لگانے ندیا
انشا	
بسان بید مرے بند بند جگر طے ہیں	و فور در دیہان تک کہ ہون شکل سطح
ماہ	
پیر ہن سے پھوٹ نکلا یار کا جسم لطیف	حسن شکل بے گل جامے باہر ہو گیا
مخرج	
امرا استاد کہ ہر جس کا سخن عالمگیر	ہے ظہوری کا ظہور اور نظیری کا نظیر
گویا	
حروف سے خط مسطر ہون جیسے پوشیدہ	اُسی روش سے روش زریں و نہان ہر
انیس	
یہ شوق شہادت کا تھا اُس عاشق رب کو	یعقوب منط جاتے تھے یوسف کی طلب کو
ظفر	
مُشاہدہ ہم بھی سب ہنگوینین میں فرادے دیکھو	اگر شیریں سے تم ایجان سب تو زمین ملتے ہو
شاداب	
کہیں کیونکر نہ شاہ حسن متکو	مُشاہدہ زلف ہے بال ہما سے
کبھی تہا کاف جو حروف ممنوی ہیں سے ہر حرف تشبیہ کی جگہ کام دیتا ہے جیسے۔	

مولوی محمد معین

جب ستارہ طلوع ہو مژدم دار

دوم ہوا ایسی کھبوٹا ہوا نارا

بیان کاف عیسے کہ معنی میں ہو۔

کبھی دوسری عبارت کو اداۃ تشبیہ کے قائم مقام بنا دیتے ہیں۔

مفہوم

اُس قرنہ جو پرافشان کیسے یک گسرو

گیسو کو اختر سے تشبیہ دی ہو اور ہم طالع ہونیکو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہو۔

فہمی

دیکھ کر سنبھل گلزار کو ہمسرا پنا

کامل پچان کی تشبیہ سنبھل سے منظور ہو اور ہمسرا دیکھنے کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام کیا ہے۔

طوبہ

چہرہ یار پہ بکھری ہوئی گیا خوب ہو زلف

دستہ سنبھل گلشن سے مینوب ہو زلف

سودا

بیل خوش نغمہ ہون لیک اُس گلستا چین بان

نراغ کی آواز کو مرغ چین کی آواز سے تشبیہ دی ہو اور کم نہیں کو اداۃ تشبیہ کا قائم مقام بنایا ہے۔

اصغر

مضمون قیق وصف سرا یا میں ہو رقم

موتے مکر کی تار نظر کے ساتھ تشبیہ مقصود ہے۔

ظفر

کوئی کتا ہو بینی کو کہ جو رشک گل نرنق

چشم سر مدگین کی تشبیہ غبر سے مقصود ہو اور چشم کو اداۃ تشبیہ کی جگہ استعمال کیا ہے۔

ولہ

کوئی کتا ہو اک سیف کشیدہ ہو وہ دُنبال

مژگان کی تشبیہ ناوک سے منظور ہے اور ہمسراۃ تشبیہ کی جگہ آیا ہے۔

پانچوان جہن اقسام تشبیہ کے بیان میں

کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مفرد ہوتے ہیں اور ان میں کسی طرح کی قید بھی نہیں لگی ہوتی یا مفرد ہوتے ہیں مگر کوئی قید لگی ہوتی ہے پہلی شق کی مثال تشبیہ چہرے کی آفتاب سے۔

ناسخ	
اسکے ہاں آفتاب عارض ہے	دن ہی آٹھون پہر ہے رات نہیں
رند	
توڑین چوڑی کی طرح ہتکڑیاں	کیا ہی زور و نپہ دست و حشت ہے
میر حسن	
زبس مثل آئینہ تھا اس کا تن	کے تو کہ تھی ناف و کس زقن
کلیجہ پٹ مان تو بس رہ گئی	کلی کی طرح سے کبس رہ گئی
نادر	
دوب جائے دل عاشق تو تعجب کیلئے	لب اگر ہین یم خوبی تو ہو گرداب ذقن
دوسری شق کی مثال۔	

میر عارف علی عارف	
وہ ہوا گرد سے جب مت شکار آلودہ	تیر خاکی بنے مرثگان غبار آلودہ
مرثگان مشبہ بن غبار آلودہ کی قید اور تیر مشبہ بہ مین خاکی کی قید لگائی ہے۔	
مومن	
یہ حالت قامت خمیدہ	جیسے شجر خزان رسیدہ
ظفر	
کوئی کتا ہو وہ شفات عارض صمد صمد	کوئی کتا ہے وہ درکان کا تابندہ ہنر ہو
ضمیمہ	
اس نیزہ سیاہ سے تھا سبکو بہم جان	تھا اژدہاے موسیٰ عمران وہ زبان
نفسی جی پر شاد ربط	
ادا و عشوہ نادر و غمزہ ہین یہ چار فن سکے	قد موزون جانان بھی عجب برجستہ مصرع ہو

شاہ نصیر		
تو ہکو دکھا تہے مہ نوعث ای چرخ	ناخن جو ترا شیدہ ہو کب عقدہ کشا ہو	
یا صرف مشبہ مفرد ہوتا ہو اور مشبہ بہ مفرد مقید یا اُسکے برعکس مثال پہلی صورت کی۔		
ہمدی علیجان حسن		
شعر برجستہ بین ترے ابرو	کیون نہ اُنیر پڑے ہمارے آنکھ	
ابر و مشبہ مفرد شعر مقید بہ برجستہ مشبہ بہ۔		
میر حسن		
غرض وہ مڑی جب دکھائیے بال	تو گو یا کہ مارا محبت کا جال	
بال مشبہ مفرد ہو اور محبت کا جال مشبہ بہ مفرد مقید ہے۔		
اعلیٰ		
واہ روی شلنے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا	پنیر شل سے کھٹکے عقدہ سے دوست	
شانہ مشبہ مفرد اور پنیر شل مشبہ بہ مقید		
عاشق		
اے باغ حسن کا اُسے تماشا دیکھ کر	آئینہ جب رکھ دیا پھو لو لگی چادر ہو گیا	
آئینہ مشبہ مفرد ہو اور پھو لو لگی چادر مشبہ بہ مفرد مقید۔		
دبیر		
یہ رخ ہے کہ آئینہ طاق دل نہ ہرا	حسن اپنا انھیں آئینہ نہیں رخ نے دیکھا	
رخ مشبہ مفرد اور آئینہ طاق دل زہرا مشبہ بہ مقید۔		
ظفر		
کوئی کہتا ہے اُسکی جعد کو ہے یہ شب یلدا	کوئی کہتا ہے اُسکے رخ کو یہ خورشید محشر ہے	
مثال دوسری صورت کی		
محمد عارف جوش		
جون آئینہ یہ ستم رسیدہ	رہتا ہے مدام آب دیدہ	
یہ ستم رسیدہ مفرد مقید مشبہ اور آئینہ مفرد مشبہ بہ۔		
لوہے چسپے ہین چشم پر آب کی صلوٰت	داغ شکستہ کا سہ سر ہین جاب کی صورت	

مقصود بالتمثيل دوسرا مصرع ہو جس میں کاسہ سر شکستہ مشبہ مقید ہو اور باب مشبہ مفرد۔	
ظفر	اپنے مذہب میں نہ اس صوفی کو میکیش کھینچ لے
مہوش کی چشم مست مشبہ مفرد مقید ہو اور میکیش مشبہ بہ مفرد ہو۔	
سیم	بدلی سچی سچی وہ ماہ روشن
ماہ روشن مشبہ مفرد مقید اور بدلی مشبہ بہ مفرد۔	
رسا	رنگ حاض سے ہر کیف رنگ عیاں
گردن ساتی مشبہ مفرد مقید اور صراحی مشبہ بہ مفرد۔	
کبھی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مرکب ہوتے ہیں اور مرکب ہو نیسے یہ مراد ہو کہ ہر ایک ایک سی پہلیست ہوتا ہے جس میں چند چیزیں مجتمع ہوتی ہیں۔	
صوفی	زلفون کا گورے کا لونہ کیا احتشام ہے
اس مثال میں زلفون کا گورے کا لونہ جمع ہونا مشبہ مرکب اور لندن کے ملک پر جہان کے باشندے سب سفید رنگ ہیں کا لونہ کا چٹھ جانا مشبہ بہ مرکب ہے۔	
مولفہ	کامل سے نہ ربطاں رخ تابان لے کیا ہو
ضمیمہ	پہنان زرہ میں ہوتی تھی اس طرح سے نشان
وحید	شاح نشان سے ہوا اس طرح پھل جسد ا
ذوق	ہوا پہ دوڑ تلے اس طرح سے ابر سیاہ
دل میں وہ سخت دلوئے کھی اثر کرتا ہے	
امیر	سنگ پر پیسے پیر کے پڑے نقش قدم

ناسخ		
سمجھے ہم ابرسیہ سے محل آیا تا را	محل گئی بالونے جو تیری جبین تھوڑی سی	
ولہ		
حیران بیٹھے ہیں گرد سارے مونس	نصویر کی جس طرح کھچی ہو مجلس +	
کبھی مشبہ مفرد ہوتا ہوا اور مشبہ بہ مرکب جیسے۔		
نشاداب		
کتے ہیں لوگ اسکے مہاسے کو دھیکر	شبنم کی بوند ہے یہ سگل آفتاب پر	
مہاسہ مشبہ مفرد ہوا اور شبنم کی بوند کا سورج کبھی کے پھول پر ہونا مشبہ بہ مرکب۔		
ظفر		
مانگ ہے یا کوئی سیدھی اہ ہے ظلمات میں	یا حیان ہوا لکشان کا خط اندھیری رات میں	
مانگ مشبہ مفرد ہے اور ظلمات میں سیدھی اہ کا ہونا اور اندھیری رات میں لکشان کے خط کا ہونا		
دو وزن مشبہ بہ مرکب ہیں۔		
یا مشبہ مرکب ہوتا ہوا اور مشبہ بہ مفرد جیسے اس شعر میں نطق کے مشعل مشبہ بہ مفرد ہوا اور ذوق کی چوٹی پر		
سرخ چوٹی پر جو ہما لون کی ہجوم گل ہے	دور سے یوں نظر آتے ہیں جیسے مشعل	
ناسخ		
ہے ستارہ ذوق زنجبیل ہے زلف یار میں	خال ہے خورشید میں یا تل ہے یہ خسا میں	
زلف یار میں رخ کا واقع ہونا مشبہ مرکب ہوا اور دم دار ستارہ مشبہ بہ مفرد۔		
اور جو کئی مشبہ ایک جگہ ذکر کریں بعد اہس کے کئی مشبہ بہ لاوین تو ایسی تشبیہ کو		
تشبیہ ملفوف کہتے ہیں جیسے۔		
ظفر		
پھیلے بانوئیں ہیں نمایاں تو سر پہنچ جنوں خزان	نہ دیکھیں دیوائے تیرے کیونکر زمین پہ گوہر فلک پہ خیر	
ذریعہ عرق و نشان پر تو اپنی افشان کھائے چُن کر	کہ تا نظر آوین ماہ بیکر زمین پہ گوہر فلک پہ خیر	
نشاد نصیر		
غضب ہی جبین جو بیں ہ کیا ہو رہے شکے بھی ہر پسینا	عیان ہوا روئے ہنر سے فلک پہ بچلی زمین باران	

دہ دھڑس پشت فیل پر ہوا اور اسکی خرطوم آب نشان دو پٹہ سر پہ ہوا کے گلاب پاش سکے ہاتھ میں ہے تو اپنی بکڑی پہ لکھ لکھ لکھ جو کھیلے پھکار پونے ہولی وہان وہ غرنے میں تاباں ہے وہاں یہ برقرار ہے	عجب تشبیہ جلوہ گر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران نکلیو نکلیو کیجئے نہ کیونکہ ہرے فلک پہ بجلی زمین پہ باران عیان ہوئے نگہی و گر سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران یہ حسن الفت کے ہر شے سے فلک پہ بجلی زمین پہ باران
رسا	لب تنگ شکر پر مور قائم ہیں شکر پیدا
ناسخ	وہ ستارا صبح کا ہے یہ ستارا شام کا
بندہ بالونین کہیں تعویذ بالونین نہیں	میر وارث علی جوش
چین گیسو سے عیان رخ مانگ میں سلگ	یہ شب مہتاب ہے وہ کمکشان بالاسر
آشفندہ	ہر طرف جلوہ چراغان کا ہے اور فانوس ایک
شاداب	یہ زلف چشم غیرت شمشاد دیکھنا
نرگس کے پھول یہ ہیں وہ نافہ غزال کا	کبھی ایسا کرتے ہیں کہ شعر میں ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ باہم ذکر کرتے ہیں پھر ایک اور مشبہ بہ بیان کریں۔ اسی طرح دوبار یا تین بار لائیں اسکو تشبیہ مفروق کہتے ہیں مثال اسکی۔
محسن	لاگ گیسو ہیں سر و نہین کچھ فرق صلا
نسیم	تو برق دمان میں خرم خار تو چرخش یم میں مور کے پر
طور	وہ گیسو خط جہول ہیں وہ ابرو مدد اسم
میر دوست علی خلیل	میر دوست علی خلیل
مگر فندقین ہیں نہ خاموتیا کے پھول	مگر فندقین ہیں نہ خاموتیا کے پھول

احمد		
ہین نخل قدیار مین گل بھی ٹر کے ساتھ		عارض ہین گل انار ہین پستان ذفن ہے سبب
امیس		
گرمی مین محض نار تو نرمی مین صاف نور		پھل وزن مین تھا پھول تجلی مین نخل طور
خود مہر آب زہر تڑپ تہہ شہر شود		آسیب سایہ چال پر ہی قبضہ چشم حور
ناسخ		
ذوالفقار ابروے محبوب ہو قرآن عارض		روز نور و زجبین ہو شب معراج ہو زلف
ولہ		
ہر نخت جگر ہے آگ کا پر کا لہ		اشک آتش حل کردہ ہے کلی نالہ
وحید		
ہین پیش راہوار و نی گویا کون تیان		زیر و زبر ہین ناوک سر کردہ گمان
حرفون گئے سر پہ خود ہین یا خرم ہین عیان		تشہید و ن پر ہے طرہ دستار کا گمان
سطن تمام شان دکھائی ہین فوج کی		
بدین کہ ہر فین نظر آتی ہین فوج کی		
میر محمود خان واج		
کیونکر نہو فلک پہ بھارا بھلا دماغ		ابرو ہلال بد جبین خال ہے زلف
آبرو		
رخ رشک گل ہو غیرت بر بہار زلف		زگس ہے چشم سر ہو قد غنچہ ہو دہن
گیسو ہے چین بعد سخن ہے تار زلف		بایل ہو چشم ہو سکہ بے نشان ہو رخ ہو دم
خالق بخش خالق		
تن سمن غنچہ دہن اور گلستان عارض		سر و قد زلف بنفشہ گل زگس آنکھین
اگر کسی تشبیہ مین کئی مشبہ و رایک مشبہ ہو تو اسے تشبیہ تشوہ کہتے ہین جیسے ۔		
اسودا		
ایک یہ مرغ ناتوان جسکے لیے ہین دام دم		دکھو میان خط و زلف تو جو رکھے ہو علی ہی
مشبہ میان خط و زلف دو چیز مین ہین اور مشبہ یعنی دام ایک چیز ہے ۔		

حالی	
تاج جمشید و راح ریحانی	ہے حقیقت ہے شکل موج سراب
مشبہ دو چیزیں ہیں تاج جمشید اور راح ریحانی مشبہ بہ ایک ہو یعنی موج سراب -	
ذوق	
خانی پنجہ ہون تاک و چنار و بید بخیر	عجب نہیں ہے کہ آتش زما ہے
حسرت	
غم فراق مرے گھر کے گھر کو آگ لگی	بدن کو جان کو و لگو جگر کو آگ لگی
مشبہ یعنی بدن اور جان اور دل اور جگر چار چیزیں ہیں اور مشبہ بہ یعنی گھر ایک چیز ہے - اگر رکے بر عکس ہو یعنی مشبہ ایک ہو اور مشبہ بہ متعدد تو اسکو تشبیہ جمع کہتے ہیں جیسے -	
کوئی جنت کوئی تعبہ کوئی گلشن سمجھا	کیا جگہ کو چہ محبوب ہے سبحان اللہ
آباد	
کبھی خنجر کبھی ناوک کبھی نشتر پلکین	دلین چھب جاتی ہیں اس جور کی اکثر پلکین
ظفر	
اک تختہ سرا ہے وہ فردوس میں کا یا صفحہ رخسار کسی شوخ جبین کا یا جلوہ پُر نور ہے یہ ماہ مبین کا یا صفحہ سادہ کسی انمول نگین کا	کیا وصف جبین میں کہوں اُس ماہ جبین کا یا صبح ہے یا آئینہ یا ہے یہ بیضا یا مشتری وزہر ہے یا مہر و خشان یا تخت بلورین ہے کہ ہے لوح یہ سیمین
انیس	
نکلا ہوا ہے قصر زم زم سے نور نئے شبہ دو امام کے ہے نور کا ظہور	درامن وہ سبز اور وہ نیچے کا اُسے نور فرق جناب خضر پہ روشن ہو شمع طور
احمد	
خنجر کے ساتھ تیغ کے ساتھ اور تبر کے ساتھ	تشبیہ کیون نہ ابرو سے قاتل کو دیجیے
مومن	
خنجر سے زیادہ تر روان تھی یا شعلہ آتش جنم	خنجر تھا اسی یا زبان تھی تھی یا کوئی تیغ آتشین دم

امانت	
دعی کے رگ جان کیلئے نشتر ہو غرہ کبھی شے کیانی ہو کبھی خنجر ہو غرہ	دوست کا حق میں گنگ گل تر ہو غرہ شعبہ باز ہو ساجر ہو منو مگر ہو غرہ
<p>کبھی ایسا کرتے ہیں کہ سلسلہ سلسلہ تشبیہ دیتے جاتے ہیں یعنی ایک چیز کو ایک چیز سے تشبیہ دی پھر اس مشبہ بہ کو کسی اور چیز سے تشبیہ دی پھر اس دوسرے مشبہ بہ کو بھی کسی اور چیز سے تشبیہ دی اگرچہ یہ قسم تشبیہ مفروق میں داخل ہو سکتی ہے مگر چونکہ سنسکرت کے علم پانچین اسکو علحدہ بیان کیا ہے اور نام کا شہر ٹھکانا پنج (آخر میں وزن عندے) رکھا ہوا اسلئے ہم بھی اسکو علحدہ بیان کرتے ہیں مثال اسکی یہ ہو۔</p>	
ذوق	
ہر ایک مشت چمن چمن ہر چمن بہشت نظیر ہر اک گہر گہر شب چراغ پر تنویر	ہر ایک غار گل ہر گل ایک ساغیش ہر ایک قطرا شبنم گہر کیطخ خوش آب
بیان تشبیہ قریب	
<p>بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہو کہ وجہ شبہ آئین جلد سمجھ میں آجاتی ہو اسکو تشبیہ قریب کہتے ہیں ایسی تشبیہ مبتدل ہوتی ہے اور اسکے کئی سبب ہیں۔ (۱) وجہ شبہ واحد ہو ویسے۔</p>	
محسن	
ہیں مصفا تھے تو بے یا بھجمل پاؤں میں	کہتے ہیں حسرت سے خود میں دیکھ کر اے سلاہ نہ تو کوئی تشبیہ میں آئینے کے ساتھ وجہ شبہ واحد ہے اور وہ صفائی ہے۔
ناسخ	
زلف پیچیدہ جو ہے بال جاہور جائے	ہو مبارک لے دنیا میں سعادت مندی ہمان زلف کی تشبیہ میں بال ہلکے ساتھ مبارک ہو ناو جو شبہ جو شکل دو صحن کو آئین میں دخل نہیں۔
اسیر	
بات گویا نبات اپنی ہے	لب شیرین کے وصف کرتے ہیں بات کی تشبیہ میں نبات کے ساتھ وجہ شبہ نظر مجتبیٰ ہے۔
تو نے تو لعل سا اگل دیا	اے قلم یہ نظم یا جادو قلندر اے قلم یہ نظم یا جادو قلندر

نظم کی تشبیہ میں باد کے ساتھ وجہ شبہ فقط تا قریب اور فعل کے ساتھ وجہ شبہ فقط عمل کی ہے۔

ستودا

انجمن مثل رعد کر مکتے تھے دم بدم آواز شہر نال تھی طاؤس کی جھٹکا

آواز انجمن اور رعد کی تشبیہ میں اس طرح آواز شہر نال اور آواز طاؤس کی تشبیہ میں مہیب ہونا وجہ شبہ

قلق

ہیٹ زمینی سے طوفان مصل صاف مانند تختہ صندل

تسک اور مصل کی تشبیہ میں وجہ شبہ فقط زمینی ہونا اور تسک اور تختہ صندل کی تشبیہ میں وجہ شبہ فقط صافی ہونا
(۲) مشبہ مشبہ بہ سے نسبت قریب کی لکھتا ہو طیسے ناشپاتی کی تشبیہ بھی سے یا بھی کی تشبیہ سیب سے اور لباس کی خلعت سے۔

سیم

شہزاد سے لے کر کے پاس ان کا خلعت سادیا لباس ان کا

میسر

آنت شیطان کی ہے اسکی آنت دانت اسکا ہوا تھی کا سادانت

مومق

لبریز ہبسا رعد جیون تھا ہر سنگ وہاں کا بے ستون تھا

ہر سنگ مشبہ اور بے ستون مشبہ بہ ہوا اور بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے۔

ولہ

خرس کی پشتم اشعار حمید سخت غبار آلا اثر ولیدہ

رند

اب نہیں دلیمن گذشتہ ندر حال ہو جیسے اشراقی کا سید میر سید ہو گیا

امیر

ہے پر شہت مبارک ہے کہ حذرہ کی ہے ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر فووم

(۳) مشبہ بہ اگر ذہن بین گذرتا ہو جیسے زلف کی تشبیہ سامی سے۔

وصف

پھرتی ہے زلف یا رانگھوین بیج کرتے ہیں مارا کھوین

اور آنکھ کی تشبیہ زگس سے اور قد کی سرو سے ۔

عشرت

رہون دیدار کو لے مہر تاج پند
اور انہیں وہ صنم با عزت و شان
سزا پانچم مین زگس کی مانند
ادھر ادھر کچھ سے سرو زمان

یاس

آکھشان رنگ کر اُتے ہوئے بار دینر
چاندنی محو بران پھول سے رخسار دینر
اور زلف کی تشبیہ زنجیر سے ۔

جوہر

دلف چھو کر اُس بُب کا فر کی قیدی ہے
اپے دلمین بڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے
اور ابرو کی تشبیہ ہلال و تیغ سے اور مژہ کی تشبیہ بر مچھی سے جیسے ۔

فرات

آگھائل تو ہو چکا ہوں ابرو کی تیغ سے
مژگان کی کیوں لگاتے ہلاب بر جھپان مجھے
اور جبین کی تشبیہ ماہ سے جیسے ۔

غنی

پر پونگو بھی ملی زمین یہ ناز زمین جبین
ابرو تری ہلال ہے ماہ مبین جبین
اور بال کی تشبیہ منبل سے جیسے ۔

میر حسن

کسی نے دیے کھول منبل سے بال
طبا پونو سے جو ن گل سپے مژگال
اور زخدان کی تشبیہ سیب یا بھی یا کنون کے ساتھ ۔

سلیم ہسوانی

وہ زخ اسکی مثل سیب وہی
بلکہ سیب وہی کو اُس سے ہی
اور کاکل کی تشبیہ اژدہا کے ساتھ ۔

عبرت

از قن جاہ وصف مژگان وہ خوشنوا
وہ کاکل اژدہا زلف سیہ مار
اور لب کی تشبیہ برگ گل سے اور رخسار کی تشبیہ لالہ سے اور زلف کی تشبیہ منبل سے ۔

میر حسن	
اگر تری چشم اور لب پیاسے تری لعل رخسار	وہ نرگس ہو یہ برگ گل وہ منبل ہو پالہ ہو
اور دانتوں کی تشبیہ موتی کے ساتھ جیسے۔	
ضامن	
اگر ہر نایاب بہن دندان و دمان یارمین	سرخ لعل بدخشان ہے زبان یارین
اور عقل کی تشبیہ چراغ سے جیسے۔	
ناسخ	
متضرر نہ ہو دماغ کبھی	گل سنو عقل کا چراغ کبھی
اور رخ کی تشبیہ خورشید سے جیسے۔	
یادگار	
چشم پر دور عجب طرح کا جو بن بھلا +	مثل خورشید درخشان رخ روشن بھلا
بیان تشبیہ بعید	
بعض تشبیہ ایسی ہوتی کہ اس میں وجہ شبہ بعد تامل کے معلوم ہوتی ہے اس کو تشبیہ بعید اور غریب کہتے ہیں اور اُس کے کئی سبب ہیں۔	
(۱) وجہ شبہ متعدد ہو جیسے۔	
جرار	
تشبیہ برگ گل سے اُٹھیں دون تو ہے زیبا	دورے ہیں تری آنکھ کے لئے رشک چمن سرخ
آنکھ کے دور دور گل سے تشبیہ دی ہو اور وجہ شبہ ایک تو سرخی ہو اور دوسرے باریکی۔	
آنکھ	
سرمہ منظور نظر ٹھہرے چشم یا کو	نیلگون گنڈا پنچا یا مردم بہار کو
سرمے کی تحریر کو نیلگون گنڈے سے تشبیہ دی ہو اس میں وجہ شبہ دو چیزیں ہیں ایک رنگ دوسرے باریکی۔	
آنکھ	
اہل نہ بھلا تری لعل کھا صنم شائے	واقعی زور نہیں نیچہ شل سے ہوتا
شائے کی تشبیہ مین پے کے ساتھ وجہ شبہ متعدد ہے ایک تو صورت اُس کی کہ اُس میں دندانے	

انگلینو کی طرح ہوتے ہیں دوسری وجہ شبہ بے حس و حرکت ہونا ہے۔
(۲) وجہ شبہ مرکب ہو جیسے۔

سودا	یون منفس غلے عمارت سے ہو چمن چادر تلے ہوا کے یون سنگ آبشار یون جلوہ گر ہو سر و کا سایہ کہ جس طرح	جو ایک رو مکان ہو سو معلوم ہو دور و چین بر جبین نقاب تلے جون فتح نگو کوئی مسیاح مست پڑا ہو کستار جو
ولہ	بخشتی ہے گل نورستہ کی رنگ آمیزی آرا بارش میں پرستے ہیں گہرائے تگرگ سایہ برگ سے اس لطف سے ہر گل	پوشش چھینٹ قلمکار بہر دست چیل ہار پہنائے کو اشجار کے ہر سوادل ساغر نعل میں جون کچے زمرہ کو حل
آتش	اذقن یارین کی خطانے رسائی پیدا یون بر چھیان تھیں چار طرف اس پنجے	چاہ یوسف میں خضر ہر تماشا کو دا جیسے کرن بھکتی ہے گرد آفتاب کے
آئیس	(۳) مشبہ کو مشبہ ہر کے ساتھ دور نسبت ہو جیسے۔	
آتش	گورے گالوں پر تے زیبا ہے خال عینین ظاہر ہے کہ گورے گالوں اور سیاہ خال کو لوح سیم اور عین کے ساتھ عدم اعتبار شبہ کی مرت میں مناسبت نہیں۔	تھا یہی مینا سزاوار ایسی لوح سیم کا
ولہ	سرمے کا چشم یار کے دل کشتہ ہو گیا مارا پڑا ہے انگلی ابلق سوار سے	
نطق	جمہرہ زاد کا خال نہ گیسو ہو گا جان لوسان کے میچے کا وہ پھو ہو گا	
مصغی	حق لے گیا اس کو تازگی دی ہو ہر بنا گوش گل کی بتی ہے	

	وزیر	
جاکے دل بھول گیا راہ نہ آیا بھر کر	کو چڑ زلف ہو یا بھول بھلیاں سر	
(م) مشبہ بہ ذہن مین ندرت کے ساتھ آئے بسبب اسکے کہ وہ میات سے ہو یا خیالات سے		
	رند	
دبان یا رمین دیکھی زبان تو یہ خیال آیا	کسی نے چھوڑ دی ہر لال مچھلی حوض کوثر میں	
	خلیق	
سب سراپاؤں نپل رشک صنوبر نہیں	سر و کی چوٹی سے نکلا ہے نہال کامل	
	امانت	
جلوہ کامل کا نہیں رُخ پہ نظر آتا ہے	کاشکی کوکا دھوان ناز سے بل کھاتا ہے	
	ولہ	
بخشی کیا زیور نے اس شک جین کو تازگی	کاشکا پتا نہال تن کو کو نپل ہو گیا	
	قلق	
طر آیا جو اس کے کان مین یا قوت کا بندہ	کسی یہ بات دل نے پھن ہر مار زلف پہچان کا	
	وزیر	
رگا مضمون ہاتھ اس کا مکی مچھلی کی بانی کا	یہ ہنسنے جھٹلے خورشید سے مچھلی نکالی ہے	
	گوگل پر شاد رسا	
بکھرے رخسار و نیپے گیسو جوتے سیم بر آج	سانپ اڑتے نظر آئے مجھے خورشید پر آج	
	کوکلا	
نہین گیسوے عنبرین اُن کے	دو درخت سیاہ عاشق ہے	
	امانت	
ناک کے پاس بھوین سر نہیں نور آئے ہیں	شاخ بلورین مین تلوار کے پھل آئے ہیں	
تشبیہ مین وجہ شبہ جقدر ترکیب زیادہ رکھتی ہوگی اسی قدر انہیں بعد و غرابت زیادہ ہوگی اور جتنی کم تفصیل اور ترکیب رکھتی ہوگی اتنی ہی زیادہ قریب اور مبتدل ہوگی تشبیہ مین جقدر بعد و غرابت زیادہ پیدا ہوتے ہیں اسی قدر زیادہ طبع ہوتی ہے اور یہ نسبت قریب و مبتدل کے اُس مین بہت لطف ہوتا ہے پس مولوی شبلی نے جو موازنہ مین تشبیہ قریب الفہم کو تشبیہ کا بڑا کمال		

سمجھا ہے تحقیق کے خلاف ہے۔

کبھی تشبیہ مبتذل تھوڑا سا تصرف کرنے سے غریب ہو جاتی ہے جیسے زلف کو شانہ پر افتادہ ہونے سے بے دل خانہ بدوش کہیں۔

ذکی

شانہ زینہ اس پر ہی کے پریشان جزو لفت

یا زلف کے دو وزن رخسار و نیز اوغیتہ ہونے کی وجہ سے اسکو مار دوسرے ساتھ تشبیہ دینا

نقیس

تشبیہ دے چکا ہونین مار دوسرے کے ساتھ

یا دو وزن ابرو و کندو ہالو نے تشبیہ دیکر لگے یک جانظر آنیکا اداکار نا۔

ظفر

ابروہین تماشائے لے رشکے دو

ایک ہامہ زو سامنے لگتے ہین نظر دو

مرزا محمد اسماعیل طیش

کہا دے کر چل تھکوتا شا ایک دکھلاؤں

لگا کنے طیش میں گھر سے باہر کی طرح نکلوں

اگرچہ تنہا کا کل تشبیہ اندھیری ات سے اور عرق کی برسات اور جھلکتی ہوئی گردن کی چلتی ہوئی کبلی سے

عامیاء نے مگر تینوں کے ایک جامع ہونی سے نادر ہو گئی ہے۔

برق

جھکا بار پستانا سے چلنے میں قد

پستان کو انا سے تشبیہ دی ہر اوریہ کوئی غریب تشبیہ نہیں مگر تصرف کی عیب غایت آگئی ہے۔

ولہ

کس دن کی طرح جسم دکھاتے یا رکھا

سوچیکے تار کے ساتھ تشبیہ کر بار کی مبتذل تھی مگر کندن کی طرح دکنے کی مناسبت سے نادر ہو گئی

آباد

شک ہے کمرار کے اوپر رگ جان کا

شاعر کو کمر یا رک کی تشبیہ رگ گل اور رشہ بار یک کے ساتھ بھی منظور ہے اور یہ تشبیہ مبتذل تھی

انکرت فہام انکاری کے طور پر بیان کیسے غرابت آگئی۔

عاشق

وانتو نہیں زلف کو جو دباتے ہو بار بار | کائے گا خاک سائیک جب سر پہ چل گیا

زلف کی تشبیہ سائیک کے ساتھ مبتذل تھی مگر شاعر کے لہجہ سے اُپھیں غرابت آگئی۔

مجیب

مشک ختن زلف کو مین نے کہا | مجھ سے پہاں کار خطا ہو گیا

تشبیہ زلف کی مشک کے ساتھ مبتذل تھی مگر خطا کے ذکر سے غرابت آگئی۔

مکملو

مصحف رخسار پر لکھتی قدم ہے بار بار | زلف کا دم کو عبث سر پر چڑھایا اپنے

رخسار کی تشبیہ مصحف کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہو مگر کافر کے ذکر نے اسے نادر کر دیا۔

حسام

بندے زلف کی صحبت میں اٹھ پھر | نہیں معلوم کہ کیسے ہیں مسلمان عارض

زلف کی تشبیہ ہندو کے ساتھ ہے اور مسلمان کے ذکر کی وجہ سے اُپھیں غرابت آگئی ہے۔

میر تقی علی شولت

کنے دکھلایا ہے یہ چاند سا تلوا بکام | اٹیان لکھتے ہی گزرا یہ مہینا مجھ کو

اگرچہ تلوے کی تشبیہ چاند کے ساتھ مبتذل ہو مگر اٹیان لکھنے اور مہینے کے ذکر نے اسے بلیغ کر دیا ہے۔

نسیم

موسے کا عصا تھا لٹھ جو ان کا | ایک ہی لالچی سے سب کو ہانکا

لٹھ کی تشبیہ عصا سے موسیٰ کے ساتھ غریب نہ تھی مگر جب یہ کہا کہ ایک ہی لالچی سے سب کو ہانکا تو اُپھیں غرابت آگئی۔

اصف الدولہ

زلف مشکین میں پریر کے یوں کیوں بھنسے | ایسا صیاد ہوا اور ہاتھ میں دام ایسا ہو

زلف کی تشبیہ دام کے ساتھ اور معشوق کی تشبیہ صیاد کے ساتھ اگرچہ مبتذل ہو مگر انکے اجتماع سے غرابت آگئی۔

الہام

نگہ وہ دشمنہ طعنہ کٹار پر پائے | مرثہ وہ تیر کہ نچر کو دھار پر پائے

اگرچہ نگاہ کی تشبیہ دشمن کے ساتھ اور مرثہ کی تشبیہ تیر کے ساتھ بلیغ نہیں مگر کٹار پر طعنہ پڑنے

اور مخبر کو دھار پر مار نیکے ذکر سے غرابت آگئی۔

عاصی	
دل مبتلا ہے عشق زرخندان یا زمین	کافی ہے ڈوبنے کے لیے یہ کنواں مجھے
زرخندان کی تشبیہ کنوین کے ساتھ مبتدل ہو کر ڈوبنے کے ذکر نے ندرت پیدا کر دی۔	
عسقی	
خدا جانے ہلکی محبت کیا بلا چاہ زرخدائیں	نما بھکا اُس نے پانی جو گرا چاہ زرخدان میں
پانی نہ بھکا کے ذکر نے اس تشبیہ میں ندرت پیدا کر دی ہے۔	
رسا	
دیتے ہیں قدیار سے کیوں سرو کو تشبیہ	وہ مٹے ٹپتے اسپین ہو سیبِ قن کا پھل
سرو اور قدیار کی تشبیہ میں بوجہ اپنے مفردات کے کوئی غرابت نہیں مگر اثر کے ذکر کی وجہ سے غرابت آگئی۔	
سلام	
حدیثِ لعل چشمِ یار سے پوچھ	درازی رات کی جیسا سے پوچھ
اگر چہ لعل کی تشبیہ رات سے ورا گھ کی بیمار سے غلط ہے علیحدہ علیحدہ کوئی خوبی نہیں لکھتی مگر ان کے اجتماع سے ندرت آگئی۔	
گویا	
کیونکر کمون بیٹیاں نکلی افشاں کو ستاے	جب ماہ نہ ہو چہرہ تابان کے برابر
اور اگر تشبیہ مبتدل میں لغت بطریق شرط کے ہو تو اسکو تشبیہ مشروط کہتے ہیں جیسے یون کہیں کہ تجھ کو	
سرو کہہ سکتے ہیں اگر سرو میں ماہ کا اثر لگتا ہو یا تجھ کو ماہ کہہ سکتے ہیں اگر ماہ میں سرو کا قدم ہو۔	
شباب	
برگ گل کی طرح ہیں لب اُسے	اُس میں ابجاز کا اثر ہوا اگر +
اُس کی آنکھیں ہیں صورتِ بگس	اُس میں بیانی کا گزر ہوا اگر +
اسی قبیل سے ہے۔	
وقار	
اُس صبیحِ نور کے ناخن پا کا جواب تھا	ہو تین بلندیاں اگر ابرو شام میں
انیس	
رخسار کو قمر جو کمون اُس میں دلغ ہے	خود شہد ہے تو کیا ہو وہ دن کا چرلغ ہو

غلام علیخان وحشت	
دل ترا سنگ ہی پر آگ نہ بکلی گلے	رُخ ترا آئنے ہی پر کبھی چران ہوا
مفردات اسکے مبتذل ہیں مگر بوجہ استدراک کے غرابت پیدا ہو گئی ہے۔ دو ہر عون و محمد کے سراپا کے بیان میں لکھتے ہیں	
دودار ہے خورشید پہ ابرو نہیں رکھتا	ابرو منہ نور رکھتا ہے پر رو نہیں رکھتا
قدر رکھتا ہے طوٹے یہ کیسے نہیں رکھتا	سنبھل کے ہیں گیسو قد و جلو نہیں رکھتا
گر آنکھ ہی ڈس کی تو بینائی نہیں ہے غینے کے دہن ہو تو یہ گویا لی نہیں ہے	
بوسے گل جنت میں یہ رخسار نہیں ہے	اکین میں جلی ہے یہ دیدار نہیں ہے
قدر رکھتا ہے طوٹے یہ رخسار نہیں ہے	شیریں لب کو تر ہے یہ گفار نہیں ہے
لکھنے میں رو ہے یہ خط سبز کمان ہو غینے کے دہن جو نہ زبان ہو بیان ہو	
متاثر پر پوشیدہ نہیں ہے کہ ان اشعار میں چہرے کی تشبیہ خورشید کے ساتھ اور ابرو کی تشبیہ مہ لو کے ساتھ اور قد کی تشبیہ طوٹے کے ساتھ اور آنکھ کی تشبیہ زکس کے ساتھ اور دہن کی تشبیہ غینے کے ساتھ اور رخسار کی تشبیہ گل کے ساتھ اور ہونٹ کی تشبیہ لب کوثر کے ساتھ اور رو کی تشبیہ آئینے کے ساتھ ملحوظ ہو اگر اس طرح بیان کیا ہو کہ غرابت آگئی ہے۔ اسی قبیل سے جو مانع کا یہ شعر۔	
مشک میں خوشبو ہے بچ و تاب مثل نمونین	بیچ ہیں سنبھل میں مثل موگر خوشبو نہیں
بیان تشبیہ تمثیل و تشبیہ تمثیل	
اگر وجہ شبہ کئی چیزوں سے حاصل ہوئی ہو تو اسکو تشبیہ مرکب کہتے ہیں اور تشبیہ تمثیل بھی اسی کا نام ہے مگر بغیر تشبیہ کے صرف تمثیل نہیں کہتے اور سکا کی لے یہ قید بھی لگائی ہو کہ وجہ شبہ و صف حقیقی نہ ہو بلکہ امر متوہم ہو اور شیخ عبد القادر جرجانی کے نزدیک تشبیہ تمثیل وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ مرکب عقلی ہو اور اگر مرکب حسی ہو تو اسکو تشبیہ تمثیلی اور ضرب امثل کہنا چاہیے۔ جیسے ہر گے اس شعر میں ۵	

اے مہر سچ مثل ہو جو عالم ہے عمل
گو یادہ اک گدھا ہو کتب سے لدا ہوا

اس مثال میں عالم ہے عمل مشابہ اور گدھا کتاب سے لدا ہوا مشابہ بہ ہو اور محنت اٹھانا اور پھرنے
ایسے نفع کی چیز سے محروم رہنا صفت مجموعی کہ مرکب کئی چیز سے ہو وجہ شبہ ہے اور یہ صفت حقیقی نہیں ہے
اور عقل بھی ہو پس یہ سب کے نزدیک تمثیل ہے سکا کی کے نزدیک باعتبار غیر حقیقی ہونے اور شیخ کے نزدیک
باعتبار عقل ہونے اور جھوٹ کے نزدیک اس واسطے کہ ان کے نزدیک یہ قیود معتبر نہیں بلکہ عام ہے
اس سے کہ حسی ہو یا عقلی اور حقیقی ہو یا غیر حقیقی پس اس شعر میں -

محشر

چمن میں گل یہ یوں ہے قطرہ شبنم پر چمکے
انگوٹھی پر گویا سونہ کی اک الماس پر دکے

بقول شیخ کے تمثیل نہیں ہے کیونکہ اس شعر میں ایک صبح اور مدور چیز کے درمیان ایک سفید براق
چیز کا لحاظ ہونا وجہ شبہ ہے اور یہ امر مرکب حسی ہے اور چونکہ یہ وصف حقیقی ہے اس لیے سکا کی کے نزدیک تمثیل نہیں
عبرت

در دندان دہن میں یوں ہن باہم
نہان خفے میں جون قطرات شبنم

اس شعر میں بھی وہی حال ہے کیونکہ ایک گول اور سرخ فام چیز میں ایک سفید اور براق چیز کا
لحاظ ہونا وجہ شبہ ہے اور یہ مرکب حسی اور وصف حقیقی ہے -

سودا

بند ہمت اگر ہوں نہ زیر جہ ضعیف
ہلال عید ہو عالم کا کیونکہ روزہ کش

جونا تو ان نکرین دست گیری دشمن
تو خار و خس نکرے شعلے کو کبھو برپا

فتادگی میں یہ عزت ہو دیکھو ای سرکش
کہ نیک و بد نے کیا نقش پا کوراہ نا

سکے نزدیک ان اشار میں تمثیل ہے -

اور اگر وجہ شبہ مرکب شوگی بلکہ واحد یا متعدد ہوگی تو اسکو تشبیہ غیر تمثیل کہیں گے
مثال اول جیسے خوشبو مشوق کے گیسو و شک و غنم کی تشبیہ میں اور جرأت زید اور شیر کی تشبیہ میں
مثال دوم جیسے ہی کی تشبیہ میں سیب کے ساتھ رنگ درازہ اور خوشبو اور زلف و شبنم کی تشبیہ میں رازی و مبارک اور چوہ کی

بیان تشبیہ مفصل و مجمل

بس تشبیہ میں وجہ شبہ مذکور ہوا اسکو تشبیہ مفصل کہتے ہیں جیسے فلان آدمی شجاعت میں شیر کی طرح

گلزار نسیم	
دستور کہ عرض کر چکا تھا	نشل دل بدگمان رکا تھا
ولہ	
وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر	مانند سرشک چشم مادر
ولہ	
لرزہ سا چڑھا وہ دیونی پر	مانند حواس اڑی وہ مضطر
ظفر	
اُس شعلہ خست بزم جہانین لگ کے لو	مانند شمع آیکو ہم نے کھلا دیا
دبیر	
سیا پاسبینے مین رُپنے جو ککا دل	گر گر کے کئی بار اٹھی صورت میل
نفیس	
جہک ہے مین در نظم اختر و نکئی طرح	اداسے شاہد مضمون مین دلبر و نکئی طرح
ذوق	
ہوا مین ہے یہ طراوت کہ دود کفن بھی	برستا اٹھتا ہوا آتش سے نشل بر مطیر
انسخ	
ایسی تار کی ہے مانند زحل ہونے سیاہ	آلے گر خورشید میرے بیت خزان کی مٹا
ناسخ	
حویلی ہو گئی لکھا کی طرح لے یا رسونے کی	تس پر تو سے ہوتی ہے گلی دیوار سونے کی
اسی قبیل سے ہر وہ تشبیہ بھی جہمین وہ چہرہ مذکور ہو جسکو وجہ تشبیہ لازم ہو تیسے۔	
ظفر	
حلاوت اُس شوخ لعل لب کے نہ پوچھو بوسے کی جو یہ شیرین	
کہ جو کوئی انگبین خالص کو گھول دے لے کے آب خالص	
ولہ	
کھائے ہو کس کس حلاوت سے دل عاشق سے	شیر غم شیرین مثال نیشکر پیدا ہوا
بیت اول مین لب معشوق کے بوسے کو شہد مین کھلے ہوئے آب خالص سے تشبیہ دی اور دوسری	

بیت میں شیر غم کو نیشکر سے تشبیہ دی ہے۔ اور وجہ شبہ دونوں جگہ شیرینی بیان کی ہے اور درحقیقت وجہ شبہ دونوں جگہ رغبت ہے اور وہ شیرینی کو لازم ہے اور یہ بوسہ لب معشوق اور شہد میں حل کیے ہوئے آب خالص میں مشترک ہے اسی طرح غم اور نیشکر میں بھی رغبت مشترک ہے اور شیرین دونوں جگہ وجہ شبہ نہیں کیونکہ وہ مٹھو مات کے خواص میں سے ہے پس شیرینی بوسے اور غم میں موجود نہ ہوتی کیونکہ وہ کھانے کی چیزوں میں سے نہیں ہیں اور جامع کیلئے یہ ضرور ہے کہ وہ مشابہ اور منسبہ بہ دونوں میں موجود ہو اور حق یہ ہے کہ ایسی چیز کو وجہ شبہ کی جگہ ذکر کرنا جو خود وجہ شبہ نہ ہو بلکہ وجہ شبہ کا ملزوم ہو قساح اور لہلہاں بہ فعلیل ہے اور ان دو شعروں میں -

شہیدی	
کبھی عدا جو بھلا کر وہ مجھے بات کرتا ہے	مرزہ دیتا ہے اُس کا ہر سخن قند مکر کا
وجاہت	
کیا ذائقہ بیان کروں اُسکی بات کا	جوابات ہو بس انہیں مرزہ ہر بنا کا
ظفر	
حرف جلنے کا زبا پیر لانا اسی جانان مرے	ہے وہ میرے حق میں جیسے موت کا پیغام تلخ
معشوق کے جانے کی بات کو موت کے پیغام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مذکور بیان فنی ہے حالانکہ درحقیقت وجہ شبہ ناگوار می ہے جو فنی کو لازمی ہے -	
مومن	
درد شراب و سختی قاتل	تلخ سخن مانند ہلاہل
سخن کی تشبیہ میں ہلاہل کے ساتھ وجہ شبہ ناپسندیدگی ہے اور وہ فنی کو لازم ہے -	
عبرت	
پراسے سبز مثل بخت کامل	یہ منقار اُسکی پر خون صورت ل
پر دہلی تشبیہ میں بخت کامل کے ساتھ وجہ شبہ عدا ہے اور وہ سبزی کو لازم ہے اور یہ پراور بخت کامل میں مشترک ہے اور سبزی وجہ شبہ نہیں کیونکہ وہ اجسام کے عوارض میں سے ہے جو محسوسات میں داخل ہے اور بخت عقلیات میں سے ہے پس سبزی بخت میں موجود نہ ہوگی -	
ولہ	
اگر چہ سبز ہے ظاہر مراد رنگ	پہ باطن میں مرے تیش ہو چون سنگ

ٹوٹے کے باطن کی تشبیہ میں سنگ کے ساتھ وجہ شبہ موزن ہے جو آتش کو لازم ہے۔

غلام حسین خان قدیر

جلایا جو پردانہ سان اُسے بنگلو

کہا میں نے بھی شمع رو اس کو پلگر

متکلم کی تشبیہ میں پروانیکے ساتھ وجہ شبہ تکلیف ہے جو طے کو لازم ہے۔

ذوق

عقل میں شمس ہو تو علم میں کان گہر

فضل میں کعبہ ہو تو علم میں کوہِ رحمت

انسان کی تشبیہ میں شمس کے ساتھ عقل وجہ شبہ نہیں بلکہ انکشاف ہے جو عقل کو لازم ہے اور یہ انسان و شمس دونوں میں موجود ہے اور عقل وجہ شبہ اس لیے نہیں کہ وہ انسان سے مخصوص ہے اور اجرامِ علوی غیر ذی روح ہیں اسی طرح انسان کی تشبیہ میں کان گوہر کے ساتھ وجہ شبہ کثرتِ منفویت ہے جو علم کو لازم ہے اور یہ ذی علم انسان اور کان گوہر میں مشترک ہو اور علم وجہ شبہ نہیں کیونکہ وہ ذی روح و ذی عقل کی شان سے ہو پس علم کان گوہر میں موجود نہ ہو گا اور کوہِ رحمت کے ساتھ تشبیہ میں وجہ شبہ برداشت کرنا ہے اور یہ امر انسان اور کوہ میں مشترک ہو اور علم وجہ شبہ نہیں کیونکہ حلم عذاب میں آہستگی کر نیکو کہتے ہیں اور یہ امر بہاڑ میں پایا نہیں جاتا۔

ناسخ

غنجانہ تیری یاد میں ہو سیمِ بخت

زہرِ غمِ فراق سے میں ہے در بہشت

زہرِ غمِ فراق کی تشبیہ میں در بہشت کے ساتھ کہ ایک قسم کی تھالی ہے وجہ شبہ در حقیقت فرہ نہیں بلکہ مرغوبی ہو جو فرہ کو لازم ہے اور جو وجہ شبہ مذکور ہو تو اس تشبیہ کو تشبیہ محمل کہتے ہیں اور یہ کی طرح ہے۔

(۱) یہ کہ وجہ شبہ غیر مذکور اُس میں ایسی ہو کہ ہر اک کوئے تامل معلوم ہو سکتی ہو جیسے۔

مرزا حاتم علی مہر لکھنوی

بھوین توار میں تو تیری نگاہیں ہیں میر

موسے مژگانِ جمہیں سب کہتے ہیں و بھلے ہیں

جنون

کسی نے تارے نہیں دیکھے چاندین تہک

تمہارا چاند سا چہرہ ہوا درائے گال

جرار

اگل سملے نہیں جلے میں خوشی کے مالے

جبے دیکھا ہے تے پھول سے رخسار و کو

داغ اس کے زبس مثال گل تھے

تھے ہاتھ کہاں نہال گل تھے

نسیم		
ہم بستر آدمی پر می تھی +	سائے کی بخل میں چاندنی تھی	
نادر		
مسی ہر مثل سر کہ لب اسکا انگبین ہے	بوسہ جو آج لیجے لطف سنگبین ہے	
عبرت		
نکل کر جب طلی گلشن سے وہ ماہ	تدرو باغ بولا بھسے کے اک آہ	
میں کتنا تھا کہ سرو بوستان ہے	نہ سمجھا یہ کہ تو سرور وان ہے	
(۲) وجہ شبہ غیر مذکور پوشیدہ ہو اور سوا خواص کے اسکو کوئی اور معلوم نہ کر سکے جیسے۔		
مومن		
ہے رگ خواب سے غفلت محسوس	ہو گئی طرز تجاہل کا بوس	
وجہ شبہ تشبیہ تجاہل میں کلبوس کے ساتھ نیند میں ڈر کر چونک پڑنا اور چلانا اور آوازیں اخلال آجانا ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ امور ہر آدمی پر فوراً ظاہر نہیں ہو سکتے۔		
اسرار		
وہ جب ہنستے ہیں یہ کہتا ہوں یارب	یہ بجلی دیکھتے گئی کہ مان ہے	
یہاں ہنسنے کی تشبیہ برق کے ساتھ واقع ہوئی ہے ہنسنا معشوق کا بسبب شوخی کے واقع ہونا ہے یا بسبب اس کے کہ ہنسنے میں درنت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہے اس واسطے اسکو برق سے تشبیہ دیتے ہیں اور یہ امور سوائے خواص کے اور کوئی دریافت نہیں کر سکتا۔		
ذوق		
واہ وا کیا معتدل ہو باغ عالم کی ہوا	مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موج صبا	
موج صبا کو صاحب صحت کی نبض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وجہ مشابہت ایسی چیز ہے جس کو سوائے طبع کے دوسرا نہیں جان سکتا مثلاً صاحب صحت کی نبض طول میں چار انگل سے نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ اور انگلیوں کو اس کی حرکت زور سے صدر نہیں دیتی اور نہ جلد چلتی ہے نہ آہستہ اور چھوٹے میں نہ گرم معلوم ہوتی نہ سرد اور نہ انگلیوں کی چوڑائی سے اس کی حرکت زیادہ ہوتی ہے نہ بہت کم اور اس کی حرکت ایک ہی طور پر ہوتی ہے اور ڈاکڑوں کے قول کے مطابق بوفت میں صاحب صحت کی نبض ایک منٹ میں نو سے مرتبہ چلتی ہے اور جوانی میں پچھتر مرتبہ۔		

دل	پاس میں تیرا جو زنا کی چاہ ہے تبدیل	دوش گرد و نیہ خط مطلق ہو خط نفاق
خط منطقہ ایک دائرہ ہے کہ بارون بیچ اسی دائرے پر واقع ہیں اور نفاق کم بندی یعنی چٹکے کو کہتے ہیں دائرہ منطقہ البروج کا اپنی حاملی شکل جو پہنی ہوئی زنا سے مشابہت رکھتی ہے چھوڑ کر ایسے خط کی شکل اختیار کر لینا جو کمرے بند ہے پٹکے کی طرح ہو جس میں زنا کی شکل نہیں ہوتی وجہ شبہ ہے اور یہ باتین عوام کی سمجھ سے دور ہیں۔	دل	
دل افکار کا ہے سودہ الماس علاج	سنگ ہو سنگراحت بس زخم جہاں	سنگ کو سنگراحت سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ زخم سے خون کا بند کرنا خشکی پیدا کرنا اور رطوبت کو سکھانا وغیرہ افعال میں جنکو سولہ طبیب کے دوسرے نہیں سمجھ سکتا۔
دل		
افعی زلف کے کاٹے کو ہر جون مہر مار	گوش خوان میں تہ زلف سخن سا گوہر	گوہر کو مہر مار سے تشبیہ دی ہو جو ایک پتھر ہے جسے سانپ کے کاٹے ہوئے زخم پر لگاتے ہیں تو چپک کر زہر چوس لیتا ہو وجہ شبہ اپنی تاخیر سے سانپ کے زہر کو دفع کرنا ہے اور یہ سولہ طبیب کے دوسرے کو معلوم نہیں ہو سکتا۔
دل		
اگر صحاب قریہ اہو تگرگ افشان تو جو	حال اہل قاف دہلے خسرو عالی مقام	معبض طیلہ ابابیل آیا وقت انہزام
مروج نے صحاب قریہ کی تگرگ افشانی کو اہل قاف پر اس واقعے کے ساتھ تشبیہ دی ہو جو کبھے کے پاس صحاب فیل کو ابابیل سے پیش آیا تھا اور وجہ مشابہت اس میں جو بات ہے اسکو عوام مشکل سے جان سکتے ہیں۔	دل	
دل صاف زبان صاف سخن صاف میرا	موتی کی لڑی ہو کہ مسلسل مری تقریر	
یعنی جس طرح دیکھا ہر موتی اچھا معلوم ہوتا ہو اور لڑی کے کسی حصے میں اچھے بے ہونیکا تھا دشمنین پایا یہی حال میری تقریر کا ہو کہ اُس کے کسی حصے میں تفاوت اور نقصان نہیں ہوتا وجہ شبہ اور مشبہ بہ میں ایسا تناسب جو میں تفاوت متنع ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ مشبہ بہ میں یہ تناسب فقط صورت سے ہے اعتبار سے ہو اور مشبہ بہ میں صورت یعنی لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے اور ظاہر ہے کہ اسوجہ کو سولہ فاضل		

دوسرا آدمی نہیں جان سکتا۔

ولہ	
نہیں اشک مسلسل بالیان ہن خمین دہلی	یہی دو چار دنے حاصل کشت محبت میں
(۳) تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ کا وصف مذکور نہوا اور مرد و صف کا وہ چیز جو جس سے وجہ شبہ پر دلالت ہوتی ہو	
صبا	
ہلال ابرو سے قاتل نے معرکہ مارا	نیام شب میں ہنات تیغ آفتاب ہوئی
ابر کو ہلال کے ساتھ اور شب کو نیام کے ساتھ اور آفتاب کو تیغ کے ساتھ تشبیہ دی ہو اور کسی کے ساتھ کوئی ایسا لفظ مذکور نہیں جس سے وجہ شبہ پر اشارہ ہوتا ہو۔	

امانت	
پیتا ہے دہنت سوتے میں وہ دریائے مرد	خواب میں دیکھتے نہ تھے ہمنے تو گو ہر جوتے
چونکہ مشبہ اور مشبہ ہر دونوں میں سے ایک کے لیے بھی کوئی وصف مناسب مذکور نہیں ہے اس لیے وجہ شبہ پر ایما نہیں ہوتا۔	

عیشی	
دن دن دل کے وصف میں تشبیہ ہوئی	دو لعل میں ازل سے یہ کان گہر کے ساتھ
قلق	
یا قوت کا نہیں جگر سنگ میں ہے لعل	صورت یہ ہے صنم تے مسخ میں نگال کی
یہاں مشبہ اور مشبہ ہر دونوں میں سے کسی کا وصف مذکور نہیں اس لیے وجہ شبہ پر اشارہ کسی لفظ سے نہیں ہو سکتا۔	

سرفراز علی خان وحید	
افنی کہنا گن کواڑ در نہ بناؤ	اتنا نہ بڑھاؤ سخن مختصر لعل
(۴) حرف مشبہ کا وصف مذکور کر پین جیسے۔	

اختر	
کبھی مرجان کبھی یا قوت کبھی لعل لکھا	جوری کرتا ہوں میں اسے دست منائی تری
مشبہ یعنی دست کا وصف منائی ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وجہ شبہ دست کی تشبیہ میں مرجان اور یا قوت اور لعل کے ساتھ مخرنی ہو۔	

دل یہ کہتا ہو بدخشان میں شفق بھولی ہے	امیر
سرخ جب ٹٹ تے ہاں سے ہم دیکھتے ہیں	

ہونٹ مشبہ ہے اور شفق مشبہ بہ ہے اور سرخی وہاں وصف مشبہ کے ہیں جن سے بات سمجھی جاتی ہے کہ وجہ شبہ یہاں سُرخ ہے۔

ناور	
گو نہ صا چوٹی کو جو بان سیسے ای پری	لے ہوا تیار یہ اک اور جوڑا سانپ کا
مومن	
تھی نشت خمیدہ یا کمان تھی	تھاتیر کہ آہ خون چکان تھی
(۵) فقط مشبہ بہ کا وصف مذکور کریں جیسے —	

دہان یار میں دیکھی زبان تو یہ خیال آیا	کسی نے چھوڑ دی ہو لال مچھلی حوض کوثر میں
لال کہ وصف مشبہ بہ کا ہو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ زبان کو مچھلی کے ساتھ تشبیہ سرخی میں دی ہو	
سید صفر علی آبرو	
کسی ان سطر یارب ہر رخ اے جانان کا	کہ ہم بھی دیکھ لیں جو ہر کمین س تیغ بلبل کا
آبرو مشبہ ہے اور تیغ بران مشبہ بہ اور جو ہر بران مشبہ بہ کے مناسبات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آبرو کو تلوار کے ساتھ کاٹ کی وجہ سے تشبیہ دی ہو۔	

میر	
عشق آبرو میں سرا و تراوش سے	چڑھ گئے ہم دم پہ اس تلوار کے
آبرو مشبہ اور تلوار مشبہ بہ ہے دم اور سرا و تراوش جو مشبہ بہ کے مناسبات ہیں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہاں وجہ شبہ کاٹ ہے۔	

ولہ	
بھگو قاتل ہی کے لعل لب خندان کی مہم	یہجان چھوڑنے لے تیغ تبسم بھگو
تبسم مشبہ اور تیغ مشبہ بہ اور یہجان چھوڑنا مناسب مشبہ بہ کے ہے اس سے معلوم ہوا کہ تبسم کی تشبیہ تیغ کے ساتھ وجہ شبہ قتل کرنا ہے۔	

طلق	
چمکی جو اسکی برق تبسم تو شرم سے	بجلی نے منہ پہ لے لیا درمن حجاب کا
تبسم مشبہ اور برق مشبہ بہ ہے اور چمکنا مشبہ بہ کے مناسبات ہیں جن سے اس بات پر ایسا ہوتا ہے کہ	

معتوق کے ہنسنے میں جو دہشت کی سفیدی اور چمک ظاہر ہو جاتی ہے وہ وجہ مشبہ ہے۔

رند

یہ سانپ جھک کر ڈسکے نہ جائے کہیں اُلٹ

مار سیاہ زلف سے ایدل پناہ مانگ

سیاہ اور ڈس کے اُلٹ جانا وصف ملائم مشبہ ہے کہیں اور اس سے اس بات پر اشارہ ہے کہ زلف کی تشبیہ مار کے ساتھ سیاہی اور ایذا رسانی میں ہے۔

دلہ

السد کبھی تیج میں زلفوں کے نکلے

جا بزمینیں جوتے ہیں خمیں ڈھنچے بکالے

زلف مشبہ ہے اور کالا سانپ مشبہ بد اور کٹنا اور ڈسنا وصف ملائم مشبہ ہے کہیں اور یلایا اس بات پر ہے کہ زلف کی تشبیہ مار سیاہی اور ایذا رسانی میں ہے۔

میر انیس

جو راہ تھی خوشبو جو محلہ تھا وہ گلزار
معلوم یہ ہوتا تھا کہ بھونکنا ہوا بنا

روشن تھا دینے کا ہرک کو چڑ و بازار
کھولے مجھے تھا آہے شبنا خداتار

میر انیس اس بات کا حال بیان کرتے ہیں جہین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے اس بات ہر گلی میں خوشبو بھیلنا بیان کیا پھر بات کو آہو سے تشبیہ دی اور نادرہ تار جو وصف ملائم مشبہ ہے ہر ذکر کیا جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس تشبیہ میں وجہ مشبہ خوشبو ہے۔
(۶) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کا وصف ذکر کریں جیسے۔

ذوق

چھپ گیا نہ رخ پہ تیرے زلف شگون دکھیا

سچ کہا ہوا گے کالے کے نہیں جلتا چراغ

زلف کے مناسب شگون ہوا اور سانپ کے مناسب لاجونا اور چراغ کا نہ جلتا اور یہ چیزیں بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وجہ مشبہ سیاہی ہو۔

صبا

ہر اک حلقہ ہو کا لاجیل خانہ زلف شگون کا

دل سودا زہ میرا نہ جھوٹے گلخانہ چھپے گا

لفظ شگون حلقہ زلف کا وصف ہے اور عیانی نے کا وصف نکالا ہوا اور یہ دونوں وصف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وجہ مشبہ سیاہی و تاریکی ہے۔

جہین پر پھبتیاں بولنے لگیں لوح طلائی کی

امانت

سنہری جب پچی اس مصحف خسائے نشان

لفظ سنہری صفت مناسب افشان کے ہے جو مشبہ ہے اور طائی وصف مناسب لوح کے ہے اور یہ مشبہ بہ ہے اور یہ دونوں وصف اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ افشان اور لوح میں وجہ شبہ سنہرا رنگ ہے۔

شایان

عالم ہے تاب چہرہ سے چشم سیاہ پر ہوتا ہے آفتاب کے کالا ہرن کا رنگ

چہرہ مشبہ ہے اور آفتاب مشبہ ہے اور تاب چہرہ کے مناسب ہے اور ہرن کا رنگ کالا ہونا آفتاب کے مناسب ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں میں وجہ شبہ بہت تابش حرارت ہے اور چشم مشبہ ہے اور ہرن مشبہ ہے اور سیاہ چشم کا وصف ہے اور کالا ہرن کا اور دونوں میں امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں وجہ شبہ سیاہی ہے۔

بیان تشبیہ مرسل و موقوف و موقوف

میں تشبیہ میں حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہے اسکو تشبیہ مرسل کہتے ہیں جیسے۔

گلزار نسیم

دیکھا تو وزیر داد بہرام بڑے میں تھا مشکل نقشہ خام

غالب

خدا نے اسکو دیا ایک خوب و فرزند ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہیلوٹے

امیر

آگندن سا چہرہ دیکھو کہی آئے میں تم سونا ملاؤ مہر کا جاندی میں ہا کی

تمنا

سر مجھے وہ مثل تار نظر کسریا مثل موند سسی

اور اگر حرف تشبیہ مذکور نہ ہو تو اسکو تشبیہ موقوف کہتے ہیں اور یہ دو قسم پر ہے۔
(۱) حرف تشبیہ محذوف ہی ہو جیسے۔

عاشق

روشن سوا دلف سیہ قام ہو گیا دُرکان کا چراغ سرشام ہو گیا

دُرکان کا چراغ سرشام سے تشبیہ دی ہے حرف تشبیہ محذوف ہے۔

قلق

یہ طلحہ مار کے بیٹھا ہے پاس بانی کے بناسے کان کا اُس اور کی بالاسانپ

رسوا		
بالونین بحر حسن کے یہ جھکیاں نہیں		زالونے چھوٹ کر دل عشاق لٹکے ہیں
مومن		
سایہ مادر احتراق مجیم دانہاے سلاسل بعین		ابر رحمت تب عذاب الیم قطرہ قطرہ سرشک خال غنیم
(۲) مشبہ بہ مشبہ کی طرف مضاف ہو جیسے۔		
ناسخ		
غزال چشم شوخی کر رہے ہیں چین کیسویں		ہواے بال ذکر کرتے ہیں جو اسکے چہرے پر
اس مثال میں چشم کو غزال سے تشبیہ دی ہے چشم مشبہ غزال مشبہ ہوا اور مشبہ مضاف ہے طرف مشبہ کے یہی حال چین کیسویں کا ہے۔		
خلیق		
یوسف کا اپنے سونگھتے تھے پیرہن کبھی		روئے تھے لے کے بوسہ سیب قن کبھی
ذقن کو سیب تشبیہ دی ہے اور مشبہ مضاف مشبہ بہ کی طرف۔		
لالہ راد حاشن شکر		
گھر سنبھال اپنا کہ دیوار مرثیہ بانی میں ہے		دیکھ لو اگر چشم سل ٹھک طعنائی میں ہے
حرف تشبیہ اکثر حذف ہو جاتا ہے اسکے ذکر کر میں حذف البی ہوا اسکا حال آگے آگیا جس تشبیہ میں چاؤن کن مذکور نہیں اسکو تشبیہ مطلق کہتے ہیں جیسے دید کا چہرہ روشنی میں مانند آفتاب کہے چہرہ مشبہ آفتاب مشبہ بہ مانند حرف تشبیہ اور روشنی وجہ مشابہت کی۔		
قلق		
صورت سرو باغ میں موزون +		شاخ گل سے بن نازکی میں ستون
ستون مشبہ شاخ گل مشبہ بہ نازکی وجہ شبہ سے حرف تشبیہ۔ دوسرے مصرع میں صورت حرف تشبیہ اور وہی ستون مشبہ اور سرو باغ مشبہ ہوا موزون وجہ شبہ۔		
یادگار		
مثل خورشید درخشان رخ روشن نکلا		چشم بدو مجرب طرح کا جو بن نکلا
رخ روشن مشبہ خورشید مشبہ بہ مثل حرف تشبیہ اور درخشان وجہ شبہ ہے۔		

سرگزشت انبی زبان تک اپنی لاکر گیا	آتش	شمع سان اظہار کا یا رانہ آتش کو ہوا
دلغ ہی اک اپنے دلیر لالہ سان رہا بیگا	حیرن	نے رہیگا جس نکل نے گلستان رہا بیگا
جس تشبیہ کی غرض اچھی طرح ظاہر ہوا اور اس میں مشبہ بہ ایسا ہو کہ وجہ شبہ میں وہ مشہور اور کامل ہو اور اسکا حکم مسلم ہو اور بیان امکان میں غلطی کے نزدیک معروف ہو تو ایسی تشبیہ مقبول ہو ورنہ مردود۔		
چھٹا چمن بیان مراتب تشبیہ میں باعتبار قوت وضع کے مبالغہ میں		
تشبیہ کا استعمال علی العموم آٹھ طور پر ہوتا ہے۔ سہلایہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ چاروں کو ذکر کریں جیسے زید جرات میں شیر کی مثل ہو زید مشبہ شیر مشبہ بہ جرات وجہ شبہ مثل حرف تشبیہ ایسے ہی اس شعر میں۔		
جھٹک ایسی کوئی دکھلا گیا مہ پارہ غفے میں	غلام حسن خان خیال	کہ جون چلن مشک لگیا نظار غفے میں نظارہ مشبہ اور چلن مشبہ بہ اور مشک وجہ شبہ اور جون حرف تشبیہ۔
اتنے کم ظرف نہیں ہم جو سہکتے جاوین	دولت بخش	نکل کی مانند جدھر جاوین ممکنے جاوین
انہو سے چرخ کی گردش سے اسکی جاں گردش	ولی	بجا ہے قطب کی مانند سہ قلال عاشق کا
ہین پیٹ کے بلکہ وہ صدف سان	وزیر	موتی کی طرح بھل پڑی باست
اُسکے رے حیرت افزا کا پڑا ہے جسے عکس	غافل	مثل آب آئینہ دریا کا آب استادہ ہے
دوسرا یہ کہ چاروں میں سے حرف تشبیہ کو جذب کر دیں جیسے کہ میں زید حسن میں چاند ہے۔		
پھل دزن میں تھا پھول تلخی میں نخل طور	ایس	گرمی میں محض نار تو زری میں صاف نور

	ولہ	
بستی میں سیل ہے تو باندی میں ہر حساب	سرعت میں برق گرم روانی میں جھاب	
مشبہ گھوڑا ہے اور شبہ بہ یہ تمام اشیا۔		
	ولہ	
رفتار میں ہوا تھا اٹھائے میں برق تھا	سرعت میں کچھ کی تخی چھل بل میں فرق تھا	
	ذوق	
عقل میں شمس ہر تہ علم میں کان گوہر	فضل میں کعبہ ہر تہ علم میں کمرہ رحمت	
تیسرا یہ کہ وجہ شبہ کو حذف کر دین جیسے زید شیر کی مانند ہے۔		
	امیر علی حیرت	
سرخ اسکا تمام گرچہ ہر جون خورشید	اور اس کے نہال قدسے جی کو امید	
	امیر	
گھٹکے برد کو ہر ماہ میں ہلال کیا	مقائے چاندے چہرے بھی کمال کیا	
	جبار	
کھلے نہ تہ نہیں طے میں خوشی کے مائے	جبکہ دیکھا ہے تے پھول سے رخسار کو	
چوتھا یہ کہ استغفار کے باب میں مشبہ کو حذف کر دین یعنی کوئی پوچھے کہ زید کون ہے تو جواب دیا جائے کہ شیر کی مانند ہے۔		
پانچواں یہ کہ وجہ شبہ اور حرف تشبیہ دونوں کو حذف کر دین جیسے زید شیر ہے۔		
	منظفر علی امیر	
شکر ہو وہ لب شیریں قبل ہر خال اس	بجائے تل شکر کی کا گمان ہونو پیر	
لب کو شکر سے اور خال کو تل سے تشبیہ دی ہو اور حرف تشبیہ و وجہ تشبیہ کو ذکر نہ کیا۔		
	مشاق	
ارگس سے چشم مرہو قد گھنڈا ہے	نام خدا وہ شوخ سرا یا بہا رہے	
علی ابنت گہرا لوان عقیق یمنی	سرے تا پاؤہ صنم کان جو افسر بھلا	
	اشرف	
ابو عتر بن توہین آپ کے اژدر گیسو	ڈر کے مائے نہیں چھو تے ہین فنون گیسو	

ناسخ	
روز نور و زجین ہو شب معراج ہو لطف	ذوالفقار ابوے محبوب ہو قرآن عارض

چھٹا یہ کہ مشبہ اور حرف تشبیہ کو حذف کر دین جیسے پوچھیں کہ زید کون ہے جواب میں چاند ہے حسن بہن سا تو ان یہ کہ مشبہ اور وجہ شبہ کو حذف کر دین مثلاً دریافت کریں کہ زید کیسیا ہو تو کہیں کہ شیر کی مانند ہو آٹھواں یہ کہ حرف تشبیہ اور وجہ شبہ اور مشبہ مینون کو حذف کر دین مثلاً کوئی پوسے جھے کہ زید کون ہے تو جواب دین کہ شیر ہے۔

اقسام مذکورہ بالا میں سے آٹھویں اور پانچویں قسمیں بہت بہترین اور دوسری - تیسری - چھٹی اور ساتویں قسمیں متوسط ہیں اور پہلی اور چوتھی نہایت ضعیف وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کے حذف کرنے میں قوت کی وجہ یہ ہے کہ جہوقت حرف کو حذف کیا مثلاً زید حسن میں چاند ہے تو گویا زید کو بعینہ چاند فرض کیا اور جہوقت وجہ شبہ کو حذف کیا اور کہا زید چاند ہے تو عمومیت حاصل ہو گئی پس جس تشبیہ میں ان دونوں ترک کرینگے وہ بہت قوی ہوگی اور جہمیں ان دونوں میں سے کوئی مذکور ہوگا وہ بہ نسبت اول کے ضعیف ہوگی اور جہمیں دونوں مذکور ہونگے وہ زیادہ ضعیف ہوگی۔

دوسرا بابغ استعارے کے ذکر میں

یاد رکھو کہ استعارے میں مشبہ کو بعینہ مشبہ بہ ٹھہر لیتے ہیں یعنی بہادر کو بعینہ شیر سمجھ لیتے ہیں مشبہ بہ خواہ مذکور ہو جیسے استعارہ بالتصریح میں مثلاً شیر کہیں اور اس سے بہادر مراد ہو خواہ مشبہ بہ متروک ہو اور مشبہ مذکور ہو اور وہ شے کہ مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اسکو مشبہ کے واسطے ثابت کریں جیسے استعارہ بالکنایہ میں جس کا دوسرا نام استعارہ مکنیہ بھی ہے۔

علمائے فن بلاغت کا اختلاف ہے کہ استعارہ کو نسا مجاز ہے آیا مجاز لغوی ہے یا عقلی یہاں عقلی سے مراد یہ ہے کہ ایک امر عقلی میں تصرف کیا گیا ہو۔ چھوڑ کا یہ مذہب ہے کہ استعارہ مجاز لغوی ہے یعنی وہ ایسا لفظ ہے کہ جس معنی کے واسطے بنایا گیا ہو اس معنی کے غیر میں مستعمل ہو اور مشابہت کے علاقے سے اور اس بات پر دلیل یہ ہے کہ پہنچنے کسی آدمی کو شجاعت کی وجہ سے شیر کہا تو اس سے یہ مراد نہ ہوگی کہ ہیکل مخصوص کا استعارہ اس کے لیے ہے بلکہ مشبہ یعنی مرد شجاع کو مشبہ بہ یعنی شیر کی جنس میں بطریق تادیل کے داخل کر لیا جاتا ہے اور تادیل کی یہ صورت ہے کہ مشبہ سے کافراد کو دو قسم پر مقرر کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک قسم متعارف و مشہور ہے یعنی جانور درندہ جو نہایت شجاعت کے ساتھ ہیکل مخصوص بن پایا جاتا ہے

(۲) دوسری قسم غیر متعارف اور وہ ایسا شیر ہے کہ جسکو درندہ معروف کی سی شجاعت حاصل ہے لیکن اُس خاص شکل میں ہو کہ حاصل نہیں مرد شجاع اسی قبیل سے ہو کہ لفظ شیر اصل لغت میں قسم دوم کیلئے موضوع نہیں ہے بلکہ قسم اول کیلئے موضوع ہوا ہو پس اس لفظ کا استعمال قسم ثانی میں باعتبار مجاز کے ہو اور یہ اطلاق اُس شے پر ہو جو معنی لغوی کی غیر ہے پس مجاز لغوی ہوا اور صحیح یہی مذہب ہے اور بعض نے کہا ہو کہ وہ مجاز عقلی ہے پس استعارہ امر عقلی میں تصرف کر نیکانام ہوا کیلئے کہ جب کسی کو شیر کہتے ہیں تو اُسکو بعینہ شیر (جائزہ درندہ) ٹھہر لیتے ہیں نہ مثل شیر کے اس صورت میں گو یا شیر کے لفظ کا وہ شخص موضوع نہ ہوا پس یہ دوسرے کرنا عقل سے تعلق رکھتا ہو نہ لغت سے حاصل یہ ہے کہ زید واقع میں شیر نہ تھا اور اُسکو اپنے نزدیک شیر ٹھہرا لیا ہو اور جو چیز کہ واقع میں نہ ہو اُسکو واقعی ٹھہر لیتے ہیں مجاز عقلی کہتے ہیں پس استعارہ مجاز لغوی نہ ہو بلکہ مجاز عقلی ہوا اگر شبہ کو بعینہ شبہ بہ نہ ٹھہرتے ہوں تو اس کے اس شعر میں معشوق کا کذب کیسے ثابت ہو۔ ۷

دو عہدہ شب نہ کر اے راہ لقا جو ٹھہ نہ بول	جلوہ گرات کو خورشید کہاں ہوتا ہے
---	----------------------------------

اس مثال سے مقصود یہ ہے کہ اگر قائل معشوق کو بعینہ خورشید نہ سمجھ لیتا تو معشوق کی عہدہ خلائی اور دروغ گوئی اس جگہ صحیح نہ ہو سکتی کیونکہ جلوہ گر ہونا ایسے آدمی کا کہ جس میں مشابہت خورشید سے رکھتا ہو شب میں ناممکن نہیں ہو بلکہ طلوع خورشید ہی کا ناممکن ہے۔

جس جگہ خورشید ہی طالع نہ ہو	روسیہ روز و کا دن اور رات کیا
-----------------------------	-------------------------------

یہاں خورشید معشوق سے استعارہ ہو اور قائل نے معشوق کو بعینہ سورج سمجھ لیا ہو اس طرح اس شعر کی اس رباعی میں خدا اور بیت کا مقابلہ درست نہ ہو سکتا۔

رابعی	
ہو جسم مرا اور نہ جان ہے باقی	ترتبت میں نہ کوئی استخوان ہو باقی
اگر تہا ہے خدا تو امتحان تا دم زسیت	پر بت کا ہنوز امتحان ہو باقی
مومن	
دشمن مومن ہی ہے بُت سدا	مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا
ناسخ	
دقت بے وقت کیا ہو شیر وہ آفتاب	ہو گئی ہو بارہا شام شب بدیہ مجبور صبح

اسی طرح اس شعر میں تعجب ثابت نہ ہو سکتا کہ تلوار کی تعریف میں ہے۔	
وان شور تھا پیدا مہ نوے مہ نوے	یان گل تھا جڑا شمع سے یہ شمع کی لہجہ
اسی طرح امانت کے اس شعر میں۔	
فلک یہ تو ہی تباہ ہے کہ حسن و خوبی میں	زیادہ تر ہے ترا چاند یا ہمارا چاند

اگر قائل معشوق کو بعینہ چاند نہ سمجھ لیتا تو مقابلہ دونوں چاندوں کا درست نہ ہوتا۔
 محققین نے اس مذہب کو اس طرح رد کیا ہے کہ مشبہ کو بعینہ مشبہ یہ ٹھہر لینے سے یہ لازم نہیں آتا
 کہ مشبہ موضوع لہ ہو جائے کیونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ لفظ خورشید جرم روشن معروف کے لیے بنایا گیا ہے
 اور شخص حسین کے معنی میں استعمال کر لیا گیا ہے اور تعجب کرنا ایسے ہو کہ گویا مشابہت کو قطعاً فراموش
 کیا ہو تاکہ مبالغہ کا حق ادا ہو جائے یہی حال اور امثلہ کہے اس سے ثابت ہوا کہ استعارہ مجاز لغوی ہے
 یعنی موضوع لہ کے غیر میں استعمال کیا گیا ہے۔

حسن التوصل الی صناعت التوصل کے مولف نے کہا ہے کہ استعارہ لے کتے ہیں کہ تشبیہ میں مبالغے کی
 غرض سے حقیقت کے معنی کا کسی چیز میں ادعا کرنا اور مشبہ کے ذکر کو لفظاً یا تقریباً ترک کر دینا دوسری
 عبارت میں استعارہ لے کتے ہیں کہ تشبیہ میں مبالغے کی غرض سے ایک چیز کو دوسری چیز کو دینا یا ایک چیز کو
 دوسری چیز کے واسطے کر دینا پس اگر کوئی یوں کہے کہ میں نے شیر کو دیکھا اور مرد اُسکی شیر سے مدد شاع ہو
 تو یہ استعارہ ہے اور اگر یوں کہے کہ زید شیر ہے تو یہ استعارہ نہ ہوگا ایسے کہ اس وقت لفظ میں ایک ہی چیز ہے
 جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بعینہ شیر نہیں ہے پس مبالغہ حاصل نہ ہوگا یہاں حرف تشبیہ مجزوف ہو
 اور اس قسم کو تشبیہ مضمر الاداة کہتے ہیں تشبیہ مضمر الاداة میں اور استعارے میں یہ فرق ہے
 کہ اول الذکر میں اداء تشبیہ کا ظاہر کرنا درست ہے اور آخر الذکر میں درست نہیں ایسے کہ ہمارے میں
 مستعار لہ کا ذکر بالکل متروک ہوتا ہے نہ لفظاً نہ کو رہوتا ہے نہ تقدیراً کیونکہ اُسکے ظہار سے استعارہ کی
 خوبی جاتی رہتی ہے پس صرف مستعار منہ کے ذکر پر کفایت کرتے ہیں برخلاف تشبیہ مضمر الاداة کے
 کہ اس میں مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہوتے ہیں مثلاً زید شیر ہے پس استعارے میں حرف تشبیہ کے ظہار سے
 کلام بایہ فصاحت و بلاغت سے گر جاتا ہے اور تشبیہ مضمر الاداة میں فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں
 بلکہ ذکر کرنا اور نکرنا دونوں برابر ہیں چنانچہ زید شیر ہے اور زید مثل شیر کے ہواں دونوں ترکیبوں کی خوبی
 سوال جو فرق تھے بیان کیا یہ مسلم نہیں بلکہ فرق کا مدار حرف تشبیہ پر ہے جو حسین حرف تشبیہ مذکور ہوگا
 وہ استعارہ ہے اور جس میں مذکور ہوگا وہ تشبیہ ہے اور اس تقدیر پر نہ زید شیر ہے استعارہ ہے اور زید

مثل شیر کے ہر تشبیہ ہے۔

جواب اگر اس ترکیب کو کہ زید شیر ہے تشبیہ مضمر الاداء قرار دیا جائیگا تو مجھے مستحیل ہو جائیگا
اسی لیے کہ زید بعینہ شیر نہیں بلکہ شجاعت میں شیر کی طرح ہے پس اداء تشبیہ کو مقدر یا خاضع ہونا ناگہ معنی
استحالة نہ پڑے اگر چہ اداء تشبیہ کی تعدیر استعارے میں بھی لا بہتے لیکن اُسین اُس کا اظہار درست نہیں
بغلاف تشبیہ کے کہ اسمین اداء کا اظہار درست ہے مثل السائر فی ادب الکاتب الشاعر میں اسی طرح لکھا ہو
اور توضیح کے مولف نے استعارے کی وجہ علمائے بیان سے جو کچھ سمجھی ہے وہ یہ ہے کہ استعارہ اسی خبر ہے
جو ہم جنس جا میں جاری نہیں ہوتا مثلاً زید شیر ہے استعارہ نہیں کیونکہ اس صورت میں حقائق ہذا کا انقلاب
لازم آتا ہو اور وہ یہاں یہ ہے کہ زید شیر ہے کہنے سے انسان کی حقیقت شیر کی حقیقت سے بدل جاتی ہے
پس مثال مذکور تشبیہ کی قسم سے ہے جس میں حرف تشبیہ مضمر ہے البتہ مشتقات میں جاری ہوتا ہو جیسے
جیسین تشکین کے اس شعر میں ہے

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے	کہے دیتی ہے شوخی نقش پاکی
(یعنی نقش پاکی شوخی دلالت کرتی ہے) جرات کے شعر میں بھی۔	
سمان جرات کسی پر تم نہیں عاشق ناخوین	کہے دیتی ہے خاموشی عبث صاحب کرتے ہیں
(یعنی خاموشی دلالت کرتی ہے) بالالفاظ استعارہ ہو کیونکہ یہاں استعارہ اسم جنس میں نہیں اور پہلی مثال میں اسم جنس میں تھا پس دوسری اور تیسری مثال میں قلب حقائق لازم نہیں آتا کیونکہ اسمین حقیقت کیلئے وصف کا ثابت کرنا مقصود ہو جو اُس کے لیے ثابت نہ تھا اور اس قول میں نظر ہے اسی لیے کہ کہنے کا وصف نقش پا اور خاموشی کیلئے ثابت کرنے میں بھی جو استحالة ہے وہ انسان کے لیے اسدیت ثابت کرنے سے کم نہیں اس کا نام خواہ قلب حقائق رکھیں یا نہ رکھیں علاوہ اس کے محققین کے نزدیک قلب حقیقت یہ ہے کہ واجب و ممکن و متعین سے ایک دوسرے کے ساتھ بدل جائے اور اسمین شک نہیں کہ نقش پا اور خاموشی کے لیے گویائی کا ثبوت متعین ہے پس انکو کہنے والا قرار دینا متعین کو مکن بنانا ہو اور زید شیر ہو اور میں نے شیر کو تر اندازی کرتے ہوئے دیکھا ان دونوں قولوں میں سے پہلے کو تشبیہ اور دوسرے کو استعارہ ثابت کرنے کے لیے جو علمائے بیان نے یہ توجیہ کی ہے کہ دوسرے قول میں اگر چہ استحالة ہو لیکن وہ غیر مقصود ہے کیونکہ مقصود یہاں دیکھنا ہے پس امر مستحیل کا دعویٰ قصد انہو بغلاف پہلو قول کے کہ اسمین زید پر شیر کے حل کرنے سے امر مستحیل کا دعویٰ قصد ہوتا ہے یہ فرق اہل واہی ہو کیونکہ جس کلام میں امر محال ہو خواہ وہ محال مقصود ہو یا غیر مقصود وہ کلام ہر طرح باطل ہے پس	

امر محال کے ایک جگہ مقصود اور دوسری جگہ غیر مقصود ہونے کا فرق نکالنا عقل و دانش سے بعید ہے اور یہ کہنا بھی خلاف تحقیق ہے کہ چونکہ امر محال وہاں مقصود نہیں ہے اس لیے اسکو استعارہ مانا گیا ہے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ استعارہ ایسے امر محال کو شامل ہوتا ہے جو مقصود ہوتا ہے مثلاً انیس مہار کی تعریف میں کہتے ہیں

پایا سا وہ کوئی اور جو اس قتل کے بینا | اس شیر کی تشبیہ کا غل کھا اچھی ن بینا

اور ظفر معشوق کی شان میں کہتے ہیں - ۵

مین نے پوچھا اُس بری سے کیا چہرہ ن شباب | اس کے بولا وہ صنم شان خدا تعالیٰ میں نہ تھا

دیکھو یہاں امر محال مقصود بھی ہے اور پھر استعارہ بھی ہے ورنہ ہر جگہ امر محال کا دعویٰ کرنا بجا نہ ہوتا ہے کیونکہ اکثر اغراض اور اعتبارات لطیفہ کی وجہ سے اسکا دعویٰ جائز ہوتا ہے اگر اُس کے ساتھ اس بات کا کوئی قرینہ موجود ہو کہ واقع میں اُس کا ثبوت مقصود نہیں ہے۔

اور علامہ نقفازانی نے تلویح حاشیہ توضیح میں لکھا ہے کہ علمائے بیان کے نزدیک استعارہ یہ ہے کہ مشبہ بہ کو مشبہ میں استعمال کریں اور کلام مشبہ کے ذکر سے خالی ہو اور قرینہ نہ ہونے کے وقت میں مشبہ بہ کے ارادہ کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ اگر مشبہ لفظاً مذکور ہو جیسے اس مثال میں کہ زید شیر ہو خواہ تقدیراً مذکور ہو مثلاً کوئی پوچھے کہ زید کون ہے تو جواب دین کہ شیر ہے استعارہ نہیں ہے کیونکہ زید پر شیر کا حمل متنع ہے اس لیے یہاں حرف تشبیہ کا محذوف ماننا واجب ہے اور مبتدائی خبر جو غیہ و غیرہ امورات کا علمائے بیان کے نزدیک کوئی لحاظ نہیں۔ اور اس مثال میں کہ اُس کے نقش پا کی شوخی کے دیتی ہے یا خاموشی کے دیتی ہے قطعاً استعارہ ہے اس لیے کہ یہاں مشبہ بالکلیہ متروک ہے اور وہ دلالت کا لفظ ہے جسکی تشبیہ کہنے کے ساتھ واقع ہوئی ہے پس اس مثال کو اُس مثال سے یعنی زید شیر ہے سے کوئی تعلق نہیں۔

مجمع الصنائع کے مؤلف نے کہا ہے کہ یہ بھی استعائے کی قبیل سے ہے کہ غیر ذوی العقول سے خطاب کریں اور شعرا جو مناظرات انہیں باندھتے ہیں جیسے مناظرہ تلوار اور قلم کا اور عقل و عشق کا اور اگل و مل (شراب) کا اور عدل و انصاف کا یہ سب استعائے میں داخل ہو مگر اس میں تامل ہے اس لیے کہ استعارہ کا بنی تشبیہ پر ہے اور وہ یہاں نہیں۔

استعارہ اور کذب میں یہ فرق ہے کہ استعائے کی بنا تاویل پر ہے یعنی مشبہ کے مشبہ بہ کی خبر سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسمین اس بات کا قرینہ قائم ہوتا ہے کہ یہاں معنی موضوع لہر ادھن میں اور کذب میں تاویل و قرینہ نہیں ہوتا بلکہ جھوٹا آدمی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ اپنے ظاہر قول کی صحت

سامع کے نزدیک ثابت کرے بخلاف استعارے کے کہ اسمیں اس بات پر قرینہ قائم کیا جاتا ہے کہ یہاں ظاہر کے خلاف مراد ہے۔

استعارے میں مشبہ بہ کے معنی کو مستعار منہ کہتے ہیں اور اُس لفظ کو جو مشبہ بہ کے معنی پر دلالت کرے مستعار کہتے ہیں اور مشبہ کے معنی کو مستعار لہ کہتے ہیں اور وجہ مشبہ کو استعارہ کی بحث میں وجہ جامع کہتے ہیں جیسے اس مثال میں۔ ۵

مذاق

خرام ناز سے اجبت نہ آتا میرے مرقہ پر تری ٹھوکر میں ہر انداز اعجاز سیاحی

لفظ اجبت اپنے جھینپی معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہاں بت سے معشوق مراد ہے اور علاقہ تشبیہ کا ہے یعنی بسبب سنگدلی کے معشوق کو بت کہا گیا اس مثال میں بت یعنی صنم جسکی کفار عبادت کرتے ہیں اور جو اکثر پتھر کا ہوتا ہے اُسکے معنی مستعار منہ ہیں یعنی اُن سے مانگا ہوا یعنی وہ لفظ مستعار اُن سے مانگا کر لائے ہیں کیونکہ واضع نے لفظ بت کو مضمین معنی کے واسطے وضع کیا تھا اور خود لفظ بت مستعار ہے یعنی مانگا ہوا کیونکہ بت اصل میں خاص ہے اُس چیز کے واسطے جسکی کفار عبادت کرتے ہیں اور جب معشوق کے معنی میں کہا گیا تو گویا اس لفظ کو اس چیز سے مانگا لیا اور معنی معشوق کے یعنی شخص خاص مستعار لہ ہے یعنی اُسکے واسطے مانگا ہوا کیونکہ لفظ بت کا معشوق کیلئے مانگا گیا ہے اور معشوق کے لفظ کا کچھ نام نہیں اور وجہ جامع وہ سبب ہے جس سے علاقہ تشبیہ کا پایا گیا اور وہ سنگدلی ہے پس انتقام میں جو سیو طلی نے کہا ہے کہ لفظ مشبہ کو مستعار منہ کہتے ہیں یہ صحیح نہیں اسی طرح اُن کا معنی جامع کو مستعار لہ قرار دینا بھی صحت کے خلاف ہے۔

استعارہ کی بحث کو ہم پانچ چمنوں میں بیان کرتے ہیں پہلے چمن میں طرفین استعارہ یعنی مستعار منہ و مستعار لہ کا مذکور ہے دوسرے چمن میں وجہ جامع کا ذکر ہے تیسرے چمن میں ان تینوں کا مجموعی طور پر بیان ہے چوتھے چمن میں استعارے کی قسموں کی تفصیل ہے پانچویں چمن میں استعارے کی حسن و خوبی کے شرائط کا حال ہے۔

پہلا چمن طرفین استعارہ کے بیان میں

طرفین استعارہ دو چیزیں ہیں ایک مستعار منہ دوسرے مستعار لہ۔ پس اگر مستعار منہ اور مستعار لہ اس قسم کے ہوں گے کہ آنتکا باہم جمع ہونا ایک جگہ ممکن ہو تو اُسکو استعارہ وفاقہ کہتے ہیں

کیونکہ دونوں طرف زمین موافقت اور اتفاق ہوتا ہے جیسے۔

میر

اندھے بین جہان کے لوگ ملے لے کر
سوچے نہ جسے اُسے کہتے ہیں بصیر

جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہوا بنیائی مستعار منہ ہوا اور جہالت مستعار لہ ہوا اور جہالت
و بنیائی کا ایک شخص میں جمع ہونا ممکن ہو کیونکہ جاہل ہوا اور بنیائی ہو۔

حالی

وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسوں کے
تو سمجھے کہ گویا ہم اب تک تھے گونگے

اُن لوگوں کا جو آتشِ ربانی اور شیوا بنیائی سے عاری تھے گونگے کے ساتھ استعارہ کیا ہوا اور
عدم فصاحت و بلاغت اور گونگا ہونا ایک شخص میں جمع ہو سکتا ہے۔

ولہ

ترقی کا جدم خیال اُن کو آیا
اک اندھیر تھا ربع مسکونیہ چھایا

جہالت کا استعارہ اندھیر سے کیا ہوا اور ایک جگہ اندھیر کا اور جہالت کا جمع ہونا جائز ہے۔

ولہ

یہ سنتے ہی تھک گیا گلہ سارا
یہ راعی نے لکار کر جب پکارا

پیغمبر کا استعارہ راعی سے کیا ہوا اور ایک شخص میں راعی ہونا اور پیغمبر ہونا جمع ہو سکتا ہے چنانچہ
موسے علیہ السلام نے حضرت شعیب کے کہنے سے تکریمان چرائی تھیں۔

ولہ

مناقب سے بدلے لگے سب مثالب
ہوے بہرہ ور روح سے اہلے قالب

کمال کا استعارہ روح سے کیا ہوا اور ان دونوں چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن ہے۔

ولہ

گرے مثل یہ واندہ ہر روشنی پر
گرہ میں لیا باندہ حکمِ جمیر

روشنی سے مراد علم و حکمت ہوا اور ان دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا جائز ہے۔

ولہ

نہ وان مصر کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی

بھٹکے کارستہ نہ پہنچنے کی جاہی
کوئی انہیں سوتا کوئی جاگتا ہے

ولہ

ہونا کا استعارہ وفادار سے کیا ہے۔

حالی	
بہت فخر کرتا ہے سلام اُسے	شریعت ہوئی ہے کو نام اُسے
نکر دار اُن کا کوئی ناسر ہے	نہ گفتار میں اُنکی کوئی خطا ہے
بدنام کا استعارہ کو نام سے اور ننگ و عار کرنے کا استعارہ فخر کیسے اور خطا ہونیکا استعارہ خطا نہونیسے اور ناسر ہونیکا استعارہ ناسر نہونیسے کیا ہے۔	

درو	
ہمسے کچھ خوب مدارات نہونے پائی	اُٹھ چلے شیخ جی تم مجلس نہوانے شباب
مدارات اپنے خلاف استعارہ ہوا ہوا اسی قبیل سے ہر سود کے اس شعر میں معقول کا لفظ۔	
سودا	
بات جو معروف ہے اُنہ وہ بھول ہے	اُنکا غرض اعراض دیکھو تو معقول ہے
نامعقول کا استعارہ معقول سے کیا ہے۔	

دلہ	
میں کیسے پیر کی کرتا ہوں بٹنا خوانی	نہوئے کیونکہ مراتبہ شعر میں یان تک
بجو و مذمت کا استعارہ ثناء سے کیا ہے۔	
ہم مگر اس بزم میں آئے تھے ذلت کیلئے	بات ہم سے تو کرنی اور غیر دلتے تیاک
بزم میں آنے سے غرض تحصیل عزت تھی اس غرض کو بطریق استہزاء ذلت کیلئے ایسے استعارہ کیا جب حضرت عباس نے پانی لائے کیلئے نہر پر جانا چاہا تو حضرت زینب نے خطے کے لحاظ سے کور و کنا چاہا امام حسین بھی اُنکا جانگوار انہیں کرتے تھے اُسوقت حضرت عباس کی زوجہ حضرت زینب کہتی ہیں۔	

ایس	
اگے جو کچھ سمجھوئی رضا میں تو غیر عورت	ہر وقت کہریاے طلبگار خیر ہوں
زوہ غیر نہیں مگر اسوجہ سے غیر کہا کہ اُنکی بات کا نہ ماننا گویا غیر سمجھنا ہے۔	

حالی	
جتنے قیدی ہیں تری جان کو دیتے ہیں عا	قید خانہ میں جہان کے بے پڑاغل تیرا
دعا کا استعارہ بددعا کیلئے کیا ہے۔	

دوسرا چمن وجہ جامع کے بیابانین

وجہ جامع کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) وجہ جامع مستقار منہ اور مستقار لہ کے معنی کا جز ہوگی جیسے۔

حالی

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر گواہ انکی آزادگی کے ہیں یک سر مطلب ہے کہ رجال و اسانید کے دفتر انکی آزادگی کے ثابت کرنیوالے ہیں پس ثابت کرنیوالے کا استغوا گواہ کے ساتھ کیا ہو اور وجہ جامع یہاں ثابت کرنا ہو اور وہ دونوں کے مفہوم میں داخل ہو۔

ولہ

محر موت کے جرم پر دیوار و درختے سب گواہ پر نہ تھا کوئی شفیع انکا کہ جو تھے بگناہ

ولہ

ہیں انھوں نے گواہ محبت وطن دہر دیوار پیرس و لندن

میر

تیری صنای کا یہ سب ہے اثر تیری قدرت پہ تیری صنع گواہ

برق

اس احوال کا رنگ رو بس ہو شاہر جو دل میں ہو میرے مومنہ عیان

دھوپ

امری پر چشم سیاہ و رخ تابان ہے دلیل دھوپ وہ پڑتی ہے جس سے کہ ہرن کا لالہ

یعنی چشم سیاہ اور رخ تابان اس بات کو ثابت کرنے والے ہیں کہ دھوپ ایسی پڑتی ہے کہ جس سے ہرن کا لالہ پس ثابت کرنے والے کا استقارہ دلیل سے کیا ہے اور وجہ جامع یہاں بھی ثابت کرنا ہے جو دونوں کے مفہوم میں داخل ہے۔

قدیر

تقدیر نے کی مدد ثانی اغیار کٹے بصد خرابی

کٹنا جو موضوع ہو ان اجسام کا اتصال زائل ہو نیکی لے جن میں سے بعض بعض کے ساتھ متصل اور پیوستہ ہوں اسکا استقارہ اجتماع اغیار کے متفرق ہو جائے اور انہیں سے بعض کے بعض سے جدا ہو جائیگی یہ

کیا ہے اور وجہ جامع دونوں میں اجتماع اور اتصال کا دلائل ہو جائے اور یہ کٹنے اور متفرق ہوجانے کے مفہوم میں داخل ہو البتہ کٹنے کے مفہوم میں زوال اجتماع شدید ہو اور متفرق ہونے کے مفہوم میں کم ہے کیونکہ کٹنے کے متفرق ہونے سے قوی ہونے ہی کی صورت میں یہ بات صحیح ہوتی ہو کہ متفرق ہونے کی نسبت کٹنے کے ساتھ دیجائے اور کٹنے کا استعارہ متفرق ہونے کیلئے کیا جائے اگر کہا جائے کہ فن حکمت میں یہ بات ثابت ہو چکی ہو کہ جزو ماہیت شدت و ضعف کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا پس یہاں جزو ماہیت یعنی زوال اجتماع کیسے جامع بن سکتا ہو اور حال یہ ہو کہ جامع کیلئے مستعار منہ میں اقوے ہونا واجب ہو تاکہ استعارہ مبالغہ کا فائدہ دے جواب اسکا یہ ہو کہ اختلاف کا متعین ہونا ماہیت حقیقی میں معتبر ہے جیسے انسان و حیوان اور جو ماہیت لفظ سے مفہوم ہوتی ہو اسکا حقیقی ہونا واجب نہیں بلکہ کبھی امر اعتباری ہوتی ہو یعنی ایسے امور سے مرکب ہوتی ہے جن میں سے بعض شدت کے قابل ہونے میں اور بعض ضعف کے قابل اس صورت میں جامع کا طرفین کے مفہوم میں داخل ہونا اور باوجود اس کے مستعار منہ کے مفہوم میں شدت اقوے ہونا جائز ہے۔

میسر	
طفل مطرب جو میرے ہاتھ آتا	چلکون میں رقیب اڑ جاتا
اڑنے کا استعارہ نکل جانے کے لیے کیا ہے وجہ جامع اس میں قطع مسافت ہے جو اڑنے اور نکل جانے دونوں کے مفہوم میں داخل ہو کیونکہ نکل جانا اور اڑنا حرکت ہے جس سے مسافت قطع ہوتی ہو لیکن استعارہ کہ مستعار منہ میں شدید ہو اور مستعار لہ میں بہ نسبت اس کے ضعیف	
وجاہت بھجھا نوی	
قوم کے واسطے ملک و زمین اڑے پھرتے ہیں	! وجود یکہ نہیں رکھتے ہیں یرافا خان
جلد اور شباب جانیکا استعارہ اڑے پھرنے کے ساتھ کیا ہے وجہ جامع ان میں قطع مسافت ہے جو اڑنے اور جلد جانے کے مفہوم میں داخل ہو کیونکہ جلد جانا اور اڑے پھرنا ایسی حرکت کہ کہتے ہیں جس سے مسافت جلد قطع ہو۔	
اگر کوئی یہ کہے کہ اڑنا مسافت کا پر وے ساتھ قطع کرنا ہے جلد ہونا دیر میں اور سرعت اس کے مفہوم میں داخل نہیں بلکہ اغلباً لازم ہے جواب اسکا یوں دیا جائے گا کہ اڑنا مسافت کو جلدی قطع کرنا ہے پر دیر کو اختیار ہی طور پر ہوا میں ملائیے ساتھ اور یوں بھی جواب دیسکتے ہیں کہ جامع میں تلفت الیہ فقط مسافت کا قطع کرنا ہو نہ قطع کرنا مسافت کا سرعت کے ساتھ۔	

	حالی	
بہت سوئے اٹھو ہوش میں آؤ		چھوڑو افسردگی کو بخش میں آؤ
غافل کہنے کا استعارہ سونیکے ساتھ لیا ہے اور غفلت بے پروائی وجہ جامع ہو جو دونوں کے مفہوم میں داخل ہو فرق اس قدر ہو کہ مستعار منہ میں شدید ہے اور نسبت اُس کے مستعار لہ میں ضعیف ہے۔		
(۲) وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم کا جز نہوگی جیسے منور چہرے کو آفتاب کہیں اور بہادر آدمی کو شیر کہیں ظاہر ہے کہ نورا نیت سورج اور خوبصورت چہرے کو عارض ہیں اُن کے مفہوم میں داخل نہیں یہی طرح شجاعت شیر اور بہادر آدمی کو عارض ہو دو نون کے مفہوم میں داخل نہیں پس جامع دو نون مثلاً نونین طرین سے خارج ہو۔		
غلام امام شہید		
بجھ گئی مہر درخشاہی فلک پر قندیل		جب چلا چاند نہ ہے کس کو سب طیل
پنیر خدا کا استعارہ چاند کے ساتھ کیا ہے اور وجہ جامع دو نون میں خوبصورتی ہے اور یہ وجہ جامع دونوں کے مفہوم کا جز نہیں بلکہ الگو عارض ہو۔		
ایس		
ہنگام بچ و برگ و برگ آ یا		ہمیشہ کہ وقت ساز و برگ آ یا
بڑھاپے کو بچ و برگ کے ساتھ استعارہ کیا ہے اور وجہ جامع سفیدی ہے اور وہ دونوں کے مفہوم سے خارج		
دوق		
نہیں مہتاب یہ جو روشنی صبح چل		ان خواب غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پری
مہتاب یعنی چاندنی استعارہ سفید بالوں سے ہے اور وجہ جامع سفیدی ہے اور وہ دونوں کے مفہوم سے خارج		
گلزار نسیم		
با جوں پر سے چاندنی تھی سر کی		سمٹی جو تھی محرم اُس سر کی
میان پستان استعارہ ہے اور بچ مستعار منہ اور وجہ جامع دو نونین گول اور بچ ہونا ہے اور وہ دونوں کے مفہوم میں داخل		
ولہ		
جھنجھٹا کے پلنگ سے اٹھا شیر		حاجت کے گمان سے جب ہوئی دیر
اودی اودی لپٹیاں لکھتی ہیں سر بچھا تیلان		زندہ لوگوں کو بھی پسند آیا ہے مرد و نکال باس

چھاتی کے سرو کو ادھی ٹوپی سے تشبیہ دی ہے اور وجہ جامع گولائی اور رنگ ہلور یہ دونوں کے مفہوم سے خارج ہو یا جیسے نامزد کو رو باہ کمین اس میں وجہ جامع بزولی اور خوف ہو اور یہ ایک صفت ہے آدمی اور اس جانور کی ان کے مفہوم میں داخل نہیں۔

انیس	
اس شان سے غازی صنف جگہ میں آیا	غل تھا کہ اسد لشکر و باہ میں آیا

(۳) وجہ جامع ایسی ہو کہ بہت جلد سمجھ میں آ جاتی ہو جیسے محبوب کے رخسارے کو چاند گنایا آفتاب استعارہ کرنا یہ بات ظاہر ہے کہ روشنی جامع ہو اس طرح معشوق کے رخسارے کو گل سے استعارہ کرنے میں رنگینی جامع ہو ایسے استعارے کو عامیہ کہتے ہیں اس لیے کہ بسبب ظہور کے اسکو عامۃ الناس جانتے ہیں اور اسکو مبتذلہ بھی بولتے ہیں کیونکہ ابتذال بہت صرف کرنے کے معنی میں ہو اور ایسا استعارہ بہت قمل ہوتا ہے اور کچھ نادر نہیں ہوتا کہ سو ایک دو جگہ کے اور کمین استعارہ میں نہ آیا ہو۔

مسکین	
اُس صنم نے کیا رویہ کمین جہانگو متیاب	بر ملا ہوتا تو کیا جانے خدا کیا ہوتا
اس بیت میں صنم کا استعارہ معشوق کے واسطے ہو اور یہ نادر نہیں بہت قمل ہو اس لیے وجہ جامع اسکی بسبب ظہور کے سب پر ظاہر ہے۔	

نسیم	
یہ مسئلے اشاریے بنایا	بادام بنفشہ کو دکھایا

آئینہ کا استعارہ بادام سے کیا ہو اور وجہ جامع دونوں میں ظاہر ہو اور بنفشہ نام ہو مان کا

ولہ	
طوق اسکو طلسم کا بنھایا	قری اسے سرو لے بنایا

روح افزا پر ہی کا استعارہ سرو کے ساتھ کیا ہے جسے بہرام وزیر زادے کو جو اسکا عاشق تھا طلسم کے ذریعہ سے قری بنایا تھا اور وجہ جامع روح افزا و سرو میں موزونی قامت ہو جو ظاہر ہو۔

ولہ	
اے شمع نہ سو جی گر بد و نیک	رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک

بکاؤلی کا استعارہ شمع سے کیا ہو اور وجہ جامع عیان ہو۔

چھپے نگاہ سے نور نگاہ زینب کے	غروب ہو گئے دو مہر و ماہ زینب کے
-------------------------------	----------------------------------

نورنگاہ اور مرد ماہ زینکے فرزند نے استعارہ ہو اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

مومن

درنایاب تو کیا خاک سے بھی منہ نہ کھلے جسکے در پر مین کروں لوہے شاداب تار
اس بیت میں اشعار بلیغ کا استعارہ لوہے شاداب کیا ہوا اور وجہ جامع ظاہر ہو۔

دلہ

میسرے کو ہر تمام نامستہ میرے یا قوت سب بد خشنانی
اس شعر میں گوہر یا قوت استعارہ اشعار سے کیا ہوا اور وجہ جامع ہر شخص پر ظاہر ہے۔

ظفر

منہ نالو کو دے ہو گئے پتھر پانی سر مرگان بھی تراغم ہنوا پر ہنوا
پتھر سخت دل بیرحم سے استعارہ کیا ہے اور پانی ہونا استعارہ ہو جس کھلنے اور بخوار می کر نیسے
اور وجہ جامع ظاہر ہے۔

غلام محمد خان

شیر و باہو کو ہم پر کر دیا تو نے فلک اب تو چٹا تر اے گردن گردان ہو گیا
شیر استعارہ بہادر سے ہوا اور و باہ نامرد سے اور وجہ جامع دونوں میں ظاہر ہو۔

قیمم

شکست جہ سے ہو اپنے آگینے کی اکھی ٹوٹے کہیں گردن اس کینے کی
دکھا استعارہ آگینے سے کیا ہوا اور وجہ جامع دونوں میں ہر شخص پر ہوتا ہے۔

الشا

بیکلی سے تپ کچھ دلو سر و کار ہنو تیری زگس بھی آئی کبھی بیمار ہنو
آکھ کا استعارہ زگس سے کیا ہوا اور یہ استعارہ متدل ہو۔

فقیر

تو نے ادبت دلو اپنے کر لیا فلا حیف کچھ اثر کرتی نہیں جھکوری فریاد حیف
ہو بہار چمن چمن پہ نازان نہ بہت لے گل تر یہ رہیگا ترا جو بن کب تک

المجد علی اصغر

خوبر و مت کے آشنا ہیں ہم عاشق مذہب خدا ہیں ہم

	آباد	
بست و نکو شک ہوا ہے خاک کے ٹھوکا		والہ کیا ہے حسن بت پر غور کا
(۳) وجہ جامع بوجہ نادر ہو نیکی ہر ایک پر ظاہر ہو سکے بلکہ بوقت سمجھ میں آتی ہو اور سولہ خواص عامۃ الناس اُسکے سمجھنے سے قاصر ہوں اس قسم کو استعارہ غریبہ کہتے ہیں۔		
	میر	
مغان مجھ مست بن پھر خندہ ساغر نہو گیا نیشے کی آواز کو بھکی سے استعارہ کیا ہو اور وجہ جامع سہمیں نیشے کے اندر سے شراب وغیرہ کا اور رک رک کر آواز پیدا ہونا ہو اور یہ بات یکایک خیال میں نہیں آتی۔		
	ذوق	
وہ محبت نے دیا سلسلہ پاہم کو		جس کی آواز سے ہونٹوں کے گھٹنے گھٹنے گھٹنے
سوان کے دندانے ابھرے ہوئے ہو نیکی رو گھٹنے گھٹنے ہونے سے استعارہ کیا ہو اور وجہ جامع اس میں ہیں سو کا اندک اندک اونچا ہونا ہو رو گھٹنے گھٹنے ہونے کے وقت چنانچہ یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہے اور اس طرح کی حالت سوان کے اندر لعینہ پائی جاتی ہے اور خفا اس کا ظاہر ہو۔		
	سودا	
بجائے لعل مٹکتے ہیں اب سلیمانی		ہوا یہ خوش میں سودا کہ میری آنکھوں سے
جوش سودا سے سیاہ ہو نیکی سبب آشک خزمین کو دانہ سلیمانی سے استعارہ کیا ہو اور سودا ایک غلط اُسکارنگ سیاہ ہو اور چونکہ دانہ سلیمانی قدرے سفیدی بھی رکھتا ہو اس میں آشک کی طوبت کا ہونا بھی معتبر ہو یہ بات بجز خواص کے اور کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔		
	امیر	
وصف اُسکا کہ چکے فوارے بالکنے کو ہیں		دم بدم رنگ کے ہو مٹھ سے نکل پڑتی زبان
فوارے کے سوراخ سے پانی کی دھار کے نکلنے کو زبان کے نکل پڑنے سے استعارہ کیا ہو وجہ جامع سہمیں دھار کا کبھی نیچا ہونا کبھی اونچا ہونا کبھی لک جانا کبھی مٹکنے لگنا ہو اسی طرح زبان کبھی مٹھ سے باہر نکل آتی ہو اور کبھی اندر چلی جاتی ہو کبھی زیادہ نکل آتی ہو کبھی کم نکل آتی ہو۔		
کبھی استعارہ عامیہ مبتذل میں لقرن کر نیسے غرابت حاصل ہو جاتی ہے جیسے۔ ۷		
نجانے قصہ ہو کس خون گرفتہ کا کہ رہتی ہو	علم شمشیر ہر آلودہ سر پر حیرت من نشان کے	

ابرو کا استعارہ تیغ سے کیا ہوا اور یہ استعارہ مبتدل ہو لیکن زہر اکودہ کہنے سے ایک طرح کی غرابت اس میں آگئی کیونکہ زہر کو سبزی سے نسبت ہے اور سبزی و سیاہی میں چنداں تفاوت نہیں پس ابرو کو بسبب سیاہی زہر کے تیغ زہر اکودہ سے استعارہ کرنا امر غریب ہے۔

انگلزار نسیم

اُس حضمر کو رہستہ بتایا

خولون نے بزور پھول اڑایا

تاج الملوک کے بھائیوں کو غولون سے استعارہ کیا ہوا اور چھین لینے کو اڑانے سے اور تاج الملوک کو خضر سے استعارہ کیا ہوا اور تاج الملوک سے پھول چھین کر بھگا دینے کا استعارہ رہستہ بتانے سے کیا ہوا حاصل معنی یہ ہیں کہ تاج الملوک کے بھائیوں نے زبردستی پھول اُس سے چھین کر دیا تو اسے بھگا دیا اگرچہ یہ استعارہ اپنے مفردات کی وجہ سے مبتدل ہو لیکن ترکیب کی وجہ سے اس میں غرابت پیدا ہو گئی ہے۔

ولہ

یک جا بُت و برجن کو دکھیا
شمس و قمر ایک بُج میں ہوا

آنکھوں سے اُس آنجن کو دکھیا
لعل و گہرا ایک بُج میں ہے

تاج الملوک کا استعارہ برجن سے کیا ہوا اور کھاؤ لی کا: سطرچ لعل و گہرا و شمس و قمر سے ان دو لونگھا استعارہ کیا ہے اور مٹھ کا استعارہ دُرچ اور بُج کے ساتھ کیا ہوا اور یہ استعارے اگرچہ اپنے مفردات کے اعتبار سے مبتدل ہیں لیکن بسبب ترکیب کے غرابت حاصل کر لی ہے۔

ولہ

خورشید کو ذرے نے کیا پست

بولی وہ کہ نخت تھا زبردست

کھاؤ لی کا استعارہ خورشید سے کیا ہوا اور تاج الملوک کا ذرے سے اور یہ استعارہ اگرچہ اپنے مفردات کے اعتبار سے ماذر نہیں مگر بسبب ترکیب کے غرابت آگئی ہے۔

عاشق

خدا کی شان دعویٰ ہو بتوں کو بھی خدائی کا

تماشا دیکھتا ہوں میں تری قدرت ثنائی کا

بتوں کا استعارہ معشوق کیلئے مبتدل ہے مگر یہ کہہ دینے سے کہ خدا کی شان بتوں کو بھی خدائی دعویٰ ہو کسی قدر ندرت آگئی ہے۔

کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز

ایمان کے ذکر نے جسے استعارہ میں معشوق کیلئے غرابت پیدا کر دی۔

تیسرا حین استعارے کے بیان میں باعتبار مستعار منہ اور مستعار لہ اور وجہ جامع تینوں کے

اور یہ تین قسم پر ہوا کیلئے کہ مستعار منہ اور مستعار لہ یا حسی ہوتے ہیں یا ایک انہیں سے حسی ہوتا ہو اور ایک عقلی مثلاً مستعار منہ حسی ہوتا ہے اور مستعار لہ عقلی یا مستعار منہ عقلی ہوتا ہے مستعار لہ حسی پس یہ چار صورتیں ہوں جن میں وجہ جامع ہمیشہ عقلی ہوتی ہے کیونکہ وجہ شبہ جس کا نام جامع ہو وہ طرفین کے ساتھ قائم ہوتی ہے پس جبکہ دونوں عقلی ہونگے تو کئے ساتھ وجہ جامع قائم ہوگی اور اگر انہیں سے ایک عقلی ہوگا اور ایک حسی تب بھی وجہ جامع کا عقلی ہونا ضرور ہو کیلئے کہ عقلی کا قیام حسی کے ساتھ مستحیل ہو اور جبکہ مستعار منہ و مستعار لہ دونوں حسی ہوتے ہیں تو وجہ جامع بھی عقلی ہوتی ہے کبھی حسی اور کبھی مختلف یعنی بعض حسی اور بعض عقلی اس طرح چھ قسمیں ہو گئیں تفصیل اس کی اسطرح ہو۔

(۱) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینوں حسی ہوں اور چونکہ حواس پانچ ہیں تو انکی بھی پانچ حالتیں ہوں گی۔
(الف) حسی متعلق بیاصرہ جیسے۔

ویر	اگلے دہن سے لعل شہ خاص و عام لے	کی نسبت سوئے خمیر رخ اعدا کے سامنے
غالب	بات تو کرتے کہ میں تشنہ تقریر بھی تھا	بجلی اک کو نہ گئی آنکھوں کے آگے تو کیا

منہ سے خون ڈالنے کا استعارہ لعل اگلنے سے کیا ہو خون مستعار لہ لعل مستعار منہ اور یہ دونوں حسی ہیں اور وجہ جامع یہاں سُرخ رنگ ہو جو حواس باصرہ سے متعلق ہو۔

ذوق	گئی جہاں سے یہ پیاری فوان درخیز	نہ مہج گم کو ہو جوش نہ شیشہ لے بجلی
-----	---------------------------------	-------------------------------------

غالب

معشوق کے صرف آنکھوں کی صورت دکھا دینے کو بجلی کے آنکھوں کے سامنے کو نہ جانے سے استعارہ کیا ہے اور وجہ جامع اس میں بہت ہی کم بھڑکاہٹ ہے۔
(ب) حسی متعلق بسامعہ۔

ذوق	گئی جہاں سے یہ پیاری فوان درخیز	نہ مہج گم کو ہو جوش نہ شیشہ لے بجلی
-----	---------------------------------	-------------------------------------

	ولہ	
اگر ترے فریادیوں کے نام نہ پیچیدہ کو	لب پہ رکھ کر بھونکے پید ہو ناہ صورت کا	
	ظفر	
صراحی تہقہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہو	ہمارا یا جس دم جانب میں نہ آتا ہے	
پہلے شعر میں شراب کی آواز کو ہچکی سے اور دوسرے شعر میں دہن کی آواز کو صورت کے نالے سے اور		
تیسرے شعر میں صراحی کی آواز کو تہقہ سے استعارہ کیا ہو اور یہ سامعہ کے متعلق ہے۔		
(رج) حسی متعلق بہ شامہ جیسے۔		
	امانت	
صحن گلشن میں پریشان جو وہ سنبھل جاتا ہے	نافہ مشک ختن غنچہ ہر گل ہو جائے	
سنبھل سے بالوں کا استعارہ کیا ہو اور وجہ جامع درازی اور باریکی اور پیچیدگی نہیں بلکہ خوشبو ہے		
کیونکہ بالوں کی خوشبو کی تحصیل سے ہر غنچے کے نافہ مشک ہو جائیگا دعویٰ کیا ہو۔		
(د) حسی متعلق بذائقہ جیسے معشوق کے آب دہن کو شراب سے استعارہ کریں۔		
	محبوب و شاہ رند	
اکدھر ہے ثنابی سے آساقیا	مجھے نوشدار و ملا ساقیا	
شراب کو نوشدار سے استعارہ کیا ہے اور یہاں وجہ جامع مزہ ہو اور اگر شراب کا کمال مرغوب		
و مقبول ہونا مثل نوشدار کے وجہ جامع ہو تو اس صورت میں وجہ جامع عقلی ہوتی ہو۔		
(د) حسی متعلق بلا مسند جیسے نخل یا سطح آب سے شکم کا استعارہ کریں اور یہ چھوٹی چیز دن سے ہے		
کیونکہ وجہ جامع اس میں ملائت ہو۔		
	انیس	
اک پھول سے کہتے ہیں غلش خار ہزاروں	اک سر سے فقط اور خیر ہزاروں	
یہاں پھول سے جسم شریف حضرت امام حسین کا استعارہ کیا ہو اور نرمی و نزاکت وجہ جامع ہے کیونکہ		
خار کا ذکر موجود یہاں سُرخ رنگ کی وجہ سے استعارہ نہیں ہو ورنہ جس لہرہ سے متعلق ہے۔		
(۲) طرفین حسی ہوں اور وجہ جامع عقلی جیسے شیرت مرد و شجاع کا استعارہ کہ جامع امین جرات ہو		
اور وہ امر عقلی ہو میر صاحب اپنے کتے کی تعریف میں فرماتے ہیں۔		
چرا کیا ہے جو سامنے آئے	گھونس سے بھی یہ شیر بھڑ جائے	

گستاخ مستعار لہ ہو اور شیر مستعار منہ ہو اور وجہ جامع از زمین جڑات ہو۔	
آتش	
نسبت اس فتنہ کو اسے کوئی اندھا ہے	یار کی آنکھ سیہ دیدہ بادام سفید
شخص جاہل کا استعارہ اندھے سے کیا ہو اور جامع زمین نامی ہے۔	
ظفر یاب خان راسخ	
اس آب حیات سے مجھ ہوں	پھلی کی طرح تڑپ رہا ہوں
معشوق کا استعارہ آب حیات سے کیا ہو اور وجہ جامع نایاب مرغوب و مطلوب ہونا ہے۔	
انیس	
اشان سے غازی صف جنگاہ میں آیا	غل تھا کہ اسد لشکر و باہ میں آیا
سپاہ شام کا استعارہ رو باہ سے کیا ہے اور وجہ جامع نامردی ہے۔	
منوی فسانہ عشق	
کہ مہر ہے تو لے ساقی نیک نام	پلا دے مجھے زہر گلگون کا جام
کہ پیٹے ہی جی سے گدرا جاؤں میں	یہی ل میں ٹھانی ہو مر جاؤں میں
شراب کا استعارہ زہر سے کیا ہو اور وجہ جامع قتل ہو۔	
مومن	
ہے مجھے بھی خیال طوف حرم	خضر رہ گر ہو فضل رحمانی
مدمح کے قصر حرم سے استعارہ کیا ہو اور وجہ جامع دونوں عظیم ہے۔	
محسن	
زلف پر ٹھہری نظر نائل ابرو ہو کر	ہم پھرے کبے سے لے قبلہ تو ہندو ہو کر
مطاب کا استعارہ قبلے سے کیا ہو اور وجہ جامع دونوں نعلوشان ہو۔	
(۳) مستعار لہ جی اور مستعار منہ اور وجہ جامع عقلی ہوں جیسے معشوق کو جان اور آفت جان سے	
استعارہ کریں۔	
شیخ محمد زبان سبیل	
قیامت سایہ نگر نیچھے نیچھے ساتھ ہوتی ہے	گذر جس راہ سے ہوتا ہی میرے آفت جان کا
اے غارت جان و جان مومن	مومن
	لے آفت خان و مان مومن

انیس	
دنیل سے انتقال ہوا نور عین کا +	ہنگامہ ظہر تھا لاکھ حسین کا
فرزند کو آنکھ کے نور سے استعارہ کیا ہے۔	
میر	
عاشق تھے لاکھوں مجھے مجھسا نہ پر پیدا ہوا	بجھ کر کوئی اے کام جان دیکھا نہ یوں تبا ہوا
کوئی شخص ایک امر کی تلاش اور تردد کو نہ چھوڑے تو کہیں وہ باز نہیں آتا چھوڑنا حسی ہے اور باز نہ آنا عقلی اور وجہ جامع اس میں عدم سکونت و اطمینان ہے۔	
میر	
پھر جائے ہو غیر اُس سے ملنے	آتے نہیں باز ایسے نیسے
ولہ	
ایا تھا خانقہ میں وہ نور دیدگان کا	نہ کر گیا مصلحت عزت گزیرہ گان کا
جلوہ دکھلے گزرا وہ نور دیدگان کا	تاریک کر گیا گھر حسرت کشیدگان کا
نور دیدہ استعارہ معشوق سے ہوا اور وجہ جامع لطافت ہے۔	
(۳) مستعار منہ حسی ہوا اور مستعار لہ و وجہ جامع عقلی ہون جیسے کوئی شخص ایک امر کی تلاش سے بعد تردد کے مایوس ہو جائے تو کہیں اب اُس نے ہاتھ اٹھا لیا ہاتھ اٹھانا حسی ہوا اور مایوس ہو جانا عقلی اور وجہ جامع اس میں انقطاع و عدم منفعت ہے۔	
میر تقی	
یوں تو سوار آؤ جاؤ گے	پیسے تدریج ہی سے پاؤ گے
اور اس پر بھی جو ستاؤ گے	اپنے پیسوں سے ہاتھ بٹھاؤ گے
بوجہ میں اپنے سر سے دو نکال اور خلیے قطع تعلق و ترک شو کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے استعارہ کرین ہاتھ دھو بیٹھنا حسی ہوا اور قطع تعلق و ترک شو عقلی اور وجہ جامع اس میں سکونت و اطمینان ہے۔	
خواجہ درد	
ہوا جو کچھ کہہ ہونا تھا کہیں کیا جی کو رو بیٹھے	بس اب ایک ساتھ ہم دونوں جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

یعنی دونوں جہان سے قطع تعلق کیا۔

ولہ

میرے غبار کا کچھ پایا نشان نہ ہرگز
صحرائیں جا صبا نے ہر خنجر خاک چھانی
تلاش اور جستجو کا استعارہ خاک چھاننے سے کیا ہوا اور محنت و پریشانی وجہ جامع ہو۔

دبیر

سیدھی ہوئی جوتیغ نو دفتر اُلٹ گیا
میدان سے پاؤں جینے سے دل سب کھٹ گیا
مہینا اور مستعد ہو نیکا استعارہ سیدھے ہونے کے ساتھ کیا ہوا اور وجہ جامع تہیہ اور استعداد ہو۔

امیس

آب تہوا کہ چہرہ خورشید کٹ گیا
فل تھا کہ فوج شام کا دفتر اُلٹ گیا
دفتر اُلٹ جانا استعارہ ہو برباد ہو جائیسے اور وجہ جامع بربادی و تباہی ہے۔

غالب

در ماندگی میں غالب کچھ بن پئے تو جانوں
جب شتہ بگرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا
مشکلات کو رشتے سے اور اُن کے دفع کرنیکی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے استعارہ کیا ہوا اور محنت و تردد اور تشویش وجہ جامع ہے۔

سودا

تری وہ تیغ کہ فتنے کار وہ بھڑے عدم
سنے جو چونکتے اُسکو بخواب گاہ نیام
تیغ کے نیام میں چونکنے سے مراد ٹپکنے کیلئے مستعد ہونا ہے پس مہینا و مستعد ہونیکا استعارہ چونکنے سے کیا ہوا اور وجہ جامع استعداد و تہیہ ہے پس مستعار منہ حسی ہے کیونکہ چونکنے سے مراد حرکت کرنا ہوا اور اُس کے حسی ہونے میں شبہ نہیں نہ احساس کا پیدا ہونا اور آنکھ کا کھولنا اور مستعار لہ مہیا و مستعد ہونا ہے اور وجہ جامع تہیہ و استعداد ہے اور ان دونوں کے عقلی ہونے میں کلام نہیں۔
(۵) مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع تینوں عقلی ہونے اور ایمان جامع کا عقلی ہونا لازم ہے کیونکہ محسوس کا قیام معقول کے ساتھ صحیح نہیں۔

میر

کیا کہے کہ خویان نے لب ہم میں ہو کیا کھا
ان چشم سیاہوں نے بہتو کھو سلا رکھا
یعنی بہت آدمیوں کو فنا کر دیا۔ فنا کر دینے کا استعارہ سلا رکھنے سے کیا ہوا مستعار منہ سلا رکھنا ہے

اور مستعار نہ بنا کر دینا اور وجہ جامع انہیں افعال کا نہ ظاہر ہونا ہو اور یہ تینوں عقلی ہیں اس لیے کہ فدا کرنے اور افعال کے ظاہر نہ ہونا تو عقلی ہونا ظاہر ہے اور سدا رکھنے سے مراد اس حساس کا منتفی کر دینا ہے جو بیداری کی حالت میں حاصل ہوتا ہو نہ اس کے آثار میں نہ لے لینا اور آنکھوں کا بند ہو جانا پس تینوں کے عقلی ہونے میں کلام نہیں

	حالی	
چھوڑ و افسردگی کو ہوش میں آؤ	پس بہت سوئے آنکھوں ہوش میں آؤ	

غافل سمیٹنے کا استعارہ سونیکے ساتھ کیا ہو اور وجہ جامع بے پردائی و غفلت ہو اور تینوں عقلی ہیں اس لیے کہ غافل سمیٹنے اور غفلت و بے پردائی کا عقلی ہونا ظاہر ہو اور سونے سے مراد اس حساس کا باقی نہ ہونا جو بیداری میں حاصل ہوتا ہو اور اس کے عقلی ہونے میں بھی شبہ نہیں۔

(۶) طر فین جسی ہون اور وجہ جامع مرکب ہو بعض امر سی اور بعض عقلی سے چنانچہ شخص طویل الفدا کا استعارہ آفتاب سے کہ جین حسن اور شان کی بزرگی کا مجموعہ وجہ جامع ہو ایسا استعارہ بہت کم واقع ہوتا ہے گویا در حقیقت دو استعارے ہیں۔

	میر حسن	
وزیر و نئے کی عرض کلمے آفتاب	نہو ذرہ تجھ کو کبھی اضطراب	

ولہ
اگر رہنے اُس میں وہ آب حیات

نے نظیر کا استعارہ آب حیات سے کیا اور وجہ جامع اس میں غریزہ الوجود ہونا اور لوگوں کی نظر سے بچنا

	نسیم	
طالع سے کسے تھی ایسی اُمید	تکلا ہے کہ ہر سے آج خورشید	

بکاؤلی نے تلج الملوک کا استعارہ خورشید سے کیا جو حسن اور مطلوب ہونا یہ چیزیں وجہ جامع ہیں۔

	مہاراجہ دتتہ سنگھ مختار صاحب	
مرا م اپنی بغل میں وہ آفتاب	ہاے دور میں دور شراب رہا	

آفتاب استعارہ معشوق سے ہو۔

یاد رکھو کہ جس صورت میں مستعار لہ و مستعار منہ دونوں جسی ہوں تو وجہ جامع جسی اور عقلی دونوں طرح آسکتی ہو اس لیے کہ یہ امر جائز ہے کہ کسی شو جسی کے ساتھ بعض وصف عقلی قائم ہو جیسے جرأت زید اور شیر میں کہ وہ وصف عقلی ہے اور ان دونوں کے ساتھ قائم ہو باوجودیکہ وہ دونوں جسی ہیں اور اگر مستعار لہ اور مستعار

و وزن عقلی ہونگے یا ایک عقلی اور ایک حسی تو وجہ جامع عقلی ہوگی نہ حسی کیونکہ وجہ جامع مستعار لہ اور مستعار
سے حاصل ہوتی ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عقل سے جو چیز حاصل ہوگی وہ عقلی ہوگی پس اگر مستعار لہ اور
مستعار منہ عقلی ہوں اور وجہ جامع حسی یعنی ایسی چیز ہو کہ اسکو جس کے ساتھ اور اک کر سکیں تو لازم آئے
کہ جس سے مثیل عقلی کو بھی اور اک کر سکیں حالانکہ جس غیر حسی میں سے کسی کو اور اک نہیں کر سکتا اور
حال اسکا اوپر کی مثالوں سے بخوبی منکشف ہوتا ہے یعنی جب غن کو لعل کہا تو اس میں وجہ جامع سرفی
رنگ کی ہے جیسی ہو یا جب شیشے کی آواز کو ہچکی اور صراحی کی آواز کو تھقہ سے استعارہ کیا تو اس میں رنگ کے
آواز کا نکلنا وجہ جامع ہو یہ بھی جیسی ہے اسی طرح جب معشوق کو دید و نہ کے نور اور آفت جان اور جان اور کام جانے
آنکھوں کے سامنے کو نہ جانا کہا تو اس میں نہ ٹھنڈا وجہ جامع ہو اور یہ جیسی ہو اور بالوں کے استعارے میں بل کے ساتھ
وجہ جامع خوشبو ہے جیسی ہو اور شراب کے استعارے میں نوشدار کے ساتھ وجہ جامع مزہ مانا جائے تو یہ بھی
حسی ہو اور جسم کے استعارے میں پھول کے ساتھ وجہ جامع نرمی ہے اور یہ بھی جیسی ہو اور جب گتے کو شیر سے
اور جاہل کو اندھے سے اور محبوب کو آنحضرت سے اور فقر کو حرم سے اور سپاہ شام کو روباہ سے اور خطاب کو
کبے سے اور نہ چھوٹے کو باز نہ آنے سے اور معشوق کو دید و نہ کے نور اور آفت جان اور جان اور کام جانے
اور فرزند کو آنکھوں کے نور سے اور باپوس ہو جانے کو ہاتھ اٹھالینے سے اور قطع تعلق و ترک شے کو ہاتھ دھو بیٹھنے سے
اور تلاش و جستجو کو مچھانے سے اور رشکات کو رشتے سے اور لڑنے دفع کو نیکی طاقت کو ناخن گرہ کشا سے
اور برباد ہو جانیکو دفن آٹھ جانے سے اور مہیا اور مستعد ہونیکو سیدھا ہونے اور چوکنے سے اور اڑنے کو
سلا رکھنے سے اور غفلت کو سونے سے استعارہ کیا تو ان سب میں وجہ جامع عقلی ہو۔

چوتھا چمن استعارے کی قسموں کے بیان میں

جس استعارے میں لفظ مستعار اسم جنس ہو اسے اصل میں کہتے ہیں امام فخر الدین رازی کا مذہب یہ ہے
کہ مجاز بالذات صرف اسم جنس جا میں ہوتا ہے فعل و اسم مشتق میں مشتق منہ کی تبعیت کی وجہ سے
واقع ہوتا ہے حرف اور علم میں مجاز کسی طرح بھی نہیں ہوتا اور امام غزالی کی رائے یہ ہو کہ اگر معنی مجازی
انتقال صحیح ہونے کیلئے کوئی علاقہ موجود ہو تو علم میں بھی مجاز داخل ہوتا ہے اور حتی یہ ہے کہ اسم جنس جیسے شیر
اور گیل اور سرد اور مرد میں مجاز بالذات واقع ہوتا ہو اور اسی میں غل ہو مصدر مثل قتل اور ضرب جیسے
ایزائے شریعت کو مجازاً قتل کہیں۔

پھلے دیتا تھا کوئی ہاتھ پھنسانیکے لیے امانت ہندی لانا تھا کوئی رنگ جلیکے لیے

اس شعر میں ہاتھ پھنسانا اور رنگ جمانا مستعار منہ ہیں اور اپنا استحقاق ثابت کرنا مستعار لڑا اور میٹھا

امیر	
بے وجہ نہیں ابر بہاری کا یہ رونا	دکھلاتا ہوا داغ اپنے چہن میں بڑاؤں
بر سے کا استعارہ رونے سے کیا ہوا یہ مصدر ہے اسی مثال میں ہوا انشا کا یہ شعر ۵	
بر سے برسے ہی ہنڈ نہ کیونکر برسے	کس طرح نہ بادلوں کو رونا آوے

امیر	
ادھر میں نیکی کی صحبت بدو کو ہے گریز	عدل ہو جس ملک میں فتنہ وہاں ہتھین
اجتناب کا استعارہ گریز سے کیا ہوا جو گریختن کا حاصل مصدر ہے۔	

ظفر	
مے سے ہے اجتناب ز اہد کو	ہم تو پر ہیز کچھ نہیں کرنے
اجتناب کا استعارہ پرہیز سے کیا ہوا۔ اور اسم جنس کے قبیل سے ہو علم بھی جسکو بسبب کسی وصف کے تاویل کر کے اسم جنس میں داخل کر لیں مثلاً حاتم اور رستم کہ اول کو سخی کے معنی ہیں اور دوسرے کو بہادر کے معنی استعمال کرتے ہیں چنانچہ متکبر آدمی کو اکین کہ وہ فرعون ہیں یا بہادر کو اکین کہ وہ رستم ہو۔	

حالی	
وہ جو کچھ کہتے ہیں کہ سے کون اُن کو	بنایا ندیموں نے فرعون اُن کو
امیر	
زال دُنیا کو جس نے چھوڑ دیا	وہی نزدیک اپنے رستم ہے

قلندر	
حاتم ہے یہ گر چہ ہے قلندر	پر خانہ حشر لب کر گیا دل +

اور بغیر اس تاویل کے جائز نہیں کیونکہ علمیت جنیس کے منافی ہو اور اعتبار افراد کا ہوا اسلئے اعلام میں مجاز جاری نہیں ہو سکتا اور اسم جنس میں اصالت مجاز کے داخل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مجاز کی بنا تشبیہ پر ہو یعنی مستعار لہ کو مستعار منہ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہو اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہ شبہ کا وصف ہونے سے اس واسطے کہ وہ مشبہ بہ کے ساتھ وجہ شبہ میں شریک ہے اور موصوف ہونے میں حقائق اور ذاتیں اصل ہوتی ہیں مثلاً جسم سفید اور آب صاف اور چونکہ شیر اور گل اور سرو وغیرہ ذاتیں ہیں اور تشبیہ کے وصف موصوف ہوتی ہیں اسلئے ان میں مجاز اصالت داخل ہوتا ہو مثال اسم جنس میں استعارے کی۔

انیس	
کیون فاطمہ ہر اکور دلاتا ہو کفن میں	دو بچوں تو رہنے سے محمد کے چہن میں
صاحبزادگان حضرت سلم کو بچوں کہا ہو بچوں اسم جنس ہو۔	
مذاق	
میں اس گل کو پیغام کہتا ہزاروں	ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے
معشوق کو گل کہا ہوا اور گل اسم جنس ہے۔	
نسیم	
بابل اُسی شک گل کی ہوں میں	تم کیا ہو ہزار میں کہوں میں +
عاشق کا استعارہ بلبل سے کیا ہوا اور بلبل اسم جنس ہو۔	
دبیر	
اُس شیر کی آمد ہو کہ زن کا نپ ہے	رن ایک طرف چرخ کن کا نپ ہے
<p>حضرت ماحسین کا استعارہ شیر سے کیا ہوا اور شیر اسم جنس ہو۔</p> <p>فعل اور شبہ فعل (یعنی اسم فاعل اسم مفعول صفت مشبہ اسم تفضیل اور حرف میں مجازاً لا تسبیح داخل ہوتا ہو کیونکہ فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نسی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ یا حرف کے معنی کو یہ صحت نہیں کہ تشبیہ کے وقت موصوف ہو سکیں یعنی نہ فعل اور شبہ فعل کے معنی مشبہ ہوتے ہیں اور نہ حرف کے معنی بلکہ فعل و شبہ فعل کا مصدر اور حرف کے معنی کا متعلق مشبہ ہوتا ہے اور حرف کے معنی کا متعلق وہ مشبہ ہے کہ حرف کے معنی بیان کرتے وقت اُس معنی کو اُس چیز سے تعبیر کریں مثلاً کہتے ہیں حرف سے ابتداء کے لیے ہے اور میں حرفیت کے واسطے اور تک انتہاء کے واسطے اور تواتر سے غرض کے واسطے پس ابتداء اور ظرفیت اور انتہاء اور غرض ان حرفوں کے معنی کے متعلق ہیں یعنی ان کے معنی انہی تعلق رکھتے ہیں پس فعل اور شبہ فعل اور حرف کو مستعار بطور تمثیل کے ہے نہ بطریق اصالہ کے یعنی فعل اور شبہ فعل اور حرف مستعار ہونے میں مصدر اور متعلق کے تابع ہیں اور خود مستعار نہیں ہو سکتے تفضیل فعل اور شبہ فعل اور حرف کے استعارہ نہ ہو سکتی ہے کہ کبھی فعل ماضی یا مضارع یا امر یا نسی یا اسم فاعل یا اسم مفعول وغیرہ کے ساتھ کسی معنی کو تعبیر کرتے ہیں اور مقصود اس سے وہ معنی نہیں ہوتے جن معنی کے واسطے وہ بناے گئے ہیں بلکہ ان کا غیر مقصود ہوتا ہو اور ان لفظوں سے غیر معنی موضوع کہ مستعار ہونا باعتبار اس کے مصدر کے ہوتا ہو فعل اور حرف کے مستعار ہونے کو مستعارہ جمعہ کہتے ہیں (لفظ مستعار کے فعل ہو چکی مثال)</p>	

امانت	
اینگ میں نین زراکت میں جو کیا پایا	اک گل تارہ سے نل میں نہ غرض اٹکایا
دل اٹکایا فعل ماضی ہو مگر دل اٹکانے اور عاشق ہونے میں استعارہ ہے جو مصدر میں۔	
حسرت	
مارا مجھے کچنی کے اس نخرے نے	کستی ہو وہ کام میں جی چھوڑ دجی
ہر چند مارا فعل ماضی ہو لیکن استعارہ بیان مار ڈالنے اور تکلیف شدید ہو جانے میں تڑ۔	
گلزار نسیم	
ہمت نے مری تجھے اڑایا	خفت نے تری مجھے چھوڑا
اڑایا سے مراد یہ ہے کہ عقل کھودی پس بیان اڑنے اور عقل کھودنے میں استعارہ ہے۔	
امیر	
بسی گور غریبان جس کسی کا گھر ہوا ویران	مسافر پٹے کے سوے جاگ اٹھی تقدیر منزل کی
یہاں استعارہ سوئے اور مرجانے میں ہے۔	
میر	
تڑا امتون کو دیکھ لے لب خشک ہو گئے	احوال میکہ پہ بہت ابرو دکائے
ابر کے برسنے کو رونے سے استعارہ کیا ہے اور لفظ مستعار فعل ماضی مثبت ہے۔	
سودا	
اکل مت تجھ پیاغ میں اے عندلیب ار	غنیے کا دل ہن پر کسی کے بھر چلا
یہاں بھی مستعار بھر چلا فعل ماضی ہے اور استعارہ در حقیقت مصدر و مین ہے۔	
حالی	
علوم لے علم کے دریا بہا کر چل دیے	واعظان قوم سوئے کو جگا کر چل دیے
یہ لے گئے یہاں استعارہ چلنے اور مرجانے میں ہے۔	
ذوق	
اُرتی ہو زبر برقعہ فاؤنسل کی جھانک	پروانے سے ہر شمع مقرر لگی ہوئی
بیان لگی ہوئی ماضی کا صیغہ مذکور ہو لیکن استعارہ مصدر میں ہے۔	
وہ رشک گل چمن میں اگلے صبا ہنسے	ظفر پیر منہ ہو کیا جو غنیہ کوئی لٹکھلا ہنسے

غنجے کے کھلنے کو ہنسنے سے استعارہ کیا ہے اور ہنسے صیغہ مضارع کا ہے۔	
انشا	
اگرچہ تجھے توجہ کی کوہ و سکتے ہیں	ایک پر نالے سائے اٹکتے ہیں
پر نالوں کے ہنسنے کو اٹکنے سے استعارہ کیا ہے اور لفظ مستعار فعل حال ہے۔	
ولہ	
اس موسم پر بات میں کیوں گھر نہیں	آٹکھین بھی برستی ہیں مہاوٹ کی برابر
رد نیلو برسنے سے استعارہ کیا ہے اور لفظ مستعار فعل حال ہے۔	
میر	
گھر کی صورت جو اور ہوتی ہے	چھت بھی بے اختیار روتی ہے
درد	
روتا نہیں ہے شاہر میں بے سبب	گردن پر اُسکی خون کسی کا سوراخ
پہلے شعر میں ٹپکنے کا استعارہ روٹنے کے ساتھ کیا ہے اور دوسرے میں شراب کے اندھے کا استعارہ روٹنے سے کیا ہے اور دونوں شعر و نغمین مستعار حال کے صیغہ ہیں۔	
ظفر	
صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکرایا ہے	ہمارا یا جسم جانب میخانہ آتا ہے
صراحی سے شراب کے آواز کے ساتھ ٹپکنے کا استعارہ قہقہہ بھرنے سے کیا ہے اور شراب کے مینا سے آہستہ ٹپکنے کا استعارہ مسکرائیسے کیا ہے اور دونوں لفظ حال کے صیغہ ہیں۔	
سودا	
سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی ات	اب آئی سحر ہو نیکو ظالم کین مر بھی
ولہ	
ہوتی نہیں ہے صبح نہ آتی ہے مجھ کو نیند	جس کو بچا رہا ہوں وہ کستا ہے مگر کین
ان اشعار میں امر کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے مرنے اور سونے میں استعارہ ہے۔	
بھالان بددہ فرو شوٹے کہاں کے بھائی	بچ ہی ڈالین جو یوسف سا برادر بائیں
بھالنے اور جتنا بکری نے میں استعارہ ہے اور امر کا صیغہ مذکور ہے (شبہ فعل میں استعارے کی مثال)	
میر سے دینا تھا کوئی آنکھ لگانے والا امانت	میری بھجوا تھا کوئی کہ کرو منہ کالا

مومن	
خندہ زن کس کا ہوا زخم درون	شدت گریہ پہنان کیون ہے
چمن زار عالم کی خوبی پر مت جا	میر گل اس بے ثباتی پر خندہ زنان ہے
ان شعرو میں آنکھ لگانے اور عشق کرنے میں اور خندہ زنی اور سکافہ ہو جانے میں اور خندہ زنان ہے اور کھٹنے میں استفادہ ہوا اور اسم فاعل کے صیغے مذکور ہیں۔	
شہر میں جو نظر پڑا اس کا	میر کشتہ ناز یا تغافل تھا
زنگ ر دو لب خشک و قرہ گرد آلود	آتش کشتہ عشق میں ہم ہے یہ کفارہ اپنا
صدمہ رسیدہ ہو نیکا استفادہ کشتہ سے کیا ہوا اور اسم مفعول کا صیغہ مذکور ہو۔	
ایسا مونی ہے زندہ جاوید	میر رفتہ بار شاہج آئی ہے
دل فتنہ جمال ہو اُس ذوالجلال کا	میر مستجمع جمیع صفات و کمال کا
اعلیٰ محبت میں میر ہلکوا ہمیشہ جلیا ہمیشہ	دلہ صوبت ایسی داغ رفتہ کمان تلک تم فاکرے
بے ہوش ہونے کا استفادہ رفتہ سے کیا ہے جو صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہ اسم مفعول کا کیونکہ اسم مفعول فعل لازم سے نہیں آتا۔	
تو وہ نہیں کسو کا نہ دل سے پار ہو	میر یا تجھ کو دل شکستوں کے خلاص مایار ہو
شکستہ صدمہ رسیدہ اور دل کے ہونے کے معنی میں ہو۔	
پس مصلے سے تھکے وہ شہرین	شہید جا کے اُس خستہ کے سر بالین
خستہ سے مراد عاشق ہو خستہ زخمی کو گتے ہیں اور ستون خانہ کو کوئی دھم نہ پہونچا تھا بلکہ وہ	

عشق رسول میں دوتا تھا اور سنیہ شوق خیریت جو لازم ہے اس صفت مشبہ کا نہ ہم فعل حرف میں استعارے کی مثال

غالب

ظلم سے باز کرنے پر باز آئیں کیا کہتے ہیں ہم جھکو منہ دکھلائیں کیا

چھوڑ دینے کا استعارہ باز کرنے سے کیا ہے اصل میں چھوڑ دینا مستعار لہ اور باز آنا مستعار منہ ہے اور حرف چھوڑ دینے سے متعلق ہے مستعار لہ کو ترک کر کے حرف کے ساتھ استعارہ کیا ہے۔

درود

ہوا جو کچھ کہ ہونا تھا کہین کیا جی کو رو بیٹھے بس بابا کہ ساتھ ہم دونوں جہان سے ہاتھ دھو بیٹھے

ہیجان استعارہ حرف میں ہے اور اصل میں قطع تعلق کر دینا مستعار لہ ہے جو متعلق ہے حرف سے کا اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ ہے مراد اس جگہ یہ ہے کہ ہنسنے دونوں جہان سے قطع تعلق کیا اگرچہ بظاہر حرف سے مستعار معلوم ہوتا ہے اور ہاتھ دھو بیٹھنا مستعار منہ لیکن واقع میں سے مستعار لہ نہیں بلکہ اس کا متعلق یعنی قطع تعلق کرنا مستعار لہ ہے پس واقع میں استعارہ ان دو معنی میں واقع ہوا ہے اور حرف سے متعلق کی ابتداء سے مستعار لہ کہا گیا ہے۔

سودا

اُس کے کوچے میں تو کیوں جانا ہی ہو تو اگر خلق کی سرپے لینے کو ملامت کے لیے

اس شعر میں لیے کا حرف غرض کے واسطے موضوع ہے جو بطریق استعارے کے واقع ہوا ہے اور استعارہ لیے میں زمین بلکہ معنی غرض میں ہے کہ لیے کا متعلق ہے اس لیے کہ غرض کو چاہے یا زمین جانیے رحمت نہ رفت ہوئی ہے نہ لعنت ملامت مگر وجہ اس بات ہے کہ انجام کار وہاں کے پھر نیسے لوگ مطعون کرنے لگتے ہیں اس لیے رحمت نہ رفت کو ملامت کے ساتھ استعارہ کیا ہے یعنی کوچے یا زمین سودا کا واسطے حصول رحمت نہ رفت کے جانا گیا کہ واسطے لعنت و ملامت کے جانا ہے اور مستعار لہ ہیجان رحمت نہ رفت ہے اور مستعار منہ ملامت ہے اور لفظ مستعار لیے ہے پس استعارہ منفی غرض میں ہے کہ لیے کا متعلق ہے اور اطلاق اس کا لیے پر توجہ کے طور پر ہے نہ ہمالیہ کے طور پر یہ استعارہ بطریق استہزاء کے واقع ہوا ہے

ظفر

کھانا اگر زخم تو بانی ہے آب تیغ مہمان کر بلا کی ضیافت کے واسطے

اس شعر میں واسطے کا حرف غرض کیلئے موضوع ہے پس مستعار لہ ظاہر میں واسطے کا حرف ہے اور واقع میں غرض کے معنی ہیں جو واسطے کا متعلق ہے اس لیے کہ غرض زخم اور آب تیغ سے ضیافت نہ تھی بلکہ

بھوکا یا سا قتل کرنا تھی اور مستعار منہ ضیافت ہے یہ استعارہ بطریق طنز کے واقع ہوا ہے۔
 قائمہ انشا والدہ خان نے دریائے لطافت میں لکھا ہے کہ واسطے اور کیے اردو میں مضامین سمجھے جاتے ہیں اور عربی میں لفظ کے جر کرنے والے حروف ہیں۔

اور مولوی صہبائی نے حقائق البلاغت کے ترجمے میں حروف کی مثال میں لکھا تھا ہے بھی بیان الکی ابتلاع کی ہے مگر تلخیص المفضل کے مصنف نے متعلق کو متروک ہے مشبہ بہ اور اس لفظ کو کہ مذکور ہے مشبہ قرار دیا ہے لیکن چونکہ اس کے مذہب کے موافق استعارہ بالتصریح میں خواہ اصل یہ ہو خواہ تبعیہ مشبہ متروک ہوتا ہے اور مشبہ بہ مذکور غایت یہ ہے کہ استعارہ تبعیہ میں تبعیہ لفظ کے مفہوم میں تشبیہ نہیں ہوتی اور اصل یہ میں ہوتی ہے چنانچہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے پس متعلق متروک کو مشبہ بہ قرار دینے میں استعارہ بالتصریح متصور نہیں ہوتا اس لیے کہ مشبہ کا متروک ہونا چاہیے اور مشبہ بہ کا مذکور البتہ استعارہ بالکنایہ ہو سکتا ہے کیونکہ استعارہ بالکنایہ میں مشبہ مذکور ہوتا ہے اور مشبہ بہ متروک اور وہ چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھے اس کو مشبہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ہی طرح یہاں ہے کہ مشبہ بہ یعنی متعلق متروک ہے اور مشبہ یعنی بار آنا اور دھو بیٹھنا اور ملا مت اور ضیافت مذکور ہے اور جو چیز کہ مشبہ بہ کے واسطے مخصوص ہے یعنی حرف استعارہ کے اور واسطے کہ اس مشبہ بہ پر دلالت کرنے میں مشبہ کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں اس صورت میں یہ استعارہ تبعیہ ہوا بلکہ بالکنایہ ہوا اور یہی مذہب رسکا کی کا ہے علامہ نقاشانی نے مطول میں اس کو تبعیہ میں داخل کرنے کے واسطے ایک تقریر کی ہے اس کا بیان مثال کے موافق یہ ہے کہ مثلاً دونوں جہانے ہاتھ دھو بیٹھنا مشبہ ہے اور دونوں جہانے قطع تعلق کرنا مشبہ بہ ہے یعنی دونوں جہانے اس طرح ہاتھ دھو بیٹھے جس طرح قطع تعلق کرتے ہیں پھر مشبہ یعنی دھو بیٹھے کے ساتھ وہ حرف ذکر کیا جو مشبہ بہ یعنی دونوں جہانوں کو چھوڑ دینے پر دلالت کرتا ہے یعنی حرف سے جو دور کرنے اور اعراض کرنے کے معنی میں ہے نہ ابتداء کے معنی میں صیبا کہ فارسی میں اور عربی میں محض اعراض کیلئے لیتے ہیں اس صورت میں اول استعارہ اعراض اور دور کرنے میں جاری ہوا ہے یعنی دونوں جہان کے تعلقات سے اعراض کرنا اور ان کو ترک کر دینا مشبہ بہ ہے بعد اس کے اس استعارے کی ابتداء سے حرف میں استعارہ ہوا یعنی حرف سے کو ایسی شے کے واسطے استعارہ کیا جو قطع تعلق کرنے اور اعراض کرنے سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی ہاتھ دھو بیٹھنا حاصل کلام یہ ہے کہ حرف کے موضوع نہ سمجھا گیا بلکہ وہ چیز سمجھی گئی جو اس سے مشابہت رکھتی ہے جسے شے کے لفظ سے استعارے میں جانور و زندہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ وہ چیز سمجھی جاتی ہے جو اس سے مشابہت رکھتی ہے یعنی مرد بہادر خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر تشبیہ اس چیز میں فرض کریں کہ جس سے حرف سے متعلق ہے اور وہ قطع تعلق کرنا ہے تو استعارہ بالکنایہ ہوا

کیونکہ مشبہ بدہی ہو اور حرف سے کا ہاتھ دھو بیٹھنے کے ساتھ کہ مشبہ ہے مذکور ہونا استعارہ بالکنایہ کا قرینہ ہو جائیگا اور اگر اس حرف کے معنی میں کہ وہ دور کرنا اور اعراض کرنا ہیں اور یہاں متروک ہیں تشبیہ فرض کریں تو استعارہ تبعیہ ہوگا۔

استعارہ تبعیہ میں جہاں مستعار فعل یا شبہ فعل ہو قرینے کا مدار فاعل یا مفعول پر ہو مثال اول۔

انیس

تھم گیا طبل و غاک بھیڑیہ آواز کا جوش ہو گیا جوڑے کا ہاتھ کو جلاجل خاموش

حقیقی طور پر خاموش ہو جانا جلاجل کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا پس اس استعارے نے اس بات پر دلالت کی کہ خاموش ہو جانے سے یہاں وہ چیز مراد ہے جسکی اسناد جلاجل کی طرف صحیح ہو سکتی ہے اور معلوم ہو کہ وہ بند ہو جانا ہے جو خاموش ہو جانے کے ساتھ سکون میں مشابہت رکھتا ہے۔

جرات

میان جرات کسی بخت تھے عاشق خانو نہیں لے دیتی ہے خاموشی عبت صلابت میں

یعنی خاموشی دلالت کرتی ہے اسناد کہنے کی خاموشی کی طرف استعارہ کا قرینہ ہے اسلئے کہ حقیقی طور پر خاموشی کی طرف مستند نہیں ہو سکتا اگر کہا جائے کہ ان مثالوں میں حاصل قرینہ یہ ہو کہ مستند کا قیام مستند الیہ کے ساتھ محال ہو اور یہ مجاز عقلی کے قرائن سے ہے جس کا مذکور علم معانی میں ہوتا ہے تو ہم جواب یہ دینگے کہ اس سے کوئی نقصان نہیں کیونکہ مقبوض قرینے سے وہ چیز ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ معنی حقیقی مراد نہیں اور یہاں ایسا ہی ہے تو وہ مجاز عقلی کی بھی صلاحیت رکھتا ہے پس چونکہ ہاتھ جوڑ کر خاموش ہو جانے کی صلاحیت جلاجل میں نہیں اور کہنے کی صلاحیت خاموشی میں نہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان مغالوین استعارہ واقع ہوا ہے۔

حالی

نصیب کا آتش بلیبہ میں ہو سوتا شب و روز ہو قرطبہ ان کو روتا

سونا نصیب کی طرف مضامین نہیں ہو سکتا کیونکہ سونا حیوان کا خاصہ ہے پس معلوم ہوا کہ سونا یہاں برسبیل استعارے کے واقع ہوا ہے یہی حال قرطبہ کے روئے کیا ہے۔

دل

اُس کے مرنے سے مر گئی وئی خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات

مثال دوم۔

	نساخ	
<p>دیوانہ ہزاروں کو بناتی ہے بہا۔</p> <p>ہنسنا حقیقت پھولوں کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے لیے روح نہیں ہے مگر چونکہ پھول کا کھلنا ہنسنا کے ساتھ مشابہ ہو اور وجہ مشابہت دونوں میں کھل جانا ہوا اس لیے ہنسنا کا استعارہ کھلانے کے لیے کیا پس پھول کو ہنسنا ہی استعارہ ہو پھول کو کھلاتی ہے اور قرینہ اس میں پھولوں کے ساتھ ہنسنا کا تعلق ہوا اور ظاہر ہو کہ پھول مفعول ہے۔</p>		
	حالی	
<p>ارسطو کے مردہ فنون کو جلا یا</p> <p>ظاہر ہے کہ جلا نا حقیقت فنون کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے نہ روح ہو نہ جسم مگر چونکہ علم کا پھیلانا جلانے کے ساتھ ظاہر کرنے میں مشابہ ہوا اس لیے جلانے کا استعارہ پھیلانے کے لیے کیا پس فنون کو جلا یا استعارہ ہو فنون کو پھیلانا ہے اور قرینہ اس میں فنون کے ساتھ جلانے کا تعلق ہوا اور ظاہر ہے کہ فن مفعول ہو اسی قبیل سے ہوا مذاق کا یہ مصرع۔</p> <p>شاعر وزندہ کیا ہوں نے طرز میر کو</p>	<p>فلاطون کو بھرونہ کر کے دکھایا</p>	
	مردان علی خان بے عینا	
<p>جگا یا فتنہ خواب عدم کو</p> <p>ظاہر ہے کہ جگانے کی نسبت فتنے کی طرف بطور استعارے کے ہے حقیقت جگانا فتنے کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ موت اور جگانا حیوانات کا خاصہ ہو مگر فتنہ پھیلانے کو فتنہ جگانے کے ساتھ مشابہت ہوا اس لیے فتنہ پھیلانے کا استعارہ فتنہ جگانے کے ساتھ کیا ہے۔</p>	<p>قیامت ہی تری قمر نے بپا کی</p>	
	دبیر	
<p>کاٹا پاک میں آنکھ کو پتلی میں لوز کو</p> <p>سینے میں بغض و کینہ کو دلی میں فتور کو</p>	<p>پاؤں میں کج روی کو سردن میں غرور کو</p> <p>نیت میں معصیت کو طبیعت میں زور کو</p>	
<p>ظاہر ہو کہ کاٹنے کی نسبت فتور اور کج روی اور غرور اور بغض و کینہ اور فتور اور معصیت اور زور کی طرف بطور استعارے کے ہے حقیقت کاٹنا ان کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عقلیات سے ہیں چونکہ دور کرنے کو کاٹنے کے ساتھ مشابہت اس لیے دور کر کاٹنے کا استعارہ کاٹنے کے ساتھ کیا۔</p> <p>اور کبھی مضامین الیہ بھی اس استعارے کا قرینہ ہوتا ہے مثلاً جب دشمن فید ہو جائے تو کہیں کہ ہمارے</p>		

قیہ ہونے کی مبارکباد پہونچے اس مثال میں مبارکباد قید ہونی کی طرف مضاف ہو اور مبارکباد کی نسبت قید کی طرف ظاہر ہے باعتبار حقیقت ممکن نہیں ہاں استعارے کے طور پر ممکن ہے۔

مومن

ساقیا زہر ملا دے بجگو شربت مرگ چکھا دے بجگو
اس شعر میں شربت مرگ کی طرف مضاف ہے اور شربت کی نسبت مرگ کی طرف ظاہر ہے جو کہ حقیقی طور پر ممکن نہیں ہاں استعارے کے طور پر ممکن ہے۔

ظفر

جہاں غیش رہتی تھی رات دن وہاں مسند دو دوام ہے
اس مثال میں مسند کی اضافت دو دوام کی طرف ہے اور ظاہر ہے کہ مسند کی نسبت دو دوام کی طرف بطور استعارے کے ممکن ہے اس طرح کہ مسند سے آرام گاہ یا مسکن مراد ہے۔

حالی

ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا
اس مثال میں مزہ علم و حکمت کی طرف مضاف ہے اور نسبت چکھایا کی علم و حکمت کی طرف ظاہر ہے کہ باعتبار حقیقت ممکن نہیں مگر استعارے کے طور پر پس چکھایا کا لفظ سکھایا کی جگہ واقع ہوا ہے اور قریہ اسکے استعارہ ہونے پر فریحا علم و حکمت کی طرف مضاف ہونا ہے۔
جس استعارہ میں مستعار لہ اور مستعار منہ کے مناسبات کچھ نہ ذکر کیے جائیں تو اسکو استعارہ مطلقہ کہتے ہیں جسے کہیں ہننے ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہوا اور شیر کا کوئی مناسب ذکر نہیں ہوا۔

امیس

بڑھتے تو کبھی صورت شمشیر زکتے غصے میں کسی طور سے وہ شیر زکتے
آدمی کو شیر سے استعارہ کیا ہے اور کسی کے مناسبات مذکور نہیں ہیں۔

حالی

ایک روشن دماغ تھا زبا شہر میں اک چراغ تھا زبا
آدمی کا استعارہ چراغ سے کیا ہے اور دونوں میں سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہیں کیا۔

دلہ

دل احباب پرین چلتا سحر میرا کہ رہیو غیر سے دور

نصیحت کا استعارہ سحر سے کیا ہے اور دونوں میں سے کسی کے مناسبات کو ذکر نہیں کیا ہے۔

ناسخ

میں یاد وہ بے مثال اکھین | کیا ہیں تری اوغزال اکھین |

معشوق کا استعارہ غزال سے کیا ہوا اور مناسبات کسی کے مذکور نہیں۔
یا صرف مستعار لے کے مناسبات کچھ مذکور ہوں اور اسکو استعارہ مجرورہ کہتے ہیں جیسے۔

ناسخ

بھینجا خط کا کیا اُس بُت نے بند | اب خدایا موت کا پیغام بھیج |

معشوق کا استعارہ بھینجا کیا ہوا اور خط کا نہ بھینجا جو مناسب معشوق کہے ذکر کیا ہے۔

النشا

یہ نگہ مینہ پر نگت یہ مسی یہ لعل خندان | غضب در قہر لینا یہ زبان بزر وندان |

لب کا استعارہ لعل سے کیا ہوا اور صرف لب کے مناسبات مذکور ہیں۔

انیس

ان بچوں کو قتل سے اٹھالینے دے بھگو | مٹی میں ستارو نکو چھپالینے دے بھگو |

آدمی کو بچوں اور ستاروں سے استعارہ کیا ہوا اور قتل مٹی کا لفظ جو مناسب آدمی کے ہو ذکر کیا ہے۔

ولہ

پیا سا وہ کوئی اور ہوا اس قتل کے بن میں | اس شیر کی شمشیر کا غل تھا ابھی رن میں |

آدمی کا استعارہ شیر سے کیا ہوا اور شمشیر رن مستعار لہ کے مناسب ہیں۔

مومن

آوارہ ہو صاف کچے اڑکا رے ظاہر | ہو مستی شب زگس میخوار سے ظاہر |

آنکھ کا استعارہ زگس سے کیا ہوا اور آنکھ کے مناسب جو مستی و میخواری سے ذکر کیا ہوا اور زگس کے مناسب کو ذکر نہیں کیا۔

وحید

لو آمد اسد کا عمل اسم سنو بس اب | مضطر زمین ہو خوش لرزان ہو فوج سب |

اسد استعارہ آدمی سے ہوا اور فوج کا ذکر مناسب مستعار لہ کے ہے۔

گل نے بنم سے ہوا اس کو کھایا لیکن | سودا ہاتھ میں غنچہ لالہ کے ابھی ایفون ہے |

داغ کوافیون سے استعارہ کیا ہوا اور فقط مناسب مستعار کہ کا مذکور ہے لیف لالہ۔	
یا صرف مستعار منہ کے مناسب ذکر کرین اس قسم کو مستعار ہر شے کہتے ہیں جیسے۔	
انیس	
نانا سے چھٹے قبیلہ حسن چھوڑ کے آئے	اس نشت کے کانٹو نہیں چمن چھوڑ کے آئے
وطن کو چین سے استعارہ کیا ہوا اور اس کے مناسب کانٹو کا مذکور ہے۔	
ولہ	
اگر تھی کوئد کر جودہ برق شرارہ ریز	دو زرخ کھلی تھی بند تھے سب کو چڑ کر ریز
برق شرارہ ریز سے مراد تلواریں ہیں برق کے مناسبات کو ذکر کیا ہے۔	
امانت	
ہے تنفر مجھ سے ربط اس گل کو ہے غبار سے	سو گھر کر کاٹا ہوا ہون بلبلو اس غار سے
معشوق کا استعارہ گل سے کیا ہوا اور بلبل اور غار جو اس کے مناسب ہیں ذکر کیے ہیں۔	
سودا	
جب میں کچھ کو خبر ہی سے کہتا ہوں	لوہی بی کے اپنا رہتا ہوں
بچنے ہے مجھ سے یوں وہ دوہر دو	یہ جو ترکاری کی جگہ گڑو
کہ وہ عضو تناسل سے استعارہ ہوا اور مستعار منہ کے مناسب ترکاری اور کوئد خبر ہی ہے۔	
نسیم	
فریاد نہ کرنے پایا مضطر	تابان ہوئی راکھ میں وہ احگر
احگر استعارہ بکاؤلی سے ہے مستعار منہ کے مناسب راکھ اور تابان ہونا ہے۔	
ولہ	
تھالے میں یہاں اچھا صنوبر	وان شیشہ رہا ترس کے ساغر
صنوبر استعارہ عضو تناسل سے ہے اور ساغر استعارہ فرج سے ہے اور دونوں مستعار منہ کے مناسبات مذکور ہیں۔	
مومن	
معشوق کے پرہیز سے پیادہ ہا میں	بے جرم جفاؤ کا سزاوار ہا میں
پرہیز سے مراد احتراز ہے اور پرہیز کے مناسب لفظ بہار ہے۔	
یوں شربت دیدار سم آئینہ نہیں تھا	کچھ رنگیں جہاں کو پرہیز نہیں تھا

پر ہزار استعارہ ہوا جتنا بے اور مستعار منہ کے مناسبات شربت و رسم اور بیمارین یاد و نون کے مناسبات مذکور ہوں جیسے۔

ناسخ

جان بچنے کی کوئی صورت نظر آتی نہیں | پہلی نسر دوس کو فرقت مجھے اک ٹوڑ کی

معتوق کا استعارہ حور سے کیا ہوا معتوق کے مناسب تھے اور حور کے مناسب فردوس ہو۔

سودا

چمن میں آتے سن کر تھکوا باد سحر یہ گھبرائی | ساغر جب تک لادین ہی لادین تو طسبو کو جام کیا

مستعار لہ غنچہ اور گل اور مستعار منہ سبوا اور جام ہوا اول کے مناسب چمن اور باد سحر ہوا اور دوم کے مناسب معتوق کا آنا کہ شراب نوشی اسکو لازم ہے اور ساغر کا ذکر ہے۔

سودا

انہیں جون گل طلب ابرسیا ہے گا ہے | خار ہوں خشک میں ای برق نگاہے گل ہے

معتوق کا برق سے استعارہ کیا ہوا معتوق کے مناسب نگاہ اور برق کے مناسب خار خشک ہو۔

مرزا علی محنت

محنت جو خط تراشی کی اس شعلہ رونے رت | شکر خدا کہ چاند گن سے بھل گیا

چاند استعارہ ہوا چہرہ محبوب سے خط تراشی اور شعلہ و مناسب محبوب کے ہے درخت و گن مناسب تعاریر کے

امانت

زبان موج سے تشنہ دیا جو دریائے | برس پڑی مری ہر آنکھ ابر تر کی طرح

رو نیکا استعارہ دہ برسنے کے ساتھ کیا ہوا اور رو نیکے مناسب نگاہ ہوا اور برسنے کے مناسب برس ہے۔

امیر

جان پھول نہیں پڑی زندہ ہوئی خاک چمن | ہوا دم جان بخش عیسے یا نسیم بوستان

جان پڑا استعارہ ہوا ترو تازہ ہو نیسے اور زندہ ہونا استعارہ ہوا نباتات گننے کے قابل ہو نیسے اور دو لوگ مناسبات مذکور ہیں

میر صفدر علی صفدر

شجر سوختہ شمع سے جب گل تنگے | چلتے ہیضہ فانوس سے بلبل تنگے

شمع کی لوکا استعارہ گل شمع سے کیا ہے اور لوگ مناسب شمع اور فانوس کا ذکر ہوا اور گل شمع کے مناسب شجر اور بلبل کا ذکر ہے۔

سودا		
واسطے خلعت روز کے ہر ماغ کے بیچ	آب جو قطع لگی کرنے روش پر نخل	سبز کا استعارہ نخل سے کیا ہوا اور نخل کے مناسب قطع کرنے کا ذکر ہوا اور سبزی کے مناسب جو اور روش اور سبز کا بیان ہے
گویا		
کیون نہ میں تا کون ہم گلگشت گلشن تاک کو	اسانے والا ہون اس کی نرگس مخمور کا	آئینہ کا استعارہ نرگس سے کیا ہوا اور آئینہ کے مناسب مخمور کا لفظ ہوا اور نرگس کے مناسب گلگشت اور گلشن اور نال کا ذکر ہوا
ناخ		
جان پائے کا چین اے گل تری گلگشت سے	ہر شجر میں مرغ جان کا آشیان ہو جانے کا	مفتون کا استعارہ گل سے کیا ہوا اور دونوں کے مناسبات مذکور ہیں۔
نسیم		
حاصل ہوئی اُن گلون کو بے خار	سیر شرب لفت و صبح رخسار	روح افزا اور بہرام کا استعارہ گلون کے ساتھ کیا ہوا اور مستعار منہ کے مناسب بے خار ہوا اور مستعار لبت کے مناسب سیر شرب لفت و صبح رخسار ہوا۔
ان اقسام میں سے استعارہ مرتبہ بہتر ہے اس لیے کہ استعارہ تشبیہ میں مبالغہ کرنے اور مشبہ کے صین مشبہ بہ ادعا کرنے کو کہتے ہیں پس ان اوصاف کے ذکر سے جو مشبہ بہ کے مناسب ہوتے ہیں اس مبالغہ میں تقویت آجاتی ہے۔		
استعارے کی ایک صورت اور ہے کہ اشعین مستعار لہ اور مستعار منہ اور وجہ جامع کئی چیز سے حاصل ہوتے ہیں اسکو استعارہ تشبیہ اور تشبیل بطریق استعارہ اور تشبیل اور مجاز مرکب کہتے ہیں یا س میں اور تشبیہ تشبیل میں اس طرح فرق کیا جاتا ہے کہ تشبیل مطلقا بھی کہتے ہیں اور وہاں تشبیہ تشبیل اور تشبیہ تشبیل بولتے ہیں پس جہاں کہیں مطلقا تشبیل کا لفظ پاؤ تو اسے استعارہ سمجھو نہ تشبیہ اس میں چونکہ وجہ جامع کئی چیز سے حاصل ہوتی ہے اس لیے تشبیل سے اور چونکہ ذکر مشبہ بہ کا اور ارادہ مشبہ کا ہوتا اور یہی طریق استعارے کا ہے اس لیے استعارہ ہے جیسے کوئی شخص کسی فعل کا مکمل کا کہی قرار کرے اور بھی انکار اور اشعین مترادف کہیں کہیں اس کام میں پس پیش کرتا ہے اس کے قبول و انکار اور تشکیک و تردد کی مجموعی حالت کو ایسی حالت مجموعی سے استعارہ کیا ہوا کہ کوئی شخص کسی جگہ جانے میں یا چلنے میں کہی آگے کو بڑے بھی پیچھے کو آوے۔		
ذوق		
اپنی بھی جاؤ ذوق نگویش پس جام شراب	لب پہ توبہ ترے دلیں ہوس جام شراب	

اسے ہی جس شخص کو اُنے تکلیف و سختی برداشت سہا اور نہانت نازک یا ضعیف ہو تو کہتے ہیں کہ کسی ناک پکڑنے سے نکسیر پھوٹتی ہے۔

خندہ

کیا کوئی پھٹے پھیند کر کیا لگائے لگواتا تھا۔ ناک کے پکڑنے جیسی پھوٹتی نکسیر ہو۔ اسی قبیل سے ہے یہ مثل سر منڈاتے ہی اوّلے پٹے یہ اُسوقت میں کہتے ہیں جب کوئی کام کر رہا ہو اور اس کے کرتے ہی پکایک کوئی امر ایسا واقع ہو جائے جس سے اُس کے نتیجہ برآئے میں فتور واقع ہو علیٰ ہذا القیاس جب کہ شخص ایک امر کی طرف توجہ کرے اور اُس کو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو یا ایک امر کے حصول میں سعی کرے اور قبل اس سے کہ مطلب حاصل ہو دوسرے مقصود کے حصول کی طرف متوجہ ہو جائے تو ایسے مقام پر کہتے ہیں دھوبی کا کٹتا ہے گھر کا نہ لکھا کا یعنی ان سب حالات کو اس کہنے کے حالات سے استعارہ کرتے ہیں جو دھوبی کے میان رہتا ہو اور اُس کے ساتھ کبھی مکان سے دیر کو جائے اور پھر وریا سے مکان کو آئے اور سارا دن یوں ہی گذر جائے۔

مناق

دُنیا و دین میں رہتا ہے آلودہ جو خیر۔ دھوبی کا کٹتا ہے نہ وہ گھر کا نہ لکھا کا۔ اسی قبیل سے ہے یہ مثل مشہور کہ اُسے اُنکی کے پکڑنے ہی پہنچا پڑا ہے ایسے موقع میں کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی سے اول ایک مسئلہ بات چاہے جب وہ اُس کو پورا کر دے تو وہ بعد اس کے اُس سے زائد ایک اور سوال کرے یا کہیں کہ اُس کا کچھ ٹی کھانے سے پہنچا پڑا ہے ایسے مقام میں کہتے ہیں کہ تھوڑے سے بوجھ اٹھانے سے کمزوری پیدا ہو جائے یا کہیں کہ چلتی گاڑی میں روڑا اٹھا ہے ایسے محل میں کہتے ہیں کہ کوئی کام ابھی طرح سے جاری ہو اور ناگہان اُس میں ہرج واقع ہو جائے اسی قبیل سے ہے چھاتی پہ مونگ دلنا یعنی مشقت پہنچانا۔

ظفر

مونگ چھاتی پر چڑھنے ہیں کسی کی دیکھا۔ جو تو نہیں دال اُنکی لے ظفر بٹ جائیگی۔ اور چارواں چل گیا یعنی ارادہ پورا ہوا اور اُس کا چرلنگ ہو گیا یعنی اقبال جاتا رہا اور بربادی آگئی۔

گلزارِ نسیم

جس کفن میں گل ہو داغ ہو جائے۔ جس گھر میں ہو گل چرلنگ ہو جائے۔ اور سنگ آمد و سخت آمد یعنی بہت مشکل و پریشانی۔ فرما دے کہتی تھی تیسے کی بان ہزم و جیہ الدین منیر۔ منوم منو نادان سنگ آمد و سخت آمد۔

میر

تھی لاگ اُسکی تیغ کو جسے سو عشق نے

دو لونگوں کو معرکے میں گلے ملادیا

نوار کے گلے پر رکھنے کو گلے ملائیے استعارہ کیا ہے۔

محشر

خجرت اپنے کہ کہ نکلا سے مرے

کھینچے کھڑا ہے سر پہ روزگار تیغ

فجر کے گلا کاٹنے کو گلے ملنے سے استعارہ کیا ہے۔

اتش

رہے مرزا ان آنکھوں نے دکھو دکھا دیا

صیاد نے شکار چھری سے لڑا دیا

شکار کے چھری سے فجر کو نیکا استعارہ شکار کو چھری سے لڑا دینے کے ساتھ کیا ہے۔

گلزار نسیم

انسان و پری کا سامنا کیا

مٹھی میں ہوا کا تھا منا کیا

مٹھی میں ہوا کا تھا منا استعارہ ہے کارہیو وہ و محال کرئیے۔

جہاں مرکب اپنے موضوع کے غیر متناسب ہو اور علاقہ دونوں میں مشابہت کا ہو تو وہ استعارہ تخیلیہ ہے

ورنہ مجاز و مثل مرکب ہے۔

بیان استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخیلیہ

ان دونوں کی تحقیق میں تین مذہب ہیں ایک تخلص المفتاح کے مولف کا و سراقہ کا تیسرا سکا کی کا۔
تخلص المفتاح کا مولف کہتا ہے کہ استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخیلیہ دونوں امر معنوی ہیں کیونکہ
متکلم کے فعل میں جو اُسکی ذات کے ساتھ قائم ہیں اس واسطے مجاز میں داخل نہیں کیونکہ مجاز الفاظ کے
عوارض میں سے ہے استعارے میں جو ان دونوں کو بیان کرتے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ استعارہ کا اطلاق
جن جن معانی پر ہوتا ہے اُن سب کا ایک جگہ جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور وجہ اُنکے افعال متکلم سے ہونے کی یہ ہے
کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ نفس میں تشبیہ دی جائے اور استعارہ تخیلیہ یہ ہے
کہ مشبہہ کے بعض خواص و لوازم کو مشبہہ کے لیے ثابت کیا جائے پس تشبیہ دینا اور ثابت کرنا نفس کے افعال ہیں
حاصل کلام یہ ہے کہ استعارہ بالکنایہ یہ ہے کہ نفس میں تشبیہ دی جاتی ہے اور سولے مشبہہ کے کوئی چیز
ذکر نہیں کی جاتی اور بعض چیزیں جو مشبہہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں وہ مشبہہ کے لیے ثابت کی جاتی ہیں

پس ان کا ثابت کرنا اُس تشبیہ پر جو نفس میں مضمر ہے دلالت کرتا ہو اسی تشبیہ مضمر کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں
یعنی ایسا استعارہ جو کناسیہ کے ساتھ ہو کیونکہ اس میں مشبہ بہ کی تصریح نہیں ہوتی ہے اور وہ چیز جو مشبہ بہ سے
خصوصیت رکھتی ہے اُسکو مشبہ کے لیے ثابت کرنا نام استعارہ تخیلیہ ہے کیونکہ جب کوئی ایسی چیز جو مشبہ بہ سے
خصوصیت رکھتی ہو مشبہ کیلئے مانگی جاتی ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مشبہ جنس سے مشبہ بہ کے ہے مثلاً انعم
وہ لوگ مرہ جب سے مے دلیں گری ہو | ایسی تو ٹھنکتی ہے کریمے کی پری ہو |

مرہ کو سنان و تر سے تشبیہ دی ہو۔

ملقہ

انکھارے اکر دم میں دو گڑے کیے دل کے | ندریکھائے کاٹا ایسا کسی شمشیران کا |
انکھارے کو شمشیر سے تشبیہ دی ہو۔

آباد

توڑا ایسا تو کسی تیر کا دیکھا نہ سنا | نکلیں پشت دل عشاق سے باہر زین |
پلو کو تیر سے تشبیہ دی ہو۔

صل علی

جو بل کھلے ہوئے کیسوں طرف تانوں کے جاتے ہیں | یہ موزی کس کے کٹنے کیلئے لہراتے آتے ہیں |
یہاں کیسو کو سانپ سے تشبیہ دی ہے۔

انشا

ادب گر حضرت جبریل کا مانع نہ ہو مگر | تو سخن سدرہ سے میری آہ ناتوان لے |
آہ کو طائر سے تشبیہ دی ہے۔

وہ چیز جو مشبہ بہ سے خصوصیت رکھتی ہو اور مشبہ کیلئے مانگی جاتی ہے تین حال سے خالی نہیں۔
(۱) وہ مشبہ بدون اس لازم کے مشبہ بہ میں قائم نہیں ہو سکتی مثال اسکی۔

میر

روشن ہے چپکے مرنا پر وائے کا تو لیکن | اسے شمع کچھ تو کہ تیرے بھی تو زبان ہے |

شمع کو شخص منکلم سے دل میں تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے
اور مشبہ بہ کے لازم معنوم کو کہ زبان ہے اُس کے لیے ثابت کیا ہے اس کا نام استعارہ تخیلیہ ہے
اسی قبیل سے ہے۔

ذوق		
حق تو یہ ہے یہ انانیت عجب غماز ہے	قصہ ہو بخیا زبان دار تک منصور کا	
دار کو شخص متکلم سے تشبیہ دیگر زبان کو اُسکیے ثابت کیلئے ہے۔ اسی قبیل سے ہے اُنس کے شعر میں تیغ کیلئے زبان کا ثابت کرنا۔		
اصحاب سے جی نے یہ اُمدم کیا خطاب	دیوے زبان تیغ سے اُسکو کوئی جواب	
حالی		
تسمیر نغما اگلون نے عالم کو کیا تھا	اور تو نے کیا ہے دل عالم کو مسخر	
اس شعر میں عالم مستعار لہ ہے اور شخص مستعار منہ اور یہی متروک ہے چونکہ عالم میں صلاحیت رکھنے کی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ عالم کو نکلے شخص کے پسب تشبیہ کے ذکر کیا ہے دل کو جسکی وجہ سے آدمی کو قوام حاصل ہے عالم کیلئے ثابت کیا ہے پس اس میں عالم کی تشبیہ آدمی سے نفس میں استعارہ بالکنایہ ہوا اور دلو جو آدمی کے لوازم اور خواص مقومین سے ہے عالم کیلئے ثابت کرنا استعارہ تھیلیہ ہے۔		
میر		
سہی آد کیا بر چھیان ماتی ہے	دل شب سے ہر دم صدالامات ہے	
شب کیلئے دل کا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تھیلیہ ہے		
مستحق		
روشن ہوئے تری عہد جبین جبین	چشم فلک نے دکھی ایسی کہیں جبین	
یہاں فلک کو دیکھنے والے آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو کہ آدمی ہے ترک کر دیے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور چشم جو دیکھنے والے کے لئے لازم میں سے ہے جس کی وجہ سے وجہ شبہ اُس میں قائم ہے کیونکہ وجہ شبہ دیکھنا ہے اور دیکھنا بغیر چشم کے متصور نہیں اُس کو فلک کے لیے ثابت کرنا استعارہ تھیلیہ ہے۔		
ہیر		
مقل عشاق سے باز انکی کھائی میں قسم	طاق ابرو کی طرف ہاتھ اٹھا کو کلین	
مقلد کو شخص قاتل سے تشبیہ دی ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور پلکوں کے لیے ہاتھ کا ثابت کرنا جسکے ساتھ مشبہ بہ کو قاتل حاصل ہے استعارہ تھیلیہ ہے۔		
اتھم گیا بطل دغا کے بھی دو آواز کا جوش	ہو گیا جوڑ کے ہاتھ کو جلا جل خاموش	

جلجل کیلئے ہاتھ نکھانا ثابت کرنا اور شخص کا ذکر جو مشبہ بہ ہو چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ و تخیلیہ ہے۔

جرات

اگر دست تھنا تو دل عاشق نہ بناتا | تو پھر یہ غم عشق کسی جانہ سمانا |

فضا کو بنانے والے آدمی سے تشبیہ دی ہو اور یہ استعارہ بالکنایہ ہو اور دست کا اُسکے لیے ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہے اور بنانے والے شخص کے قوام میں دست کو دخل ہے۔

نغم

زنگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند | سوسن کی زبان خدلنے کی بند |

زنگس کو دیکھنے والے شخص سے اور سوسن کو بولنے والے شخص سے تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دینا پس نفس میں یہ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہو اور دونوں کے لوازم کو کہ آنکھ اور زبان ہو مشبہ کے لیے ثابت کیا ہو اور یہ استعارہ تخیلیہ ہو اور دیکھنے والے اور بولنے والے شخص کے قوام میں آنکھ اور زبان کو دخل ہو اور یہاں آنکھ کی تشبیہ زنگس سے اور زبان کی تشبیہ سوسن سے منظور نہیں جیسا کہ ماہرین فن پر واضح ہو۔

قلندر

دیکھئے اُس زلف کے ہر تچ میں سونو نعل بند | کھول کر آنکھوں کے تین رگہی حیران زنجیر |

زنجیر کو دیکھنے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دیکر اُس کے لیے آنکھوں کا ثابت کرنا اور مشبہ بہ کا ذکر چھوڑ دینا استعارہ بالکنایہ ہے۔

اگر ہے گوش فہم عالم در نہ کہتی ہے بہار | جو گل آیا اس چین میں ایک ن گل جلے گا |

فہم عالم کو شخص سامع سے تشبیہ دیکر گوش اُسکے لیے ثابت کیا ہو۔

غازی

تھیں فردہ ہو دیوانہ مگر کھسپہ بہار آئی | کہ بے گل سحر دوش ہوا اور پر سوار آئی |

ہوا کو شخص تھل سے تشبیہ دیکر دوش اُسکے لیے ثابت کیا ہو۔

محسن رضا رکھا

بیکر غنوت خون چمکے جو میری فریاد | بے ذرا نا ابلبل کو اثر اپنا سا |

چمکے کو شخص سے تشبیہ دیکر اثر اُسکے لیے ثابت کیا ہو۔

حالی

بطلیوس کو یاد ہے عظمت اہلی | چمکتی ہے قادیان سر صرت اہلی |

حسرت کو آدمی سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے شر ثابت کیا ہے۔

میر

آب بن کوئی بولتا ہی نہیں + آسمان دیدہ کھولتا ہی نہیں +

آسمان کو روئیوں کے شخص سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے دیدہ ثابت کیا ہے۔

ولہ

نئی گردش ہو اسکی ہر زبان میں خلل سلسلے دماغ آسمان میں

(۲) وجہ شبہ بدون اُن لوازم کے مشبہ میں کامل نہیں ہو سکتی مثلاً کہین کہ موت کے چمک سے بچا حال؟ موت کی تشبیہ جانور درندہ کے ساتھ منظور ہو اور جو چیز درندے کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے اُس کو موت کے واسطے ثابت کیا ہے اور چمک ایسی چیز ہے کہ اُس پر حیوان درندہ کا کمال موقوف ہے کیونکہ جب تک درندہ کے چمک نہ ہو شکار اچھی طرح کپڑا اور داب نہیں سکتا پس موت کو جاندار درندہ کے ساتھ تشبیہ دینا نفس میں استعارہ بالکنایہ ہے اور چمک موت کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہے۔

الوارسین تسلیم

میلے کرتے ہو عبث عطر لگا کر گیسو اپنی بوباس سے ہن آپ مٹ گیسو

گیسو کو اس بیت میں مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بوباس کہ مشک و عنبر کے لوازم سے ہو اور اُن کی تکمیل کا موجب ہے اُس کو گیسو کے واسطے ثابت کیا ہے پس یہ استعارہ تخیلیہ ہے۔

منج

سو گمہ بے گاہ اگر تیری شمیم زلف کوں پست کپڑے آگے کاٹا ذرا بھی تاباں سے

زلف کو عنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کا ذکر مجوز دیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور شمیم زلف کے لیے ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہے اور شمیم عنبر کے لوازم غیر مغومہ میں سے ہو اور اُسکے کمال میں اسکو دخل ہے۔

مومن

الطف سے اُسکے زمین غیرت باغ فردوس خلق سے اُسکے زمان رشک دکان عطار

اس بیت میں لطف کو منیج سے اور خلق کو مشک و عنبر سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہیں کیا ہے اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور زمین کو غیرت باغ فردوس کرنا اور زمان کو رشک دکان عطار بنا کر تشبیہ بہ لوازم سے ہن انکو لطف و خلق کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ استعارہ تخیلیہ ہے۔

ذوق

سنوار تی ہر جو شام اپنی زلف مشکین کو
سودا مشک ختن پر ہے لاکھ آہو گیسر
شام کو معشوق کے ساتھ تشبیہ دی ہو اور معشوق کا ذکر ترک کر دیا ہو اور زلف کو جو معشوقہ کے
لوازم مکملہ میں سے ہو اسکو شام کیلئے ثابت کیا ہے۔

میر

موس دلبرے مشکبو ہے نسیم
حال خوش اس کے خستہ حالوں کا
یہاں موسے دلبر کو مشک وغیرہ تشبیہ دیکر مشبہہ کے ذکر کو ترک کر دیا ہو اور نسیم کو معطر کرنا جو مشبہہ کے
لوازم سے ہے اس کے لئے ثابت کیا ہے۔

ظفر

بلے عرق سے یار کے خوشبو پر یہ داغ
ہم سو گئے نہیں کبھی عطر گلاب کو
یار کے عرق کو مشک وغیرہ تشبیہ دیکر مشبہہ کا ذکر ترک کر دیا ہو اور خوشبو جو مشبہہ کے لوازم سے ہے
اسکو مشبہہ کیلئے ثابت کیا ہے۔

نغم

ہننے جن دن کربال و پردیسا
پہلے صیاد کا ہی گھر دیکھا
شاعر نے اپنی ذات کو پرندے تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنایہ ہو اور بال و پردہ جو مشبہہ کے لوازم
مکملہ سے ہیں اس کے لئے ثابت ہے ہن یہ استعارہ کیلئے ہے۔

جرات

کیا کروں ہر جمی صیاد کا جرات گاہ
دام سے چھوڑا تو چھوڑا توڑ کر بازو مجھے
قاسم علیجان قاسم
یہ نہ اتنے بھی دے جو منہ پہ دھر کے پڑ
رہا کیا مجھے صیاد نے کرتے پڑ

سودا

بال پر ہونے نہ پائے تھے نو دار ہنوز
تجے ہم کچھ نفس میں ہین گرفتار ہنوز
ایشان سے نہ اٹے چوہے نہ ہم تلک ولہ
ہتو بے بال پری تجھے ہن پرست بہتر
دین العابدین عارف
ہل کر گمان بھڑک مری تجھے ہو ہم صغیر
تنگ اس قدر نفس ہو کہ ہل سکتے پر نہیں

	میر	
ناتوانی سے نہیں بال نشانی کا داغ	ور نہ تاباغ نفس سے مری پرواز ہوا ایک	
	غالب	
ہوس گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا	عجب آرام دیا ہے پرواہی نے مجھے	
	محمد سلطان رزمی	
اصبا داب نفس سے ہمیں چھوڑے گیا	گلشن میں ایک گل نہیں یاں ایک پرنسپل	
ان تمام شعروں میں شاعروں نے اپنے کو پرندے تشبیہ دی ہے اور بال و پر جو اسکی گلیل کامو بہ ہیں		شبہ کیلئے ثابت کیے ہیں۔
	مومن	
ابان جو ترنس چھڑ چلی جائے کہ پر تو	جوڑ جائینگے فرسودہ اگر دام ہنو کا	
شاعر نے اپنے کو پرندے تشبیہ دی ہے اور پر جو اس کی گلیل کامو بہ ہیں انکو مشبہ کیلئے ثابت کیا ہے۔		
	حالی	
ایا دایام کہ ہر نگ تھی تصویر جہان	دست مشاطہ نہ تھا محرم زلف دوران	
دوران کو معشوقے تشبیہ دی ہے اور زلف کو جو اس کے لوازم مکملہ میں سے ہے دوران کیلئے ثابت کیا ہے۔		
	بجلی	
بیچ میں آیا جو نکلے تو تے سے چمکا	خوب ہی جانتے ہیں کشمی کا جو ہر گیسو	
اس بیت میں گیسو کو پہلوان کے ساتھ تشبیہ دی ہے یہ استعارہ بالکنا یہ ہے اور کشمی کرنے اور بیچ مار کر پٹنے کو جو پہلوانی کے لوازم مکملہ سے ہیں گیسو کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ استعارہ تخیلی ہے۔		
	میر محمد ہاشم ہاشمی	
داغ آشفہ ہوتا ہے صبا نکستے سبیل کی	مشام آرزو میں کسی کمال کی بوہو بچا	
اس شعر میں کمال کو مشک و عنبر کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مشبہ بہ کو ذکر نہیں کیا ہے جو یہ استعارہ بالکنا یہ ہے اور بو کہہ کہ لوازم مشک و عنبر ہے ہر کمال کیلئے ثابت کیا ہے اور یہ استعارہ تخیلی ہے۔		
	احگر	
نہ کھلا ناخن تدبیر سے یہ عقدہ دل	ہننے اسکو گرہ زلف معنیر جانا	
عقدہ دل نہ کھلا ناخن تدبیر کے ساتھ	روشن علی شوق	آخر میں کام پڑا بچہ تقدیر کے ساتھ

(۳) اُن کو لازم کو نہ وجہ شبہ کے کامل کرنے میں کچھ دخل ہو اور نہ قائم کرنے میں۔

محشر

بہم تو ایور ہو خوش محشر نے آشیانہ باز دھاپے صحرا کے پرے

شاعر نے اپنی ذات کو پرندے تشبیہ دی ہو اور اُس کے واسطے آشیانہ ثابت کیا ہو اور گھونسلے کو وجہ شبہ کی تکمیل اور قوام میں کچھ دخل نہیں کیونکہ وجہ شبہ یہاں بیقراری اور جلدی پہونچنا ہو اپنے لیے گھونسلے ثابت کرنا استعارہ تخلیلیہ ہے اسی قبیل سے ہو یہ شعر۔

جعفر علی حسرت

آشیانہ چھوڑ پٹا، رحمن آرا ہم تو تو ہی لیجاؤ سر یہ گلستان اٹھا

ظفر یاب خان راسخ

اگر نخل بند گلشن یاں اپنا آشیانہ ہے اسکی نہ فصل گل میں زہار توڑ ڈالی

میر

قید قفس میں ہیں تو خدمت ہے نالکی کی گلشن میں تھے تو ہما کو منصب تھا۔ ومنہ خوان کا

ولہ

مزد کھائیے بھر جی کا رہی صیاد اگر اضطراب اسیری نے زیر دام لیا

ولہ

جہاں کا نام سنا تھا دے نہ کیا ہائے جہاں میں پہننے قفس ہی میں نہ کانی کی

ولہ

پہننے بھی سیر کی تھی جہاں کی پرے نیم اڑتے ہی آشیانہ سے گرفتار ہو گئے

سودا

لذت دی نہ اسیری نے صیاد کی بے پروائی سے تڑپ تڑپ کر مفت باجی ٹکڑے محروم دام کیا

ان تمام اشعار میں شاعروں نے اپنے کو پرندے تشبیہ دی ہو اور اُس کے واسطے گھونسلے یا قفس یا دام وغیرہ ثابت کیے۔

علامہ محمد خان رہا

چلے ہیں سلٹے یا ذلت شعرویان میں یقین ہو قبر سے اپنی دھواں محشر ملک سے

شاعر نے اپنے دل کو ہیزم سے تشبیہ دی ہے اور اُس کے ساتھ سلٹے اور دھواں بھٹکنے کو جو ہیزم کے

لوازم سے ہین ذکر کیا ہے۔

درد

شام ہی ہو چکے کہین اب تو آشیانے کو رات جاتی ہے

رات کو طائر سے تشبیہ دی ہو اور یہ استعارہ بالکنا یہ ہے اور آشیانہ ثابت کرنا کہ مشبہ بہ کے لوازم غیر مقومہ وغیر مکمل سے ہے استعارہ پختلیلیہ ہے۔

میر

جو پہونچی قیامت تو آہ و فغان ہے مے ہاتھ میں دامن آسمان ہے

آسمان کو آدمی سے تشبیہ دیکے اسکے لیے دامن ثابت کیا ہو جو مشبہ بہ کے ایسے لوازم سے ہو جو نہ مکمل ہو نہ مقوم۔

مرزا حسام الدین حیدر زانی

کلام اسکو نہیں کچھ رخ نیلو سے کسی کے وابستہ ہو جو حلقہ گیسو سے کسی کے

گیسو کو رسن سے تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کو ذکر نہیں کیا ہے یہ استعارہ بالکنا یہ ہے اور حلقہ لٹکے لیے ثابت کیا ہو یہ استعارہ پختلیلیہ ہے اور حلقہ رسی کے نہ لوازم مقومہ سے ہو اور نہ مکمل سے۔

مرزا

اگر زلف دراز یار میں ہے سرگرد مرزا دل صد چاک ہم بھی یہ لبان شہانہ کھٹے ہیں

زلف کو رسن سے تشبیہ دی ہو اور مشبہ بہ کو چھوڑ دیا ہو یہ استعارہ بالکنا یہ ہے اور گرہ کو جو رسن کے لوازم غیر مقومہ وغیر مکمل سے ہے اسکے لیے ثابت کیا ہو یہ استعارہ پختلیلیہ ہے۔

انعام اللہ خان نقین

کیا قیدی شرف گل میں اور پرواز اول میں نہ دی فرصت زمانے نے ہمیں دھوپ میں چانے کی

متکلم نے اپنی جان کو بلبل سے تشبیہ دیکر اسکے واسطے قید کو ثابت کیا ہو اور اسی مناسب گل کا ذکر لایا ہو مگر اس کو بلبل کے قوام اور تکمیل میں کوئی دخل نہیں پرواز کو اس کی تکمیل میں دخل ہے بہر صورت ان مثالوں میں جو جو لوازم مشبہ بہ متروک کے مشبہ کے لیے ثابت کیے گئے ہیں وہ سب الفاظ حقیقی طور پر اپنے معانی میں موزوں نہ ہیں مقل جن اور کلام میں مجاز لغوی نہیں کیونکہ مجاز یہ ہے کہ لفظ معنی غیر حقیقی میں استعمال کیا جائے اور استعارہ بالکنا یہ ہے۔ استعارہ پختلیلیہ متکلم کے افعال میں سے دو فعل ہیں ایک یہ کہ وہ اپنے نفس میں تشبیہ دیتا ہے اور دوسرے یہ کہ مشبہ بہ کے لوازم کو مشبہ کے لیے ثابت کرتا ہو اور ان دونوں میں سے ایک کو دوسرا لازم ہو اسکے پختلیلیہ کے لیے واجب ہو کہ کھینک کر غریہ ہو

اور کنیہ کیلئے واجب کہ تخیلیہ کا قرینہ ہو۔

فلاک مذہب یہ ہو کہ جو چیز متروک ہوتی ہے وہ مشبہ بہ ہو اور جو مذکور ہوتی ہے وہ مشبہ ہو جس میں شغریں

میر سید حسین ایما کے سے

خبر بھی اپنے جامے سے باہر نکل گیا۔

سکار زبان تیغ سے مجھ سخت جان کا مال

شخص متکلم کے ساتھ تیغ کو تشبیہ دی ہو پس لفظ استعارہ شخص متکلم ہو اور مستعار منہ معنی اُسکے اور مستعار تیغ بعینہ جیسے شیر کا استعارہ مرد و شجاع کے واسطے مگر لفظ مستعار کی تصریح نہیں کی فقط اُسکا لازم ذکر کیا ہو اور وہ زبان ہے تاکہ لازم کے سبب سے لازم کی طرف ذہن منتقل ہو جائے اور تصریح مکرنا ان سے کی شان سے ہو پس اب متکلم استعارہ بالکنایہ ہوا نہ وہ تشبیہ جو دل میں ٹھہرائی ہوئی ہے اور سکا کی صاحب محتاج العلوم نے کہا ہے کہ استعارہ بالکنایہ لفظ مشبہ مذکور ہے جو مشبہ بہ محذوف میں مستقل ہو یا بن ادعا کہ یہ مشبہ عین مشبہ بہ ہے پس مثال مذکور میں تیغ سے مراد شخص متکلم ہو بسبب اس بات کے کہ شعر کے ثبوت کا اُسکے لیے دعوت کیا جاتا ہو اور یہی سمجھ کر اُسکی طرف زبان کی نسبت کی جاتی ہے جو متکلم کے خواص میں سے ہو پس مشبہ یعنی تیغ کو ذکر کر کے مشبہ یعنی متکلم کا ارادہ کیا جاتا ہے بخلاف مولف تلخیص کے کہ اُسکے نزدیک تیغ سے تیغ حقیقی مراد ہو پس مثال مذکور میں سکا کی کے مذہب کے مطابق استعارہ بالکنایہ کی تقریر یوں ہوگی کہ تیغ کو کہ وہ تیغ محسوب حقیقی متکلم کے ساتھ تشبیہ دی ہو کیونکہ تیغ کے متکلم ہونے کا دعوت کیا ہے اور ہمارا دعوت یہ ہو کہ تیغ متکلم کے افراد میں سے ایک فرد ہے اور تیغ متکلم سے مفارقت نہیں اور متکلم کے لیے دو فرد ہیں ایک فرد مفارقت دوسری فرد غیر مفارقت پس دوسری فرد تیغ ہے جسکی نسبت متکلم ہونے کا دعوت کیا گیا ہے اور مشبہ یعنی تیغ کا لفظ اس فرد غیر مفارقت سے تیغ کے لیے جسکے متکلم ہونے کا دعوت کیا ہے مانگا گیا ہے پس اس صورت میں یہ بات پانچ صحت کو پہنچ گئی کہ تیغ جو تشبیہ کی ایک طرف یعنی مشبہ ہے بے اوہ سے تشبیہ کی دوسری طرف یعنی مشبہ بہ کہ وہ متکلم ہونی اچھا مراد لی گئی سکا کی نے استعارے کی اس طرح تفہیم کی کہ ایک استعارہ بالانصریح جسکو استعارہ مصرعہ بھی کہتے ہیں دوسرا استعارہ بالکنایہ یہ استعارہ مصرعہ یہ مراد ہے کہ طرفین تشبیہ میں سے مشبہ بہ مذکور ہو اور پھر استعارہ مصرعہ کی دو قسمیں کی ہیں تھخیفہ اور تخیلیہ تھخیفہ یہ ہے کہ مشبہ متروک متحقق ہو خواہ باعتبار جس کے خواہ باعتبار فعل کے اور تخیلیہ یہ ہے کہ اُسکے معنی نہ باعتبار جس کے متحقق ہوں نہ باعتبار فعل کے بلکہ محض صورت دہی ہو جسکو متخیلہ کہہ کر مدد سے اخراج کیا ہو مثلاً سید حسین ایما کے شعر میں جب تیغ کی تشبیہ شخص متکلم کے ساتھ حال کے بیان کی ہے تو وہی تو وہم نے تیغ کو متکلم کی صورت پہنچ کر متکلم کے لوازم اُسکے لیے اخراج کر لیے اور اسیلے اُسکے لیے

مشکل کی سی زبان تجویز کی حالانکہ زبان کے معنی تنج میں متحقق نہیں نہ باعتبار حسن کے اور نہ باعتبار عقل کے اور جبکہ وہم نے مشبہ کے لیے مشبہ کی طرح زبان اختراع کر لی تو اس اختراعی صورت پر زبان کے لفظ کا اطلاق کیا گیا پس یہ استعارہ تحقیق کے قبیل سے ہو گا کیونکہ مشبہ یعنی زبان حقیقی کا نام مشبہ بہ پر کہ وہ صورت وہی ہے اطلاق کیا گیا ہے کیونکہ اس صورت وہی کو زبان حقیقی سے مشابہت حاصل ہوئی اور اس بات کا قرینہ کہ یہاں معنی حقیقی مراد نہیں زبان کو تنج کی طرف منسوب کرنا ہے اس کی کے نزدیک تخیلیہ استعارہ بالکنایہ کے بغیر بھی پایا جاتا ہے پس اس کے نزدیک تشبیہ تنج کی متکلم سے واقع ہوئی ہے اور استعارہ فقط زبان میں ہے تنج میں استعارہ بالکنایہ نہیں مگر قدما کا یہ مذہب ہے کہ استعارہ تخیلیہ استعارہ بالکنایہ سے نہیں مجہوز سکتا اور ان کے نزدیک زبان تشبیہ کے لیے ترشح ہو نہ استعارہ تخیلیہ۔
 لیکن استعارہ تخیلیہ ایسا ہوتا ہے کہ اس میں احتمال تحقیقہ و تخیلیہ دونوں کا ہوتا ہو۔ مثلاً۔

افشا عرق لباش دہلوی

امین ایسا نہو جو کما تھیر الگ جلے | بان تری خیر ہے پارہ یہ بڑا لگ جلے

برکھارت

ناوین ہن کہ ڈگ مرگا نہ ہی ہن | موجود کے تھیرے کھا رہی ہن

تھیرے ہا تھیرے وقوع میں آتا ہو اور ہاتھ شخص سے خصوصیت رکھتا ہو پس موجود کو اول دل میں شخص کے ساتھ تشبیہ دیکر لکھنے واسطے ہاتھ ثابت کیا اور قرینہ ثابت کرنے کا لفظ تھیرے ہو کیونکہ ہاتھ سب سے تھیرے کا یہاں سے ثابت ہوا کہ استعارہ تخیلیہ میں جو چیز کہ مشبہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہو اس کی جگہ اس کا مشبہ بھی قرینے کے واسطے مذکور ہوتا ہے پس اگر یہاں استعارہ موجود اور شخص میں فرض کریں تو استعارہ بالکنایہ ہے اور ہاتھ ان کے واسطے ثابت کرنا استعارہ تخیلیہ ہے اور اگر موجود کے صدمے کو تھیرے سے تشبیہ دیں تو یہ استعارہ تحقیقہ ہو جائے گا اور استعارہ بالکنایہ باقی نہیں رہے گا کیونکہ یہاں کسی کے واسطے ہاتھ ثابت نہیں کیا۔

مولوی ذکا الدین صاحب تاریخ ہندوستان میں آصف الدولہ کی طرف دارن ہشتنگز کے نام لکھتے ہیں
 چو تھوڑی سی سپاہ میرے پاس لگی ہو جو ملک سے خراج وصول کرتی ہو سب کے گھر میں فلسفے کا گھر رہا ہے
 اگر فلسفے کو شخص فرض کریں اور اس کے واسطے گھر ثابت کریں تو استعارہ بالکنایہ اور تخیلیہ ہے اور اگر فلسفے کے ثبات اور ممکن کو گھر کی تشبیہ دیں تو استعارہ تحقیقہ ہے۔

پانی لکھی تھوڑے کو پوتری یاد | غم ترا کتنے کبجے کھا گیا

اگر محبوب کی یاد اور غم کو جانور درندہ سے تشبیہ دین اور اُسکے واسطے خون پینا اور کلجہ کھانا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخیلیہ ہے اور اگر لمبو پینے اور کلجہ کھانے سے تشبیہ کے طور پر ہلاک کرنا مقصود ہو تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ہوش

اتھاری مانگنے کو ٹاہی ہوش و صبر قرار لکھنے شام کے رستے میں قافلہ دل کا اگر مانگ کو شخص فرض کر کے اُسکے واسطے لوٹنا ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ اور تخیلیہ ہے اور اگر صبر و قرار کے کھونے کو لوٹنے سے تشبیہ دین تو اس استعارہ تحقیقیہ ہے۔

حالی

دل کسی باد مخالف سے نہ کھلا یا کبھی لمخنی دوران سے چتون پر نہ میل آیا کبھی اگر دل کو کھلی فرض کرین اور اُسکے واسطے نہ کھلانا ثابت کرین تو اس استعارہ بالکنایہ و تخیلیہ ہے اور اگر دل کے رنجیدہ ہونیکو کھلانی سے تشبیہ دین تو اس استعارہ تحقیقیہ ہے۔

ولہ

کھلے کھاتا ہے باغ بن تیرے گل بہن نظر دینم دماغ بن تیرے اگر مرغ کو حیوان درندہ سے تشبیہ دیکر اُسکے لیے کاٹنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخیلیہ ہے اور اگر باغ کے براہ معلوم ہونیکو کھلے کھانے سے تشبیہ دی جائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

وحید

طاری ہے بسکہ خوف حلاوت نامور گر گر کے برگ بھاگ ہے بہن ادھر ادھر اگر توجہ کو ذی روح سے تشبیہ دیکر اُن کیلئے بھاگنا ثابت کیا جائے تو یہ استعارہ بالکنایہ و استعارہ تخیلیہ ہے اور اگر پہننے اڑنے کو بھاگنے سے تشبیہ دیکھ جائے تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

سودا

اور میر اسحق آفاق میں تالیوم قیام رہے گا سبز بہر جمع و ہر یک دنگل اگر سخن کو درخت فرض کرین اور اُسکے واسطے سرسبز بہر ثابت کرین تو یہ استعارہ بالکنایہ و تخیلیہ ہے اور اگر قدر و منزلت پانیکو سرسبز بہر سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقیہ ہے۔

درو

نظر میرے دل کی پڑے درد کس پر جدھر دیکھتا ہوں وہی دروہر ہے

دکھو آدمی فرض کر کے اُسکے یہ نظر ثابت کی یہ استعارہ بالکنا یہ اور تخیلیہ ہے اور اگر دل کے مفت ہو نہ کیو
دکی نظر پڑنے سے تشبیہ باینن تو یہ استعارہ تحقیقہ ہے۔

میر

آہ جس وقت سر اٹھاتی ہے عرش پر بر چھیان چلاتی ہے
اگر آہ کو شخص فرض کریں اور اس کے واسطے سر اٹھانا اور بر چھیان چلانا ثابت کریں تو استعارہ بالکنا یہ
اور تخیلیہ ہے اور اگر زور کرنے کو سر اٹھانے اور اثر کرنے کو بر چھیان چلانے سے تشبیہ بن تو استعارہ تحقیقہ ہے

دلہ

بہت دور کوئی رہا ہے مگر یہ کہ فریاد میں ہے جس زور سے
اگر جس کو شخص فرض کریں اور اس کے واسطے فریاد ثابت کریں تو یہ استعارہ بالکنا یہ و تخیلیہ ہے اور
اگر آواز کو فریاد سے تشبیہ دین تو استعارہ تحقیقہ ہے۔

سودا

روز میدان قدم اپنا تو جہان کا ہے کوہ کا سینہ بچھے دیکھ ترا استقلال
اگر قدم کی تشبیہ نیز سے فرض کریں اور اس کے واسطے کاٹنا ثابت کریں تو یہ استعارہ بالکنا یہ و تخیلیہ ہے
اور اگر قدم کے اثبات و مکن کو کاٹنے سے تشبیہ دین تو یہ استعارہ تحقیقہ ہے۔
یاد رکھو کہ ایسی صورتوں میں استعارہ تحقیقہ کے احتمال کے دفت استعارہ بالکنا یہ کا بانی نہ ہنا صاحب
تلفیص کے مذہب کے موافق ہو کیونکہ اُسکے نزدیک استعارہ بالکنا یہ کا قرینہ سولے تخیلیہ کے اور کوئی چیز
نہیں ہو سکتی اور جبکہ نزدیک استعارہ تحقیقہ بھی استعارہ بالکنا یہ کا قرینہ ہو سکتا ہے ان کے نزدیک
استعارہ بالکنا یہ باقی رہتا ہے مثلاً۔

ظفر

اے در پے سے پھر گیا وہ غیر کے گھر عہد و بیان محتاج مجھے وہ بالکل ٹوٹا
عہد کے ٹوٹنے سے عہد کا باطل ہونا مراد ہی شاعر نے عہد کو ذہن میں اسی سے تشبیہ دی ہے اور باطل ہونا
تحقیقی ہو کہ عہد اور ٹوٹی ہوئی رسی دونوں میں متحقق ہے۔

نسیم

ناتا پر یون سے اُس نے توڑا رشتہ اک آدمی سے جو رٹا
یہاں نائے کے توڑنے سے اُسکا باطل کرنا مراد ہی یہاں بھی نائے کو ذہن میں اسی سے تشبیہ دی ہے۔

منوی سعدین	
ضعف نے پکڑا نبض چھوٹ گئی	بڑھ گئی یا اس اسٹلٹ گئی
شاعر نے آس کو ذہن میں سے تشبیہ دی ہو اور آس کے ٹوٹنے سے مراد اسکا باطل ہونا ہو۔	
سودا	
جو ہر کو جو ہری اور صراف زر کو پرکھے	ایسا کوئی نہ کیا وہ جو بشر کو پرکھے
بشر کے پرکھنے سے بشر کی اچھی طرح لیاقت کا معلوم کرنا مراد ہو شاعر نے ذہن میں بشر کو زر و جواہر سے تشبیہ دی ہو اور اچھا بڑا ہونا امر تحقیقی ہو کہ زر و جواہر اور بشر دونوں میں تحقیق ہے۔	
میر	
جب سے کہ تیغ رکھنے لگا اپنے پاس میر	امید قطع کی تھی تجھی اُس جہان سے
پایہ نواں چمن استعارے کے حسن و خوبی کے شرائط میں	

استعارہ تحقیقیہ اور تمثیل بطریق استعارہ کی حسن و خوبی اس میں ہو کہ وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ شامل ہو اور تشبیہ غرض مقصود کے بیان کرنے کے لیے کافی ہو اور وجہ شبہ مبتذل نہ ہو اور اس کے الفاظ تشبیہ پر دلالت نہ ہو تو ہی ہو اگر الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہوں تو استعارے کی غرض فوت ہو جائے گی کیونکہ استعارے سے یہ غرض ہوتی ہو کہ تشبیہ بہ کی جنس میں تشبیہ کے دخل ہونے کا ادعا کیا جائے اور تشبیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تشبیہ بہ وجہ مشابہت میں تشبیہ سے اقوالے ہو پس اگر استعارے کے الفاظ تشبیہ پر دلالت کرتے ہوں تو تشبیہ کے بعینہ تشبیہ بہ ہو نیکادعا صورت پذیر نہ ہو سکے گا۔ اور وجہ مشابہت استعارہ اور مستعار منہ میں جلی ہوئی چاہیے اگر جلی نہ ہوگی تو استعارہ چستان اور معما بن جائے گا کیونکہ جب کہ لفظان کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جو تشبیہ پر دلالت کرتی ہو تو تشبیہ میں پوشیدگی آجائے گی اور جبکہ وجہ شبہ میں بھی پوشیدگی ہوگی تو پوشیدگی پر پوشیدگی بڑھ کر استعارے میں نہایت اشکال پیدا کر دے گی اسوجہ سے استعارے میں وجہ شبہ جلی ہوئی چاہیے اگر کوئی کہے کہ میں نے شیر دیکھا ہے اور مراد اسکی ایسا آدمی ہو جسکے منہ سے بد بو آتی ہو تو یہاں وجہ شبہ مستعار لہ اور مستعار منہ دونوں میں خفی ہے اسلئے کہ گو شیر کے منہ میں بد بو آتی ہے مگر جب انسان کو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے تو مشابہت کی یہ وجہ منظور نہیں ہوتی بلکہ شجاعت جو اسکو لازم ہو وہ مقصود ہوتی ہے اور سننے والے کا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہو پس انشا پر داند کو خیال رکھنا چاہیے کہ جہاں وجہ مشابہت خفی ہو اسے استعارے کے کام میں نہ لائیں تشبیہ کے طور پر

استعمال کریں اس سے ظاہر ہوا کہ تشبیہ عام ہے اور استعارہ خاص ہے کیونکہ جن مواد میں استعمال عمل میں آتا ہے وہ ان تشبیہ بھی ہو سکتی ہے اور بعض صورتیں ایسی ہیں کہ وہ ان تشبیہ تو بن سکتی ہے مگر استعارہ نہیں بن سکتا کیونکہ جائز ہے کہ وجہ شبہ جلی ہنوا اور جب وہ جلی ہنوی تو وہ ان استعارہ جیسا ان اور معاہدہ جائز کا پس جہاں وجہ شبہ جلی ہنوا وہ ان استعارہ بہتر نہیں تشبیہ کے طور پر استعمال کرنا چاہیے۔ اور جبکہ وجہ شبہ طرفین میں نہایت قوی ہو یہاں تک کہ اسکی وجہ سے دونوں ایک سے سمجھے جاتے ہوں اور جو کچھ ایک سے سمجھا جاتا ہو وہی دوسرے سے سمجھے میں آئے تو ایسے موقع پر تشبیہ بہتر نہیں استعارہ کے طور پر کام میں لانا چاہیے کیونکہ تشبیہ سے کلام میں خوبی حاصل ہنوی اور استعارہ بنانے سے حسن پیدا ہو جائیگا جیسے علم اور نور کہ ان دونوں میں وجہ شبہ ہر ایت ہے اور اسکی وجہ سے ان دونوں میں بکثرت تشبیہ واقع کی جاتی ہے یہاں تک کہ علم سے وہی معنی بتا دے ہوتے ہیں جو نور سے لیے جاتے ہیں اسوجہ سے دونوں لفظ متعین معلوم ہوتے ہیں پس ایسے موقع پر استعارہ کرنا بہتر ہوتا ہے کیونکہ تشبیہ کی صورت میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شے کو اپنے نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور استعارہ بالکنایہ کی خوبی اس میں ہے کہ وجہ شبہ طرفین کو شامل ہوا و تشبیہ افادہ غرض کے لیے کافی ہو اور استعارہ تخیلیہ کی خوبی استعارہ بالکنایہ کی خوبی یہ موقوف ہو کیونکہ وہ اسی کا تابع ہو علیحدہ اسمیں تشبیہ نہیں ہو پس استعارہ بالکنایہ چھاپو کا تو یہ بھی اچھا ہوگا

تیسرا باب مجاز مرسل کے بیان میں

منفی نہیں ہے کہ جو لفظ سوائے معنی موضوع کے اور معنی متعلق ہوا وہ ان کوئی قرینہ ایسا پایا جائے جو اصلی معنی مراد لینے سے مخاطب کو رک دے اور ان دونوں معنی میں کوئی علاقہ سوائے علاقہ تشبیہ کے ہو اسکو مجاز مرسل کہتے ہیں اور جو علاقہ مجاز مرسل میں درمیان معنی اصل حقیقی اور معنی مجازی کے ہوتا ہے اسکی تسمیہ ہم کے قریب ہیں ان میں سے یہاں تھوڑی سی کثیر الاستعمال تسمیہ ذکر کجائی ہیں۔
 (۱) جو لفظ مل کے واسطے وضع کیا گیا ہو اسکو جز کیلئے استعمال میں لائیں جیسے۔

ذوق

جون پنجشاخہ تو نہ جلا انگلیان لمبیب

ظاہر ہو کہ نبض پر سارا ہاتھ نہیں کھاجا اصراف پورین ہی انگلیوں رکھتی تھی جن کو کراہے مصرع میں ہوا۔

مذاق

اگر کے کوئی یا علی حیدر

بجائیں کا تو نہیں انگلیان رکھ کر

کامین انگلیان ساری نہیں کہتے بلکہ پور رکھی جاتی ہے یا کمین فدان شخص کے ہاتھ میں سانپ نے کاٹا
نظارہ ہے کہ کسی انگلی میں یا خاص ایک جگہ کاٹا ہو گا نہ سارے ہاتھ میں۔

ناسخ

ارمچی سے ہو رہا ہے جو اسکا دہن کبود | یان سنگ کو دکان سے ہے سارا بدن کبود

دہن بولے اور مراد اس سے دندان و لب ہن کیونکہ انھیں دونوں کو کبود کیا جاتا ہے نہ سارے دہن کو۔

(۲) جو لفظ جن کے واسطے وضع ہوا ہو اسکو کل کے واسطے بولین جیسے سورہ فاتحہ کو الحمد کہتے ہیں اور

کلے کا اطلاق اشہدان لا الہ الا اللہ پر کرتے ہیں۔

ظفر

حق سے رسائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو | اپنی بھلائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو
بگڑی بنائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو | غم سے رہائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

دل کی صفائی چاہو تو کلمہ پڑھا کرو

اور جیسے اس شعر میں عبرت کے لفظ سے مراد مراد ہو حالانکہ سرائیک جزہی سردار کا ہے

سرو سخیل مقبولان در گاہ | ہے اپنے عصر کا سید حسن شاہ

پیش

سر مرسلین سرور جزو دگل | شفیع الامم سر و باغ سبل

حسین علیخان مخو

سنگ بھینکے ہے مری قبر پر گل کے بلے | لگا لیاں دے ہو پس مرگ بھی قل کے بلے

قل مراد ہو فاتحہ یعنی آیات و کلمات معروفہ اور قل ایک جز ہے ایسا۔

ظفر

نہیں گر صورت خلاص اس سے تو پلک تو | ظفر پڑھ کر قل آعوذ رب الناس پانی پر

قل آعوذ رب الناس سے پوری سورت مراد ہے۔

سلطان خان سلطان

جس جاہجوم ببل و گل سے جگہ نہ تھی | وان ہاے ایک برگ نہیں ایک پر نہیں

برگ سے مراد گل ہے اور پر سے مراد ببل ہے۔

طول و عرض اتنا دے تو تیشان کو عندلیب | مشت پر کے واسطے کافی ہو مشت فاختس

مشت پسے مراد تمام جسم بلبل ہے اور لفظ بارود شورہ کے معنی کیلئے وضع ہوا ہے اور اب اس کا اطلاق اُس چیز پر ہوتا ہے جو شورہ اور کوئلے اور گندکے لکڑی ہے۔

سودا

بجھ آتش غضب کے شراب کے سامنے

بارود کا ہے تودہ زمین اور آسمان

اور بر کا اطلاق بد نیز بھلی اسی قبیل سے ہے کیونکہ بر در اصل فعل اور سینے کے سینے میں ہے۔

محمد حسین آزاد

جسم پر نور میں پہنے ہوئے جامہ کالا

بر میں جب عسری سر پہ جامہ کالا

(۴) جو لفظ مسبب کے واسطے موضوع ہو اُس کو سبب پر استعمال کریں اسی مثال میں جو یہ فقرہ سنا ہے عجائب گوشہ نشینی میں سالہا سالہ روز بسر کی گرم و سرد زمانہ دیکھا شام غم خوش ہو کے سحر کی گرمی و سردی بسبب انقلاب زمانہ کے پیدا ہوتے ہیں انقلاب سبب ہے اور گرم و سرد مسبب۔

مومن

ساقیائے چک آب آتش رنگ

گرم و سرد زمانہ سے ہون تنگ

حالی

ہنر کا جہان گرم بازار ہے اب

جہان عقل و دانش کا سہوار ہے اب

گرم بازاری سے مراد ترقی ہو ترقی سبب ہے گرم بازار کیا۔

اس کا کوئی گود کا پالانہ بھٹا

گھر میں کوئی گھر کا اُجالانہ بھٹا

گھر کا اُجالا فرزند کی جگہ لایا ہے فرزند اُجالے کا سبب اُجالا سبب۔

ذوق

ہر ایک غار ہو گل ہر گل ایک سا غریب

ہر ایک نشت جمن ہر جمن بہشت نظر

ساغر شراب کی جگہ ساغر عیش بولا شراب سبب عیش مسبب

میم

بھاگے پھر بلنگ مڑ ہانپنے لگے

رد کش جو بھولے کو تھے سو منہ ڈھانپنے لگے

ہانپنے سے مراد بھاگنا ہو ہانپنا بھاگنے کا سبب اسی قبیل سے ہے یہ بھی جو بعض آدمی روز مرہ میں کہتے ہیں کہ کج برستا ہو گا ہر کو کہ پانی پرست ہے لیکن پانی کا برستا سبب لاج کے اُگنے کا۔
(۴) سبب کو بھاگنے مسبب کے بولین جیسے کہیں کہ یہ بادل خوب سا برستا شان سے پانی کے ہے اور

بادل پانی کے برسنے کا سبب ہے۔

تشنہ پری

تو تشنہ پری ابرسیہ سے کہ وہ شراب پیئے ہوں جس جگہ
وہین جابر میں ہین جابر میں ہین جابر میں ہین جابر میں
یا کہین گریو نہیں اس مکا کہین سوچ آجاتا ہے یعنی دھوپ آجاتی ہے سوچ سبب اور دھوپ سبب۔

ناسخ

اس قدر کھلایا تری فرقت میں غم
دل ہمارا زندگی سے سیر ہے
سیر ہونا بیزا ہونیکے معنی میں ہے اور سیری غزلت بیزاری کا سبب ہوتی ہے۔

درد

عاشق بیدل ترایان تک تو جی سے تھکا
زندگی کا اُسکو جو دم تھا دم تھکا
محمد بیگ شور

غضب انگلیں ستم ابر و عجب منہ کی صفائی ہے
خدا نے اپنے ہاتھوں سے تری صورت بنائی ہے
ہاتھ سے مراد قدرت ہے قدرت سبب اور ہاتھ اس کا سبب۔

میر

تکلوٹ اٹھو پر حزن و حکایت اُن سے
بازو جاؤ ہوا نہیں چشم حمایت اُن سے
بازو سے مراد مددگار ہوا بازو سبب ہر دگاری کا۔

وحید

ہو بازوئے امام زمان عازم و فنا
شیر آلے کا اسی طرف فوج شغیا

امیر

جوانی اور پیری ایک لٹاک دن کا وقفہ ہے
خمار و نشہ میں دو لون کو کھویا ہے کیا مجھے
خمار و نشہ سے مراد غفلت ہے اور یہ غفلت کا سبب ہیں۔

(۵) کسی چیز پر کسی اسم کا اطلاق باعتبار زمانہ سابق کے کرن مثال اسکی یہ جو کہ کوئی شخص ایران کا
ہے والا عرضہ دراز سے ہندوستان میں بود و باش لکھتا ہوا سکوا ایرانی زمین چنانچہ مود کا شاگرد دیکھتا حق میں کہتا ہے

تھا اہل ولایت سے وہ ور شاعر عالم
اس کا بھجان ہونیکا کوئی گلو گیسر

حالانکہ سودنے دہلی میں پرورش پائی تھی اُنکے باب مرزایان کابل سے تھے۔

اطاعت و رخصت کی جب نسبت ہم تھری
تو اس ناچیز مشت خاک کا پھر امتحان کیوں ہو

انسان کو مشت خاک سے تعمیر کیا ہوا اور ظاہر ہے کہ وجود حاصل ہو نیسے قبل خاک تھا خاک سے بنایا ہوا۔

معصوم علی

تیرے پر پاکیے ہیں یہ افلاک خاک کو تو نے دی یہ صورت پاک

شیان

عطا کی وہ مٹی کو عقل و تین ہوتی شکل پو سف جو ہر دل عزیز

(۶) کسی شے پر کسی ایسے نام کا اطلاق کریں کہ زمانہ آئندہ میں وہ نام اُس پر صادق آجائے گا جیسے کسی طالب علم کو اس نظر سے کہ زمانہ آئندہ میں پڑھ کر عالم ہو جائے گا مولوی کہیں یا کسی مجرم کو جسکی نسبت نرے موت کا حکم ہو گیا ہو متوفی کہیں یا کوئی شخص ارادہ سفر کا رکھتا ہو اُسکو مسافر کہیں۔

ایس

بیزار ہیں سب ایک بھی شفقت نہیں کرتا سچ ہو کوئی مُردے سے محبت نہیں کرتا

یہ قول ہے حضرت فاطمہ صغریٰ کا جو نہایت بیمار تھیں اپنے آپکو مردہ فرمایا ہوا۔

ولہ

اب شہر میں ایک دم ہے ٹھنڈا مجھے دشوار میں پا بر کاب اور ہونم صاحب آزار

جو کہ قصد سفر تھا اس سبب پا بر کاب فرمایا۔

۱۷) غزن کو بجائے مطروف کے استعمال کریں ظرفیت کے علاقے کی وجہ سے جیسے اس مثال میں۔

میرسن

پلا سا قیا سا غریبے نظیر پھنسی دام ہجران میں بد مزید

ساغر سے مراد شراب ہے جو مطروف ہے۔

انعام احمد انداز

سو جھپتی ہی نہیں قبل کے سو کچھ بکھو لطف ہوتا ہے جو گھنگور گھٹا ہوتی ہے

گول سے مراد شراب ہے۔

منشی عبدالحق خلیق دہلوی

اور تو موگو زرتی سے تنزل انگو لاسے راہ پہ فندہا رہ نہ کا بل انگو

فندہا رو کا بل سے مراد اہل کا بل و فندہا رہ ہے۔

اور اسی قبیل سے ہوا ہندی کا پکنا اور چراغ کا جلنا اور پر نہ لے کا چلنا اور نہ کا جاری ہونا اور نہ لے کا

چڑھنا کیونکہ درحقیقت وہ چیز کیتی ہو جو ہانڈی کے اندر موجود ہوتی ہے اور چراغ میں تیل اور بتی جلتے ہیں اور پرلے میں پانی چلتا ہے اور نہر میں پانی جاری ہوتا ہے اور ندیکا پانی چڑھتا ہے۔

ناسخ

شب جلاتے ہیں جس طرح چراغ | بار پاتے ہیں جس طرح چراغ

میرسن

لب نہر پر صاف جو غور کی + | تو پٹری تھی وہ ایک بلور کی +
اگرے زمین فوارے چھٹتے ہوئے | ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے

میرم نامتھ رام

خون آنکھوں سے مچھلتا ہی رہا | دل کا فوارہ اچھلتا ہی رہا

میر

اؤ سحر نے سوزشِ دل کو مٹا دیا | اس بادے ہمیں تو دیا سا بھجا دیا

مولوی عبدالکلیم شرر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں اسکی کامیابیاں زمانے کو جو بھجا چکا کرتا ہے لکھیں کہ انسان کا حوصلہ ان جھوٹے اور کمزور ہاتھ پر دھرتی دینے سے کس درجہ وسیع ہو سکتا ہے مطلب یہ ہے کہ اہل زمانہ کی جگہ زمانیکا استعمال کیسا ہے یعنی اسکی کامیابیاں اہل زمانہ کو لے لے۔

برکھات

ندی نالے چڑھے ہوئے ہیں | تیرا کون کے دل بڑھے ہوئے ہیں

میر

جیسے دریا اُبلتے دیکھے ہیں | یان سو پر نالے چلے دیکھے ہیں +

مولوی محمد اسماعیل

نظرون ہی سے ہوگی نہر جاری | چل چلیگی کشتیاں بخاری

ولہ

وان سے چھٹے بہت اہل لکے | ندی نالے ہزار چل لکے

(۸) منظوم کو بجا لفظوں کے بولیں جیسے۔

غلام مرتضیٰ جنون

نہرِ چشم سے سا قیا یہ سیاہ مست جنون ہوا | کہ خود آتش طاق پر چودھری تھی یون ہی چری ہی

ظاہر ہے کہ شراب طاق میں نہیں رکھی جاتی بلکہ اُس کا ظرف رکھا جاتا ہے پس ظرف مقصود ہے اور شراب مظر و نشے۔

آتش

گئے بچا نہ بوجا کہ کیا طوف حرم ہم نے
اڑائی تیری خاطر خاک کرین رگزار و ن مین
تھلے سے مراد بت ہو۔

(۹) علاحدہ آلہ اور واسطہ ہونے کا ہول یعنی آلہ اور واسطہ کسی شے کا مذکور کرین اور اُس سے خود وہی شے مراد ہو جس کا یہ آلہ ہو مثال اسکی۔

رند

مے بیان کو شمس کے کانپ کانپ اٹھا
غضب یہ ہے کہ سمجھتا نہیں زبان صیاد
زبان اگر سخن ہو اور نہ ان خود سخن اور بولی مراد ہو یعنی میری بولی نہیں سمجھا۔

دلغ

اُردو ہے جس کا نام ہیں جانتے ہیں دلغ
ہندوستان میں دھوم ہماری باگمی ہے

اسکے

ارزق مل جائے گلے سائل سے بجا ہو سوال
دیکھ لے بے نیاز طفل بے زبان رہتا نہیں
ایسے ہی خوشنویس کو خوش قلم کہنا تعریف اسکی تحریر کی مقصود ہو اور قلم آلہ ہو تحریر کا۔

میرسن

ہوا جبکہ قوط خط وہ شیرین رقم
پڑھا کر کھے سات سے نو قلم
نو قلم سے مراد نو طرح کے خط ہیں۔

(۱۰) جو نام مقید کے لیے موضوع ہو اُسے مطلق کے لیے استعمال کرین مثلاً حرف بولین اور کلمہ مراد ہو اور منیر اپنے شعر میں شہیدون کا لفظ لایا ہے اور مراد اُس سے کشتے ہیں اور شہید ایسے کشتے کو کہتے ہیں جو بیگناہ یا راہ خدا میں مارا جائے۔

ہو زنی خراب میں سجدہ شہید و بکا قبول
طاق نسیان میں تو رکھ دے زندگانی کی کتاب

ظاہر ہے کہ شہید مقید ہے اور کشتہ مطلق ہو یہ شعر حضرت علی کی تلوار کی تعریف میں ہو اور یہاں غرض یہ نہیں ہو کہ حضرت علی کی تلوار کے کشتے شہدائین محسوب ہیں۔
(۱۱) جو لفظ مطلق کیلئے وضع ہوا ہو اسکو مقید پر اطلاق کرین مثلاً روز کین اور مراد اس سے

روز قیامت ہو یا کلمہ بولیں اور مراد اس سے اسم یا فعل یا حرف ہو اسی قبیل سے ہونے پر کاغذ کا اطلاق

نامنوع

قاصداً لکھے ہیں اسرار محبت میں نے

رکھیا اختیار کی نظروں سے تو بہمان کاغذ

قائدہ معنی مجازی کے استعمال کی دلیل کلام فصاحت سے ضرور ہے اس طور پر کہ سبب کو بجائے مسبب کے یا برعکس اس کے اور ظرف کو بجائے مضاف کے یا اس کے برعکس روض علی ہذا فصاحت استعمال میں لانے ہیں یا نہیں اور یہ ضرور نہیں کہ جب کوئی خاص صورت پیش آئے اور کسی خاص موقع پر ان طریقوں میں سے کسی لفظ کے معنی مجازی لیے جائیں تو اس لفظ خاص کے استعمال کی نظیر بھی تلاش کریں۔

چوتھا باب غ کنائے کی تصریح میں

کنایہ لغت میں پوشیدہ بات کہنے کو کہتے ہیں اور علم بیان کی اصطلاح میں کنایہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو اپنے معنی موضوع لہ میں مستقل ہو لیکن مقصود وہ معنی ہوں بلکہ ایک دوسرے معنی ہوں جو ان پہلے معنی کے ملزوم ہوں اور ان دوسرے معنی کا مقصود ہونا معنی موضوع لہ کے ارادہ کرنے کے منافی نہیں کیونکہ استعمال اس لفظ کا موضوع لہ میں ہوا ہو تو ان معنی کے مقصود ہونے کے دوسرے معنی میں کوئی حصر پیدا نہ ہوگا پس کنائے میں لازم معنی موضوع لہ بھی مراد ہوتا ہے مگر فرق انسا ہے کہ یہ بالعرض مراد ہوتا ہے اور دوسرے معنی جو ملزوم ہیں بالذات مراد ہوتے ہیں کیونکہ موضوع لہ کا مراد ہونا محض اس غرض سے ہو کہ جب سننے والے کے ذہن میں اس کی تصویر حاصل ہو جائے تو دوسرے معنی کی طرف جن سے کنایہ واقع ہوتا ہے انتقال ہو سکے جیسے۔

امیر

اس چمن میں طائر کم پر اگر مین ہوں تو کیا

دور ہو صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہے

کم پر اس پرندے کے معنی میں ہے جو پر تھوڑے رکھتا ہو پس کم پر سے اس کے حقیقی معنی یعنی تھوڑے سے پر والا مقصود ہونے کا ان معنی سے ایسے معنی کی طرف انتقال کیا جائے جس کے لیے پر و کا کم ہونا لازم ہے اور وہ کم اڑنا ہے بخلاف لفظ مجاز کے کہ اس سے معنی موضوع لہ کا ارادہ کرنا جائز نہیں کیونکہ اس کا استعمال معنی غیر موضوع لہ میں ہوتا ہے پس اس میں معنی غیر موضوع لہ بالذات مقصود ہوتے ہیں اس لیے معنی موضوع لہ کا قصد کرنا ان کے منافی ہوگا بعض کہتے ہیں کہ کنایہ وہ لفظ ہے جس کے معنی حقیقی مراد نہ ہوں بلکہ معنی غیر حقیقی مراد ہوں اور اگر معنی حقیقی مراد رکھیں تو بھی جائز ہے جیسے کم پر سے کم اڑنے والا مراد ہے

اور اگر اس مراد کے ساتھ پروکی مقدار کا تھوڑا ہونا مراد ہو تو بھی ہو سکتا ہے یعنی اس سے ہر تعلق کے اس شعر میں روشنی کا لفظ ۵

جانبے دو دو بھی کر دانتھ آؤ شعلہ بولی کہ روشنی تو منکاؤ

روشنی سے مراد شمع ہو جو شمع کو لازم ہو لازم کو ذکر کر کے شمع مراد لی ہو اگر اس مراد کے ساتھ روشنی بھی مراد ہو تو ہو سکتا ہے۔

چاک پردہ سے یہ غرض ہن تو ای پر دہین امو من ایک مین کیا کہ سبھی چاک گر بیان ہوئے

چاک گر بیان سے مراد عاشق دیوانہ ہو عاشق کے لیے گر بیان کا چاک ہونا لازم ہو اگر اس مراد کے ساتھ

گر بیان کا چاک ہونا بھی مقصود ہو تو ہو سکتا ہے۔

صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک مجاز اور کنایہ کا مبنی ملزوم سے لازم کے قصد کرنے پر ہو مگر فرق

اس قدر ہو کہ مجاز میں فقط لازم مراد ہوتا ہو ملزوم مراد نہیں ہوتا جیسے غالب علم کو مولوی کننا علم کا پڑھنا

نفیلت کو لازم ہے اور نفیلت ملزوم ہے یہاں ذکر لازم کا بے ارادہ ملزوم کے ہو اور کنایہ میں

لازم مراد ہوتا ہے اگر ملزوم مراد رکھیں تو بھی جائز ہو جیسا کہ کم پیسے مراد کم اڑنی والا ہو اور اگر اس مراد کے ساتھ

پروکی کی بھی مراد ہو تو بھی جائز ہے اسی طرح روشنی سے شمع اور چاک گر بیان سے عاشق دیوانہ مراد ہو

اگر ان مرادوں کے ساتھ روشنی اور گر بیان کا پھٹنا ہوا ہونا مراد ہو تو بھی جائز ہے اور سبکی صاحب مفتاح

کے نزدیک مدار مجاز کا ملزوم سے لازم کی طرف ہن کے انتقال کرنے پر ہو جیسے۔

حالی

ہم ہن نام وطن کے دیوانے وہ تھے اہل وطن کے پروانے

پروانہ کہ عاشق کا ملزوم ہو اس سے عاشق کی طرف انتقال کیا ہو اس طرح۔

وحید

غل ہو کہ سو جھٹا نہیں اندھیر آگیا ہمیت بکاری ہو کہ اب شیر آگیا

شیر کہ شجاع کا ملزوم ہو اس سے شجاع کی طرف انتقال ہوتا ہو۔ اور کنیلے کا مدار لازم سے ملزوم کی طرف

انتقال پر ہے جیسے کم پر کے حقیقی معنی وہ برند ہے جسکے پر تھوڑے سے ہون اور ان معنی سے ایک ایسے

معنی کی طرف انتقال کیا جاتا ہو جسکے لیے پروانہ کا کم ہونا لازم ہو اور وہ کم اڑنا ہو جو ملزوم ہو پس کم پر کا ملزوم

کم اڑنے والے پر ملزوم کی رہے ہو اور حق نہ سب اول ہو اس لیے کہ لازم بحیثیت لازم ہونے کے ملزوم پر

دالات نہیں کرتا ہو چاکر ہو کہ ملزوم سے لازم عام ہو اور عام کی خاص پر دالات نہیں ہوتی پس جب تک

لازم ملزوم سے خاص نہ ہو اس سے ملزوم کی طرف انتقال حاصل نہوگا اور ملزوم اصل و متبوع ہے اس لیے

کہ اس سے انتقال ہوتا ہو اور لازم فرع و تابع اس لیے کہ اس کی طرف انتقال ہوتا ہو اور فرع لازم کو یہاں

حلاقہ کہنے ہیں اور اگر اصلیت و فریت جانین سے ہوگی کہ ہر ایک ایک وجہ سے اصل ہوگا اور دوسری وجہ سے فرع و طرفین سے مجاز جاری ہوگا ورنہ استعمال اصل کا فرع میں مجازاً ماننے سے بدون عکس کے اول کی مثال علت و معلول ہے جیسے ملک اور خریداری شرع میں اور دوم کی مثال سبب و مسبب ہے اور لزوم سے مراد فی الجملہ انتقال ہو جیسے کل فی الجملہ جز کو لازم ہو یا سبب کی الجملہ سبب کو لازم ہو ایسے کہ کبھی عام ہوتا ہو پس لزوم سے مراد نہیں کہ لزوم سے اسکا چھوٹنا منع ہو جیسا کہ اہل منطق و حکمت کی اصطلاح ہو اور کنایہ میں معنی موضوع کہ کارادہ باعتبار واقع کہے ہر چند کہ خارج میں نہ ہو چنانچہ تنگ چشم کہیں اور مراد اس سے نجوس آدمی ہو کہ شخص نہ کوئی آکھیں نہ ہون اگر جان توڑی ہو

مرزا محمد تقی خان ہوس

نہیں ہوس وقت جو ش مستی قدیمیدہ سے توجیا کر | بزور کا بندہ رہے گا کب تک خدا خدا خدا خدا

اس شعر میں قدیمیدہ کنایہ عالم پیری سے ہے کو کامل کا قد بظاہر سیدھا جو۔
کنائے میں مجازاتی نہیں رہتا چنانچہ نہیں کہہ سکتے کہ تنگ چشم نجوس کے معنی میں مجازی طور پر ہے بھلا نہ استقلال کے جیسے مرد بہادر کو شیر کہتے ہیں تو کہنے والے کو شیر کے اصلی معنی کہ حیوان درندہ ہو ہرگز ملحوظ نہیں ہوتے پس استعارہ مجاز کی ایک قسم ہوگا اور کنایہ اس سے مہاسن باجوہ ویکہ یہ بھی دراصل مجاز کی ایک نوع ہو نوعیت کنائے کی تو مجاز کے اس معنی عام کے اعتبار سے جو جسکا وجود خارج میں نہیں اور اسکی مفارقت اسکی جنس کے ساتھ باعتبار مجازات مفید کے ہے جیسے انسان باعتبار حیوان کے جسکو وجود ظاہر خارجی حاصل نہیں نوعیت رکھتا ہو اور باعتبار حیوان مفید کے جیسے گھوڑا اور شیر وغیرہ میں مفارقت رکھتا ہو بہر صورت کنایہ اور مجاز میں دو طرح سے فرق ہو ایک تو یہ کہ کنایہ میں لازم معنی سے غیر حقیقی مراد رکھتے ہیں اور اگر لزوم معنی حقیقی مراد رکھیں تو بھی جائز ہو اور مجاز میں فقط لازم مراد ہونا ہے ورنہ لفظ یہ ہے کہ مجاز میں معنی حقیقی اور غیر حقیقی میں کوئی قرینہ بھی پایا جاتا ہو اور کنایہ میں قرینہ نہیں علی العموم کنایہ کی تین قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ کنایہ میں صفت سے موصوف کی ذات مطلوب ہو اور صفت سے مراد وہ معنی ہیں جو فکر کے ساتھ قائم ہوں نہ وہ صفت جہاں لفظ کی اصطلاح ہے اور وہ ایک تابع ہے جو ان صفت پر دلالت کرتا ہے جو مطبوع کی ذات میں ہوں مثلاً چالاک گھوڑا پس لفظ چالاک تابع ہے جو اپنے مطبوع کی چالاک پر دلالت کرتا ہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔

(۱) صفت کو جو کسی موصوف میں سے خصوصیت رکھتی ہو ذکر کریں اور مراد اس سے موصوف ہو

اسکو گناہ قریب کہتے ہیں اسلئے کہ سبب ایک موزن صفت کے انتقال موصوف تک شوار زمین ہوتا جیسے۔

گویا

ایک گردون تلک ہے وحدہ بین
رقص سے بس ہے اسی کا نام رقص
لونی فلک سے مراد زہر ہے۔

انشا

صبا یہ جا کے تو کہد مجو بید مجنون سے
کہ ناز شاہد حسی کا کھڑا اُجاڑ مین ہے
شاہد حسی گناہ یہ لیلی سے ہے۔

ناسخ

زیب و رنگ ہوا ہے سہ عادل ناسخ
کیون نہ نور و زکود زبات برابر ہو جائے
سہ عادل گناہ یہ آفتاب ہے کیونکہ آفتاب اُن ن برج حمل میں گھول کر تاپہ اور یہی اسکی تخت نشینی ہے۔

انیس

ہے دوش محمد کا مکین منا نہ زمین پر
اس ناز سے رکھتا ہے نہیں پائون زمین پر
دوش محمد کا مکین حضرت امام حسین سے گناہ یہ کیونکہ وہ آنحضرت کے دوش مبارک پر چڑھ کر گئے تھے۔

ولہ

اُٹھا جوتاہ کا نپ گیا شیر آسمان
گردش جو دی تو سب تہ و بالا ہوا جان
شیر آسمان بچ اسد سے گناہ یہ جو۔

ولہ

وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ تو
دیکھے تو غش کرے ارنی گوے اوج طور
ارنی گوے اوج طور سے مراد حضرت موسیٰ ہیں۔

مومن

خون کے میرے ارادے سے ہوا فوج سعد
قتل پر میرے کربا ناز سے بہ نیکل جبار
سعد ذلح سے قرکی بائیسون منزل مراد ہو اور وہ دو تار کے ہیں کہ ستارہ جدی کے دونوں سنگوں پر
واقع ہیں اُن مین سے ایک کے پاس ایک چھوٹا سا تار ہے اس تار کے گوشاۃ سعد یعنی سعد کی بیٹھکتے ہیں
اور جو اس کی یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ سعد اُس چھوٹے تار کے کو ذبح کر تلہے ادیسی سبب ہے
اُس کے سعد ذلح کہلاتے کا۔

داغ

غیرت مار کے خسر و اجسم مجھ کو
نام کو داغ ہوں کیا جانتے ہو تم مجھ کو
خسر و اجسم کنایہ ہو سوچ سے۔

مومن

دہ فرمان فلک تو سن و نجوم حشم
کہ ترک چرخ غلام اُس کا مہر چاکر ہے
ترک چرخ کنایہ مرغ سے ہے۔

امیر

جس طر دیکھو زر گل باغ میں انبار ہے
شکل فوارہ انگلی ہے زمین گنج نہان
زمین کا گنج نہان کنایہ ہونا مات سے۔

قلق

انظر آتما تھا عالم بالا
وہ فلک سیر تھی کہ عرش نا
فلک سیر کنایہ بھنگ سے ہے۔

انشا

مرغان اولی اجنہ مانند کیو تر
کرتے ہیں سدا عجز سے غن غن کے آگے
مرغان اولی اجنہ کنایہ فرشتوں سے ہے کیونکہ آگے دو یا تین یا چار بازو اوپر ہوتے ہیں جیسا کہ
اہل اسلام کا اعتقاد ہے۔

ولہ

جب ملک چرخ کہن شکل گور زمین ہے
صاحب شرق میں جب تک ہر کہ منزل کی پن
صاحب شرق کنایہ ہے سوچ سے۔

ذوق

طسم طر نہ تر آنسو نے میر مردان باندھا
کہ ہر ایک لک گرہ میں حاصل صبر و کمان بندھا
وہ چیز کہ بحر و کان کا حاصل ہے زور و جاہر ہے۔

مثنوی پداوت

سہ زرین کلاہ چرخ چارم
ہزار و فی منزل تخت عالم
مراد اس سے سورج ہے کیونکہ وہ آسمان چارم پر رہتا ہے۔

ناسخ

ساتی بغیر شب جو سیا آب آتشین شعلہ وہ بن کے میرے دہن سے نکل گیا
آب آتشین کنا یہ شراب ہے۔

ولہ

لادون اسکی پشت پر اپنا اگر بار گناہ ہے یقین ہرگز نہ گاؤ آسمان سے اٹھ سکے
گاؤ آسمان کنا یہ ہرج توڑ ہے۔

(۲) کئی صفتیں آپس میں مل کر سب کی سب ایک موصوف کے ساتھ مختص ہوں اگرچہ الگ الگ اور
چیز و عین بھی پائی جاتی ہوں پس ایسی تمام صفات کا مجموعہ بود لکرائے وہ موصوف معین مراد لیا جائے کہو
کنا یہ بعد کہتے ہیں لیسے کہ کئی صفات موصوف کی طرف انتقال سہولت سے نہیں ہو سکتا اور موصوف
شکل سے سمجھ میں آتا ہے جیسے۔

شاب

ساتی نے آج چیز کچھ ایسی کر دی عطا جس سے کہ اپنا رنگ طبیعت بدل گیا
آنکھیں تو سرخ اور منظر ہوا داغ بگڑا ہوا مزہ بھی تو منہ کا سنبھل گیا

ان تمام صفات کے مجموعے سے شراب مقصود ہے۔

ساتی وہ دے ہمیں کہ ہوں جسکے سبب اکبر محفل میں آب و آتش و خورشید ایک جائے
ظاہر ہو کہ یہ ساری صفات شراب میں ہیں کیونکہ شراب خود پانی ہو اور باعتبار سرخی رنگ و گرمی کے
آتش ہو اور باعتبار روشنی کے اور پیالے میں شکل مدور بکڑیکے آفتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔

غالب

صبح آیا جانب مشرق نظر اک چکار آتشین رخ سر کھلا

ان تمام صفات سورج مقصود ہو کیونکہ آسمان یہ چارون صفات موجود ہیں شرق کی طرف سے طلوع ہوتا
اور خوبصورت بھی ہے اور اسکے رخ میں سرخی اور گرمی بھی ہو اور وہ کھلا ہوا بھی ہے۔

مفتون

بند شیشے میں جو ہے یہ لال لال اس پر ہی کو قید خانے سے نکال

ان صفات سے شراب مقصود ہے کیونکہ وہ شیشے میں بند بھی ہوتی ہے اور سرخ بھی ہوتی ہے۔
دوسری قسم یہ کہ کنا سے فقط صفت مقصود ہو اس طرح کہ ایک صفت ذکر کی جائے اور اس سے

ایک اور صفت مراد لہجائے اور آہنگی بھی دشمن ہیں۔

(۱) قریب کہ اُس میں لادم اور مزدوم کوئی واسطہ نہ ہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں۔
الف وہ کہ گنایہ اُس میں واضح ہو اس طرح کہ لازم سے مزدوم تک ذہن سے تامل پہنچ جائے جیسے
سفید ریش اور مے سفید سے پر یکا جھننا۔

مومن

موسفیدی کے قریب اور ہو غفلت مومن

نیز آتی ہے آرام مگر آخر غلب

پندت برج نرائن

مٹے نہ بات کمین تم پہ سننے والو مکی

تھوڑے ہاتھ ہو شرم ان سفید بالو مکی

میک

دامن میں آج تیر کے داغ شراب ہے

تھا اعتماد ہمو بہت اس جوان پر

داغ شراب گنایہ ہو شراب خواری ورنہ دی سے اور دامن میں داغ شراب ہو لے لے شہر خواری
ورنہ دی تک ذہن فوراً پہنچ جاتا ہے۔

ولہ

الہ ہمصنفیہ کل کس کو داغ نالہ

ہت ہوئی ہمارے منقار زیر چہرے

منقار زیر ہونا گنایہ ہے خاموشی سے اور یہ امر واضح ہے۔

ایس

راحت نہ ملی ما و منہ جن و بشر کو

ہر اک نے کسا قتل محمد پر کس کو

سکر نہ گنایہ ہو مستعد قتل ہوئیے۔

مختر

جن نے یون عرصہ ہستی کو کیا مخترنگ

وہ مگر کتا ہے کچھ تو بھی میان سمجھے ہے

ولہ

مے خمار سے دامن کشیدہ جاتا ہے

ہوا ہون ناک میں جس شہسوار کی خاطر

دامن کشیدہ ہونا گنایہ ہو عزت جانیے۔

ایس

دل دشمنوں کے خنجر ابرو سے کٹ گئے

اکٹی چھائین دپے سب الٹ گئے

ہنس اُلٹا یعنی خشم و غضب میں ہونا ہے اور بے اُلٹا یعنی پیچھے ہٹ جانا اور بھاگنے لگنا ہے۔

شیخ عبدالغنی غنی

پڑتی ہے نظر خس پہ دم چشم پرین

یاں ہنسنے پر کاہ بھی بیکار نہ پایا

خس پہ نظر پڑنے سے مراد یہ ہو کہ اُلٹسی احتیاج واقع ہوتی ہے۔

دل

دامن سنبھال باندھ کر آستین چڑھا

خنجر محال دلیں اگر امتحان کی ہے

پہلے مصرع میں تیزن الفاظ مستعد ہو جائیکہ فائدہ بخشتے ہیں۔

جرات

آستین اُسے چڑھائی تیغ کو غول کیا

یہ ہمارے قتل کا سان ہوا اچھا ہوا

اٹکو جسے آگ لگی ہو روتے ہیں تو ہنستے ہو

ہنسنے کو کو کھول دکھا ہوا اپنی کمر تم کہتے ہو

چین باہر ہوئی سماجت سے

مومن سرگرائی بڑھی بجا جت سے

چین باہر ہو جانا کیا یہ ہوا زردگی و غضبناکی سے۔

موسے شام غربت و سفید دل

خلعت شہاے ہجران روز عید

رو سفیدی لگنا یہ ہو شرمندگی سے۔

الہی بخش خان معروف

اکی ٹک اک آب دم شمشیر قاتل لکھی

ور نہ پیانہ ہماری عمر کا لبریز تھا

عمر کا پیانہ لبریز ہونا کیا یہ ہو مرنیکے قریب پہنچ جانے سے۔

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہیں

میسر کیا جانے سجدہ کہتے ہیں کس کو سلام کیا

سرفرو لانگنا یہ عاجزی کرنے سے ہے۔

اگر نظر اک دور سے مجھ دان کو

دل آکھ نیچی کر گیا گل باغ میں

آکھ نیچی کرنا کیا یہ ہو شرمندگی سے۔

ناسخ

باندھوں ایسے مضمون نگین

سکر ہو عدد مرا سخن زرد

غربت میں نہیں ہے اور کچھ رنج	کرتا ہے مجھے غم وطن زرد
پہلے شعر میں زرد ہونا کنا یہ شعر منہ ہونے سے ہوا اور دوسرے شعر میں زرد ہونا کنا یہ بیمار و نزار کر نیسے ہوا	
شرر سا کین جلسہ	
میں ان تکلیف دینے کی غرض سے آج آیا تھا	اگر اب کیا کون صندل لگا ہو اپنے سر
صندل لگا ہونا کنا یہ ہوا درد سر ہونے سے۔	
بقا	
دیکھ آئینہ جو کہتا ہے کہ اندر سے میں	اُس کا میں چاہنے والا ہوں بقا واہ ہے میں
آئینہ دیکھ کر اندر سے میں کہنا کمال غور پر دلالت کرتا ہے۔	
حسرت	
جو کون کیا ہمارے غمیا بھی بیٹھے ہیں مجلس میں	مری آنکھوں میں انگو دیکھتے ہی خون اُتر آیا
آنکھوں میں خون کا اُتر آنا کنا یہ ہو غصہ آجائے سے۔ یہ تمام امور نہایت واضح ہیں۔	
(ب) وہ کہ کنا یہ اُس میں خفی ہو یعنی ذہن ملزوم تک نال کے بعد پونچے جیسے کوتاہ گردن اور	
گرنجی آنکھوں والا دونوں سے شریر مراد ہے اور لمبے قد ملا اس سے مراد احمق ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ حبلی گردن	
کوتاہ ہو یا جسکی آنکھیں گرنجی ہوں وہ آدمی شریر ہوتا ہے اور جس کا قد لمبا ہو وہ احمق ہوتا ہے اور	
یہ ہر اک کو نہیں معلوم ہوتا لیکن ان مثالوں میں یہ بھی شرط ہے کہ معنی حقیقی میں پائے جاتے ہوں اگرچہ	
کنا یہ میں یہ بات لازم نہیں۔	
ترانہ شوق	
ہو نونو نہ تھے دنت سر پہ تھے ہاتھ	سر سے جو تھے جگر پہ تھے ہاتھ
دانتوں کا ہونو نہ ہونا اور سر و جگر پہ ہاتھ کا ہونا کنا یہ ہو کمال منوم ہونے سے اور یہ امور نال کے بعد	
معلوم ہوتے ہیں اور ایسے موقع پر معنی حقیقی بھی پائے جاتے ہیں کیونکہ غم و فکر کی حالت میں اکثر دانتوں سے	
ہونٹ کو کاٹنے لگتے ہیں اور ہاتھ سے سر اور جگر کو کھینچ لیتے ہیں۔	
شباب	
بس سچ تو سمجھا مجھ لے وہ ہوگا کیا اور سن اس کا	فرنگ کے مرجین میں ایسے ہی شہ پہ جب چاند دیکھتے ہیں
مراد یہ ہو کہ فرنگ کے مرجین اُس کو بہت ہی گرامی جلتے ہیں ایسے کہ چاند ایسے شخص کے شہ پہ دیکھتے ہیں	
جس کو بہت ہی گرامی جانتے ہوں۔	

برکھارت

لاہور میں شب ہوئی تھی لیکن کشمیر میں پہونچنے جب ہوا دن
لاہور میں شب ہونا کتنا یہ ہوا اس سے کہ رات کو گرمی تھی کیونکہ لاہور میں سخت گرمی پڑتی ہے اور کشمیر میں
دن ہونا کتنا یہ ہوا زمین سخت سردی ہو جائیے کیونکہ کشمیر میں سردی زیادہ ہوتی ہے۔

ایس

مطبخ ہو سراگ کا اُس میں بنیں ہر نام بچے ہو لے گرم سے بیتاب ہیں تمام
مطبخ کا سرد ہونا کتنا یہ ہر سبک فاقے سے پہنے سے۔

محمد روشن خوش

سفید ہو گئیں آنکھیں ہو اگر بجان سُرخ ہمیں تو رونے نے آخر یہ نگ دکھلایا
آنکھیں سفید ہو جانا کتنا یہ ہوا اندھا ہو جانے سے اسلئے کہ جب آنکھوں پر جالا آجاتا ہے تو سفید ہو جاتی ہیں
اور اسوجہ سے آدمی کو کچھ نظر نہیں آتا اور اگر بجان سُرخ ہو جانا کتنا یہ ہوا شگ خونی کے زیادہ بہانے سے۔

اٹا

ابنی آدم کی ٹولی کی ٹولی و بیٹھی بولے ہے شیر کی بولی
شیر کی بولی بولنا کتنا یہ ہوا ذکر کرنے سے جب ذکر نہیں تو حلق سے زور زور سے آواز نکال کر نکلتی ہے۔

دبیر

کشتو کلوئے فوج عدو رو نہ لگی جنگل میں برق قمر خدا کو نہ لگی
کشتو کلو رو نہ لگنا یہ ہوا لڑائی میں شکست پانیسے کیونکہ جب آگے بڑھی ہوئی فوج پیچھے ہٹتی ہے تو اس
فوج کے مقتول و زخمی جو پیچھے پڑے ہوتے ہیں اُنکے قدموں سے چلنے لگتے ہیں۔

نعمیم

جب دیکھتا ہوں اس بہت خوشوار کی طرف وہ دیکھتا ہے جمدھر و تلوار کی طرف

جمدھر و تلوار کی طرف دیکھنا کتنا یہ ہوا قتل کرنے کے ارادے سے۔

(۲) بعد یہ ہوا کہ لازم و ملزوم میں کچھ واسطہ ہو یعنی اس طرح ہوا کہ لازم سے اول کچھ اور چیز سمجھیں
اور بعد اُسکے ملزوم مثلاً سنی کو کہیں کہ اُسکے باورچی خانے سے بہت راکھ نکلتی ہے اس مثال میں ملزوم تک
واسطے بہت ہیں اس سبب سے کہ بہت راکھ بہت لکڑی جلنے سے ہوتی ہے اور لکڑیوں کا بہت جلنا
بہت کھانا پکینے سے ہوتا ہے اور بہت کھانا پکنا ملزوم کی زیادتی پر موقوف ہے اور مہمانوں کی زیادتی خواہ

دلائل کرتی ہے یا کسی کی نسبت کہیں کہ اُسکے باور چوپنہر بہت محنت رہتی ہے پس باور چوپنہر بہت محنت کا ہونا جب ہوتا ہو کہ اُنکو کام زیادہ کرنا پڑے اور یہ امر اس بات کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے کہ باور چیلنے میں کھانا زیادہ کھاتا ہو اور کھانیکا زیادہ کھانا بہت سے مہمانوں کے واسطے ہوتا ہے اسی قیل سے ہے۔

شباب

کیا ہو بیان داد و دہش ایسے شخص کا بندھو اتا ہو جو توڑ و کھا مٹھ کچے سوتے توڑ و کھا مٹھ کچے سوتے سے بندھو انا کنا یہ ہو اہتمام سخاوت میں نہایت فحیل سے اور اہمگ انتقال توڑون کا مٹھ کچے سوتے سے بندھولنے سے اس بات کی طرف ہے کہ توڑون کے مٹھ کا بندھو نہیں ہوتا اور اس سے انتقال ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ توڑون کا مٹھ جلدی کھل جاتا ہے اور اس سے انتقال جلدی بخشے کی طرف ہوتا ہے۔

سودا

یہ اہم باب ہے زمین اے فلک جب بے فعل بے کلید در فیض کا ہونا کنا یہ ہو فیض میں اہتمام اور فحیل سے یہاں انتقال در کے بے فعل بے کلید ہونے سے دروازے کے بند نہ ہونگی طرف ہوتا ہے اور اُس سے انتقال در فیض میں جلدی پہنچ جائیگی طرف ہوتا ہے اور اُس سے جلدی فیضیاب ہونگی طرف انتقال ہوتا ہے۔

دلہ

وہ اُس کا خوان نعم ہے کہ جس کے مطیع میں دیگ کے کھرنے کی ہر دیگ کے صدے عام دیگ کے کھرنے کی صد کا عام ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اُسکے مطیع میں بے روک ٹوک ہر آدمی کھانا کھا سکتا ہے یہاں دیگ کے کھرنے کی صد کے عام ہونے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ اُس کے باور چیلنے میں چوٹو پنہر دیگین ہمیشہ چڑھی رہتی ہیں اور دیگوں کا چوٹو پنہر ہمیشہ چڑھے رہنا بہت کھانا کھانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور بہت کھانا کھانا کھانے والوں کی زیادتی پر موقوف ہو اور ان کھانا کھانے والوں میں کسی خاص آدمی کی قید نہیں بلکہ جو چاہتا ہے کھاتا ہے اور یہ انتہائے سخاوت پر دلیل ہے۔

حالی

بہت اُس فعل میں ہے علم ان کا جس کی کچی کا کچھ نہیں ہے پتا نامعلوم نبی کے فعل میں علم کا بند ہونا کنا یہ ہے علم سے فائدہ نہ پہنچ سکنے سے اور اس جگہ علم کے فعل کی کبھی کا پتہ نہ ہونے سے اس بات کی طرف انتقال ہوتا ہے کہ وہ فعل کھل نہیں سکتا اور اس سے انتقال اس امر کی طرف

ہوتا ہے کہ علم جو مقفل ہو اس تک سائی ممکن نہیں اور اس سے انتقال اس امر کی طرف ہوتا ہے کہ اس علم سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔

ایس

مطلع ہو سرد آگ کا آئینہ نہیں ہو نام
بچے ہو اسے گرم سے بقیاب ہیں تمام

بہلا صریح کتا یہ ہو اس بات کی طرف کہ سلف سے ہیں کسی کو کھانا نہیں ملا ہے یہاں انتقال مطلع کے سرد ہونے اور آئینہ آگ کا نام نہونے سے اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ باور چنانچہ میں ایندھن بالکل نہیں ملا ہے اور اس سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ پکنے کے لیے چوٹھو پڑ کوئی چیز نہیں رکھی گئی ہے اور کسی چیز کے نپکے سے انتقال اس بات کی طرف ہوتا ہے کہ سب فالتے ہیں۔ پس نمی و بیشی و سائل کی وجہ سے مقصود پر دلالت مختلف ہو جاتی ہے اگر و سائل کم ہوں تو دلالت واضح ہوتی ہے اور جو زیادہ ہوں تو خفی ہوتی ہے۔

میسری قسم یہ کہ کنایہ سے کسی صفت کا اثبات بالنی کسی موصوف کے واسطے مقصود ہو۔

اثبات کی امثال یہ ہیں کہ فیر کا جامہ شیر کا ہر گھوٹنی فیر و شیرین صفت شیر کی ہو اور یہ قدرت سے عالمی نہیں ہونے یا جس وقت کوئی شخص کسی کی کمال حمایت امداد عایت کرے کہ ہر کلام اسی کی بھلائی میں گستاخ و کین کہ یہ گڑ اسی کا جامہ پہنے ہوئے ہے یا یہ ہی تاریخ ہندوستان مولفہ مولوی ذکا و امجد کی یہ عبارت ہے۔

حافظ رحمت خان شجاع الدلہ کو خدائی کا بے ایمان جاننا تھا اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتا تو بھی اُسے چھوٹا چانٹا قرآن کا جامہ پہن کر آپسے مراد یہ ہے کہ صفت انقاد پر ہیز کاری سے متصف ہو کر آتا۔

میسر

است مانیو کہ ہو کایہ بے در و اہل دین
اگر آوے طبع بہن کے جامہ قرآن کا

اسی قبل سے ہر ترجمہ تاریخ فرخ آباد کی یہ عبارت ہے۔

صہارن پور کے چنگیز شاہ نے ایک سب سے پہلے سردار و نین نمود رکھتا تھا اول اٹھا پھر کیا اور سوار دستار کے چوڑا نہ نہ تم قلع کیوں نہیں بہن لیتے، زمانہ برقع بہن لیے سے مراد نامردی کا ثبات کہتا ہے۔

امانت

تون کا نہ کلمہ پڑھا دو سبتو
آمنت پہ فضل خدا ہو گیا

منوی سعدین

کلمہ اپنا ہی یہ پڑھنے کے رہے
بول بالا مرا گھٹا کے رہے

اپنا کلمہ پڑھانا یعنی اپنا مطبوع و منقاد کر لینا۔

ولہ

عشق کے بہن مقام سخت کرے | جھٹکو بھرنے پڑینگے کچے گھڑے
کچے گھڑے بھرنے کا یہ ہو محال کام کر نیے کیونکہ کچے گھڑے میں پانی ٹھہری نہیں سکتا۔

حالی

اکھا در ہو یہ بھی اگر بند اس پر | اکھا اس پنہ بجلی کا گرنا ہے بہتر
یعنی اُس کو مر جانا چاہیے۔

سودا

روئے نامحرم سے بہتر چشم کور | پر نہ دکھلائے خدا جز رشتے گور
یعنی مر جائے۔

میم

اب کے جنون میں فاصلہ شاید نہ کچھ ہے | دامن کے چاک اور گریبان کے چاک میں
دونوں چاکوں میں فاصلہ نہ ہوتے مراد یہ ہے کہ گریبان بہت پھٹ جائے۔

نفی کی مثال جیسے اس فقرے میں کتاب توبۃ النصوح مصنفہ مولوی نذیر احمد دہلوی کی بڑے بھائی
نے لکھا کہ میں گھر بھرنے متوالی کو دونوں نہیں کھالی، یہ کنایہ اس امر کی طرف ہے کہ کسی میں عقل نہیں رہی اس لیے کہ
جب سب متوالی کو دونوں کھا لینگے تو سب کو نشہ حاصل ہو گا اور نشے سے سب کی عقل دلائل ہو جائیگی۔

حالی

غرض عیب کیجے بیان اپنے کیا گیا | کہ گڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
آوے کا آوا گڑا ہونے سے مراد یہ ہے کہ سب ایک ہی طرح کے ہیں کسی کو تمیز نہ سلیقہ نہیں یا کہ
نہیں مانتے سب لائق ہیں۔

الوار حسین تسلیم

ہا میں ایسی نکر تو آوٹ پٹانگ | اگر کہیں لوگ اسنے کھائی بھانگ

بھانگ کھانا ایسے محل میں کہتے ہیں کہ کوئی امر نامقول کا مرتکب ہو اور اُسکی قہاحت اسکے ذہن میں آئے
کیونکہ جب بھنگ پیے گا تو اُس سے نشہ حاصل ہو گا اور نشے سے عقل اُٹل ہو جائیگی۔ آزاد اسیجا شہین لکھتے ہیں
مگر اس حمام میں سب ننگے تھے ان کے ہاں بھی سولے شہدین کے دوسری بات نہیں بن سکتی تھی

سب ننگ تھے کنا یہ اس امر ہے کہ کسی من تہذیب نہ تھی۔

ایمان تقریض

اگر کئی یمن موصوف مذکور ہو تو اسکو تقریض کہتے ہیں جیسے کوئی شخص بڑھے اور اس پر عمل کرے اسوقت کہیں عالم وہ ہو جو علم پر عمل کرے اور مرد یہ ہو کہ شخص معلوم عالم نہیں یا جیسے کوئی بادشاہ رعیت پر ظلم کرے تو کہیں بادشاہی اسکو زیبا ہو جو رعیت کو آرام سے رکھے مطلب یہ ہو کہ فلان بادشاہی کے لائق نہیں یا کسی پڑھنے زنی کے واسطے کہیں لڑکس نامیکے یا رشتہ کش ہیں یعنی شخص علوم ایسا ہے۔

بھرت رام چند راجی کا سوتیلہ بھائی تھاجب انکے باپے انکو اپنی جگہ مسند نشین کرنا چاہا تو ان کی سوتیلی ماں کی کنیہ نے جسکا منتھرا نام تھا اپنی بی بی سے جاگروں کہنا۔ خوشتر۔

زلمے میں یہ روشن ہے سمجھو پیر	کہ دشمن ہو برا در کا برا در
خصوصاً جبکہ ہووے بادشاہی	مقرر ہو برا در یرتبہ ہی

مطلب ہے کہ رام چند راجی بھرت کے دشمن ہیں اور جبکہ انکو بادشاہی ہوگی تو بھرت پر تباہی آوے گی۔

اوار حسین سلیم

پہ تو سچ ہے کہ پار سا ہے تو	کندی پر پھوٹی تھی مری خوشبو
تھی چھڑی چوہدار کی مجھ پر	تھی سواری سوار کی مجھ پر
سیدھو نگر زمیہ سے آتا تھا	نئی رنگت کے جوڑے لاتا تھا
کنگھی لون نے شالے توڑے مرے	ہاتھ منہار نے مروڑے مرے
دی چلا جھکوسان والے نے	جھنڈا گاڑا نشان والے نے
نہ تھی کا مجھی کو تھسا سودا	دل تھا اُس کی ٹکور پر مشیدا
مین کنواری کبڈی کھیلتی تھی	ڈنڈ لڑکون مین مین ہی سلیتی تھی

ان تمام شعرا میں موصوف مذکور نہیں اور وہ مخاطب ہو بطور تقریض کے متکلم نے اپنی ذات کو ذکر کیا جو

ہمیں بنام ہیں چھوٹے بھی ہمیں ہیں بیشک	دلغہ ہم ستم کرتے ہیں اور آپ کرم کرتے ہیں
---------------------------------------	--

یعنی آپ ہی بدنام ہیں اور آپ ہی چھوٹے ہیں اور آپ ہی ستم بھی کرتے ہیں

وہ ظلم کرتے ہیں ہم پر تو لوگ کہتے ہیں	خدا بڑوں سے نہ ڈالے معاملہ دل کا
---------------------------------------	----------------------------------

مطلب یہ ہو کہ لوگ انکو بڑا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اُسے معاملہ نہ ڈالے۔

مر جائے یا کچھ ہو سکے دھیان کسی کا	ظفر دنیا میں نہیں کوئی مرجان کسی کا
------------------------------------	-------------------------------------

یعنی تم ہمارے نہیں ہو اور تمہیں ہمارا دھیان نہیں۔

ولہ

سو مجھے ہو مجھے دل سے دل کی بات کہوں
اگر دیکھنے ڈبو دیدہ گریبان کسی کا
یعنی میرا گھر ڈبو دیکھے۔

خورشید

انگیا جو مسک گئی تو بولے
آنکھیں کھولیں جو دیکھتا ہو
یعنی جو تو دیکھتا ہو تو آنکھیں کھولیں۔

ناسخ

ناسخ نہیں ہے کام مجھے عمر و کربت
بس جانتا ہوں بعد نبی بو تراب کو
یعنی جبکہ اصحاب ثلاثہ سے کوئی عرض نہیں۔

غالب

روے سخن کسی کی طرت ہو تو روسیہ
سو دامن جنون نہیں وحشت نہیں مجھے

یعنی جسے سخن ذوق کی طرت ہو تو روسیہ غالب جب سہریں یہ مقطع کہا۔

ہم سخن فہم میں غالب کے طرز انہیں
دیکھیں اس سہریے کہہ کے کوئی بہتر سرا

تو بہادر شاہ کو یہ خیال ہو کہ اس میں ہم پر چشمک ہو کہ ہنسنے جو شیخ براہیم ذوق کو استاد اور ملک الشعرا
بنایا ہو یہ سخن ہم سے بعید ہو بلکہ طر فزاری ہو مرزا نے بادشاہ کا یہ خیال دور کر کے کیلے ایسا کہا ہو۔

رسوا

ہے زندگی کا لطف تب کہ حضور خوش اوقات
جب ہاتھ میں سانی کے طرحی ہو سب ہو

یعنی لکھو زندگی کا لطف نہیں کیونکہ تمہارے پاس یہ چیزیں نہیں۔

مومن

میں ہی تو رہا ہوں کہیں شک و خدشہ نہ ہو
میری ہی نظر سے تھا عیان میند کا عالم
انکار بیان لیتا ہوں یہ میں ہی تو ہوں
میں نے ہی تو کی یادہ کشی غیر سے باہم
آتی ہو جانی پہ جانی مجھے ہر دم
میری ہی تو گردن میں پڑا جائے ہر کچھ خم

میری ہی تو آنکھوں میں غصہ میند بھری ہو
میری ہی جبین ہو جو یہ کھٹنے پھری ہو

مین ہی تو کمین رات کو بیدار رہا ہوں	مین ہی تو ہم آغوش طلبکار رہا ہوں
مین ہی تو میری وصل سے سرشار رہا ہوں	مین ہی تو کف غیبت میں خوار رہا ہوں
ملک ہوس تازہ خریدار رہا ہوں	لذت دہا و باش ہوس کار رہا ہوں

برستیان پیری ہی تو کھوئے عیان ہین
میرے ہی تو ہونو نہ یہ دانوئے نشان ہین

بیان تلویح

اگر کناہے مین لازم سے مزدوم تک مراد لینے مین واسطے بہت ہون تو اسکو تلویح کہتے ہین جیسے ٹھنڈے چمچے والا کنا پھیل سے ٹھنڈے چمچے کو لازم ہے کھانا نہ پکنا اور کھانا نہ پکے کو لازم ہے کسی مہمان وغیرہ کا نہ آنا اور اسکا خود بھوکا مرنا اور خود بھوکا رہنے اور کسی مہمان کے نہ آنے سے نکل ثابت ہوتا ہے۔

سودا

الغرض مطنج اس گھر لے کا رشک ہے آبدار خانے کا مطنج کا رشک آبدار خانہ ہونا کناہے ہی نہایت نخل سے کیونکہ آبدار خانہ ہونیکو آگ کا نہ جلنا لازم ہے اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہے کھانا نہ پکنا اور کھانا نہ پکے کو یہ بات لازم ہے کہ صاحب مطنج نہ خود کچھ کھاتا ہے اور نہ دوسرے کو کھلاتا ہے اور اس سے نخل ثابت ہوتا ہے۔ اسی قیل سے ہے یہ شعر بھی۔

دلہ

شادی پر شادی ملن مجھے ہے سدا دستہ ہا و ن سے پر بھو نہ بجا

بیان رمز

اگر کناہے مین واسطے بہت نہون لیکن تھوڑی سی پوشیدگی ہو تو اسکو رمز کہتے ہین جیسے جھوٹے سراور لمبی داڑھی والا کناہے ہی مرد احمق سے اور احمقین لازم سے مزدوم تک بہت سے واسطے نہیں ہین مگر کناہے مین تھوڑی سی پوشیدگی ہو جسکی وجہ سے ذہن کا انتقال مزدوم تک تامل کے بعد ہوتا ہے۔

مومن

طبیعیں لب آب جو بہ اک دم پہونچا مین سبوسو بہ اک دم سبوسو پہونچا کناہے یہ کثرت میخواری سے۔

حافظ عبدالرحمن خان حسان	
دخت نرسے کہا منجانے میں شبنسون نے	آج تو خوب ہی شکستے زہی سو کن کے گلے
یعنی بھنگیہ خانے میں بھنگیہ روں نے خوب سبز بیان کھوئیں۔	
انیس	
فلک ازنی تمہی تمہ پر حرم شیر خدا کے	تھا چین چین فرس کچی جھوٹے ہو کے
فرس کا چین بر چین ہونا کنا یہ ہر سمت جانے سے۔	
راجہ بیٹی بہاؤ	
سیا ہی سو کی لگی دل کی آرزو نہ لگی	ہمارے جامہ کمنہ سے مح کی بوند لگی
جامہ کمنہ سے شراب کی بوند نہ جانا کنا یہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک سے نواری کرتے رہے۔	
بیان ایسا و اشارہ	
اگر کناہے میں داسطون کی کثرت نہوا دیکھ پوشیدگی بھی نہ تو اسکو ایسا و اشارہ کہتے ہیں جیسے سفید ریش کے لفظ سے پیر کا سمجھنا اور یہ امر واضح ہو۔	
حالی	
جنھوں نے مجھ سی پیہ میں ڈیرے ڈالے	حواشی ہیں تجرید کے سب کھنگالے
مجھ سی پیہ ڈیرے ڈالنا اشارہ ہو گئے مجھ سی کی نہایت مزاحمت کرئیے اور تجرید کے حواشی کھنگالنا اشارہ ہو تجرید کے حواشی کی بخوبی تحقیقات کرنے سے۔	
ولہ	
جوا اٹھا دزات کی دل لگی تھی	شراب اٹھی گھٹی میں گویا پری تھی
شراب کا گھٹی میں بڑا ہونا اشارہ ہوا بتلے عمر سے نہایت شرابخواری میں مبتلا رہنے سے۔	
ولہ	
ہوئی ترکی مسام خانو لکھی	کٹ لکھی جبر سے فادہ لکھی
یہ اشارہ ہو اٹھی آبرو اور ثروت باقی نہ رہنے سے۔	
میر	
شکر کٹ شیخ و برہمن سے میر	اپنا کعبہ جدا ہنا ٹینگے ہم

اپنا کعبہ جدا بنانا اشارہ ہو سبک علحدہ رہنے سے۔

حالی

یاروں کو کرتی اغیار تو ہے | چلو اتنی گھر گھر تلوار تو ہے |
گھر گھر تلوار چلو انا اشارہ عداوت اور جھگڑا پیدا کرنے سے۔

دلہ

لائق نہیں تمھارے مرگان خون نگاہان | مخرج دلو میرے کانٹو نہیں مست گسیٹو |
کانٹو نہیں گھسیٹنا اشارہ ہوا اذارسائی سے۔

امیں

توڑا ہے طہدار کے ماتم نے کر کو | چھوڑا ہے جو اُس بیٹے نے پری ہن پر کو |
کر کو توڑنا اشارہ ہو صدر عظیم پہونچانے سے۔

دیر

خورشید نے دکھا ہو نہ سایہ بس کا | درواو ہی زینب سر بازار پھرے |
خورشید کا سایہ نہ دکھانا اشارہ ہو نہایت پردہ پوشی سے۔

ظفر

اکھلی جو اس بت بے مہر کی جھلک سے پلک | نہ ذرہ بھر کبھی میری لگی پلک سے پلک |
پلک سے پلک نہ لگنا یا پلک پہنچنے سے۔

تتمہ

علمائے بلاغت کا اس لہر اتفاق ہو کہ مجاز حقیقت سے اور کنایہ تصریح سے زیادہ بلوغ ہو اور استعارہ تشبیہ سے قوی ہو مجاز حقیقت سے اور کنایہ کے تصریح سے زیادہ بلوغ ہو نیکی وجہ یہ ہو کہ مجاز میں ملزوم سے لادیم کی طرف انتقال کیا جاتا ہے مثلاً کوئی کہے کہ میں نے چاند کو دکھا اور ماد اُس سے معشوق ہو تو یہ کہیں اس کہنے سے زیادہ بلوغ ہو گا کہ میں نے معشوق کو دکھا ایسے کہ پہلا قول مثل ایسے دعوے کے ہر جس کے ساتھ گواہ موجود ہو گا کہ ملزوم کا جو دلچسپ کے ہونے پر گواہ ہو یعنی ملزوم کا جو لادیم کے ہونے کو چاہتا ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ ملزوم ہو اور لادیم نہ ہو بخلاف اسکے کہ میں نے معشوق کو دکھا کہ مثل ایسے دعوے کے ہر جس کے ساتھ گواہ نہ ہو اور جس دعوے کے ساتھ گواہ موجود ہو وہ اُس دعوے سے بدتر ہوتا ہو جس کے ساتھ گواہ نہ ہو۔

استعارے کے تشبیہ سے قوی ہونکی وجہ یہ ہو کہ وجہ تشبیہ مشبہ بہ میں مشبہ سے زیادہ کامل ہوتی ہے اور استعارے میں مشبہ کے بعینہ مشبہ بہ ہو گیا دعویٰ کرتے ہیں یعنی معشوق کے بعینہ چاند ہو گیا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کے الفاظ تشبیہ پر بھی دلالت نہیں کرتے اور ایک قرینہ ایسا ہوتا ہے کہ معنی موضوع لے کے مراد نہونے پر دلالت کرتا ہے پس یہ امر ایسے دعویٰ کی طرح ہوا جس کے ہمراہ گواہ موجود ہو۔

تیسرا شعر علم بہ سے کے احوال میں

برایع ایک علم یعنی ملکہ جو جس سے چند امور ایسے معلوم ہو جاتے ہیں جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہیں مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہو کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہوا اور اسکی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو کہ چونکہ ان دونوں خوبونے کے بعد ہی کلام میں محسنات سے حسن و خوبی آسکتی ہے ورنہ بغیر ان امور کی رعایت کے علم برایع پر عمل کرنا ایسا ہے جیسے بریکل عورت کو عمدہ لباس اور زیور پہنا دینا سوچے اس علم کا مرتبہ علم معانی و بیان کے بعد سمجھا گیا ہے بلکہ بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی علم مستقل نہیں انھیں کے ذیل میں داخل ہو مگر یہ قول ان کا تحقیق کے خلاف ہو اسلئے کہ اس علم کے رہنے کے تاخیر سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مستقل ایک علم نہ ہو اگر ایسا ہی سمجھا جائے تو بہت سے علوم ایسے بھٹکتے کہ اپنے مراتب کے تاخیر کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ علم نہ بنیں گے اس تقریر سے علم برایع کا موضوع اور غرض اور غایت اچھی طرح روشن ہو گئی اور منفعت اسکی یہ ہو کہ کلام میں ایسی خوبی پیدا ہو جائے کہ قانون کو بھلا معلوم ہو اور دلیلیں اثر کر جائے اول جس نے ان قواعد کا نام علم برایع مقرر کیا عبداللہ بن معمر عباسی ہو کہ اسلئے کہ اجماع میں اسے علم برایع کے قواعد اختراع کر کے ایک مکمل علم مقرر کیا اس علم کو علیحدہ اس لیے مقرر کیا ہو کہ یہ بھی ایک بڑے کام کی چیز ہے اگرچہ علم معانی اور بیان سے کلام میں حسن ذاتی آجاتا ہو اور اسلئے ہوتے ہوئے محسنات بلہی کی تحصیل کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن انشاء پر دازون نے کلام میں حسن و عارضی کی طرف بھی توجہ کی ہوا اسلئے کہ اجماع میں اگر مزیات سے غالی ہو تو اکثر ایسا ہو جاتا ہو کہ بعض کوتاہ فہم اسکی ذاتی خوبونکی تفتیش نہیں کرتے اور اسلئے اس سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اس کے بعد غور کرو کہ لائق غویان یا تو اصالتہ معنوی خوبونکی طرف راجع ہوتی ہیں گویا تابع لفظی خوبونے غالی نہیں ہوتیں یا لفظی خوبی کی طرف اصالتہ مدح ہوتی ہیں پہلی صورت میں مصنوعی کہتے ہیں اور دوسری صورت میں لفظی۔

نشاری نے رسالہ چار گلزار میں جو زبان فارسی کے قاعدوں کے بیان میں ہو تھوڑی قسمیں صنائع لفظی و معنوی کی بھی بیان کی ہیں اور عجب غلط سمجھ کیا ہو کہ لزوم مالا یلوم اور ضمن المزوج اور متلون اور مسطوط اور مقطع وغیرہ صنائع لفظی کو صنائع معنوی میں ذکر کیا ہو حالانکہ کسی صاحب رسالہ نے ان صنعتوں کو صنائع معنوی میں نہیں لکھا اور کہو تو لکھتے کہ یہ سب صنعتیں صنائع لفظی سے ہیں ہاں اگر نشاری گل اول صنائع لفظی میں اور گل دوم صنائع معنوی میں نہ قرار دیتا تب بھی ہم کہہ سکتے تھے کہ اُسے صنعت کی قسمیں بے ترتیب بیان کی ہیں جیسا کہ اکثر چھوٹے چھوٹے اہل علم نے کیا ہو قطع نظر اسکے اُس رسالے کے اکثر مسائل غلط ہیں اور بہت سی جگہ سہو غلطی واقع ہوئی ہو جو نو آموزان کتب فرہنگ سے بھی نہایت بعید ہو اس تقریر سے ہمارا یہ منشا نہیں کہ نشاری پر خواہ مخواہ اپنی طرف سے عیب چپکا دیں جیسا کہ سید وارث علی نے کیا ہو بلکہ جوابات اہل ہوتی ہو وہ منصفانہ بیان کی جاتی ہو چنانچہ اُس رسالے کے ملاحظے سے یہ بات ہر ایک پر واضح ہو سکتی ہے۔

الفرض اس شہر میں دو باغ ہیں ایک باغ صنائع لفظی کے بیان میں دوسرا صنائع معنوی کے ذکر میں۔ وجہ تقدیم صنائع لفظی کی صنائع معنوی پر یہ ہو کہ اہل لفظ سمجھنے میں آتے ہیں پھر معانی سمجھ جاتے ہیں بعض مصنفین نے اسکے برخلاف معنی کو الفاظ پر تقدیم دیا اور صنائع معنوی کو بیان کیا ہو پھر صنائع لفظی کیونکہ مقصود اصلی اور عرضی معانی ہیں اور الفاظ اُن کے توابع و قوالب ہیں۔

فائدہ اگر شعر میں کئی صنعتیں مختلف ہوں تو اُسے صنعت یک کب کہتے ہیں اور غایت علم پارسی بھی نام لکھا ہے

پہلا باغ صنائع لفظی کے بیان میں

صنعت تجنیس وہ ہو کہ دو لفظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں مغایر اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔
 (۱) تجنیس تمام اور وہ یہ ہو کہ دو لفظ انواع حروف اور اعداد حروف اور ترتیب حروف اور حرکات و سکنات میں متفق اور معنی میں مختلف آئیں اس اگر تجنیس کے دونوں لفظوں کی نوع علیحدہ ہو یعنی ایک اسم ہو ایک فعل یا ایک اسم ہو اور ایک حرف یا ایک فعل ہو اور ایک حسرت تو تجنیس تمام مستوفی کہتے ہیں جیسے ہاٹ ایک جگہ امر ہو مصدر یا ثناء سے اور یہ فعل ہے اور ایک جگہ ہاٹ اسم ہو جی کے ہاٹ یاد من کے ہاٹ کے معنی میں۔

حسرت

جب سیر گلستان کو وہ شوخ گیا ترے دل چاک ہو اگل کلمہ بچنے کے مجز ہونے کے

پہلے مصرع میں ترسے صبح کے معنی میں ہو اور دوسرے مصرع میں ماخوذ ہو ترسے یعنی مٹی مطلق کا صیغہ ہے

انشا

کہا دل نے مے دیکھی جو وہ مانگ | کہ ہو یہ رات آدھی کچھ دما مانگ

پہلے مصرع میں لفظ مانگ اسم ہو اور دوسرے میں فعل امر۔

شہادہ حاتم

جب شاموتی نے تجھ دندان کے موتی کہا | آب میں شرمندگی سوئے وب چون بانی بہنا

پہلا بہا اسم ہو اور دوسرا بہا فعل ماضی۔

امانت

آبدار سی سے جو ملو نظر آیا وہ گلا | رشک کی برف سے کیا جسم صراحی کا گلا

اول مصرع میں گلا اسم ہو اور دوسرے مصرع میں فعل۔

رکمین

ایک بیک گھر کے وہ اٹھا پتار | مار تیرے ہاتھ میں ہے اسکو مار

پہلا لفظ مار اسم ہو اور دوسرا فعل امر۔

حسن

کہن دین تیرے چھپے ہنہ میں ایشک آٹھو لے بہنا | مغل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب ترساہی

نہ ایسا گبر کوئی ہے نہ ایسا کوئی ترساہی

پہلے شعر کے دوسرے مصرع میں ترسا ماضی ہو ترسے کی اور دوسرے شعر میں اسم ہو نصائے کے معنی میں۔

ناسخ

بس نہ ترسا بہت ای کا فر ترسا بھگو | لب جان بخش دکھا بہر مسیحا بھگو

ظفر

جگر کے دماغ پہ اسکو کوہنہ ریل دیا | کہ یعنی جلتا نہیں ہے بغیر تیل دیا

پہلا دیا ماضی ہو اور دوسرا دیا اسم ہے۔

خیراتی خان ولسون

سب سہینگے ہم اگر لاکھ بڑائی ہوگی | پر کہیں آنکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی

پہلا لفظ لڑائی ماضی ہو اور دوسرا اسم۔

رحمت اللہ علیہ محمد	
پن مین کسے آئی نگاہ ڈالی آج	جو کھل کھلاتی ہو گل کی ہر ایک ڈالی آج
بہلا لفظ ڈالی ماضی ہو اور دوسرا اسم۔	
محمد اکبر اکبر	
لازم ہو رحم بیل شیدا کی جان پر	نفل بہا رہے نہ کتر باغبان پر
انیس	
خیبر مین کیا گذر گئی روح الایین پر	کائے ہن کس کی تیغ دو پیکر نے تین پر
دونوں شعر دیکھ پہلے مصرع مین لفظ بحر حرف ہو اور دوسرے مصرع مین اسم ہو۔	
اور اگر دونوں فقط ایک نوع سے ہوں تو تجنیس تام مائل کہتے ہیں جیسے لفظ گل ایک جگہ معنی آرام	
دقرار اور دوسری جگہ معنی دیروز و فردا ہو۔	
امانت	
قترار سوز جگر سے بھلا مجھے کہ ہے	تڑپ تڑپ کے گذری فراق کی شب ہے
ہوا ہے گل سے بھی کچھ درد گل نہیں ہے	خدا ہی خیر کرے آج رنگ بے ڈھب ہے
اٹیک رہا ہے کئی دے آبلہ دل کا	
ظفر	
آدمی کہتے ہیں جس کو ایک پتلا گل کا ہو	پھر کہاں گل اسکو گل مل ہو ذرا بگڑی ہوئی
قلق	
اس قدر زیست سے ہوا ہوں تنگ	ہو گیا ہے پلنگ مثل پلنگ
جان صاحب	
وصف مین چوٹی کے اک شعر نہ چوٹی کا کہا	جان صاحب نے بھی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی
کہتا ہو جو یاقوت زبان لال ہو اسکی	کہا ہوا ہن مرے بار کے لب لال کی صورت
ناسخ	
خط کے آغاز مین گر مجھ سے ہوا صاف لکھ لیا	لطف تب تھا کہ صفائی مین صفائی ہوئی
شایان	
طلائی وہ بے شدہ پڑا کان مین	زر خالص ایسا کہاں کان مین

ثنوی سعدین		
اکبھی دیکھے تھے نہ ایسے کان +	لکھن کا نون کو ناز کی کی کان	
گویا		
حروف سے خط مسطر ہوں جیسے پوشیدہ	اسی روش سے روش زیر سایہ نہاں ہے	
نظیر		
وہ بچی کا فرسیاہ پٹی نول کے زخموں پہ باندھی پٹی	پڑھی ہو جس نے کہ اس کی پٹی وہ پٹی سے سڑپ کے ہا ہے	
دلغ		
سمندر میں سمندر ہوں صدف میں ہوں شریں	جو چمکے آتش قہر و غضب کی تیرے چمکاری	
وزیر		
خط عاشق سے جو نفرت تھی کل آیا خط	کو نسا جرم ہے جس کے لیے تفریق نہیں	
آغا حسن ازل		
اس کو حجاب وصل میں بھی اس قدر رہا	محرم سے ہونے پائے نہ محرم تمام شب	
عالم عیلمان مست		
اوسہ لیا ہے یار کی انگلیاں کے پان کا	کھلایا ہو آج پان سے خاصہ دن کا	
وحید الدین خان فرو		
او مان چھاتی ہو گدائی سنو کیونکر سہاں کھکا	درخت باور میں باندھتا ہو باغبان کھکا	
ذوق		
ناہ گینے کے لیے ہے نہ کہ گینے کے لیے	تیرے کٹھنے کا کون کیا اتے زیبا گو ہر	
پہلا گناہ خوف ہو نیلے معنی میں مصدر ہوا درود سرگنا زبور کے معنی میں آسم جامہ ہو۔۔		
عبداللہ خان مہر		
یہ شان ناز کی ہے کہ شامہ اتر گیا	آیا اتر کے دل سے جب شانہ دوش پہ	
حکیم میر محمدی طاہر		
مہر کی جیسے نظر کی مہر سان چمکا دیا	آپ چاہا جب تو جلوہ دے میں دکھلایا	
افشا		
نیا زونا کے عالم میں شب بکے کرے ہو	کہ پانون پکے چھوڑے اگر تباہ کٹے لے	

پہلے کڑے زبور کا نام ہوا اور دوسرے کڑے سخت کے معنی میں۔

مومن

یوسف سے عزیز کو کہی سال زندان عزیز میں پھنسا یا

نسیم

بہرام ہے تو ارے وہی چور رہ تجھ کو بتاؤن سحرے گور
برمین سمجھ کے گور کا نام پنجبرہ اک لائی وہ گل اندم

پہلا لفظ گور صحابی خرقے کے معنی میں ہے جسے گور ز بھی کہتے ہیں اور دوسرا لفظ گور قبر کے معنی میں ہے۔
۲) پچیس مرکب یعنی پچیس کے ایک لفظ کو دو کلموں کی ترکیبے حاصل کریں اور ایک لفظ مفرد ہو اور
یہ دو حال سے خالی نہیں اگر کثرت و خط میں موافق ہوں تو پچیس مرکب متشابہ کہیں گے جیسے۔

ایاز محمد خان بھوپالی

قابل نے لگا یا نہ مرے زخم پہ مرہم حسرت یہ رہی جی ہی کی جی میں گئے مرہم

حسرت

روٹھے ہوئے جاتے ہو مرہم سے جو تباہ لڑکے ہم بھی نہ لینگے پھر سننے ہو میان لڑکے

امانت

دو حیان نے ہیں جھکو ترے جو بن کے برابر معشوق یہاں آتا ہے جو بن کے برابر

میر حسن

فقط موت تو کئی پڑی پائے زیب کہ جسکے قدم سے گہرا پائے زیب

انیس

خالی نہ گیا دار کوئی تیغ دوسر کا ہاتھ اڑکے گہرا پائے بچا سر کوئی سر کا

رفت

لب لعل وہ رشک یا قوت تھے بے جان عشاق یا قوت تھے

مجبور

باتیں دیکھ زمانے کی جی بات سے بھی کہلاتا ہوا خاطر سے سب یاروں کی تجبور غزل کہلاتا ہوا

پہلا لفظ کہلاتا ہوا کہ ابلی کرتا ہے کے معنی میں ہے۔
اور اگر خط و کتابت میں مخالف ہو گئے تو پچیس مرکب مفروق دینے مثال اسکی۔

لفظ برق کا فاف دم سے مکرر دم کا متجانس ہوا۔
 قائمہ یاد رکھو کہ یہ زینون بھی بجنیس نام کی قسمین بن بہ بجنیس نام کی کل پانچ قسمین ہونگی اور چونکہ قسمین
 دو زون لفظ کا حقائق اور اعداد اور حدیث میں متفق ہونا ضرور ہے پس اس وجہ سے تراب کا یہ شعر۔
 اگر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر بسا رس جس شہر میں اُلفت نہو وہ تو ہی بنارس
 بجنیس کہ شہر میں نخل ہو سیکھا کیونکہ مصر کا اول عرب بنارس ایک شہر کا نام ہے بلکہ قوم کے فتح سے اور مصر میں اس کا ایک لفظ ہے
 اور آئین نے قوم کے لیے ہر کتب لفظ بنا اور لفظ رس سے ہیں دو زون لفظ ہیئت حروف یعنی حرکات و سکنات میں متفق نہیں
 (۴) بجنیس خطی یعنی دو لفظ متجانس بغیر رعایت لفاظ و حرکات و انواع حروف کے مثلاً بیکل میں
 واقع ہوں جیسے مشکین اور مسکین اور خط و خط اور زرا اور زرا اور غرق اور غرق۔

انشا

لی چکے سے میں نے جبکہ اُسکے چنگی بولی کہ پڑ جان پہ تیرے چنگی
 مقصود بالتمثیل چکے اور چنگی ہے۔

ہوس

کوئی قطعہ خط سے حظ اٹھاتا جون حرف غلط یہ مٹ ہی جاتا

دبیر

منہ غرق عرق دیکھنے خورشید ہوا تر ابرو سے پگھلتا ہے پڑا تیغ کا جو ہر

سید و ریش ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اٹھانے کے ہم ذرا ثروت نباہا ہے یہ اس آفت پناہ کی
 مقصود بالتمثیل نباہ اور پناہ ہے۔

بیدار

کو تو کس میں پوچھوں نشان ماہ دست کہ آشیانہ عشا ہو آشیانہ دوست
 آشیانہ اور آستانہ میں بجنیس خطی ہے۔

حالی

شیخ اور بدلتہ سنخ شوخ مزاج رند اور مرج کرام و مقامات
 شیخ اور سنخ میں بجنیس خطی ہے۔

خسرا بہ میں خزانہ جو ملا ہے شایان وہ صرف میکہ ہو تو بھلا ہے

دیر

تیار ہی تیغ و تبر دیر ہوئی ہے | تدبیر گرفتاری شیر ہوئی ہے
تبر و تیر میں نہیں خطی ہے۔

دل

آٹانی ہو گئی عشرت کی عشرت ہوئے قسوت | مبدل ہو گئی آسانوئے میری دشواری
عشرت و عشرت میں نہیں خطی ہے۔

ذوق

شیم عیش سے ہو یہ زمانہ عطر آگین | کہ قرض غنبر اگر ہے زمین تو گرد و عیر
غنبر اور عیر میں نہیں خطی ہے۔

ظفر

کھل گئی ہم پر کہ رندوئے کین بڑی کج | سر پہ ہو کڑی جو تیرے زاہد اگری ہوئی
کڑی اور بڑی میں نہیں خطی ہے۔

نحیف

دہ گرمی نظر سے پسینے میں تر ہوے | میں غرق ہو گیا عرق انفعال میں
اسی قیل سے ہو آنا الفاظ داکرہ دار کا متواتر۔

ذائق

جان جانان و جہان جان و جان و جہان | روح روحانی روان اسی و جانی علی

حیف

پسند آئی ہو اس بیت کی مجھے چین چین الی | پہننا ہوں جو میں چن کر گریبان ستین ان

شاداب

تجھ صاحبین بحر جان میں کین نہیں | سطرین ہیں لوح حسن کی چین چین نہیں

امیر

رولج دین محمد ہوا اہل دین ہوں شاد | رہائی پائین جو زندان غم میں ہیں محبوس

(۱۵) تجھ میں محشر اور وہ یہ ہو کہ دو لون لفظ سمجھ و جوہ نوع اور عدد اور ترتیب حردت میں مشابہ ہوں لیکن ہدیت یعنی حرکات و سکنات میں مخالف واقع ہوں اور اسکو بعض چھینس ناقص بھی کہتے ہیں

جیسے ہیرا لکسر بمعنی میوہ معروف اور ہیرا الفخ بمعنی عداوت۔

تراب

اگر دلی ہو یا لکھنؤ یا شہر ہمارس جس شہر میں آفت ہنودہ تو ہمارس

احسان

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے وگر نہ یاد تھیں چکو شکایتیں کیا کیا
یہ اُس وقت میں ہو کہ گلے کی جمع بات لکھی جائے۔

امیس

صد ہون میں علاج دل بحر فرح یہی ہو ریحان ہو یہی کُفُوح یہی کُفُوح یہی ہے

نسیم لکھنوی

مشکین زلفون سے مشکین کسوادو کالے ناگوں سے بمکو و سوادو

ناسخ

جب تک نہ آب پاک دہان نبی پیا اُس شیر کے نہ دلمین خیال آیا شیر کا

سہ

یہ بھی نہ پوچھا کبھی صبا دے کون رہا کون رہا ہو گیا

علی احمد علی تخلص

چھوٹی ہے گالیو پر تری کس قدر زبان جھوٹے سے منہ میں ہو یہ بڑی فتنہ گزبان

نسیم دہلوی

میں تو کیا ہوں کاروان کے کاروان ہونگے اسیر بوندہ لاکھوں کو کرے گا آج بوندہ کان کا
کرم خان تخلص بہ کرم رامپوری کی ساری غزل اسی صفت میں ہو چکا مقطع یہ ہے
ترے قدم پر چوگر اکرم تو یہ بولے مٹھ پر مٹھ تپنا ہوئی ریش سن باخیر سن مجھے بھائے سن تے گھوڑو

پہلا سن مفتوح الاول دوسرا لکسر الاول تیسرا مضموم الاول ہے۔

۱) پنجیس زائد و ناقص یعنی ایک لفظ متجانس میں دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہو اور
دوسرے میں کم۔ اسی سبب اسکو پنجیس زائد و ناقص کہتے ہیں اور یہ تین حال سے خالی نہیں یا اول میں
کوئی حرف زیادہ یا کم ہوگا جیسے بات و نبات یا درمیان میں کمی و بیشی ہوگی جیسے گل اور گال دم اور دام
یا آخر میں جیسے چاہ اور چاہا اور پیمان اور پیمانہ۔

پہلی قسم کی مثال یہ شعر پرستہ نخلص شاگرد بھورت خان آشفہ کا۔	
رشتہ توڑا پرستہ الفت کا	دیکھ اُسے شکستہ حال نہیں
ناسخ	
یون نہ باتیں چبا چبا کے کرو	مہربان بات ہے بہات نہیں
آذر	
باریک بال سے بھی ہر تیری کمریاں	ہو گا وہ بال زلف بڑھانی کمر کر
ضامن	
ترنج ارسلیے ہر حشر اُسین بھی ہر رنج	برنج خور بھی ہوتے ہیں مبتلائے رنج
ویر	
آزردہ جو تھی تیغ علی زندہ کے دم سے	دم ہو گیا اسوقت جُدا لفظ عدم سے
ولہ	
عارض سے بدر ہوئے معاف کیا جمال	ابر سے بڑھکے شہر بدر ہو ابھی ہلال
میسر	
کھول کر بال سادہ رو لڑکے	خلق کا کیون وہاں لیتے ہیں
وارغ	
جراثیمے حوضِ احت ہوئی افس میں پیدا	بنام ہم دل انگارانِ غم کا چرخ زندگاری
احمد خان غفلت را میبوی	
جودان کا قطرہ آبِ دل لال لال سپے	اگر وہ شرق میں لے تو سپوئے غرب میں ٹپے
حالی	
آٹھ بانی کے لیے پایا جو ایامے شعیب	کریان اُسے چلنے میں نہ سمجھا کچھ عیب
لمؤلفہ	
جل گیا اُس فرقت سے تن دار تمام	حیف تو بھی نہ ہوا میرا یہ آزار تمام
دوسری قسم کی مثال۔	
امانت	
میرے نالوں نے رقیب کو جتا باراد عشق	سور کے کوچہ جاناں میں شریک کیا

آتش

پکاتے زخم ہجر پر اسے ترک کیا کرین

خالی ہیں تیل سے نہ ہے کے نل تمام

منوی نلد من اردو مؤلفہ راحت

ز بس رہتا ہے ہمدوش الم وہ

ہوا ہے نل سے اب نال قلم وہ

میر

زور و در کچھ نہ تھا تو با بے خبر

کس بھروسے پہ آشنائی کی

ناسخ

غیب سے آ کے طائر دیکھنا ہونگے اسیر

کھل کے بل موے کر رہتا ہے پھندا بال کا

برق

وصف کس منہ سے کروں اس بے خمار کا

پھول سے ہلکا ہو پھل قاتل نری تلوار کا

مومن

ہم بھالینگے سن اے موج ہوا بل پیرا

اسکی زلفوں کے اگر بال پریشان ہونگے

ظفر

لال بیوج نہیں منہ ہے چمن بن گل کا

سیلی باد صبا سے ہو لگی گال پہ ضرب

درد

سلطنت پر نہیں ہے کچھ موقوف

جسکے ہاتھ آئے جام سو جم ہے

غالب

وہ نہیں حرم نہیں در نہیں آستان نہیں

بیتھے ہیں رہ گذر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیون

حسرت

ہند و بچہ وہ بت بہن خود کام

زار سے ہاندہ لیچلا سب آرام

میں نے کہا رام مجھے نکر رام ہو ملک

کنے لگا کیا چیز ہے رام جانے رام

رام اور آرام پہلی قسم کی مثال ہیں اور رام دوسری قسم کی اور دونوں رام جنسیں تام کی مثال ہیں
تیسری قسم کی مثال یہ فقرہ کتاب الف لیلیٰ اردو مترجمہ منشی عبدالکریم لکھنوی کا شہزادہ امین امینہ کو
بڑے اعزاز و اکرام سے لکھا۔

میکدہ ملک منتسب کو میکشوالے تو دو

دیکھ کر بیاتے کو بیان شکن ہو جائیگا

ناسخ

	ولہ	
اگر زمین سکتی تری انگلیا کی چڑیا اس لیے	جالی کی کڑتی کا اُس پرے پر پردہ جال ہے	
	حیدر	
تیرے عارض سے خاک ہو ہوس	عارضی حسن ماہ کامل کا	
	گلزار نسیم	
اس نام کے اس لقب کے صدقے	اُس نام کے اس طلب کے صدقے	
	خواجہ وزیر	
پر یزادوں نے مٹی دی جو مجھ کو بعد مر نیکی	کوئی تختہ لحد میں ہو گر تخت سلیمان کا	
	ولہ	
ہاتھ منہ پر رکھکے وہ گل کھل کھلا کر سنسٹا	مل گئے موتی سے دندان موتیا کے زمین	
	صفیر	
برنگ قطرہ صبا ایک کرختے کرتے ہیں	نگاہ قر سے کئے چمن میں تاک کو تاکا	
	امانت	
ہوتا منہ دھو کے جو دیا سے روانہ گل تر	بلیے شور و فغان صورت بلبل کرنے	
	چرکین	
خیال زلف بنائیں جو بیچ کھاتے ہیں	مڑوڑے ہو ہو کے بچش کے دست آتے ہیں	
	قلق	
سر کا کے زلف چہرے سے برد کھائیے	ہوتی نہیں ہوا میں رویت ہلال کی	
	نیار	
روان آنکھوں سے ہو سیلاب گلگون	الکی چشم ہے یا چشمہ خون	
	شاداب	
شب سمین جو نشان آپ چن کر یار پر آئیں	قر غیرت سے ڈوبے انجمن انجم کی برہم ہو	
	ذوق	
مارے گریلی وہ زلف بد عرق	چھڑ پڑیں دندان دہان مار کے	
اوصاف سلک گوہر دندان یار میں	آباد در ہو کے لفظ درج دہن سے بھل گیا	

بعض اس قسم کی تجنیس کو کہ جسکے آخِر میں پیشی ہوتی ہے تجنیس مُطَرَف بھی کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں
تجنیس مُطَرَف وہ ہے جو بعض حرف کلمے کے متجانس ہوں جیسے چین اور چینیں نلے اور نولے۔

نیا ز

اگس کام کی یہ ہستی موہوم کائنات سیراب کب کرے تجھے دھوکا سیراب کا

نشتق

خال رُخسار بتان کا جو خیال اٹاپے کتبہ دل بھی شوالہ ہے کسی ہند کا

ولہ

کیا ہی ریاضت میں وہ تھا بے یا جسم ہر اگل کے نئے بُو ریا

مصنعی

مری آنے جو گھولی بمیون برق آہ وہیں برق در عدلیک علم سب اٹھا

(۷) تجنیس مُذَل یعنی دو لفظ متجانس ہیں سے ایک لفظ کے آخِر میں دو حرف کی زیادتی ہو جیسے مانگ
اور مانگتی تیس اور ترسانی قل اور قفل مثال نثر کی یہ فقرہ نورتن مجور کا۔

”میں اُسکے گلشنِ فرات میں شب کو شبنم کھج بون با تھ ل ل کے روتا ہوں کہ کس کو لے میرا ترانہ ام ہو جاتا ہے“
مقصود بالتمثیل شب اور شبنم ہر اسی مثال میں ہے یہ شعر ذوق کا۔

تغزل میں شور قفل مینا دل ہوا لاسا قیا شراب کہ توبہ کا قل ہوا

ولہ

مانگ سے اُسکی مانگتی ہے بھیک امہ کا کا سہ لیے شب تاریک

خواجہ وزیر

منتظر رکھتی ہے غزہ کرنی ہو آتی نہیں آدب ترسارتی فرقت میں ترسانی ہر نیند

سعید گیسو

دیکھا نہیں ہمار کو طاؤس مارتے گیسو پڑا ہے پیچھے دلِ داغدار کے

ذہیر

یہ شمس کہ روشن گرا شیلے جہاں ہے اس سرد سہ نور کا اک شمسِہِ جوان ہے

منشی

ہر اک طرح تھا کہ چرگین بزرگ دے کینہ اور تھا مانند گرگ

	ولہ	
اگئے جبکہ وہ سامنے سام کے	تو پھر دون ہی تعظیم کے واسطے	
	ولہ	
سیاک کا اک پور ہونسنگ تھا	کہ سرتاپا ہوش و فرہنگ تھا	
	گویا	
کیون میں تا کون دم گلشت گلشن تاک کو	تا کئے والا ہون اسکی زکس مخور کا	
	منیر	
اعزیز و ذوق یار سے کیا پوچھتے ہو	چاہ میں دیدہ و دانستہ گرا چاہتے ہو	
	ذوق	
چشم غضب نیم نگہ میرے واسطے	ایک نیچہ ہے دہر میں گویا بجھا ہوا	
<p>خلف عبدالزاق یحییٰ سے مقدمہ شرح سہ شرطہوری میں اس صنعت کی تعریف میں یہ مواقع ہوئے ہیں کہ جنہیں زائد کی بھلی قسم کو کہ اس میں ایک لفظ متجانس کے آخر میں دوسرے لفظ سے ایک حرف زیادہ ہوتا ہو مثلاً قرار دیا ہے۔</p> <p>(۸) جنہیں مضارع اور وہ یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف مختلف ہوں مگر شرط یہ ہے کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہ ہو ورنہ دونوں لفظوں کے تشابہ میں بُعد واقع ہو جائے گا اور اس میں یہ شرط ہے کہ حروف مختلف متحد النحر یا قریب النحر ہوں اور یہ میں صورتوں سے خالی نہیں خلتا اول میں ہو گا یا در میان میں یا آخر میں۔</p>		
	مثال اول	
	ذوق	
عقل میں شمس ہے تو علم میں کان کو ہر	فصل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہ رحمت	
علم و حلم میں جنہیں مضارع ہے۔		
	دبیر	
اب مطلب ہمزہ جہنم ذکر یہ سنائے	حمزہ کی سپہر شبت پہ مولا تھے لگائے	
ہمزہ اور حمزہ میں جنہیں مضارع ہے۔		
رنے نعل جان بخش کو ہٹنے بتلا	میر کیا آبِ حیوان کو پانی سے بتلا	

بتلا اور بتلا میں جنہیں مضارع ہو۔			
نصیب			
کبھی نہ اُس رخ روشن پہ جھانیاں دیکھیں	کھائیں چاند پہ سوار چھانیاں دیکھیں		
جھانیاں اور چھانیاں میں جنہیں مضارع ہے۔			
ظفر			
ہو گئی پرسونگی پرسون تم نہ لے کیا سب	آپے اچھا کیا وعدہ وفا اچھے تو ہو		
پرسون اور پرسون میں جنہیں مضارع ہے۔			
منشی			
مناسب ہو اب اور یوں ہے صلاح	کہ تو اور طوس آوے یا نہ بے صلاح		
صلاح اور صلاح میں جنہیں مضارع ہو۔			
بہ خود			
نہ کیوں اُسکو ہو گلشن رخسے میل	نہیں لٹ یہ ہے عشق پیچہ کی بیل		
میل اور میل میں جنہیں مضارع ہے۔ لیکن بیان یہ بھی ہے کہ حرکات میں اختلاف ہے			
ہاتھ میں تسبیح / بانہر عمل	قطع مگر رشتہ طول امل		
عمل اور امل میں یہ صنعت ہے۔			
مومن			
بن تھے بزم سورین ہین یہ قیامتیں کہ	نذرہ صورت کا اثر نذرہ تے نوازمین		
سور اور سور میں یہی صنعت ہو۔			
رجب علی سرور			
ہر کام پر چو پھانس لیا مرغ دل درا	کیا چال جال ہے بت مشر فرام کی		
چال اور چال میں جنہیں مضارع ہو۔			
میر مدد علی تپیش			
دین دل عشق میں کھو بیٹھے تھے ہم بھوکے	طاقت صبر بھی جاتی رہی کل پر مومن سے		
برسون اور برسوں میں جنہیں مضارع ہے۔			
اقرب مجھکے اپنے سے وہ جائے یوہن پس	انشا عقب کے نیش پر بھی جو رکھے حل قدم		

اُتوہ اور عرق بین نہیں مضاع ہے۔
مثال دوم

سُورِ کِے پان سے جب لال میں نہان دیکھا
اس طرح کا میں نہیں لعل بدیشان دیکھا

فقیہہ

لال کرتا ہے وہ رستہ لعل کو
اور شعلہ بختا ہے نعل کو

مقصود بالتشبیہ لال اور لعل ہیں۔

مثال سوم

منظور ہے گرز چنگر کا تجھے سینا
آئینے سے سینہ مرا ایجان لگا دے

حسن

از فوٹ کے ہاتھ دولت حسن صنم لگی
دو سانپ خوب بیٹھ رہے مال مار کے

مال اور مار میں تجھیں مضاع ہے۔

از چہن بے نظیر

قانون وہی ساز وہی ملکہ وہی ہے
ہر تار میں بولا کہ ہر اک تار میں آیا

تار اور تار میں سہی صنعت ہے۔

انوار حسین تسلیم

استغریٰ آواز بجا تو وہ اُٹول
تار اور تار کا سٹے میں بوتول

فائدہ اقصاء علی سے کہ سینے کے نزدیک ہر ظاہر لب تک پہنچے کوئی حرف نکلے اُس جگہ کو خرج اُس حرف کا
کہتے ہیں اول کے دریافت کا ایک قاعدہ یہ ہو کہ جس حرف کا خرج معلوم کرنا ہو اُس کو ساکن کر کے اور ایک حرف متحرک سے
لا کر ملا کر جیج ہیں تمام سے آواز نکلے اُس حرف کا وہی خرج جائیں چنانچہ طلق سے وہ لعل حرف نکلے ہیں اور تالو سے
ق ک نکلے ہیں اور زبان کے سر سے ص س نکلے ہیں اور زبان کی نوک سے ظ و ف نکلے اور میانہ زبان یعنی منہ کے
اند میں ح ش ی نکلے ہیں اور دھوٹو سے ل ن نکلے ہیں اور منہ کے ٹکڑ اور تالو سے ط و ت نکلے ہیں اور زبان کے
کنا پر دھن نکلے ہیں اور ب م ف و ہونٹ سے نکلے ہیں۔ اور غیل بن احمد کہتا ہے کہ حروف علت یعنی ا و ی سکون کی حالت میں

ہوائی ہین یعنی بولے دہن سے پیدا ہوتے ہین مخرج نہیں لکھتے اور پہنچ گ کہ حروف فارسی کے مخرج وہی مخرج ہین کہ
حروف عربی کے ہین مگر انکے لفظ میں انکے ثقالت ہو اور نہ کہ فارسی کا حرف ہو بشین منقوط کے مخرج سے نکلتا ہو لیکن
اسکے لفظ میں زبان کسی قدر ثقیل ہوجاتی ہو اور ٹوڑا سے بھی زیادہ ثقیل ہین۔
(۹) تنہیں لاحق اور وہ یہ ہو کہ الفاظ متجانس کے بعض حروف میں اختلاف ہو مگر بیان بھی شرط یہ ہو
کہ ایک حرف سے زیادہ مختلف نہور نہ دونوں لفظوں کے تشابہ میں بعد واقع ہو جائیکا پس ان اشعار میں۔

یا محمد خان شوکت

و د بالاً ہوئی آتش جنگ گرم نہ کبھی تھی بہرام نے بھی یہ رزم

سودا

سہایت اک کینہ کندہ عصر کہ دلکش نظم سے جسکی ہر اک نثر

مبجور

اور جن کو نہیں ہے اس میں دخل اپنے نزدیک ہین وہی بے عقل

الفاظ گرم و رزم عصر و نثر۔ دخل و عقل میں تنہیں لاحق ہونگی کیونکہ ہر اک مثال میں درجہ و ک
اختلاف ہو اور اختلاف حروف کا عام ہو خواہ اول میں ہو خواہ در میان میں خواہ آخر میں اور وہ حروف
مختلف متحد المخرج یا قریب المخرج نہون جیسے سنگ چٹک اور رام رام اور شاہ شاد وغیرہ۔
پہلی شکل کی مثال

نعیم

آٹھ سے جدا ہوں مرا ہو سکے یہ ہو سکے تیری جفا سے ہو خفا ہو سکے یہ ہو سکے

محمد جعفر مخمور

خواب میں پہونچا جو دانست خیال نیلا پیلا اسکا دانو ہو گیا +

عبدالرؤف محمود

ذوق ہو اسکو خود آرائی سے خود پہنی تنیق آئینہ زانو پہ ہے زلف معبر ماتھ میں

انشا

ناک کے پنجے ہر گل کی ناک لگائے بیٹھے ہین کونے منہ پر غنچہ زین ناک لگائے بیٹھے ہین

حسن

اگنی ن تیر چھپ رہے ہین شاک لکھو نہ ہر سنا گل خورشید رو گھر سے کہ عالم خوب تر سا ہو

ذوق

یہ بھی اس نازک بدن کو بار ہو
گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نسیم

اکر کھلے بندون جی کی تنگی
مے ننگ ہوئی وہ شوخ تنگی

انیس

حقاً کہ تھا ظفر کا وسیلہ سفر ترا
نام نگو قلم نے لکھا عرش پر ترا

موس

دان بال سی وہ کمر ہے باریک
وان لموس نور ران اور ساق
یان آنکھوین دو جہان ہوتا ریک
یان ضعف سے جنبش قدم شاق

حالی

رعیت کا اے خون نہ کچھ شاہ کا ڈر
نہ اے چور کا خطرہ نہ اے ساہ کا ڈر

محمد شاہ کرناجی

اڑان کے حلقے میں دیکھا جبے دانہ خال کا
مغ دل عاشق کا تبے قید ہو اُس جال کا

منشی

ہوا اُس کا گھوڑا دھانے فرار
لیا فوج خاقان میں اس نے قرار

جرات

ناصح کتاب بند کی کر بندہ ہم تہ آہ
یہ حرن عشق دل سے مٹایا نہ جاہنگاہ

مصطفیٰ

انصاف کیا اُس کا میں اب شہ کے حوالے
جھکتی ہے جہان مار سے اے مور کی گردن

دبیر

یا فاطمہ کا لاڈ لا مقتول ہوئے
یا فخر کوئی بندہ مقبول ہوئے

ولہ

مان تڑپنی مان گری دھڑائی اُدھر گئی
اس چال سے یہ موت کو بھی ات کر گئی

نسیم دہلوی

سے روئے کسے نہ تریا یہ پھچکا جانا ہوں
کج سمجھے نور میں بھی غافلہ ہونا کا

	فوق	
نیش کی جانوش ہو دُنہالہ ز بنورین	کام میں افعی کے ہو مہرہ بجائے اہلہ	
	حالی	
باب کا حکم نہیں مانتے فرزند رشید	اور نوکر نہیں دیتے کبھی اکھا کو رسید	
	ناسخ	
غیر کو ترک کسی با کا میں سبلع نہیں	بیشہ شیر خدا میں کہیں سیلح نہیں	
	امیر المصلح	
ملون جلوہ حسن پر نور سے	کردن بندگی دیر کو دوسے	
	خوشتر	
خبر رکھتے ہیں تیرے زور سے ہم	نہیں ہے کوہ کو کچھ کاہ کا غم	
	تیسری شکل کی مثال	
	محسن مولف تذکرہ سراپا سخن	
کیا صبا ت ہے کہ یہ چاند ہے وہ ہالہ ہر	نہیں پہونچی میں ہوا اُس ماہ لقا کا پہونچا	
	مومن	
سُر مہ نسیم سے ہم خود مسخر کون ہون	آئینہ کی تلی جو تھی جادو کا پتلا ہو گیا	
	سودا	
انقدر دل دگر کہیں جی کو ملامت مولے	مان لے سودا نہیں ز مہار اس سوچین سودا	
	مقصود بالتمثیل لفظ سودا اور سود ہے۔	
	منشی	
پہ منکر ہوا شاد گشتا سب شاد	کہ حاصل ہوئی اُسکے دل کی مراد	
	امانت	
شب مہ میں بچھا کر چاندنی بھتا کہ راہی	چمک پر آج کل اگلی ستاری کا ستاراہی	
تری جالی کی کرتی کے تصویر میں یہ دماہون	ولہ مبصر دیکھ کر آگھونکو کہتے ہیں کہ جالاہی	
	قلق	
دشت دشت کی خاک ہم چھانیں	تلوے غم بال خار سے کر لیں	

نطق

اُس آنکھ کا تل ماش ہو پتا ہے وہ تیلی جلتا ہوا اُن آنکھوں سے جادو نظر آیا

اصغر علی خان آبرو

اَل کے طوے سے غلامین ہوا جب ہوا یا دست دیا رنجھے

فائدہ یہ جتنی قسمیں بچھیں کی بیان کی گئیں باعتبار اتصال و انفصال کے یعنی جدا جدا یا پاس پاس واقع ہونے الفاظ متجانس کے دو قسم پر منقسم ہو سکتی ہیں متصل و منفصل اور الفاظ متصل بن حرف عطف یا جریا انکی مثل کا فاصل ہونا انکے اتصال کے منافی نہیں۔
مثال بچھیں تمام متصل کی۔

انشا

میرنی ماں سے بیج کہاں اُسکی ہو سکے توصیف میں ہے جسکی زبان قلم قلم
بچھیں تمام متصل یہ ہو

وجہ

انسکین درد دل کو نا آج ہونے ل ہوئے یا زبانی ہے وہ ہی لے توکل ہو
بچھیں زائد متصل کی مثال۔

نام

دور سے دیگی دکھائی روشنی جائے سواد یاد رکھ قاصد نشان ہے یہ دیار یا رکا

خوشتر

سراپا تن میں روشن آتش خشم روان مانند دریا چشمہ چشم

ظفر

دیکھ کر اُس مہ کو وقتِ حجامی آفتاب ہو گیا منہ پر بجائے آفتابی آفتاب

لمولفہ

دل کس سے اب لکائیں یہاں ہم چلے گئے مینا بھی کج بھی ساتی بھی اور جام جم کے ساتھ
اشرف کا کرم سے ترے تادم حیات یارب نہ لے چن کبھی کام کم کے ساتھ

میر و زری علی صبا

اگوٹھوین گردش نگہ بار سے پنا ل نہیں ہو کے بگیا چشم غزال کا

تجنیس زائد منفصل کی مثال۔

اسیر

لب شیرین کے وصف کرتے ہیں | بات گویا نبات اپنی ہے

حیدر

تیرے عارض سے خاک ہو ہمسرا | عارضی حسن ماہ کامل کا

راحت

زبس رہتا ہے ہم دوش الم وہ | ہوا ہے غل سے اب نال قلم وہ
تجنیس مضارع متصل کی مثال۔

سرور

ہر گام پر جو بھانسی لیا مرغ دل مرا | کیا چال جال ہو بخت محشر خرام کی
تجنیس مضارع منفصل کی مثال۔

منشی

مناسب ہے اب اور یوں ہر صلاح | کہ تو اور طوس آوے یا ن سے سلاح
تجنیس لاحق متصل کی مثال۔

مخمور

خواب میں پہونچا جو دانہ سب خیال | نیلا پیلا اس کا زانو ہو گیا

انشا

گل ہے جو اُسکی یاد سے غافل ہوا یک دم | جگو دہن میں اپنے لگے ہے زبان نبون
طوفان لغج آنکھ نہ ہم سے ملا سکے | آتے نظر ہیں چشم سے ہر پل عیان عیون
تجنیس لاحق منفصل کی مثال۔

ہوس

وان بال سے وہ کمر ہے باریک | یان آنکھ و نمین دو جہان ہوتا یک

مناسخ

غیر کوثر کسی ہی کا مین سباح نہیں | بیشہ شیر خدا بن کین سیاح نہیں
تجنیس محرف متصل کی مثال۔

	سودا	
اکسدا مستقی سے جافصد کر	لکھدیا مجنون کو شیر شتر	
	میر	
مجھے مرزا میر کو مرزا کو میر	لے وہ رگ زن جو نہ مجھے شیر شیر	
	حسن	
لب جو کے اڑنے لگی گرد گرد	گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد	
	احسان	
اکے گی خاک تو پیغام اے صبا میرا	ہو اسے یار مین دم ہو ہوا ہوا میرا	
تجنیس محرف منفصل کی مثال -		
	نسیم دہلوی	
پین تو کیا ہوں کاروان کے کاروان ہوئے میر	ہندہ لاکھون کو کرے گا آج بندہ کان کا	
تجنیس مذیل متصل کی مثال -		
	منشی	
گئے جبکہ وہ سامنے سام کے	تو پھر دو وہین تعظیم کے واسطے	
تجنیس مذیل متصل کی مثال -		
	فوق	
ہانگ سے اسکی مانگتی ہے بھیک	مہ کا کا سہیے شب تاریک	
تجنیس خطی متصل کی مثال -		
	میر	
منہ غرق عرق دیکھ کے خورشید ہوا رت	ابروسے ٹپکتا ہے پڑا تیغ کا چہرہ	
	دلہ	
نیاری تیغ و تبر و تبر ہوئی ہے	تدبیر گر قناری شیر ہوئی ہے	
	سلیمان خان اسد	
مکان ہو لیس قتل پر دم کے مثل تیر	ابروسے یار پرے گمان گمان مجھے	
تجنیس خطی منفصل کی مثال -		

ثروت

قابل نہ تھے جفا کے اٹھانے کے ہم ذرا
نجنیس مرکب متصل کی مثال -

عزیز

آہو تو بھلا کیا ہے چہ کارہ ہر چکارہ
دُنیا میں کسی کی بھی نہیں تجھے بڑی آنکھ

ولی

یاد کرنے کو لیا ہاتھ میں من کا منکا
نجنیس مرکب متصل کی مثال -

رفت

وہ لب شیرین تھے خیلے آگے نبات
خجل اس قدر ہو کر آئے نبات
فائدہ مگر اگر اقسام مذکورہ بالا کسی قسم کی نجنیس کے الفاظ متجانس کلام میں کر واقع ہوئے تو نجنیس مکرر کہنے کیلئے کیونکہ
صرف نجنیس کے یہ معنی ہیں کہ دو لفظ ایک آوین پس وہ لفظ ہما نس جب کہ واقع ہوئے تب نجنیس مکرر کہلا سکی بعض نے
اسکی فید گائی ہو کہ نجنیس خواہ کسی قسم کی ہو جب الفاظ متجانس مکرر متصل واقع ہوئے تب اسکو نجنیس مکرر کہنے کیلئے واجب متصل
منونگے تو اسکو نجنیس غیر مکرر کہتے ہیں بہر حدیث مثال ہے -

ضیا

صاف تھا جب تک تو ہر کو بھی جواب تھا
ابو خطا نے گا شاید کہ خطا نے گا
اسین نجنیس تام کی تکرار ہو -

ذوق

کبھی ہمت تھی مری قاعدہ صر بن صر
کبھی تھی غوین ہر غو مجھے محبت
اسین بھی نجنیس تام کی تکرار ہو -

نسیم دلوی

لفظ عجیب نہ تحقیق سمجھتے ہیں کچھ
خرم اور خرم کی تحقیق میں اکثر حیران
اس شعر میں نجنیس خطی کی تکرار ہو -
اعلیٰ کا در پر در عجب برات و صولت نفیس
حسن کا حسن حسین کی سب شوکت
یہاں نجنیس صرف کی تکرار ہے -

نادر

ہر زال کی تاثیر ہے ہر تال میں تیری جو سم سے ترے ہوتا ہو وہ سم سے ہوگا

اس شعر میں پنجین نام کی تکرار ہے۔

بعض رسالوں میں پنجین مکرر کے اسماع نثر اور قوافی نظم میں لے کر کی قید دیکھی گئی ہے مگر یہ قید بے اصل ہے۔ بہر صورت مثال یہ ہے۔

نکار

اگر زبان اُسکے ہوئے شور سے بشر کہے دیو دیکھو اپنے زور سے زیر

اس شعر میں جناس لاحق کی تکرار ہے۔ اس صورت میں غزل اور قصیدے میں الفاظ متجانس کا سوا مطلع کے باقی شعرو میں ایک بار ضرب میں آنا ہوتا ہے اور مثنوی و مسدس وغیرہ میں ہر شعر کے عروض و ضرب میں مکرر ہوتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ پنجین مکرر کو پنجین مکرر بھی کہتے ہیں اور اکثر کا قول یہ ہے کہ الفاظ متجانس کے حرفوں میں اختلاف کی بیشی کا ہونا اسکا نام پنجین مکرر ہے مثلاً۔

خوشتر

خوشی کیے بیچ یہ کیا شور و شر ہے کما سب نے یہ شر بہر شر ہے
ازن دزور و زمین دزر سے مغرور شراب شور و بنگ شر سے مسرور

نوا

یا برو مینا و جام مہ بن کمر بجاے کمان کمانہ ہماری چھاتی کے داغ دھکا کرے ہر تک کر نشان نشان

نصرت

پوشیدہ لے کے ڈرے مکر و جام جم ہوا عالم میں اور تنج سے یہ کام کم ہوا

غزل بدھ سنگھ قلندر

بسکہ حضرت شیخ ہو رنے سے جھوکا کم کم رہ گیا آنکھوں میں جون گوہر بے نام نم
طرہ ہوا را اور زلف سیہ پر بیچ و تاب بن بھنسائے دل کو لینے دین ہیں کب ہم دم

مستند پیر

کھو لا کینے جینے سے ہو کر بنگ بنگ گونے میں کوئی رکھ کے کمان خدنگ بنگ
نے وقفہ ہوش اڑ گیا اور بے درنگ بنگ یہ کیا ہے منزلوں ہوے پائے بنگ بنگ

پچھلے قول سے معلوم ہوا کہ خواہ کسی قسم کی پنجین ہو اگر الفاظ متجانس میں حروف کی کمی بیشی نہ ہو تو پنجین مکرر ہے

اور اگر کسی بیشی ہو تو تخمینس مزدوج و مردود ہو لیکن غور کریے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی قسم علی نہیں اور جن لوگوں نے تخمینس کر دیا مردود کو ایک ہی لکھا ہے وہ بہت درست ہے کیونکہ جسکو تخمینس مزدوج کہتے ہیں وہ تخمینس نہ اندکر کی ایک شکل ہے اور تخمینس متصل و مکرر بھی علیحدہ علیحدہ قرار دینا کتب عربیہ کی اصطلاح کے خلاف ہے کیونکہ تلخیص الفصاحت وغیرہ میں لکھا ہے کہ کسی قسم کی بھی تخمینس کے دو لفظ برابر واقع ہوں اسکو تخمینس مزدوج اور تخمینس کرار اور تخمینس مردوستہ کہتے ہیں۔

صنعت اشتقاق وہ ہے کہ کلام میں ایک ماخذ اور ایک اصل کے چند لفظ لانا اسطرح کہ ان لفظوں میں اصل کے حروف ترتیب وار موجود ہوں اور اصل میں جو معنی ہیں انہیں بھی باہم وہ اتفاق رکھتے ہوں پس قرار دے کہ اصل سے نہونے کہونے کہو دو نو ن کھے حروف میں متفق ہیں مگر ترتیب میں متفق نہیں مثال اشتقاق کی۔

احسان

اے نعت تو جاگ اور جگا ہو کہ پھر ہم جاگینگے نہ تا حشر جگائے سے سو کے جاگ اور جگا اور جاگینگے اور جگائے یہ چاروں لفظ جاگنا سے مشتق ہیں۔

ولہ

جنگومت ٹھکراؤ بس چلیے سنبھل کر دیکھو پال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پروردگار دیکھو

امین عظیم آبادی

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کئی عمر گئے کوئی پر کیا ہی خواری میں کئی

ذوق

خضر نازے کیا چاٹ لگا دی دل کو چائنا ہونٹ ہو لیلے کے جراحت کے مئے

ولہ

تو مرے حال سے غافل ہے پر غفلت کش تیرے انداز فاعل نہیں غفلت ولے

رمکین

تے میں چھپ کے دیکھوں بر ملا وہ غیر کو دیکھے بھلا یوں دیکھنا دیکھو تو دیکھا جائے ہو کس سے

آغا شاعر قزلباش دہلوی

کیا دیکھا ہے کیا دیکھنے کیا کیا نہیں دیکھا آنکھوں نے کبھی ایسا ناشائیں دیکھا

فراق

آٹھ اس شوخ سنگر سے رٹتیے ہیں بس چلے یا نہ چلے ہی تو چلائیے ہیں
مر جاے سرور خاص خواص غالب جذا اب کثا ط عام عوام

جعفر علیخان فصیح

یہ تو قسمت میں کہاں تھا کہ کروں کس مال
نے کمالی میں بھی فسوس میں کامل ہوا

مذاق

نہ اس سے بھی میں نبھا ہا کیا
اُسی نے نہ چاہا میں چاہا کیا

صنعت شبہ اشتقاق وہ یہ ہو کہ کلام میں ایسے لفظ لائے جائیں جو بظاہر نوعیت اشتقاق کی
رکھتے ہوں اور دراصل ان کا اخذ علیحدہ ہو یعنی ان میں بعض حروف یا اہل حروف اُطرح اتفاق رکھتے ہوں کہ
جنگل دیکھنے سے بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ ایک اصل سے مشتق ہیں اور حقیقت میں ایسا نہ ہو اس لیے
کہ نفس الامم میں اصل انکی مختلف ہو پس شبہ اشتقاق میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہو کہ دونوں لفظ ایک ہی
مادے سے نکلے ہیں کیونکہ دوسرے لفظ میں پہلے لفظ کے سے حروف موجود ہوتے ہیں مگر اہل کے بعد
ظاہر ہو جاتا ہو کہ دونوں ایک اصل سے نہیں ہیں تصوفی کے مستزاد میں یہی صنعت ہو۔

مگر یہ کہتا تھا کہ کچھ دو نہیں باغ ارم، کرن ارم سے ام
بعد ہم سب نہیں کوئی مگر کا حسین اور نہ کوئی یار

کھانا لکھنوی

جو پرائو نہیں کتھا میں ہیں پرائی سب ہیں
وید کے منتر سے کم آکا نہیں جاہ و وقار

ذوق

جودل فارغانے میں بستے لگا چکے
وہ کب نہیں چھوڑے کبے کو جا چکے

ناخ

رہ گیا میں مسوس کر دل کو
کب میسر مجھے مساس ہوا

نظیر

عشق کا دور کرے دلے جو دھڑکا تو نیر
اس دھڑکے کا کوئی ہنسنے نہ کیا تو نیر

رشک

صبح سے روتے صبح یار پر آنے لگی
کرتی ہو سوج گن کی ظاہر اندیز لاف

مومن

کیا کیا جلی ہی بزم میں تجھ میں نہ بچ رہے
پر وائے شمع شمل کے آس پاس
ہو جا بیٹھیا قوت کے نگ کوئی گھڑی کو ایس
دانو سے لڑنے کوئی موتی کی لڑی کو

حسرت

گرچہ اس بل سے گیا ہو کہ کیا بارام دم
شوق غنچے کو ہوا ہے بولنے کا باغ من
شاعری کی صنعت تو نہیں ہے ہوش و حشر نزل
دور کرتا ہے و لیکن کچھ تراپیغام غم
بول ٹنھ سے ہر کہان تیرا بت گلام غم
ور ناچی کی طرح کھٹے ہیں کیا یہاں سلم

واطمی

اپنوں کا تو نہیں نہ تم سے مجھے جانی سونا
منفعل ہو گا بنا گوش سے کافی سونا

بالمنہ بھیمیر

سُن کے ذکر چشم دیوانہ ہوا
حیف افسون بجکوا فسا نہ ہوا

انیں

کبھی زینب کا ہے غم گاہ سکینہ کا خیال
دن جو ڈھلتا ہے تو حضرت ہو جاتے ہیں بڑھال

میر

اسکی پلیدی شہرہ ہر شہر ہی رہی
گئے کے کاٹے کی سی اُسے کمر ہی رہی

مولوی اسماعیل

رستے کو راستی کے نہ زہنار چھوڑنا
ہوتا ہے راستی ہی سے انسان رستگار

مذاق

نہو و نیگے گوشہ نشین تیرے عاشق
نہ بیٹھنے کے چھین چلانے والے

واجہ علی شاہ خضر

جب سے بنگالے میں کی پہننے قامت دیکھنا
ناوک سوزان کا ہر نگہ نشا نہ ہو گیا

میر

مکتہ مشتاق یا رہے اپنا
شاعری تو شمار ہے اپنا

ولہ

دشمنوں کے رو برو دشنام ہے
یہ بھی کوئی لطف نے ہنگام ہے

ولہ

نام سازی طبیعت کیا ہو جوان مجھے پر
ادب باش وہ شکر لڑکا ہی تھا لڑکا

صنعت تزلزل وہ یہ ہر کہ تبدیل حرکات سے معنے پلٹ جائیں جیسے -

	ذوق	
تحت حکمت ہو یہ فن گر چہ بہ تحت حکمت		اکبھی منطق کو تفوق تھا مرے مطلق سے
مقصود بالتمثیل تحت حکمت ہو کہ دو جگہ واقع ہو اول تلے فوقانی کے سکون سے ہو اور مراد اس سے یہ ہے کہ حکمت اس کے ماتحت ہو اور دوسرا تلے فوقانی کے کسر سے ہو اور مراد اس سے یہ ہو کہ اگرچہ منطق حرکت کے ماتحت ہے کیونکہ تمام علوم خصوصاً علم حکمت کا آلہ ہو کیونکہ اس سے علوم میں عقل دوڑنے اور دلیل قائم کرنے پر طاقت حاصل ہوتی ہے اور خود حکمت نظری کے تحت میں داخل ہے۔		
	افتشا	
یعنی سردار نہیں وہ جو سردار نہیں		اسطر منصور کے لوہے سے ہوئی یہ تحریر
مقصود بالتمثیل لفظ سردار ہے۔ صنعت قلب وہ یہ ہو کہ کچھ الفاظ اسطر پر واقع ہوں کہ دونوں لفظوں کے حروف ترتیب میں یکساں ہوں اسطر کہ نوع اور عدد اور تہیۃ الکی متحد ہو مگر حروف کی تقدیم و تاخیر میں فرق ہو اس طرح کہ جو حرف پہلے لفظ میں مقدم ہوں وہ دوسرے لفظ میں موخر ہوں اس کو جنحیں قلب بھی کہتے ہیں اور جنحیں کی قسم شمار کرتے ہیں اور یہ صنعت کئی قسم پر مشتمل ہے۔ (۱) مقلوب کل یعنی سب حروف کلمے کے علی الترتیب منعکس ہوں جیسے کلخ خاک اور فرش شرف اور عرش شرج اور حور روح اور تارارات اور راز راز اور فر فر زرف زف۔		
	میر محمد زکی	
ذہن دوڑے صورت فرخ چلے فر زربان		وصف اس صرصر شبیم کا کوئی لکھے یا پڑھے
	ناسخ	
زور ہے مانند خورشید درخشان پانچون		کو کہو دن بھر وہ ہر جانی پھر کرتا ہو روز
	ظفر	
صبح کو خوف شب تار نے سونے ندیا		رات بھر مجھ کو غم یار نے سونے ندیا
	امانت	
از روے غور گنج کو اُلٹو تو جبک ہے		دنیا میں ہو خزانہ لڑائی کا گمراہ
	خواجہ نیر	
حور ہو جائے جو کلمے کوئی اُلٹا نام لوح		خوب رویو کو ضرر پہونچا سکے کیا انقلاب

انشا

ابھی جھڑگلے بارش کوئی مست کھڑے نعرہ
جو زمین پر پھینک اے قند شرب اُنکا
جو تو بات تو عین لے گا تو عین جانو لگا کہ سمجھا
ولہ مرے جان و دل کے مالک نے مر کلام اُنکا
مجھے مار کیوں نہ ڈالے تیری لفظ اُنکے کافر
کہ سکھا دیا ہو تو نے اُسے لفظ رام اُنکا
سحر ایک ماش پھینکا جو مجھے دکھا کہ اُسے
تو اشارہ میں نے تارا کہ یہ لفظ شام اُنکا
لفظ اس لفظ نے پر ہو کہ خط آشنا کو پہونچے
تو لکھا ہو اُسے انشا یہ ترا ہی نام اُنکا

دبیر

اَلکَلْبُ عَقْلًا شَرٌّ کُو تُو عَرَشٌ هُوَ سَیِّدَا
ایمان و شریعت یہ سدا قبضہ ہے اُنکا
سزاج فلک فرش در شاہ نجف ہے
ولہ اُس فرش کو دیکھا جو اُلٹ کر تو تر ہے

ولہ

سُلطان صُبح نے رُخ آفاق فنی کیا
اور دور نے قسمر کو اُلٹ کر مٹی کیا

(۲) مقلوب بعض اے کہتے ہیں کہ کلے کے بعض حروف کی ترتیب متغلس ہو جیسے فریب قیبا در
شک شکر اور کمال کلام اور حقیق حریق اور علم عمل و مرحوم محروم اور حامی ناجی -
جیسے ”صبح کا ستارہ“ کی یہ عبارت -

”تجو شخص اس کتاب کا فائدہ پائے اور لفظ اُٹھاے اُس سے اُمید ہو کہ اس مغموم کو اور اُن دونوں مرحوم کو
اپنی دعا سے محروم نہ کرے“

ذوق

قوت طیت و دین قانع کفر و الحاد
مامی شرع بنی حاجی شرک و بدعت

فلق

اُمّ تم گیا پاس اب قرابت کا
دشتہ پیدا ہوا ر قابت کا

شر

اکمال بحث ہے علم کلام میں رہتی
دہن میں لوگ بہت قیل و قال کرتے ہیں

مثنوی دار

انسان کے لیے اُم ہو مال
جس نے پایا رہا وہ پا مال

(۳) مقلوب مستوی یعنی تمام لفظ یا فقرہ یا مصرع یا شعر مقلوب کرنے سے وہی لفظ یا فقرہ

یا مصرع یا شعر حاصل ہوا لفظ کی مثال جیسے باب بے عیب شاہان نادان کبک تزل گنگ بے زریب
 ظن آوا و نان در و دور (معنی دھوان) کوت تحت وید گرگ تیل لک بکرت ہم آلا آیا آقرفن ہنہ نالان
 آازان آا مادوہوم تسم کون آاد۔

ذوق

دردین مین لوستا ہون کس کو میرا درد ہی ہو نہیں لفظ در جس پہلو سے آلو درد ہے

انشا

اٹھتی ہی اپنے دسے کچھ ایسی ہی ہوک سی پڑ جاتی جس سے دشت مین ہر ایک کوک سی

ملوفہ

سرفس سے دم بدم بیفائدہ ٹکری ہے ببل نادان نہیں ہن تیرے بس کی تیلیان
 فقرے کی مثال۔

نفر

یہ آنا جانام کا ہر نقطہ اسکی عنایت پر کسی کی آمد و رفت نفس مین کچھ نہیں چلی
 آنا جانام کو اگر آخر سے پڑھیں تو یہی عبارت حاصل ہوگی۔
 شعر کی مثال۔

نظام ساکن چاوزہ

نم شدت کلمے سے درد یہ ساکت دشمن اشک ہر گاہ رکنا خاک رہا گرہ کشا
 تمام شعر مطلوب مستوی ہے۔

نصرت

اعدایہ ادا ہے یہ اعدا ہے ادعا اول کلام یہ ہے مالک لوا
 امن اکہ اہل اکہ اہل انسا لے روح جو رہا یہ لے روح جو رہا

بارب یہ باراب ہو یہ باباب ہو باباب
 باران ناراب ہے یہ پدان ناراب

مطلوب مستوی کی ایک قسم اور ہے اور وہ یہ کہ ایک عبارت کے قلب کرنے سے اور ایک عبارت
 حاصل ہو جائے لیکن دوسری عبارت کبھی ایسی ہو کہ اگر اسکو قلب کریں تو عبارت اول حاصل ہو جائے جیسے۔
 روح اور یہ ہو وہ ہوا آنا آنا انشا کہ ہو رہا ہو وہ آگاہ رسم اہل کلام

پہلے مصرع کے قلب کر نیسے یہ عبارت حاصل ہوتی ہے۔ آشنا انشا وہ بیسے روح اور را اور اس دوسری عبارت کے قلب کرنے سے وہی پہلی عبارت یعنی تمام مصرع حاصل ہوتا ہے۔

(۴) مقلوب منجھ لفظ منجھ مشرف کے وزیر مفعول کا صیغہ ہوا کے معنی بازو دار کے ہیں اور اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ الفاظ مقلوب میں سے ایک لفظ بیت کے اول میں واقع ہوا اور دوسرا لفظ بیت کے آخر میں بیسے اس شعر میں نمودا کے جو میر خاں کی بجز میں ہے۔ ۵

میر سوزاک پدر ہے تو شری	رحم مادر میں اُنٹ نکلا ہو میسر
-------------------------	--------------------------------

فائدہ اگر دو لفظ مقلوب پاس پاس علی الترتیب واقع ہوں گے اور ان میں کسی دوسرے لفظ کا سواے حرف عطف یا حرف جر یا اُکلی مثل کے فاصلہ نہ ہو گا تو اسکو مقلوب مکرر اور مقلوب مُرد و نوح اور مقلوب مُرد و کین گے جیسے

دلغ	
وہ تیرا دور ہو علم و عمل سے شاد رہتے ہیں	نفیہ و منفی و صونی و شیخ و حافظ و قاری

علم و عمل مقلوب بعض ہیں اور دونوں پاس پاس واقع ہیں

شباب	
صدہ فرقت سے تھی اُس حور کے بیتاب روح	آفر و کھا آنکھ سے اک دم نہ ٹوٹا رات

تار اور رات مقلوب کل ہیں اور دونوں قریب قریب واقع ہوئے ہیں اور حور و روح بھی مقلوب کل ہیں اور یہ بھی ایک قسم قلب کل کی ہے کہ چار مصرعوں میں لفظ اوں مصرع ثانی کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع اول کا اور لفظ اول مصرع سوم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع ثانی کا اور لفظ اول مصرع چہارم کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع سوم کا اور لفظ اول مصرع اول کا مقلوب ہو لفظ آخر مصرع چہارم کا مثال۔

از چین بے نظیر	
رات کو اُس گلبدن کے تماگل کے بیچ بار	راہ میں تھا وصل کا مائل اگرچہ مثل بار
رام ہو کر آگیا وہ برین میری رشک حور	روح کو کھینچے تھا اُسکی دلف کا ہر ایک تار

از دریاے لطافت

رت پر پیدا ہمیشہ ہوتے فو بر +	رب کی قدرت سے ہوتے ہیں سب دور
رد جو کوئی یہ بات کرے اُس کا تن	نت کچھ نہ فحیان لگا خون سے نہ

اسی کے فریسیچہ یہ بند۔

یعقوب علی خان نصرت

صمصام آباد ہے رشک پری دھور
روشن علاق و شام میں ہر عالم نشور

روح عدوے شہ کو سرفیل کا ہر صورت
روشن ہو سب پر شہر کا عالم منور و دور

رود فرات و دجلت بھی تھکے آئے
یہ تیغ تیز وہ ہو کہ جولا جواسے

صنعت رد العجز علی الصدر ناظرین کو علم عروض کے بیانی میں معلوم ہو چکا ہو کہ عروضی جیسے
مصرع اول کے جزو اول کو صدر اور جزو آخر مصرع اول کا عروض کہتے ہیں اور جزو اول مصرع ثانی کو ابتدا
اور جزو آخر مصرع ثانی کو ضرب و عجز کہتے ہیں اور درمیان بیت میں جو کچھ رہا وہ حشو ہے اس میں صنعت میں
یہ مراد ہے کہ جو لفظ عجز یعنی جزو آخر مصرع ثانی میں مذکور ہوا ہو وہی صدر میں یعنی جزو اول مصرع اول میں
مذکور ہو۔ ہر چند کہ لفظ صدر سے جزو اول مصرع اول کا سمجھا جاتا ہو لیکن یہاں عام سواد اس سے
ہر جزو یا قبل عجز کا مراد لیا گیا ہو خواہ حشو ہو خواہ عروض خواہ ابتدا اس لحاظ سے اس صنعت کی چار قسمیں
قرار دی گئی ہیں۔

پہلی قسم رد العجز علی الصدر یہ صنعت نثر و نظم دونوں میں جاری ہوتی ہے نثر میں اس طرح
کہ جو لفظ فقرے کے اول میں آوے وہی فقرے کے آخر میں آئے اور نظم میں اس طرح جاری ہوتی ہو کہ جو لفظ
صدر یعنی جزو اول مصرع اول میں آیا ہو وہی عجز میں آوے اور یہ چار محال سے خالی نہیں خواہ وہ لفظ
بطور تخلص کے ہوں یعنی وہ دونوں لفظ صنعت تخلص کی لکھتے ہوں خواہ بطور تکرار کے یعنی الفاظ کو بغیر رعایت تخلص کے
آدین خواہ رد العجز علی الصدر مع الاشتقاق ہو یعنی وہ لفظ ایک یا دوسرے مشتق ہوں خواہ رد العجز علی الصدر مع شبہ الاشتقاق ہو یعنی
وہ لفظ مشابہت اشتقاق کی لکھتے ہوں اور تخلص میں کسی خاص قسم کی قید نہیں بلکہ عام ہو کہ کسی قسم کی بھی تخلص ہو۔

رد العجز علی الصدر مع التجنیس

تراب

ہو گیا عشاق پر جیت و بال
لغز پہ اس کی دلف تے ڈالا ہوا بال
وصف میں اس کے زبان ہوتی ہوا بال

بال کھولے کیا تماشا کر گیا
خال کو کس طرح چوے مرغ دل
لال لب پر بان کی لالی غضب

چونکہ جزو اول اور جزو آخر اور جزو درمیانی سے مراد الفاظ کا استقدر حصہ ہو جو کسی لفظ کے مقابل
واقع ہوتا اس صورت میں یہ شعر مذاق کا بھی اسی صنعت میں ہوگا۔

پیر و مرشد خلق کا پیدا ہوا	خوش ہر اک طفل و جوان و پیر ہے
کیونکہ اس کے بحر میں جو لفظ پیر واقع ہو اگرچہ وہ رابطے سے پیشتر ہو مگر وہ رابطہ دو لون فاعل کے مقابل میں واقع ہوئے ہیں اسلئے پیر شعر کے جزو اخیر میں سمجھا جاتا ہے۔	
ذوق	
ارے گریلی وہ زلف پیر عرن	جگر ٹپن دندان دہان مارے
ناسخ	
دے گٹھا کو نہ مرے دیدہ کیسے نسبت	آبر و میری نہ چشم تو نہیں لے یار گٹھا
ولہ	
سودہ الماس کھا کر سو رہون	زندگانی جسمین بے سود ہے
نور	
آرہ تو سر پہ چلا میرے و لیکن اب تو	شوق میں تیرے کے جاؤنگا آگے آگے
رد العجز علی الصدر مع التکرار۔	
نسیسم دہلوی	
خط نامہ بر کو پھر دیا اور یہ کہا	کہنا کہہنے جان لیا مدعاے خطا
حالی	
قیصر کے گھرنے پہ سبے سایہ یزدان	اور ہند کی نسلون پہ سبے سایہ فقیر
گویا	
نمٹے صفت پوچھو خدا کی	خدا سے پوچھیے شان محمدؐ
مومن	
اول ابی بار ہوا ایسی بے جگہ مائل	کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے گا دل
ظفر	
بھالے ہیں یا شک گرم ہونے	کہ چشم تر سے ہیں انکڑ بھالے
ولہ	
چرخ کی بے مہر روئے ڈر ہے یا مہر و ش	تو جو آوے میرے گھر ایسا نہو سن پائے چرخ
چرخ سناغزین بھرے کس کو گلزنک عشق	ہو گیا زہاب غم سے بزرگ مینا کے چرخ

گویا

دل کو کر دیتا ہے بے آرام نص	رقص کی اُسکے صفت گویا نہ پوچھ
-----------------------------	-------------------------------

منشی

بھلا کیسی کوئی بولے دروغ	دروغ لگے مردم کے ہونے فروغ
--------------------------	----------------------------

ملولہ

ہے لگا دیو اور دوسے کس ادب آئینہ	آئینہ خانے میں اُسکے دیکھ تو جی بشوق
----------------------------------	--------------------------------------

رد العجز علی الصدر مع الاشتقاق۔

انشا

نشاب بھیج کہ آشاکو جلد ہو نفریح	مفرح اپنے شفا خانہ عنایت سے
---------------------------------	-----------------------------

ظفر

جو دل سے تیر وہ دلبر بھلے	بھل جائے ظفر دم ساتھ اُسکے
---------------------------	----------------------------

ولہ

دعوم اُس کی چلے پرستان میں سنو	سنئے ہو جسکا ملک سلیمان میں ٹھہرن
--------------------------------	-----------------------------------

غلام حسین خان قدیر

کہا میں نے بھی شمع رو اُس کو جلکر	جلایا جو پڑا نہ سان اُسے بھگو
-----------------------------------	-------------------------------

ناسخ

اب خدایا موت کا پیغام بھیج	بھیجنا خط کا کیا اُس جتنے نزل
----------------------------	-------------------------------

امر اور مرزا نادان

جب کہا تو یار کی تصویر کھینچ	کھینچ کر نالہ مصور رہ گیا
------------------------------	---------------------------

ثراب

شیشہ دل کو مے لے سنگدل غلام نہ نوڑ	نوڑے پھر جوڑ نادشوار ہے ممکن نہیں
------------------------------------	-----------------------------------

ضامن

چشم خو نخوا ارے بہن ارا	مار ڈالو جو مارتے ہو جی
-------------------------	-------------------------

حالی

اور تو نے کیا ہر دل عالم کو مسخر	نسخہ فقط انگون نے عالم کو کیا تھا
----------------------------------	-----------------------------------

رد العجز علی الصدر مع شبه الاشتقاق۔

ذوق

چنپی بنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم ایک عالم کا ہودل لیکے بنگل میں چنپیت

ولہ

چنپی تو نے افشان جواسے غمہ بین ہے ستار و نمین کیا کیا چنان اور چنپین ہے

ناسخ

سودہ الماس کھا کر مرد ہون زندگانی تجسہ میں بے سود ہے

دوسری قسم رد العجز علی الحشوشہ یعنی جو لفظ عجز میں واقع ہو وہی حشوشہ میں واقع ہوا و حشوشہ میں عالم ہے خواہ مصرع اول کا ہو خواہ مصرع ثانی کا اور ہر ایک میں وہی چار صورتیں متذکرہ قسم اول پیدا ہو سکتی ہیں۔
اولاً حشوشہ اول کی صورتیں لکھی جاتی ہیں۔
رد العجز علی الحشوشہ مع اجنبی۔

حسن

مردم پری پردہ غم پر مرے بس اب تم ذرا مجھ سے بیٹھو پرے

اس شعر میں چنانچہ مصرع اول کے حشوشہ ہوتی ہے معروف ہے اور مصرعہ ثانی کے عجز میں پری کے لیے محمول ہے اور

حسرت

میں نے کہا رام ٹھہرے نکر رام ہو گیا کہنے لگا کیا چیز ہے رام جیسے رام

پہلے مصرع کے حشوشہ میں ایک م ہے اور ایک رام ہے اور عجز میں رام ہی نہیں رام ادا میں نہیں لہذا نقص ہے اور رام درام میں نہیں نام ہے۔

جانصاحب

وصف میں چوٹی کے اک شعر نے چوٹی کا کہا جانصاحب کے بکلی کیا ہے یہ چوٹی چوٹی

رد العجز علی الحشوشہ مع التکرار۔

عشرت

اسیہ لفت گل مثل مجبب + بدل غار وصال حسرت گل

مولوی محمد حیات رامپوری شاگرد ذوق

مجھ کو اس چاند کے نصو نے شب دیکھو نے دکھایا چاند

ناخ		
وہل میں تھا صبح سے پیرا زمین	ہجر کی شب مجھے ہے پیرا صبح	
سوار حریر اس کا مسکا انگہ گل سے	نظمیں شبنم سے کباے بلبل پیرا ہن گل مسکا	
تمھارے پانوں میں بھی صوبے پیے یہ عاشق زار	ظفر	
آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف	ہے فقر سلیمان جو کہ تیری وزارت	
رد العجز علی الحشوم مع الاشتقاق۔	غالب	
ہم چارین اور کھلے یوں کون جائے	یار کا دروازہ پاوین گر کھلا	
یقین تو جان گیا ٹوٹل مراوین ہی	سودا	
تمنے کیا نہ یاد کبھی بھول کر ہمیں	ظفر	
بہت سی آپکے ملنے کی ہم گھاتیں لگاتے ہیں	ولہ	
کرنے پر مفضل لگے ہو تر اخیال	سودا	
مجھے ڈر ہے نہ پونچے پونچو مجھے بوجھ سے صدا	ظفر	
انشا		
جواہل فقر شاہ کھاری کے ہن مریا	پالے ہیں ان سمیوں نے کچھ نہ کھاریے	
ان سب مثالوں میں خسوے خسوے مصرع اول مقصود تھا اب خسوے مصرع ثانی کی مثالیں لکھی جاتی ہیں۔		

رد البحر علی الخشوع البجنیس -

وہمیر جس شب گئی سوتا تھا وہ بندہ حق میں
پھر عقد کو شیریں ملی کیا خواب تھا شیریں

ظفر دار پر دیکھ کے سہراؤ کا سر نے کہا
شیر خشک میں بن بھول لگا کیوں کر کل

قلق اس قدر زلیت سے ہوا ہون تنگ
ہو گیا ہے بنگ مشل بنگ

نواب مصطفیٰ خان سیفہ لیکن مبالغہ تو ہو البتہ اس میں کم
ہاں ذکر غدو خال اگر تو خال خال

شمس العلماء مولوی نذیر احمد اگر بنا ہ نہیں آہے حرم کو بھی
اکہن جہان میں جس دم قضا بچھلے ام

رد البحر علی الخشوع التکرار

وہمیر یہ بوجھنا میں بھول گئی دلے مقدر
تاریخ مقرر نہیں آگے مقدر

ناسخ گلزار حسن یا رکی بھی طرف ہے ہمار
عارض پہ خط سبز نہیں ہین یہ خار سبز

دلہ ہو تم ہے قصد اور کسی بات کا اگر
کرتے ہین میرے ہونٹھ سی بات ہلے ہونٹھ

امانت نادان کی محبت میں ہے سوطر کا دھڑکا
دل دون کسی رائے کو میں ایسا نہیں رکھا

منشی وہیں پر جہاندار فیروز دشت
بچھا ایک فحمت اپنے پہلوے تخت

داغ تو غمزدہ ہے آپ سے نادان کیسے
اگر تو بھی خوب عیش جو ہو سازگار عیش

رد البحر علی الخشوع الاشتقاق -

صغیر		
دعوت پڑنے جو مانگوں تو یہ فرماتے ہیں	طلب بوسہ نہ ٹھہری یہ تقاضا ٹھہرا	
میر		
جسکے ہاں تو نہیں قنات	جسکے ہے فرش تو نہیں فراس	
مومن		
ہے طبع میں ہر روز فزون بچ فراہمی	اپنے میں ساتے نہیں کیا دل میں سمائی	
کیوں ہاتھ سے جلتے ہو تم اتنا بھی آؤ	جو نرم کو ستایا کرین قم ان کو ستاؤ	
انیس		
جو تیرا محب ہے بہن اس سے ہو محبت	جو تیرا عدد ہے بہن اس سے ہی عدوت	
رد العجز علی العز مع شبه الاشتقاق۔		
بیدل		
سینے پر آکے رکھتی ہیں وہ دست محبت	دینی ہیں دگے گھاؤ کو آرام گھایان	
انشا		
مان پر دھر ہاتھ میرا آگ سی کی چونکدی	گدگدائی میری جلی کا نیا تھا جھپٹلا	
انیس		
حالتوں اور نونے فنا تو کوا مٹا را	میدان کو آدھر باد بہاری نے ہمارا	
جو دھری محمد سعید الدین حسین		
کبھی کا سعید آپ تصور میں دیارت	اچھا یہ فرینہ ہے اویس قرنی کا	
تیسری قسم رد العجز علی العروض یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے جزو اخیر میں واقع ہو وہی لفظ جزو آخر مصرع اول میں ہو۔		
رد العجز علی العروض مع التبعین۔		
رقعت		
ہماری سامنے مت ابر بار بار برس	جو ہم سے ہو سکے تجھ سے نہ ہزار برس	
میر حسن		
بھری تھی دلوں نے زبیں اسکی مانگ	بہت دل بے اسکی نگہی نے مانگ	

	دیر	
صدمتے کیے بازو جو علمدار نے شہر پر	یا قوت کے بخشے اُسے غفار نے شہر	
	ہیت	
سینے کے نیچے کھلتے ہی میری جان بند	آئینہ ساز کر گئے اپنی دکان بند	
	انشا	
انجلیوتے گھر میں نہیں کوئی نر	چاروں کے حصے بڑی ہے نری	
	نسیم	
بازو میں نہ تو مرے گرہ باندھ	سمجھاؤں جو بند لے گرہ باندھ	
	تسلیم	
وہ زبان برگ گل سے اُسکی لال	جسکی تعریف میں زبان ہے لال	
	آغا اکبر آبادی	
استوق زور و نہ ہر ضعف دل ہمار گھٹا	اؤ مینا نہ جلیں آئی دھواں دھا گھٹا	
	رد العجز علی العروض مع التکرار صنعت ہر مطلع مردن میں ہوتی ہے۔	
	میر علی وسط شگ	
	دلہ	
گرد عارض کیوں نہ کہے وہ بٹ پیر لعل	چہرہ ہے تصویر دن کارات کی تصویر لعل	
	معروف	
مڑ کے پینے سے تو ہر چند بنا ہی توبہ	پر مغوئے یہ نخل ہوں کہ اسی توبہ	
	نظام رام پوری	
	واسطی	
خزان کا خوف کہاں ہے عجب بہار میں نہ	بسی ہے جا کے کسی گلابدن کے ہار میں نہ	
	رد العجز علی العروض مع الاستفان۔	
	دہن یار میں سی گئی اودھٹ دلیلی خواجہ وزیر	چمن ملک عدم میں گل سوسن دیکھا

بیان

بیان کا یہ پیمانہ ہے جانو
صبا اُسکے کو چہ میں گر جائے گی

ظفر

خرا بھی سامنے میرے اگر عدو بگڑے
تو منہ کو دونوں بھی اُسکے میں ایک نپل میں بگاڑے

سودا

مضطرب برق سے نہو یوں حال
باد لون سے جو اُس کا متاع احوال

نواب کلب علی خان

بچالے گردہ اعجاز حکم اس کو تم جانو
مگر یوں رنج میں نواب جا نہ مومن جانو

رد العجز علی العروض مع شبه الاشتقاق -

عشرت

نتی گوارہ لوگوں نے اُتارا
فلک سے جس طرح ٹوٹے ہے تارا

عظمت

نفان ہر بخت بد سے ایک تو بیمار خوبان ہو
بتائے ہیں اہلبائے زمانہ اُسپہ خوبانی

جو کبھی قسم رد العجز علی الابدالی یعنی جو لفظ مصرع ثانی کے جزو آخر میں ہو وہی لفظ اُس
مصرع کے جزو اول میں ہو۔
رد العجز علی الابدال مع التجنیس

خوشتر

ہمت مشادان ہو شاہ زمانہ
خرا بہ بین ملا اُس کو خزانہ

انشا

اگر گڑبگڑی در روپے کے چمکے پہ تو ہرگز
پھبتی نہیں اسلندہ رودار اب کی پھبتی

رنگین

ایک بیک گہر کے وہ اُٹھا پکار
مار تیرے ہاتھ میں ہے اسکو مار

میسر

خواصون نے گھر کو دیا انتظام
تامی کے پردے لگائے تمام

رد العجز علی الابدال مع التکرار -

روشن بیگامی		
جی دھڑکتا تھا کہ پہونچے مین نہ آج لے لکچ	ہاتھ سے چھوڑ دیا مین نے ترا جان کے ہاتھ	
ہلال		
پانوں تھے کب مین پال کر جاتے نہیں	ایڑیاں ہلکور گڑواتی ہیں اکثر اڑیاں	
غالب		
وہ بھی دن ہو کہ اس سنگر سے	ناد کھینچون بجائے حسرت ناز	
آباد		
ہو گیا آگے تمھارے رنگ پر یوں کاسفید	رقص کہتے ہیں اسے بس ہوا کسی نام قص	
رند		
قسم خدا کی بتو عشق پاک ہے تھے	غرض سے ہے مجھے مطلب نہ مدد سے مرض	
ناسخ		
کر رہا ہے ایک کافر جس کو قتل	النیات لے اہل ایمان النیات	
ساری غزل اسی صنعت میں ہے۔		
ظفر		
جگمگے کہتے ہیں مٹے یہ پارہ الیاس	پیے جو اشک کوئی مبتلا سمجھ کے پیے	
رد البصر علی الابتداع الاشتقاق		
انشا		
جو مجھ میں اور اس میں دھما چو کڑی مچی	فراش بوئے زور ہوئی یہ تو جنگ فرش	
دلہ		
نظر آئے مری آلودہ وہ دندن اسے	حسن کے سین کے دندنے بوجہ حسن	
ذوق		
جس طرح سے کہ ہنسائیے کو بیدیز نکے	نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر قال	
آتش		
خط سے رہا نہ حسن رخ بار کافروں	مجھ نے اس چراغ کے دل کو کھبا دیا	
عہد میں حسن کے تیرے جو پیر ہو کوئی	سودا معجزات اسے مین ہو صبر بڑا ہی عجا	

قلق	مچھ حزن پر تول فرمایا	عفت کے بعد یہ کھلا عقدا
میر	جہان میسر زید و دربر ہو گیا	خرامان ہو اوجب وہ محشر خرام
رد العجز علی	الابتداء مع شبه الاشتقاق حکیم ضامن علی جلال نے شہر امپورین سے لکھی	مین یہ رباعی اس صنعت میں راقم آثم کی درخواست پر لکھی تھی۔
رباعی	عید آتی ہے ہو کا غم ہجران خست	شہر رمضان سے ہر اسی کی شہرت
انیس	عاشق سے ٹکٹے لے گا اپنے وہ ضرور	غیر دے لے اگر نہ ملنے کی غیرت
اُس میں یہ نہر بھی ہے جو ہے فاطمہ کا مہر	شہر ہے تازیون کی نواضع کا شہر شہر	مولوی محمد اسماعیل
عابد زاہد فقیر جوگی	صوفی کا بھی ہو گیا صفایا	مہاراجہ شاد
گھر کو روشن کر دے	وے مجھے ایسا دیا	بعض شعر نے یہ صنعت علم پر مصرع میں لاکر نئی بات نکالی ہے یعنی جزو اول و آخر مصرع اول کا یکساں لائن میں
آنت شیطان کی ہے اُسکی آنت	دانت اُسکے ہاتھی کا سادانت	اور جزو اول و آخر مصرع ثانی کا یکساں گویا ہر مصرع کے جزو اول اور جزو آخر کو صدر و عجز قرار دے لیا ہو اگر یہ کہیں
شاد اس کو کیا جسے مجھ نے کیا شاد	بیدار ہوئی اُسپہ تو مجھ پر ہوئی بیدار	کہ مصرع ثانی میں رد العجز علی الابتداء اور مصرع اول میں رد العروض علی الصدر ہو پس صنعت علم پر ہوگی
لگاؤ تو لو ابھی اُس سے لگاؤ	جھکاؤ تو سر کے آگے جھکاؤ	تو ہم کہیں کہ اس صنعت کا علم مریع کی کتابوں میں کہیں نام نہیں پس بہتر قول اول ہے جیسے اس شعر میں۔

	ولہ	
کفایت جہان چاہیے وان کفایت	سماوت جہان چاہیے وان سخاوت	
صنعت مجاذیہ صنعت بھی رد البعر علی الصدر کے قبیل سے ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ لفظ آخر مصرع اول کا لفظ اول مصرع ثانی ہو اور لفظ آخر مصرع ثانی کا لفظ اول مصرع ثالث ہو اور لفظ آخر مصرع ثالث کا لفظ اول مصرع رابع ہو ایسے ہی جہان تک اتفاق پڑے مثال اسکی۔		
از دیے لطافت		
اتنا نہیں کیوں میرا وہ آسا کش جان	جان جس پہ فدا کرنے ہیں سب دایمان	
ایمان ہے میرا محبت اُس کی دائم	دائم اُس کو بھی مجھ پہ ہے لطف ننان	
از مکین		
فرما دو کوشیریں جو بہت آتی یاد	یاد اُسکی میں اپنے دل کو رکھا وہ شاد	
مشاد اُس کا ہمیشہ ذکر رکھتا اُسکو	اُس کو کر یاد شاد در ہٹا نہ فراد	
اور یکم ضامن علی جلال کی یہ رباعی بھی جو راقم کی تحریک سے لکھی ہے اسی صنعت میں ہے		
رباعی		
گردن نرمی شیشہ آنکھ ہے پمانہ	پچانہ کی طرح چال ہے متانہ	
مستانہ ہر اک روشن ادائیں سرشار	سرشار نگہ ہے ساقی مینغانہ	
صنعت قطار البعیر یعنی شعر میں لفظ آخر مصرع اول اور لفظ اول مصرع آخر ایک سے ہون میں ہے		
لطف		
غریب ہوں پائون طلب بچ ہی ہوتا	ہیہات تو لے کعبہ مقصود کہاں ہے	
انشا		
مفسا بیگ جو عاشق بین کہاں باوین زر	زر ہو اُس پاس جو بایے کی رسائن مایے	
ظفر		
ہو گیا جسد نے اپنے دل پر اُسکو نیتا	اختیار اپنا گیا نے اختیار کی گئی	
پیش		
سخن کو مرے بخش حسن قبول	قبول طباغ ہو مجھ کو حصول	

ناخ	
لازم ہے کہ مسافروں کا احوال	اعراض نہیں تو آؤ اضرار سے باز
ذوق	
جو ہر خوب کو درکار جو آرائش خوب	خوب تو آب کی خوبی سے ہر ٹھہرا گوہر
ہوس	
دندان وہ لکے ملک شبنم	شبنم سے میان غینہ باہم
مثنوی یوسف زلیخا	
انکر جلدی کرا ب دل میں صبور ی	صبوری اب تجھے تو ہے ضروری
منشی عبدالرحمن خان شاکر	
نام تیرا ہے یا اکی نور	نور سے اپنے کرا ہے معمور
صنعت لفریح یعنی شرمین جزو صدر کارن آخر عمر کے حرف آخر کے موافق ہو مثال اسکی۔	
سوز	
بہاٹہ ساعت بھی عجیب تھی کہ جسوت	لائی تھی صبا یا رے بنیام محبت
بہات صدر میں واقع ہوا اور محبت مجرمین اور دونوں کا حرف آخر تائے وفائی ہو۔	
عنبر شاہ خان آشفٹہ	
آشفٹہ نام عشق نہ لے پھر تمام عمر	دیکھے جو کوئی میسر دل زلا کی تشبیہ
آغا علی نقی غنی	
ہلجائے سیون دل فراد کی طرح	آئے جو اس سمند کی ٹھوکر کے سکنے
صنعت مبادلۃ الراحین یعنی دو نقطہ تین حرف اول باہم تبدیل ہو دین جیسے سیل مائل اور میل سائل اور عقل عجیب اور نقل عجیب جیسے اس شعر میں تھوکر کے۔	
اگر حین نے بخشی ہے عقل عجیب	تو سن مجھ سے تو ایک نقل عجیب
صنعت تضمن المزوج یعنی ہم وزن لائے جیسے اس شعر میں۔	
انے ملک فلک سے یونٹ میں بھلے	تمکن نہیں کہ تجھ سا کوئی کہیں سے بھلے

مراد ملک اور فلک سے ہو نہ زمین اور کہیں سے کیونکہ یہ الفاظ قافیہ میں ہیں۔

صغیر	مگر روغن اسی میں ہو چراغ دل غ سوزان کا
عز	پیدا ہو رنگ سنگ میں لعل خوش آب کا
مخمور	نیلا پیلا اس کا زانو ہو گیا
مومن	مومن گدیش محبت میں کہ سب جائے
صنعت تراقی لینے چا مصرع اس طرح کے ہوں کہ جس کو چاہیں مصرع اول و دوم دوم و چہارم کر لیں جیسے۔	

از دلیہ لطافت

مفتون ہوں میں اس شرم و حیا کا	عاشق ہوں میں اس ناز واد کا دل سے
شیدا ہوں میں اس لعل و تاکا دے	کشتہ ہوں میں اس طرز و فاکا دل سے
صنعت نظم الشعر یعنی نظم کو اس طرح بنائیں کہ ایک کو شعر بھی پڑھ سکیں مگر حالت شعر میں بندش و شست الفاظ و صفائی کلام بھی شرط ہے ورنہ بقول مرزا قلیل ہر نظم کو شعر پڑھ سکتے ہیں اس واسطے کہ واو اور بے مخفی کا تلفظ اور کسرہ اضافت و کسرہ صفت کے پھینچنے کو ترک کرنا ہر نظم کو شعر بنادیتا ہے اور دوسری ضروریات شعر جیسے تقدیم بعض الفاظ کی بعض پر اور حذف بعض روابط کا اور اخفا کے نون بھی ناجائز ہے اور نظم میں نون کی ضرورت سے جائز رکھا ہے کیونکہ جو شرطیں لغزات کے بعد نظم سے حاصل ہوتی ہیں وہ صنعت نظم الشعر میں مستہ نہیں بلکہ نظم الشعر وہی ہے جو نظم ٹھوڑے تفاوت سے شعر ہو جائے اور بعض نے کسر کا پھینچنا اور روابط کا حذف اور نون کا اخفا جائز رکھا ہے مگر تقدیم و تاخیر جائز نہیں اور یہ صنعت حضرت امیر خسرو دہلوی کی ایجاد ہے مثال اسکی یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا۔	

نظم

جان اہل نیاز بندہ و نواز	بعد نظم اور عجز و نیاز
یہ گزاشت ہے آپ سے کدما	آپ کے حق میں رات دن کرنا

دل کو ہر وقت مضطرب کرنا آئی تو بندہ بیگناہ مرا اور جلدی مری خبر سچے	اور ہمیشہ فراق میں مرنا کب تک آخر ایک دن جو قضا حال سے اپنے مطلع کیجے
نشر جان اہل نیاز بندہ تو از بعد تعظیم اور عجز و نیاز گزاریش ہو آپ سے کہ دعا آپ کے حق میں ات دن کرنا و پیشہ فراق میں مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بیگناہ مرا مال سے اپنے مطلع کیجے اور جلدی مری خبر سچے	
رقعہ ثانی در پائے لطافت	
کیا کہا تھا اور کس لیے ٹل ایسی اُلفت بھی کچھ نہیں واجب پر تمہارے تو ڈھنگ دیکھنے ہو جیسے کیا ہی ننھے اور نادان یاد تو کیجئے تیرا دل کو	اجی صاحب سُنو تو ننھے کل گئے اپنے کلام سے صاحب ہمتو سر دینے تک بھی حاضر تھے واہ جی واہ آپ کے تیراں بگئے ہو خدا سے ٹک تو ڈرو
صنعت مُشکُل اسکو کہتے ہیں کہ رباعی کے تین مصرع اس طرح لکھے جائیں کہ اگر سر مصرع سے بعض الفاظ کو اٹھا لیں تو انکو جمع کرنے سے جو نیا مصرع خود پیدا ہو جائے مگر اکثر وہ الفاظ ہر مصرع میں نہ رہیں یا کسی علامت خاص سے لکھے جاتے ہیں مثال اسکی -	
رباعی موقوفہ	
اور ماہ میں تجھے روشنی ہے اے حور ہے مہربن اور ماہ میں تیرا ہی ظہور	ہے مہربن تیرے حسن سے پرتو نور تیرا ہی ظہور سارے عالم میں ہے
از دیے لطافت	
محبوب کوئی کہنو کا تجھے بہتر تجھ سا نہیں محبوب کوئی کہو ظہور	تجھ سا نہیں بیا کوئی اور شک تر اے دلبر ناہن تجھے کہتے ہیں سب
صنعت مُرَفِّع اسکو چار در چہار بھی کہتے ہیں یعنی چند سطریں چار چار خانوں میں ایسی لکھیں کہ انھیں طول اور عرض میں یک سان پڑھ سکیں کسی طرح کا تقادوت نہ دافع ہو مثال اسکی صفحہ ما بعد میں درج ہے -	

از عقل و شعور

از منشی علی امجد حسین امجد بیادونی

امجد	ہو گیا	عشق	کیون تجھے
زار	عاجزو	تجھ کو کر گیا	عشق
امجد	زار	عاجزو	ہو گیا
ناچار	امجد	زار	امجد

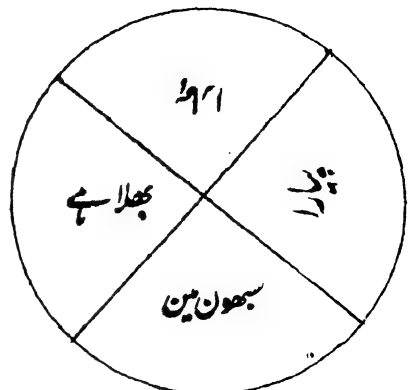
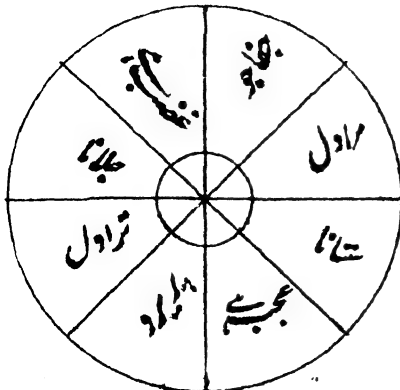
کروں کیا	خفا ہے	اتھی	وہ دلبر
خفا ہے	وہ مجھ سے	عبث کیوں	سمن بر
اتھی	عبث کیوں	خفا ہے	غضب ہے
وہ دلبر	سمن بر	غضب ہے	ستگر

اور اگر آٹھ آٹھ خانوں میں لکھ اور پڑھ سکیں تو اسے صنعت مثنوی کہتے ہیں۔
 صنعت مذکور یعنی مصرع یا شعر ایسا ہو کہ اس کو ایک دائرے میں چار یا آٹھ رکن کر کے دائرے کے
 حضور میں علی و علیہ لکھیں اور جس رکن سے چاہیں پڑھ سکیں اور ایک مصرع یا بیت سے باعتبار تقدیم
 و تاخیر رکن کے کسی مصرع یا بیت میں ماسل ہوں

مثال

شعر کی مثال از عقل و شعور

مصرع کی مثال از دریاے لطافت



صنعتِ براعتِ استہلال اُس صنعت کا نام ہو کہ جو قصہ بیان کرنا منظور ہو خواہ نظم ہو خواہ نثر اُس کا دیباچہ یا اول داستان میں اشارہ کر دین بہت متنیان اور قصیدہ اور اکثر قصے نثر کے اس صنعت میں ہوتے ہیں۔ نسیم ثنوی گلزار نسیم مین فرخ یعنی بکاؤلی کے غائب ہو جانے اور حال کے طلب کرنے کے موقع پر لکھتے ہیں۔ ۵

کھٹنے پہ جو ہے طلسمِ تقدیر	اب خامہ نے یوں کیا ہے تحریر
----------------------------	-----------------------------

قلقِ گلشنِ آراشا ہزادی کی شادی کے بیان کے شروع میں لکھتے ہیں۔ ۵

ساقیا ہے یہ دفتِ میخواری	دختِ زر کر رہی ہے عیاری
ادیکھ میناے چرخِ کاینرنگ	لُرفہ دور زمانہ کل ہے رنگ
نماک کر اک پری صفتِ میخوار	سینہ زوری سے کر کے عشقِ اٹھار
دختِ رز آج بیاہی جاتی ہے	پری میکش تلک براتی ہے
یہ نیا چرخ دارغ دیتا ہے	غیر معشوق بیاہے لیتا ہے
ایک کا تو بیاہ کرتا ہے	ایک کا گھر تباہ کرتا ہے

ترانے عاشق و صنم کی ثنوی کے دیباچے میں کہا ہے۔ ۵

خدا اگر عشق کو پسند اکر تا	تو بندہ حسن پر کاہے کو مر تا
کوئی عاشق نہ دیتا جی صنم پر	نہ سردھر تا کوئی اسکے قدم پر

اور ثنوی کام و ناکام مصنفہ مولوی محمد نظام الدین صاحب مرحوم ناطق ہاشمی بدایونی ابن مولوی صدر الدین صاحب کا یہ شعر بھی اسی صنعت میں ہے۔ ۵

دلاناں سے پہلے لکھ تو وہ نام	کرنا کا مان دل کو جس سے ہے کام
------------------------------	--------------------------------

انشائے اُس قصیدے کے آغاز میں جو شاہ لندن کی سالگرہ کی تمنیت میں ہو کہتے ہیں۔ ۵

بگھیان تو کی تیار کر لے بس سمن	کہ ہوا کھانے کو گلشنِ جواں جمن
عالمِ اطفال نباتات پہ ہو گا کچھ اور	کوئی کلت بھی نہ پھینکے نہ کرے پھن

نسیم تاج الملوک کے صولے طلسم میں جلنے اور طلسم کی چیزیں حاصل کرنی داستان کے شروع میں لکھا ہے۔ ۵

ہر گھر طلسمِ احسنِ خلاص	ہے تجربہ سخن میں خامہ خواص
-------------------------	----------------------------

صنعتِ سیاقِ الاعداد یعنی کلام میں ذکر کرنا عدد و مکان خواہ ایک سے دس اور اس سے زیادہ تک خواہ برعکس اس کے ایک تک اور عدد خواہ ترتیب وار ہوں یا بے ترتیب مثال اول کی۔

انشا	
مین جو شبائے راہ میں لپٹا ہاتھ پائی ہوئی کچھ ایسی کہ پھر لگی کہنے کہ میرے دامن کو نہ مفت جلائے گا پرے بھی سرک جب کہ دیکھا کہ چھوڑنا ہی نہیں گن کے سولیلے کیا رھوان نہ سہی ایک دو تین چار پانچ چھ سات	بیم جا کر رہا نہ خوف عس انگلی انگلی کی چڑھائی جھٹنس نہیں اب تک کیا کسی نے مس ارے میں آگ اور تو نے خس تب تو تمھری کہ بوسہ دیکھے دس مجھے پیسے کرے جو اور ہوس آٹھ نو دس ہوے بس انشا بس
شاہ حسین حقیقت اپنی مثنوی ہشت بہشت میں کہتے ہیں - ۵	
ایک دو تین چار پانچ چھ سات	آٹھ نو دس تک تو تھی اک بات
مستقیم خان وسعت	
وہ قیمت یک گالی کی ہو تین دو تین چار	وقت گھن جب زبائیر کے لکنت آگئی
ایش	
کشتے ہوں ایک ضرب میں دو ہوں کہ چار ہوں	شش درختے سب کہ موت سے کیونکر دو چار ہوں
میر	
مرے ایک نل میں جو غم ہی یہ سو فزون ہے تھکا	نہ تو دس میں یہ نہ پچاس میں تو سو میں یہ نہ ہزار میں
شال عکس باز تریب کی -	
ایاز محمد خان ایاز بھومالی	
منہ کو ملا یا زبے بوسے لیے جو ناز سے	بست بہ بست وہ بدہ پنج پہنچ دو بدو
شایان	
تنا ہی ہی نے بے شش پنج	پلاسہ آتشہ تا دور ہو رنج
اعد دیے تریب کی مثال	
الہی بخش عشقی	
نہ چھوڑ دے کسی کو کرب مسکون میں یہ شند ہوں	وہ دن ہی کو نہ ساجے نہ نہیں چار کا نہ ہے پر
اس تند خو سے بوسے میں نے لبہ سماجت	لو اڑ میں جب سو پچاس لگے تب تین چار ٹھہرے

	مومن
لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہیں	جز نہ سپر ہیں مرے دشمن تو اور بھی
	دل
دس میں روز مرتے ہیں دو چار کیلے	میں قتل عام کرتے وہ اغیار کیلے
انسانی یہ ساری غزل اسی صفت میں ہے۔ ۷	
روح و حواس خمسہ اور شش جہات تیسوں	نو آسمان خور و مہ سا توں طبق زمین کے
ظاہر کرے ہیں تیری لاکھوں صفات تیسوں	بارہ برقع جو وہ معصوم چار عنصر
صنعت مستمط یعنی غزل یا قصیدہ وغیرہ میں سولے مطلع کے بن بن یا زیادہ سب سے اپنے فقرے ہوں ایک طرح کے مذکور کریں اور چوتھا کافیہ اصل غزل یا قصیدے کا ہو مطلع کو اس لیے مشتق کیا کہ اُس میں سبب رعایت کافیہ وغیرہ کے یہ بات نہیں ہو سکتی اور اس میں شاعر کی قوت طبع دیکھی جاتی ہے۔	
	فیسر دہلوی
سرایہ دولت ہو وہ با عزت و جاہ شہر	شہر پہ بہت ہو وہ سر دفترِ رحمت ہو وہ
بخشے یہاں تک سیم و زر سب بھولے کر دوئے نمر	شمت ہو یاری پر اگر آجائے جو پیش نظر
غلام امام شہید	
آئی بہار اب ہر چمن۔ ہے بلبل گل کا وطن۔ دیر و حرم سے قصہ زن۔ آتے ہیں تیغ و برہمن + زاہد سے کہدو یہ سخن۔ ہو فصل گل تو بہ شکن۔ گر چاہے عیش جان و تن۔ میخوار و نکل سیکھ چلن + آئی بہار چانقرا۔ لانی گلستان میں صبا۔ پیغام وصل و لڑما۔ گل کھل کھلا کر منس پڑا + موج ہونے وا کیا۔ ہر غنچے کا بندر تھا۔ بلبل یہ کرتی ہے صدا۔ اب میں ہوں اور سیر چمن + ساتی جو شوخ و شنگ ہے۔ مست محو کمرنگ ہے۔ مطرب جو خوش آہنگ ہے۔ محو نوائے چنگ ہے + دل عیش کا اور نگ ہو۔ غم خستہ و دل تنگ ہے۔ بلبل ہے خوش دل رنگ ہے۔ شادی سے گل ہو خندہ زن +	
	میرزا عباس بابا
اگر میں قاتل کی اور تکر ہمیشہ تو بھی نہیں ہے گا لے ہمت نکالے اگر صاحب قیام تو بھی نہیں ہے گا رہی جو چند یوہن تپ غم تو بھر کو بھی نہیں ہے گا	یہ میں نے مانا کہ کج نغمہ اگر کو بھی نہیں ہے گا چلیکا کہ بیت کہد کا بڑا ہیک کہنا کہ شوخ نہیں ابھی تو زردی نے پہ کم کہ عیشے رونا غمزہ ہمد

حسرت		
سنتلہ پینا مہرین نے منسا اور منوا دل میں مرے ایک بار در و اٹھا اور منوا کہنے لگا کتنی بار وہ توجہ اور منوا		مجھ سے نہ کہنا خبر وہ نہیں آتا اگر لب پہ ابھی جان زار آئی ہو ہو بیقرار اُس سے لگے کہنے یا در گیا عاشق وہ زار
ناسخ		
جو حلقہ ہو زلفِ عمرین کا وہ ایک نافہ ہو مشاقِ حین کا منسا جو ہوا آفتابِ محشر کھر ٹپ ہے دلخ آتشین کا		یہ نور ہے رشتہ جبین کا بجل ہو چاند چو دھوین کا اگر ہو چکا ہے پارسہ ندرتِ یقین ہے ہو خاک دم میں جلک
نفاق		
آفتاب آٹھے رے آتشین کا تو چاند چلے جو دھوین کا اٹھاؤں اب گھر کا طوفانِ تجوڑوں گزرا آستین کا		جو گرم ہے حُسنِ حسین کا نہ وہ پر کیا نہ حورِ عین کا تو میری آنکھوں نے پہنچاں دو چار ہو کر سہو در فشان
ارتقا		
کوئی سلطنت لے سکے ہو جتنی نہیں ہر سایہ بالِ جا کی قسم بس لیا ہے بھی لگے توڑے کھیل کھیلے رفتِ عشقِ علی قسم تکرا بنی عیال سے بھلو جیادھے نیتِ صدق و صفائی قسم		ہوے بازوئے تحیہ جو گونہ گونہ ہی مینگے زمانے میں اہلِ یمن سنبھل لیے غور میں ہو خلیل کہ گریہ نہ کرے کہیں کھیل تجھے صدقہ خدائی کا میرے خدا بہ صدق رہتا اہلِ ہر
ناسخ		
سُفل شعر خوانی ہو عالم جوانی ہے نی کے اک دم جینا عمر جاودانی ہے لپٹے نوے ہوتے ہیں اپنی وہ کہانی ہے		پاس یار جانی ہو بادہ ارغوانی ہے منجھ سے گر آگے مینا آبِ خضر ہو پینا صننے والے لوٹے ہیں ایسی نیند سے ہیں
بابو غلام محذور		
پتھر ترے سیم روز کیا طرفہ تماشہ ہے مشاق تری عظمت آکھو کوئی کتبہ ہے ہر لب پہ ترا چہا ہر زمین تری جا ہے		ذرات ترے گوہر الماس ترے کسکر لے خاک تری عظمت ثابت ہو بلا حجت ہر آنکھ تری جو یا ہر سر میں ترا سودا
امیر		
یار کہا نے آگئی بھونکی چھری قاتل کے پاس بھونچے ہیں پائے غیر سے سوئے ہوئے نزل کے پاس		کیون بسو کو بھونکھا آگئی لاکھوں کھلے کٹوا آگئی راہِ عدم کی سیرت کب رہی اٹھائے خیرت

ساتی کو حیرت ہو گئی مطلب کو وحشت ہو گئی	یہ باد صحبت ہو گئی پہونچا جو میں مغل کے پاس
ولہ	
قافلہ سب ہو پیش و پس نہیں کوئی ہمنفس آئی نہ اپنے کام عمر غم میں کئی مدام عمر	کون تیرا داد رس پنج نہ لے در اعیث تنگے چتے تمام عمر صورت کس پر اعیث
حسن	
دل و جان کا جو چہر ہو کیا نشان ہوئی رفتہ رفتہ تھک لیا مجھے رہا کس نے ہوا طرح مجھے چاہتا ہوں میں جس طرح	کہ اچھڑ گیا سبھی خان ان نہ مکین ہا نہ مکین رہا مری زلیت ہو سکے طرح تے دلیں گے لیان رہا
ولہ	
بس ذکر بوسہ مت کرو کیوں لاف کرتے ہو چلو جھکڑا تھا جس کا سواٹھا اکہرے کوئی پائس سے جا	جلے دو میں چپے رہو قمر چکے میں پا چکا لے مرنے والا مر گیا قصہ مسط جھکڑا چکا
ظفر	
اٹھلے سوز خم ہر غم میں یہ غم کے دھمے کوئی غلط کہا یہ سو یاد لکھو در کر حریف مت نہ کر چشم کو کر	کہ مثل قلم کی خط یہ خط ہن ہنوز نائے کے استخوان پر یہ آخر میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہاؤ فرکان کے ہرستان پر
گویا	
تھے جہان میں عجیب نصیب کے ہم کہ سہا کینہ دیکھ لیا اگر مستی میں شبنم وہ ماہ لقا وہین ساتی کے ہوں گے نہ بجا جو ہو بخیر کے بن میں گذر مرا کے کانٹوں سے جسم نہاد مرا	ہیں کیچے کشنہ تیغ ستم تو وہ کھلے ہیں جرجر جھانکی سیوہ تھکے ہر پرخان گرا اسی ست کی لغزش پاکی ستم کرد عضو ہر کھار مر تھیں قیاس برہنہ پاکی قسم
ولہ	
مٹے باد ہے رنج و تعب نسور وان ہیں لود و شب اُس لب کی سُرخی دیکھ کر سودا ہو لے اس قدر	ہو کشتی سے کی طلب ساتی سے اس طوفان میں سب سب کو شوق بیشتر جتنی لگین ہیں بان میں
<p>بعض شرا ایسا بھی کرتے ہیں کہ ہر شرف میں بجائے قافیہ کے مطلع کا بھی آخر بطور دلیف کے لے آتے ہیں لیکن غزل یا قصیدہ میں تین تین یا سات سات سے ایک طرح کے اور چوتھا یا آٹھواں سچ ایک مطلع سے لے کر مقطع تک لایا کرتے ہیں اور اس قسم کے مسط میں قافیہ تکرار قدیری قرار دیتے ہیں۔ نظام الدین احمد صاحب مجمع الصنائع اور رشید الدین و طوطا صاحب حدائق السحر اور صفی الدین جلی اور عزیز الدین مصطفیٰ اور دوسرے علماء نامہ کی جماعت کثیرہ ضلئلہ بھی میں مسط کو کھسپے انداز و در ثرا لاف قافیہ سے خارج ہے</p>	

مگر محقق طوسی کلمات منشا پر مسمط کو بھی قافیہ محدود میں شمار کرتے ہیں اور مولانا جمال الدین حسین صنعت مسمط کے منکر اور کلام قدما میں اعتراض نظر کر سہو قرار دیتے ہیں مثال اسکی -

جعفر زلمی

ہر روز مجرا اٹھ کرین درکار یک سوگر پین
ترسے ہمیشہ گھیکو کو ترسائے را کھے جو کو
سے شرم ایسے لطمین یہ نوکری کا ڈھنگ ہے
جیسے پہا پہو کو یہ نوکری کا ڈھنگ ہے

علیٰ ہذا القیاس اس نوے میں کہ لکے۔

نوحہ

کر کے مجرایہ نوب پکار سی میرے مظلوم بھائی حسین
اب میں کوئے کو جاتی ہوں بھائی اتنے ہوتی ہو میری جانی
تیسے لاشے کے میں جان واری میرے مظلوم بھائی حسین
یہ جدائی نہیں آفت آئی میرے مظلوم بھائی حسین

مخرج

روکے گنتی تھی لی سکینہ ظالمو مجھے گوہر نہ چھینو
میں نخت دل مصطفیٰ ہوں میں جگر گوشہ ترقی ہوں
میں میں بنت امام مدینہ ظالمو مجھے گوہر نہ چھینو
گوہر گوش خیر النساء ہوں ظالمو مجھے گوہر نہ چھینو

احمد عثمان ہونی صنعت ذکر الشہادین کا نوہ ہے -

ہائے جنت کو تم بھی سدھائے مجھے بھائی کے فرزند قاسم
کاش تم ساتھ میرے نہ آتے ہو کہ رخصت میدا کر بھائی
دل فرقت ہو دل پر سائے مجھے بھائی کے فرزند قاسم
بھوکے پیاسے نگران لکھتے مجھے بھائی کے فرزند قاسم

لوہف

رموز کا گاہ یردانی محی الدین جیلانی
کھل گلا روحت بن بہار باغ صفت میں
مدد افیض حقانی محی الدین جیلانی
بہا ہے حق میں رحمت میں محی الدین جیلانی
سرور و دایہ مقبولان شہزاد مجذوبان
ہیں شمع جمع جہان محی الدین جیلانی

صنعت نو شیخ اس کو کہتے ہیں کہ کچھ اشعار ایسے لکھے جائیں جنکے ایک ایک حرف سر پہ صوبہ یا شعر کے
جمع کرنے سے کوئی نام یا عبارت پیدا ہو اور جو اشعار ملے وہ تو کوئی شعر ہو یا ہو مثال اس کی
یا اشعار نشی رام پر شاد تھا ہر دہوی کے ہے

اگر چکا جب تمام میں یہ کتاب
نام ہو ساتھ ایک صنعت کے
ایسی تاریخ کا خیال ہوا
تا کہ مشائخ جہان ہوا اس کا

۱۷۰ گئی بھینی روغن زرد دراصل گھوہر بودہ ۱۷۰ دریلے لطافت

<p>رغبت دل سے خوب فکر کیا خوب جربستہ نام ہاتھ آیا</p>	<p>اس لیے لکھ کے قطعہ تاریخ یک بیک یہ بصنعت تو شیخ</p>
<p>ان مصائب کے حرف اول کے جمع کر بیسے کان تاریخ نام نکلتا ہو۔ فہشتی مظفر علی اسیر</p>	
<p>دارش تاج و سریر اقبال بد رتائے بندۂ الطاف و کرم حاصل مزرع سرسبز جہان داور فادل کسرے رفعت لطف دستور ہمیشہ اُن کا عرش پر جلے خوش اقبال یار و اغیار نے موتی رولے اسم خلاق معانی اُن کا بحر یہ اہل زبان قطرہ آب ایک عالم میں نہیں ہے ایسا رحمت خاص خدا ہے ان پر ابر رحمت ہیں وہی زیر فلک آسرا خلق حسد اکا ہیں وہ بزم دل نوز خد سے روشن لب اعجاز غار شک مسج بس ان افعار سے آئینہ نام</p>	<p>ناظم ملکست جاہ و جلال آفتاب فلک جاہ و حشم مالک کشور صد شوکت و شان معدن جود و سخا و ہمت کرم و جود ہے پیشہ اُن کا بارگاہ اُن کی محب عالی ہے لب طلعین جو سخن میں کھولے خلق میں کون ہے ثانی اُن کا نہ فصاحت نہ بلاغت میں جواب ہیں ہر اک علم و ہنر میں یکسا دل آفاق فیذا ہے اُن پر وین و دولت کو انھیں سے ہو چپک مادہ لطف و عطا کا ہیں وہ قالب خاک ہے ہر چند بدن آپ حضور اُن کی ہے گفتار فصیح ہاتھ میں دامی مقصود مدام</p>
<p>حرف سر ہر مصرعے لپیٹے (قواب محمد کلب طلیخان بہادر دام اقبال) حاصل ہوتا ہے</p>	
<p>سو دا جو خوبی ہو دنیا میں لگے اُسکے نہ مانگ حاری ہیں امواج کو کھڑکے لب گنگ لایا نہ لبون تک کوئی بغیر از جوش رنگ</p>	<p>شتمہ جو بیان کیجیے انصاف کا اُسکے الطاف و کرم کا جو شمار اُسکے کر نہیں انصاف یہ اب عہد میں اُسکے ہو کفر یا د</p>

دست بھی لایا کی حضور اس کے ہر کچھ رنگ ہمت کا جہان بیچ بھلا کس کے ہر کچھ رنگ ہیبت بہ جہان اس کی ہر صاحب و رنگ دہشت سے لرزتی ہی ہے مملکت رنگ	دیکھا زمین یہ حوصلہ جزا کے بشر کا لعل اس کے تنہا نیشے ننگرے ہن کتر بازو کا اسے زور شہ بند کا کیے آمد کی خبر اس کی جو ہوئے طرف روم
---	--

سر ہر مصرع کے حروف کے جمع کر بیسے بمثل الدولہ کا نام حاصل ہوتا ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سر ہر مصرع
یا سر شعر پر ایسے حرف لائے جلتے ہیں کہ معانی لگے علیحدہ تو مقصود نہیں ہوتے لیکن ان کے عدد و حساب بمثل
جمع کرنے سے کوئی سنہ ہجری یا عیسوی یا فصلی یا سمت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور تاریخ کسی واقعہ کی ظاہر ہوتی ہے
اور کبھی وہ حروف ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے کوئی فقرہ یا مصرع یا شعر یا معنی حاصل ہوتا ہے اور
اس فقرہ یا مصرع یا شعر کے اعداد و تاریخ کے واسطے مراد ہوتے ہیں اس کو تاریخ یا صنعت تو شیخ کہتے ہیں پس
یہ صنعت بھی سنی قبیل سے ہے اور اس کا حال ہم صنعت تاریخ میں بھی بیان کر چکے۔
کبھی نام یا عبارتیں کسی نظم یا عبارت الفاظ کے بیچ کے حروف سے حاصل کرتے ہیں یہ بھی داخل صنعت
تو شیخ ہو مثال اس کی یہ عبارت ہے لم یلفہ۔

حمد و ثنا اس خالق کون و مکان خلیے پاک کو شایان ہو جو تمام عالم کل مخلوقات کو حکم کن عدم سے وجود میں لایا
نعت مصنف ہیں مژدہ و جہان محمد مصطفیٰ کی دیبے کہ جمیع بندگان خدا کو طریقہ اسلام بتا کر اپنا تابع فرمان بنایا
منقبت حضرت المہدیؑ کی وہ جب ہو جنھوں نے وہ گروگان باد یہ ضلالت کو ہدایت کا چرخ دکھایا
مرحمت اصحاب احباب کیا مصطفیٰ کی لازم ہو جنھوں نے کشتی امت کو طوفان بلا و گرداب عذاب سے بچایا
اما بعد مولف اس سالہ کا یہ عبارت بطور مثال صنعت تو شیخ کے لکھ کر درج کرتا ہے
اور فصاحت عصر و یغایے دہرے داد اپنی محنت و غور کی **ح** کہ عرض رسا ہے
کہ اس بیچ میر و نادان کو ایک مدت سے نظم و نثر آرد و قاری کسی کا کمال شوق ہے
اور حسب استعداد و لیاقت خود تمویذ بہت شعر گوئی اور عبارت آرائی کا بھی ذوق ہے
بہت عرصے سے اس فکر خیال میں تھا کہ کوئی رسالہ قاری خواہ اردو فن شعر و سخن میں ترتیب دن
اور مضامین جدید و قدیم زادہ و کتب متعلق عروض و قافیہ و صنائع و بدائع و معانی و تزیین کا جامع کروں
الحمد للہ علی احسانہ کہ تہا ہنسی جلوہ گر ہوا یعنی یہ نسخہ کار در مرتب ہو کر قریب انکام و اختتام پہونچا

عبد العلی خان
جد

عبد الغنی خان
اب

عبد الغنی خان
ابن

صنعت تر صلیع یہ صنعت اس طرح ہے کہ ایک مصرع موزون کہین اور اس کے مقابل دوسرا مصرع اس طریق پر لاوین کہ پہلے مصرع کا پہلا لفظ دوسرے مصرع کے پہلے لفظ کا قافیہ ہو اور پہلے مصرع کا دوسرا لفظ دوسرے مصرع کے دوسرے لفظ کا قافیہ ہو اسی طرح پہلے مصرع کے اور الفاظ بھی ترتیب وار دوسرے مصرع کے الفاظ کا قافیہ ہوں مثلاً۔

ازما یخ بدیع

و حید یگا نہ ریاضت میں تھے	جنید زمانہ عبادت میں تھے
و حید کے مقابل دوسرے مصرع میں جنید ہر اور یگانہ کے مقابل زمانہ اور ریاضت کے مقابل عبادت ہے	
اُدھر سے جہاندار کشورستان	اُدھر سے سہدار مازندران
ہمت نے مری جھمے اڑایا	غفلت نے تری جھمے چھوڑ لیا

یعقوب علیخان نصرت

عالم ہیں یہ علیم ہیں باخبر ہیں یہ	حاکم ہیں یہ حکیم ہیں یہ داد گر ہیں یہ
راحم ہیں یہ رحیم ہیں یہ راہ بر ہیں یہ	سالم ہیں یہ سلیم ہیں یہ باہنر ہیں یہ
باصر ہیں یہ بصیر ہیں اہل وفا ہیں یہ	قادر ہیں یہ قدیر ہیں اہل سخا ہیں یہ
اور اگر الفاظ میں رعایت تجنیس کی بھی ہو یعنی مصرع ثانی میں بعینہ وہی الفاظ ہوں پہلے مصرع میں ہوں مگر معنی جدا گانہ ہوں تو اسے تر صلیع مع التجنیس کہتے ہیں مثال اس کی یہ غزل کرم خان متخلص کرم ساکن رامپور کی۔	

نہ وہ سپو بچا نہ کلائی ہے ہات	نہ وہ سپو بچا نہ کل آئی جہات
برے کیوں جائے ہو کہ زہ برسات	برے کیوں جائے ہو کہ زہ برسات
بول بیٹھا تو سنا جائے نہ بات	بول بیٹھا تو سنا جائے نہ بات
آپ بس جائین نہ گھر ہوتا رات	آپ بس جائین نہ گھر ہوتا رات
کہہ کرم سے وہ نہیں آوے ہات	کہہ کرم سے وہ نہیں آوے دہات
صنعت متلون یہ ہے کہ ایک شعر کئی وزنوں میں ہو مثال اس کی یہ بیت	

شیخ اراؤ علی بھر کی ہے۔ ۵

دو ددل اپنا شرافشان ہوا | ابراہیم صاعقہ رخشان ہوا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن اور دوسرا وزن یہ ہے مفعلمن مفعلمن فاعلن مولف کا یہ شعر بھی انہی دو بحر و نمین ہے۔ ۵

مجھ سے وہ جبے مجھ کا گام ہے | چین ہے دل کو نہ کچھ آرام ہے

سید آقا علی خان مہر

دلغ ہے شمع شب تار ذراق | فریش ہے جگہ سر خار ذراق
جب نظر آتا ہوں میں لوگو کو تو تھر | کہتے ہیں جگہ بھی رن ذراق

یہ اشعار تین وزنوں میں ہیں ایک فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوسرا مفعلمن مفعلمن فاعلن
تیسرا فاعلاتن فاعلاتن فاعلن -

طالب علی خان عیشی لکھنوی

کون پابند جنوں فصل بہار ان میں نہ تھا | اس برس ننگ جوانی تھا جو زندان میں نہ تھا

ایک وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوسرا وزن یہ ہے فاعلاتن فاعلاتن فاعلن
اور انھیں دو وزنوں و وزنوں میں ایک قصیدہ منشی مظفر علی اسیر کا ہے اس کے دو شعر یہ ہیں۔ ۵

آبادار ایسی ہے تیغ اُس کی کہ ہنگام نبرد | عمر دشمن کا جو خالی ہو تو بھر دیتی ہو جام
بخت منعم ہو چٹنے میں ضیا میں ہو وہ مہر | عقل دانا ہو وہ تیزی میں بلند ہیں ہو نام

افشا

زرگستان کی بھی ٹانگ کیوں چھین آئے میں | باغ مت جاؤ کہ ہر امن و چین آئے میں

یہ تمام غزل دو وزنوں و وزن مذکور میں ہے

ولہ

بیشے جہان میں غیر سب جگہ بلاتے ہویش | دل کو کڑھا کر اور بھی جی کو جلاتے ہویش

اس کا ایک وزن یہ ہے مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن
دوسرا وزن یہ ہے مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن مفعلمن
یہ شعر بھی انہی دو بحر و نمین ہے۔ ۵

تم نہ گھبراؤ نہ ہمت سے ڈرو | اروز مر جائے گی عادت ہے مجھے

بیس اے دل بہتیار بیس کر	انسان نہ تڑپ کہ سینہ شوق ہو	
<p>بروزن مفقول مفاعلن فغولن۔ صاحب مثل السائر نے اس قسم کا نام تو شیخ لکھا ہے۔ تخصیص المفتاح میں بیان کیا ہو کہ صنعت تشریع اسے کہتے ہیں کہ بیت کا ہر مصرع دو قافیہ رکھتا ہو جن میں سے اگر پہلے قافیہ نہ تو قف کیا جائے تو معنی کی سمجھت درست ہو اسکو تو شیخ اور ذوالقافیتین بھی کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تو شیخ میں یہ ضرور نہیں کہ اگر پہلے قافیہ نہ تو قف کیا جائے تو شعر کا وزن بھی باقی رہے ہاں اگر بیت ایسی ہو کہ اگر پہلے قافیہ نہ تو قف کیا جائے اور وزن مستقیم ہو اور معنی صحیح ہوں تو جائز ہے اور یہی مفقوص کی صورت ہے اس سے معلوم ہوا کہ تو شیخ عام ہو اور مفقوص خاص ہے اس لیے کہ تو شیخ کے واسطے یہ ضرور نہیں کہ پہلے قافیہ نہ تو قف کرتے سے شعر با وزن بھی رہ جائے بلکہ معنی کا صحیح ہونا چاہیے باقی ماندہ الفاظ سوزون ہوں یا غیر موزون علامہ لفتادانی اپنی شرح میں کہتے ہیں کہ ایسا ہونا شعر ذوالقافیتین کی خوبی میں داخل ہے کہ آخر کے قافیوں کے گرا دینے کے بعد باقی الفاظ جو رہیں وہ کسی وزن پر ہوں اور معنی دار ہوں۔</p>		
<p>ذوالقافیتین کی تفریق شعر کے عمر نے جو مقرر کی ہے وہ آگے معلوم ہوگی۔ صنعت ذوالقافیتین اور ذوالقوافی اسے کہتے ہیں کہ ایک شعر میں دو یا زیادہ قافیے لائیں۔ (مثال دو قافیوں کی)</p>		
<p>نیا ز علیہ الرحمۃ بریلوی کی یہ غزل ساری سی صنعت میں ہے۔</p>		
<p>جاتی رہی محل اور ہوئے اوسان کھلے دیزات یہ کیوں ہوتے ہیں فرمان کھلے پھرتے ہیں سراپیمہ پریشان کھلے نوبت کے بچے بر سر دروان کھلے</p>	<p>جب بر در دل حضرت عشق آن بکھارے گر حسن میں ہم سر پہن کھلے سر و خورشید جو سلسلہ زلف کے ہیں دست گرفتہ کل دورہ مجھ کو تھانیا ز کج چہن لپے</p>	
<p>اسی صنعت میں ہو یہ غزل انشائی۔</p>		
<p>خوش ہو سب اہل خرابات کے پاؤں کیے لے برہن جو دہان و لب ناقوس پیے</p>	<p>ہننے ساتی کے کہیں ہونٹ جو تک چوس پیے دل صد چاک کو فریاد سے وہ منع کرے</p>	
<p>خوشتر</p>		
<p>ہماون صورت و خود شید مثال کردگی شہرین فریاد شیریں</p>	<p>سکندر طالع و جمشید اقبال ندگیا تو ہیماں گرا دمیبری</p>	<p>ولہ</p>

نصرت	
رہے دیے اللہ نے یہ سید کیسے اللہ دین ہے لامُشَدَد جیسے	ہندے ہیں کہین حیدر و احمد ایسے یوں احمد و حیدر ہیں ہم لے نصرت
(مثال تین قافیہ کی)	
جرات	
تب کہنے لگا چلے او بد نام پے جا معلوم یہ ہوتا ہے کہ تا شام مے کا بولا وہ زبان اپنی کو تو تھام لے گا ممکن ہی نہیں جو وہ دلا را قہ طے پا	جب میں نے کہا اے بُت خود کام دے آ ہو صبح سے عاشق کاتے حال بہت تنگ جب میں نے کہا ایک تو ہوسہ تو مجھے دے گردیدہ و دل فریش کروں اہ میں جرات
ان اشعار میں تین تین قافیہ کا ہونا ظاہر ہے۔	
صنعت ذوقافیتین مع الحاجب لے کتے ہیں کہ دو قافیہ کے درمیان ردیف لائیں جب نام اُس ردیف کا ہے جو ان دو قافیہ کے بیچ میں آتی ہو۔ جس شعر میں حاجب ہو اُسے محبوب کہتے ہیں یہ صنعت اشعار فارسی اور رنجیہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہو عربی میں نہیں پائی جانی مثال۔	
میر	
کہیں دل میں جنون ہو کے رہا	کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا
پہلے مصرع میں خون اور بہا قافیہ ہوا اور دوسرے مصرع میں جنون اور ہا قافیہ ہوا اور دونوں مصرعوں میں جنون کے ردیف حاجب ہے۔	
انیس	
قامت کے آگے سر و خال سے گزر گیا	مضمون صفات قد کا قیامت سے لڑ گیا
پہلے مصرع میں قیامت اور لڑ گیا دو قافیہ ہیں اور دوسرے مصرع میں خال اور گزر گیا دو قافیہ ہیں اور دونوں جگہ سے ردیف حاجب ہے۔	
دبیر	
تیرے بیٹے ہی کا لاشہ تو ابھی لائے ہیں	خون میں ڈوبے ہوئے شہ جو ابھی لائے ہیں
پہلے مصرع میں جو اور لائے ہیں قافیہ ہیں اور دوسرے مصرع میں تو اور لائے ہیں قافیہ ہیں اور دونوں جگہ ابھی ردیف حاجب ہے۔	

راحت

کہا ہمدرد کوئی کہیں ہے کہا اب غم سوا کوئی نہیں ہے

پہلے مصرع میں ترا اور کہیں ہو قافیہ ہیں اور دوسرے مصرع میں سوا اور نہیں ہے قافیہ ہیں اور لفظ کوئی دونوں جگہ ردیف واجب ہے۔

ترانہ شوق

رنگین سخنی میں لعل احمر شیرین دہنی میں حوض کوثر

میں ردیف واجب ہے اور پہلے مصرع میں سخنی لعل احمر قافیہ ہیں اور دوسرے مصرع میں دہنی اور حوض کوثر قافیہ ہیں۔

حالی

جو نکلے ہاڑا سکا بچ کر بھروسے تو تم ڈالو ناؤ اندر بھروسے

بھروسہ ردیف واجب ہے اور پہلے مصرع میں بچ کر اور سے اور دوسرے مصرع میں اندر اور کے قافیہ ہیں۔

انشا

وہ جو کھاتے ہیں پان میں زردا گھس گئی اُسکے کان میں زردا

پہلے مصرع میں پان اور زردا قافیہ ہے اور دوسرے مصرع میں کان اور زردا قافیہ ہے اور دونوں مصرعوں میں لفظ میں ردیف واجب ہے۔

صنعت لزوم مالا یلزم اور اسکو التزام اور تضمین اور تشدید اور عنات بھی کہتے ہیں یہ صنعت اس طرح ہے کہ شاعر ایک امر یا چند امور کا جو ضروری نہون غزل یا قصیدہ وغیرہ کے ہر شعر میں التزام کرے جیسا کہ سولہ ایک قصیدہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں لکھا ہے اور چارچرخے ذکر کا التزام کیا ہے یہ اُسکے شعر ہیں۔

خلوت و شمع دول دلدغ الم چارون ایک
غمرہ و ناز و اداعشوہ صنم چارون ایک
مسجد و میکدہ و دیر و حرم چارون ایک
مجلس و شادی و تنہائی و غم چارون ایک

بارگر کلہ احزان میں نہوے تو ہمیں
آہ کس کس سے بچے دل کہتے ہیں تیرے
کردیا بل میں کرشمے نے تری آنکھوں کے
جسکے تو پاس نہوے تو اُسے عالم میں

اور ایک قصیدے میں دو لفظ رنگ اور ڈھنگ کا ردیف میں لازماً کر لیا ہے یہ اُسکے شعر ہیں۔

میں نے در سخن کو دیا سنگ رنگ و ڈھنگ تھا در اس رقم میں کیا اس تک رنگ و ڈھنگ

کس کو ہے فن شعر میں مجھ ساتھ ہمسری	قطرہ نپاؤے پیش لب گنگ رنگ ڈھنگ
اور اس غزل کے قافیہ میں ایک ام کا التزام کیا ہو۔	۵
نخون کے مجھ سے گنہ کو بس نہیں تیغ نگاہ	باندھ آیا ہو یہ کس کے قتل کو ہتھیار بار
بلغ تو جلتے ہو تم لیکن خد کے واسطے	گل کو مت اپنے گلے کا بچو ز ہمار ہار
مجھ مریض عشق کی دار و نہیں کچھ فراہل	اے طبیب اپنی دولے تو نہ یہ بیمار مار
نظرات نے اس غزل میں چشم کے ذکر کا التزام کیا ہو۔	۵
چشم یہ رکھتی ہو میری چشم تیری چشم سے	کشتہ چشم لے جب یہ چشم بھروں کھیلے
سیرت کی طرح ہو چشم کے دیکھے بغیر	چشم کو عاشق کے ہونہ چشم کھٹے نبھیں
انداز میں اصول دین احمد میں ایک نظم لکھی ہے جس کے ہر شعر میں لفظ خاک کا التزام ہو یہ دو شعر اس کے ہیں۔	
جو ہو دے خاک بیز کوے دلدار	اُسے ہے خاک سے ہر دم سوکار
جسے زرخاک سے حاصل ہوا ہے	بے خاک لُسکے حق میں کیلیا ہے
جُرأت سے بھی اس غزل کی ردیف میں رنگ ڈھنگ کا التزام کیا ہو۔	
برخونی مجھ سے کرت ہے ہر دم تری طرح	سیکھا ہو تجھ سے دل بھی مرا جنگ رنگ ڈھنگ
جو رنگ و معنی شعر میں جُرأت کے ہی سوا ہے	پاؤے نہ کوئی سیکڑوں فرنگ رنگ ڈھنگ
انشاء اللہ خان نے اپنے ایک قصیدے کی ردیف میں چار لفظوں کے ذکر کا التزام کیا ہے۔	۵
نوع بشر میں تھے مہمان آتش و باد و آب و خاک	عشق نے کر دیے عیان آتش و باد و آب و خاک
تن میں ہلے جلوہ گرجے تھے تباہ ہر ادھر	پھرتے تھے مثل بیکسان آتش و باد و آب و خاک
	ولہ
چشم و ادا و غمرہ شوخی و ناز و پاچون	دشمن بہن میرے جی کے بندہ قواد پاچون
تمام غزل میں پانچ چیز کا ذکر ہے۔	
	ولہ
سج و دھج نگہ اگر چھب حسن و ادا و شوخی	نام خدا بہن تجھ میں اے نوجوان آٹھون
اس غزل میں آٹھ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہو۔ اور یہ غزل بھی اسی صنف میں ہو۔	
	ولہ
پھبن اگر چھب نگاہ سج و دھج جمال طرز خرام آٹھون	نہو دیں اس بچہ گرد بخاری کو کین ہو بیٹے کا نام آٹھون

<p>حسرت اس قصیدے میں سات چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔</p>	
<p>ہو دین کب با نچون حواس و دل و جان ساتون ایک قبر پوشی کو مری سبزہ و گل اور محمل درج میں طوطی کے تیر غزل و صوت و صدا خمر و جام و سبوشیشہ صراحی ساتی</p>	<p>پیشے و کھیت کے ہوتے ہیں میان ساتون ایک گزنی اطلس و کجواب و کستان ساتون ایک نغمہ و نالہ و آہنگ و فغان ساتون ایک تھک کو سجدہ کرین اے پریشان ساتون ایک</p>
<p>اسی قیل سے ہو حسرت کا یہ قصیدہ۔</p>	
<p>دو شکر کا لطف نہایت خوش بہت بے لطف دو چیز آگے نہا دے دو چیز جا کے نہ آگے دو نور ظلمت و دو ظلمت اس جہان میں نور دو غم خوشی و دو خوشی غم ہو رہند عاشق کو</p>	<p>طلب کے ساتھ قناعت طمع کے ساتھ انکار بلائے فرقت و پیری جوانی اور بہار وہ روز شمشیر و ہجران یہ زلف و شام حرار وہ غم غم دل و دین یہ خوشی خویش و دیار</p>
<p>آغا علی خان مہر نے اس غزل کے مصرع ثانی میں پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے اور مطلع کے دو وزن</p>	
<p>مصرعونین بھی رعایت ہے۔ ۵</p>	
<p>تیرے لب پہن سحر ایسے جسے اڑ جا پہ رنگ امیری خیرم اشک فشان نے مٹایا نام تک میش طاق ابرو سے قائل خمر و خیم کچھ نہیں</p>	<p>لعل و مرجان و عقیق و لالہ و عناب کا منہ کا چشمہ کا مہم کا حوض کا تالاب کا توس و شمشیر و ہلال و خنجر و محراب کا</p>
<p>نظر نے اس غزل میں ردیف متفق اللفظ اور مختلف المعنی لایں کیا التزام کیا ہے۔</p>	
<p>نخت دل شاخ مرہ سے گئے اس صورت جھڑ ہر ہونالہ و سر یاد سے ہاں عاشق کی طوق و زنجیر کو توڑا نہ یہ پر ٹوٹی وہ خانہ دل میں مرے آن کے نور ہوئے اگر ابرو رنگان کے برسے کا وہی عالم ہو پہچھا مجنون کا کوئی چھوڑتی ہے تو لہ مارے بھر مری رُبت پہ فخر یہ اُسے</p>	<p>موسم سردی میں گئے غل کے ہون جیون پت جھڑ دیر جا مان پہ سدا ہے رہی نوبت جھڑ فصل زندان کی ہو دیوانہ کوئی آفت جھڑ تو مکان جاگے ابھی یہ رُبت مہ طلعت جھڑ یعنی برسات میں کہتی ہو جسے خلقت جھڑ جب تلک گرد نہا دے گی تری دشت جھڑ کہ گیا صدے سے تو نہ سر رُبت جھڑ</p>
<p>اس غزل کے مصرع ثانی میں پانچ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔</p>	
<p>ہمیشہ کچھ تنہائی میں یہ مونس سنبھتے ہیں</p>	<p>ولہ الم کو یا اس کو حسرت کو بیتابی کو حزان کو</p>

جگہ کن کن کو دونوں میں تے ہاؤنٹے ہاؤنٹے قاتل	گشتاری کو چٹری کو بانگ کو خنجر کو پیکان کو
نہیں قافل دعا دینا ہے شیشہ دم بہاتی	سُبو کو خرم کوئے کو نیکدہ کو سے پرستان کو
اور جرات نے اس غزل میں چار چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔ ۵	
بھرتا ہوں تجھ بغیر میں ہو کے دوانہ ہو ہو	شہر بہ شہر وہ بدہ خانہ بہ حسانہ کو پہ کو
وائے نصیب ایک شب اس سے مجھے نہ بہم	دست بدست لب بہ لب سینہ بہ سینہ پیو پیو
رہے ہیں ہم جو نوہ کر ہیونے میں شک شہم تر	بحر بہ بحر ہم وہم وہ جملہ بہ جملہ جو بہ جو
یہ غزل لالہ بلا قی رام قاتل کی بھی اسی صنعت لزوم میں ہے۔ ۵	
ترے عارض سے ہیں نرسندہ اس میں قن باخون	گل و آئینہ و خورشید و ماہ و نشتر باخون
نرکھ قاتل قدم کوے محبت میں کہ رہزن ہیں	لب و دندان و خال و خط و زلف پر سکن باخون
نظیر نے اس غزل کے مصرع ثانی میں چھ چیز کے ذکر کا التزام کیا ہے۔ ۵	
ابہ کھین پھر ہم ای ہرم کس وز منہ اسکا دیکھینک	وہ زلف وہ لہ حالہ وہ خدہ وہ نگہ نقاد کھینک
جب اس صنم کے کھینکے خوش ہو تو اس کے لطف سے ہم	وہ ہرم وہ خط و وہ عیش وہ مودہ جام وہ مینا دیکھینک
اسی قبل سے ہی نظیر کی اس غزل کا قافیہ۔ ۵	
دیکھیں جو اس محبوب کی ہنسی کھل کی کل	پانی ہر اک تنویر میں اپنے دل کی کل کی کل
جب ناز میں ہنس کر کہا اُس نے ارے چل کیا ہو تو	کیا کیا پسند آئی ہیں اُس ناز میں چنیل کی کل
ہے وہ کف پانزم تر اس کی کہ وقت ہم سہری	ڈالے کف پائے الم نرمی میں مغل کی کل
شہیدی کی غزل میں لفظ دو کا ہر جگہ ذکر ہے۔ ۵	
سو نہ دو تم دو ہی تجھ سے وے اس سے کجگو	قول ہے مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو
ترانہ شوقی کسان اشعار میں چار چیز کے ذکر کا التزام ہے۔ ۵	
منظور نظر جو چار سکتے یار	کا شانہ دین کے تھے ستون چار
بحر رفت کے چار سکتے ڈر	جسم ایمان کے چار عنصر
اسلاک رضا کے چار اختر	دیوان قضا کے چار دفتر
حالی	
فلاکت جسے کہیے ام الجرام	مہین رہتے ایمان پل جس سے قائم
بناتی ہے انسان کو جو بہائم	مصلی ہیں دل جمع جس سے نہ صائم

ان اشعار میں حرف خیل کی موافقت کا التزام کیا ہے۔
 سید انشا واللہ خان نے ایک داستان نثر میں سبکی مقدار ۱۵ صفحہ کی ہوئی لکھی ہو اُس میں یہ التزام
 کیا ہے کہ ایک لفظ بھی عربی فارسی کا نہیں لے دیا جائے باوجود اسکے اُردو کے بُتے سے کلام نہیں گرا
 تھوڑی سی عبارت نمونے کے طور پر لکھتا ہوں۔

”اب یہاں سے کہنے والا یوں کہتا ہوا ایک دن بیٹھے بیٹھے یہ بات اپنے دھیان چڑھی کوئی کتاب ایسی کہیں
 ہندی چھٹ اور کسی پوئی کی پٹ نہ ملے باہر کی پوئی اور گنوا سی کچھ اُسکے بیچ میں نہ تو بے مزاجی بھول کر
 مٹی کے روپ کھلے اپنے لئے والو نہیں سے ایک کوئی بے پٹے لکھنے والے دھرانے ٹھاگ ٹپے ڈھاگ کچھ ٹراک
 لائے سر لاکھ تھو تھو کر ناک بھون چڑھا کر کلا بھولا کر لال لال آنکھیں تپہ کر کہنے لگے یہ بات ہندی دکھائی
 نہیں دیتی ہندی ہی پر بھی نہ لگے اور بھا کا بن بھی ٹھس جائے جیسے بھلا مانس چھوٹے چھوٹے لوگ آپس میں
 بولتے چالتے ہیں جون کا توں ہی سہیل ہے اور چھاؤں کسی کی نہ پٹے نہیں ہونیکا میں نے انکی ٹھنڈی
 سانس کی پھانس کھلو کا کھا کر چھٹا کر کہا میں کچھ ایسا بڑبولا نہیں جو را کی کو پریت کر دکھاؤں اور
 جھوٹ سچ بول کر اٹکیاں بچاؤں اور بے سُرئی نے ٹھکانی اچھی سلجھتی میں یہ جاؤں مجھے نہو سکتا تو بھلا کھتے
 کیوں کا لٹا جس صے ہوتا اس کیھنے کو ٹا کتاب اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپکو جاتا ہوا اور جیسا کچھ
 اُسے لو کہہ گارتے ہیں کہ سنا ہے اپنا ہاتھ منہ پھیر کر مچھوٹو ناؤ دیتا ہوں اور آپکو جاتا ہوں جو میرے
 دانے چاہا تو وہ ناؤ بھاؤ اور راؤ چاؤ اور کو د پھانڈ اور لپٹ جھپٹ لکھاؤں آپکے دھیان کا گھوڑا
 جو بجلی سے بھی بہت چل اچھا ہٹ میں ہر کہتے ہی ہرن کے روپ اپنی چو کڑی بھول جاسے

چھوٹا کھانا

کرتب جو جو ہیں سب دکھاتا ہوں
 کتاب جو کچھ ہوں کر دکھاتا ہوں

گھوڑے پہ اپنے چڑھے آتا ہوں
 اُس چاہنے والے نے جو چاہا تو ابھی

اسی قبیل سے ہیں وہ صنعتیں جن میں ترک تھا یا کسی حرف کے ترک یا وصل و قطع حروف وغیرہ کا التزام
 کرتے ہیں چنانچہ انکو ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

صنعت حذف اسکو قطع الحروف بھی کہتے ہیں یعنی نظم یا نثر میں کسی فنکے نہ لایا گیا التزام کیا جائے پس
 اگر عبارتیں الف نہو گا تو قطع الف کہیں اور جڑے نہو گی تو قطع الیا کہیں اور صنعت قطع الف سے زائدہ مشکل ہو جیے۔

الوزر

عشق ہو بسے گل و رنگ چین

عشق ہو قتل دل تنگ چین

ناسخ		
نوبت یہ صبح کی بھی ہے		کی مین نے جو غم سے سینہ کو پی
میسر		
کسب کرتے جنہاں طبعین تھیں لطیف		صحبہ نین جب تھیں تو یہ فن شریف
امیس		
پھر لگی ہے گھر میں عزیز و غنی محبت		منظور ہے پھر دیکھ لین ہم بشر کی صورت
<p>نرک لون کی صنعت میں ایک عبارت شرمز اخیل کی جو خالی از لطف و مذاق نہیں ہو ہر لہ ناطقین کی جاتی ہو نشر جب کا جی چلے ہمارے پاس آئے گھر ہو اُسکا اور کوئی آنا آنا کی بارگی رک جائے تو ہکو کیا غرض اگر چلے کہ ہمسایہ لیاقت بھی کبھی کبھی آیا کرے تو یہ بات بہت مشکل ہو اس واسطے کہ یہ عاصی از معاصی ایسا عہد کر کر بیٹھا ہے کہ اس گوشے کے بیچ اس طرح جاری ہے کہ اگر ہزار بار دورہ کامل خاک شہم کا جس کو خلق خدا کی کرسی کہتی ہو سر پر سے گذر جائے تو بھی اس جگہ سے اٹھ کر جو بہت جاوے تو اس دوسرے حجرے تک جاوے سو بھی دیکھا چاہیے یہ بھی اس وقت کا ایک ذیل قافیہ ہو۔</p> <p>صنعت عاقلہ اسکو مہملہ اور غیر منقوطہ بھی کہتے ہیں یعنی ایسی عبارت یا نظم لکھیں جس میں حروف منقوطہ نہ ہوں صرف حروف مہملہ ہوں مرزا سلامت علی دہیر نے ایک مرثیہ میں سو شعر کا اس صنعت میں لکھا ہے یہ اس کے اشعار ہیں۔ ۵</p>		
ہم طالع ہمارا دہم رسا ہوا		طاؤس کلک میح اڑا اور ہوا
ولہ		
اول سرور دگو ہوا سد مہ کام کر		ہر اہل دل ہو مخو وہ مدح امام کر
حاصل صلہ کلام کا دار السلام کر		اگر اس محل کو طور وہ اس دم کلام کر
<p>کہ آہ سرور والا گھر کا حال</p> <p>حال دواع اہل حرم اور سحر کا حال</p>		
اور یہ بند دوسرے مرثیہ کا ہے۔		
ولہ		
ہم دم و دم حُسام کا اعدا کا دم ہوا		درد و الم سوا ہوا آرام کم ہوا
صمصام سدا اور کسر اعدا درم ہوا		وہ اگر درم ہوا مثل اعدا درم ہوا

ملح محرک سرور والا گس رہا اور رہو عدم وہ گروہ عمر ہوا		
انیس		
اس طرح کا والا ہم اس طرح کا مدار وہ مصدر الہام احد محرم اسرار	اس طرح کا عالم کا مدار مددگار وہ اصل اصول کرم داور دادار	
حاصل اگر اک مرد دل آگاہ کو مارا مارا اگر اس کو اسد اسد کو مارا		
انشائے ایک دیوان تمام اس صنعت میں لکھا ہے یہ بیت ابتدائے دیوان کی ہے۔ ۵		
اور کس آسرا ہو سرگروہ اس راہ کا	آسرا اسد اور آل رسول اسد کا	
ولہ		
سلسلہ گر کلام کا وا ہو + دل کو سو سو طرح پیور ہو آہ کر موحسد عاکہ انشا کا	سامع درد دل کو سودا ہو + وہ دلارام گریہا راہو کار ہر دوسرا آکھا ہو	
ولہ		
ہو عظم نہاگ لگا کر مسرور وہ طور دکھا کہ ہم کو کل ہو معلوم	آرام محل رکھ اسم دل کا اوجو موسے کا عالم اور وہ لمعہ طور	
اور انکی ایک مثنوی میں صنعت میں ہو اور ایک قصیدہ منقبت بھی صنعت عاقلہ میں ہو اور اسکات نام طور الکلام ہے یہ شعر اسی کا ہے۔ ۵		
وہ مرد معرکہ آرا ددور کوہ احد	دل اور ہمہ عالم محرک اعلام	
صنعت منقو طہ یعنی نظم و نثر میں تمام حروف ایسے لائے جا دیں کہ سب نقطہ دار ہوں اور یہ فارسی و عربی میں بہت مشکل ہو اور اردو میں زیادہ دشوار ہو اس صنعت میں معنی بھی تکلف کے ساتھ پیدا ہونے میں مثال اسکی یہ فقرہ مولوی غلام امام شہید کا۔ فقرہ شفیق شیع فیض بخش چشعی کے جسے تخت اشب تجھے بخشی ہی نے بنے بنے تخت چُن چُن نیچے جبین تخت نب نہ نیچے ایسے ہی یہ فقرہ سرور شمعن کا بطور خلاصہ کے۔ فقرہ دیکھا کہ ایک شیخ جی چپ تخت شین نے جن ہی نے بنے بنے جن ہی بنے جن ہی بنے جبین بنے جبین بنے جبین		

نقش جبین فیض بخش غیب بین - شب نیز ذی فن لے آخرہ -

نظم کی مثال یہ شعر نظام ساکن جاوہر کے قصیدہ اردو کا - ۵

اپن میں کشتین کینت بخش ذی فیض	بغضب تیغ زن چین چین زبیا
-------------------------------	--------------------------

نصرت

نہ تینے شقی بچے تیغ زن بچے	بینی بھی نہیں جبین نے ذوق بچے
نہ بچے بچے جی متن بچے	بیشے بچے نہ چین بھی نے متن بچے
نہ پیش تیغ تخت شقی نے شقی بچے	شیت شقی تخت شقی نے شقی بچے

میر انشاء السرخان کے اس شعر کا ایک مصرع صنعت مہا مین ہو اور ایک صنعت منقوطہ مین - ۵

آہ کل دل کو ہوا درد کو رکھا ہکو	جنش چین جبین مبت چین نے چین
---------------------------------	-----------------------------

صنعت رقطا یہ ہو کہ عبارت یا مصرع بابت یا پوری غزل میں ایک حرف بے نقطہ اور ایک حرف نقطہ دار ملے ترتیب واقع ہو مثال اس کی نثر میں یہ رقعہ مولوی غلام امام شہید کا -

رقعہ حضرت میر کا بھی سنا ہو کہ تم فوج کے مقابل تلے سب کے سب آبی وضع پر بہت ہنسے کڑے رنگے خوب کیا شباہش کیا بات ہو خلق سب کی قائل ہو مثال نظم کی یہ قول نصرت کا - ۵

آیا غرب شرق چمن ہو گیا فرش ن ہو کیا	دشمن کی ہوا جیل یہ پری و پری افلا
بس بس یہ برقش ہو ویا جان ستان با	صنعت ہو حق کی آب ہو کیا شان کبوا
یہ برق کی ہو مثل بہت تاب ہے	کیا قرب کیا بعید یہ ہوش عذاب ہے

صنعت خفیہ یہ ہو کہ عند ترتیب ایک کلمے کے کل حرفت نملہ معنی غیر منقوطہ اور ایک کلمے کے حرفت نقطہ دار ہوں مثال نثر کی یہ رقعہ شہید کا -

رقعہ شفیق والا نحت معنی نحت سلمہ شیخ محمد بخش سوداگر جتنے مال پہنچن کل جین لوٹ پ لکھ و جب ام سٹے ال تب جو یہ مثال نظم کی یہ شعر مولوی صہبائی کا -

شبکو جین سرور تخت ہا	کار فیض مار تخت رہا
----------------------	---------------------

انفک کے اس شعر کا مصرع اول صنعت رقطا مین ہو اور مصرع ثانی صنعت خفیہ مین -

شہر بلند لب لباب مجھے سبھی یوب	چین لامع زینت حصول چین مرام
--------------------------------	-----------------------------

صنعت قوافیہ لکھو فوق لفظ بھی کہتے ہیں یا سطح ہو کہ عبارت مین یا نظم مین اس شعر کا التزام کیا جائے کہ کوئی حرف ایسا نہ آئے جس کے نیچے نقطہ ہو بلکہ جب قدر روپ نقطہ دار ہوں سب کے اوپر نقطہ ہوں

مثال عبارت کی یہ رقعہ مولع کا جو ایک دوست کو لکھا تھا۔

رقعہ مخدوم من سلامت۔ تو از سن نامہ صادر ہوا حال معلوم ہوا امانت کو اگر نوکر رکھنا منظور تھا تو اول نمائندہ داخل کرنا ضرور تھا نہ معلوم کون شخص تھا مسافرتہ وارد ہوا اور دغا کر کے فرار ہوا آدم مقول و معقول نادشوار۔ اگر کہو تو ملازم خاص ٹھو خان کو روانہ کر دوں والسلام مثال نظم کی یہ شعر نظام کا۔ ۵

معدن عدل و سخا مظهر الطاف و عطا

مظہر صدق و صفا قدر شناس مردم

نصرت

وہ قہر حق وہ آفت تازہ وہ لازمہ دم
وہ غمہ عشوہ قہر لگا وٹا و استم
فر د زمانہ اہل ہنر شان کردگار

وہ خون فشان وہ شعلہ آتش وہ دم و دم
وہ کمر اسکا اور وہ فن اس کا اور وہ دم
فخر ہلال و شمس و فخر شان کردگار

صنعت تختانیہ جسکو صنعت تحت النقاط بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ تمام عبارت یا نظم من صنعت روف نقطہ دار ہوں ایسے ہوں جو نیچے کا نقطہ رکھتے ہوں اور پر کا نقطہ نہو مثال عبارت یہ قعہ مولف کا۔
رقعہ میہ پہلے لٹکے بعد دھاکے معلوم کرو آج کل میرا ارادہ بھیجی کی سیر کا ہوا اس جگہ سے ایک گھڑی
یہ عمدہ لیکر بھیجی جائے گی رسید سے مطلع کیجیو اور جو اسباب درکار ہو لکھو اللہ چاہے جلد اور اچھا ارسال ہو
بداند کو دعا اور بڑے بھائی صاحب کو سلام مثال نظم کی۔

دبیر

سردار کو مارا جو ملیدار کو مارا

مارا جو اے حیدر گراں کو مارا

پیش

میرے دلبر و میرے دلدار سے

یہ سب جا کے کہ آمرے یار سے

نصرت

اک آگ سی لگی جو گئی کوہ و گاہ پر
لیکی کبھی عدد پہ کبھی ہر سہ ماہ پر

جسم علی حسام عدد کی سپاہ پر
لجی کبھی گری کبھی ہر دو سپاہ پر

بجلی کی طرح دور بھی گاہ پاس ہے
عالم کو اسکے ڈر سے عجب کھل پڑا ہے

عبدالرحمن راسخ

اور پھر احمد رسول اللہ کہا

اللا الہ الا اللہ کہا

اور یہ غزل مولف کی دو صنعتوں میں ہے پہلا مصرع صنعت فوق النقاط میں ہے اور دوسرا مصرع تحت النقاط میں۔

غزل بطور انتخاب کے

دل گلہ ہرگز نہ کر اُس ز گس سرشار کا	کیا اُسے پڑو لے پوچھے حال جو بیار کا
درد و غم سوز دالم اور آہ نالہ رات دن	حال ہو اب آپ کے یہ طالب دیدار کا
کون ہمسہ ہو لا اُس حاملِ کل کا کہ	درد ہو صبح و مساجد کو کہ ہم بار کا
تیر کش مژگان گند زلف مصفا نہ کہ	ہو ارادہ کیا کسی سے آپ کو پیکار کا
دل ندون اُسکو اگر وہ رشک خور غلام	مگر وحیلہ ہو سدا سے کام جس عیار کا
امتحان طالع واژون ہوا ہمو ضرور	اس سبب ہے ارادہ کوچہ دلدار کا

صنعت واصل التین یعنی ایسی عبارت یا مصرع یا شعر ہو کہ جس کے ہر کلمے میں لب سے لب ملے جاوے۔
مثال اُسکی یہ عبارت مولف کی۔

رقعہ شفق من سلامت معلوم ہو کہ بئی مین مشرقین صاحب ہمار در لفظ کا مدوا بہت عمدہ فرماتے ہیں۔
نکو بتاتا ہوں کہ مقام بئی محلا بھندی بازار مین صاحب ہن تم اپنے بیٹے کو صاحب محصولات کے پاس بئی مین بھیجا
مگر تھادی ہر اہی مناسب ہے بگو امید دوسی ہو کہ سبب تبدیل آب و ہوا بئی ہو پختے ہو پختے آرام معلوم ہوگا
اور صاحب موصوف ملے بے مین بہت محنت فرمایا ہے۔ نظم کی مثال۔

نظام

مرامد و ح امیر ابن امیر ابن امیر	مین کمر بستہ مین خادم مدحت پیا
صنعت واسع التین یعنی عبارت کو پڑھیں تو لب لب لے جیسے یہ شعر میر محمد امین بنارس کا ہے	جی سے کہد کہ آہ سرد کے ساتھ
	ٹھنڈے ٹھنڈے پلے تو چل نکلتے

میر نجف علی بیباک

ادا دخوا ہوں سے گھر کے رستے	اُس کا جس کو چسے گداز ہوا
-----------------------------	---------------------------

تظیر کی ایک غزل تمام اس صنعت میں ہے یہ شعر اُسکے ہیں۔

ایا نہیں جو کہ راقرا ہنستے ہنستے	بھل دیکھ لے شاید میا ہنستے ہنستے
لے کر صریح دل کو وہ گلغلا مارو	ظاہر کرے کیا کیا انکار ہنستے ہنستے

نظام

اس طرح کا ہر سخن سچ کہ جس کا ثانی	آج تک اہل جہان نے کہین دیکھا نہ سنا
-----------------------------------	-------------------------------------

	انشا	
ٹھنڈے ٹھنڈے کہو کہ گھر جاوے		ہو جو کوٹھے تلے کھڑا اس کو
صنعت مغرب یعنی اگر عبارت متضمن فتح کی ہو تو اسمین ضمہ اور کسر نہ لاوین اور اگر متضمن ضمے کی ہو تو اسمین فتح اور کسر نہ لاوین اور جو کسر کا التزام ہو تو ضمہ و فتح نہ لاوین۔ مثال ضمے کے التزام کی		
	ہوشیار	
بھگو جو ہون حصول خوب ہو یا ر		صلصل و سنبل و گل و بلبل
لفظ یار میں فتح بسبب عایت قافیہ قصیدہ کہے۔		
	سحر	
گر نہ آیا آج نو ہے بس غضب		کل کا وعدہ کر گیا ہے کل صنم
کسرے کی مثال۔		
اسمعیل خان صبر		
تیر بھی تھے اس مرے دل کیلے بھینکنے کی چیز بھی یہ بھینک دے	ولہ	ضد سے کی یہ فکر بسمل کیلے دل لیے تھے پھیر دینے کے لیے
	ولہ	
صنعت مسلسل یعنی کسی اسم کے حروف ترتیب وار علیحدہ لکھے جاوین اور ان حروف کے اسماء فاعل میں آتے ہوں اور ان کے سلسلہ وار جمع کرنے سے اسم مطلوب حاصل ہو مثال اس کی یہ اشعار جمل غلط صاحب یوان کے ۵		
وے ملا اب سے مے جلدی تو پھیل و ب ہاتھ سے پائون زے لبریز جام دے بھول جاوے وہ جمال سی دودس دف چھوڑ کر جاوے کمان قاتل ترا یہ دور		بن ترے ہون جان طلب لے ع دیں سو آرزو میری یہ ہے ساقی کہ پہلے دور میں حسن ہے ایسا ترا دیکھے لینا اگر مجھے جس کا ہو دے یا ر ایسا پھر تو ہی اُسکو بتا
	انشا	
ز دل دف سے ہر ترکیب تنق سانب کی کہ اسپر سچ رہا ہے ع و ق کا جوڑا	ولہ	مدرسے میں اہل حرفت اس نحو سے کہتے تھے کل رہے گا چار سو ستر برس انشا دہائے نین

مولف نے بھی چند غزلیں اس صنعت میں لکھی ہیں یہ لنگے اشعار ہیں۔

بم نظر دیکھا ہے جب سے ماہر و کار فرخ یاں تلک چپکے لبوں سے لب کہ پھر نکلی نہ بات ہیں یہ عارض تیرے شیشہ بادہ گلگون سے پر کیون نہ ہر حلقے میں اُس کے دل بھسین مشاق کے ایک مدت سے ہیں سائل تجھ سے لے بحر سخا دل دیا تھا ہنسنے تجھی جان بھی دینا ٹپری		زرد ہو نخلت سے تب سے رنے م وہ در سل نوشین آپ کے ہیں رشک شگ در ہیں ذقن ہرگز ک خوشتر دس دی وب دیکھ لو دام بلا ہے اسکی زول و ف کاشس تکو بھی عطا ہو ب دودس وہ کچھ نہیں چلتی یہاں اب ف و ط و ر دت
---	--	---

ولہ

کیون نہ ہوں نخلت زدہ لے میرے م وہ در م دس دک کو کیونکر نہ شرمندہ کرے ع و شوق میں تیرے کیا دل کو کباب ل لب کول دب پر شام سے کئے رہوں غ دے دل نہ آنے پانے کوئی اس جگہ ب در وہ دم دن ہو جاوے دہن		س در و و قد سے روح سے م وہ رنگ و بو رکھتی ہے تیری اور ز دل و ف اور خ دوون کو بھی بنایا م دے جب تک ہووے نہ لے دلدار ص ب ج ص ن دم جلدی بند کر دے و در ش دے فح ہمارا دیکھ لے گرب دت
--	--	---

صنعت موصول اسکو صنعت متصل الحروف بھی کہتے ہیں یعنی عبارت بانظم کے سبب ف ل ل
لکھے جائیں اور یہ کئی قسم جو موصول دو حرفی موصول سے حرفی موصول چار حرفی اور زیادہ اس سے
جہاں تک ہو سکے مثال دو حرفی کی یہ شعر مثنوی نالہ شوق کا۔

نالہ شوق

غم فرقت سے کوفت ہے ہی پڑ
ہم سے غافل ہے تو بیت کافر
مثال سے حرفی کی۔

منہ

ظلم کیا کیا جنائین کس کیا ہیں
عشق میں بھی بلائیں کیا کیا ہیں
مثال موصول چار حرفی کی۔

نالہ شوق

چپکے چپکے کبھی مجھے کہنا
ہم پہ کیسا پھبا سبھی گنا

ملے ہذا القیاس پنج حرفی فقرہ اور نظم بھی لکھتے ہیں بلکہ ایک فقرہ یا ایک مصرع یا ایک بیت پوری موصول ہوتی ہے جیسے یہ دو شیر میر کے۔

عشق ہی عشق ہے نہیں ہے کچھ	عشق بن تم کو کہیں ہے کچھ
عشق حق ہے کہیں نہیں ہے کہیں	ہے محمد کہیں علم کی ہے کہیں

ان شعروں کے مصرع ثانی میں ایک ایک حرف ایسا ہے کہ جس سے حرفوں کی علم کی ہو جاتی ہے۔

یعقوب علیخان نصرت

مقتل میں سب سے کہتی تھی یہ تیغ بے بہا	یہ جنگ کی ہے میں نے فلک کی شہ کی شہنا
کہتے ہیں یہ فلک سے ملک نے کچھ مٹا	تم سب کے حق میں بس غضب حق ہے یہ بکلا

کہتی تھی تیغ مجھ سے نہ بسم لعین ہے
کیسے لعین جنگ میں جن بھی نہیں ہے

ان اشعار کے سب حروف متصل لگے جلتے ہیں ناسخ کے اس شعر کا پہلا مصرع صنعت مثل الحروف میں ہے۔

مفلسی میں ہے متغیر شرب ہجر	سب طلبکار سیم و زر شرب و میل
----------------------------	------------------------------

صنعت منشاری اسکو کہتے ہیں کہ کوئی فقرہ یا مصرع یا سارا شعر ملکر لکھا جاوے اور اس کے حروف دہرائے آدھ کی شکل پیدا کریں مثال۔

آئینہ میں بھی ہیں جو ہوتا جوتاں پر	تن کن کن کن تن تن کن در تن میں رقص
------------------------------------	------------------------------------

پچھلے مصرع کی لفظی اس طرح ہوتی ہے تن کے مفعول تن کن کن کن فاعلات تن کن کن کن مفعول تن کن کن رقص فاعلان اور پورا شعر امیر کا۔

سب سیتے ہیں یاں سیتے	سب سیتے جب شہ ابرار
----------------------	---------------------

نادر لکھنے سے آئے کے دہرائے پیدا ہوتے ہیں۔

صنعت مقطع کو مقطع الحروف کہتے ہیں مثلاً تمام حروف کتاب میں علیہ علیہ اور میرا لکے جائیں جیسے

یعقوب علیخان نصرت

وہ آبرار اور وہ دم دار وہ واہ واہ	وہ درد دار اور دل آزار وہ واہ واہ
وہ زور دار اور وہ لک دار وہ واہ واہ	وہ زورن وہ بزم اور وہ دوار واہ واہ

وہ آب و وہ دم و وہ دان واہ واہ واہ
وہ آن و وہ ادا و وہ دان واہ واہ واہ

	امجد	
روک دو در واد و آزار		دو در واد درون آزاری
		اور مصرع ثانی نسیم کے اس شعر کا بھی مقطع ہے۔
اے آدم زاد داه واد		کننے لگا کیا مزہ ہے دل خواہ
	منشی	
ارے داوری داورد اوران		ولیکن بروز جزا سبے گمان
		دوسرا مصرع مقصود بالتمثیل ہے اور سوز کے اشعار کا چوتھا مصرع اس صنعت میں ہے۔
سلام اندخان صاحب کے ڈیرے		گئے گھر سے جو ہم اپنے سویرے
لے لے لے لے لے لے لے لے لے		وہاں دیکھنے کی شکل پریرے
		فیض کے اس شعر کا مصرع اول صنعت مقطع کی مثال ہے اور دوسرا مصرع صنعت موصل کی۔
فیض میمن گئے ہین سب ریل		در دو طغ و رخ زرد اور دہل
<p>صنعت تلمیح جب کو ذولسانین اور ذوالغٹین بھی کہتے ہیں یہ صنعت اس طرح ہے کہ کلام میں بہت مختلف کو جمع کرین اگر ایک شعر ہو تو دو زبانیں اور خمسہ میں پانچ اور غزل وغیرہ میں ایک شعر زبان رد و تن دوسرا فارسی میں تیسرا عربی میں و متن علی ہذا ایک مصرع میں بعض ارکان فارسی زبان میں بعض اردو میں یا کسی اور زبان میں غرض کہ جہاں تک جتنی زبانیں چاہیں غزل خواہ قصیدہ وغیرہ میں جمع کر سکتے ہیں مگر اکثر زبانیں مروج و مستعمل ہندوستان کی لکھی جاتی ہیں پس اگر ایک شعر میں دو زبانیں جمع ہوں تو اسے تلمیح مکتوف کہتے ہیں چنانچہ راقم الحروف کی ایک تمام غزل اسی صنعت میں ہے کہ ایک مصرع فارسی ہے و ایک اردو</p>		
غلمان ترے غلام کینزک تری پری رہتی ہے شاخ محل نمنا سدا ہری اگر دینا واپس نہ ذکر ہمارا بھی سرسری انجی نہیں زلمے میں مجھ سا کوئی جری		ای سرو خوش خرام گلستان لبری دیکھ گلشن دلم با میدہ وصال باد صبا بکھوچہ جانان جو بگزارے ہر دم بسینہ تیغ ادیش ہے خورم
	حسرت	
قال اُحییت عظاما ہی قد کان بزم		پوچھا اعجاز سے کہے جو سمجھائے سخن
<p>ترجمہ مصرعہ دوم عربی کہا میں ایسی ہڈیوں کو زندہ کرتا ہوں جو گل جاتی ہیں</p>		

وله	وله	
یا مَنْ خلق الملقح ولسلاً وھناراً		اکیا حمد کون نیری مجھے کچھ نہیں یاد
ترجمہ مصرعہ دوم عربی معنی اودہ ذات کہ جسے مخلوق کو اور شرب و نکو سیر کیا ہو		
رند	رند	
فقط بحر جہانین رند غافل دم کی ٹھلکتے		جاہم بر سر موج ز بنیاد مچے پرسی
والا طبع محبوب کہتے ہیں چنانچہ معزز نے ایک مستزاد میں کہی زبانیں اس طرح جمع کی ہیں کہ ہر شعر جدا گانہ زبانیں ہے مگر چونکہ پنجابی و پنجتو وغیرہ زبانیں غیر مانوس ہیں اس لیے اُس کا لکنا فضول سمجھا		
سوز	سوز	
ادھر بھی دیکھنا تک مر کے ۶ با خداوند اکرامت دستگا ۶ آقا ۶ ثم ۶ با خم ۶ ۶ + پس فسوس یو پھر فسوس یو پھر فسوس یو	ترجمہ	موت دشمن غفلت پسنا ۶ گئی اوقات سب اعلان میں انوس رقص المہر فی لہو و لعب میں نے اپنی عمر کھیل کود میں بربادی
میر انشاء اللہ غافل ایک قصیدہ میں نواب سعادت علی خان میں لکھا ہو اس میں بہت سے اشعار مختلف زبانوں میں ملتے جاتے ہیں یہاں بطور مثال کے فارسی عربی مارواڑی اور بھاشنک کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں اور ترکی پنجتو خراسانی انگریزی سنسکرت کشمیری اور مرہٹی کے اشعار بسبب غیر مانوس ہونے کے ترک کیے گئے۔		
شاہ ایران ہی لکھتا ہے مجھے عرضی میں	بو کہ من ہر ز عنایات تو خطے ہر م	
ترجمہ مصرعہ دوم امید کہ میں بھی تیری مہمان بنوں کوئی فائدہ اٹھاؤں		
بخداوندی آنکس کہ مرا شاہی داد	بندۂ خلقہ کجوش تو و جا کہ ہستم	
اُس ذات پاک کی خداوندی کی متم حسنہ بلکوشا ہی ہو کہ میں تیرا عالم مطیع اور خدمت گزار ہوں۔		
مشہد لیس شہام و امیر فی الدہر	شعرا پڑھتے ہیں مسرور ہو آپ حسین	
ترجمہ مصرعہ دوم اہل طبع کوئی بہادر اور امیر دنیا میں نہیں ہے اللہ نے تمام عالم کی فریادیں کیلئے اسکو مخصوص کیا ہو		
حق میں دشمن کہتے یونہیں کہیں ہیں رجوت	اکا میں بانہ چا پھری پری جو ہنہائے ہر	
ترجمہ مصرعہ دوم کیا چھری بانہی جبکہ دشمن تباہ فنا د جائے		

تیری آنکھوں کو کنھیا سمجھو اور اس کا عکس	گوہن میں رنج کی کرتی ہیں یہ فتنی ہر دم
ترجمہ تری آنکھوں کو کنھیا (نام کرشن سمجھو) لکھا ہے اور گوہن میں (بج کی عورتیں) ہر وقت پُر زور کرتی ہیں	
ڈھونڈ کر مئی کی نگہت ہون بھی آئی جو	بھوم کے شام میں کیسے چھپے چھپے تم
یعنی تمام نگہت کو ڈھونڈ کر آئی ہوں	اپنا اندر اپنے لے لے کنھیا
اور دولت جو وہ کچھ بھی ہو سکتی ہے یہ	تو نے جو نون لگی مومن چھڑاؤ نے سگر و کٹم

ترجمہ صرہ دوم یعنی تمھارے غم کے لگی ہوں تمام کتبہ گھر بار وہاں چھوڑ کر

اور پڑا شاعر اس طرح کے ہیں کہ آدھا مصرع زبان فارسی میں اور آدھا اردو میں یا آدھا فارسی میں آدھا
تمھارا کوئی غیر دین ہے یہ ایجاد میر خسرو دہلوی کی جو مثال اس کی ہے

مولوی سلامت لکھنوی

کیا نو خدا از رخ خوب تو عیان ست	کہتے ہیں اسی رو سے عیان را چہ بیان ست
کیا یوسف مصری ہے نظیر شہ بلحا	وہ چشم کمان اور کمان جان جہان ست
یہ صورت حق ہے کہ منصور یہ بشہ شد	اُس کا ہی ظہور این ہمہ در کون مکان ست
ابن اب نہیں مجسم کی از پردہ بدر آ	مشتاق تھے وصل کا بہرہ و جوان ست
اب آگے بھجرا کشتنی دل خستہ چہ گویند	لو جلد خبر اسکی کہ بیتاب و توان ست

ضامن

و منع عشقش شہید گشتم ز تاب بجزان قسم خدا کی	خواب حسی بنا کی ساقی شرابِ حدت بلا کے ہم کو
توسرو نامہ و نازینی تمھارے قامت کا ہون میں بسا یہ	بذریہ بایت ہوں و فتادہ کرانہ چند ان تمھارے ہم کو
چو عشق آمد درون جانم تو شو بہر پا ہوا قیامت	جگایا تو نے جنوں خشتِ مرزا میں بھی سدا کے ہم کو
اور یہ ایک شعر میر خسرو کا زبان فارسی میں ہے اور ترجمہ امکا باعتبار زمان ہندی کے ایک عجیب طرز ہے	
ماہ و قمر یہ نامہ دست نہ ہجر تو مرا	دم بہ یک موس خدا را کہ چہ حال ست ترا

ماہ کو ہندی میں ماس کہتے ہیں اور ماس کو گوشت بھی بولتے ہیں پس ماہت گوشت مراد ہے قرعہ کو کہتے ہیں اور یہ ہندی میں بدن کو کہتے ہیں وہی یہاں مراد ہے مطلب یہ ہوا کہ گوشت بدن میں نہیں رہا
بیرت جبر میں - دم کو ہندی پونچھ کہتے ہیں اور پونچھ صیغہ مرکب بھی ہے پُرسیدن کے معنی میں موس کو
ہندی میں بار کہتے ہیں اور بار یعنی مرتبہ اور دفعہ کے بھی ہوں مصرع ثانی کا یہ مطلب ہوا کہ پونچھ ایک مرتبہ
خدا کے واسطے کہ یہ لکھا حال ہے۔

صنعت جامع الحروف یعنی ایک بیت یا فقرہ ایسا لکھیں کہ حسین تمام حروف تہجی سما جائیں مثال اسکی یہ شعر نظام کا۔ ۵۔

مظہر فیض و عطا منعم ذی جود و سخا	صلح کل مشرب و ثابت قدم روز و غا
----------------------------------	---------------------------------

اس شعر میں حروف عربی سب جمع ہیں۔

صنعت تنسیق الصفات یعنی کسی چیز یا کسی شخص کا ذکر صفات متواترہ کے ساتھ کرینا جو چٹا مع کی ہوں یا زنت کی کیونکہ صفت وہ چیز ہے جو کسی چیز کے اُن معنی کو بیان کرے جو اُس میں ہوں خواہ وہ اچھے ہوں یا بُھے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صفت سے فقط خوبی ہی مراد ہوتی ہے بلکہ بُرائی ہو تو بھی صفت کہلا سکتی ہے جیسے منیر گھوٹے کی صفت میں کہتا ہے۔ ۵۔

اکمکشان تنگ آسمان گم ابر سایہ برق تنگ	نیز دم آتش قدم گیسو جام ابر و رکاب
---------------------------------------	------------------------------------

اُسی کا یہ شعر بُرائی کے وصف میں ہے۔ ۵۔

اسد بیت فلک پیکر تسمسم	غنائین دونوں جوڑا سنبلا دم
------------------------	----------------------------

ذوق

وہ شہنشاہ بہادر شہ کسرے انصاف	خسر و جم خدم و داور دار حشمت
قوت ملت و دین قانع کفر و احاد	حامی شرع بنی ماحی شرک و بدعت

انیس

ہے ہے سعید و رشید و متین جوان	خوشرو جوان غریب جوان مصیبت جوان
-------------------------------	---------------------------------

پیش

اُبر سہ لیتا ہے جو منہ چڑھکے ہار گیسو	کتنا گستاخ ہے بہبودہ ہے خود گیسو
---------------------------------------	----------------------------------

میر

اکہ وان اک جوان تھا پر نہ ام نام	خوش اندام و خوش قامت خوش خرام
----------------------------------	-------------------------------

صنعت مافی الضمیر اسکو اظہار مضمر بھی کہتے ہیں یعنی پرلے دل کی بات ظاہر کرنا یہ صنعت مشکل ترین صنائعِ لفظی سے ہے اور یہ اسطرح ہے کہ اول ایک مصرع پندرہ حروف کا کہیں اور اس میں کوئی حرف مکرر نہ ہو پھر ایک ثباعتی خواہ سوا وزن رباعی کے اور وزن میں چار مصرع کہیں اور اس امر کا لحاظ رکھیں کہ وہ پندرہ حروف جو اس ایک مصرع میں جمع ہیں وہ متفرق طور پر اُن چار مصرعوں میں بھی موجود ہوں یعنی کوئی حرف کسی مصرع میں کوئی حرف کسی مصرع میں اور کسی مصرع میں گزرے کوئی حرف ان میں کا رہ جائے اور ان کے تکرار کر دینا

یہ صورت ہے کہ اول وہ مصرع پندرہ حروف والا اور پھر باقی قطعہ کے طور پر وہ چاروں مصرع
 لکھیں اور مصرع اول کے کلمات پر اکا ہندسہ اور دوسرے مصرع پر ۲ کا ہندسہ اور تیسرے مصرع پر ۳ کا ہندسہ
 اور چوتھے مصرع پر ۴ کا ہندسہ یہ کل عدد پندرہ ہوئے اور پندرہ ہی حروف مصرع اول کے تھے مگر طر مقلد
 بتانے مافی الضمیر کا یہ ہے کہ مخاطب سے کہے کہ ایک حرف مصرع اول جامع الحروف (یعنی پندرہ حروف مصرع)
 میں سے ذہن میں لے لو پھر اُن چار مصرعوں کو پڑھئے اور پوچھئے کہ جو حرف تینے ذہن میں لیا ہے وہ کون کون سے
 مصرع میں ہے، اگر جواب دے کہ دوسرے اور تیسرے مصرع میں تو اُن مصرعوں کے سب پر جو عدد ہیں اُلگو جمع کرنا چاہیے
 جو حاصل جمع ہو اُس کے مطابق مصرع جامع الحروف میں سے حرف کن لے وہی حرف اُسے لہا ہے مثال کی یہ مصرع
 اور یہ رباعی ہے۔ مصرع۔

ہے لب دوست فزون شکر

رباعی

سویط کا زبور اور خال رخسار
 مشتاق کا غم جان کر آخر کار

عاشق سا مہر دار راز دل زار
 سب آؤ گروغور نشان دو صاحب

مخاطب پوچھتے کہ تھے اُس مصرع مرقومہ بالا میں سے جو حرف ذہن میں لیا ہو وہ رباعی کے کون کون سے
 مصرعوں میں ہو اگر وہ کہے کہ پہلے اور دوسرے مصرع میں ہو تو چاہیے کہ مصرع اول اور دوم کے آغاز کے عددوں کو
 جمع کریں پس ایک اور دو تین ہوئے اور تیسرا حرف مصرع جامع الحروف کا دل ہو معلوم ہوا کہ مخاطب نے
 لام لیا ہو کیونکہ دیکھا جاتا ہو تو لام سولے مصرع اول اور دوم کے اور کسی مصرع میں نہیں اور اگر کہے دوسرے اور
 تیسرے مصرع میں یا تیسرے اور چوتھے میں یا پہلے اور چوتھے میں ہے تو انھیں مصرعوں کے سرے کے اعداد جمع کر کے
 اُسے مطابق حرف مصرع جامع الحروف سے کن لینگے اور قاعدہ اس صنعت کی ایجاد اور برتنے کا یہ ہو کہ ایک
 مصرع پندرہ حرف کا ایسا لکھا جاوے کہ اُس میں کوئی حرف مکرر نہ ہو اُس کے بعد رباعی کا اور کسی وزن پر
 چار مصرع کے ماوین اور اُن میں یہ التزام کیا جاوے کہ مصرع جامع الحروف کا پہلا حرف اُن چار مصرعوں میں سے
 پہلے مصرع سے خصوصیت رکھتا ہو تین مصرعوں میں نہو اور اُس مصرع کا دوسرا حرف اُن چاروں مصرعوں میں سے
 دوسرے خصوصیت رکھتا ہو پہلے اور تیسرے اور چوتھے مصرع میں نہو تیسرا حرف اُس پندرہ حروف والے
 مصرع کا اُن چار مصرعوں میں سے پہلے اور دوسرے سے مخصوص ہو تیسرے اور چوتھے میں نہو اور چوتھا حرف
 اُس مصرع کا تیسرے مصرع میں ہونا چاہیے پہلے دوسرے اور چوتھے میں نہو اور پانچواں حرف اُس مصرع کا پہلے اور
 چوتھے مصرع میں نہو اور کسی مصرع میں نہو چھٹا حرف اُس مصرع کا رباعی کے دوسرے اور تیسرے مصرع میں ہو۔

ساؤان حرف پہلے دوسرے اور تیسرے مصرع میں ہو آکھوان حرف چھتے مصرع میں ہو توان حرف پہلے اور چوتھے مصرع میں ہو دسوان حرف دوسرے اور چوتھے مصرع میں ہو گیارھوان حرف پہلے دوسرے اور چوتھے مصرع میں ہو بارھوان حرف تیسرے اور چوتھے میں ہو تیرھوان پہلے تیسرے اور چوتھے میں جو دونوں دوسرے تیسرے اور چوتھے مصرع میں پندرھوان حرف اُس مصرع کا اُن چار دن مصرعون میں واقع ہو۔ عجیب ہے کہ مرزا قنبل نے صنعت اظہار مضمر کو دریاے لطافت میں صنائع معنوی میں لکھا ہو حالانکہ یہ صنعت اصالۃ معنوی خوبی کی طرف کسی طرح راجع نہیں ہو سکتی سولے سہو کے اور کیا کہا جاوے۔

صنعت معما میر خسرو نے اعجاز خسرو کی تیسرے رسلے میں لکھا ہے کہ موجود اسکا مولانا ہا بخاری ہے معما اُس صنعت کو کہتے ہیں کہ کلام سے باشارہ لفظی یا بدلات حرفی وغیرہ کوئی نام یا عبارت حاصل ہو مگر اکثر وہ کلام موزون ہوتا ہے اور نثر شاذ و نادر اور اکثر نام حاصل ہوتا ہے عبارت کبھی کبھی سیدہ وارث علی نے جو اعتراض نثاری پر کیا ہے اور معما کو اسماء الرجال ہی پر منحصر رکھا ہے بالکل بیجا ہے ہاں اکثر اسم ہوتا ہے اور یہی زیادہ تر راجع ہے لیکن یہ غلطی نثاری کی بہت بڑی ہے کہ معما کو صنائع معنوی میں لکھا ہے جیسا کہ ہفت فلزہ کے جامع نے کیا ہے۔ الحاصل معما میں اسم مقصود بدلات حروف و باشارات لفاظ حاصل ہوتا ہے اور اسم حاصل ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں ایک یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب موجود ہوں اور حرکات و سکنات اسم پر بھی اشارہ ہو دوسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب بترتیب پائے جاویں مگر حرکات و سکنات کی طرف کوئی اشارہ نہ ہو تیسرے یہ کہ حروف اسم مطلوب معما میں مذکور ہوں لیکن ترتیب نہ ہو اور حرکات و سکنات کا بھی کچھ اشارہ نہ ہو چوتھے یہ کہ حروف اسم بھی مذکور نہ ہوں بلکہ کسی اور طرح سے اُن حرف کی تباہ اشارہ ہو اور آخر لاج و حصول اسم کی الفاظ سے کئی صورتیں ہیں ادا بخلہ ایک یہ ہے کہ ہر ایک لفظ تین حال سے خالی نہ ہو گا اول او وسط آخر اگر حرف مطلوب سرکہ میں ہو گا تو اُس کی تعبیر مطلع۔ تارک۔ سراب۔ اول۔ تلج۔ انسر۔ کلاہ۔ ٹوخ۔ مبتدا۔ فرق وغیرہ سے کرتے ہیں جیسا کہ اس معما نے نثر میں کتاب فسانۃ عجائب کی نشر شہزادی نے کہا طبیعت کی جودت اس شخص کی مشہور ہے۔ ایک معما پوچھتی ہوں ہر سیدہ اگر جواب دیا تو شک بے شک رفع ہوا بھلا وہ کیا شو ہے جسکو گرو مسلمان ہو دلفضائے سب فرقۃ انسان کا آشکارا لکھا ہے مگر جب سرکات ڈالو تو دہر ہو جائے کوئی نکھائے اور جو غصے میں کھائے تو فوراً مرجائے جو ان نے ہنسکے کہا شہزادی قسم ہے حرف قاف کو سر قرار دیا ہے۔ اور اگر مقصود وسط کلمہ میں ہو تو قلب۔ درون۔ دل۔ مغز۔ مرکز۔ میان۔ توسط۔ کمر۔ موضع۔ مقام وغیرہ کہتے ہیں اور انتہاء کلمہ میں ہو تو لفظ پار۔ قیم۔ حد۔ دامن۔ در۔ پایاں۔ انجام۔ انتہا۔ آخر۔ ذیل۔ غایت۔ تمام وغیرہ سے اشارہ کرتے ہیں اور غرہ

وسلج۔ اون و خضبط۔ فز و نشیب۔ پوست و جامہ۔ بالا و زیر۔ صاف و دور۔ شاخ و بونج۔
جیب و دامن وغیرہ الفاظ سے فن معنائیں حرف اول و آخر مراد ہوتے ہیں۔ سید الشانے جرات کے
نام کا معما لکھا تھا مصرع۔ سہ مونڈی گھوڑی گھڑا ت
گھوڑی وہ عورت جسکے پاؤں نہوں۔

طیفہ اسمین یہ تھا کہ گجراتی جرات کی مان کا نام تھا اور لفظ جانب۔ لب۔ سور۔ طرف۔ گوشہ
کنار۔ اور پہلو سے کبھی حرف اول کبھی حرف آخر مراد لیتے ہیں اور الفاظ ناقص۔ مختصر۔ کوتاہ۔ بتر حرف
آخر کے نقصان پر دلالت کرتے ہیں اور الفاظ مجوف۔ ستی۔ خالی ما بین الطرفین کے نقصان پر اور سر۔
نیزہ۔ علم۔ نخل۔ خدنگ۔ ناوک۔ تیر۔ خار۔ قد۔ بالا حرف الف سے کنایہ ہوا اور دندان۔ آڑہ۔
پشت نہنگ حرف سین مہمل سے کنایہ ہوا اور اردو بال وغیرہ نون و جیم و وال سے کنایہ ہے اور
خال۔ ستارہ۔ قطرہ۔ گرہ۔ گوہر۔ ذرہ۔ نقطون سے عمارت ہو۔ اور کبھی صرفیان عرب کے طریق پر
اکلے کے حرف اول کو فا اور دو کو عین اور سوم کو لام کہتے ہیں۔ کبھی کوئی لغت عربی بیان کر کے
فارسی میں اس کے معنی مراد رکھتے ہیں اور کبھی فارسی بیان کر کے عربی مقصود ہوتی ہو جیسے مومن کے ہیں معنائیں

معما باسم مومن

کیفیت وصال بس اب کچھ نہیں رہی | کیونکر نون طول میں شب کچھ نہیں رہی |
الفاظ (طول میں) میں سے شب کا کمال بیان کیا ہے شب فارسی ہو اس کا مراد نسل عربی ہے
جب لام اور سی اور لام الفاظ مذکور میں سے کھلے تو مومن رہ گیا مگر ایک عیب اس معما میں واقع ہو گیا
وہ یہ کہ کلام سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ طول کے لفظ میں شب نہ ہی اور مراد یہ ہے کہ (طول میں) کے
لفظ میں سے لیل کھلی غرض کہ ایک میں اور چاہیے۔
کبھی لفظ فارسی سے ترکی کبھی فارسی سے ہندی مراد لیتے ہیں جیسے۔

سامنے رکھ دے سرو پا کاٹ بوتیار کو | ہوا آری باغبان تو مہربان عند لیب |
بوتیار کو ہندی میں بگلا کہتے ہیں جب اس کے سرو پا کو کاٹ ڈالا یعنی حرف با اور الف کو دور کر دیا تو گل
کبھی عدد بیان کر کے اس سے یہ حساب حمل کوئی حرف بنا لیتے ہیں جیسے اس شعر میں۔

اگرچہ ہے نام اس کا تین حرف سے ترکیب لیک | آئین سو چالیس و ساٹھ مول ہو یہ ایک ایک |
تین سو عدد تین لفظ دار کے ہیں اور چالیس سیم کے اور ساٹھ سین بے نقطہ کے پس تینوں حرف ایک
شمس حاصل ہوا کبھی بنو میونکی اصطلاح سے کام پڑتا ہو اور سببہ سارہ کا حرف آخر مراد ہوتا ہے

مثلاً شمس سے (ش) اور قمر سے (ر) اور مشتری سے (ری) اور عطارد سے (د) اور زہرہ سے (دہ) اور زحل سے (ل) اور مریخ سے (رخ) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حروف ابجد کے اُن حروف سے جو ہفتے کے دنوں کے شمار کے موافق ہوں ہفتے کا دن مراد لیتے ہیں جیسے (الف) سے یکشنبہ اور (ب) سے دو شنبہ اور (ج) سے شنبہ اور (د) سے چہار شنبہ اور (ہ) سے پنجشنبہ اور (و) سے جمعہ اور (ز) سے آہفتہ۔ کبھی سال بولتے ہیں اور تین سو ساٹھ مراد لیتے ہیں اور ماہ سے تیس مقصود ہوتے ہیں علیٰ ہذا القیاس اعراب وغیرہ بھی اسی طرح ثابت کرتے ہیں چنانچہ کھولنے کو عربی میں فتح کہتے ہیں اور فتح صرفی کوئی اصطلاح میں ذہر کا نام ہے اور شکستگی عربی میں کسر کو کہتے ہیں اور کسر صرفی کوئی اصطلاح میں ذہر کا نام ہے اور شکستگی سکون سے مراد ہوتی ہے اور سکون صرفی کوئی اصطلاح میں جزم کو کہتے ہیں جیسے اس بیت میں قنیل کے آگے لانے سے پیش دنیا مراد ہر لینے مضمون کرنا حرف کا۔

کوئی سریشگر کا آگے لاؤ	اگر ظاہر ہو پوری ہندوستان کی
------------------------	------------------------------

نیشکر کو ہندو میں گنا یا فتح کہتے ہیں اور سر اسکا کاف ہے اسکو صنفہ جیے سے گنا ہوتا ہے اور یہ نام ہے محبوبہ قنیل کا۔ کبھی لفظ کا مقلوب مراد ہوتا ہے جیسے یہ معما تو من خان کا۔

بے کیونکر کہتے سب کارا لٹا	ہم آئے بات اُلٹی یا لٹا
----------------------------	-------------------------

ہم کا مقلوب مراد بات کا مقلوب تاب اور یار کا مقلوب رل ہے پس منتاب رل ہو گیا۔ کبھی کسی کا ہم عدد دوسرا لفظ اُسی لغت کا یا کسی اور لغت کا مقصود ہوتا ہے جیسے اس شعر میں تو من کے۔

عید بچہ دے خانہ بے در ہے	تو بھی صاحب غلام سے بیٹے
--------------------------	--------------------------

قید بچہ جو حد سے مراد حرف آخر وال ہے جب وال کو دور کیا تو رہ گیا اُسے ایک سو دس عدد ہونے ہیں اور اتنے ہی عدد لفظ علی کے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔ خانہ بید رہے در سے حرف آخر (ہ) مراد ہے جب ہلے ہو کر گزرا یا تو خان رہ گیا اور غلام کا لفظ جو معنی ثانی میں ہے وہ ان لفظوں کے اول میں ملا دیا غلام علیخان ہو گیا۔ یہاں مختصر طور پر صنعت معما کا بیان کیا گیا اگر غور کیا جائے تو ہر اسے یہ ایک علم طلحہ ہے اور نہایت طوالت اور تفصیل چاہتا ہے بخوف طول کتاب اور لجاجہ کم مروج ہونے اس فن کے اسقدر برکتفا کی گئی۔

صنعت کفرۃ اسکو چیتان اور پہلی بھی کہتے ہیں اس میں باعتبار علامات اور صفات اور خواص کے کوئی چیز دریافت ہوتی ہے فرق معما اور چیتان میں یہ ہے کہ مقصود اصلی معامین حروف و الفاظ میں اور

بعض لام و فتح میں مجہد سکون دے مجہد

چہستانین مقصود اصلی اشیا کی ذاتین ہیں۔ جیسے۔

پہیلی افیون۔

منشی اسمعیل حسین منیر

مکروہ طبع اہل خرد اس کی کم سنی	پیر یمن اس کی قدر جوانی سے بھی سوا
ہے بیگناہ پر یہ تعجب کی بات ہے	اس کا ہی پوست کھینچتے ہیں اس کے آفتا

پہیلی لفظ آہ

انشا

ہر نصف تو اسم ذات کی سی صورت	دلی صورت نہ لات کی سی صورت
کام آئے وہ درد میں جو لگے انشا	تو ہو قلم و دوات کی سی صورت

پہیلی گھڑیاں۔

مومن

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بولائے	نہ لفظ اور مخفی سمجھ میں کچھ آئے
نہیں جو رہ وہ لٹکتا رہے	زمانے کا احوال بکھتا رہے
شب و روز غوغا مچا کرے	اسی طرح سے مار کھایا کرے

پہیلی چراغ۔

امیر خسرو

بالا تھا تو سب کو سبایا	بڑا ہوا تو کام نہ آیا
میں نے کہہ دیا اس کا نانون	ارٹھ کہو یا مچو لا دکانون

پہیلی موری۔

ولہ

سادن بھاؤ گئی چلتے ماہ پوین پھری	میر خسرو دین کہیں بتا پہیلی موری
----------------------------------	----------------------------------

پہیلی قلمدان۔

ظفر

ایک تابوت اور کتنے قُربے	کٹے کٹے کیا دل گردے
تال میں بیوین کا لاپانی ++	یہ ہے ظفر اس کی نشانی

پہلی آسمان اور تارے۔

ظفر

سب کے سر پر آوندھا دھرا
موتی اُس سے ایک ناگرےایک تھال موتیوں سے بھرا
چاروں طرف وہ تھال پھیرے

پہلی چشم و مژگان۔

تجمل رسول خان تجمل

جب دیکھو جب نگلی کھڑیاں
نظروں میں وہ سب کی کشمکشیں
سوتی ہیں اُن تالابوں پردو تالاب اور کتنی تریاں
تال کے اوپر وہ بھر ششکین
رات کو وہ سب بل جل کر

پہلی ہالا۔

۵

نیچے لٹکے اوپر نام

کان میں رکھ تو یہ ایہام

پہلی خرگوش۔

۵

جو تجھے مارا چاہے تجمل اُس کا پاس

آدھا ہے کھار کے آدھا ہے کپاس

پہلی آئینہ۔

۵

ترکی ڈھونڈی پائی نا
خسرو کے کوئی نہ پائےفارسی بولی آئی نا
ہندی کون عارسی لے

صنعت تالیف اصطلاح میں تاریخ اسکو کہتے ہیں کہ کوئی لفظ یا فقرہ یا عبارت یا مصرع یا بیت ایسی تجویز کریں کہ اس کے کتبوی حروف کے عدد و نئے پر حساب جمل سنہ اور سال کسی واقعہ شادی یا وفات کے معلوم ہوں یا محل خواہ تولد فرد نہ یا تصنیف کتاب خواہ لڑائی یا بادشاہ کے جلوس یا کسی اور امر کے وقوع کا زمانہ سمجھا جائے حروف کتبوی کی قید اسلئے ہو کہ جو حروف لکھنے میں نہیں آتے لکے عدد محسوب نہیں ہوتے اور جو لکھے جاتے ہیں اگر حد پڑے نہ ماوین عدد لکے لیے جاتے ہیں مثلاً لفظ اللہم اور فرخ میں ایک میم اور ایک لے کے عدد دیے جائیں گے اور نصیر الدین اور عبدالمدین الف کا ایک عدد لیا جائیگا اور الف مردودہ کے بھی

دو عدد دیے جائیں گے اسلئے کہ وہ ایک الف متحرک اور دوسرا الف ساکن ہو اور بعض متقین الف محدودہ کا ایک عدد دیتے ہیں اور ہمزہ کا کہ اسکی یہ صورت ہو (و) بعض ایک عدد شمار کرتے ہیں بعض لشکل یا لکھ کر دس عدد محسوب کرتے ہیں بعض مہمل چھوڑ دیتے ہیں عدد نہیں لیتے یمون صورتیں جائز ہیں چہ اور کہ مین ہائے مخفی کے بھی عدد دیے جاویں گے۔ اور حرف تاء کے عدد دو طرح کے دیے جاتے ہیں جو تاء (ت) دراز لکھی جاتی ہو خواہ جمع کی ہو خواہ ضمیر کی خواہ مصدری اس کے چار سو عدد دیتے ہیں جیسے عنایات و شمت وغیرہ مین اور جو تاء (ت) باطلہ عربی یا فارسی مدورہ بشکل ہائے ہوڑ لکھی جاتی ہو اس کے پانچ عدد ہائے ہوڑ کے سے دیے جاتے ہیں بیسے ت جتہ اور صلوة و زکوٰۃ وغیرہ کی اور معنی تاریخ کے لغت مین وقت ظاہر کرنا نہیں پس تاریخ سے بمقابلہ زمانہ حال کے مدت اُس واقعہ گذشتہ کی ظاہر ہوتی ہے اور مادہ تاریخ عام ہے خواہ نظم ہو خواہ نثر اور تاریخ دو قسم ہوتی ہے۔ ایک صوری اور ایک معنوی۔ اور معنوی فن مہمل کے قبل سے ہو صوری ہے جس سے لفظ کوئی زمانہ معلوم ہو مثال اسکی۔

تاریخ بدیع مصنفہ تسلیم

ہزار و صد و شصت و دو مین غرض	اجل کا ہونا نہ ہوا وہ مرض
منہ	
گیا۔ وہ سوا کیا سی بھری کی تھی	یسی سال تاریخ رحلت کی تھی
منہ	
گیا۔ وہ سوا سی مین تھے چار کم	کہ پیدا ہوئے تھے وہ انجم ششم
اور معنوی وہ ہے جس کے عدد و لیسے حساب محل کوئی سنہ و سال پیدا ہو اگر مادہ تاریخ معنوی سے عدد مطلوب بغیر کی و بیشی کے محل آوین تو اسکو تاریخ بے کم و کاست کہتے ہیں و تاریخ کامل بھی کہتے ہیں تاریخ کامل و بے کم و کاست کی مثال یہ تاریخ یتیمہ فلک جناب مخدومی مولوی نور الدین احمد صاحب ابن مولوی نظام الدین مرحوم ہاشمی بدایونی کی تہہ ۵	
حضرت صولت نے لکھی یہ کتاب	مرح حضرت مین عجب نادر غریب
لائق تکریم اور تحسین ہے	صاحب مدوح کی رائے مصیب
قطعہ تاریخ نگہنے کے لیے	بھلو بھی ایسا ہوا جاگے نصیب
جب ہوئی تاریخ کی بھلو تلاش	ہاتھ قیدی نے آمیر قریب
مصرع تاریخ یون موزون کیا	لغت محبوب خدا ہے یہ عجیب
	۱۲۰۹ھ ہجری

اسمین بارہ سو اٹھانوے عدد ملے کم وکاست نکلتے ہیں۔
 دانے میں ایک قطعہ گیارہ شعر کا لکھا ہے جس کے ہر مصرعے سے ایک تاریخ نکلتی ہے جس سے ۱۲۸۲
 عدد برآمد ہوتے ہیں وہ یہ ہے۔

بھکر شراب صاف پلا تاج جام میں پر یونکا جھگٹ اور حسینو کا جلسہ ہے فانوس جھاڑ آئے تصویر بسبھی	ساقی ہے انجمن کی زبا پر ترانہ گنج کیا ایک نگ پر ہو یہ جشن شہان گنج ہمکے ہے بزم جشن سے دیوان فنان گنج
---	--

ایضاً قطعہ تاریخ میر گھسیٹا نتیجہ فکر شیخ امام بخش تاسخ۔

جب میر گھسیٹا مر گئے بالف نے کہی یہ اُس کی تاریخ	ہر ایک نے اپنے منہ کو پیٹا انسوس کہ موت نے گھسیٹا
---	--

اور اگر مادہ تاریخ میں کچھ عدد کم ہوں تو کوئی حرف اُن عدد کا ملا دیتے ہیں اور اُسکو باشارہ لطیف
 بیان کرتے ہیں اور اس عمل کو تعجیہ کہتے ہیں مثلاً تاریخ شادی یا تولد فرزند وغیرہ میں خوشی کے مقام پر
 ایک عدد مادہ تاریخ میں کم ہو تو سرانسیا ط اور دو عدد کم ہوں تو از روے سجت یا بشارت وغیرہ اور
 طے ہذا القیاس شیخ کے مقام میں ایک کے واسطے از سر آہ اور دو کے واسطے از روے بکا اور چار کے واسطے
 از سر رد لکھا کر تعمیر کرتے ہیں مثال تاریخ تعمیر کی یہ اشعار قطعہ تاریخ تولد ایک لڑکے کے منجہ طبع جناب
 مکرمی مولوی نور الدین احمد صاحب۔

چودھویں تاریخ بھی پندرھویں شب بولا بالف سن کے از روے طرب	جبکہ دنیا میں قدم اُس نے رکھا چودھویں کا چاند اب ظاہر ہوا
---	--

مصرع آخر کے عدد بارہ سو چوراسی ہیں اور ضرورت بارہ سو ترانوے کی بھی از روے طرب مکرز عدد
 حرف طے کے ملائے بارہ سو ترانوے ہو گئے۔

ایسے ہی یہ تاریخ وفات و شہادت حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی۔

مظہر کا ہوا جو قاتل اک مرتد شوم تاریخ وفات اُمکی کسی بار دو درد	اور اُمکی ہوئی غیر شہادت کی عموم تو دلنے کہ ہے جان جاناں مظلوم
--	---

ہے جان جاناں مظلوم کے عدد گیارہ سو اکانوے ہوتے ہیں ضرورت گیارہ سو پچانوے کی بھی بار دو
 درد لکھ کر چار عدد وال کا ور ملائے گیارہ سو پچانوے ہو گئے۔
 تعمیراً حادثک نور و لہ اور عشرات کا تعجب خالی نہیں اور سیکڑ کا زیادہ تر معیوب ہے ہاں اگر

کوئی خوبی یا بُئی بات نکلتی ہو تو رد ہے اگر مادہ تاریخ میں کچھ عدد اعداد مطلوبہ سے زیادہ ہو جائیں تو باشارہ مناسب و بہتر آئے اعداد گھٹا دیتے ہیں اس عمل کو تخریج کہتے ہیں اور تخریج تاریخ تولد میں قال سمجھتے ہیں اور تخریجہ حادثہ کا جائز اور عشرات وغیرہ کا نازیبا اور بشرط عمدگی و خوبی رد و اہل سے تاریخ میں

مومن

دختر روشن روان ہوئی پیدا	کیا ہی چمکا ہے اختہ مومن
نال کٹنے کے بعد ہاتھ نے	کئی تاریخ دختر مومن

دختر مومن کے عدد تیرہ سو چالیس ہوتے ہیں اور مطلوب بارہ سو آٹھ ہیں اور نال کٹنے کے بعد یعنی نال کے عدد کا سی دور ہو جانے کے بعد بارہ سو آٹھ باقی رہے ہیں تاریخ ولادت ہو۔

خوبی تاریخ کی یہ ہر کہ تاریخ بے کم و کاست غیر تعمیہ تخریج کے طور تاریخ کے ماوت کو اکثر مصرع کے آخر میں سطح موزون کرتے ہیں کیا تلف یا سر و ش فلک یا طہم غیب یا خضر یا مسیح وغیرہ نے بول کہا اور یوں ارشاد کیا اور یہ مذہبی اور یہ کائناتیں کہا اور شعر و نظم اور پرکے مصرع میں اکثر یہ مضمون لکھتے ہیں کہ مجھے تاریخ کی فکر تھی اور میں تاریخ کی تلاش میں تھا اسوقت یہ آواز آئی یا ایسا ہاتھ لگا۔

اور کہیں ایک ہی ماوت سے باعتبار الفاظ و اعداد کے صوری و معنوی دونوں طرح کی تاریخیں برآمد ہوتی ہیں خواہ مادہ بے کم و کاست ہو یا تعمیہ یا تخریج کے ساتھ اور خواہ صوری و معنوی دونوں تاریخیں بھری ہی ہوں یا ایک بھری اور ایک عیسوی مثلاً یہ فقرہ ایک لڑکے کی تاریخ تولد کا نتیجہ فکر جناب مولوی نور الدین احمد صاحب فقرہ بارہ سو ترانہ ہجری میں پیدا ہوا اس میں لفظ و عدد تاریخ ہجری نکلتی ہے۔

ولد

کہا یہ ہاتھ غیبی نے میرے کان میں اسدم	اٹھارہ سو چھتراسکی تاریخ ولادت ہے
---------------------------------------	-----------------------------------

باعتبار الفاظ کے سن ۱۸ عیسوی معلوم ہوتے ہیں اور باعتبار اعداد کے سن ۱۸۰۰ سو بائیس ہجری نکلتے ہیں

منیر

کسی منیر نے صوری معنوی تاریخ	دو شنبہ اول شہر صیام نیک اقبال
------------------------------	--------------------------------

اعلیٰ ترین اقسام تاریخ سنہی پہنچی کہ باعتبار الفاظ کے سنہ ہجری یا عیسوی معلوم ہوں اور باعتبار اعداد کے دوسرے سنہ کے مخالف پیدا ہوں یہاں پر نظر مزید احتیاط طریقہ استخراج تاریخ مفصل لکھا جاتا ہے

بادر کھو کہ تاریخ بحساب جبل حروف ابجد سے نکلتی ہو اور تمام حروف تہجی آٹھ کلموں میں جمع ہیں ابجد ہو نو حطی - کلمن - سعفص - قرشت - خذہ - ضطغ۔

الفک طابک آمادہ ہر سی سے ص تک عشرت فی سے طابک مات اور غ ہزار ہے۔

تو ابجد سے طحی تک ایک ایک گزین	مگر تا بہ بعض نے دس دس بڑھا
پھر آگے سے سو سو خزون کر کے یار	دل اپنا حساب چل سے چھڑا

تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ ابجد سے لیکر طحی تک ایک ایک عدد بڑھا یا جائے گا مثلاً الف کا ایک آٹے مودہ کے دو جیم کے تین دال مہملہ کے چار ہے کے باج و او کے چھ زائے مہجر کے سات آٹے مہملہ کے آٹھ طابک مہملہ کے نو تک تحتانی کے دس اور طحی سے لگے دس دس بڑھا جائے گا جیسے کاف کے بیس لام کے تیس میم کے چالیس قون کے پچاس سین مہملہ کے ساٹھ عین مہملہ کے ستر قے کے اسی صد و بے نقطہ کے نوے اور پھر فرشت سے آگے سو سو بڑھا جائے گا اس طرح کہ قاف کے سو رے مہملہ دو سو شین نقطہ دار کے تین سو تک فوقانی کے چار سو تک مثلاً کے پانچ سو تک نقطہ دار کے چھ سو دال منقوطہ کے سات سو صد و منقوطہ کے آٹھ سو طابک نقطہ دار کے نو سو عین نقطہ دار کے ہزار۔ اور خاص فارسی اور ہندی کے حروف کے بھی یہی عدد ہیں جو ان کے اصلی حروف عربی کے ہیں یعنی پ چ ٹ گ اور ٹ ڈ ا و ا و مین ب ج ز ک اور ت در کے موافق ہیں۔

اور حروف و اعداد مقررہ سے تین طرح تاریخ نکلتی ہے یعنی تاریخ منوی خواہ تسمیہ کے ساتھ ہر خواہ تخریج کے ساتھ تین طور پر کہی جاتی ہے۔

ایک طریقے کا نام محل صغیر جو جیسے ذر بھی کہتے ہیں اور وہ یہی طریقہ متعارف ہو کہ حروف ابجد سے اعداد مقررہ لیے جائیں جیسے ابجد المظفر کے عدد بارہ سو ساٹھ لیے گئے اور یہ بہت رایج ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہو کہ خود حروف کے نام کے حروف نیکر اٹھیں سے سر کیا حرف چھوڑ دیا ماتی جو حرف پنجے ان کے عدد لیے مثلاً لفظ عبدالمدین عین اور با اور دال وغیرہ حروف ہیں پس لفظ عین سے جو نام حرف کا ہے خاص عین کو چھوڑ کر کے (۱۰) اور ن کے (۵) جملہ ساٹھ عدد لیے اور اسے خاص ب کو چھوڑ کر الف کا ایک عدد لیا اور دال سے خاص دال کو چھوڑ کر الف اور لام کے اکتیس عدد لیے اور اس طرح اعداد جمع کرنے سے سنہ مطلوب پیدا ہوئے اسکو جمل و سبط اور بنیات کہتے ہیں مثال اسکی تاریخ انعام مذکورہ سراپا سخن طبع و ادب محمد حسن خان طبیب متخلص شاگرد منیر۔

میرے شفیق نے لکھا ہو تذکرہ کس نور کا	ہو سکے کیونکر کسی سے اس طبیب کا جواب
ہے شمار مینہ سے مصرع سال آخر کار	واہ دیکھا تذکرہ وہ شاعر و ن کا لا جواب۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ حروف کے نام کے سب حروف کے اعداد شمار کریں جیسے کریم کے لفظ میں ایک کاف

دو سر را تیسرا یا چوتھا میم پس کاف کے عدد ایک سو ایک اور را کے عدد دو سو ایک اور یا کے عدد گیارہ اور میم کے عدد نوے ہوئے اسکو جمل کبیر اور زبر و بینات ملانا کہتے ہیں۔ اور لفظ اسد کے عدد بحساب زبر و بینات و جمل کبیر دو سو اٹھ ہین کبھی تاریخ میں کسی طرح کے التزام کرتے ہین مثلاً کوئی فقرہ یا مصرع یا عبارت وغیرہ مادہ تاریخ کی لکھین اور اسمین یا اشارہ کریں کہ سب حروف مہملہ کے اعداد سے تاریخ بجاوے یا سب منقوطہ حروف ہکولینا مقصود ہین غرض کہ اشارہ کر دیتے ہین۔

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف مہملہ مقصود ہون نتیجہ طبع محمد مظہر حسین متخلص بشفق۔

ہوا مطبوع وہ دیوان کہ اسکو شوق سے جویئے	تو اسکا طوطی خامہ بھی بلبل کی طرح ہوئے
نہین دیوان لکھا واسطی نے طبع رنگین سے	در گنج معانی شاعر کے واسطے کھولے
شفیق تاریخ فصلی بے نقط لکھنے کو جب بیٹھا	بڑی فکر سامین ملا مصرع پر کھولے

مثال ایسی تاریخ کی جسکے سب حروف منقوطہ مقصود ہین انکے جمع کر نیے تاریخ نکلتی ہے۔

نظام ساکن جاوہر

عقل و شعور بن کے عروسی کی مجال	آراستہ بزور قتل و شعور ہے
ہر فقرہ اسکلے ہے ہم تن و دانش و نرد	یہ امتحان جو ہر عقل و شعور ہے
تاریخ ہجری سے ہے منقوطہ اس نظام	عقل و شعور و خیر عقل و شعور ہے

کبھی ایسا کرتے ہین کہ ایک قطعہ میں مادہ تاریخ بھی ہوتا ہو اور بطور توشیح ہر مصرع قطعہ کے حروف جمع کر کے انکے عدد دیے جاوین تو کبھی تاریخ پیدا ہوتی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مادہ تاریخ میں سنہ ہجری یا عیسوی تکلیں اور صنعت توشیح سے دوسرے سنہ اسکے سوا پیدا ہون مثلاً مصرع اول کے شروع کے حروف جمع کرنے سے سنہ ہجری تکلیں اور مصرع اول کے آخر کے حروف جمع کرنے سے سنہ عیسوی پیدا ہون اور مصرع ثانی کے شروع کے حروف کے اعداد جمع کرنے سے سنہ فصلی اور مصرع ثانی کے آخر کے حروف کے اعداد ایک جا ہونیسے سمت ظاہر ہون جیسے کہ منشی شیخ عنایت حسین لکرامی نے آغاز کتاب تاریخ حضرت سالار سو و خانی سے بغیر امامہ سعود میں دو قسم کے ابواب کلب طلیخان فرمان رولے سامپور کی مدح میں لکھے ہین اور جنہیں صنعت توشیح سے تاریخ سنہ ہجری و عیسوی و فصلی و سمت میں نکالی ہو اور مرزا طہماسپ قلی نے جو قطعہ تاریخ شادی تختہ امی شاہزادہ دارا شکوہ فارسی میں ہجر ہجرت سال میں لکھا ہے اور اس میں تاریخ نکالی ہو عجب کمال کیا ہے کہ ہر دو مصرع سے ایک ایک حرف جمع کرنے سے ایک شعر ہجر ہجرت مسدس مقصود میں حاصل ہوتا ہو اور ان دونوں مصرعوں سے بھی تاریخ شادی نکلتی ہو اور لطیف یہ ہو کہ اس شعر

حاصل شدہ کے حروف ملاحظہ کر دو تو وہی سنہ برآمد ہوتے ہیں اور اگر دو وزن مصرعوں کے حروف منقوطہ تو وہی سنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ قطعہ تاریخ مرزا موصوف نے بڑے زور و دعوے کا لکھا ہوا ایک شعر سکایا ہے

اے گزین خط شعرے تواند گفت بسم اللہ | بشاگردی او خط می دہم در حضرت خاقان

اور وہ شعر جو بصنعت و تشبیح سر بہ مصرع سے حاصل ہوتا ہو یہ ہے۔

بصد تنزین یوح محل شاہ | رقم دیدم قرآن مہر با ماہ

اسمین دو وزن مصرع تاریخی ہیں اور شکستہ ہجری نکلتے ہیں اور دو وزن مصرع کے حروف مطلقہ و منقوطہ کے اعداد بھی علیحدہ علیحدہ شکستہ ہجری بتلاتے ہیں۔

دوسرا باب غ صنائع معنوی کے ذکر میں

صنعت طباق اسکو صنعت تضاد اور مطابقت بھی کہتے ہیں یعنی ایسے الفاظ استعمال میں جائیں جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کے فی الجملہ ضد اور مقابل ہوں یا ورنہ فی الجملہ کی تبادلاً سلیے لگائی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہاں متضاد سے مراد ایسی دو چیزیں ہیں جو ایک محل میں وارد ہو سکتی ہیں اور انہیں انتہا درجے کا خلاف ہوتا ہو جیسے سیاہی و سفیدی بلکہ صنعت طباق میں تضاد سے مراد معنی نام ہیں اور وہ یہ کہ دو وزن میں تنافی و تقابل ہو اگرچہ بعض صورتوں میں ہو اور وہ تقابل عام ہر اس سے کہ حقیقی ہو جیسے قدم و حدوث میں یا اعتباری ہو جیسے جلالت اور ازلت میں اور نیز عام ہر اس سے کہ تقابل تضاد ہو جیسے حرکت و سکون میں یا تقابل ایجاب و سلب ہو جیسے ہونے اور نہ ہونے میں یا عدم و ملک کا تقابل ہو جیسے مینائی اور نابینائی میں یا تقابل تضاد ہو جیسے باپ ہونے اور بیٹا ہونے میں یا کسی اور قسم کا تقابل ہو جیسے گرمی و سردی وغیرہ۔

اور یہ دو قسم ہر ایک ایجابی و دوسرے سلبی طباق ایجابی وہ ہے کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی ہو جیسے آیا اور گیا کہ نہیں طباق کے واسطے نفی و اثبات کی حاجت نہیں انکا اختلاف خود طباق کے باب میں کافی ہے اور لفظ متضاد نواہ دو حرف ہوں یا دو فعل یا دو اسم ایک اسم اور ایک فعل مثال دو حرفوں کی سے اور تک کہ سے ابتداء کے لیے ہر اور تک انتہا کیلئے اور ابتداء و انتہا میں تضاد ہے۔

سودا

یہ غزل سودا کسی ہے تو نے اس انداز سے | ہند سے پہونچے گی ہاتھوں ہاتھ نیشا پور تک
کچھ تری بات کو ثبات نہیں | نامشخ | ایک ہاں ہے تو پانچ سات نہیں

ہاں اقرار کیلئے ہو اور نہیں انکار کیلئے اور اقرار و انکار میں تضاد ہے۔
مثال دو فعلوں کی کیا آیا اور مارا جلایا۔

آتش

دل دیکے بوسہ لب لعلین کیا خرید | بازار عشق میں سے یہ اگر لیا دیا

ولہ

دن ات کھیلنے ہیں باہم قمار اُفت | وہ سمسے جیتنے ہیں ہم اُنسے ہارتے ہیں
پوشاک ہر طرح کی حاضر ہو شستہ و نین | اسکو پہنتے ہیں وہ اُسکو اُتارتے ہیں

ظفر

لے گل کو یان ثبات نہ شبنم کو ہر قرا | کیا رنے اس چرچ کی اور کیا ہنسے

مہربان خان رند

بے کب تک چشم تر جالے گی | یہ ندی چڑھی ہے اتر جالے گی

عزت

ضعف سے ہر رگ تن جسکے ہوتا رستہ | کیونکہ ستر پہ وہ بیمار اٹھے اور بیٹھے

محمد حقیق

محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکھائی ہے | اگر اک دم ہنسائی ہو تو پھر ہر اون لٹائی ہے

حالی

اُترتے جسکے جوہنے بجان توڑے | وہ لیجا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

ذوق

اگر اٹھے تو آزرده جو بیٹھے تو خفا بیٹھے | لگا یا روگ جی کو اپنے جبے دل لگا بیٹھے

رند

سانس نکھی نہ سہل میں جاتے جاتے | اور چرکا دیا جلا دے جاتے جاتے

وجد

غیر ہم بزم تھا ہم پھر کئے شکوہ کیا ہو | ہم سے بیٹھا نگہ کیا تے اٹھایا نہ گیا

بقا

تو نے اس طرح کا اصرار چرچ گرایا مجھ کو | کہ موت پر بھی کسی نے نہ اٹھایا مجھ کو

جرات

اگا ہرنا ہون گاہ جیتا ہون
آنا جانا ترا قیامت ہے
پہلا مصرع مقصود بالتشیل ہے۔

دلہ

جبکہ روتا ہون میں اسکے ہجر میں نے خستیا
دیکھ کر ہنستا ہوں بار واپنا بیگا نہ مجھے
دو اسموں کی مثال سبک اور بار اور اپنا اور بیگا نہ اور آنا اور جانا۔

قد حسین

تیسری جو گاہ میں سبک ہیں
ہر ایک کے جی پہ بار ہن ہم

ناسخ

ابتدا و انتہا مون ازل ہے اور ابد
کیا بتاؤں میں نشان ساحل دریائے دل

تسلیم

تھا یہ بن جو گناؤں نالے کا
بیٹھنا اٹھنا کیا ہے چھالے کا

شیدا

کرتے ہو کہوں سبک تم درے مجھے اٹھانے کے
کیا میرے بیٹھنے کا خاطر پہ بار گذرا

عاشق

موتیرے در و دندان نہ لڑاؤ گے اگر
منہ پہ سچا کہیں گے لوگ تو جھوٹا دل میں

حضرت شاد

جب یہ ٹھہرا کہ تری لاکھ ہستی میری
پھر تو یہ مہر تری اور سرم غیر نہیں

انشا

آنے جلے میں کبھی دھیان مجھ پر کیجیے
بندہ پر و رفت کا احسان مجھ پر کیجیے

دلہ

جو دم کہے خوشی سے سو بہتر ہے
آز قیہ لگ رہا ہے مرنا جیتا

دلہ

شادی غمی وصل و ہجر اسے انشا
کیا کیا دیکھیں گے اور کیا کیا دیکھے

سودا

انکا غرض اعراض دیکھو تو مقبول ہے
بات جو معروض ہوا نہ وہ مہول ہے

رشک

زہرِ باہنِ تنے آنکھیں قندِ باہے تنے ہوٹھ

نرم پائے سائے اعضا سخت پائیں چھپائیں

عبرت

انہیں خاطرِ مین لاتا عشقِ کرسش

کہ ہین کیا خاک و باد و آب و آتش

الرابع عناصر متضاد ہیں۔

میر کفایت علی تنہا

اگر کھڑی جگہ ترقی و تنزل ہو نصیب

دردِ سرم ہو نو دردِ بگرا افزون ہو جائے

نسیم

دائیں دیکھا نظر نہ آئی

بائیں دیکھا کہیں نہ پائی

حسنت علیخان حسنت

ستمِ شعارِ جفا جو یہ کیا غضبِ کڑو

بمید مجھ سے ہو بیٹھے قریب غیروں کے

مومن

جب تک باعثِ نشاط و طلال

ہے وصال و فراق جانا نانی

دبیر

اونے سے جو کچھ کھائے اعلیٰ وہ ہے

جو خلق سے بہرہ ور ہے دریا وہ ہے

کیا خوب دلیل جو یہ خوبی کی دبیر

سمجھے جو پر آپ کو اچھا وہ ہے

سعد اسد شاہ متخلص بہ شاہ

کبھی ہر سقدِ لکھنؤ میں خوبصورت یار

اک رہ گیا نظر آنے سے خوب نشت مجھے

مثال ایک اسم اور ایک فعل کی۔

عبدالحکیم بسمل ہوشیار پوری

اگھٹنے سے بڑھ گیا ہے اور اقتدار تیرا

مقصودِ زوال سے تھار تہہ ترا بڑھانا

اگھٹنا اسم ہو اسوجہ سے کہ مصدر ہو اور بڑھ گیا جو فعل ماضی قریب اور دونوں کے معنی میں متقابل ہے۔

نظام رامپوری

میں اسی آرزو میں مرتا ہوں

آنکھیں دعوت ہو پھر چلانے کا

مجھے کیا بیٹھے روتے ہیں احباب

کرین سامان اب اٹھانے کا

- مرتابون فعل ہوا اور جانا اسم اسطیخ بیٹھے فعل ہوا اور اٹھانا اسم۔

ولہ

شب وصل ہوتا سب کوئی ایسا کہ اگر بیان اس کا جانا نہ ہوتا

ماہر کنٹوری

ہاتھ ابڑھتے نہیں اپنے گویان کی طرت ہنستی ہر خلق خدا آتا ہے جب وناہین

میر

ہینا کیا ہے جہان فانی کا مرتے جاتے ہیں کچھ مرے کچھ تو

طباق سببی وہ ہے کہ دو لفظ ایک مصدر سے شق ہوں ایک مثبت ہو دوسرا منفی چونکہ ایک مصدر کے دو فعلوں میں طباق بجز نفی اور سلب کے ممکن نہیں اسلئے اسکو طباق سببی کہتے ہیں اور پہلی قسم میں نفی و سلب کو طباق میں بجز فعل نہیں ہوتا اسلئے اسے مقابل میں اسکو طباق ایجابی کہتے ہیں اور طباق سببی کے قبیل سے ہے امر و نہی کا ایک جگہ منع کرنا مثبت و منفی کے ساتھ طباق سببی کی مثال۔

امداد

زلف میں کرتا بے اغیار جو اس کے شانہ پھر کہو دل پر پریشان رہے یا نہ

ہے اور زب اگرچہ ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں اگر ایک مثبت ہے اور دوسرا منفی۔

مومن

بات اپنی وہان نہ جمنے دی اپنے نقشے جمائے لوگوں نے

نہ جمنے دی وہ جمائے ایک ہی مصدر سے مشتق ہیں مگر ایک کے معنی میں اثبات ہے اور دوسرے کے نفی۔

سہراب

ہر آئے بنگ زلیت سے پر اسے خانہ سہراب تو نہ آیا

آئے اور نہ آیا میں سبب اثبات و نفی کے تضاد ہے۔

حسرت

نہ تھوخصت ہو چلا جیوے نہ جیوے دیکھیے بار اب حسرت کا ملنا پھر خدا کے ہاتھ ہے

شیفۃ

کوئی بجان جہان میں نہیں جیتا لیکن تیرے رنجور کو جیتے تھے بجان دکھا

سرم کو ہم کر مسمیے جفا کو ہم و فاسمے فوق جو سپر بچی وہ سمیے تو اس بُت سے خدا سمیے

میر		
ہونا جہان کا اپنی آنکھوں میں ہے نہونا	آتا نہیں نظر کچھ جاوے نظر جہان تک	
ولہ		
صبر کہان جو تکو کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ	بُو لُو نہ بُو لُو بیٹھو نہ بیٹھو کھڑے کھڑے تک ہو جاؤ	
صادق رامپوری		
یوں تو تمہیں سب عیش زمانیکے پلٹیکے	پرچا پنے والا کوئی مجھ سا نہ ملیگا	
منوی یوسف لیٹا		
مری قسمت اسے پاوے نہ پاے	مرے ہاتھوں میں یہ آوے نہ آوے	
مثال امر دہنی کے ساتھ طباق سببی کی۔		
غالب		
پلائے اوک سے ساقی جو ہے نرفریح	بیالہ گر نہیں دیتا نہ شراب تو دے	
نذہ سنی ہواورے ام ہے۔		
نفیم		
دل تو کہے ہر نہ مل عقل کہے کہ مل	سخت خرابی میں ہوں کس کا کہا کیجیے	
نطق		
ہم غریبوں کو دل میں کے کیا پا لگیا پھل	چل پڑے سرور وان نازت یہ جال نہ چل	
حسرت		
ہمیں تو ہاتھ سے کھوتا تو ہر پر پھر مٹا دیا	سمجھ یا مت سمجھ تو ہم تجھے آگاہ کرتے ہیں	
میر محمدی بیدار		
فرزاک سے باندھ خواہ مت باندھ	اب تیرے شکار ہو گئے ہم	
طباق کی ایک قسم اور ہے جسکو صنعت تدریج ہائے موجدہ سے کہتے ہیں لغت میں اسے معنی آراستہ کہتے ہیں اور اصطلاح میں یہ کہ کوئی مطلب کو معین بطریق کنایہ یا بطور ایہام کے بیان کریں اور رنگوں کی کثرت شرونین بلکہ ایک سے زیادہ رنگ ہونا چاہیے جو باہم تقابل رکھتے ہوں۔ جیسے۔		
امانت		
بگل کو ہان نہ دے دے اے رخ یار	کر کے منہ لال لال آتا ہے	

زرد اور لال میں طباق ہو اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہوتا ہو کیونکہ زرد کرنا کنایہ ہو شرمندہ کرنے سے اور منہ لال کرنا کنایہ ہو بے شائش ہونے سے۔

مثیل گلِ احباب تیسے اس چمن میں سُرخ زرد
رُوسے دشمن زرد یا رب صورتِ بادِ خزان
سُرخ وزرد میں طباق ہو اور مقصود بطور کنایہ کے حاصل ہوتا ہو کیونکہ سُرخ زرد ہونا کنایہ ہے عزت و آبرو اور حرمت حاصل کرنے سے اور زرد ہونا کنایہ ہو مغموم اور پژمرده ہونے سے۔

ناخ
گلغذا رنگی جو مغل میں گیا وہ گل تر
ہو گئے زرد جو دو چار تو دو چار سفید
زرد اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہونے سے۔

خوشتر
ہوا لڑکی پر اپنی لال پیلا
بنارنگ بدن بھی غم سے نیلا
لال پیلا ہونا کنایہ ہو نہایت ناراض اور غصہ ہونے سے۔

میر حسن
اُٹھے پیکے باہم شرابِ اُمید
کوئی سُرخ روا اور کوئی رُوسفید
سُرخ و سفید میں تضاد ہو سرخ و کنایہ ہو بے شائش سے اور سفید و کنایہ ہو شرمندہ سے۔
ہنستی آتی تھی بہت تازے گلشن میں
ہوئی دیکھ ترا چہرہ کُلفامِ سفید
کُلفام یعنی سخی و سفید میں تضاد ہو اور سفید ہونا کنایہ شرمندہ ہو جانے سے ہے۔

مولوی صہبائی
دیکھنا منہ لال ہو جائیگے کس کس کے ابھی
سانے میرے جو برگِ سبز بان تو نے دیا
میان مقصود بطریق ایہام کے حاصل ہوتا ہو اس لیے کہ منہ لال ہونے کے دو معنی ہیں ایک قریب یعنی منہ کا سُرخ ہونا بسبب بان کے اور دوسرے بعید یعنی منہ کا لال ہونا طباخچونے اور ایہام اسی کو کہتے ہیں کہ سامع کا خیال معنی قریب کی طرف جاوے اور قائل کی مراد معنی بعید ہوں۔

شباب
کیا بیان اُس کی نزاکت کا ہو مجھ سے ہنشین
سبز منہ ہی لٹنے سے ہو جاتے ہیں سُرخ ناتھ باؤن

اور یہ بھی طباق کے قبیل سے ہو کہ کلام میں دو لفظ ایسے جمع ہوں جنکے معنی میں آپس میں تضاد و مقابلہ نہ ہو لیکن ایک کو دوسرے کی ضد کے ساتھ سببیت یا لزوم وغیرہ کی وجہ سے علاقہ ہو جیسے۔

غالب

مہربانی ہائے دشمن کی شکایت کیجیے | ایمان کیجے سپاس لذت آزار دوست

آزارے معنی کے آزار مہربانی کے مقابل نہیں بلکہ آزار کو ایک علاقہ نامہربانی و عداوت کے ساتھ ہے۔

تسلیم

آپ کو دعویٰ مسیحائی | اور میں مرگ کی تمنائی

مرگ اور مسیحائی میں کچھ تضاد نہیں بلکہ مرگ اور زندگی میں تضاد ہو اور زندگی کے ساتھ مسیحی کا علاقہ ہو یعنی زندہ کرنا حضرت مسیح کا معجزہ ہے۔

ڈاکٹر محمد اقبال

خزاں میں مجھ کو رولاتی ہو یاد فضل بہار | خوشی ہو عید کی گونگر کہ سو گوار ہو بنین

رولاتی اور خوشی میں کچھ تضاد نہیں بلکہ رونے اور ہنسنے میں تضاد ہو اور ہنسنے کے ساتھ خوشی کو علاقہ ہو

صنعت اسہام تضاد سے کہتے ہیں کہ کلام میں دو معنی ایسے جمع کیے جائیں جنہیں باہم تضاد و تقابل نہ ہو

لیکن جن الفاظ کے ساتھ انکو تعبیر کیا جائے انکے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد پایا جائے اور یہ عام ہر اس لفظ کے معنی

مجازی دوسرے معنی حقیقی کے ساتھ جمع کیے جائیں اور ان مجازی معنی کو حقیقی معنی کے ساتھ تضاد ہو یا دونوں کے معنی

مجازی کو جمع کیا جائے اور ان دونوں کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو اور اس صنعت کا شمار ہی تمام تضاد میں ہو مثال اسکی

غلام محمد خان رہا

الندری عداوت کہ گہرے لگے ہنس کر | کچھ وصف کیا میں نے جو میساختہ بن کا

بناوٹ سے مراد تصنع ہو اور گہرے سے مراد خفا ہونا ہے اور ان دونوں معنی میں کوئی تضاد نہیں

البتہ بناوٹ میں جس کے ساتھ تصنع کو تعبیر کیا ہے اور گہرے میں جسکے ساتھ خفا ہونے کو تعبیر کیا ہے باعبار

معنی حقیقی کے تضاد ہے۔

نوازش

مجھے روانہ اپنے حال پر کس سے آوے | نوازش برق بھی سنستی ہو میری ہیزار بھی

اگرچہ برق کے چمکنے اور آدمی کے رونے میں کچھ تضاد نہیں مگر در صورتیکہ برق کے چمکنے کو ہنسنے سے تعبیر کیا

تو تضاد پایا گیا۔ اور یہ معنی مجازی ہیں اور اس کے مقابل والے حقیقی۔

امیر السدا آزاد

ہن سے سیر چین کو نہ گئے ہم ورنہ | اخذہ گل نے ہین خوب رلایا ہوتا |
گل کے کھلنے کو ہنسنا قرار دیا ہو ایسے ہنسنے اور رونے میں تضاد واقع ہو گیا اور پہلے معنی مجازی میں دوسری معنی

میر

چار دیواری سو جگہ سے خم | تر ذرا ہو تو سو کھٹے ہین ہم |
خوف کھانیکو سو کھٹے سے تعبیر کیا ہو ایسے تر ہونے میں اور اس میں تضاد ہو گیا۔

گویا

پس ایک لٹ کا سمان چسراف ہنسی ہے | سر پھٹے روئیگی اب شمع کو رستہ ہستی ہے |
شمع کی چربی کے پھیل کر بہنے کو روئیگی ساتھ اوڑھنے روشن ہوئیگو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ہے اس لیے
دونوں میں تضاد پیدا ہو گیا ہے۔

کشن زرائن بیتاب

اگون ہو تلسے وقت بد میں شریک | ابر و تاس ہے برقی ہستی ہے |
ابر کے بہنے کو روئیگی ساتھ اور برق کے پھلنے کو ہنسنے کے ساتھ تعبیر کیا ان دونوں غلطوں کے معنی حقیقی میں تضاد ہے

حسرت

کہ ہر گل سے شبنم باغ میں دو وزن تھے ہم ہر یک | زری قیمت میں ہنسنا خامری قیمت میں رونا تھا |
مقبول کے کھلنے اور شبنم کے پھلنے میں تضاد نہیں لیکن چونکہ اول کو ہنسنے اور دوسرے کو رونے سے
تعبیر کیا ہو ایسے دونوں میں تضاد ہو گیا ہے۔

گلزار نسیم

بڑا لاجب اُسے باندھے بازو | گلستا نہیں کس طمع پہ ہے تو |
باندھنے اور بیان کرنے میں کچھ تضاد نہیں لیکن چونکہ بیان کر نیکیو کھلنے کے ساتھ تعبیر کیا ہو ایسے باندھے
اور کھلنا کے معنی حقیقی کے اعتبار سے تضاد ہو گیا۔

فدا

میں نے کیوں اس شک گل سے ورتا تیری | راست ہو ٹیرا جو وہ شمشاد بالا ہو گیا |
سچ اور غصے میں تضاد نہیں مگر چونکہ سچ کو راست کے ساتھ اور غصہ کو نیکیو ٹیرا ہوئیے تعبیر کیا
اس لیے ان میں تضاد ہے۔

صنعتِ ایہام اسکو تو یہ بھی کہتے ہیں ایہام کے معنی ہم میں ڈالنے اور تو یہ کے معنی چھپانے ہیں جیسا کہ تجرید البنانی میں لکھا ہوا اور اصطلاح میں ایہام اسکو کہتے ہیں کہ ایک لفظ ایسا کلام میں واقع ہو جسکے دو معنی ہوں ایک قریب کے ایک بعید کے اور سامع کا گمان معنی قریب کی طرف جلاوے اور شاعر کی مراد معنی بعید ہوں معنی قریب سے مراد یہ ہو کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب ہوں اور معنی بعید سے یہ مراد ہے کہ وہ معنی اُس مقام کے مناسب نہ ہوں لیکن اُن کا مقصود ہونا یا اعتبار کسی قرینہ خفی کے ہو یا ان تک کہ وہ تامل سے قبل معنی قریب کی طرف جلاوے پس اگر قرینہ واضح ہو گا تو لفظ تو یہ ہو گا کیونکہ معنی قریب معنی بعید کو نہیں چھپا سکیں گے۔

جیسے شبنوی تراۃ شوق کے اس شعر میں۔

ایکیش کو ہوس ایلغ کی ہے	پروانے کو تو چرخ کی ہے
-------------------------	------------------------

لفظ تو کے دو معنی ہیں ایک شوق و آرزو دوسرے شعلہ پہلے معنی بعید ہیں اور دوسرے قریب گر یہاں یہ لفظ تو یہ نہیں کیونکہ صرف شوق کے معنی میں ہونے پر قرینہ واضح ہوا وروہ یہ ہو کہ پروانہ عاشقی میں ضرب لٹل ہو اور پہلے عرصے میں ہوں کا جو لفظ عروہ بھی ان معنی پر دلالت کرتا ہے۔

پس اگر معنی قریب کے (جو مراد نہیں ہوتے) کچھ مناسبات کلام میں مذکور نہ ہوں تو اسکو ایہام مجرود کہتے ہیں اور اگر مذکور ہوں تو ایہام مرشحہ کہتے ہیں کبھی ایک لفظ دوسرے لفظ کے ساتھ ملنے سے ایہام کا فائدہ دیتا ہے ایہام مجرود کی مثال

نشدہ ہو جس کو محبت کا سبزہ رنگوئی	ظفر
-----------------------------------	-----

عجب نہیں جو وہ مشہور سب میں بگلی ہو

بگلی کے دو معنی ہیں ایک قریب اور وہ حلال خور کہتے ہیں دوسرے بعید اور وہ وہ شخص ہے جو بھنگ کا استعمال رکھتا ہو اور مناسبات حلال خور کے کہ معنی قریب ہیں کچھ مذکور نہیں۔

اقتبیتہ چہرہ روشن سے خاک دین	واسطی
------------------------------	-------

ہم دیکھتے ہیں شمع کا سارا بدن سفید

بدن کے سفید ہونے کے دو معنی ہیں ایک قریب اور وہ بدن کا چٹا اور بھورا ہونا ہے دوسرے بعید اور وہ بدن کا مبرص ہونا ہے کیونکہ برص اُن سفید و اخو کو کہتے ہیں جو ظاہر جلد میں پیدا ہونے میں اور گوشت کے اندر گھسے پھستے ہیں اور مناسبات معنی قریب کے کچھ مذکور نہیں۔

اچلتے ہیں تے سائے میں سب رخ و برن	درو
-----------------------------------	-----

آباد بھمی سے ہے گھرو پر درم کا

سائے کے معنے قریب صوب کی ضد ہیں اور معنی بعید حمایت ہیں یہی معنی یہاں مراد ہیں۔	
ناجی	
محبت سے علی کی دیکھ ناجی	ہو لے دل طراب حیدر آباد
اسیام مرشد کی مثال۔	
وزیر	
ہجرین گھل گھل کے آدھا ہو گیا	لے سیجا اب میں موسیٰ ہو گیا
لفظ موسیٰ سے وہم اسم غیر علیہ السلام کا ہوتا ہے اور یہاں وہ معنی مقصود نہیں ہیں بلکہ موسیٰ کے معنے بال ہیں اور ساحر تشبیہ ہو یعنی میں بال کی طرح ہو گیا اور مناسبات میں سے پہلے معنے کے لفظ چسپے ہے۔	
میر تقی	
اے میں جان لب تھے ہم دوری تھانے	اے میں پھر کے یار و اب کے خدا کے ہانے
خدا کے ہانے پھر کر آئیے دو ملنی ہیں ایک گریب اور وہ بیت اللہ سے واپس آتا ہے دوسرے بعید اور وہ جان لب ہو کر چلیا ہے اور یہاں یہ دوسرے معنی مراد ہیں نہ پہلے معنی اور پہلے معنی کے مناسب کعبہ ہے	
نسخ	
کیونکر زبان سے اسکی ناکت ہو بیان	مہندی ملے سے لال ہون جس لہا کے ہاتھ
رنگ مہندی سے ہاتھوں کا سرخ ہونا مراد نہیں جو معنی قریب ہیں بلکہ ملنے کے صدمے سے ہاتھوں کا سرخ ہونا مقصود ہے اور یہ معنی بعید ہیں جو مقصود ہیں اور مہندی کا ذکر معنی قریب کے مناسب ہے۔	
بقا	
سیلاب شک پناگر سرباوج ملے	طوفان فوج تنہا گوشے میں موج ملے
دبیر	
آئینہ میں بتا موٹیں مگر آب نہیں ہے	نادک ہیں ملے چلو نے پرتا بنیں ہے
ترا نہ شوق	
آکھیں دکھلائی یقین تاشا	ارباب نظر کو پتلیوں کا
سلطان نے غبار اسکا تازا	دامن کی طرح سے خوب جھاڑا
امانت	
اشکی کسی نے نہیں غم کی ہستان میری	وہ کم سخن ہوں کہ گویا نہیں بان میری

قائم		
نظر پڑا ہے کہ میں خال خال آنکھوں میں	جو بڑی چشم کے گوشے میں تل ہوا پہلے	
سودا		
بجا ہوا جو ہر مٹا کو کہیں مولوی جامی	ابوئی ہونو خوری پور میں ساتی تھے راج	
دلہ		
لے گئے لڑکی لڑکے اک اک بال	دارا حسی مٹا کی جون گھون کا کیفیت	
گویا		
ہاتھ اس جرم پہ شل سے جدا ہوتا ہے	جھیسے نازاں کا مشاطہ بڑا ہوتا ہے	
ریاض		
مٹل وہن شاخین کالین رنگس بیامین	نودہ آہوشیم ہے جائے اگر گلزار میں	
شاہ مبارک آبرو		
اگر باور نہیں تو مانگ دیکھو	نزیب کیلے دل وہ جھٹکین	
نسیم		
مپوئے تیر فرنگ سے وہ	داغا تو ہے تنگ سے وہ	
الکبر		
ہاں گیری کرتی یاد انور جہان ہر	بنو کے خسرو قلیم دل شیریں بان ہو	
درو		
دریات درجہ ہر چہرہ آفتاب میں	اہر جزو کل کے ساتھ یعنی ہر اتصال	
عبدالرحمن خان حسان		
اگر شاہ جہان یان جو بڑے نام غم ہر	نہیں ہر غمی ز رنگین تاجداران بھی	
میر		
ہوا ہی لکھنؤ اس رہنڈر میں ملی بھیت	شفیق سے ہو درود یار زرد شام و سحر	
انیس		
ہاتھ ایسا تو جعفر کا بھی طیار ہوگا	ایسا کوئی طفلی میں نمودار نہ ہوگا	
تم ہاتھ سے جاؤ گے تو بازو نہ ملیگا	اصغر اگر کہ نہ ہو نہ سبے گا	
دلہ		

ولہ	لوں سا باغ مجھے شاہ نے دکھلایا ہے	کہیں کوڑکے تو چھینٹو نہیں نہیں آیا ہے
غالب	ہمسے عیث ہے گمان زنجبش خاطر	خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے
امیر	اکو تر نہ ہوتا تھا جانے پہ راضی	تو بھیجا اُسے روغن قاذم کر
ذوق	ہو کے اک ہوسے پر ٹرٹس ابرو	بات کو ڈالنا گھٹائی میں
گویا	عالم ہوں علم عشق کا میں کر نہ ہمسری	ایر عند لیب تو ہو پڑھی ہوستان نکاب
مولفہ	آر سی اُسکے پیار پرست بھول	بس یہ منہ دیکھنے کی آفت ہے
صنعت مراد الفطیر استیسا سب اور توفیق اور استیلاف اور تلیق بھی کہتے ہیں یعنی ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے معنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ سولے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت رکھتے ہوں جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و نیل و باغبان و سرو و قمری وغیرہ کا ذکر کرنا یا اور کسی چیز کے ذکر میں اُس کے مناسبات کو بیان کرین۔ سنخ قلند بخش آفرین سہا پروردی مصنف سالہ تحفہ الصناعات کہتا ہے		
نہ چاہیں میں قواب آفرین کہ جون غنیمت	ابون میں اُسکے نہان ہو بہار خندہ گل	
خواجہ جامی		
چمن کے تحت پرچیدن شہ گل کا بھل تھا	ہزاروں بلبلوں کی فوج نکلی اور شور مچا گل تھا	
خزان کے دن جو دیکھا غنیمت تھا جزا گلشن میں	بتانا باغبان رو رو کے یان غنیمت یہاں گل تھا	
خواجہ وزیر		
جبین و الفجر ہو واللیل گیسوے منہ ہے	خط مرغ سورہ یوسف پر اُسکے مصحف چین	
مصحف کی رعایت سے سورہ والفجر اور واللیل اور یوسف کا ذکر سبب مناسبت کا کر دیا		
ولہ	چشم بادام ہن بہتہ زرخندان ہو سیب	کتنے پھل ایک نہال قدر جانان میں لگے

درخت کی مناسبت در عایت بہت میوہ کا ذکر کیا۔

انوار کلب علیخان

شبہم ہر عرق کان ہو گل غنچہ بہن
نسرین ابرو نسرین گلولہ ذقن
بینی شہلوب ارغوان سنبل زلف
آنکھیں زکس بنفشہ خلیج ہر سمن

میر مہدی حنون

رخسار دونوں مہرین ابرو دلالین
گو نامک لکھنستان ہو تو ماہ مبین جبین

حسرت

موجن لگی نرم چرم جب دکھلائے
مین نے کہا شاید میرا کہنا مانے
انکا کما جوڑا چودھوان مجلو بہت
کنے لگی چلیے میری جوتی جانے

ذوق

ہو لبہ مدرسہ کھی در گاہ عیش و نشاط
کہ شمس باز غنکی جا پڑھین ہین بدر منیر
اگر چاہے صغریٰ تو ہے سب کو کبرے
نتیجہ یہ ہے کہ سر مست ہین صغیر و کبیر

امانت

سیہ مواف پاجامہ گللابی چنبی نیفہ
دو پڑ سرخ انگلیا سبز گرتی زعفرانی ہے

انیس

دنیادریا ہے اور ہوس طوفان ہے
مانند حباب ہستی انسان ہے
لنگر ہے جودل تو ہر نفس باور اور
سینہ کشتی ہے ناخدا ایمان ہے

مکھنقی ستغنی کی تعریف میں

پانی بھرے ہو مارویان فرمزی و شال
ننگی کی سچ دکھا کر ستغنی نے مار دالا
کانٹھے پہ نشک لیکر جب قہر کو خم کرے
کافر کا نشہ حسن ہو جائے ہو دولا
دریائے غم میں کیونکر ہم نیم قد نہ دیکھیں
ننگی کے رنگ سے جب ان تاکر مولا

وحید

زیر وزہرین ناوک سرگردہ کمان
ہین پیش راہوار ذلی گویا نونیاں
نشدید و پزیر ہے طرہ دستار کا کمان
حرفوں کے سر پہ خود ہین یا جزم میں عیاں

سورج تمام شان دکھائی ہین فتح کی

مردہین کہ بر قین نظر آتی ہین فوج کی	
المولفہ	
ناملے سر کر تا ہے جو تو تر سے	کس کمان ابرو پہ تو قربان ہوا
ولہ	
مثل الف ہو قد ہین تنگ میم ہے	اکامل ہو رشک لام ترمی لف جیم ہے
ولہ	
سیم ہر سبب ذوق نام ہین کئے اکلے	پستہ لب غنچہ دہن سرو قد ولالہ غلام
<p>صنعت ایہام تناسب یعنی دو لفظ ایسے بیان کریں کہ اگلے معنی میں کچھ مناسبت مقصود نہ ہو یہی کیا لفظ کے معنی سے اس کلام میں کچھ مناسبت نہ رکھتے ہوں لیکن انہیں سے ایک لفظ کے اور معنی ایسے بھی ہوں کہ دوسرے لفظ کے معنی سے مناسبت رکھتے ہوں جیسے ایک کلام میں لیلیٰ و مجنون دونوں لفظ مذکور ہوں اور مجنون دیوانہ اور شری کے معنی میں لایا گیا ہو پس ظاہر ہو کہ وہاں لیلیٰ و مجنون کے معنی میں کچھ مناسبت نہ ہوگی لیکن مجنون کے ایک معنی اور بھی ہین یعنی قیس عاشق لیلیٰ کا لقب بھی مجنون ہے اس معنی کو لیلیٰ کے معنی سے مناسبت ہو اور چونکہ بادی النظر میں وہم ہوتا ہو کہ مجنون یعنی عاشق لیلیٰ مراد ہو گا اس جہت سے اس صنعت کا نام ایہام تناسب لکھا کیونکہ دوسرے معنی تناسب کا وہم دلاتے ہین یہ صنعت مراعات النظر کے لحاظ سے ہو چنانچہ مثال مذکور میں مجنون کا ذکر لیلیٰ کی مناسبت سے مراعات النظر ہے اور اسوجہ سے کہ یہاں اس سے دیوانی کے معنی مراد ہین نہ قیس ایہام تناسب ہو غرض کہ ایہام تناسب کو مراعات النظر کے ساتھ وہ نسبت ہو جو ایہام تضاد کو طہاق کے ساتھ ہو صنعت ایہام میں اور ایہام تناسب میں فرق ہو کہ ایہام میں دونوں معانی کا ارادہ جائز ہونا ہو اور ایہام تناسب میں دوسرے معنی منظور و ملحوظ نہیں ہوتے مثال کی</p>	
امامت	
کے ہر جاد ثمت فحشت میں کے اشکو کا تھا لاس ہے	نیکو گر ہید مجنون تازہ ہو مثل دل لیلیٰ
بید مجنون درخت مشہو کے معنی میں ہو قیس مراد نہیں لیکن لیلیٰ کے معنی سے مجنون کے دوسرے معنی مناسبت رکھتے ہین	
ولہ	
گندمی رنگ کو تکر نہ کھڑا کرتے تھے	دھانی جوڑیے کبھی دل شہر کر کے تھے
<p>ہر اگر نیسے مراد خوش کرنا ہو اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو گندمی اور دھانی رنگوں کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں البتہ ہر کو اپنے معنی حقیقی کی وجہ سے ان کے ساتھ مناسبت ہے۔</p>	

نسیم	
اگر یا دیکھیں چہ ذوق کو	کو دے نہ کنوین میں باؤلی ہو
باؤلی سے مراد دیوانی ہو اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو کنوین کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں البتہ باؤلی کے ایک اور معنی میں اُنکے اعتبار سے دونوں میں مناسبت ہے۔	
ناسخ	
رسم ملک حسن ہے یہ کلغرف و شوئی طرح	داغ سودا بیچتے ہیں لالہ رو بازار میں
سودا کے معنی کہ سیاه کے ہیں لالہ سے مناسبت رکھتے ہیں لیکن یہاں سودا عشق کے معنی میں ہے ان معنی کو لالہ سے کچھ مناسبت نہیں۔	
مخزون	
اہل دنیا تو نہیں دیتے ہیں مخزون غم کی داد	کو بہن کو خواب شیریں سے جگاؤں تو سہی
اس شعر میں شیریں سے جو معنی مقصود ہیں ان معنی کو کو بہن کے معنی سے کچھ مناسبت نہیں مگر شیریں معشوقہ مشہور کا نام بھی ہے اسوجہ سے فراہ کے ساتھ مناسبت ہے۔	
میر	
بیدار سا کا نہتا تھا مڑے وقت	میر کو رکھیو مجنون کے نیکیے
اس شعر میں درخت مشہور اور مجنون کے معنی یعنی عاشق سیلی کو ماہم جمع کیا ہے اور ان دونوں میں کچھ مناسبت نہیں لیکن مجنون کے دوسرے معنی یعنی ایک قسم بید کی کہ جسکو بید مجنون کہتے ہیں بید کے ساتھ البتہ مناسبت رکھتی ہے۔	
ولہ	
یون دیکھو ایک دو کو کنار اکے شباب	میدان کارزار سے رستم ہر گنگ نال
خوشتر	
یہ اُنکے عدل کی ہے ٹکرائی	کہ رستم زال کا بھرتا ہو پانی
اور دونوں شعر وغنیم زال بمعنی ہیلان معروف پیر رستم نہیں ہے بلکہ پیر زن مراد ہے۔	
میل نیک	
اس مجلس کو اشک نظم سے رشاکِ حیرن	مرا حسی حسین بوجہ حسن کردن
حسن سے مراد خوب ہو اور اس معنی کے اعتبار سے اسکو حسین کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں البتہ حضرت امام حسن کا نام جو نیکی وجہ حسین کے ساتھ مناسبت ہے۔	

وہ

نور

بلونت سنگھ خٹکس پراجہ

مولوی غضنفر علی ظیفّر

وہ درگزر کر کیا شفاعت کر گئے وہ
اس میں اور مرثیۃ النظم میں یہ فرق ہے کہ مراۃ النظم میں الفاظ متناسب کو مطلقاً
نوع کرتے ہیں خواہ ان میں سے ایک انتہا میں ہو اور دوسرا ابتدا میں خواہ دونوں ساتھ ساتھ

ابتدا میں واقع ہوں یا انتقام میں آئیں یا درمیان میں ہوں بخلاف تشابہ لاطراف کے کہ اس میں یہ ضرور ہو کر دوستانہ
میں سے ایک بہتدین ہو اور دوسرا انتہا میں بہت تشابہ لاطراف کو مراعاة النظیر کے قبیل سے سمجھتے ہیں۔
صنعت سوال و جواب یہ صنعت کہیں ایک مصرع میں آدا ہوتی ہو کہیں ایک بیت میں کہیں دو بیتوں میں
مطلع السعدین میں لکھا ہو کہ صنعت سوال و جواب کو مراجعہ بھی کہتے ہیں۔
مثال پہلی قسم کی۔

پوچھا کہ طلب کہا قناعت	نسیم	پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت
وہ کہتا ہو میں توڑ و نگاہیں کہتا ہوں سے مت آہ	آہ	وہ کہتا ہو کھلونا ہو میں کہتا ہوں مراد ہے
جب کہا دے نہ خواری کہا تجھ کو کیا	فطرت	زلف میں مت ہو گرفتار کہا تجھ کو کیا
مثال دوسری قسم کی۔		

اُسے جب پوچھا کہ تو نے قاتل عاشق کو کیا	صفدر	غمزہ بولا وہ نزاکت تھی آدا تھی میں نہ تھا
کہا شیرین مری حرم ہے خاص	قصہ شیرین خسرو	کہا بلکو بھی اُس سے ہے اخلاص
کہا چپ چپ کد اجمال شباء		کہا بس بس نہ مغر کا اسے شاہ
	حسرت	

میں کہا جان بخش عیسیٰ بے گلفام ہے		بولا دو نو نے زیادہ کچھ مری دشنام ہے
میں کہا شہد ہو یا ہو کر بلا مفصل بڑا		بولا دو نو نے مے کوچے میں قتل عام ہے
میں کہا لبیک کا اغمہ خوب باسوت باب		بولا ان دو نو نے بھی بہتر مرا چہ نام ہے
میں کہا مہزون جو تھا خوار ہو یا کو کہن		بولا ان دو نو نے کچھ بہ تر تر انجام ہے

جب کہا میں کہ نہیں بولنے کا بی تم	میر محمدی بیدار	آہ یہ کون زبان ہو تو کہا تجھ کو کیا
جب کہا میں نے کو ای سرور باض خوبی		کس کا تو آفت جان ہو تو کہا تجھ کو کیا
چشم گرہانے شہ وصل میں میں نے پوچھا		ابو کیون اشک نشان ہو تو کہا تجھ کو کیا
آب کہا میں نے کو اس شوخ تری و درت کا		شیفتہ پیر و جان ہے تو کہا تجھ کو کیا

کسکے ناوک کا نشان ہو تو کہا تم کو کیا	موت پیدا کرنے پوچھا کہ ترے سینے پر
مثال بمیری افسر کی۔	
غفلت	
میں نے کہا کہ قیس کے کیا کیا نشان ملے جیوں تار عنکبوت کئی استخوان ملے	آیا سواد نجدت جو کوئی اس طرف کینے لگا کہ لپٹے ہوئے برگ بید سے
ظفر	
تو شب تار ہے سحر میں ہوں بچ میں تو ادھر ادھر میں ہوں	میں نے جو زلف سے کہا شب کو زلف بولی کہ مہمہ تو میں دام
کامل	
یہ بات میں نے کہا جب اس نے اوجا ہی کو اربچہ نہ بھینچے تو کیا کرے سپاہی	مرگن سے گرے دل بردہ کہ ہر ٹکڑے کھنے لگا کہ ترکش جس وقت رہے خالی
دلغ	
پر اس پہ تو کبھی لیلیٰ کے یہ ستم نہ ہو ہزار حیف کہ لیلیٰ جسے پاس ہم نہ ہو	کہا جو میں نے کہ مجھ کو اگر چہ عاشق تھا مرے ہلائے کو کھنے لگے شرارت سے
صنعت اطرا دینے میں شخص کی مرع یا مذمت بیان کرنا منظور ہو تو اس کے آباؤ اجداد کے نام بترتیب ولادت با محکوس الترتیب یا غیر مرتب بیان کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس بات کا خیال رکھیں کہ وہی شخص اُن اسماء کے کوئی ایسا لفظ نقل واقع ہو جو نسبت پر دلالت نہ کرتا ہو جیسے زید فاضل بن عمر یا زید بن عمرو یا بن خالد بن علی مثال میں فاضل کا لفظ اور دوسری میں تاجر کا لفظ فاضل جو اگرچہ اس سے کوئی حرج نہیں مگر نظم الفاظ میں تکلف پیدا ہوتا ہے۔ مثال علی الترتیب کی جبین کوئی فصاحت نہ دے۔	
دبیر	
مداح کا مداح خدا سے اذنی ہے	ایہ رتبہ مظلوم حسین ابن علی ہے
دل	
فضل بن شعیب بن یسیر ایک تمام مداح	ابا و جدی صادق سے یہ ہوادار و اخبار
اگر کہا جاوے کہ دوسری مثال میں اضافتین کے ذریعے آئی ہیں جو عجب میں داخل ہے پھر کہوں	

مستحکات بدلی میں شمار کیا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دینگے کہ اضافات کا پہلے درجے ۲۰
 اُس وقت نفل فصاحت ہے کہ اُس میں نفل و استکراہ ہوا اور جبکہ اس سے سالم ہو تو اُس کی
 غولی میں کلام نہیں اور اس مثال میں نہ نفل ہے نہ استکراہ علاوہ اس کے اس میں صرف
 دو ہی اضافتیں ہیں۔
 مثال معکوس الترتیب کی۔

مذاق

حسین و عابد و باقرت جعفر اور کاظم تک ہیں اور ہیں اور ابراہیم اور عبد العزیز اجداد بن نجم الدین غیاث الدین احمد جڑ اب اسکے غیاث الدین وادہ نورست زہرا وحیدرتاک	ہر اک معصوم و داد امین الدین شبنی کا ہے طاہر جبریا کیز امین الدین شبنی کا یہ ہے نام جبر و آبا معین الدین شبنی کا عجب پُر نور ہے شجر امین الدین شبنی کا
--	---

صنعت ارساد اسکو کہتے ہیں کہ فقرے اور فقر کی بیت میں کلمہ آخرت قبل ایسا لفظ لا و من
 جو اس بات پر دلالت کرتا ہو کہ شریعت میں لفظ یہ ہوگا یا بیت کا قافیہ یہ ہوگا بشرطیکہ وہی کا حرف پہلے سے
 معلوم ہو پس ارساد کی وجہ سے اُس کلمہ آخر کا وہ معلوم ہونا ہر اور وہی کی وجہ سے اُسکی صورت معلوم
 ہو جاتی ہے اور قیاس میں آجنا ہو کہ ایسا حرف ہونا چاہیے ارساد لغت میں راستے میں نگہبان کے مقرر کرتے
 معنی میں ہر جیسے ڈاکو اپنی جان بچانے واسطے مقرر کر دیتے ہیں کہ وہ اس بات کی اطلاع دے
 کہ قافلہ جا رہا ہے اُسکے آدمی اسے مقابلہ کر سکتے ہیں یا نہیں اور وہ ہتھیار بھی لیتے ہیں یا نہیں اور یہاں
 معنی لغوی اور ارساد میں مناسبت ظاہر ہر اور وہ یہ ہو کہ وہ لفظ جو کلمہ آخر سے قبل آتا ہو وہ اس بات پر
 دلالت کرتا ہے کہ اس نظم کا قافیہ یہ ہو اور اس فقر کا لفظ آخر یہ ہو پس وہ لفظ نگہبان کی طرح ہے من صنت کو
 تسہیل ہم بھی کہتے ہیں مثال اسکی۔

لہند

انہیں قول سے فعل تیرے مطابق نہ جنت کے قابل نہ دوزخ کے لائق کہا اُن کے افسانہ قیس و لیلیٰ گیا وہ زمانہ وہ لوگ اُن کے سب عبث فوق ویتا ہے تو خود کو نادان	کہوں کس طرح تجھ کو لے یا رصاوق مجھے کیوں کیا خلق ابویں سے خانی عبث کرتے ہو حال میں ذکر سابق نہ معشوق ویسے سبب نہ عاشق کیا ایک کو ایک پر اُسے فائق
--	---

ان اشعار میں شعراول کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قاف حرف ردی ہو پس دوسرے شعر میں خلق کے لفظ سے خالق اور چوتھے شعر میں معشوق سے عاشق اور پانچویں میں فنی سے فانی خود بہ خود معلوم ہو گیا پس خلق اور معشوق اور فوق اصدا و مین۔

واضحی

تو دو ستون تے، مے رکھ دیا مزار میں خط
کہیں کرے نہ گر جائے خط لاریں خط

جو بعد مرگ پھر آوے یا رے قاصد
مجھے یہ دہے کہ قاصد کمال مضطرب ہے

دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں مضطرب کا لفظ ارصاد ہے۔

مومن

زہر چشم دکھلا کہین پھر ذرا مزا دیکھین
اگر نہیں یقین حضرت آپ بھی گنا دیکھین

غیر بیروت ہے آنکہ وہ دکھا دیکھین
کچھ نظر نہیں آتا آنکہ لگتے ہی ناصح

دوسرے مصرع میں لگتے کا لفظ ارصاد ہے۔

ولہ

ہو پاش پاش جگر دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں
تمام دامن قاتل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں
تو سنگ و سطر بھی ان مل کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں

نہ تن ہی کے ترے سب کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں
درازدستی یہ کس بے ادب کی دم نفل
کہ نہ مٹنے کی اس سنگ دل کے گر قاصد

دوسرے شعر میں نفل کا لفظ اور تیرے شعر میں نہ مٹنے کا لفظ ارصاد ہے۔

صنعت تاکید المدح یا شبہ الذم یعنی تعریف کی تاکید ایسے لفظوں کے ساتھ کرنا کہ وہ جو سے شائبہ نہ لگے ہوں یعنی وہ لفظ ظاہر ہو مگر جو بدولت کرتے ہوں لیکن فی حقیقت مدح پر تاکید کرتے ہوں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔
۱۔ ہر کہ کسی چیز میں سے تمام ہو تو کوئی کمی کہہ نہ جس سے اس کی مدح ہو پھر ادوات استثناء کے ذریعہ سے ایک کچھ بھی باقی رہا جو مدح پر دلالت کرتی ہو ان بڑی باتوں میں سے استثناء کیا جائے اس طرح کہ اس بھی بات کو ان بڑی باتوں میں داخل نہ لیا جائے مثال اس کی یہ شعر شہسوی پر ادوات مصنفہ مرث کا ہے۔

بغیر از غزہ چشم ستمناک

انہیں کوئی عمل میں اس کے قزاق

شاعر نے مصرع اول میں بیان کیا کہ مدح کے عہد میں ایک بھی قزاق نہیں پس تمام قزاقوں کی نفی کرنا
میں ہی پھر غزہ چشم ستمناک کو ان قزاقوں میں داخل ٹھہرا کے اسکا استثناء کیا ہو حالانکہ چشم ستمناک کا غزہ
کسی کے عہد میں موجود ہونا بڑی بات نہیں بلکہ مدح میں داخل ہو اس لیے کہ معشوقوں اور غمخیزوں کو کھانا ہو

امینت اور آسائش اور حسن خیزی پر وال ہے اور یہ طریقہ تاکید المدح کا نہایت عمدہ ہے اور اس کی عمدگی کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ اس طرح صحت کا ثابت کرنا ایسا ہر جیسے دعویٰ کے ساتھ گواہوں کا موجود ہونا اسیلے کہ شاعر نے اپنے مطلوب کے فیض کو اور وہ مدوح کے عمل میں فراق کا موجود ہونا ہے ایک محال قسم سے معلق کیا ہے اور وہ محال یہ ہے کہ غمزدہ چشم ستمناک فراق ہے اور جو چیز محال پر معلق ہوتی ہے وہ محال ہوتی ہے پس فراق کا نہ موجود ہونا مدوح کے عمل میں متحقق ہے کیونکہ غمزدہ چشم ستمناک کا جبکہ فراق ہونا محال ہوگا تو مدوح کے عہد میں فراق کا موجود ہونا بھی محال ہوگا۔ یاد رکھو کہ تعلیق بال محال اسی صورت میں بن سکتی ہے کہ غمزدہ چشم ستمناک کو فراق میں داخل ٹھہرایا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مطلق استثنائیں اصل اقتضائیں ہیں یعنی مستثنیٰ نہ اس طرح کا ہو کہ مستثنیٰ اس میں داخل ہو اور اس کی افرا میں سے ایک فرد ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ مستثنیٰ نہ منقطع نہ ہو اور اس کا بھلاؤ استثنائے مطلق میں اور مجاز اصل کے خلاف ہے اور شاعر کا وہ استثنائے مطلق سے پہلے ذکر کرے یہ بات خیال کی گئی تھی کہ شاید ان فراقوں میں سے جتنی اس سے قبل نفی کی گئی ہے کوئی فراق خارج کر کے مدوح کے عمل میں فراق کا ہونا ثابت کر گیا تاکہ مدوح کی مذمت ثابت ہو جائے اور یہ خیال اسیلے پیدا ہوا تھا کہ جب تمام فراقوں کی نفی کر کے صرف استثنائے مطلق کو ذکر کیا تو سننے والے کہ یہ تو ہم ہوا کہ استثنائے متصل ہے اور اب مستثنیٰ اس میں سے کوئی فرد مستثنیٰ کر کے مدوح کے عمل میں اس کا موجود ہونا ثابت کیا جائیگا مگر جبکہ شاعر نے صرف استثنائے بعد کی ایسی چیز کا ذکر نہیں کیا جو واقع میں مستثنیٰ نہ کی فرد ہوتی بلکہ بھائے اس کے ایک صوح کی بات کو ذکر کیا تو سامع کو معلوم ہو گیا کہ یہاں استثنائے متصل میں منقطع ہے اور اداۃ استثنائے بعد شاعر کا اس چیز کو اختیار کرنا جو باعث صوح ہے شاعر کی جانب سے اس بات کی طرہ اطلاع ہو کہ میں نے مدوح کے عہد میں کسی فراق کا وجود نہ پایا جس کا میں ان فراقوں میں سے استثنائے ناجن کا اسے عمل میں نہونا بیان کیا ہے اسیلے میں نے مجبور ہو کر کلام کے پورا کرنے کو صفات مدح کے ساتھ مستثنیٰ بنا لیا اور ایک خوبی کی بات کو مستثنیٰ قرار دیا اور استثنائے مطلق کی اصل سے بغیر کہ استثنائے مطلق کے۔ مانتہ چل دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل میں تو یہ ہے کہ شاعر نے مدوح کے عہد میں تمام فراقوں کے وجود کی نفی کی ہے اس میں مثبت سے کہ کہلے ہے۔ مصبر ہے۔

امینت کوئی عمل میں اس کے فراق

اور اس صوح کی تاکید اس طرح استثنائے مطلق سے اس میں مثبت سے کہ کہلے ہے۔ مصبر ہے۔

مے مہری افلاک سے گو خاک بزمین

ہاں عیب بڑا یہ ہے کہ میں ہل ہنرور

گو یا شاعر نے تمام عیوب کی اپنی ذمت سے نفی کی ہے پھر ایک اچھی صفت کو ان کی بری صفتوں میں داخل ٹھہرا کر ان سے استثنائے مطلق کا حجت ہونا محال ہے پس پھر مندی کو عیب بتا کر اپنی ذمت میں

عیب ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمال ہو اسلئے کہ اُسکے اس قول کے

ان عیب بڑا یہ ہے کہ میں اہل ہنرمون

یہ معنی ہیں کہ مجھ میں مطلقاً کوئی عیب نہیں مگر بان بڑا عیب مجھ میں یہ ہے کہ میں صاحب ہنرمون اگر ہنرمند عیب میں داخل ہو لیکن ہنرمند کا عیب میں داخل ہونا محال ہو تو اس صورت میں عیب کا ثبوت بھی میری ذات میں محال ہو گا اور اس طرح مع کا ثابت کرنا ایسا ہے جیسے دعوے کے ساتھ گواہوں کا موجود ہونا اور یہ اُسکی خوبی کی ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاعر نے عیب میں اتنا کامل ہے کہ کوئی فرد عیب کی ایسی نہیں نکلی کر اُسکے ذریعہ سے استثناء کیا جاتا اس لیے کلام کے تمام کرنے کے واسطے مجبور ہو کر ایک تعریفی بات کو مستثنیٰ بنا لیا۔ اگرچہ مستثنیٰ منہ اور ادعا استثناء کو ذکر نہیں کیا لیکن سوقی کلام سے متامل پر ظاہر ہے یہ مضمون ماخوذ ہے میر کے اس شعر سے۔

سب چاہتے ہیں رش را لون تو پاؤں خمیر

نشاید ہی اک عیب ہے مانع کہ ہنر ہے

(۲) دوسری قسم تاکید المصح ہا شبہ الذم کی یہ ہے کہ ایک صفت یا نکی جانے پھر حزن استثناء مذکور آ رہا جس سے یہ ایک یہ معلوم ہو کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون جملہ اول کے لکھے گا لیکن جو جملہ استثناء کے بعد آئے وہ صحت کا مضمون ہو جیسے۔

انہیں

پر دولت دنیا سے ایران دونوں گواہ را

دفع حکما بر اقلیم امامت کا مہنشاہ

پر استثناء کا حزن ہے وجہ تاکید صحت کی اس مثال میں یہ ہے کہ اول اسکے ذریعہ کو اقلیم امامت کا مہنشاہ بتایا اور ظاہر ہے کہ یہ صفت صحت کی ہو اور جب حزن استثناء لایا تو اس سے شبہ ہوا تھا کہ اب کوئی مضمون مخالف مضمون اول کے مذکور ہو گا لیکن جبکہ اُسکے بعد یہ ذکر کیا کہ دنیا کی دولت سے اگر وہ ہو تو صحت کو تاکید حاصل ہو گئی اور یہ صورت صحت ہا شبہ الذم اسلئے کہلاتی ہے کہ اصل حزن استثناء میں یہ ہے کہ اُسکا ما بعد ماقبل سے مخالفت رکھتا ہو اور یہ بات یہاں ہو نہیں سکتی کیونکہ یہاں ما بعد ماقبل کے موافق ہو پس یہ طریقہ ایسی صحت ہو گا جو مذمت کی صورت رکھتا ہو اس قسم میں بھی استثناء منقطع ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ یہ قسم میں اُسکو متصل نظر آتی ہے اور یہاں اپنے محل پر باقی رہتا ہے اسلئے کہ یہاں کوئی ایسی بُری عام صفت نہیں ہوتی کہ جسکی نفی کو اُس میں ایک اچھی صفت داخل ٹھہر سکے اور جبکہ ایسا نہیں تو یہاں تعلیق بالمال بھی پیدا نہیں ہو سکتی کیونکہ اُسکے لیے مستثنیٰ منہ کا عام ہونا چاہیے جس میں مستثنیٰ کو داخل ٹھہرا سکیں ہیں یہ قسم اُس دعوے کی طرح نہیں سمجھی جاسکتی جسکے ساتھ گواہ موجود ہوں اسی وجہ سے پہلی قسم کو محض سمجھنے میں ہی قابل سمجھ ہے

مثنوی سعدی	
انظر من خویون کی ہے تقریر	مثنوی ہے مگر پر سی لقویہ
حالی	
اتم ہر اک حال میں جو یوں تو عزیز	تھے وطن میں مگر گھر اور ہی چیز
<p>فائدہ تاکید المذبح بایضہ الذم کے باب میں امامہ مراد میں استدراک بھی استثنائی طرح سمجھا جاتا ہے کیونکہ دونوں کی حالت قریب یہ ایک سی ہو کیونکہ دو وزن اس چیز کے نکالنے کیلئے جن جولنے ماقبل میں حقیقتہً داخل سمجھی جاتی ہے یا وہاں مثلاً کسی شخص نے ایک صفت بیان کی پھر حرت استدراک کے بعد ایک دوسری صفت ذکر کی تو اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہو گا کہ منظر نے صفت اول کے خلاف کوئی ایسا حال نہ پایا کہ اس کا استدراک صفت اول پر کرتا اسلئے کلام کے نام کر ٹیکے دوسری صفت کے ساتھ استدراک کرنے پر مجبور ہوا۔ یاد رکھو کہ استثنائے منقطع میں لیکن کے معنی میں ہوتا ہو اور بعض کے نزدیک لیکن فقط استدراک کے واسطے آتا ہے اور گہ استثنائے واسطے اور حق یہ ہو کہ لیکن اور گر میں نازک سا فرق ہے۔</p> <p>فائدہ دیگر فصاعے فارسی وارد دینے اس قسم پر ایک دوسرا لطف بڑھایا ہو اور وہ یہ ہے کہ دوسری صفت جو اداۃ استثنایا استدراک کے بعد مذکور ہوتی ہے وہ ایسی ہوتی ہو کہ جو مع میں صفت اول سے کامل تر ہوتی ہو جیسے۔</p>	
نسخ	
رفنار میں اور نگ سلیمان ہے یہ گھوڑا	پر صورت و سیرت میں تو انسان پر یہ گھوڑا
<p>پر استثنائے حارت ہو اول گھوڑے کو رنار میں تخت سلیمان بنایا اور ظاہر ہے کہ اور نگ سلیمان کی رنار نہایت نیرتھی پھر اداۃ استثنائے بعد ایک ایسی صفت بیان کی جو صفت اول سے کبھی کامل تر ہے اور وہ گھوڑے کا صورت و سیرت میں انسان قرار دینا ہے اور ظاہر ہے کہ تخت سلیمان پر انسان کو بدرجہا فضیلت حاصل ہے۔</p>	
اممنون	
نفاذ قات بار اور قیامت میں ہے کیا ممنون	اوہی غنہ ہو لیکن یاں ذرا سلچے میں ڈھلتا ہے
<p>لیکن حرت استدراک ہو پہلے کہا وہی غنہ ہو اور بعد اسکے کہا لیکن اس سے وہم ہو اگر اب شاید کہہ اس سے کم کہنا منظور ہے جب بعد اسکے کہا کہ یہاں ذرا سلچے میں ڈھلتا ہو اس سے معلوم ہوا کہ قیامت سے بھی زیادہ ہے۔</p>	

تسلیم

عام انعام پر نوازش ہے | پر نوازش کو اُسپہ نازش ہے

فائدہ دیگر شعر فارسی وارد کرنے اس قسم میں ایک در لطیف پیدا کیا ہوا دودھ یہ ہے کہ دوسری صفت اس طرح کی لائے ہیں کہ بادی النظر میں جو معلوم ہوتی ہو لیکن ادنیٰ تامل سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی اقریف ہے مثال اسکی۔

شباب

عدل سے اُسکے زمانے میں جو معموری | اپنے اعدا کو مگر رکھتا ہر بادلم

کسی کو مدام بر باد رکھنا جو معلوم ہوتی ہو لیکن جب غور کیا تو عین مع ٹھکی کس ہے کہ اپنے اعدا کو بر باد رکھنا نہایت کامیابی پر دلیل ہے۔

سودا

انصاف یا بے عہد میں اُسکے ہر کہ فریاد | لایا نہ لبون تک کوئی غیر از جبر و زنگ

ولہ

میخانہ جہان میں کرم سے ترے نہیں | کوئی شکستہ حال مجھ تو بہ و خمار

صنعت تالکید الزم بایشبہ المدح یہ ضد ہو تالکید المدح بایشبہ الزم کی یعنی جھوٹی تالکید ایسے لفظ کے ساتھ کرتی کہ وہ مدح سے مشابہت لکھتے ہوں اور جب غور کریں تو جھوٹ و مذمت کی تالکید ہوتی ہوا دیکھ سکی بھی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) اسی شو کی اچھائی کی نفی کی جائے جس سے جھوٹ ثابت ہو پھر اور ایک بڑی بات کو اُس اچھی بات میں داخل ٹھہرا کر بذلیہ کلمہ استثنائے اُس میں سے مستثنیٰ کر لیں کلمہ استثنائے کو مستثنیٰ سے سامع کو یہ معلوم ہو کہ اب تعریف مقصود ہے لیکن بعد کو کوئی بڑی بات کی بات معلوم ہونے سے وہ استثنائین جھوٹ ہو جائے مثال اسکی۔

میر تقی

کے ہر اک کو دینے سو سو بار | پرندے جز فریب تا وہ سال

مقصود بالتمثیل مصرع دوم ہو شاعر نے اول اُس شخص سے جسکا ذکر اوپر کے شعر و نہیں ہے تمام اُن چیز دینے کی نفی کی جن کے دینے کیلئے ہر اک کو سو سو بار کہتا ہے پھر اُن چیز و نہیں سے فریب کے دینے کو مستثنیٰ کر لیا جب ان استثنائے کو ذکر کیا تو متوہم ہوا کہ شاید اُسکے ذریعہ سے اُن چیز و نہیں سے جن کے

دینے کی نفی کی ہے کسی چیز کا دینا ثابت کر لیا اور جب فریب کا ذکر کیا تو فی نفسہ مذمت تکلی فریب کا
اُن چیز و نمین سے ہونا محال ہے جنگ دینے کا وہ ہر ایک کو سو سوار وعدہ کرتا تھا پس فریب کو اُن
چیز و نمین سے بتا کر اسکے دینے کو ثابت کرنا معنوی طور پر تعلیق بالمحال ہو اسلئے کہ شاعر کے اس قول کے مصرع

پر مذمت جز فریب تادہ سال

یہ معنی میں کہ وہ جن چیز و نمین کے لیے سو سوار کہتا ہو انہیں سے مطلقاً کوئی چیز نہیں دیتا مگر فریب
دیتا ہے اگر فریب اُن چیز و نمین داخل ہو لیکن فریب کا اُن چیز و نمین داخل ہونا محال ہو تو اس صورت میں
اُن چیز و نمین کے دینے کا ثبوت اُسکی نسبت بھی محال ہو جنگ دینے کیلئے وہ کہتا ہو اور اس طرح مذمت کا ثابت کرنا
ایسا ہے جیسے دعویٰ کے ساتھ گواہوں کا موجود ہونا اور اس مثال کی تاکید کا فائدہ بخشے کی یہ ایک
وجہ ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ استثنائین اصل یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ میں مستثنیٰ داخل ہوا اسی کو استثنائین
متصل کہتے ہیں بخلاف استثنائے منقطع کے کہ وہ اصل نہیں پس جبکہ شاعر نے ادا استثنیٰ کو ذکر کر کے
استثنیٰ کرنا چاہا تو مستثنیٰ والے کو یہ توہم ہوا کہ اب اسی چیز کا ماقبل سے استثنیٰ کر لیا جس سے اس
شخص کی نسبت اُن چیز و نمین سے کسی چیز کا دینا ثابت ہو گا جنگ دینے کیلئے سو سوار کہتا ہو پھر جبکہ فریب
تادہ سال کہا تو اس سے مذمت کی تاکید ہو گئی مستثنیٰ والے کو جو استثنیٰ متصل کی امید تھی اُسے محبور کر
شاعر نے استثنیٰ منقطع کا طور اختیار کیا تاکہ مستثنیٰ والا سمجھ جائے کہ اُس شخص نے جن چیز و نمین کے لیے
سو سوار کہا تھا انہیں سے ایک چیز بھی نہیں دیتا اگر انہیں سے ایک چیز بھی دیتا تو شاعر اسکا استثنیٰ کر کے
اپنے کلام کو استثنیٰ متصل بنانا چار کلام تمام کر چکی عرض سے اُن چیز و نمین سے فریب کا استثنیٰ کر لیا گیا
اور اگر ایسا نہ کرتا تو کلام غیر مفید رہتا کیونکہ جب شاعر نے یہ کہا پر مذمت جز تو اس سے کوئی فائدہ حاصل
اسی کے فریب سے نوازش کی یہ بیت ۵

اسی کے فریب سے نوازش کی یہ بیت ۵

کسے تیغ جفاے جن سے امید منت کی جو ہوتے بھی تو بان شاید بان زخم خندان ہو

اول جرح سے ہنسنا نہ کی نفی کی اور پھر بیان کیا کہ کس جفاے کسی کو امید ہنسے کی نہیں اور پھر وہاں زخم کہہنے کا اس استثنیٰ کا
چرخ کی جفاے کسی کو ہنسے کی امید ہونا تکلی ہوئی مذمت ہو پھر کہا بان جو ہوتے بھی تو سامع کو اس سے
توہم ہوا کہ اب کسلی جھبی بات کا پہلی بات سے استثنیٰ کیا جائے گا اُسکے بعد شاعر نے بیان کیا بان شاید
دبان زخم خندان ہو اور یہ مذمت ہے اسلئے کہ وہاں زخم کا ہنسنا یعنی اُس کا شگفتہ ہونا اور جرح کا چرخ
نہایت موجب تکلیف ہے پس اس قول سے بھی زیادہ ہی اور جفاکاری جرح کی ثابت ہوئی اول جرح کی
جفاکاری بان کی اور یہ مذمت ہے اور جب وہاں زخم کے شگفتہ ہونے کو مستثنیٰ کیا تو یہ جفاکاری کی

تاکید ہو گئی کیونکہ اس صورت میں مذمت اور بر ذمت کے ثابت ہوتی ہے اور یہاں بھی تاکید کا فائدہ
دو طور پر اُسی طرح حاصل ہوتا ہے جس طرح میر کے شعر میں بیان ہوا کہ ایک وجہ تعلیق بالحوال ہوا اور دوسری وجہ
استثنا سے منقطع کا طور اختیار کرنا اور اگرچہ اداۃ استثنا کو شاعر نے ذکر نہیں کیا ہے لیکن سیاق کلام
سے متاثر پتلا ہے۔

(۲) دوسری صورت تاکید الذاًم بما يشبه المدح کی ہے جو کہ اول کسی شے کی مذمت کی جائے پھر استثنا
کا کوئی حرف مذکور ہو اس کے بعد اوردو باری کا ذکر کریں اور لفظ ہر حرف استثنا کے مذکور ہوئیے یہ شبہ جاتا ہو
کہ اس کے کوئی توفیق بیان کی جائے گی لیکن وہ جو بھی چیز ہو جس کا متضمن ہو مثال اسکی مصرع چہارم اس بند کا۔

نیر

در پہ عمر و سکہ روزِ غیبِ شر و شور	صرف یک سر فریب در ثروتِ خور
سلیکے و کھینکے کسی کی اور	مردہ شو بہ وہ سب کفن کے چور

رحمت اللہ براولین نباش

مردہ شو جو ہر اس کے بعد چرت استثنا کے مذکور ہوئیے یہ شبہ لیا کہ اس کے بعد کوئی جملہ متضمن تعریف کا
ہو گا مگر دیکھا تو وہ بھی جو ہر او یہ استثنا سے منقطع ہوا اور چونکہ اسکو متصل نہیں ٹھہرایا ہوا اسلئے بیان تاکید
ایسی نہیں بنتی دعوتِ شعر کا گواہی کے ساتھ ہوتا ہو کیونکہ یہ تعلیق بالحوال پر مبنی ہوا اور تعلیق بالحوال
استثنا سے متصل پر مبنی ہوا پس زمین تاکہ مذمت کی صورت ایک جیسے ہو اور اسکی تقریر یہ ہو کہ جب
استثنا سے منقطع یعنی مردہ شو کے بعد حرف استثنا کو ذکر کیا تو سننے والے کو یہ تو ہم ہوا کہ اب کوئی دوسری
مذمت کی بات بیان کر کے اسکی نفی مستثنا سے کر لیا کیونکہ اثبات سے استثنا نفی ہوتا ہو پس جبکہ
یہ بیان کیا کہ وہ سب کفن کے چور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ شاعر عمد و عین ایک اور عیب کہ وہ کفن کا
پُرانا ہے ثابت کرنا چاہتا ہو اور اس سے اسکی مذمت کرنا تاکید حاصل ہو گئی اور اس اسلوب کلام سے
سماں کی عجم زمین یہ جی آگیا کہ شاعر کے لیے ممکن نہ تھا کہ عمد و عین سے کسی مذمت کی بات کی نفی کر سکے
اسلئے اسے کلام کے تمام کرینکے لیے جو ہر مذمت سے مذمت کی طرف استثنا کیا اور استثنا سے متصل کہ
منقطع کی طرف پھیر دیا۔

(۳) تیسری صورت تاکید الذاًم بما يشبه المدح کی اور جو شعر فارسی وارد دوسرے اس صنعت میں
تصرف کر کے نکالی ہو اور وہ یہ ہو کہ اول ایک شے کی تعریف و خوبی بیان کریں پھر دوسری تعریف اسکے ساتھ ایسی
شام کریں جس سے وہ صنعت سے باطل ہو جائے نصیر میر کے شعر کے اس بند میں۔

ایک مدت تھی آج کل پر بات	اب تو ہے صبح اب ہوئی ہے رات
ہے بہت شے کی غنیمت ذات	جمع آدم میں اتنے کب ہوں صفات
مفتری و دروغی و محال	
مصرع سوم و چہارم سے صفت ثابت ہوئی مصرع پنجم میں جو صفات بیان ہوئیں اُنے بالکل بچو ہو گئی	
حالی	
مجھ سے جو کام چاہے سب سے	بھوٹ ہو یا فریب ہو یا زور
مسد و بغض و غیبت بہتان	بخل و حرص و ہوا و فسق و فجور
اول جو یہ کہا کہ مجھ سے جو کام چاہے سب سے تو اس سے تعریف پیدا ہوئی کیونکہ یہ امر حمد دانی اور برفن مولانا ہونے پر دلالت کرتا ہے مگر دوسرے اور تیسرے اور چوتھے مصرعوں کے مضبوطی و تعریف سے بل گئی	
جرات	
کلب و دھیاد اسیر و نکی خبر لیتا ہے	اور بولیتا ہے تو مقراض سے پر لیتا ہے
اسیر و نکی خبر لینا صفت میں کمی بہ وجہ پھر بیان کیا مقراض سے پر کرتا ہے اور وہ من بعینہ بچو ہو گئی	
مہر	
اسیران فسخ بچب عنایت آپ کرتے ہیں	کسی کو ذبح کرتے ہیں کسی کے پر کرتے ہیں
میر	
پھر آج میر سیدی جامع کے تھے امام	داغ شراب دھوئے تھے کل جامنا زکا
میر سیدی جامع کا امام ہونا ایک امر عظیم ہے دوسرے مصرعے کے ذکر کرنے سے وہ تعظیم تبدیل بہ تحقیر ہو گئی۔ فائدہ یہ چھٹی صورت ہر چند لوگوں نے تاکید الزم بایشبہ المدح کی قسم میں داخل کی ہے لیکن غور کیا جائے تو یہ شکل الزم بایشبہ المدح ہے نہ تاکید الزم بایشبہ المدح۔	
صنعت الحاق الجہزی الکلی شرح بریدیہ ابن حجر اور انوار المزیج فی انواع البدیع تصنیف میر عبدالحق خان میں مذکور ہے کہ اطلاق کل کا بڑا بڑا تعظیم کے لیے کرتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں ان ابراہیم کان است اس کے معنی مندرجہ ذیل یہ بیان ہے میں کہ ابراہیم کو جو اس بات کے کہ جمیع صفات خیران میں جمع تھیں تنہا امت تھے متبہنی کہتا ہے۔	
ہو اندیش لاف سے درد یکا لے	و منزلک الدنیا دانت ابوالکلی
یعنی آپ مدوح تو تنہا خالق ہے اس لیے کہ اوصاف کثیرہ کچھ میں جن میں اسی قبیل سے ہو ذرا باد	

میران کا اطلاق ایک شخص پر یا کسی کو بندگان حضور کتنا اسی طرح اولاد حسن اولاد علی نظام الدین اولیا بابا حسن ابدال کعب احبار عبید اسد احرار۔

دبیر

اگر باب سخن پر جو سخن در ہے ہمارا | انقاب سخن سخن در ہو ہمارا
پہلے مصرع میں در غالب کے معنی میں ہے اور انقاب کا اطلاق ایک لقب کی جگہ کیا گیا ہے۔

میر

استیو یا رد بلا سراے کا حال | ایک لچا ہے وہ عجائب مال
بلا سراے کو مجموعہ عجائب ہونگی وجہ سے عجائب کہا۔

غلام سرور مختلص بہرور

صدق دل سے جو پلٹے تیرے قدم | ایک ہی دم میں اولیا بن جائے
یعنی ایک شخص میں تمام دلیوی کی خوبیاں اور کمالات جمع ہونگی وجہ سے اولیا ہو جائے۔

نگار

کہا چھ لک نے اُس دم کیا یک | عجب آدم ہے یہ شکل نکار نک

صنعت تجرید یہ صنعت اس طرح ہو کہ ایک شہودی صفت سے ایک اور شہودی صفت کی ذی صفت حاصل کریں اور غرض اس سے مبالغہ ہو جائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ پہلی شہود اس صفت میں ایسا کیل ہے کہ اس سے ایک اور شہودی صفت کی حاصل ہو سکتی ہو اور یہ صنعت کئی طرح مستعمل ہوتی ہے۔
(۱) جس چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کریں اس کے ساتھ حوت سے کہ اُردو میں ازکا ترجمہ ہے ذکر کریں۔ جیسے۔

صبا

اقتضای غم کی پوچھ کر کی بل میں ہو گیا | داغ دلے آفتاب روزِ منیر آشکار

اس جگہ دل کے داغ کی سوزش میں مبالغہ منظور ہے یعنی داغ دل کا سوزش میں اس مرتبہ کو پہونچا کہ اس سے آفتاب حاصل ہو گیا ہے۔

غلام محی الدین

چہرہ انور سے چہ ماہ کامل آشکار | اور گیسو سے منیر سے شب یلدا عیان

چہرہ کو نورانیت میں کامل مانا ہے اور اس ماہ کامل حاصل ہو سکتا ہے اور ایسا ہی گیسو منیر سے شب یلدا کہ حاصل کیا ہے۔

ولع

گو فریق صبح و شام ہے ظلمت کو نور سے
ہو جائے رات دود دلی نا صبر سے

دو نو نکاح ہے ظہور ہمارے ظہور سے
و کلا میں روز مشرق کو بین السطور سے

اپنے سیاہ نامے کی طولانی جوئیں ہم

پہلے شعر کا مفاد یہ ہو کہ اپنے آپ کو نور و ظلمت میں ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اپنے سے نور و ظلمت کو حاصل کر لیا اور تیسرے مصرع کا مفاد یہ ہو کہ اپنے دل و نصیب پر کے دود کو تاریکی میں ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اُس سے رات کو حاصل کیا ہو اور چوتھے مصرع کا حاصل یہ ہو کہ سیاہ نامہ ایسی طوالت کو پہنچا ہو کہ اُس کے بین السطور سے روزِ حشر حاصل ہو سکتا ہے۔

رمضان علی

شک جگر بدن بود چشم گرین مری

اس قدر روایا کہ اس کو گھر میں ہوا

اس جگہ آٹھ گز کے گڑھ کو حاصل کیا ہوا اور اس سے آٹھ گز کی مالیت میں مبالغہ منظور ہے۔

از

کسی شمعِ خُصّہ پر روشن چراغِ آفتاب

انہوں نے کچھ آسمانی روایات آفتاب

معتوق کے رخ کو نورانیت و حسن میں ایسا کامل قرار دیا ہو کہ اس سے آفتاب تحصیل روشنی کرنا ہے۔

دوست

روش گریه مری خیمت سید بکائی

بہتر از دل بیتاب سے سیمانجی

فخرت

خود شہید بنے نہ پانچ گزیر سے پانی ۷

بہشتکس نے یہ امن معزرت پالی ہے

زلفت غریق لبِ محبت سے پانی ہے

سوتی نے اب انٹوئے کو ہرے بلی ہے

یہ قسم ظاہر میں تشبیہ معلوم ہوتی ہے، لیکن جو معنی مشابہت کے بطریق تجرید کے مستفاد ہوں ان معنی اصطلاح میں تشبیہ نہیں کہتے۔

(۲) جس شے کوئی اور شے حاصل کریں اُس شے کو حاصل شدہ شے کا ظرف مقرر کریں جیسے اس شعر میں۔

ت

کوئی بہشت میں کیونکہ ہر لوگ چاہیے

ہیاسے عاشقہ نگہ تو گھر میں نہا کہ اس طرح

مرا وہ یہ کہ محاذب یعنی معشوق کا مکان خود بہشت ہے لیکن معشوق کے ثبوت بہشت کو مائل کیا

گو یا بہشت اُسین تیار و مہیاسے۔

نظر اکبر آبادی

جو صحن باغ کا ہو وہ ایسا ہے دلکش

آتی ہے جسمین گلشنِ فردوس کی ہوا

آزاد

نہ دیکھا ہو جو کسی نے جناب میں دریا

وہ دیکھ لے مری چشم پر آب میں دریا

مراد یہ ہے کہ چشم پر آب خود دریا ہے لیکن چشم پر آب سے دریا کو حاصل کیا ہو گا یا وہ اُسین وہ بہتا ہے

مومن

سوزِ غضب سے ہے کرہ نارینے میں

اک مشت خاک اور یہ کینے فلک دریغ

اس جگہ سینے کی سوزش میں مبالغہ منظور ہو یعنی سینہ سوزش میں اس مرتبے کو پہنچا ہو کہ اس کرہ نار جان ہو گیا ہے

ناسخ

روزِ یان سیکڑوں ہیوش پڑتے ہیں

ہے مگر غائے خمار ترے کو چپے میں

با اعتبار ہیوش کر دینے کے معشوق کے کو چپے کا مبالغہ مقصود ہو یعنی معشوق کا کوچہ ہیوش کر دینے میں

ایسا کامل ہو کہ گویا غائے خمار اُسین آمادہ و موجود ہے۔

محمد اشرف اشرف

آتش دل سے ہوا ہو یہ مجھے ڈر پیدا

اگے سینے میں ہوئے نہ سمندر پیدا

آتش دل کی وجہ سے سینے کی سوزش میں مبالغہ منظور ہو یعنی آتش دل سینے میں ایسی بڑھ چکا ہو کہ

اُسین سمندر کے پیدا ہو جائیگا اندیشہ ہے سمن ر ایک جانور ہو کہ جسکی نسبت مشہور ہو کہ کسی آگ میں جو غرض

دراز سے روشن ہو پیدا ہو جاتا ہو اور آگ میں رہتا ہے۔

(۳) حرف نے کے ساتھ جو علامت فاعلیہ ایک شے سے دوسری شے کی صفت کی حامل رتے ہیں جیسے

مکرم

تیسے دندان کیے گو ہر غلطان پیدا

لپے لپیں سے میںے اعلیٰ خشان پیدا

اس جگہ دانتوں کی صفائی اور آبداری میں مبالغہ منظور ہو یعنی دانت صفائی اور چمک میں اس درجے کو

پہنچے ہیں کہ اُسے گو ہر غلطان حاصل ہو گئے ہیں اور دوسرا مصرع پہلی قسم کی مثال میں ہے۔

(دہم) ایک شے کی صفت سے دوسری شے کی صفت حرف کو کے ساتھ جو فعلیت کی علامت حامل کریں

جیسے یہ شعر دیکھو

ازدوس مین پہونچے جو مخفی مین پہونچے	جنت کو دیکھا جو کہ بلا کو دیکھا
مراد یہ ہے کہ کہ بلا خود جنت ہے لیکن کہ بلا سے جنت کو حاصل کیا ہے گویا جنت اُس مین تیار و مہیا ہوا	پہلا مصرع دوسری قسم کی مثال مین ہے۔
(۵) کسی حرف کا واسطہ نہ ہو جیسے۔	
امیر مینانی	
یاد جس وقت مدینے کی فضا آتی ہے	سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے
فضا مدینہ کو ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اس سے ہول جنت کو حاصل کیا ہے مطلب یہ ہے کہ فضا مدینہ	ایسی عمدہ ہے کہ جب وہ یاد آتی ہے تو سانس سے ہول جنت کی کیفیت معلوم ہونے لگتی ہے۔
دلہ	
جس مسافر کو مدینے کا دیار آئے نظر	بھینٹے جی روضہ جنت کی بہار آئے نظر
دو شوخ فتنہ انگیز اپنی خاطرین سما یا ہے	کہ اک گوشہ ہو صحرای قیامت جسکے دامن کا
معتشوق کے دامن سے صحرای قیامت کو حاصل کیا ہے	
ضلع	
جلوہ طور دکھاتا ہے بخارا عارض	سچ تو یہ ہے کہ ہر عورت تجلے عارض
عارض کو تجلی مین ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طور کا جلوہ حاصل کیا۔	
رام پرشاد تجرید	
آخاب حشر پیر تو ہے جبین یار کا	روز رستاخیز ہے سایہ قد و دلدار کا
ناسخ	
دورست دیکھی جہلک جو عارض پر زور کی	بام جانان پر نظر آئی تجلی طور کی
معتشوق کے عارض کو نورانیت مین ایسا کامل قرار دیا ہے کہ اُس سے کوہ طور حاصل کیا ہے۔	
دلغ	
عشق کے کوچے نے ہموار دکھایا بہشت	حضرت آدم نے جو دیکھا نہ اپنی پادشہ
مراد یہ ہے کہ کوہ پر عشق خود بہشت ہے کوہ پر عشق کو ایسا کامل قرار دے ہے کہ	اُس نے بہشت حاصل کی ہے

ظفر

نہ ہوتا اگر یہ تراخط سبز و خال سیاہ
 نشان نہ طوطی کا ہوتا کہین نہ داغ کا نام
 معشوق کے خط کو نیزہ بین اور خال کو سیاہی میں ایسا کامل قرار دیا کہ اُس سے طوطی اور زنگ کو حاصل کیا ہو۔

ولہ

کو چہ یار میں تو بھر تلب جسم دم در دم
 عاشق نے لپٹ دم سر کو تاثر سردی میں ایسا کامل قرار دیا کہ اُسے بول سر کو حاصل کیا ہے

مولوی صہبانی

مجھے دیکھ کر تیغ کو دیکھتے ہیں
 غرض یہ کہ ہو خون ناحق کسی کا

یعنی غرض ہے کہ میرا خون ناحق ہو حاصل یہ ہو کہ اپنے آپ کو ناحق کشتہ ہونے کی صفت میں ایسا کامل قرار دیا کہ اپنے سے اور شخص حاصل کیا اور بیان واسطہ کسی حرفت کا نہیں نہ حرفت سے کا نہ بین کا نہ نے کا نہ کو کا۔ اگر کہا جائے کہ یہ مثال التفات کے قبیل سے ہو یعنی حکم سے غیب کی طرف رجوع کیا ہے پس اس صورت میں تجرید نہ ہو سکتی کیونکہ التفات میں پہلے طریق کے ساتھ جس معنی کی تعبیر کی جاتی ہے وہ وہی ہوتے ہیں بنی تعبیر دوسرے طور پر کی جاتی ہے اور تجرید میں جو لفظ اُس شے پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی شے حاصل کی جاتی ہے اُس کے معنی وہ نہیں اعتبار کیے جاتے جو معنی اُس لفظ کے اعتبار کیے جاتے ہیں جو اُس شے پر دلالت کرتا ہے جو حاصل کی جاتی ہے کیونکہ مقصود یہ دکھانا ہوتا ہے کہ جو شے حاصل کی گئی ہے وہ اور ہے اور جس شے سے حاصل ہو وہ اور ہے تو ہم جواب دینگے کہ التفات تجرید کے منافی نہیں ہے کیونکہ التفات میں ایک ہونے سے یہ مراد ہے کہ نفس الامین ایک ہوں نہ یہ کہ نفس الامور اعتبار دو نوعین ایک ہوں اور تجرید میں علیحدہ علیحدہ ہونا اعتبار دو نوعین پر جو نہ نفس الامور اعتبار دو نوعین میں تاکہ التفات کے منافی ہو حاصل کلام یہ ہے کہ تجرید میں دونوں کا علیحدہ ہونا ادعائی طور پر ہوتا ہے اور التفات میں دونوں واقعی طور پر ایک ہونے ہیں اور جبکہ یہ بات ہے تو تجرید التفات کو جامع ہونا نامناسب نہیں۔

(۶) کوئی شے بطریق کنندہ کے حاصل ہو جیسے اس شعر میں۔

شباب

آنہ رہتا ہر کیوں ہر وقت اُنکے سامنے
 وہ بھی کھڑے بیٹھے ہیں دل کیا کوئی صورت دیکھ کر

اُس نے دیکھ کر کسی صورت پر دل کھڑے بیٹھا تھا ہر ہر کہ اپنے اور بدل کھڑے بیٹھا ہے کہ کوئی کہ اُنکے بین اپنی صورت لفظ آتی ہے جس معشوق سے ایک اور صورت شب ایسی حاصل کی کہ وہ اُس پر عاشق ہو ہے۔

جرات

دیکھ رہے تھے لیکن یہ وہ آپ بھی ہنس کر
 تو نے دل جھکوا دیا ہے وہ ہنسنا رہے کیا
 ظاہر ہو کہ جس سنگ کو دل دیا ہو وہ خود ساکل ہو مگر سائل نے ہنسنا کی مین اپنے آپ کو ایسا کامل قرار دیا کہ
 اُس سے ایک معشوق ہنسنا کا حاصل کیا۔

وحید

بچشم محمدا انہیں دنیا میں کوئی اور
 بار یک کر تنگ دہن اور بڑی آنکھ معشوق کے ہمیشہ ہن یہ سب چیزیں اُسی کی ہیں مگر معشوق کو
 بار یک کر اور تنگی دہن اور کھانی چشم ہن ایسا کامل قرار دیا کہ اُس نے ان صفات کے ساتھ متصف ایک اور
 ذات حاصل کر کے اُسے معشوق کا چشم قرار دیا ہے۔
 (۷) کوئی اپنے سے آپ باتیں کرے مثلاً پہلے کسی ایسی شے کا عزم کرے کہ وہ ممکن الحصول ہو اور پھر اُس کو
 محال سمجھ کر اپنے آپ کو کہے کہ تیری مجال کیا ہے کہ جسکو حاصل کرے اسی میل سے ہو یہ بھی کہ شعر مقطع میں اپنا غرض ذکر کر کے
 اپنی اسے خطاب کرتے ہیں جیسے اس مقطع میں۔

غالب

لون و ام نعت خفتہ سے اُن غلب خوش ہے
 ناکت خوف ہو کہ کہاں سے ادا کروں
 انعام الدخان یقین
 تو نہ تھا حیف یقین ورنہ دوتا ہوتا
 آج اس طرح کا دیکھا ہو طرصار کہ بس

مومن

شک صنم بھی کم نہیں سوزِ جحیم سے
 مومن غم مال کا آغاز دیکھنا

حسرت

اچھنسا یا تو نے حسرت کو اُس چاہ زرخیزانین
 مرا جی خوش ہوا ایسی ہی جا اسکو ڈھاننا

سودا

کب سے ای سودا اثر اپن خم میں پتے ہیں یاد
 تو نے ای کم ظرف کی پہلے ہی پائے میں دھوم
 صنعت مقابلہ اُس کو کہتے ہیں کہ دو یا زیادہ معانی متوافق لائے جائیں پھر بعد اُنکے اُسی قدر معانی
 ذکر کریں اور یہ تمام معانی پہلے معانی کی ضد ہوں اور بیان اُن کا طے الترتیب ہو یعنی اس طرح کہ جو معنی
 اول بیان کیے جائیں اُنکے مقابل کے معنی بھی اول لائے جائیں اور جو معنی دوسرے نمبر پر بیان ہوں اُنکے مقابل کے

معنی بھی دوسرے نمبر پر مذکور ہوں اور جو معنی تیسرے نمبر پر ہوں ان کے مقابل۔ کہ معنی بھی تیسرے نمبر پر واقع ہوں اور متوافق ہونے سے یہ مراد ہو کہ وہ باہم تقابل نہ رکھتے ہوں اور یہ شرط نہیں کہ باہم متماثل و متناسب ہوں پس پہلے جو دو یا زیادہ معانی ذکر کیے جائیں ان میں سے ایک دوسرے کی ضد ہونا چاہیے اور یہ ضرور نہیں کہ باہم تماثل یا متناسب رکھتے ہوں بخلاف مراعات النظر کے کہ ان میں معانی کا متناسب و متماثل ہونا شرط ہو پس صنف مقابل میں اور مراعات النظر میں یہی فرق ہے۔ رسکا کی نے اس صنعت کو ایک علیحدہ قسم قرار دیکر طباق سے علیحدہ بیان کیا ہے اور صاحب تلمیض نے اس کو طباق میں داخل کیا ہے کیونکہ اس میں بھی دو یا زائد معانی کو جو فی الجملہ معنی بغیر تعیین اور تفصیل کے باہم تقابل رکھتے ہیں جمع کیا جاتا ہے اور یہی اصل صنعت طباق کا ہے۔
دو دو کے مقابلے کی مثال۔

اسیر	دل جلائے کو نقطاب داغ پہلورہ گیا
رات گذر نمی ہوا وہ ماہ پہلورہ گیا	دل جلائے کو نقطاب داغ پہلورہ گیا

رات اور گذر نمی و لفظ ذکر کیے پھر دن اور ہوا دو لفظ اور بیان کیے رات کے مقابل ان کو گذر نمی کے مقابل ہوا ہے۔

وزیر	مر گئے ہم وہ روانہ ہو گئے
رات بھر جاگے تھے دن کو مو گئے	مر گئے ہم وہ روانہ ہو گئے

رات کے مقابل دن جاگنے کے مقابل سونا ہے۔

امیر السلاطین	تھے اُس دم سے دانائے لادھم
کہ صبح ازل تھی نہ شام اب	تھے اُس دم سے دانائے لادھم

صبح کے مقابل شام اور ازل کے مقابل اب ہے۔

ناسخ	اے دل زار نذر کوہ غم عشق سے تو
کہ او آخر ہو سبک اور اوائل بھاری	اے دل زار نذر کوہ غم عشق سے تو

او آخر کے مقابل اوائل ہو اور سبک کے مقابل بھاری۔

قلق	کہ ایسے دوست گراؤ پڑ فتنہ
اد جفا دوست اد وفادار دشمن	کہ ایسے دوست گراؤ پڑ فتنہ

جفا کے مقابل وفا ہو اور دوست کے مقابل دشمن۔

اوج

چو کا تو نہ ابتک آج سوئے سوئے دن ڈھلگیا اور رات ہونے آئی
اس شعرین کے مقابلات اور ٹیٹل کے مقابل ہونے آیا ہے۔

شمس الدین

صبح ہوئی ہوا رات چلی جاتی ہے
پیری اب تک کبھی ہی بات چلی جاتی ہے

سودا

چہرہ مہروش ہوا ایک سنبھل مشک نام دو
حسن بیان کے دور میں ہر سحر ایک شام دو
سحر کے مقابل شام ہوا اور ایک کے مقابل دو ہے۔

دبیر

یہ مطلع اقبال ہے یہ مقفیل ادبار
دن کو دو ہلال آج دکھائی گئے یہ اکبار
مطلع کے مقابل قطع ہوا اور اقبال کے مقابل ادبار ہے۔

مومن

ہون میں سیر روز کہ وہ شمع رو
شام کو آیا تھا سحر کو گیا
اول شام اور آیا کو ذکر کیا پھر شام کے مقابل سحر اور آئے کے مقابل گیا کو ذکر کیا۔

لمولفہ

ہر کام بس انما ہی دلائلک جہانین
جب ہاتھ لیا کینچ دیا پانون کو پھیلا
ہاتھ اور پانون مقابل ہیں اور لینا اور دینا بھی مقابل ہیں۔

ولہ

بھینکے کپڑے جیسے جھانکے ناراضی ہاتھ کو پھیلا پانون کو کینچ
وہ زمین آئے شیخ جی صاحب طب کی ہانگنوں سے
اور تین تین کا مقابل نظام کے اس شعرین ہے۔

اُسے احباب کی بادی ہو گلشن گلشن
اُسے بدخواہ کی ویرانی ہو صحرایہ
احباب کے مقابل بدخواہ آبادی کے مقابل ویرانی گلشن کے مقابل صحرایہ ہے۔

سودا

بہار جہان میں کوئی ہو جو تجھے کا بدخواہ
ہو نہ ہر مرگ حلال اُسے شہد زیمت حرام
نہر کے مقابل شہد ہوا اور مرگ کے مقابل زیمت اور حلال کے مقابل حرام ہے۔

انیس

جو کہ کے سجاے وہ بڑھاپا دیکھا	جو جا کے نہ لے وہ جوانی دیکھی
اے مقابل جاہو اور جائے کے مقابل لے ہو اور پھلے کے مقابل جوانی ہو اور ظاہر ہو کہ تین تین کا مقابلہ ہے اور مرزا غالب کا یہ شعر حسین چار چار لفظ کا مقابلہ ہو تمام صنعت مقابلہ میں ہے۔	
ہوا زل سے روانی آغاز	ہوا بے تک رسائی انجام

ازل اور اب سے اور تک روانی اور رسائی آغاز اور انجام سب باہم مقابل ہیں۔
 صنعت محتمل الضدین اسکو صنعت توجیہ بھی کہتے ہیں یعنی نظم یا شعر شتمل روح یا دم وغیرہ کسی قسم کے کلام میں دو وجہ مختلف کا احتمال ہو سکتا ہو اور وہ دونوں جہتیں باہم تضاد کا علاقہ رکھتی ہوں اور کسی کو تنبیہ ہو اور برائی اور بھلائی انکی یعنی مناسبت اور نامناسبیت مقام ہونا کسی قسم سے معلوم ہو سکے اور بعض جگہ قرینہ بھی کہ ہو جائے اور سامعین کو دو معنی پر سبیل اختلاف کے دریافت ہوں مثال اسکی۔

اٹھ

جب سب بھلا اٹھ ہی پکینے کو حسن شباب	شیعہ سنی ہو گئے ہندو مسلمان ہو گئے
دو کے مصرع میں دو جہیں ہیں ایک یہ کہ شیعہ نے مذہب اہلسنت کا اختیار کیا اور ہندوؤں نے اسلام قبول کر لیا	دوسری یہ کہ اہلسنت نے مذہب تشیع اختیار کر لیا اور مسلمانوں نے اسلام چھوڑ دیا ہندو ہو گئے۔

میر حسن

لکھا اسکے نامہ یہ ایک در جواب	کہ عاقل کو نکتہ لگے کتاب
<p>یعنی عاقل ایک نکتہ کو کتاب کی برابر سمجھتا ہو اور اُس سے اتنا فائدہ اٹھاتا ہو جتنا دوسرے کتاب سے اٹھاتے ہیں اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ عاقل کے نزدیک کتاب ایک نکتہ کی برابر وقت رکھتی ہے وہ کتاب کو نکتے کی برابر سمجھتا ہے۔</p>	

جرات

مانوس طبع جس سے ہو یا رب حبیب کی	ہو جائے کاش شکل مری اُس قیاب کی
<p>یعنی یا حبیب قیاب اُس کھتا ہو میں اُسکی شکل پر ہو جاؤں تاکہ یا مجھے محبت کا بڑا دکر نہ لگے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ رقیب میری شکل پر ہو جائے تاکہ بار اُس سے نفرت کرنے لگے۔</p>	

غالب

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے	دشت کو دیکھ کے گھبرا دیا
--------------------------	--------------------------

ایک معنی یہ ہیں کہ دشت اسقدر ویران ہو کہ اسکو دیکھ کر خوف معلوم ہوتا ہو اور گھریا داتا ہو اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہم تو اپنے گھر ہی کو سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہیں نہو گی مگر دشت بھی اسقدر ویران ہو کہ اسکو دیکھ کر گھر کی ویرانی یاد آتی ہو پہلی صورتیں گھر کی آبادی ثابت ہوتی ہو اور دوسری صورتیں ویرانی

منہ

سر اڑا نیکی جو وعدے کو کر رہا جا
منہ کے بولے کہ تیرے سر کی قسم ہم بھلو
لے کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ تیرے سر کی قسم ہو ہم ضرور سر اڑا نیکی اور دوسرے یہ کہ ہم کو نیبے سر کی قسم ہے
یعنی کبھی ہم تیرا سر نہ اڑا نیکی جیسے کہتے ہیں کہ آپکو ہمارے ہاں کھائیں گی قسم ہے۔

حالی

اگے بن جانا تھا بان نقصان انسان کا کمال
تیرے پر چھا دین سے موتی کے جلتے تھے غلام

امیر

فقیر اُسکی گلی کا بو نہیں عجب کیسا ہے
جو تاج شاہ ہو کا سہ مری گدائی کا
صنعت جو ملیج یہ بھی صنعت محتمل الضدین کے قبیل سے ہو مگر ہر کلام محتمل الضدین جو ملیج نہیں ہو سکتا
اسلئے کہ محتمل الضدین عام ہو خواہ درج ہو جو پیدا ہوتی ہو یا اور کوئی مضمون جو باہم فضا درتے ہوں اور
جو ملیج میں ہو کا ہونا ضرور ہو جیسے اس بند میں تیرے کے خمس کے جو ہو جن سے ہے۔

ایک بیک کر کسی کی موت آئی
اُسکے مردے کی پھر ہے رسوائی
کیونکہ یہ بی بی ہے جنگو امرائی
اسب وہ اولاد حاتم طائی

کون دیکر کفن اٹھاوے لاش

اولاد حاتم طائی مراد نبیل و فقر سے ہو پس یہ جو ملیج ہے۔

ولہ

ایک صف خاک دھول اڑاتی ہے
انگ وشت ایک صف چلاتی ہے
لوہے تپھر کی اُسکی چھانی ہے
اک قیامت جلو میں آتی ہے

جعفر علی فصیح

مجددین اک عیب بڑا ہے کہ وفادار بھی ہوں
انہی میں دو وصف ہیں بد خو بھی ہو مغرور بھی ہو

سودا

دارد احمد نگر ایک ہیں مرد عزیز
نہم میں سرتا قدم اور سرا پامیسرا

شعر ہر ایک کرتے ہیں وہ اعتراض	جاسم کی دیوان خوش جان ہیں اپنی بیاض
صنعت قبیح و ملیح یہ بھی صنعت متعلیٰ بضدین کے قبیل سے ہو وہ یہ ہو کہ ایک کلام متضمن نہ لکھو دور کلام ایسا نہ کو رہو کہ وہ نہ لکے کے شبہ کو دور کرے اکثر یہ بات اشعار میں پائی جاتی ہے جیسے۔	
مطلب	
مارتا ہوں تھکائی میں ہر بار متکو لازم ہے پکڑو گے میرا مجھے پیار سی لگی تھکائی رات خوب کروایا اتو مت کروا حکم ہووے تو آج ماروں میں اگرچہ مطلب کا خوش لگے متکو	آشناؤ نہیں سب بڑائی یار ہاتھ میں ہاتھ با محبت و پیار چال دھیمی لے سر و خوش رفتار جھکو سوا بکو چسپ و بازار کھینچ کر پیٹ میں عدو کے گٹار توڑ مور نیچت سرجن لککار
صنعت تجاہل عارف اور سکا کی نے اسکا نام سوق المعلوم مساق غیرہ دینی وان کر کا معلوم کا بجائے روان کرنے غیر معلوم کے رکھا ہے۔ اور تجاہل العارف کتنا مناسب سمجھا ہو اس سبب سے کہ اسطرح کا کلام قرآن شریف میں بھی واقع ہو پس تجاہل سے نام زد کرنا اچھا نہیں اور یہ صنعت اسطرح سے ہو کہ کسی چیز کی نسبت باوجود علم کے اپنی شے خیر کی ظاہر کی جلے بہر صورت جلنے والے کے تجاہل سے کوئی فائدہ اور نکتہ منظور ہوتا ہے اور یہ دو قسم ہو ایک حرف تردید کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ بے حرف تردید کے ہو۔ مثال حرف تردید کے ساتھ تجاہل العارف کی۔	
مظفر الدولہ صاحب خلاص	
ہے زلف حلقہ زن خط دلبر کے اس پاس	یا زود ہا ہے فوج سکندر کے اس پاس
ہر چند یہ شخص خوب جانتا ہو کہ خط دلبر کے اس پاس زلف حلقہ زن ہو مگر اپنے آپ کو انجان قرار دے لے اور فائدہ یہاں لے لے کہ خط دلبر کو احاطہ کرنے میں مبالغہ ہے۔	
فرد	
پا زیب ز گسی ہوئے یار پاؤں میں	یا ہے جو چشم طلبکار پاؤں میں
مقصود اس تجاہل سے پا زیب کی مع میں مبالغہ ہے۔	
ناسخ	
ہو ستارہ دوزنبتا رخ ہو زلف یار میں	خال ہو خورشید میں تلی ہو یہ خسار میں

یہاں تجاہل سے غرض رخ اور خال کی تعریف میں مبالغہ ہے۔

آبرو

آنسو لٹ سید کا ہو یہ نقشائے آگے

یا کھیل رہا ہو کوئی کالا مے آگے

فائدہ تجاہل سے زلف کی سیاہی میں مبالغہ ہے۔

وقار

موشگافی تو ہست کی سنوا پر معلوم

گیسو و نین سے کمر باہین کمر پگسیو

یہاں تجاہل تحیر و تعجب کا فائدہ دیتا ہے۔

دبیر

چمکا وہ ہلال ابرو سے یوسف کا کوثر سے

یا برق جُدا ہو گئی بادل کے دھوین سے

نعیم

امیان گلاب ہے یا عطر یا کہ نازہ مشک

عجب ہی لطف کی جوہر تہ سپینے میں

ملوافہ

عارض پہ ترے زلف ہو یا سنبھل تیرے

یا ابرو سیدہ کے ادھر اور ادھر ہے

ولہ

معلوم نہیں مجھ کی تھی کیا دل بیتاب

بائے میں لٹکتا ہوا کچھ اُسکے گرجتا

مثال بغیر حُرّت زدہ کے تجاہل اِمارت کی۔

جرات

صنم کہتے ہیں تیری بھی کمر ہے

کہاں ہے کس طرف ہے اور کدھر ہے

یہاں تجاہل سے کر کے باریک ہونے میں مبالغہ منظور ہے۔

شاہ تجلی

دامن کا عکس کسے پڑا ہو کہ کچ تک

پھیلا رہا ہے سرو لب جو بُرا ہاتھ

ہر چند شاعر یعنی طور پر جانتا ہو کہ سرو لب جو بُرا معشوق کے دامن کا عکس دیکھ کر نساے ہم آغوشی میں

ہاتھ پھیلا رہا ہو مگر انجان بن کر پوچھتا ہے اور یہاں تجاہل نکتہ خیر کیلئے ہے۔

ثابت

ٹٹو لے ہیں شب وصل دست شوق نہیں

یہ گول گول ہو کیا سخت تیرے سینے میں

یہاں بھی ہی نکتہ منظور ہو۔

غالب

نصرۃ الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے
تجھ سے جوانی ارادت ہو تو کس بات سے ہو
یہاں تجاہل مخاطب کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور اپنی غایت عقیدت کو جتلائیے لیے ہے۔

جلال الدین عاشق

یہ کس کی لولہ شگاف سے پڑا ناسور سینے میں
کہ بندھنے بھی پناہ نہ ختم کا انکور سینے میں

نصیر احمد خان خاں

سودا ہے لکلی زلف پریشان کا ایسا سجا
پھرتے ہو ساری بات جو آشفقہ حال سے

مومن

لمے اکھین جھپک رہے تھے
کھابا م یہ کون جلوہ گر رات

کوابی سف علی خان ناظم

نہیں محرم ہون میں محرم کے اندر
چمکتے کیا ہیں دو شمس قمر سے

صنعت لف و نشر لف سے یہ مراد ہو کہ چند چیز کا ذکر کیا جائے اور نشر کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے
مناسبات کو بتایمیں کے بیان کریں بغیر تعین کی قید اس لیے کہ تعین کی قید تقسیم میں ہوتی ہے
اور یہ صنعت تین قسم ہے۔

ایک لف و نشر مرتب اس میں تفریق کے ساتھ ہوتی ہو اس لف و نشر کی دو صورتیں ہیں۔
الف اول ایک لف اور اس کے بعد ایک نشر بیان کریں مثلاً۔

میر محمدی بیدار

سرود گل پر نظر فری و بلبل نہ پڑے
آوے گریباغ میں وہ سرود گلستان میرا

سرود گل و چیز و نکا ذکر کیا اور پھر علی الترتیب سرود کی عادت سے فری و گل کی مناسبت بلبل کو بیان کیا

ولہ

تھے رخسار و قد و چشم کے ہیں عاشق زار
گل جڈا سرود جڈا زنگس بیا رجب دار

رخسار کے مناسب گل ہو اور قد کے مناسب سرود اور چشم کے مناسب زنگس۔

میر

مشہکت شیخ و برہمن سے میر
کعبہ و دیر سے بھی جائے گما

شیخ کے مناسب کعبہ ہو اور برہمن کے مناسب پیر ہو۔

مختصر

سحر گھر سے وہ شکار ماہ و شیعہ و گلستان نکلا
ہنساکبک اور جلا پروانہ بلبل سے فغان نکلا
ماہ کے مناسب کبک اور شمع کے مناسب پیر و اند اور گلستان کے مناسب بلبل ہو۔

نظیر

دیکھو گے رنگ بہار و سرو گل اور جو بہار
اک اور اک گر گیا اک جل گیا اک بڑ گیا

شاداب

الف و مصحف آئینہ و وزن حلقہ لام
بنی و عارض و پیشانی و ابرو و گیسو

غالب

آتش و آب و باد و خاک نے لی
وضع سوز و غم و نرم آرام
رب ایک لنت نشر بیان کرین پھر اسی لنت نشر کو لنت قرار دیکر اسکا نشر مذکور کرین اسبطحہ دو یا تین
یا زیادہ جہانکسا ہو سکے جیسے۔

امانت

چشم و گوش ہاں سے دنیا میں تا دعبے ہنوا
درگس گل کو خدائے کو رو کو پیر کیا
اول چشم و گوش کو ذکر کیا پھر چشم کی مناسبت سے زکس کو اور گوش کی رعایت سے گل کو ذکر کیا پھر چشم و
زکس کے سبب کو اور گوش و گل کی وجہ سے کر کو بیان کیا۔

ناسخ

عیان ہر موزیک فرق چھ مین یوسفین
بھلا سو نیک لگے خاک ہو تو قیر چاند کی
اول ہر موزیک کو ذکر کیا پھر ہر کی مناسبت سے معشوق کو اور راہ کی مناسبت سے یوسف کو ذکر کیا پھر ہر موزیک معشوق کی
رعایت سے سو نیک اور راہ و یوسف کی رعایت سے چاندی کو بیان کیا۔

طف

تماز فخر و مغرب یہ عاشق کی گراؤٹھ اٹھ کے
بلا میں اس رخ و گیسو کی صبح و شام لیتا ہے
اول فجر و مغرب کو ذکر کیا پھر فجر کی مناسبت سے رخ کو اور مغرب کی مناسبت سے گیسو کو بیان کیا پھر فجر و رخ کے
سبب صبح کو اور مغرب و گیسو کی وجہ سے شام کو لایا۔

یہ ہیں امانت یا کہ ہند و ترک
نیا ز کہ ہند و ترک ہین زلف و رخسار کے

اولات کو ذکر کیا پھر رات کی رعایت سے ہندو کا ذکر کیا اور دن کی رعایت سے ترک کا پھر رات اور ہندو کی مناسبت سے لطف کو ذکر کیا اور دن اور ترک کی مناسبت سے زحار کو۔

بیدار

مرد کل تھے قد و عارض نگین کے حضور | نظر قمری و بلیل سے گلستان میں گرا

دوسرے الف و نشر غیر مرتب اس میں مناسبات ہر ایک چیز کی بلا ترتیب ہم در ہم مذکور ہوئی ہیں مثال اس کی

نیاز

نہ تو کچھ بولونہ دیکھو نہ سنو مثل نیاز | دیدہ و گوش و زبان یارویہ ہر سب لاشعرا

بولنے کی مناسبت سے زبان کا ذکر اور دیکھنے کی رعایت سے دیدہ کا اور سننے کی مناسبت سے گوش کا ذکر کیا گرتے ترتیب ہے۔

نظیر

روح و جبین و فرہ تیر چشم و ابرو کو | شان و بدر و مہ و زکس و ملال لکھا
تن دل لب دندان کو مئے نگارت سے | عقیق و سیم و در و سنگ کی مثال لکھا
زقن کو چاہ و زرخدان کو گوش و گردن کو | صراحی سبب و کل و چشمہ و زلال لکھا

انیس

چھپتی تھیں بھاگی جاتی تھیں گرتے تھے خاک | قبضوئے یغین جسم سے و چین تو فیسے سر

چھپتی تھیں کے مناسب جسم سے رو چین ہے اور بھانسی تھیں کے مناسب قبضوئے یغین ہے اور گرتے تھے خاک کے مناسب تو فیسے سر ہے۔

تیسرے الف و نشر معکوس الترتیب اس میں ہر ایک چیز کی مناسبات کی ترتیب الٹی ہوئی ہے مثال اس کی یہ قول انیس کا ہے مصرع۔

واللیل و الضحیٰ رخ روشن خط سیاہ

اول واللیل کو ذکر کیا پھر الضحیٰ کو اور یہ لطف ہر بعد اسکے رخ روشن اور خط سیاہ کو ذکر کیا یہ نشر ہے واللیل کو خط سیاہ سے مناسبت ہے اور الضحیٰ کو رخ روشن سے۔

مرزا محمد دہلوی

کبھی جز لطف اٹھائے تو منہ نظر آئے | اسی امید پہ گزری ہو صبح و شام بہن

اول لطف کا ذکر ہے اور پھر منہ کا اور دوسرے مصرع میں اول صبح کا پھر شام کا زلف کو شام سے اور

چہرے کو صبح سے مناسبت ظاہر ہے۔

حسرت

باغ میں جا کر تو نے ظالم سے حق اور عارض کے
اگل اور بلبل سرور و قمری کا کام تمام کیا
اول قد اور عارض کو بیان کیا پھر قد کی مناسبت سے سر و قمری کو ذکر کیا اور عارض کی حمایت
اگل و بلبل کو لایا۔

صنعت جمع یعنی کئی چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرنا جیسے۔

شاہ کھسیٹا عشق

ترہی چین ابرو مرغیہ دل یہ عقد ہے ہن وہ جنکو کھلتے نہ کیا
چین ابرو اور غنچہ دل کو نہ کھلنے کے حکم میں جمع کیا ہے۔

شیخ کلیم السد کلیم

درازی شب ہجران وزلف یار کلیم
جمعی سے پونچھ کہ کٹی ہورات آنکھوں میں
شب ہجران اور زلف یار کے حکم میں جمع کیا ہے۔

عالم

لوئے گل نالہ سول دو دریاغ محفل
جو ترہی بزم سے نکلا سو پریشان نکلا
تینوں چیزوں کو پریشانی کے ساتھ کھلنے میں جمع کیا ہے۔

شاد

ایک ٹاک کے ٹھکانے ہن یہ دونوں عطا
مشر شب شاد میں کچھ دیر و حرم غیر نہیں
مظفر خان گرم شاگرد و ذوق

وا عطا کار و زہ اور مرا ہجر ایک ہے
ہم دونوں پوچھتے ہیں کہ دن کس قدر رہا
آتش

عشوہ و غمزدہ بزم و ناز و انداز
واسطے تیرے گدھار و نکلے جلا دہن سب
اوج

یہ گل رنگ خزان جو میں جنون فضل ہمار
چارہ نکلے لیے اس باغ میں کیا کیا دیکھا
احمد حسینی خان جو پیش

سنبھل و گل دل مشق و سیم و بلبل
ہوئے زلف ترہی نیک پریشان باچون

	حسرت	
دمن و یوسف و وہ جان جهان سا توں ایک قیس و فرادیہ مین خاک نشان سا توں ایک		حسن مین لیلی و عذرا و اباز و شیرین عشق مین و امق و محمود و وزینا و درن
	بہسمل	
	قاتل یہ ایک ایک ہو قاتل برائے دل	عشوہ کرشمہ شوخی و غمزہ ادا و ناز
	جموہر	مہ نوا برے پڑ خرم نگہ برگشتہ
	سودا	
	حکم رکھتے ہیں تے بیش کرم چارون ایک اشرافیہ و پیہ و دام و درم چارون ایک	دشمن و دوست بڑنیک املنے کے بیچ خلق سمجھے ہے کہ ہیں نزد ترخی شمشکے
	لمو لوفہ	
	ایدل خیال بلبل و پردانہ ایک ہے نزدیک اپنے کعبہ و بیتخانہ ایک ہے	وہ گل پہ بیتلا ہو یہ عاشق ہو شمع کا جب سے اٹھا دیا ہو دوئی کو نگاہ سے
	اپنی نظریں مسجد و میخانہ ایک ہے	جلوہ نظر پڑے ہو اُسی کا ہر ایک جا
صنعت تفریق یعنی ایک نوع کی دو چیزیں فرق ظاہر کریں جیسے اس شعر میں۔		
جعفر علی خان زکی		
	وصل مین وہ جان ہے یہ ہجر مین جیتی ہے	عشق مین نسبت نہیں بلبل کو پروانے کے ساتھ
	وصل مین جان ویتا ہے اور	بلبل پروانہ نوع عشق مین شریک ہیں انہیں فرق بیان کیا کہ پروانہ وصل مین جان ویتا ہے اور یہ ہجر مین بھی جیتی رہتی ہو۔
	ظفر	
	روئے مین کب ابرو چشم پر دم ایک ہی ٹوٹے ہیں	آٹو بہائے اشک خون اور پانی وہ برائے فقط
	مرزا احمد علی کوکب	
	خط گلزار جیل ہے خط رخصت جسد	آدمی کا ہے لکھا وہ خط تقدیر ہے یہ
	افشیمیم	
	فروغ پائے گا کیا روبرو عذار کے چاٹو	سیاہ دل و ہاں نیند دل غیبت تک

سحر	تری آنکھوں کی شوخی ہو کہاں چشم غزالہ نہیں	زمین و آسمان کا فرق ہو انسان و حیوان نہیں
نبی بخش حقیر	انجھ میں اور قیس میں ہر فرق حقیر	وہ عقیدہ ہے اور میں وارستہ
میر	انجھ کو مسجد ہے بجھ کو میخانہ	واعظا اپنی اپنی قسمت ہے
حسن علی	اشک کلگون کو نہیں لعل و گہرے پیوند	یہ کلمے سنگ نسبت وہ جگہ سے پیوند
خواجہ وزیر	رگ گل سے کمر ہے کچھ نازک	فرق دو لون میں اک عمر موہے
غالب	مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب	فریدون و جم و کینچر و دواراب و بہمن کو
ناسخ	مرعشاق بیان کہتے ہیں معشوقی زبان	کوے قاتل ہو جدا مصر کا بازار جدا
حکیم مرزا آغا حسن دل	فیس میں ہم میں فرق اتنا ہے	پیشوا وہ تھار ہنما میں ہسم
صفت	عاشق و معشوق کی لگی لگی میں ہر یہ فرق	شمع گھلتے بھی گھلی پر دانہ بل میں خاک تھا
آتش	کوہ محبوب میں غائے کعبہ میں شنج	بتکدے میں برہمن آتش کدے میں گہرے
عاشق اور شنج اور برہمن اور گہر عشق اور پرستش میں مشابہ ایک دوسرے کے ہیں لیکن انہیں باعتبار اس کے کہ ہر ایک کا منظور نظر علیحدہ ہے فرق ظاہر کر دیا۔		
ایسا	میں صبح کر کے اٹھو نکا مغل سے شمع و	پروانہ میں نہیں ہون کر آتے ہی جل گیا
نظیر	مری چشم تر سے ابرو باندن کو ہو کیا نسبت	کہ وہ دہریا کا پانی اور یہ خون دل ہر برسانی

حسرت		
حزنِ حقیق کا کہان اور تری بت کہان	آبِ زمزم ہے ترا شعروہ ہونا رجم	
سودا		
ایرا بر قسم ہو تجھے رو نیکی ہمارے	اپکا تری آنکھوں سے کبھی نخت جگر بھی	
آنکھ اور ابر پانی کے گرانہ میں مشابہ ایک دوسرے کے ہیں مگر انہیں باعتبار نخت جگر کے ٹپکنے کے فرق کر دیا۔		
قلق		
مثال اُس شعر کی آنکھوں سے اندھا ہی کوئی دیکھا	یہ جیوں یہ شرارت یہ نغمہ ہر چشم آہو میں	
ولہ		
ابروے جا ناہین اور کعبہ میں ظاہر ہو فرق	یہ خدا کی ہے بنا بندے کی وہ تعمیر ہے	
صنعتِ تقسیم یعنی چند چیز و مکا ذکر کرنا اس طرح کہ ہر ایک کو لگے منسوبات پر بقید تعین کے تقسیم کرنا اسین اور لف و نشر میں کمی فرق ہو کہ لف و نشر میں تعین منظم کی طرت سے نہیں ہوتی مخاطب اپنے ذہن سے ہر چیز کے مناسب کو اُس سے متعلق کر لیتا ہے اور تقسیم میں خود متکلم مناسبات بنا دیتا ہے جیسے اس بیت میں۔		
ذوق		
تیرا ہاتھی ہو فلک کا ہشان ہے خرطوم	کان دونوں مد و خور دم ہو ذنب سر لہجاس	
ذنب اس سے ہوں سیہ نخت عدد	ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں دشمن انفاس	
اول مد و خور اور ذنب اس کا ذکر کیا پھر ذنب اس کی طرف اعداد کا سیہ نخت ہونا بطور تعین کے منسوب کیا اور ماہ و خور کی طرف خیر خواہ ہونا کار و دشمن انفاس ہونا بطور تعین کے منسوب کیا۔		
ولہ		
لوٹی اکیر کی اور یارس اگر ہاتھ آوے	کبے ہمت ترے نزدیک یہ تپھر وہ گھاس	
یہاں کوئی یہ نہ خیال کرے کہ تعین نہیں کیونکہ یہ اور وہ دونوں اسم اشارہ متساوی نہیں ہیں بلکہ یہ اشارہ قریب کے لیے ہے اور وہ اشارہ بعید کیلئے ہے لہذا اشارہ الیہ یارس ہو جو اس سے قریب ہے اور وہ اکیر کی لوٹی جو ذرا دین بعید ہے		
حالی		
نفس امارہ اور دیو مرید +	یہ ہے افنی تو وہ ہے کلب عقور	
شویدہ		
سینے کے دلغ سوداں آنکھوں کے شکر حنین	اس نخل عاشقی کے وہ گل ہیں میٹھے مرہین	

صہبائی

زلف اُس مہوش کے رخ پر اک ڈخان ہو آگ پر
اور رخ اُس مہوش کا شعلہ زبرد خان
ہے یوں مہوش خان سے تیرہ بانہ روزش
اور اُس شعلے سے یوں روشن ہوا شام دشمنان
مقصود بالتمثیل اس قطعہ میں مذکور ہونا دو خان اور شعلے کا اور پھر مذکور ہونا تیرہ ہونے روز عیش کا
دو خان سے اور روشن ہونا شام دشمنان کا قطعہ سے ہے۔

دریائے لطافت

دو ہی دیوے کا مجھے صبر و سکون جس نے دیا
رخ زیا تجھے اور دیدہ گریبان مجھ کو
مورد قسمت رخ زریا اور دیدہ گریبان ہو۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسم ازل سے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بہل کو دیا نالہ تو پر واسے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو شکل نظر آیا
یہ بھی سہی قبل سے کہ ایک ایسی شے کو جو اجزا رقصی ہو ذکر کرنا اور پھر ہر ایک جز کو اسکے منسوب ہر قسم کا یہ ہے
اگر

جلا آنا ہے نہ کیا سچلا میرا قاتل ہے
دہن پان خوردہ آنکھیں سرگین رخسار پر تل ہے
سبیلے قاتل کو ذکر کر کے اسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک چیز کو منسوب کیا ہو چنانچہ پان خوردہ ہونا دہن
اسکے ساتھ منسوب کیا ہو اور سرگین ہونا آنکھوں کے ساتھ اور رخسار پر تل کا ہونا بیان کیا ہو۔

حسینی

جب لکھی حق نے زمی تصویر اپنے ہاتھ سے
ہاتھ ملتی رہا ہی تقدیر اپنے ہاتھ سے
والضیاع رخ کو لکھا والقر پشانی لکھی
زلف کو واللیل کی تغیر اپنے ہاتھ سے
وانت کو گو ہر لکھا لب لکھا آب حیات
چشم کو کوثر کیا تجریر اپنے ہاتھ سے
مشتوق کی تصویر کا لکھنا ذکر کر کے اسکے ہر ایک جز کے ساتھ ایک چیز کو منسوب کیا ہو۔
تقسیم کی دو قسمیں اور ہیں۔

ایک یہ کہ کسی شے کے احوال بیان کرین اور ہر حال کی طرف ایک ایسی چیز جو اُس حال کے مناسب ہو
مضات کرین جیسے کہیم خان مشتاق کے اس شعر میں۔

کہان انہی بلاؤں سے بچا سکتا ہو کوئی دل
قیامت قد غضب آنکھیں نگاہ جادو بلا کمال

قدور آنکھیں اور نگہ اور کامل مشوق کے حالات ہیں انہیں سے ہر ایک حال کی طرف اس کے مناسب ایک چیز کو منسوب کیا ہے چنانچہ قدر کی طرف قیامت کو منسوب کیا ہے اور آنکھوں کی طرف غضب کو نسبت کیا ہے اور نگہ کی طرف جادو کو اور کامل کی طرف بلا کو منسوب کیا ہے۔

نہر

غضب کا سامنا ہے آج ہم کو وہ نکھرتے ہیں
دھڑکی جیتی ہے مہندی ملتے ہیں گیسو سورتے ہیں
مشوق کے نکھرنیکے احوال بیان کیے ہیں دھڑکی جانا مہندی ملنا گیسو سورتا یہ سب اس کے حالات ہیں پھر
ہر ایک حال کی طرف ایک چیز کی نسبت کی ہے چنانچہ دھڑکی کی طرف جہنا منسوب کیا ہے اور مہندی کی طرف ملنا اور گیسو کی طرف سورتا

نظیر

الغیہ حضرت دل کا نہ کچھ کھلا احوال
خدا ہی جانے یہ قدرت مآب ہے کیا چیز
جو سخت ہو تو ایسا کہ کوہ آہن کا
جو نرم ہو تو برگ گلاب ہے کیا چیز
دل لہو احوال بیان کیے ہیں سختی کو اس کی کوہ آہن سے نسبت دی ہے اور نرمی کو برگ گلاب سے۔

ذوق

تیرا آوازہ دولت ہے مقام امید
تیرا ایوان عدالت ہے محل عبرت

بیان

نفس میں مین بانی کیلئے کیا کیا سنیں کرتا
ترہ پتا ہوں پھر کتا ہوں کوئی پروا نہیں کرتا

ناصر

ایک سے ایک زیادہ ہے جفا کاری میں
کج ادایار کی جنون ہے تو خود سر بلکین

حجاب

عجب جوڑے کی بندش ہے قیامت بھلا ہے
ستم چوں پری کھڑا بدن سانچے میں ٹھالا ہے

مولوی غضنفر علی صفیر

ہوا ہر زرد چہرہ خشک لب ہیں اشک فاری میں
ترے ہاتھوں یہ صوٹ ایل اندر گیند کھی
دوسری قسم یہ ہے کہ ایک شو کو ذکر کرین پھر اس کی قسمیں ایک جگہ بیان کرین جیسے۔

انشا

شادی کے شادیانے تے در پنت بھین
قرنا و طبل و بوق و دل جھلج زریو
پہلے مصرع میں شادیانے کا ذکر کیا دوسرے مصرع میں اس کے اقسام بیان کیے۔

احسان را میبوی	
تھیں جا پہنچاں اسے تیرے قابل	جگر ہے تیرے قابل گلاں شمشیر کے قابل
تیزی کی قسمیں مصرع ثانی میں مذکور ہیں۔	
حالی	
راہ کوئی اُمت کا بلجا نہ ماوا	نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا
راہ کوئی سامان نہ مجلس میں باقی	صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی
پہلے شعر کے مصرع دوم میں بلجا واداک کی قسمیں بیان میں اور دوسرے شعر کے مصرع میں سامان مجلس کی قسمیں مذکور ہیں۔	
داغ	
مجھ ساندے زلے کو بردگدار دل	آشفۃ دل فریفتہ دل بقرار دل
دوسرے مصرع میں دل کی قسمیں مذکور ہیں۔	
دلہ	
بکھر دین عجب ادا کیں اس شوخ سیم تن میں	ایک ٹیڑھ سادگی میں یک سیدہ بانگین میں
دوسرے مصرع میں ادا کی قسمیں بیان ہوئی ہیں۔	
انیس	
کٹ گئے ذوالفقار سے گرتے تھے خاک پر	پہنچوئے ہاتھ شانوائے بازو توئے سر
قبضے سے تیغ بے زرہ ہاتھ سے سپر	برجھی سے پھل کمان سے زہ زین سے تبر
کٹ گئے گرنیوالی چیزوں کی تمام قسمیں مضمون مصرعوں میں بیان کیا ہے۔	
حسن	
کس کس سے ہوئیں عہدہ برآنا تو ان عشق	حسرت سے غم سے درد سے یاد داغ یا س سے
سوز	
کو بچے میں لے لے لاکھوں پڑے ہیں	مذبح مجروح مقتول بسمل
تفسیر	
تیرے بھی منہ کی روشنی رات گئی تھو امہ سے مل	تاب سے تاب بخ سے سوز نور سے نور غل سے غل
یوسف مصرعے کہتے ہیں تیرے سب نشان	دلف سے دلف لبے لب چشمے چشمے تل سے تل
صنعت جمع و تفریق یعنی دیا زانہ چیزوں کو ایک حکم میں جمع کر کے پھر ان میں کچھ فرق ظاہر کرنا	

گو یا صنعت جمع اور صنعت تفریق کو یک جا کرنا جیسے۔

غالب

اکم نہیں جلوہ گری میں تھے کوئے نے نہشت
یہی نقشہ ہے لے اسقدر آباد نہیں
کے محبوب در نہشت کو جلوہ گر نہیں یکسان قرار دیا پھر فرق یہ نکالا کہ نہشت اسقدر آباد نہیں ہے

تالک بدیع

کیے خلق دور ادا دان مہم
نبی ہر دین بہر دنیا حکم

مہر

ترے سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو
وہاں جو بن بھر تھے یہاں چھالے ابھرنے ہیں

داغ

شوخی تم شیفتم ہم دونوں ہیں سے چین مگر
پھر ذرا صبر جو کرتے ہیں تو ہم کرتے ہیں

ناظم

منظور ہے یاں کی ثنا خوانی ایک
ہے نام و نشان میں ایک کا ثانی ایک

حسن و حسین و حسین
پانی سے مولے ایک ہے پانی ایک

حسن و حسین کو پانی کی وجہ سے مرے میں جمع کر کے یہ فرق نکالا کہ ایک پانی پانی سے اور دوسرے پانی پانی سے مرے

ذوق

نگہ کیا اور مژہ کیا ہر تودہ و نو کو بلا سمجھے
لے تیر قضا اسکو پر تیر قضا سمجھے

نگہ اور مژہ کو بلا ہونیکے حکم میں جمع کیا اور پھر یہ فرق نکالا کہ نگہ قضا کا تیرہ اور مژہ تیر قضا کا پر ہے۔

مومن

اُمیر ہر صفا سے دل میرا
کیا ہوا اگر نہیں ہے حیرانی

اولیٰ کو صفائی میں آئینے کی برابر قرار دیا اور پھر دونوں میں یہ فرق قرار دیا کہ آئینے میں حیرانی ہر اور مین حیرانی نہیں

آتش

صاف آئینہ ساز خسار ہر اس دلبر کا
یخدا کا ہے بنایا تو وہ اسکندر کا

رخسار اور آئینے کو وجہ تشبیہ یعنی صفائی میں جمع کر کے دوسرے مصرع میں فرق بتایا ہے

امیر

بختہ دوسوں سے کیا ہوتسکر احسان بہار
وہ زبان بے دہن ہو یہ دہان بے زبان

ظفر		
وہ تعمیر کئے ہاتھوں کی یہ تعمیر پسے ہاتھوں کی	دل و مسجد بنے خون گھر خدا کے فرق پر ہے	
حالی		
ہے کوئی آئین خشک اور کوئی تر	ایک ڈالی کے سب ہیں برگ و ثمر	
آتش		
گرفتار آہن میں زنجیر کا یہ وہ طلائی کا	ایلیٰ یا تیسے عاشق و معشوق دیوانہ ہیں	
صنعت جمع و تقسیم اور وہ یہ کہ کئی متعدد چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرین پھر ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ	منسوب کر دین جیسے اس مثال میں۔	
ظفر		
سوا نکو ظالمون نے کیا جا بجا شہید	یہ دو ہی نور چشم رسالت پناہ تھے	
دان نہ ہرے ہوئے حسن مجتبیٰ شہید	یاں یون حسین ابن علی پر مجھ پری جان	
دو لون و چشم مصطفیٰ کو شہادت کے حکم میں جمع کیا پھر انکی تقسیم کر دی کہ ایک حیدر انکا یہ حال ہو اور دوسرے	حسن مجتبیٰ ان کا وہ حال ہوا۔	
گویا		
وان زمین بالائے سرپاں آسمان بالاسر	ایسے حیات موت میں باز گران بالائے سر	
پہلے مصرع میں صنعت جمع ہوا اور دوسرے میں صنعت تقسیم۔		
صفد		
یہ قاتل کے آگے وہ بسمل کے پیچھے	قضا تیغ و دون اسی کی طرف ہیں	
مصرع اول میں قضا اور تیغ کو قاتل کی طرف داری کے حکم میں جمع کیا اور دوسرے مصرع میں ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ جو کیا	اور یا اسے لطافت	
تیغ رستم نے گیا افسر کند رے گیا	تیغ و افسر کا ہر تو مالک غنایت تری	
ایس		
وہ رسم ترا ہے یہ عدالت تیری	جنت انعام کر کہ دون رخ میں جلا	
جنت کا انعام کرنا اور دون رخ میں جلانے کو خدا کے اختیار میں ہونے کے حکم میں جمع کیا پھر دوسرے مصرع میں	ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کر دیا ہے۔	

صہبائی	
تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہوا فوج عالم میں	تجھے تخت خلافت پر اُسے دارِ سیاست پر
یہ بھی اسی قبل سے ہو کہ کئی چیز دلو کو اول تقسیم کرین	یہ ہر ایک کو ایک چیز کے ساتھ منسوب کرین پھر اُنکو ایک حکم میں جمع کر دین جیسے۔
نامہ	
اُس سے ملنے ہیں حلاوت نہت ہے اس کا	کیون نہ میں سمجھوں برابر بوسہ و شام کو
اول بوسہ کی طرف حلاوت کو منسوب کیا اور دشنام کی طرف کام کو پھر دلو کو برابر سمجھنے کے حکم میں جمع کیا۔	
ولہ	
روشن ہوا سمن تاہن یا تو اس میں داغ	کیا کہ شب فراق ہے زلف سیاہ سے
سینچ ادا علی ادا و خیر آبادی	
وہاں سینہ پہ وہ ابھرے یہاں ملین یہ ابھرتے ہیں	ہات داغ ملتے ہیں تھکتے اُٹھتے جو بن سے
سیکھن زہار	
نعمتی لیخا مبتلا یوسف کی دریلی کا قیس	یہ عجب مظہر ہو جسکے مبتلا ہوں مرد و زن
ذوق	
کبھی افسوس ہے انا کبھی رونا آتا +	دل بیمار کے ہیں دوہی عیادت دالے
میب	
اک رہا مرگا کی صف میں ایک کے کڑے ہو	دل جگر جو تیرے دونوں اپنے غمخوار و غمخیز تھے
مومن	
دوست کہتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ	کیا قیامت ہو مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں
ایسے	
جان پر صدمہ جگر میں درد دل کا حال زار	گھر کا گھر یا کس کس کے پرستار و غمخیز ہیں
صنعتِ جمع و تفریق و تقسیم یعنی کئی چیز دلو کو ایک حکم میں جمع کرین پھر انہیں تباہ فرق ظاہر کیا جائے پھر ہر ایک کی طرف ایک چیز کو منسوب کرین اور ان کمینوں یا تو نکالیں یا جمع کرنا صوبت سے خالی نہیں مثال اسکی یہ ہو۔	
غلام محی الدین مولف تقویم زبان اردو	
سب سخی ہیں برودر یا اور وہ عالی جناب	پائین فیض الہیے نباتات در خواص و گدا

پر کرے ہونا اور باریق وقت فیض	بالب خندان وہ نختے لعل کو دہرائے
اولا برودنا اور مروج کو سنیات میں جمع کیا بعد ازان سنیات میں تفریق کردی پھر تقسیم کے منویات کو بیان کیا۔	
شباب	
صوت پار و دل زار ہین دونوں تاہان	اتش عشق سے یہ جس سے وہ ہو روشن
روشنی اس کی تو ہو نچاتی ہے رحمت ال کو	اور اس آگ سے باتا ہے جلا اپنا بدن
شعرا دل کے مصرع اول میں صفت جمع ہو اور دوسرے شعر میں صفت تقسیم ہے	
انیس	
ایٹھا اُدھر سے جو وہ اجل کا شکار تھا	پیدل ہویا سوار ہویہ دو وہ چار تھا
پہلے مصرع میں اجل کا شکار ہونیکے حکو میں ہر ایک ٹکٹے ولے کو جمع کیا ہو پھر ان ٹکٹے والوں میں پیدل و سوار ہونیکے	
بابت تفریق کی ہو پھر ان دونوں کو یوں تقسیم کیا کہ پیدل کے دو ٹکٹے ہو جائے تھے اور سوار کے چار۔	
صنعت مجموعہ اس طرح ہے کہ ایک شعر کی کوئی صفت بیان کرین اور پھر اس صفت کو باطل کر کے	
دوسری صفت پر کہ اگلی سے بہتر ہو رجوع کرین لسی فائدے اور نکتے کی غرض سے مثال اسکی۔	
سودا	
جست یہ صورت سیرت امت حق لے کی ہو	مجاہد کہے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی +
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد	جو اسکو پھر کمون تو ہون میں مرد و سلا مانی
اگر صراط فہم ناقص لے گیا جھکونہ یہ سمجھا	کہ وہ مہر لونیت ہو یہ ہر ماہ کنعانی
اول مروج کو جو جس صورت و سیرت کے یوسف ثانی کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے یوسف پر مروج کی	
فوقیت بات کی اور تصور رجوع سے یہاں ترقی مع میں ہے۔	
انیس	
اخترت بھی برو میں بہترین اشک	المدہ مشتری وہ گوہر ہین اشک
آنکھوں نے لگا کے انکو کہتے ہین ملک	گوہر زمین نور چشم کو تر ہین اشک
اول اشکوں کو گوہر کہا پھر اس قول سے رجوع کر کے نور چشم کو تر قرار دیا اور غرض چوئے یہاں اشکوں کی مع میں ترقی ہے	
عبرت	
کہوں کیا جس گھڑی وہ درۃ الناج	کرے زلفون میں اپنی مشائے علاج
انہما بان شائد زلف گرہ گیسر	ہے امیض فیصل کے و انہو نہیں زنجیر

غلط امین نے یہ دسی ساتھ اسکے تمثیل	کجا زنجیر و دندان و کجا فیصل
سیہ نہ لغو نمین اُس کی شانہ عجاج	روان مانند مہتاب شب دلج
باقی نہ تھا دم خوف سے تیغین یہ کھٹی تیغین	تیغین نہ کہو بنضین نیاموئی چھٹی تیغین
فائدہ رجوع کا یہاں خوف میں ترقی ہے۔	
روان احمد رفت	
وہ آنکھیں کہ آہو پہ جادو چلا میں	نہ آہو پہ جادو پہ جادو چلا میں
غرض رجوع سے یہاں تریج چشم معشوق کی آہو پر ہے۔	
نظر بھر جسے دیکھا ہو کے وحشی وہ گلاب کو	بجا ہر گرگون آہو میں اسکی چشم چرف کو
خطا عین ہر حیوان مطلق سے جو نسبت میں	اکل ز گس کون تازہ کروں معنی کے گلشن کو
مومن	
خنجر تھا اگلی یا زبان سختی +	خنجر سے زیادہ تر روان سختی
یاد محمد خان شوکت	
زمین مثل شہر ت از جو شش خمین	غلط بلکہ گلنار سے بھی فزون
صنعت حسن التفصیل یعنی ایک چیز کو کسی چیز کی صفت کیلئے علت ٹھہرا نا اور دراصل وہ اسکی علت نہوا اور	وہ صفت معلول میں خواہ فی نفسہ ثابت ہو یا نہ ہو اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت ہوتی ہو تو وہاں اس صفت کے واسطے
نقطا علت کا ثابت کرنا مقصود نہوتا ہوا اگر وہ صفت فی نفسہ ثابت نہیں ہوتی تو وہاں علت کے بیان سے اُس صفت کا	ثابت کرنا مقصود نہوتا ہوا اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت ہو اور اُس کے واسطے علت کا ثابت کرنا مقصود نہوتا ہوا
ایک یہ کہ سو اُس علت ٹھہرائی ہوئی کے اُس صفت کے واسطے کوئی اور علت بھی ظاہر ہو دے کہ سو اُس کے کوئی اور علت	ظاہر نہوا اور جو صفت کہ فی نفسہ ثابت نہیں اور علت کے بیان کر نیسے اُس صفت کا ثابت کرنا مقصود نہوتا ہے
وہ بھی دو طرح ہے ایک یہ کہ اُس صفت کا موجود ہونا ممکن ہو دوسرے یہ کہ محال ہو پس اس صفت کی چار تین میں	اور اُس کے لطائف میں سے یہ ہر کہ تشبیہ اور استعارے کے ذریعہ سے حاصل ہو۔
(۱) وہ صفت ثابت ہو اور علت نہ کہو رہ کے سوا اور علت بھی ظاہر نہو مثال کی۔	
یہی سب جو کھسی سپاہ حسد امین بات کی	انہی ساحل سے ریشمی کھنیں موجیں فزات کی

ساحل سے موج نکلتا تھا اس بات کی علت بتایا کہ ہر ایمان حضرت حسینؑ کی تشنگی کی وجہ سے بیتاب تھیں اور یہاں دوسری علت بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہوا لگنے سے موجیں بانی میں پیدا ہو کر کنارے مگرتی ہیں۔

ولہ

اُدسے ہوا فزات کی موج کو اضطراب اور آب میں سر و کو چھیلنے لگے حباب

موج کے اضطراب اور حباب کے سر چھیلنے کی علت ڈر اور خوف کو قرار دیا ہے لیکن موج کے اضطراب اور حباب کے پانی میں مضر صابائی علت اور بھی ہے اور وہ ہوا لگنا ہے ہوا کے جھکوں سے موج کو حرکت ہوتی ہے اور ہوا کی ضرب در موجوں کی حرکت حباب بھی ٹٹ جاتا ہے مگر شاعر نے اپنی طرک موج کی حرکت کو خوف کی وجہ سے اضطراب قرار دیا ہے اور حباب جو ٹٹ جاتا ہے تو اُسی کی علت قہر دی ہے کہ وہ ڈر کی وجہ سے پانی میں ٹٹ چھپتا ہے۔

ولہ

ہر غول میں علم سے علم جھٹکتے لڑ گیا جو رہ گیا نشان وہ خجالت سے گڑ گیا

شاعر نے نشائے زین میں گڑ جانے کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ خجالت سے ایسا ہو گیا تھا اور اُس کے لیے دوسری علت بھی موجود ہے کہ سپاہی علم کو کھڑا کھنکھنے کے لیے کاڑھتے ہیں۔
انیس علی اکبر کی تلوار کی تعریف میں کہتے ہیں۔

دریا نہ تھمتا خوف سے امن حق تاب کے لیکن پے تھے پانوں میں چھالے حباب کے

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ دریا اُس تلوار کے خوف سے بھاگ جاتا اگر اس لیے نہ بھاگ سکا کہ اُس کے پانوں میں چھالے پڑ گئے تھے بسباب کو شاعر نے دریا کے چھالے فرض کر کے اُس کے نہ بھاگ سکنے کی علت قرار دیا ہے حالانکہ اس کی علت حقیقی دوسری ہے اور وہ یہ ہے کہ دریا چاروں طرف اونچی زمین سے گھرا ہوا ہے اس لیے اپنا مقام نہیں چھو سکتا۔

بیم حزن

نہ لے جب تلک شمع پر نہ انگلی اگر آپ سے اُسے وہ آگ سے اگر احیا تا اس کے جلیں بال و پو
پتیلے کے پر کو نہ چھیسے ٹرے کبھی تو فانوس میں شمع چھیتی بھرے تو گلے کے شمع کا کاٹ سہا

شمع کے فانوس میں چھپنے اور گلے کے شمع کا سرکھنے کی شاعر نے جو وجہ بیان کی ہے اُس کے سوا دوسری وجہ جو حقیقی اور اصلی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔

ناسخ

کیون نہین ہو تلک غم عاشق جانماز کا دیکھ رہتی ہے بروسے لاشہ پروانہ شمع

گھسی ہوئی چربی کے ٹپکنے کا استعارہ رونیکے ساتھ کیا ہوا اور یہ صفت شمع میں ثابت ہوا اور علت اس کی حرارت ہوا اور شاعر نے علت اسکی یہ ٹھہرائی ہو کہ پردانیکے غم میں شمع روتی ہے۔

ولہ

وہ سہی قد شانہ ہوا تا ہے اسکی چوب کا | اسلے رکھتی ہو الفت فاخستہ شمشاد سے
ظاہر ہو کہ فاخستہ کی الفت شمشاد سے بسبب شمع کے قرار دی گئی ہو اور شاعر نے اسکے لیے ایک در علت کا ادا کیا ہو۔

اناشق کو رنج ہو تو ہو معشوق کو بھی رنج | ولہ | یوسف گرا کنوین میں زینجا کی چاہ سے
حضرت یوسف کے کنوین میں گرنے کی علت نے بھائیوں کا حسد سے ڈال دینا ہوا اور شاعر نے اس طرح عمل کیا ہو کہ وہ زینجا کے عشق میں گرے تھے۔

مولوی حبیب الرحمن خان بیدل

رہتا ہو سبب پوش سدا خانہ کعبہ | اس غم میں کہ تھا پہلے جلو خانہ کسید کا
خانہ کعبہ کا سیاہ پوش رہنا بسبب سیاہ غلاف کے ہوا اور شاعر نے اسکی علت اور بیان کی ہو۔

میر جواد علی ہادی

ابچھ آج شکستہ ہو بہت رنگ رخ گل | صیاد نے کس بلبل شید کو ستایا
رنگ گل کا شکستہ ہونا صفت ثابت ہے اور علت اسکی گل کا مرجھا نا ہوا اور شاعر نے یہ علت بیان کی کہ بلبل شید کے غم میں گل کا رنگ شکستہ ہوا ہے۔

جوہر

دل شکنے میں جو کہینچے تھے یہ نغز پر ہوئی | خوب مویان سے بانہ لگے کسکر گیسو +
گیسوؤں کو مویان سے کسکر ماند صفت ثابت ہے اور علت اسکی معشوق کی آرائش اور تزئین ہے
اگر شاعر نے اسکے لیے دوسری علت کا ادا کیا ہے۔

(۲) وہ صفت ثابت ہوا اور جو صفت شاعر نے ٹھہرائی ہو اسکے سو کوئی دوسری علت ظاہر نہ ہو ویسے اس شعر میں +

میر عبدالحی

گل زمین سے جو نکلتے ہیں برنگ شعلہ | کون جان سوختہ جلتا ہے نہ خاک ہنوز

گل کا زمین سے یعنی درخت کے زمین سے برنگ شعلہ رخ نکلتا فی نفسہ ثابت ہو لیکن علت اسکی شاعر نے بیان کی کہ کوئی جان سوختہ نہ خاک جل ہوا حالانکہ یہ علت محض شاعر کے خیال پر مبنی ہو اور کوئی دوسری علت بھی سجھانا نہیں

اگلا ہو لالہ خاک کے نیچے سے سُرخ سُرخ | بیان | رنگین ہوا شہید دیکھنے خون میں نہانہ

مومن

خمیدہ کیلئے نوا آسمان بنے تھے بھنا

نہ تھا ازل سے جو نظر تریا پوس

آسمان کا خمیدہ ہونا صفت ثابت ہو اور علت اس کے خمیدہ ہونے کی بظاہر معلوم نہیں اور شاعر نے اس خمیدگی کی یہ علت ٹھہرائی ہو کہ ممدوح کی پالوسی کیلئے خمیدہ بنے ہیں۔

قلندر

رنج و غم اہل ہنر سا تھ لگے پھرنے میں

دامن گل کو نہیں ہاتھ سے کاٹنے فرغ

گل کے ساتھ کاٹنے کا ہونا صفت ثابت ہو اور علت اس کی بظاہر معلوم نہیں لیکن شاعر نے گل کو اہل ہنر سے تشبیہ دیکر یہ علت بیان کی کہ جس طرح اہل ہنر کو رنج و غم سے چھکارا نہیں اس طرح گل کو کاٹنے سے جو اس کے لیے رنج و غم کا موجب بن فرغ نہیں

خمیدہ فلک دیدہ مہر و مہ سے

رسا جہان میں تھاری کر ڈھونڈھتا ہے

اس شاعر نے فلک کے خمیدہ ہونے کی یہ علت بیان کی ہے کہ وہ میرے معشوق کی کر ڈھونڈھنے کیلئے جھکا ہے۔

(۳) وہ صفت ثابت نہواں موجود ہونا اس صفت کا ممکن ہو جیسے۔

مومن

اُس نقش پائے سجدے کیا کیا کیا اہل

میں کو چہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

معشوق کے نقش پا کو سجدہ کرنا اس کی تعظیم ہو اور ظاہر و متعارف ہو کہ کسی معقد فیہ کی تعظیم سے ذلیل نہیں تعظیم سے ذلیل ہونا ایک صفت کہ فی نفسہ ثابت نہیں لیکن محال بھی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ وہ امر کسی کے حق میں موجب کت ہو جائے چونکہ یہ امر غیر ثابت تھا اس واسطے مصرع ثانی میں اس کی علت بیان کی یعنی معشوق کو چہ رقیب میں تھا اور جب عاشق نے اس جگہ نقش پاے معشوق کو سجدہ کیا تو رقیب کے کوپے میں سر کے بل جانا واقع ہوا اور ایسے مقام میں اس طرح کا امر ظہور میں آنا ننگ کا موجب ہے۔

برق

سر پہ اعلیٰ کے بلا آئی تو ادنے بڑھ گیا

دھوپ جب بڑھنے لگی قاصحے سایا بڑھ گیا

اونے کا بڑھنا صفت غیر ثابت کیونکہ متعارف یہ ہے کہ اعلیٰ درجے والی نور خزاں وارہ ہوا تو ادنیٰ بدرجہ اولیٰ خراب ہو جائیں جس چیز کی اعلیٰ زد نہیں اٹھا سکتے اونے کا بڑھنا سیکھتے لیکن یہ امر ممکن ہو اور اس کی علت دوسرے مصرع میں بیان کی ہو اور وہ یہ ہے کہ جب ان ڈھلنے لگتا ہے تو سایہ قاصحے سے بڑھ جاتا ہے اور قاصحے کے مقابلے میں سایہ ایک ادنے چیز ہے

سودا	
جفل دہرے سنگدل کو نازک دل	بے ہوشیشہ ہما نہیں گداڑ ہو خارا
جفل دہرے سخت مزاج آدمی کا نرم مزاج ہو جانا صفت غیر ثابت ہو کیونکہ متعارف یہ ہو کہ آدمی پر جس قدر سختی پڑتی ہو اتنا ہی سخت ہوتا جاتا ہو لیکن یہ بات ممکن ہو اور اسکی علت مصرع دوم میں بیان کی ہے یعنی پتھر کو کلا کر شیشہ تیار کیا جاتا ہو پس جفل دہرے سنگدل کا نازک دل ہونا ثابت ہو گیا۔	
ناسخ	
مرتبہ کم حرص لغت سے ہمارا ہو گیا	آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا
دفع کی حرص سے مرتبہ کا کم ہونا صفت غیر ثابت کیونکہ متبادر یہ ہو کہ دفع کی حرص کرنے سے افزونی ہو لیکن یہ امر ممکن ہو اور اسکی علت مصرع ثانی میں مذکور ہو یعنی جب آفتاب اپنی حد سے اور زیادہ اونچا ہو جائے تو البتہ بہت چھوٹا معلوم ہونے لگے گا پس حرص لغت سے مرتبہ کا کم ہونا ثابت ہو گیا۔	
ولہ	
کرتے ہیں سالک تقی سے تنزل اختیار	جبکہ منزل پر سوار آیا پیادہ ہو گیا
حیدر حسن تصور	
انصور گرم جوشی یار کی مجھ کو ولہ رنگی	بہت گرمی کا ہونا منہ پر سننے کی علامت ہے
(۳) وہ صفت ثابت نہوا اور موجود ہونا اُس کا محال ہو جیسے اس شعر میں۔	
ناسخ	
لمتا ہی نہیں ہجر کا دن لہا ہی آری صوب	خورشید قیامت نے مے گھر میں جڑی صوب
ہجر کے دن کا نہ لمتا محال ہو کیونکہ زمین یا سوچ کی گردش کی وجہ سے ایک حالت پر وقت رہ ہی نہیں سکتا اگر پچھلے مصرع میں جو علت بیان کی وہ اس بات کو ثابت کرتی ہو۔	
شعوی	
پھر تائے ہر چار پر مضطر آفتاب	روشن ہو یہ کہ محو ہوا چھپر آفتاب
آفتاب کا محو ہونا صفت غیر ثابت ممتنع ہو اور اسکے چار پر گردش کر نیو جویت کی علت قرار دے کر اس بات کو ثابت کیا ہے۔	
افضل	
قاتل خلق ہو کیونکہ نہ ترا ہر گیسو +	حسن شمشیر ہے شمشیر کے جو ہر گیسو

گیسو کا قاتل ہونا صفت ہو غیر ثابت اور منتفع ہو اور اس کے اثبات و امکان کے لیے اسکی علت یہ قرار دی کہ حسن شمشیر ہے اور گیسو شمشیر کا جوہر ہے۔

سودا

انور پستی ہو مری باعث آمرزش خلق
توبہ صد قوم نے کی ہو مری منجوار سی
کسی کی ہو پستی کا خلق کی بخشش کا باعث ہونا ایک صفت غیر ثابت اور محال ہو مگر شاعر نے دوسرے مصرع میں جو علت بیان کی اسے اس صفت کو ثابت کر دیا ہے۔

امیر

وقت رفتار ہو زرد ریز مجب فیض قدم
نقش پارہ تین بنجاتے ہیں دینار و درم
کسی کی رفتار میں زرد ریزی ہونا ایک صفت غیر ثابت و منتفع ہو مگر مصرع ثانی میں جو نقش پاکا دینار و درم بنجانا بیان کیا ہو اس علت سے رفتار میں زرد ریزی کا ثبوت ہوتا ہے۔

میر

شہر میں کس منہ سے آئے سائے تھمے کہ شہر
مھا یونے بھرا ہوا ہوا سارا چہرہ ماہ کال
چاند کا معشوق سے شہر اگر سامنے نہ آنا وقت غیر ثابت و منتفع ہو اور اس کے اثبات و امکان کے لیے چاند کے داغوں کو جھانپان مانکر اسکی علت قرار دیا ہے۔

معنی

ابو علی کا حکم نافذ نہ فلک تھا تو یہ کیوں
بکہ غروب آیا بکھل آفتاب اٹھا
حضرت علی کا حکم فلک پہ نافذ ہونا صفت غیر ثابت و منتفع ہو مگر وہ علت کہ مصرع ثانی میں مذکور ہوئی اس صفت کو ثابت کرتی ہے۔

امیر

اتھکو زابہ نہیں شراب حرام
بیسرے دن میر آئی ہے
اور حسن التعلیل سے طبعی ہو یہ امر بھی کہ کلام میں علت بطور شک کے نہ گور ہو چونکہ اس میں علت مشکوک طور پر ہوتی ہو اور حسن التعلیل میں اسکا ادا ہوتا ہو اور علت کو علت حقیقی ٹھہرانے میں اصرار ہو تب اس لیے یہ قسم اخیر حسن التعلیل میں داخل نہیں ہر صورت مثال اسکی یہ ہے۔

آتش

آیا کسی بلغم میں ہو کج پڑی سوتی صبح
کیون مرے سامنے کبخت نہیں ہوئی صبح

صُبْحِکے سامنے منہ نہیں کی علت اُسکا سونا بطور شک کے بیان کیا ہو۔

ناسخ

سُسنان مثل وادی غربت ہے کائناتو شاید کہ ناسخ آج وطن سے بکھل گیا

غلام مصطفیٰ تحیر

فکر اطفال کو ہر سنگ اٹھا لائیکو آمد آمد ہوئی شاید تہ دیوانیکی

قدرت اللہ قدرت

کچھ دیر ہوئی شک نہیں کٹھن سے کرتے شاید تہ مڑگان کوئی تخت جگر آیا

گویا

قلم میں لپٹے ہو بالیدرگی سے وقت قلم ہر ایک سطر مگر شلخ عشق پہچان ہے

صنعت مشاکلہ وہ یہ ہو کہ دو چیزیں ذکر کریں اور ان دونوں کو ایک جگہ نہ گور ہونے کی مناسبت سے ایک ہی لفظ سے تعبیر کریں اگر کوئی ایسے کہ صنعت مشاکلہ کو صنائع لفظی میں اخل کرنا چاہے یہ کیونکہ اسکا تعلق لفظ سے ہو تو ہم اسکا جواب یہ دینگے کہ مشاکلہ میں ایک معنی کو ایک ایسے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہو جو اُس سے غیر ہوتا ہو اگرچہ اُس معنی کے لفظ کو بدلنا جاتا ہو مگر یہ امر تابع ہے جیسے

ناسخ

خط مجھے لشکر سے بھیجا یا رنے فوج غم پر کج دل میسرود ہے

لشکر کی مناسبت سے غم کو بھی فوج کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

واجد علی شاہ

لگا کر کبھی پان لاتی تھی وہ محبت کا بیڑا اٹھاتی تھی وہ

محبت کے اقرار اور وعدت کو پان کی مناسبت سے بیڑے کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہو۔

میر

کئی دن میں ہندو زن کئے لگی لیے پانی اس راہ جانے لگی

گھما جہن ہوئیں ہمدرد آشنا محبت کا دونوں نے پانی بھرا

پانی کے ذکر کی مناسبت سے محبت کو نیکو پانی بھرنے سے تعبیر کیا ہے۔

دلہ

میں وہ روئے والا جہاں سے چلا ہوں جسے اب ہر سال روتا رہے گا

ابر کے برتنے کو دینکے ساتھ تعبیر کیا ہو اسلئے کہ رہنے والے کے ساتھ اسکا مذکور ہوا ہے۔

روشن

اسکی آنکھوں سے بھلا کرتی ہو کیا چشم بھی
جا کے بڑے کہین زکس بیمار آنکھیں
آنکھوں کی مناسبت سے برابری کرنیکو چشمی کریتے تعبیر کیا ہے۔

الشا

نقصیت کا ٹوٹا ہر گھڑی کیون بننا پسے
بڑا دانا جو ہو جاتی میں کیا چھوٹو کو دل ڈالے
چکی اور دانے کی مناسبت سے نقصیت کرنیکو پسینے سے تعبیر کیا ہے۔

نسیت

ایا کہوں احباب کی آہن دلی
فولاد کی زنجیر کی مناسبت سے بے مہری گاہن دلی کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

نسیم

مین جانے جلی تو غم نہیں ہاے
ڈرے کہ نہ تجھ پہ آج آجائے
جملے کی مناسبت سے صدمہ پہونچنے کو آج آجائے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

یاس

زانے یاس کہان اور سر دلدار کہان
ہفتشین بات وہ کہ جسکا ہو کچھ بھی سربازوں
زانہ اور سر کی مناسبت سے بات میں کچھ سچ ہونیکو سربازوں نے تعبیر کیا ہے۔

صنعت مزاج یعنی دو معنی شرط و جزا میں ایسے واق ہوں کہ جو اہل پہلے معنی پر مرتب ہو
یہی دوسرے پر بھی مثال اسکی۔

وارغ

وہ جو بولین تو بات جاتی ہے
چپ رہو نہیں تو رات جاتی ہے

بولنا اور چپ رہنا دو معنی ہیں اور ان دونوں پر کسی شے کا جانا مرتب ہوا ہو یعنی اول پر بات کا
اور دوسرے پر رات کا۔

رنگین

آہ کیجئے تو آن جاتی ہے
ور نہ کیجئے تو جان جاتی ہے

آہ کا کرنا اور نہ کرنا دو معنی ہیں اور ان دونوں پر کسی شے کا جانا مرتب ہوا ہے یعنی اول پر آن کا

اور دوسری پر جان کا

محمد حسین تھلی

جہالت تھی دراز ملاقات کم ہوئی

منے کے دن جو آئے تو پھر رات کم ہوئی

رات کا دراز ہونا اور منے کے دنوں کا آنا دو معنی ہیں اور ان دونوں پر کسی شے کا کم ہونا مترتب ہے
یعنی اول پر ملاقات کا کم ہونا اور دوسری پر رات کا کم ہونا

میمہ

اچھٹا ہے اگر چہ کار ہوں مجھے عتاب آئے
وگر قصہ کہوں ل کا تو سنتے اسکو خواب آدے
چہکار رہنا اور دل کا قصہ کہنا دو معنی ہیں اور ان دونوں پر کسی شے کا آنا مترتب ہوا ہے یعنی اول پر
عتاب کا آنا اور دوسرے پر خواب کا آنا۔

ظفر

روئے جود لکھو لکھ کرٹے جگر ہونے لگا
اور اگر رونے کو روکا در دسرو ہونے لگا
صنعت عکس یعنی کلام کے بعض اجزاء کو مقدم و موخر کر کے دوسرا فقرہ یا مصرع وغیرہ بنائیں اور
وہ معنی دیتے چلے جائیں یعنی عکس کو محسنات معنویہ میں ایسے شمار کیا ہو کہ اس میں اول عکس معنی کا اور اسکی
تبدیل ہو کچھ لفظ میں تبدیل کا واقع ہونا اسکا اتباع سے ہر خلاف رد البحر علی الصدر کے کہ اس میں دو لفظ
وار کے ملتے ہیں جن میں سے ایک کلام کے اول میں ہوتا ہو اور دوسرا کلام کے آخر میں صنعت عکس کہی
دو لفظوں میں آدا ہو جاتی ہے کبھی دو فقرہ میں اور کبھی ایک بیت میں۔
مثال دو لفظ کی۔

غالب

دو خورشک نے کاٹھانے کا کیا رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در و در و دیوار

نصرت

جیون کو دشت دشت کو جیون بنائیں یہ
پستی کو اوج اوج کو پستی بنائیں یہ
گردون کو ارض ارض کو گردون بنائیں یہ
ہستی کو نیست نیست کو ہستی بنائیں یہ

شایان

درختوں کی باہم ہوئی حرب ضرب
لڑے خوب باہم ہوئی ضرب حرب
باقی ساتی جو بچھ ہوئے لے
ساتی باقی شراب دیدے

انیس

استادہ آب میں یہ روانی خدا کی شان
پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شان
مثال دو فقرہ کی۔

نعیم

کس طرح تجھے پاؤں اب ہمکو بنا ظالم
یان کہتے ہیں وان ہوگا وان کہتے ہیں یان ہوگا

ناسخ

وہ خدا کا دوست ہے اور دوست ہے خدا کا
کیون نہ تو ناسخ محبت حیدر کرار کی

امیر مینائی

گلا گٹوا فرسے لیکے پھر ایل کہان دین
کبھی گردن ہو خنجر کبھی خنجر ہو گردن پر

ولہ

دونوں بیتاب ہیں حضرت کی نیاز کی لیے
دل کو سمجھتا ہوں میں دل مجھے سمجھتا ہے

دیر

قابل میں سخن کے ہوں سخن میرے ہو قابل
لیکن سخن شہرہ فکن میرے ہے قابل

جرات

تو ہوج پر تو ماہ سان کہوں اضطراب میں کھالیا
کبھی اپرتھا کبھی وار تھا کبھی اتر تھا کبھی اچھا

صبا

صبا ہے اُس کا ہے موجود وہ اُس کا موجود ہے
بشر ہے غم کے لیے اور غم بشر کے لیے
مثال پوری بیت کی۔

ظفر

یہی اک الم ہے یہی اک الم ہے
مری چشم غم ہو اسی رخ و غم میں
اسی رخ و غم میں مری چشم غم ہے
خفا کیون ظنم ہر نہیں بھید کھلتا
نہیں بھید کھلتا خفا کیون ظنم ہے

سارہی غزل اسی صنعت میں ہے۔

منشی

ہوا پہلوان عاشقِ دلستان
ہوئی دلستان عاشقِ پہلوان

	ذوق	
بے شکایت نہیں اور ذوق محبت کے نہ		بے محبت نہیں اور ذوق شکایت کے نہ
	میر حسن	
یہ گھر گو کہ میرا ہے پتر انہیں		پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں
	مودا	
شفا کو بر طرف اس طرح سے کہ نہ چل		اجل کو بر طرف اس طرح سے کہ نہ شفا
اور اسی صفت کے قبیل سے ہو یہ امر بھی کہ ایک بیت کو تقدیم و تاخیر الفاظ سے کئی وزن پر کر لیں جیسے یہ مصرع۔		
بتاؤ مکے جانی ہے کیوں خفا مجھے		
اسکی نقطہ یون ہر فعلوں مفاعیلن مفعولن مفاعیلن۔ وزن دو سراع		
جانی بتاؤ مکے مجھے ہوے کیوں خفا		
مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن یہ بحر بسیط شمن سالم ہے۔ وزن تیس سراع		
مرے بتاؤ جانی خفا کیوں ہوے مجھے		
تقطیع مفاعیلن مفعولن مفاعیلن مفعولن یہ وزن بحر بسیط شمن مزاحف ہے۔ وزن چوتھ سراع		
جانی بتاؤ مکے مجھے ہوے کیوں خفا		
تقطیع مشتعلن فاعلن مشتعلن فاعلن۔ وزن پانچواں سراع		
جانی مکے بتاؤ مجھے خفا ہوے کیوں		
مفعول فاعل لاتن مفعول فاعل لیان۔ دریائے لطافت میں اس صنعت کو صنائع لفظی میں لکھا ہے۔ صنعت القول بالمرجوب یہاں موجب جیم کے کسر اور فتح و دونوں طرح سے جائز ہو مراد اس سے یہ ہے کہ کسی شخص کے کلام میں کوئی لفظ واقع ہو تو اس لفظ کے معنی کو خلاف مراد اس کے لئے والے کے محمول کریں۔ لطیفہ ایک امیر کی دولت سرا میں محفل تھیں سرود گرم تھی اور ایک ندی خوش الحانی میں غیرت ناہید سُن ہو تینوں شک نور شد زینا طبعیت مجھوں صفت اپنے نالچ کی چمکے مک دکھا رہی تھی ہر ایک ساز اس اصول قانون کے ساتھ مزج رہا تھا کہ صوفیان صافی مذاق بخود ہو کر و جد میں آئے تھے و فور نہایت اور حصول ذوق و شوق میں سرور و جنس گویا اضطرابی ہو گئی تھی سارے گونگی آواز خوش انداز پر عاشق زار دل افکار دست دشت سے اپنا گریبان تابدا ان تار تار کرے تھے اور طبلے کی تھاپ پر داکین بائیں کے لوگ عالم حرم تین		

بیٹھے تھے حالتِ قص میں اُس ماہر و کا کبھی آگے بڑھنا اور کبھی پیچھے ہٹنا اور ہاتھ دھڑکنا اور یکسر پھری
اور سٹ کر بیٹھ جانا دل پہ عشاق کو نہ دہلا کر تاجِ انفا کا ایک جوان پری پکیر نہ با شمل شیریں خصال
اُس محفل میں ناز و انداز سے جوجھ بٹھے بیٹھا ہوا تھا اس مغنیہ کا دل اُس سیم جمال پر پروانے کی مانند
قربان ہوا اور ذرے کی طرح اُس خورشید آسمان خوبی پر دل و جان سے فریفتہ ہوئی بار بار اُس کے
سنتھ کو کنتی اور لاکھ جی سے اُس پر فدا ہو کر کسکے خط و خال کا تماشا دیکھتی اہل مجلس میں ایک شخص نے مل دیکھا
صاف تاڑ گیا اور چرب زبانی سے بولا کہ بی بی آج کی تو آنکھ لگ گئی دو مسکرا کر بولی کیا کچھ صاحب
نہیں آئی ہو اُس شخص کی مراد آنکھ لگ گئی کتنے سے یہ تھی کہ تم عاشق ہو لیکن مگر منیہ نے انصاف
حال کے واسطے اس بات کو خواب کی طرف لیجا کر اُسے مناسب جواب دیا کہ نہیں آئی ہے مثالِ ظلم کی۔

دلغ

آنکھ لگتی ہو تو کہتے ہیں کہ نہیں آتی ہے | آنکھ اپنی جو لگی جین نہیں خواب نہیں |

لوگوں کی مراد آنکھ لگنے سے نہیں آنا ہوتی ہو اور قائل نے آنکھ لگنے کے معنی عاشق ہونا لیے ہیں۔

نعیم

کہتے ہیں مرگ کو وصالِ نعیم | نہوا و صل ہمنے مردِ کھس |

قائل نے وصال سے معشوق کی ملاقات مراد رکھی ہو اور لوگ حق سے واصل ہونا مراد رکھتے ہیں۔

دلہ

جب کہا اُن سے کہ مرنے ہوں تو ہنس کر بولے | منہ تو دیکھو یہ بٹ لے ہیں مرے دلے |

عاشق کی مراد مرے یہ تھی کہ میں ہاں سے جاتا ہوں اور معشوق نے مرے مرے مراد عاشق ہونا رکھا ہے۔

چراغ

وہ نہ آئے تو یہ ہو جائے غلط | کہ بن آئے نہیں مرنے کوئی |

بن آئے مرنے سے مراد یہ ہو کہ بغیر موت کے آئے کوئی نہیں مرنے اور قائل نے اس شعر میں بن آئے
مرے بغیر معشوق کے آئے مرنا مراد رکھا ہو۔

ذوق

جب کہا مرنے ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر | جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی نہیں سیکھ جائے |

مرے عاشق کی مراد یہ تھی کہ میں تجھ پر شید ہوں معشوق نے اُس سے حقیقی موت مراد رکھی۔

کہتے تھے پہلے میر مرتب نہ ہوئے ہزار حیف | سو | اب جو کہ ہیں سوز سوز یعنی سدا جلا کر د

ابتداء میں سوز میر مخلص کرتے تھے چنانچہ اسی امر کی طرف اشارہ کر کے پھر لفظی معنی مراد لے۔
 انبیاء میں لکھا ہے کہ نواب مجھ نے شاہ نصیر سے کہا کہ وعدہ فرمائیے کہ آپ مجھ میں کب لے گا
 ہنس کے بولے کہ مجھ کی چاہ تو وہی گرمی میں۔

صنعت احتجاج بدلیل یعنی کسی دلیل سے کلام کو مدلل کرنا اور اسکی دو صورتیں ہیں۔

(۱) بطور متکلمین کے کلام میں نتیجہ مطلوب کا حاصل ہونا کیونکہ متکلمین کا کلام دلیل اور برہان پر
 مشتمل ہوتا ہے اس قسم کو مذہب کلامی کہتے ہیں غرض کہ صنعت ہونا اسکا اسوجہ ہے کہ دلیل اہل کلام کے
 طریق پر لائی جائے اور اہل کلام کے طریق پر دلیل لاتے سے یہ مطلب ہے کہ دلیل کی صورت تیس استثنائی
 یا اقترانی کے طور پر ہو کہ جسکے مقدمات کے تسلیم کر لینے سے عقلی طور پر مطلوب کا تسلیم کر لینا لازم آئے پس
 جو حجت اس طرح نہ لائی جائے کہ قیاس استثنائی یا اقترانی کی صورت اس سے پیدا ہو سکتی ہو وہ صنعت
 مذہب کلامی میں داخل نہ ہوگی لیکن مراد اس سے کہ حجت اہل کلام کے طریق پر ہو یہ ہے کہ اس کلام سے
 دلیل اقترانی یا استثنائی کی صورت پر مضامین کا ترتیب دینا صحیح ہو نہ یہ کہ حدیث بافضل بھی یا نبی جانی ہو
 مثال اسکی یہ شعر شاہ جہان بیکم والیہ بھوپال شیریں مخلص کا ہے۔

دنیا میں پڑا شور ہے شکر شکنی کا | شیریں جو مخلص میں ہوا نام ہمارا |

اس شعر میں مطلوب اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں متعلق محمول یعنی ٹپا کہ کلمہ ہے شور موضوع ہے
 رابطہ غیر زمانی شکر شکنی کا مرکب تصدیق یعنی اضافی متعلق یعنی مضاف الیہ موضوع قضیہ حلیہ خارجیہ مبتدا اور
 دلیل اس پر مصرع آئندہ قیاس اقترانی محلی شکل پہلی اور غیر سہی سے اور اشارات اس دلیل پر نظر جو لو
 اس تقریر پر حاصل مصرع ثانی یہ ہوا ایلے کہ نام ہمارا شیریں مخلص ہوا اور یہ قضیہ حلیہ موجبہ شخصہ صفر ہے ہوا
 اور شیریں مخلص کی شکر شکنی کا شور دنیا میں پڑا ہے کہے اور یہ شکل اول نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور
 دنیا میں پڑا ہے اور ترتیب شکل ثالث کی اس طرح ہے شیریں مخلص نام ہمارا بعد اصفیہ اور شیریں مخلص کی شکر شکنی کا
 شور دنیا میں پڑا ہے کہے نتیجہ ہمارے نام کی شکر شکنی کا شور دنیا میں پڑا ہے اور ترتیب شکل رابع کی اس وضع
 پر جو شیریں مخلص نام ہوا اور اصفیہ اور شکر شکنی کا شور دنیا میں پڑا ہے شیریں مخلص کا کہے نتیجہ ہمارے
 نام کی شکر شکنی کا شور دنیا میں پڑا اور یہی مطلوب تھا۔

مومن

شبہ کیا عصمت لخت جگر حرمین | جب مسلم ہو کہ معصوم ہو جزو معصوم |

شاعر نے اپنا مطلب یوں ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور حضرت اہل بیت علیہم السلام

انکا جز ہین اور معصوم کا جز معصوم ہوتا ہو کو نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت امام حسن بھی معصوم ہین۔

سودا

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا تو آب و دانہ کو لیکر گرنہ ہو پیدا

اس شعر میں دلیل کی صورت اس طرح پر ہے کہ اگر عدم سے فکر روزی کا ساتھ نہ ہو تو گو بہر آب و دانہ کو لیکر عدم سے پیدا نہ ہو لیکن وہ آب و دانہ کو لیکر پیدا ہوتا ہے اس سے نتیجہ حاصل ہوا کہ فکر روزی کا عدم سے ساتھ ہر اسی طرح ہین یہ دو شعر اسی قصیدے کے۔

ولہ

بلند ہمت اگر ہون نہ زیر چرخ ضعیف

جو ناتوان کرین دستگیری دشمن

ہلال عہد ہو عالم بین کو نہ روز کشا

تو غار دُشمن کے شعلے کو کبھو بریا

(۲) جو کلام تمثیل پر مشتمل ہو اسکو مذہب فقہی کہنے ہین فقہا اپنے علمائے اصول اپنی اصطلاح میں اسے قیاس کہتے ہین تمثیل میں استقراء اور قیاس منطقی کچھ دھونڈ پائے جاتے ہین اس کو نا کمال سمجھا جھو استقراء میں جزئی سے کلیت پر دلیل لائے ہین مثلاً جب چند مرتبہ منہ دیکھا کہ جب ایک امر ہوتا ہو تو اسکے ساتھ فلان صورت بھی ہوتی ہو پس اس سے ہم نتیجہ نکال لیتے ہین کہ اس قسم کی جتنی باتیں ہین سب ہمیشہ اس طرح ہوتی ہین اور ایک عام قاعدہ ان سب باتوں کے واسطے محل آتا ہو چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ سیدہ اباجادی وغیرہ جب شرب گرم کیے جائیں تو گھل جائیں پس قاعدہ عام یہ نکلا کہ دھاتیں گھل جاتی ہین دوسری مثال ہمنے دیکھا کہ گلے بھینس بکریان اور سینک ولے جانور جگالی کرتے ہین پس قاعدہ عام نکلا کہ سینک ولے جانور جگالی کرتے ہین قیاس میں کلی کے قرینے سے جزئی پر حکم صادر کیا جاتا ہو اور یہ ٹھیک استقراء کے برعکس ہے استقراء سے ہمکو یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ فلان چیز ہین پس اس عام قاعدے سے جو ہمکو معلوم ہوا ہو یہ حکم نکالیں گے کہ اگر ان دھروار چیز دھین سے کوئی بھی کسی شخص نے کھالی ہو تو مہر پر لے اڑ کیا ہو گا اسے قیاس کہتے ہین اسی طرح اگر کوئی بنا جانور سینکدار کہیں لے تو ہم اسے نکالیں گے کہ یہ جھگالی کر گیا ہو کیونکہ یہ عام قاعدہ دلیل استقراء سے معلوم ہو چکا ہو کہ سینکدار جانور جگالی کرتے ہین غرض کہ قیاس کلی سے جزئی پر دلیل لائے کو کہتے ہین اور استقراء جزئی سے کلی پر دلیل لائے کو کہتے ہین تمثیل میں جزئی سے جزئی ثابت کی جاتی ہو یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پر حوالہ دیا جاتا ہو مثلاً کوئی نتیجہ نکالے کہ فلان مشرک کا انجام برا ہو گا کیونکہ ابو جہل مشرک کا انجام برا ہوا ہے نیز استقراء اور قیاس دونوں پائے جاتے ہین کیونکہ تمثیل ابو جہل مشرک سے استقراء کے طور پر یہ بات نکلتی ہو کہ کل مشرکوں کا انجام

مڑا ہوتا ہو پس چونکہ یہ آدمی مشرک ہو اس سبب اس عام قاعدے سے قیاس کے طور پر یہ بات نکلے گی
کہ اسکا انجام پڑا ہو گا یہ طریقہ دلیل لانے کا بہت صاف اور صحیح ہے کہ حاجت اور مثال لانے کی
یہاں نہیں ہو اگرچہ تنگ وجہ مناسبت جسکو علت اور وجہ جامع کہتے ہیں قطعی نہ تو مثال یقین کا فائدہ
نہیں بخشتی جب علت قطعی ہوتی ہو اسوقت قیاس کی طرف رجوع کر کے یقین کا فائدہ دینی ہے
جیسے کہین بھنگ حرام ہو اسوجہ سے کہ مسکر ہو اور ہر مسکر حرام ہو پس علت حرمت کی مسکر ہو جو خرمن تھا
نہ سبزی نہ سیلان نہ بو کہ اور چیز دین بھی جو حلال ہیں پس باتے ہیں اذانتین ہو کہ نشہ ہو حرمت
کے ہو جو خرمن تھا اور یہ علت قطعی ہو قیاس ایسے دو قضیوں نے بتا ہے کہ ان کے مان لینے سے ایک دو قضیہ
لازم آجائے اور اس دوسرے قضیہ کو نتیجہ کہتے ہیں اور پہلے دو مقدمات کہلاتے ہیں بھنگ مسکر ہو اور ہر مسکر
حرام ہو دو قضیہ ہیں کہ جسکے مان لینے سے یہ نتیجہ لازم آیا کہ بھنگ حرام ہو مثال نظم کی

اسید محمود علی برتلا

ہر کم کپے کپے سے جو مٹلے تو عجب کیا آدم بھی ہوے خلد کی تعمیر سے باہر

اپنی ذات کو آدم پر قیاس کیا ہو۔

ظفر
تو کہین ہو یہ دل دیوانہ وان پہونچے ہی گا
دل دیوانہ کے حال کو پروانے کے حال پر قیاس کیا ہو۔

ولہ

بے شرات کوئی ہوتے ہیں بھم دنگل
دیکھو پتھر پر گرا پتھر شرر پیدا ہوا
مولف عفی عنہ نے رامپور میں حکیم ضامن علی جلال سے اس مثال میں شعر کہنے کی استدعا کی
تو انھوں نے نمونے کے لیے فارسی کی مثال طلب کی۔ اقم نے یہ رباعی ابو الفرج رونی کی دیدی۔

رباعی

اگتتم کہ زخردی دل من میت پیدا
اندر وہ بزرگ تو دور و چون گنجید
گنفا کہ زدل بریدہ باید نگرید
خردست بد و بزرگما بتوان دید

جلال نے اسی رباعی کا ترجمہ کر دیا اور کہا کہ ترجمہ بھی صنائع میں داخل ہو۔

رباعی جلال

میں نے جو کہا کہ تو ذرا سہا ہے دلا
کیونکہ غم بسیار نے کی تمھ میں جا

دل بولا کہ آنکھ بھی ہوا کہ چھوٹی سی شہر	اور آسمین سما جاتا ہے دیکھو کیا کیا
دل کو دیدہ پر قیاس کیا ہے جلد ہفتم ہفت قلم وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مضمون کا ایک باب ہے دوسری زبان میں قصہ ترجمہ کرنا اور پھر رعایت نظم و موزونیت کا رکھنا صنائع معنوی میں داخل ہے اور نام اسکا صنعت ترجمہ ہو بہر جا جرمی شاگرد محمد ہنگر فارسی نے ابوالفتح بستی کے قصیدہ عربی کا ترجمہ فارسی میں نہایت عمدہ موزون کیا ہے کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک سیرس بیت واقع ہوئی ہے مطلع اُن دو وزن قصیدہ نکا یہاں درج کیا جاتا ہے۔	
زیادہ تر کلام کو فی دنیاہ نقصان	وہ بچہ بچہ غیر محض انجیر خسران
ہر کلمہ کے ذوقیاست ہمہ نقصان	سود کان محض کوئی توبہ خسران
اور شیدائے سعدی کے قصیدہ فارسی کا ترجمہ اردو میں کیا ہے کہ ایک ایک بیت کا ترجمہ ایک ایک بیت واقع ہوئی ہے چنانچہ۔	
تراز کو سے اجل کے قرار خواہد بود	قرار گاہ تو دارالقرار خواہد بود
اجل کے کوپے میں تیرا گزار ہوویگا	ترا قرار بدارالقرار ہووے گا
ترا بہ نخت و تابوت در کشند از تخت	گرت خزانہ و لشکر ہزار خواہد بود
وہرے نیکے تجھ کو جنکے میں تخت شاہی ہے	اگر خزانہ و لشکر ہزار ہووے گا
ترا بر کج لہ ساہا ببا یہ خفت	تن تو طعمہ ہر مور و مار خواہد بود
لحہ کے گوشے میں تجھ کو زمین پہنا ہے	برن ترا خورش مور و مار مہرے گا
عمر خیام	
در چشم متفقان چہ زیبا و چہ زشت	منزلگہ عاشقان چہ دوزخ و چہ بہشت
پوشیدن بیدلان چہ طلسم چہ پلاس	زیر سر عاشقان چہ بالین و چہ پشت
منشی رام سہلے تمنا لکھنوی یوں ترجمہ کرتے ہیں۔	
حقوق کی نظر میں ہو خوب و زشت سب ایک	ہو عاشقہ کے لیے دوزخ و بہشت سب ایک
لباس ٹاٹ کا طلسم کا بید لون کو ہر ایک	سرخد اکوہین بالین اور پشت سب ایک
عمر خیام	
عشق کہ مجازی بود آبش نبود	چون آتش نیم مردہ تابش نبود
عاشق باید کہ سال و ماہ و شب و روز	آرام و قرار و خورد و خوابش نبود

	تمنا	
جو آگ بھیجی ہوئی ہے کب ہو پُر نور خواب و خور و تاب ضبط و آرام خود		ہو عشق مجازی میں نہ رونق کا ظہور عاشق وہ ہو جس سے سالِ شاد ہو
صنعتِ استتباع اسکو الحج الموجه بھی لیتے ہیں اور یہ اسطرح ہو کہ مروج کی تعریف اس طور پر کیا کہ اُس سے ضمناً دوسری تعریف اور ثابت ہوتی ہو جیسے اس مثال میں۔		
	ذوق	
پچھڑے ایک ذرا اسکو جو وقت صفِ جنگ سُٹھنے اُٹھنے کے ترے خوف سے رنگ		زیرِ ران تیرے ہو وہ تو سن چا لاک کہ تو یون کرے جست کی جیسے سرِ میدانِ نبرد
اس قطع کے مضمون سے ایک تہیہ تعریف پیدا ہوئی کہ گھوڑا مروج کا نہایت عمدہ و تیز و چالاک ہو جست ایسی بھرتا ہو جیسے چہرے سے رنگ اُڑتا ہو دوسری یہ نکلی کہ تو ایسا بہادر ہو کہ دشمن کے چہرے کا رنگ تیرے خوف سے اُڑ جاتا ہو۔		
	سودا	
اور ہو تری نگاہ میں اعمالِ عاصیان بار و دکا ہو تو وہ زمین اور آسمان		خوگر تو خلق و حلم و حیا سے اگر نہ ہو بچھ آتشِ غضب کے شراب کے سانپ
غرض اس قطع میں مروجِ حلم اور خلق اور حیا سے ہو اور اسکو اسطرح سے بیان کیا کہ مروجِ غضب کی بھی حاصل ہو گئی		
	میسر	
بت توڑ توڑ شرک کی صورتِ میسے مثلاً		اُفس ہے کہ تو نے دوشِ نبی پر قدم رکھا
اس سے دو مروجِ کلین ایک بتوں کا توڑنا دوسرے شرک کا مثلاً۔ صنعتِ ادا ماح (بکر لاف و سکون وال مملہ) یعنی کلام سے دو معنی حاصل ہیں اور تصریح دوسرے معنی کی نہ کی ہو یہ بہ نسبتِ استتباع کے عام ہو یعنی استتباع سے تو یہ مراد ہو کہ ایک مروج سے دوسری مروج پیدا ہو اور ادراج میں طرح کا ہونا کچھ ضرور نہیں اور ایہام و ادراج میں یہ فرق رہا کہ ایہام میں ایک لفظ دو رکھتا ہو جیسا کہ ہم اوپر بیان کیے ہیں اور ادراج میں پورے کلام کے دو معنی ہوتے ہیں اور توجیہ یعنی مختل الضدین اور ادراج میں بھی فرق ہو یعنی وہ بہ نسبتِ ادراج کے خاص ہو ایسے کہ اُس میں ایک کلام سے ایسے دو معنی پیدا ہوتے ہیں کہ دوسرے معنی پہلے معنی کی ضد ہوتے ہیں چنانچہ اُس کے بیان میں معلوم ہوا اور ادراج میں ایک معنی دوسرے معنی کی ضد نہیں ہوتے مثلاً ادراج کی یہ شعر مقصیدہ لفظِ مسمیٰ مخیا بانِ خلد کا		

جود نے دودے معنی مرے اس مصرع کو	اب فیر ونگے ہن گھر معدن دریا و جبل
ایک معنی یہ ہین کہ اس قدر بخشش کی کہ فیر ونگے گھر معدن دریا و جبل ہو گئے یعنی وہ لوگ زر و گوہر و عمل سے مالا مال ہو گئے دوسرے معنی یہ کہ اتنی داد و دہش کی کہ زر و گوہر و عمل کے صحن ہو جانے سے معدن دریا و جبل خالی ہو کر فیر ونگے گھر ہو گئے انہیں کچھ زبا یہ شعر صحن میں ہوا اور ایک کلام سے دو معنی نکلنے ہیں مگر ایک صحن سے دوسری صحن نہیں نکلتی ورنہ استتباع کی مثال میں لکھا جاتا۔	
قالب	
کیونکہ اُس بت سے رکھون جان عزیز	کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز
ایک معنی تو یہ ہین کہ اس سے جان عزیز رکھو مگر تو وہ ایمان لے لیا کاسیلے جان کو عزیز نہیں رکھتا تاکہ ایمان بچ جائے دوسرے معنی یہ ہین کہ اُس بت پر جان قربان کرنا عین ایمان ہے پھر اُس سے جان کیونکر عزیز رکھی جاسکے۔	
دلہ	
اُٹھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ	جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیونکر ہو
اسکا ایک مطلب تو یہ ہوا کہ تم جیسے نازک مزاج ایک دو شہر میں اور ہوں تو شہر کا کیا حال ہوا ورنہ دوسرے معنی یہ ہین کہ جب تم کو عکس کا بھی اپنی مانند ہونا گوارا نہ ہین تو شہر میں اگر فی الواقع تم جیسے ایک دو شہر میں موجود ہوں تو تم کیا قیامت برپا کرو۔	
دلہ	
مجھ کو دیا غیر میں مایا وطن سے دور	رکھ لی مرے خدائے مری بیکسی کی شرم
اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ دیا غیر میں میرا کوئی شناسا نہ تھا پس اگر وہاں بیکسی اور کس مہر سی کی حالت میں موت آئی تو کچھ زیادہ ذلت نہوئی دوسرے معنی یہ ہوتے ہین کہ وطن سے دور مارنے میں بیکسی کی شرم کہی کیونکہ اگر وطن میں موت آئی تو بیکسی کی تکمیل نہوئی۔	
دلہ	
زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھا دیتے تھے	دیکھو اب مرے ہر کون اٹھاتا ہے مجھے
اسکے دو معنی ہین ایک تو یہ کہ زندگی میں تو مجھے محفل سے اٹھا دیتے تھے اب مرے بعد دیکھو مجھے وہاں سے کون اٹھاتا ہوا دوسرے معنی یہ ہین کہ محفل سے تو اٹھا دیتے تھے دیکھو اب جنازہ میرا کون اٹھاتا ہو۔ اسی قبیل سے ہر یہ شعر۔	

مومن	
تیرا اقبال روز افزون ہو	جیسے مومن پہ فضل رحمانی
ولہ	
ایک دن یوں ہجوم یاران تھا	جیسے اب مجمع پریشانی +
ناسخ	
سلاک گوہر سخن اپنا ہے	دہن یار کے مانند نہمان کیا کچھ
ولہ	
اکافی ہو فقط ظل اسی کا اشارہ	ناسخ کی طرح تابع فرمان ہو یہ گھوڑا
میر	
دولت اسکی موج زن جیسے محیط	خاک بر سر مدعی جیسے سراپ
معیار البلا نعمۃ بین ادمج کی مثال دینے میں غلطی کی ہو یعنی ادمج میں انہماک کی مثال ہی ہو صنعت مبالغہ یعنی کسی امر کو شدت و ضعف میں اس حد تک پہنچا دینا کہ اس حد تک کام نہ لیا جال ہو یا بعید ہوتا کہ سننے والے کو یہ گمان نہ ہے کہ اس نصف کا اب کوئی مرتبہ باقی ہو اور نہ بالئے کی	
تین نسیم - تبلیغ - اغراق - غلو - تبلیغ اُسے کہتے ہیں کہ مدعا یعنی کسی امر کا انتہا تک پہنچا دینا عقل و عادت کے نزدیک ممکن ہو مثلاً -	
شہیدی	
وعدہ شام ہو کی پہننے عیش جاگے صبح	وہ اسی وقت نہ گئے اگر آنا ہوتا
یہ بات عقل و عادت کی رو سے ممکن ہو کہ عاشق اپنے معشوق کے انتظار میں رات بھر جاگے۔	
مومن	
ادم مصاف ترے دشمنوں کے شکر میں	صدے نوحہ و شیون ہو شور و غفل کو سن
مکن ہو کہ لڑائی کے وقت ایک سمجھ کے لشکر کو ہزیمت ہو اور بہت سی فوج ماری جائے اور روٹا پیٹا چمے۔	
سودا	
پہنچے ہم آرزوے وصل میں نزدیک تک	سوچھے ہر شکل ملاقات بہت دور ہیں
معشوق کے وصل کی آرزو میں فریب مرگ ہو جانا عقل و عادت ممکن ہو۔	
اغراق اُسے کہتے ہیں کہ مبالغہ قریب العقل بعید العادت ہو مثال اسکی۔	

مومن		
اگر گئے دور عدل میں اُسکے	سیکھ لی راہ و رسم چو پانی	
مکن ہو کہ بھیڑ یا گو سفند وغیرہ کو نہ مارے	اور محافظت کرے مگر عادت یہ بات محال ہو۔	
ولہ		
آشیاں عقاب و شاہین میں	روز بگوشک کی ہے مہمانی	
قلق		
یہ عدالت سے ہے جہان مغمور	باز سیتا ہے بچہ عصفور	
شمس الدین قسمت		
مقدور ہے کس کا جو تیرے حکم کو ٹلے	رستم جو نہ آوے تو وہیں اُس کا سر آوے	
سرکٹ کر لانا باعتبار اُسکی بہادری کے عادت محال ہو	لیکن مکن ہو کہ کوئی شخص اُس کا سرکٹ لائے۔	
یہ دونوں قسمیں مبالغے کی مقبول ہیں	اور یہی محسنات بدیعی میں سے ہیں۔	
غلو یہ مبالغے کو کہتے ہیں کہ خلاف قیاس و بدیسی البطلان اور عقل عادتوں کے نزدیک متعین اور	محال ہو۔ مبالغے کی یہ قسم نامقبول ہے جیسے۔	
مشتی		
غرض اس طرح ترک کئے ہوئے	اک کشتوں کے تاجر خپشتے ہوئے	
لاشوں کے انبار چرخ تک لگ جانا لازمی ہے عقل کے مکن ہو نہ اذروے عادت کے۔		
مظفر علی اسیر		
برق پہنچے نہ کبھی دور میں ہر وہ کابل	اگر دیکھی طرح رہے سارے کے پیچھے مرم	
برق دھوا کا گھوڑے سے رہ جاتا عادت و عقل دونوں کے نزدیک محال ہو۔		
ولہ		
پچکے جو تیغ تھر کسی روز جنگ میں	ٹھہرے نہ سایہ خوف کے ٹپکے بدن کے پاس	
ولہ		
یہ ریزہ ریزہ کیا اُنسے جسم اعدا کو	کہ روز حشر ہوا اس کا جملہ محال	
احمد خان غفلت		
خوان انعام زامہر اگر سر پر اٹھائے	تو نہ کردہ کی صورت ہو دنا اُسکی کر	

انشا گھوٹے کی تعریف میں	
ہو اس آفت کا سبک سیر کر کہ ب اُس کا	حاضری کھائے جو کلکتہ تو لندن میں ہیں
آزاد	
اُسے جس جا پہ مسافر کیلئے گھر ہو بن	شیر کھنک جو جا ہو تو میر ہو دین
دبیر	
سب یہ تھے زور کو ان سن بھی گھٹ گیا	مانند نافِ خوف سے سینہ سمٹ گیا
بہر صورت مبالغہ فلو محسنات بدیع میں سے نہیں ہاں جبکہ مقبول ہو جائے اور یہ اُس صورت میں مقبول ہوتا ہے کہ جب ایسا کوئی لفظ ذکر کریں جس سے وہ مفرد نہ بہ صحت ہو جائے اور امکان کی صورت پیدا ہو جسے۔	
سودا	
اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن	جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہر خزان کا
مقصود یہاں اس امر کا بیان ہے کہ ہمارا اس گلشن دنیا کی آنکھ کھلنے کے عرصے میں جاتی رہتی ہے اور یہ امر قدیم صحت کے نہیں ہو سکتا کیلئے کہ ایک ساری فصل کا عرصہ قلیل میں بسر ہو جائے باعتبار عادت کے ممکن ہو اور نہ عقل میں آتا ہے لیکن جب آنکھ کھلنا گل کی طرف منسوب کیا تو وہ امر صحت سے مفرد ہو گیا کیونکہ گل بعد کھلنے کے ٹوٹ کر گر پڑتا ہے اور یہ امر اُس کے واسطے خزان ہے۔	
دلہ	
عشق کی بھی منزلت کچھ کم خدائی سے	ایک سا احوال یان بھی ہو گدا و شاہ کا
عشق کی منزلت اور مرتبے میں مبالغہ حد سے زیادہ بڑھ گیا اور یہ امر قدیم صحت کے نہ تھا جب کہ یہاں بھی گدا و شاہ کا ایک سا احوال ہو تو وہ امر صحت کے قریب ہو گیا کیونکہ السد جل شانہ کے نزدیک بھی گدا و شاہ برابر ہیں۔	
یا خیالات نازک و لطیف اُس سے ظاہر ہوں جس سے مقبول و پسند طابع ہو جیسے اس شعر میں جو کچھ	
قتیدر کے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحت میں ہو۔	
دستِ یاقوت فشان دھوئے لب پہ جو گدا	کوہ سیلان پر تنہے خاکِ فضلے گڑھا
یعنی مدح اپنے ہاتھوں کو جن سے جواہر چھڑتے ہیں اگر ب جو دھوئے اور باقی ہاتھوں کا دریا میں گرے اور دریائے پانی سے گلزار کی آبپاری ہو تو خاکِ گلزار میں اس قدر یاقوت و فخر جو اہر پیدا ہوں یا یہ کہ وہ خاک بالکل جواہر ہو جائے اور کوہ سیلان یعنی لنگا کے پہاڑ جو معدن لعل و یاقوت ہیں اُن پر	

وہ خاک ہنسے کہ تھمہ میں کچھ بھی نہیں ہے یہ بات عقلاً و مادۃً محال ہو لیکن چونکہ خیالات نازک و لطیف ہیں طبیعت کو پسند ہے۔

اسی میل سے ہی یہ شعر آمیز کا۔

کھیت کشتہ کا نہ تیار بھی ہونے پائے | بوچھے تیغ و قضا میں برضا بیع و سلم

اسی عالم سے جو آپس کا یہ بندگوار کی تعریف میں۔

کاٹا پاک میں آنکھ کو پتلی میں نور کو | با تو نہیں مجروری کو سروں میں غرور کو
سینے میں بغض و کینہ کو دلمین فتور کو | نیت میں معصیت کو طبیعت میں در کو

ذات اک طرف مٹا دیا بالکل صفات کو

کیسی بان بان میں یہ کاٹ آئی بات کو

یا مبالغہ بطور ہزل کے ہو جیسے سودا گھوڑے کی ہجو میں کہتا ہے۔

اگر وہ اس قدر کہ اگر اس کے فعل کا | لو با بنا کے تیغ بنائے کہنسی لو ہار
ہو دلو یہ یقین کہ وہ تیغ روز جنگ | رستم کے ہاتھ سے نہ چلے وقت کارزار
اگر باندھ کر نہ مندر سے پھیر دے | ٹھیکے بغیر تین نہ اترے گا زینہار

پہلے دو شعر و نہیں مبالغہ کر دی میں ہوا وہ یہ ظاہر ہو کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ گردی کی تاثیر سے فعل میں وہ اثر ہو جائے کہ اس کے بوجے کی تلوار بنی ہوئی جبل نہ سکے اور تیسرے شعر میں مبالغہ ہو گھوڑے کے ضعف میں اور یہ ظاہر ہو کہ باندھ کر ڈال دینے کے وقت بسبب ضعف کے تین ٹھیکے لیکر اترنا ممکن نہیں کیونکہ اس وقت گر لبے اختیاری ہے اور ضعف میں توقف کرنا اختیاری ہوتا ہو لیکن چونکہ یہ بطور ہزل کے ہو اس لیے طبیعت کو پسند آتا ہے۔

صنعت تعجب یعنی کسی چیز پر تعجب ظاہر کریں کسی فائدہ اور غرض کے واسطے جیسے۔

محمد نیاہ خان حکیم

کہتے ہیں حکیم آیا میغا نیسے مسجد میں | ہٹکو تو تعجب ہو وہ گبر مسلمان ہو

اس شعر میں قائل نے تعجب کیا کہ حکیم اتنا بڑا رند تھا پھر وہ کیسے تائب ہو کر مسجد میں آیا۔
فائدہ تعجب کا حکیم کی رندی میں مبالغہ ہے۔

مومن

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہیں | دیر گندی مرگ کو کیا جانے کیا ہو گیا

موت کے دکھنے پر تعجب ہے اور گران جانی میں مبالغہ۔

مرزا مہر

سیہ چونی زرافشان ننگ سبز سرسبز و شاد ہے تماشا ہے ہر پٹاؤس نے کلمے کو پالا ہے

یہ بات تعجب کی رو سے بیان کی گئی کہ کلمے کو ہر پٹاؤس نے پالا ہو۔

فائدہ تعجب کا مبالغہ عداوت مارو پٹاؤس میں ہے۔

آباد

پریاس سمجھ جاتی ہو دیکھے سے محب حیرت ہو بوند بھر بھی نہیں رکھتا ہو مگر آب ذوق

اس مر پر تعجب ظاہر کیا ہو کہ چاہ ذوق میں پانی ایک بوند بھی نہیں اور پریاس اس سے سمجھ جاتی ہے۔

سودا

فندق پا لگی کہنے کہ نہ دیکھا ہو گا سرو کی بچ سے پھولا گل اور نگ اب تک

برق

شہر ہو کہوں نابے ماناں کمال کا دیکھا کسی نے زلف کمان ہلال کا

صنعت جامع اللسانین یعنی ایسی عبارت یافتہ یا مصرع ہو کہ اسکو پڑھیں تو دوز بانوں میں معلوم ہو جیسے یا آج اب تو بہت یہ فقرہ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں معلوم ہوتا ہو اور معنی بھی دیتا ہے اور اس شعر میں۔

احسان دہلوی

فائدہ تم جو مجھے نزع میں یا آئے نظر ہے نہ یارے سخن اور نہ یارے نظر

مقصود بالتشیل لفظ یارے نظر ہے۔

مہر

موت بھی آئے کہیں جاتے فراق گوشہ دلمین نہیں جاتے فراق

اس شعر میں مقصود بالتشیل جاتے فراق ہے

سیم

اک جھگے میں جا پڑا ہماں گرد صحرے عدم بھی تھا ہماں گرد

مقصود بالتشیل لفظ ہماں گرد ہے۔

صنعت ذور و تین آئے بے تین کہ کلام کو با اعتبار صورت حروف کے بغیر لحاظ نقاط کے دوزبانوں میں

پڑھ سکین مرزا غالب نے ایک خط میں لکھتے ہیں مازہ شہر بہتر بارہ سے بہتر عربی و فارسی اور عربی ہندی میں بھی یہ صنعت جاری ہوتی ہے مثلاً عربی ان بانی بانی بیت جا کوئی یعنی تحقیق مکان کے دروازہ کا بیڑا میرے پاس آیا ہندی ان پانی پاپ بیت جانی۔ (از رسالہ عبدالوس)

صنعت دومشہ اسے کہتے ہیں کہ کلام بہ توفیق ادا و حرکات تین زبانوں میں پڑھا جائے جیسے یہ فقرہ۔

عربی بینی خود تریڈیسیے خوب صورت نازک اور نوجوان عورت میرے گھر آنیکا ارادہ کرتی ہے۔

فارسی بینی خود برید ہندی بینی خود نیزید (از رسالہ عبدالوس)

مثال نظم کی یہ مصرع اشاکا۔

عربی بیاتنا حب بن حالیا باکی ہاں

فارسی بیایا حب بن حالیا باکی ہاں

ہندی بیایا حب بن حالیا باکی ہاں

اس صنعت کو محتمل اللغات بھی کہتے ہیں۔ بعضوں نے ان تینوں صنعتوں کو صنائع لفظی میں داخل کیا ہے۔

صنعت کلام جامع یعنی شاعر نسوس و تاسف و غم و رنج و شکایت ایام اور اپنی تکلیف بیان کرے چنانچہ شہر آشوب اور ہر آشوب اسی ضمن میں ہوتے ہیں مثال اسکی نواب مرزا خان قلعہ کے شہر آشوب بندہ

تمام پردہ ناموس چاک کر ڈالا

کھانے قہر و غضب اک تاک کر ڈالا

غرض شکہ لاکھ کا گھر لٹے خاک کر ڈالا

یکایک ایک جہان کو ہلاک کر ڈالا

جلین ہین دھوپ میں شکلین جو باہت تاب کی تھین

کچھ بھی ہین کانٹو نہیں جو بیتان کلاب کی تھین

ملین جو خاک کبھی منہ پر تو مل نہیں آتی

زبان جو بلین تو صورت برل نہیں آتی

پکارتے ہین ابل کو اجل نہیں آتی

کسید طرح کسی پہلویت کل نہیں آتی

جو رک کو پھوڑتین تو پتھر پرے سر رکھتے ہین

جو لو نہیں کانٹو نہ کائناتے الگ لٹکتے ہین

لہو کے لھوٹ پین بادہ خوار صد نسوس

بیادہ پاہون وان شہسوار صد نسوس

ہزار حیف دل ہزار صد نسوس

ذلیل دغوار ہون اہل قار صد نسوس

جھلے ہین بارہ سنے ہوئے کیسے

بگڑ گئے ہین یکایک بنے ہوئے کیسے

منقہ صد الدین خان آزرده	
جنگو دنیا میں کسی سے بھی سرد کار نہ تھا	اہل نااہل سے خلطہ جنھیں زہار نہ تھا
انہی غلوٹ سے کوئی واقف اسرار نہ تھا	آدمی کیا ہر فرشتہ کا بھی دان ڈر نہ تھا
وہ گلی کو جون میں پھرتی ہین پریشان درو	خاک بھی انکو نہیں ملتی کہ ڈالین سر پہ
زبور الماس کا سب جن سے نہ پنا جاتا	بھاری جھوم بھی سر پہ نہ رکھا جاتا
کھاج کا جن سے دودھ نہ سنبھالا جاتا	لاکھ حکمت سے اڑھاتے نہ اڑھایا جاتا
سر پہ وہ بوجھ لیے چار طرے پھرتی ہین	دو قدم چلتی ہین مشکل سے تو گر پڑتی ہین
طبع جو گنے سے پھولوں کے اذیت پاتی	مہندی ہاتھوں میں لگا سوتی تو کیا گھرتی
شام سے صبح تک نیند نہ جن کو آتی	ایک سلوٹ بھی پھولے میں اگر پڑ جاتی
ان کو تکیہ کے بھی قابل نہ حملانے رکھا	سنگ پہلو سے اٹھایا تو سرھانے رکھا
روز و شبت مجھے صحرایہ طرے لاتی ہے	سر پہ اور چوڑے جنوں سنگ ہر درجہ جاتی
ٹکڑے ہوئے جگر جان پہ بن جاتی ہے	مصلطے خان کی ملاقات جو یاد آتی ہے
کیون نہ آزرده محل جائے نہ سودا ملی ہو	قتل اس طرح سے ہے جسم جو تھہرائی ہو
صنعت ایراد المل اسکو ارسال المل بھی کہتے ہین یہ ہو کہ شعر میں المل کو باندھیں جیسے۔	
نادر	
دھیان آیا جو زلف و کماند اٹھانے میں مجھ کو	میں کیا کہوں کیا وال میں کا لالہ نظر آیا
دلہ	
زلزل کی ناگن سے دل ڈرتا نہیں	بھوت بھاگے ہو وگر نہ مارے
تعلیق	
جو کہ داناہین بچا جاتے ہین وہ گولی کی چٹ	عین نادانی ہو اسی اکھ کا تل و کھٹا
تم کالیان جو دو گے میں کیا چنگیان لون	فراق پیارے کسی کا ہاتھ کسی کی زبان چلے

	اسیر	
دہان یا سے غنچے کو دعوے	مثل سچ ہو کہ چھوٹا منہ بڑی بات	قلق
	پھر گئی آنکھ بھی ہمت تری مڑ گئی طرح	یہ مثل سچ ہو کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے
	سوال بوسہ کوٹا لا جواب چین ابروت	ذوق
برات عاشقان بر شاخ آہوا سکو کتے نہیں		حسرت
دشمن کو نہیں تیغ تو مٹا تو ہے	یہ بھی نہیں تو خاک کا بکا تو ہے	
حسرت پھینک اسطون کو تو نالہ آہ	لگ جائے تو تیرور نہ نکالو ہے	
	میر محمد علی	
الیا کیا کو نہیں تجھے دل ار کی ہوس	مشہور ہو جا نہیں بیمار کی ہوس	ذوق
	بجھدین کیا باقی ہو جو دیکھے کا تو لکے پاس	برگمان و ہم کی دار و زمین لقا نکلے پاس
	رات کو کہنے لگا جو رو کے منہ پر ہاتھ پھیر	نوا
	قدرت حق سے لگی ہو ہاتھ اندھے کے ٹیر	
	میر نصیر رح	
	کھڑکی نکال جانب دشمن نہ بام پر	کوٹھے پر صبی جوات کھلی خاص و عام پر
	چرخ کج بانے حق میں یہ مثل سیدھی ہے	اکرم رام پوری
	ادنت سے ادنت تری کنسی کل سیدھی ہے	ادنت
	لے اشک گرم گرم دل کا علاج کچھ	مشہور ہو کہ چوٹ کو پانی سے دھاریے
<p>صنعت استقام وہ یہ ہو کہ ایک لفظ ایسا کلام میں لادیں جس کے دو معنی ہوں اور ان میں سے ایک معنی مراد ہوں پھر اسی کلام میں بسبب ضمیر کے پھیرنے کے دوسرے معنی بھی اُس لفظ کے لیے جاوین مولوی غلام نبی ہمارے میرزا ہر سال کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ صنعت استقام اُس صورت میں محسنات معنوی سے ہو کہ مراد دریافت ہونے کے لیے کوئی قرینہ بھی پایا جائے اور یہی یاد رکھو کہ لفظ کا معنی عام میں</p>		

اس سے کہ حقیقی ہوں یا مجازی یا مختلف ہوں یعنی ایک حقیقی ہوں اور دوسرے مجازی مثال اسکی آغا فرزا شاغل برادر خرد و شاگرد نواب مرزا خان دلاغ کا یہ شعر۔

دلاس گلی سے اڑا اے صبا غبار مرا | اگر آسکا خاطر دلدار میں کبھی گھر تھا

اول مصرع میں غبار سے خاک مراد ہو پھر دوسرے مصرع میں اسی غبار سے کہ دورت مراد لی گئی ہے اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہیں پہلے منے حقیقی ہیں اور دوسرے معنی مجازی۔

حالی

یہ چنین مبارک ہو بہت خوش سدا ہے | وہ آگ ٹھکنے کا یہ بجھنے کا ہو مظہر

دوسرے مصرع میں بجھنے کے قبل ضمیر واحد غائب محذوف ہو اسطرح کہ وہ آگ ٹھکنے کا اور یہ اُس کے بجھنے کا ہو مظہر پہلی جگہ آگ سے آتش مراد ہو اور دوسری جگہ فتنہ و فساد مقصود ہو۔

دلاغ

زبان نے نہ عدد کو کہ یہ تو وہ شو ہے | ترے دہن میں ہے یا مے دہن میں ہے

اول مصرع میں زبان دینے سے مراد وعدہ کرنا ہے۔ جیسے محمد شیر علی خان سردار جنگ مخلص بہ شہر کے اس مصرع میں۔ مصرع۔

دلا سا خاک دو گے جب بان بھلا نہیں دیتے

پھر دوسرے مصرع میں زبان سے مراد عضو مخصوص ہو اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے لیے گئے ہیں پہلے معنی مجازی ہیں اور دوسرے حقیقی۔

دلہ

مے مجھ سے تو فرمایا تمہیں کو دلاغ کہتے ہیں | تمہیں ہوا ہا کمال میں تمہیں کہتے ہوا لے میں

اول مصرع میں دلاغ سے شاعر کا مخلص مراد ہو پھر اس دلاغ سے دوسرے مصرع میں نشان کے معنی مراد لیے گئے ہیں اور یہ معنی ضمیر غائب کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں۔

صنعت المنزل الذی یاد بہ البحر نزل منتج اول و سکون نائے معجمہ و لام سخن یہودہ اور سفرگی کے معنی میں ہو اور جہیم کے کسے سے ہزل کی ضد ہو لغوی معنی اس کے یہ ہیں کہ کسی ہزل جس سے جد مقصود ہو اور اصطلاح میں یہ کہ کلام ظاہر میں بطور مسخر اور ہزل کے ہو لیکن مراد اُس سے ہزل نہ ہو بلکہ کوئی اور امر مقصود ہو استہزا میں اور اس میں یہ فرق ہو کہ استہزا میں بظاہر جد ہوتی ہو اور باطن میں ہزل ہوتی ہو اور اس میں ظاہر میں ہزل ہوتی ہو اور باطن میں جد مقصود ہوتی ہو جیسے۔

قلق

اچھو اسکا اعتبار نہیں ہو فاسے یہ

مازان نہو جو زن دنیا کی چاہ پر

آتش

شوہر سے اپنے رہتی ندیکھی یزن دست

دنیا سی خانگی کوئی ہوگی نہ بیوا

میر

اس سے کبھی بہسہ ورنہوگا

دنیا کی فکر تو خواستگاری

غیب ہے یہ اس سے کھسرنوگا

آخانہ حسد ابلی اپنی مت کر

صنعت تلمیج جسکو تلمیج بھی کہتے ہیں اور یہ مناسبتیں اسلئے کہ تلمیج میم کی تقدیم کے ساتھ لام پر شروع لائیکے معنی میں ہو جسے تشبیہ و استعارہ میں اور تلمیج تقدیم لام سے میم پر کسی چیز کی طر نظر کرنا کہتے ہیں پس یہ معنی خاص ہیں اسلئے کہ شروع کا لانا عام ہو کسی شعرا قصے یا مثل کی طر نظر کرنا یہ تخصیص المفتاح میں تلمیج کو ان چیزوں کے ضمن میں لکھا ہے جو رفات شعریہ سے اتصال رکھتی ہیں اور یہ مناسبتیں اسلئے کہ تلمیج میں عیب کی کونسی بات ہو ا طول میں جو بیان کیا ہے کہ رفات شعری کے ساتھ اسکو جو جمع کیا ہو تو جامع نہیں یہ ہو کہ دونوں ان چیزوں میں ہیں جن سے مزید احتیاط وجہ ہے مگر یہ جامع نہایت لکھتے ہیں اس لئے کہ کوئی درست ہو جنہوں نے اسے صنائع میں شمار کیا ہے۔ بہر صورت یہ صنعت اس طرح ہے کہ شاعر اپنے کلام میں کسی مسئلہ مشہور یا کسی قصے یا مثل شائع یا اصطلاح نجوم وغیرہ کسی ایسی بات کی طر اشارہ کرے جسکے بغیر معلوم ہونے اور بے سمجھے اس کلام کا مطلب چھٹی طرح سمجھیں پڑے۔

آتش

بام تک جسکے کبھی مرغ سلیمان گیا

عاشق اس غیرت بقیس کا ہون میں آتش

اس شعر میں اشارہ ہو قصہ بقیس کی طر جو فصل کلام الہی میں مذکور ہے ہمد کا خبر دینا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط بقیس الیہ ملک تبا تک پہونچانا اور پھر بقیس کا حاضر آنا یہ مشہور قصہ ہے۔

ناسخ

کیا غم سقیفہ بندی ہم خفسر کا

حکم خدا سے حق ہو ادھر ہو جدھر علی

سقیفہ کا واقعہ یہ ہے کہ جناب سرور کائنات کے انتقال کے بعد آپ کی تہذیب و تعلیم کا سامان ہو رہا تھا کہ اس اثنا میں انصار بنی ساعدہ کے چوتھے بڑے جیسکو سقیفہ کہتے ہیں سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو جمع ہو گئے اس امر کی اطلاع حضرت ابو بکر و عمر کو ہوئی یہ دونوں بزرگ سقیفہ کو روانہ ہوئے اور وہاں حاضر ہوئے

اور جب یہ دلیل بیاگئی کہ آنحضرت نے فرمایا ہوا لاکھ من قریش کل امام قریش سے ہونگے عام انصاری نے اسکو تسلیم کیا اور سبکی راے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی جو گئی حضرت علیؑ اس موقع پر موجود نہ تھے اور آنحضرت کی مدفن کے بعد بھی ابتداء انھوں نے اس بیعت سے خلف کیا کیونکہ انکو یہ شکوہ تھا کہ سقیفہ میں میری عدم موجودگی میں بیعت کیون کی گئی اور مجھ سے مشورہ تک نہ لیا گیا۔

غالب

دور سے مرصعہ لقا کی داڑھی غم گیتی سے مرا سینہ عمر کی زمیں
مشہور ہو کہ لقا کی داڑھی کے ہر ہر بال میں موتی پڑے جاتے تھے اور عمر کی زمیں میں جو کچھ پڑتا تھا غائب ہو جاتا تھا وہ کبھی پڑھتی تھی۔

ولہ

کھاؤ کا دست خانہ نہائی نہ چھیا صبح کرنا شام کا لانا ہو بیکار
اشارہ ہے فرہاد و شیرین کے قصے کی طرف فرہاد کا شیرین پر عاشق ہونا اور کوہ بے ستونے پر کھڑا ہونا
ناکام سین دودھ بھر کر آئے اور فرہاد کا غلط خبر پانچے تیشہ مار کر مر جانا ایک مشہور قصہ ہے۔

دلی

یوسف کا اپنے دھناں ہو تحریر خط کے وقت
اس شعر میں تلخج ہو قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح زین کا مجمع زنان مصر میں حضرت یوسف کو بلانا اور انکو دیکھا فرط ہیوشی سے اُن عورت کو بھکا بجائے کیونکہ ہاتھ کاٹ لینا مشہور ہے۔

عبداللہ خان افق

بجاء شیرین اگر چھوڑ دئی ج کو چلی
دل میں شیرین ایک بڑی نامی رنڈی تھی وہ ج کو چلی تو اس کے متعلق یہ شعر کہتا تھا۔

معروف

تا تو ان مجھ سے کو کس طرح کرے قائل دو
جز ولا تجزے اسکو کہتے ہیں کہ سب کمال نزدی اور بارہ کی کے اسکے حصے ہو سکیں یعنی اس قابل ہونو کہ اسکو دو یا تین حصے پر تقسیم کوں غلام متکلمین نے اسکی تقسیم کو ثابت کیا ہو۔ پہلا مذہب فلاسفہ کا ہو۔

ناسخ

ہم آدمی ہیں وصل میر نہیں سبھی
ہو تا ہو غم بظاہر وہ مردم گیاہ سے

عوام میں مشہور ہو کہ مردم گیاہ کو جو اُکھڑتا ہو ہلاک ہو جاتا ہو اسیلے اُسکی چٹکے اطراف کو خالی کر کے بڑھین
رستی بانڈھ کر کھنے کی گردن میں بانڈھ دیتے ہیں اور اُسکو چلاتے ہیں کہ اُسکے چلنے سے جڑ اُکھڑ جاتی ہے اور
اُکھڑنے ہی کٹا مہاتا ہو شیخ صاحب نے اسی امر کی طرف تلمیح کی ہو۔

انشا

روشنی چاند سے کھڑ پیہ اسی چاہ سے ہے چاہ نمشب سب میں کہوں یا چاہ ذقن
تلمیح ہو ایک قصے کی طرف اور وہ یہ ہو کہ حکیم بن عطائے جسے حکیم المفتح کہتے ہیں شہر نمشب کے پاس
ایک کنواں تیار کر کے ایک بڑا طاس باریے بھروا کے اُسین رکھو دیا تھا اور انوکھا س شعلہ قرعے اسیا عمل کیا تھا
کہ آسمان پر دو جانڈ نظر آتے تھے۔

ولہ

جیت کر آئے لڑائی جو بہا بھارت کی توجہ ہشتر بھی کرے نذر سر جو دھن
ایک تاریخی واقعہ کی طرف تلمیح ہے

آتش

آتش عشق نے راو کو جلا کر مارا گرچہ لٹکا سا تھا اُس دیو کا گھر بانی میں
ایک مشہور واقعہ کی طرف تلمیح ہے۔

عبرت

جسے پیارے داؤ الاسد ہو کرے رو باہ ترکیب نفع اُس کو
اس شعر میں مسئلہ طب کی طرف اشارہ ہو داؤ الاسد جذام کو کہتے ہیں چونکہ اس مرض کا ہجوم علامہ شیر طریح
ہوتا ہوا یہ کہ مجذوم کا چہرہ شیر کی صورت پر ہو جاتا ہو یا یہ کہ یہ مرض اکثر شیر کو ہوتا ہوا اس لیے داؤ الاسد کہلاتا ہو
اور رو باہ ترکیب کوہ کا نام ہے۔

غالب

مری تعمیر میں مضمر ہو اک صورت خرابی کی ہیوے برق زرمین کا ہو خون گرم دہقان کا
اس شعر میں فلسفہ کی اصطلاح کو بیان کیا ہو فلاسفہ کے نزدیک ہیوے ایک جوہر ہو کہ صوت جسمیہ کا محل ہوتا ہو۔

مومن

ہر آہ کہ لب پہ ہے مشرر ریز ویک کا ہے نعمہ جنون شیر
اسمین علم موسیقی کی اصطلاح کو ذکر کیا ہے۔

میر حسن	
نظر کی جو تدبیریں و تملیث پر	تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر
تدبیریں و تملیث نجوم کی اصطلاح میں تدبیریں نجمین کی اصطلاح میں دو ستاروں کے درمیان	
تفاوت تین یا زیادہ برجوں کا ہونا ہو مثلاً قمر حمل میں ہو اور مشتری جو زائین یا قمر جو زائین ہو اور مشتری حمل میں	
اور یہ نصف دوستی ہو اور تملیث نجمین کی اصطلاح میں یہ ہو کہ قمر کو سعد سے پہنچے یا فوجوں کا فاصلہ ہو مثلاً	
قمر حمل میں ہو اور مشتری اسد میں یا مشتری قوس میں ہو اس صورت میں حمل سے اسد تک پہنچنے میں اور	
حمل سے قوس تک فوجانے میں اور یہ نظر تمام دوستی ہوتی ہو اور ستارہ سعد قمر کا خادم و ناظر ہوتا ہو۔	
ولہ	
جنم پتر شاہ کا دیکھ کر	تولا اور برہمچیک پر کر نظر
منہ	
کوئی فن سنگیت میں شعلہ رو	برم جوگ کچھمی لیے پرلو
کوئی ڈیڑھ گت ہی میں پاؤں تلے	کھڑی عاشقوں کے دل کو ٹوٹے
کوئی دارے میں بجا کر بدن	کوئی دھڑکنے میں جتا اپنا فن
کہیں دھڑپ اور گیت کا شور و غل	کہیں قول و قلیاۃ و نقش و گل
منہ	
عروس الخطوط اور ثلث در قلع	خفی اور جلی مشل خط شعاع
شکستہ لکھا اور تعلیق سب	ہے دیکھ حیران اتا لیت سب
یہ سب خطوط کے نام ہیں ابن مقفع نے خط متعلی و کوئی وغیرہ سے چھ خط رجا دیکھے تھے ثلث تو فیج محقق نسخ	
برحان ر قلع ثلث و نسخ میں دو دانگ دور ہوتا ہے اور چار دانگ سطح جلی کو ثلث کہتے ہیں اور خفی کو نسخ و	
توقع و قلع میں ساڑھے چار دانگ دور ہو ڈیڑھ دانگ سطح جلی کو توقع کہتے ہیں اور خفی کو قلع اور	
محقق و ریحان ساڑھے چار دانگ سطح اور ڈیڑھ دانگ دور جلی کو محقق خفی کو ریحان کہتے ہیں پھر قلع و توقع	
استنباط کر کے ایک خط تعلیق ایجاد ہوا تعلیق کا سطح نہایت کم ہو پھر نسخ اور تعلیق سے آٹھواں خط نستعلیق	
ایجاد ہوا اور وہ تمام دور ہو بعدہ خوشنویسوں نے خط نستعلیق اور تعلیق کو ملا کر خط شکستہ ایجاد کیا	
حالی	
چڑھا بھوت عشق و جوانی کا سر پہ	تو پھر گھاٹ کے آپ ہیں اور نہ گھر کے

اس شعر میں اشارہ ہے اس مثل مشہور کی طرف کہ دھوبی کا کتنا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔

مصطفیٰ

جو علی کا حکم نافذ نہ ملک تھا تو کھو گیا

بجز غروب آیا بکل آفتاب اٹلا

اس شعر میں ایک مشہور معجزہ کی طرف اشارہ ہے شاعر نے بوجہ نادانیت کے غلط باندھا ہے مگر وہی مشکل الغرائب میں اسما بنت عمیس زوجہ جعفر بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ ایک بار مقام صہبہ ضلع خیر میں جناب سرور کائنات سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں رکھے لیٹے تھے کہ وحی نازل ہوئی ا وید حضرت علیؑ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ آفتاب غروب ہو گیا پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ کیا ابھی نماز نہیں پڑھی ہو جواب دیا نہیں اس وقت حضرت رسولؐ نے دعا کی کہ اے علیؑ اگر یہ پری عبادتین نہ تھا مگر ترے رسول کی طاعت میں تھا تو آفتاب کو اُس کے لیے لوٹا دے اسما کہتی ہیں کہ آفتاب دوب چکا تھا کہ یکایک پھر ظاہر ہوا اور دھوپ پھیل گئی اور حضرت علیؑ نے وضو کر کے نماز عصر ادا کی۔

ظفر

اُسکی ندو سے فوج ابابیل نے کیا

لشکر تباہ کعبے پر اصحاب فیل کا

اس کا قصہ یہ ہے کہ ابراہیم حاکم یمن ایک جزار اور کثیر فوج لیکر یمن کے کئی کھنڈوں کے لیے اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبے کو منہدم کرے اور بنی کنانہ کو قتل کر ڈالے اس وقت عبدالمطلب مع ہر ایسے پہاڑ پر چڑھ گئے ابراہیم کعبے کے گرانے کی غرض سے حملہ آور ہوا اللہ جل شانہ نے ابراہیم کو ایک جھنڈ بھیجا جو اس لشکر پر سنگباری کرنے لگا جس پر وہ بچھڑتا ہوا تھا وہ اس مقام پر رہ جانا تھا۔

صنعت نسبت یعنی درمیان دو چیزوں مخالف کے مناسبت بیان کرنا جیسے کوئی پوچھے کہ کنوین اور آتش بازی میں کیا نسبت ہے جواب دینا چاہیے کہ چرخ یعنی ایک چیز ایسی ہے کہ کنوین میں بھی ہوتی ہے اور آتش بازی میں بھی ایسی ہے اگر پوچھے کہ بندوق اور مہاجن اور فرنگی میں کیا نسبت ہے تو جواب میں کہنا چاہیے کہ کوٹھی اس لیے کہ کوٹھی بندوق میں بھی ہوتی ہے اور کوٹھی مہاجنوں کی بھی کہلاتی ہے اور کوٹھی صاحب لوگ بھی بولتے ہیں مثال نظم کی یہ مستزاد انشا کے۔

مستزاد

نسبت جو آرام سے ہو ہاتھ کو سو گیا

کچھ سوچ کے بتلا + ہو اس میں کھائی +

ولہ

نوبت کو ترے نام سے ہو میل یہ کیسا

مت کر تو اچھٹا + کہدے اری باجی +

	ولہ	
اک ہوا سے نسبت + اور جی نہیں کہیں + یعنی تری انگلیا + اسے جان زنا خی +		وہ کو کسی ہے چیز کہ ان جانور سے کیڑوں کے پر سے جو بنے سونکی چڑیا
	ولہ	
کس واسطے کل کیوں + آنکھوں پہ بھاری + کرنے میں تماشا + اُس میں بھی ہو پتی +		کو کا جی بھلا یہ کہو تھی کو کسی نسبت جو لوٹ لیا دیکھ کے کل پتلیوں والا
	ولہ	
بتلائیے صاحب - اس کو بھی نہ سمجھے + ہو جبکہ پھر پرا + نواب بھی نہ سمجھے +		بھنڈے سے بھلا دھان کو ہر کو کسی نسبت لو بوجھ چکے اور بس اب کھائے خشکا
	ولہ	
پر اُس سے کہ جس بن + کچھ کام نہ ہوئے + ہے یہ ترے انشا + اند کی قدرت +		ہر مرد و نئے نامون میں خط سے کہ نسبت پہلے وہ لکھا جائے بنے جب کہ لغافہ
<p>صنعت ذو سختمے پنے دو باتوں کا ایک جواب دینا مثال اسکی -</p> <p>مسافر پیاسا کیوں - گدھا اودا سا کیوں جواب لوٹا نہیں -</p> <p>ایضاً گھوڑا کیوں اڑا - پان کیوں سڑا جواب پھر نہ تھا -</p> <p>ایضاً بڑا کیوں گھایا - جوتا کیوں نہ پہنا جواب تلاء نہ تھا -</p> <p>ایضاً گوشت کیوں کھایا - دھوم کیوں نہ گایا جواب گلا نہ تھا -</p> <p>ایضاً ہاتھی کیوں روکھا - کلال کیوں بھوکا جواب مدد نہیں -</p> <p>ایضاً دہی کیوں نہ بنا - نوکر کیوں نہ رکھا جواب ضامن نہ تھا -</p> <p>ایضاً دیوار کیوں ٹوٹی - راہ کیوں ٹوٹی جواب راج نہیں -</p> <p>ایضاً ستاری کیوں نہ بجائی - عورت کیوں نہائی جواب پردہ نہ تھا -</p>		
<hr/>		

جو تھا جزیرہ اقسام نثر عیوب کلام اور سرقات شعر کے بیان میں

اس جزیرے میں ایک شہر لطافت خیز اور دو صحراے وحشت لگے ہیں

شہر نثر کی قسموں کے ذکر میں

پوشیدہ نہ ہے کہ کلام ناموزون نثر ہو اور موزون نظم ہو اور فقرہ نثر میں مثل بیت کے ہو نظم میں مثلاً
مردم دیدہ آج گھر بیٹھے بہشت کی سیر کرتے ہیں ایک فقرہ ہو۔ آئندہ صفحہ قرطاس پر کیا جوش ہمارا
معانی ہو دوسرا فقرہ ہو۔ تار نگاہ میں بے تکلف موتی پر ہے جاتے ہیں تیسرا فقرہ ہو۔ وآہ واکلک گہرا کی
کیا در فستائی ہو چو تھا فقرہ ہو یہ چاروں فقرے لکر نثر ہو فغان بیخبر کی۔ اس شہر میں دریا بہت ہیں۔

پہلا باغ نثر کی قسموں میں باعتبار الفاظ کے

نثر کی باعتبار الفاظ کے چار قسمیں ہیں۔ مُرَجَز۔ مُقَفَّ۔ مُتَجَع۔ عاری۔

بیان نشر مرجز

مُرَجَز وہ نثر ہے کہ حسین وزن شعر ہو اور قافیہ نہ ہو یہ قسم بہت کم پائی جاتی ہے مثال اسکی یہ فقرہ
فارسی سے نثر ظہور کیا نثر انیش سروین گلشن فتح۔ خجروش ماہی دیکھ نظر اس کا یہ وزن ہو فاعلان
فعلان فعلان یا فعلن کسر میں کاتبوں نے بغیر سمجھے اس عبارت میں تصرف کیا ہو اور مقفے کر کے لیے
فتح کے آگے نصر کا لفظ اور بڑھا دیا ہو اس سے نہ نثر مرجز ہی نہ مقفے۔

الکس ماشطہ صفحہ دہر + ولہ رقص منتسخ چہرہ مہر

اسکا یہ وزن ہو فعلاتن فعلاتن فعلان یکسر میں۔ اُردو میں آفاغنی کی یہ شرجھا وزن مفعول
مفاعیلن ہو یہ شرجھا یا دو گار مولفہ امیر مینائی کی تقریظ میں ہے مقرر دیوان حقیقت کے مطلع کہین
دو مصرع۔ اک حمد الکی ہو۔ اک نست پیمبر ہو۔ اس مطلع روشن کے معنی منور ہے۔ ہر ذرہ بھی ہو واقف۔
سننے ہیں ازل سے سب۔ یہ مطلع لوزانی۔ پر اسکے سوا اب تک۔ اس ساری غزل میں سے ایک شعر
نہیں پایا۔ لیکن مجھے ہانچا یا اسوقت غنی موقع۔ میں سبکو سنا تا ہوں۔ اس مطلع کی تا کا۔ چوس لہل
سے جو۔ اسوقت موافق میں۔ کیونکہ ثنا خوان ہوں۔ سامان غزل خوانی۔ کیا خوب مہیا ہو صبر بازمین
حاضر ہیں۔ نقاد زمر سے۔ عالم کو سخن میرا سننے کی تمنا ہو۔ یہاں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ وزن میں فید
ضرور نہیں۔ ملا غیاث الدین کتاب غیاث اللغات میں لکھتے ہیں پس مرزوشہ باشد کہ کلمات فسر تین
اکثر جا ہا ہمہ جو وزن باشند در تقابل یکے گر ہر دن رعایت صحیح اور مثال میں یہ نہ لڑاتے ہیں یہ خیال ناظم
بے تعلق قامت در لبے ناموزون ست وقاس ناثر بے تمسک کامل مولیٰ نامر بوطا اور حسن لقوا بعد کا
مولف اس تعریف کا ترجمہ یوں کرتا ہوں مرزوشہ نہ ہو کہ جسکے دو فقرے کے کلمات متقابل ہوں اور قافیہ
نہ رکھتے ہوں جیسے صحت اوقات بے ذکر و ادب کار ساز و خروج الفاس جز شغل خالق کردگار عین نقصان ست
یہ مثالیں خرموز کی کسی طرح نہیں بلکہ مولف کی وہ قسم ہیں جسکو مائلہ کہتے ہیں اور بیان اسکا سمیع میں آتا ہو
خرموز میں وزن شعر کا ہونا اور قافیہ ہونا مشروط ہے خواجہ نے یہ حضرت سجع سکھوتے ہیں سجع ہمزون ہونا
دو لفظ کا ہر فقرے میں یا مصرعے میں وہ یہاں موجود ہو پھر ہر دن رعایت سجع کے کیا معنی شاید یہ بزرگ وزن کو
برابر ہونا کلمات کا سمجھتے ہیں اور سجع لفظ شعر کو کہتے ہیں معان ادرہت ٹھیک فرطتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں
اگر وزن شعر دارد و قافیہ ندارد فرماتے تو کیا حرج تھا تا حق مورد طعن ارباب دانش ہوے اور مرزا غالب غیہ کو
اعراض کہ کیا موقع ملا اور ناظرین کو غلطی میں ڈالا۔

بیان شرمقفا

شرمقے دو ہمزوں کے برعکس ہو یعنی قافیہ رکھتی ہو اور وزن نہو مثال اسکی یہ عبارت مجاہدہ نسخہ کی شرجھا
ممشوق کی ہنسی پیشانی میں بوستان مسرت کی شان۔ ماشق کی جبین گلستان کے بات نہج کا غزلان۔ اس کی
سروشٹ رنگیں میں حسن کا فساد لے کے رن خط گلزار میں عبارت عاشقانہ۔ اسکی چوٹی بننے کا جواب اسکی
زنونین عشق پیچے کیچ دتا۔ اسکی شیم غالبہ بدر اسکی ہوا وحشت انگیز اسکا چہوار خوانی۔ اسکا رنگ لہلہ
اسکی بھون سلاخ بادام سے ہتر۔ اسکی ابرو دل غلامہ احمد اسکی ٹھنڈی زنگی اس کی گلابی۔ اسکی کھنکھار

عروس چمن اُس کی مہ فرہ آئینہ دابے جابی۔ رخسار سے دونوں کے صحیفہ گلستان شباب
 اگر یہ مسرائے پر اعراب۔ ہونٹ گلبرگ انتخاب۔ لیکن وہ خشک یہ شاداب۔ یاد رکھو
 کہ نشر مقفے کے دونوں فقرے الفاظ میں متساوی ہوں اور ایک دوسرے سے زیادہ ہوں یا فقرہ ثانی فقرہ
 اول سے طویل ہو مگر نہ اس قدر کہ اعتدال سے بالکل بھل جائے کیونکہ قافیے میں عمدہ تواضع الٰہی ہے اور
 قطع لفظ قافیہ سے اعتدال ہر ایک شعر میں مطلوب ہوتا ہے اور نفس بالطلع اُدھر میل کرتا ہے جہاں تین فقرے
 واقع ہوں تو جائز ہے کہ پہلے اور دوسرے فقرے میں چار چار لفظ ہوں اور تیسرے فقرے میں دس یا گیارہ
 اور تینوں فقرے متساوی بھی لکھتے ہیں یا فقرہ ثانی فقرہ اول سے چھوٹا ہو مگر یہ عیوب میں داخل ہے اس لیے
 کہ سامع کو چھوٹے فقرے کے سن لینے کے بعد بھی اُس شخص کا انتظار رہتا ہے جو کسی شعر کی انتہا اور رعایت کا
 منتظر ہو۔ نشر مقفے دو حال سے خالی نہیں ہوتی یا مقفاسے قصیر ہوتی ہے یا طویل۔ قصیر کے دونوں فقرے
 کم الفاظ ہوتے ہیں اور لمبے ہر ایک فقرے کے الفاظ کی حدود سے دس تک ہوں اور مبتدا قصیر ہوا حسن ہے کیونکہ
 توانی قریب قریب واقع ہونگے جیسے اس شعر میں یار محمد خان شوکت کی نشر قصیر معان ہو۔ برے بے لہجہ ہوں
 بل کی بات بھول گئے۔ جو آج بھول گئے۔ خوش تقریر ہو۔ گر چہ شریو ہو اور مقفے طویل میں ہر فقرے کی
 تالیف گیارہ سے بیس لفظوں بلکہ اس سے بھی زیادہ تک ہوتی ہو۔

بیان شریع

شریع وہ ہے کہ الفاظ فقرتین وزن میں برابر ہوں اور حرف آخر میں بھی موافق ہوں یعنی پہلے فقرے کے
 تمام الفاظ دوسرے فقرے کے تمام الفاظ سے وزن و حرف آخر میں موافقت رکھتے ہوں نظم میں یہ صنعت آپڑے
 تو مرصع اور شعر میں آوے تو مسجع کہنے لگتے اور اس صناعت کے بعض ماہرون نے جو مسجع کی مذمت کی ہے تو اُن کی
 طبیعتوں کی کمزوری کے سوا ظاہر کوئی وجہ نہیں معلوم پڑی کیونکہ اگر یہ صنعت فی الحقیقت مذموم ہوتی
 تو قرآن شریف میں کیوں واقع ہوتی ہم تو کوئی سورہ سبح اور مؤمنہ سے خالی نہیں دیکھتے شریع میں فقرے
 طویل بھی ہوتے ہیں اور قصیر بھی۔ اور فقروں کے طویل و قصیر ہونے کی کیفیت یہاں بھی وہی ہے جو نشر مقفے میں
 ہوتی ہے مثال شریع کی کان ملاح متعوم میان معدن یوفائی چالاک بکا نہ دلبر عیار کے شوق میں
 بیقرار ہوں اور جان صباحت موہوم دہان مخزن دلربائی سفاک زمانہ کا غرور کے ذوق میں شکبار ہوں
 دینے لطافت کے مولف نے اسکی مثال میں یہ عبارت لکھی ہے پونڈا پھیکا اتنا بڑا کہ جسکی برائی بیان
 ہے ہر پونڈا بیٹھا ایسا بھلا کہ اُسکی بھلائی گمان سے بڑھ کر پونڈا اگر نشر شریع کے الفاظ میں رعایت صنعت

بجنس کی بھی ہو یعنی فقرہ ثانی ہو ہو فقرہ اول کی نقل ہو مگر معنی جدا گانہ ہوں تو یہ نہایت خوبی ہو اور اس کو صنعت ترصیع مع البجنس کہتے ہیں مثال یہ فقرہ دریلے لطافت کا مقصود بیگ دو مقصود بیگ دو۔

واضح ہو کہ اس صنعت کا حسن یہ ہو کہ دونوں فقرہ عین کوئی لفظ مکرر نہ واقع ہو۔

بعض کے نزدیک مبالغہ نثر میں مراد ہے مقفے کا یعنی لکے نزدیک مبالغہ کی یہ تعریف ہو کہ پہلے فقرے کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کے کلمے سے قافیہ میں موافق ہو چنانچہ سرکا کی نے کہا ہو کہ مبالغہ نثر میں ایسا ہی جیسے نظم میں قافیہ اور جو تعریف مبالغہ کے واسطے مذکور ہوئی وہ اُن لوگوں کے نزدیک صنعت کی تعریف ہی خواہ نظم میں جاری ہو یا نثر میں دونوں جگہ مرصع ہی کہتے ہیں اور اس کو مثل متوازی اور مرصع اور مرصعہ مبالغہ کی ایک قسم قرار دیتے ہیں۔

مبالغہ متوازی وہ ہو کہ فقرہ کے آخر کے دو لفظ وزن اور حرف آخر میں متفق ہوں جیسے وقار حصار از مذہب عشق معروف بہ قصہ گل بجاؤئی جس کو پڑ دیا دار میں جاتی وہاں اسباب عیش مہیا پائی جاتی اور اپنی دونوں لفظ وزن اور حرف آخر میں موافق ہیں۔

منہ بسکی طرہ چشم سر رسا اُٹھاتی اُسے نقش پاکِ طرح سناٹا ز جسدِ تنہا بردیا خمرِ گمانِ کھانی اہل نظر کو بلِ سطحِ سناٹا اُٹھاتی طہانی کے اور دکھاتی ثنائی کے مقابل ہو اور یہ رعایت نظم میں بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر میں

صابر شاہ دہلوی	
جو ہم بسترِ تنہا ہے تو اسکی کیا شکایت ہو	نظر بھر کر ہمیں اک دیکھنا اُسکا کھایت ہو
مجتا و سنگھ خاں	
بیا رعشتی کی نہ دوا ہو طبیب کے	مر جائے یا عجبے کوئی اپنے نصیب کے
غالب	
بے دہر شد و کو قدرتِ حق سے ہر حال	نظام الدین کو خسرو سراج الدین کو غالب
اگر سائے الفاظِ اسطیحا ہوں تو مَرُ صُغُ لیتے۔	
<p>مبالغہ مطلق یہ ہو کہ فقرے کے کلمات غیر وزن میں مختلف اور حرف آخر میں متفق ہوں۔</p> <p>مثال اسکی گل بجاؤئی اگر حکم ہو تو چند روز کے واسطے ہجنسون کی صحبت میں جاؤں اور اُن کے آب وصال سے اس آگ کو بجھاؤں جاؤں اور بجھاؤں کا وزن ایک نہیں لیکن حرف آخر ایک ہے اور یہ رعایت نظم میں بھی ہو سکتی ہے جیسے اس شعر میں۔</p>	

مکند لال آرام

بہر موجد سے یہ کہتے ہوئے تو یا سے مل | اُسکو سمجھاؤ کہ تو بھی تو نہ اغیار سے مل

یار و اغیار و وزنیں مختلف ہیں لیکن حرف آخر و وزنیں رے ملے ہے۔

سب سے موزانہ لے کہتے ہیں کہ دونوں فقرہ کے الفاظ آخر متفق الوزن ہوں لیکن حرف آخر مختلف ہو جیسے اس شعر میں کتاب فیہ المنصوح لے دیکھ راج یہ ایک جو ہر لطیف ہے اور عجیب بہت عزیز الطیف و عزیزہ وزن ہیں لیکن حرف آخر مختلف ہے اسی مثال میں ہے نواب غوث محمد خان دلی جاورہ کی یہ شعر شرم کی یہ عبارت غرض جس کسی نے عدم سے وجود میں اگر تماشے موجودات نہیں کیا وہ کالمعدوم ہے اور جس مرد نے اپنی زندگی ایک گوشے میں بیٹھ کر بسر کی وہ گویا زن مستور ہے۔

تنبیہ یہاں یہ امر لائق غور ہے کہ سجع کی تعریف تو یوں کی گئی ہے کہ دونوں فقرہ کے اخیر کے الفاظ باعتبار وزن اور حرف آخر کے موافق ہوں اور موزانہ کو سجع کی ایک قسم قرار دیکر اسکی تعریف میں لکھا ہے کہ دونوں فقرہ کے کلمات اخیر و وزن متفق رکھتے ہوں اور حرف آخر مختلف حالانکہ سجع کی تعریف مواد پر صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں فقرہ کے آخر کے کلمات میں قافیہ موجود ہے اور اس میں مفعول بہت بران صاحب تلخیص المفتاح کے نزدیک موزانہ اور سجع میں مساوت ہے اور کتاب مثل السائر کا مصنف لکھا ہے کہ موزانہ سے سجع انحصار ہوا سولے کے سجع میں الفاظ آخر متحد الوزن والقوافی ہوتے ہیں اور موزانہ میں الفاظ آخر صرف مساوی الوزن ہوتے ہیں ان کے حروف آخر ایک نہیں ہوتے جداگانہ ہوتے ہیں پس مواد نہ شرط اتحاد وزن الفاظ آخر میں تو سجع کا مشارک ہے اور حرف رومی کی موافقت میں مخالف اس صورت میں ہر ایک سجع موزانہ ہے اور ہر ایک موزانہ سجع نہیں مولوی امام بخش صہبائی اس مقام کی توضیح میں لکھتے ہیں کہ اس صنعت کی تعریف میں اگر الفاظ اخیر کے فقط وزن میں موافق ہونے سے یہ مراد ہے کہ موزانہ میں الفاظ اخیر کا حرف آخر میں مخالفت ہونا واجب ہے تو اس صورت میں سجع اور موزانہ میں تباہی پڑے یعنی صنعت سجع کی مولانہ پر صادق آئے گی اور نہ صنعت موزانہ کی سجع پر کہونکہ سجع میں حرف اخیر کی موافقت واجب ہے اور یہاں مخالفت اور اگر یہ مراد ہے کہ موزانہ میں وزن کی موافقت شرط ہے اور حرف اخیر کی موافقت شرط نہیں یعنی ہر موزانہ اس صورت میں ایک جگہ سجع اور موزانہ دونوں صادق آجائے جیسے محال ہوگا کہ محض خیال ہے اور درم کرنا رقیب کا محال ہے شرط سجع اور موزانہ دونوں کی پائی جاتی ہے یعنی موافقت حرف اخیر کی اور یہ شرط سجع کی ہے اور موافقت وزن کی اور یہ شرط موزانہ کی ہے اور ایک جگہ موزانہ پایا جائے گا موزانہ سجع کے جیسے دل معلومے غافل ہے اور جان دکھ سے غافل اور ایک جگہ سجع پایا جائے گا

بدون موازنہ کے جیسے قریب کی طرف سے فارہو اور سینہ دوست کے جوڑ سے انگار ہو فار اور انگار بطور سجع کے
 ہیں نہ بطور موازنہ کے اور جدا لائق البلاغت کے مصنف سے سمجھئے کہ موازنہ کی تعریف میں آپ ہی لکھا ہو
 کہ موازنہ وہ ہو کہ دونوں فقرے کے الفاظ اخیر وزن میں متحد ہوں اور حرف اخیر میں مختلف اور پھر اسکو
 ایک قسم سجع کی قرار دیا ہو حالانکہ سجع میں شرط یہ ہو کہ حرف اخیر میں موافقت ہو نہ مخالفت اس تعریف سے
 واضح ہو کہ موازنہ سجع کی قسم نہیں اب رہی یہ بات کہ آیا موازنہ شعر کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہو یا نظم میں بھی
 جاری ہوتی ہو اس باب میں بھی ہکو مولوی امام بخش صہبائی کی تحقیق کامل پسند ہو کہ انھوں نے
 میر تقی میر کے اس قول پر کہ صنعت نظم میں نہیں آتی کیونکہ نظم کے اخیر میں قافیہ واجب ہے
 اعتراض کر کے توجیہ وجہ کے ساتھ لکھا ہو کہ جن لوگوں نے یہ توہم کیا ہو کہ موازنہ مختص شعر کے ساتھ ہے
 محض بجا ہو کیونکہ وہ نثر اور نظم دونوں میں جاری ہوتی ہو اور یہ توہم شعر سے خصوصیت لئے کا اس سبب سے ہو
 کہ عربی کتابوں میں اس صنعت کی تعریف میں لکھا ہو کہ وہ مساوی ہو نہ دو فاصلوں کا ہو وزن میں اور فاصلہ
 شعر کے الفاظ اخیر ہی کہتے ہیں اور یہ خیالنا کہ ذکر فاصلہ کا بطریق احتراز کے نہیں ہو تاکہ اس سے نظم ظاہر ہو جائے
 بلکہ بطریق مثال کے ایک کا ذکر کر دیا ہو اور اختصار کی وجہ سے مصرع کا ذکر چھوڑ دیا ہو اور چونکہ یہ صنعت نظم میں
 جاری ہوتی ہو شرح کرنے والوں نے فاصلے کے آگے لفظ مصرع کا بھی لاحق کر دیا ہو اس حاصل یہ موازنہ نثر اور
 نظم دونوں میں آسکتی ہو اور اگرچہ نظم میں قطعاً ہونا شرط ہو لیکن سولے مطلع، مثنوی و مسدس ترکیب بند
 و ترجیع بند کے ہر ایک شعر میں لانا ممکن ہو مثال اسکی ہے

مرزا محمد علی لکھنوی گستاخ

جی لکھا تھا سمجھ ہوئے گی فرحت حاصل یہ نہ جانا تھا کہ آہے گی قیامت لادم

موازنہ میں اگر تمام الفاظ نثر یا نظم کے اندر ایسے ہی واقع ہوں کہ وزن میں موافق اور حرف آخر میں
 مختلف ہوں تو اسکو مماثلہ کہتے ہیں اور یہ مماثلہ موازنہ میں ایسے ہو جیسے سجع میں ترصیع اور یہ بھی نثر اور نظم
 دونوں میں آتی ہو اور جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہو کہ مماثلہ مختص شعر کے ساتھ ہو غلط ہو مثال نثر کی فارسی
 وہی ہو جو ملا غیاث الدین نثر میں ہر کی مثال میں تحریر فرماتے ہیں اور انکی ابتلا سے مولوی حفظ الدین مصنف
 انشاء فیض رسان اپنی انشاء میں لائے ہیں (خیال ناظم نے غلطی قیامت و لڑے ناموزون ست و قیاس
 ناثر ہے متک کا کل مویا سے نامرطوب) اور اندر کیا لیاقت اور کیسی ہمہ دانی ہو گمان نثر میں جو کی تعریف اور
 گمان مولا کی مثال بھلا غالب کیوں نہ روئیں اور کس طرح نہ چلا میں اور نظم کی مثال یہ ہو۔

کیسوے حور جنان ہو اسی تو بن کی عثمان اسیر حلقہ چشم ملک ہو اسی مرکب کی بجام

غالب	الے شہنشاہ فلک منظور بے مثل و نظیر ایتر انداز سخن شاہ زلف الہام
لے جہان زار کرم شہو بے شبہ و عدیل تیری رفتار کلم جنبش بال جبریل	یاد رکھو کہ عبارت مسجع و مریع و شقیقہ ہر وقت معاملات میں بولنا منع ہو کیونکہ کلف سے خالی نہیں البتہ دعاؤں اور خطبوں اور کتابوں وغیرہ میں جائز و مناسب ہو۔

سجع نگین

سجع کے لغوی معنی آواز کو ترو تری کے ہیں اور اصطلاح میں سجع وہ ہر جو اور پر بیان ہوا اور سجع سجع نگین کو بھی کہتے ہیں یعنی کسی شخص کا نام فقرہ یا آیت کلام الہی یا مصرع وغیرہ میں مندرج کر کے نگین پر کھڑکے ہیں اس کو بھی سجع بولتے ہیں مثال اسکی لافظ غلو امن رحمۃ اللہ اس آیت سے رحمۃ اللہ نام مراد ہے
ایضاً در شہر علم محمد علی + سجع محمد علی کے نام کا ہو اور حسین تلمیج ہو اس حدیث کی طرٹ نامہ نیتہ احلم علی باہا۔
ایضاً بروز قیامت محمد شفیع + یہ سجع محمد شفیع کے نام کا ہو معلوم کیا چاہیے کہ استادان فن نے نہایت قراہی ہے
کہ سجع میں فعل ماضی مضارع و ضمیر و حوت را بط و غیرہ حتی المقدور نہ آنے پائے اور اگر سولے ماضی کے فعل مضارع یا ضمیر کے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں اور اس نسلے میں اسکی کچھ قید نہیں ہے۔

سجع من غلام قنبر من غلام حیدرست + اس سجع میں لطف یہ ہو کہ مولوی غلام قنبر کے نام کا یہ سجع ہے انکے والد کا نام غلام حیدر ہو اور یہ سجع زنان گرد و مین اور بھی زیادہ لطیف ہوتا ہو مولو لغہ میں ہون غلام قنبر غلام حیدر حافظ احمد یار کا اثنائے سجع کہا ہو ۵ اللہ حافظ احمد یار +

سجع نام محمد کالے + یہ سجع محمد کالے کے نام کا ہے۔

ایک شخص کا نام غلام علی اور باپ کا نام غلام محمد ہو فوق نے سجع کہا ہو ۵ پدر غلام محمد پسر غلام علی +
سید احمد حسن کے نام کا سجع غالب کے یون لکھا ہو ۵ دل حیدر وہان احمد حسن۔

بیان نثر عاری

اسکے الفاظ میں نہ وزن کی قید ہو نہ قافیہ کی یعنی ان سب باتوں سے عاری ہوتی ہو اور اس کو رد مزہ اُردو بھی کہتے ہیں اور آج کل اُردو میں اس قسم کی نثر بہت مریع ہو مثال پر عبارت دیباچہ اکھبات کی ہو
نثر آزاد ہندی نہاد کے بزرگ فارسی کو انبی نینج زبان کا جوہر جانتے تھے مگر خمینا سو برس سے کل خانہ لگی

زبان اردو ہو بزرگوں سے لیکر آج تک زبانوں کی تحقیقات میں کمال سرگرمی اور جستجو رہی۔ اب چند سال سے معلوم ہوتا ہے اس ملک کی زبان ترقی کے قدم برابر آگے بڑھا رہی ہے یہاں تک کہ علمی زبانوں کے عمل میں دخل پیدا کر لیا اور عنقریب بارگاہِ علم میں کسی درجہ خاص کی کرسی پر جلوس کیا جاتی ہے ایک دن اسی خیال میں تھا اور دیکھ رہا تھا کہ کس طرح اسے ظہور پر کھڑا کس طرح قدم بہ قدم آگے بڑھی کس طرح عہد بہ عہد اس درجے تک پہنچی تعجب ہوا کہ ایک بچہ شاہجہانی بازار میں پھرتے شہر اسے اٹھا لیں اور ملک سخن میں پالکر پرورش کریں انجام کو یہاں تک نوبت پہنچے کہ وہی ملک کی تصنیفِ لایف پر قابض ہو جائے۔

یہ بات بھی انھوں نے ساتھ لکھنے کے لائق ہے کہ کتاب ہفت قلام جو ایک کتاب ضخیم فن لغت میں غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ کے نام سے مرتب ہوئی ہو اُس میں مثالِ شریاری میں یہ دو فقرے نظر آئے ہیں۔
مندرجہ ہیں۔ ریش سروبن گلشن فتح خورشیدی دریلے ظفر اللہ ہر ایک شخص کو غلطی سے بچائے۔

دوسرا باغِ نشر کی قسموں میں باعتبار معنی کے

نشر کی لحاظ معنی کے دو قسمیں ہیں۔ سلیس اور دقیق سلیس وہ ہے کہ جس کے معنی بہ سہولت سمجھ میں آجائیں اور دقیق وہ ہے جس کے معنی وقت سے سمجھے جائیں ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں سادہ اور رنگین سادہ وہ ہے جس میں مطلب کو بدون رعایتِ مناسبات کے ادا کیا ہوا اور رنگین وہ ہے کہ اولے مطلب میں ایک طرح کے الفاظ کی رعایت کی ہو مثلاً اگر شام کا ذکر آئے تو شامِ غربان کی اُسی قسمی رات کا سننا کہیں تو نہ کی چھانو کو چاندنی اور اندھیری کے ساتھ دکھایا جائے اور جو صبح کا بیان ہو تو رات کی رخصت سیاہی کا پھٹنا نور کا ظہور آفتاب کا طلوع مرغزار کی ہمار غزلور ہو اور ہمار کا ذکر آیا ہو تو آخر تک اُسی کے مناسب لکھ دین یا علم کا ذکر آئے تو اُس کے مناسب لکھیں غرض جس حالت کو لیں اُس کا سامان باندھ دیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ معنی کے اعتبار سے نشر کی چار قسمیں ہیں۔

سلیس سادہ

جس کے معنی بہ سہولت سمجھ میں آئیں اور مطلب کو اُس میں بدون رعایتِ مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے سرسید احمد خان مرحوم کی اس عبارت میں نشر آمدنی کے ذریعہ جو زمین ظاہر و ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہیں جو تمام ذرائع کو عادی ہیں ایک زراعت اور دوسرا تجارت مگر ان دو ذریعہ جو زمین زراعت تو ایک ایسی چیز ہے کہ اُس میں

انسان ایک خاص قسم کی ترقی کر سکتا ہو اور وہ بھی ایک حد معینہ تک مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل ترقی ذریعہ ہے کہ اسکے سببے انسان کو اصناف و انواع کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور اسکے واسطے کوئی ایسی حد نہیں نکلتی جسکے آگے ترقی ناممکن ہو بلکہ جہاں تک انسان کی عقل کی رسائی ممکن ہے وہاں تک اسکی بھی ترقی ممکن ہو اور یہی ایک ایسی چیز ہے جس میں انسان اپنے ہر طرح کے کمالات اور خوبیاں ظاہر کر سکتا ہو اور وہی تمام صنایعوں و دستکاریوں اور ہنرمندیوں کی جڑ ہے۔“

دقیق سادہ

وہ ہر جگہ کے معنی دقت سے سمجھے جائیں اور اس میں طلب کو بدون غایت مناسبات کے ادا کیا ہو جیسے یہ عبارت حضرت استاد ی مولوی عبدالحق صاحب خیر آبادی مرحوم کی امیر اللغات کی تقریر تھیں۔
نثر ہر زبان جو مافی الضمیر کی ترجمان ہو اپنی خصوصیات میں ضرور امتیاز رکھتی ہو اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات وہی کثائے وہی تخلیق وہی مقام استعمال وہی شلین وہی مقولے ہیں جو لغات میں مستعمل ہیں لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نگارہ لاخیل ہو یہ مسلم ہو کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہو۔ مفردات اصلی۔ مادے کی جستجو۔ اشتراک لفظی یا معنوی حقیقت یا مجاز بتانا اسکے عوارض ذاتی اور محل بحث ہیں لیکن اسکے موضوع کو جو مختلف خطوط سے مخلوط ہو کر ہر خاص و عام کی زبان پر آتا ہو اس طور پر ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اسکے الفاظ اور مستعملات اخالیط نامکاناتی سے الگ ہو کر ممتاز ہیں یا محکم کے مقامات ان عوارض سے الگ ہوں جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جدا اور اغراض تحریری میں مل جائے اسکے میں ہیں کوئی آسان امر نہیں کبھی کبھی اس عموم موضوع کے علاوہ خاص خاص وہ پہلو بھی مبحث عنہ ہو جاتے ہیں جو خاص ایک نام سے متعلق اور دوسری زبان کے موضوع یا عنوان موضوع کے خلاف ہونے ہیں مثلاً بعض جملے جو مثبت ترکیبی کی وجہ سے مفردات کے کل میں ہیں اور مفردات اسکے جز ہیں۔ بظاہر ہر موضوع کی نوعیت اور شخصیت سے الگ اور جدا ہوتے ہیں جس سے یہ شبہ ہوتا ہو کہ کیوں یہ محل بحث و موضوعیت میں داخل ہیں

سلیس رنگین

وہ ہر جگہ کے معنی سہل ہو نیکی ساتھ اولے طلب میں مناسبات الفاظ کی غایت ہو جیسے فسادے عجائب کی اس عبارت میں نثر اس سال نیا ساز و سامان ہو ہوئی شبنات ہمارے دست و گریبان ہو بلبلان ازل و فیدۃ چمن کھلے کا بوٹہ پتا جو بن کھائے کا نسیم سحر غنچہ کی کانٹہ ٹٹوٹے لگی جریہ اور گلال کرہ سے کھولنے لگی

نخستہ لالہ چراغان کا ڈھنگ دکھاتا ہو ہنرمین فوارہ چمکادی کارنگ دکھاتا ہو کوسون تک سبز مغل کا
فرش چمکا ہو شاداب کوہ و صحرا ہو پتا پتا کان زمر و کا پتا دیتا ہو شبنم کا قطرہ دُربے ہما کا آویزہ ہے
یہ بین کبکے ریکا فتمہہ بلخ میں بلبل کا نالہ ہو صحن گلزار میں سبز نے سر لکھا لا ہو جس قلم تراش میں شاخ کا
دستہ ہے قوت نامیہ کے فیض سے یک قلم گلہ دستہ ہو اس گلشن ایجاد میں کیا نمونہ قدرت پروردگار ہو
کہ دست و گریبان خزان و بہار ہو اگر شاخ سے کوئی پتی مرجھا کر ٹوٹی ہو تو برابر سبز کو پل پھوٹی ہے
گل کی ہنسی پر گرے شبنم ہے کہ مہلت یہاں بہت کم ہو بشر کو لازم ہو کہ فرصت کو عنایت جائز کران خیالوں سے
درگزرے جو امر ضروری ہو اسکو کر گزرے لہذا صدر نشینان بزم طرب و سرور انجن آریاں جلسہ شادی
سور کی خدمت میں امیدوار ہوں کہ ازراہ دوستانہ بے عذر و بہادر و ملی بخش جلسہ احباب ہوں
خاکسار رہیں منت ہوگا۔

ہندوستان کی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو کہ گفتگو میں مناسبات کا استعمال بالانعام کرنے ہیں
جگت بازار و ضلع بولنے والا کہتے ہیں کوئی کلام ایسا خالی تخمیں اور مراعات نظیر اور ایہام سے نہیں ہوتا
ایسے شخص کو فارسی میں بزرگہ شیخ اور لطیفہ گو کہتے ہیں۔

مولوی غلام امام شہید کے اس وقت میں شطرنج کا نام نہ ہو۔

دشہسوار میدان صفوت و صفائیت افزائے بساط محبت و لا سلامت ہندہ حرارت قلب کے
عارضے سے توجیرن اور شدہ رہتا ہی تھا اب ضعف دماغ کی بیماری نے اور بھی عاجز اور رنج کردیا ہے
ہر دم بھی سوچ اور منصوبہ آتا تھا کہ کدھر جاؤں اور کون ایسی چال چلوں کہ یہ عارضہ ٹھٹھنے نہ پائے بارے
اندرون حکیم شاہ رخ مرزا صاحب اس شہر میں وارد ہوئے تعریف انگلی اور سادگی مزاج کی بہت شہتی جاتی تھی
کہ انکے نزدیک بادشاہ اور وزیر اور فقیر مسکین اور امیر پرنسپل نشین دو وزن برابر ہیں مریضوں کی جگر کی کے دسٹے
صبح سے پہرات گئے تنگ بارہ دیکھن شطرنجی چمکائے ٹیٹھے رہتے ہیں یوں نوحیات مات پر کسی کا اختیار نہیں ہے
اور نہ ہر مہرہ اور شربت انار اور خضمی خبازی کون طبیب نہیں جانتا لیکن دست شفا بھی رکھتے ہیں اور عطاروں کو
بیاروں کا مال مار لینے اور اپنی منفعت اور خورد و برد کے واسطے گران چیز بیچنے کی اجازت نہیں دیتے اس واسطے
چاہتا ہوں کہ انکی خدمت میں رجوع لاؤں لیکن مکان ان کا فاصلے پر ہو پیادہ پا نہیں جاسکتا اگر کسی طرح کا
چہ نہ تو صبح کو گھوڑا خواہ بالکی بھیج دیا کیجیے اور جو چھوٹا مل ہو تو یا رشا طر ہوں یا رفاط مست نہیں لایا ہوں
یہ بھی جاسکتا ہوں نہیں تو لالہ اندر جیت چودھری یا مظفر زین ولے کی گاڑی کیا یہ کو منگا لیا کروں گا۔
ایضا قراوت کے تلامذہ ہیں۔

حافظ صاحب کرم فرامیرے زیادہ ہون الطاف آپ کے بعد شوق ملاقات مسرت آیات کے کہ آپ کی تمنائیں
موسے آتش دیدہ کی طرح پڑ مرده رہتا ہوں گذارش یہ ہو کہ آج خدمت میں حاضر ہونے کا غم باجڑ تھا
لیکن واقعہ عجیب پیش آیا کہ قاری محیر حسن صاحب کے انتقال سے جلسہ کا جلسہ درہم بہرہ و سارا ہر
زیارہ و زبر ہو گیا اسی سبب متوقف ہو کر صحیفہ معذرت ارسال کیا چاہتا تھا کہ حافظ محمد شاکر صاحب
ایک جلد کلام محمد لکھنؤ کے چھاپے کی کچھ پاس سے لائے سبحان اللہ جیسا کہ کلام اللہ میں چاہتا تھا
ویسا ہی میسر ہوا اگرچہ حافظ محمد حسین صاحب بمبئی کے چھاپے کی تعریف بہت در اور شد کے ساتھ
کرتے تھے لیکن اس کے خط کو اس کے خط کے ساتھ مطلق مناسبت نہیں ہو اب مجھے وقف کرنا چند جلدوں کا
منظور ہو سوداگر کا اگر چند روز ٹھہراؤ ہو تو ویسا مطلع فرمائیے آپ ہی طبع عالی ہمیشہ مصحف کی تلاوت
کی طرف مائل اور دست آزد گردن مقصود کے ساتھ حامل رہے۔

دقیق رنگین

یعنی عبارت کے معنی شکل ہونے کے باوجود اولے مطلب میں مناسبت الفاظ کی رعایت بھی ہو جیسے
تذکرۃ الشعر کی اس عبارت میں شہر ذوق تخلص طوطی شکرستان شیرین زبانی بلبل چین زار رنگین بیانی
صیر فی نقود کمال دستہ بند رنگینی نقال بانی میل فصاحت میزاب گلشن بلاغت فارس مضار سخن وی
شہسوار عرصہ معنی پروری مسند نشین ایوان دانش و آکا ہی استاد حضرت نعل آبی شیخ ابرہیم مخاطب
بہ خاقانی ہند سایہ تربیت نعل سبحانی میں شب جوانی کو صبح پیری تک پہنچایا اور ضاع مشہد آفاق میں
اپنے ہوئے نفسانی کو یک قلم مٹا دیا۔

ایضاً بلندی مرتبہ کو لباس خاکساری میں ایسا چھپایا تھا جیسے گرد میں آسمان دعوت توگری کو
لکھ کو بفرمیں ایسا دایا تھا جیسے زمین کے نیچے کنج شاکھان اگر علم کا پائون تھ کوہ پر نہ پڑتا بلکہ کوہ گانی اپنے
پشت گاو زمین پر تکیہ کرتی اور اگر علم کی آنکھ باریک بینی کی طرف متوجہ ہوتی کثرت میں معنی وحدت کو
صورت کثرت سے روشن تر مشاہدہ کرتی۔

ایضاً ایک جانب ہجوم امراض کو ناگون اور افراط عوارض بوقلمون نے عافیت مزاج پر
ایسا عرصہ تنگ کر دیا کہ دائرہ صحت فقط مہوم کے حوصلے سے ہم آغوش ہو گیا تفرج گلزار شباب کے
آغاز سے میر مقامات فینچوخت تک حوادث نہرے بھی نشیب و فراز پیش آتے رہے اور نقطہ پہلی شباب نشوونما
صرف حوال ہوتے ہے ان موانع و عوائق کی مزاحمت کیا اور کھتی کھتی کہ پائے ثبات کو دامن فرغ خاطر میں

تردد سے باز رکھے اور خامہ و دوط کی دستیاری سے ذخائر طبیعت کو کبھی نظر ثانی کے زیور اصلاح سے مزین کرے اور کبھی گنجینہ کتاب میں مخزون۔ روزگار کی اس قدر نامسا عدی سے زائد حاصل میں باشکستگان مواضع دور دست اور استقبال میں متوقعان نقود ہستی کے حق میں زبان عظیم متصور تھا۔

ایضاً ادب اور تواضع ایک جامعہ اس کے قامت احوال پر راست اور خلق و مروت کا ایک فیچر ہے اس کے گنجینہ طبع میں بے کم و کاست ضمیمہ صافی اور خروغ مشرق اور آفتاب شونی فلک اور طبع المعرق اور مہلک ایضاً اکثر بیاضی اور دھینے میں آیا ہو کہ بعض صاحب طبع نظم یا نثر میں جس خوبی کے ساتھ مع لکھتے ہیں اس طرح ہجو نہیں لکھ سکتے۔ یا جس عمدگی کے ساتھ ہجو لکھتے ہیں اس طرح مع نہیں لکھ سکتے یا جس شوکت سے مہینے تحریر کرتے ہیں اس طرح تہذیب کے مضمون نہیں تحریر کر سکتے یا جو زراعتی تہذیب و تمدن ہوتا ہو وہ زور مہینوں میں نہیں ہوتا اور جو لوگ خیالی مضامین لکھنے کے عادی ہوتے ہیں وہ واقعات کو اس خوبی سے ادائ نہیں کر سکتے جس خوبی سے فرضی قصے کہانیاں لکھ دیتے ہیں کیونکہ حکایتوں اور قصوں میں اپنی طبیعت کے لگاؤ کے موافق جو مناسب معلوم ہوا لکھا بخلاف واقعات کہ وہ ایک بحر ناپید الکنار ہو اس میں معانی کا تہجد و حوادث ایام کے تہجد پر منحصر ہوا اور اسکا تہجد و تہجد انفس پر مقرر ہو۔

صحراے اول عیوب کلام میں

اساتذہ نے چند امور کے استعمال سے جو فصاحت و بلاغت میں بہتہ لگاتے ہیں منع کیا ہے اُن سے احتراز چاہیے کہ میں برسبیل و جو کے کہیں برسبیل جو ان کے اور وہ یہ ہیں۔

ایک ضعف تالیف یعنی محاورے کے خلاف الفاظ کا استعمال کرنا یا ضمائر و حروف ربط کو ایسی تقدیم و تاخیر سے لانا کہ کلام روزمرہ اہل زبان کے خلاف ہو جائے جیسے یہ شعر۔

آدمی اب نہیں جہان میں تیسرا
اٹھ گئے اس بھی کاروائے لوگ

محاورہ یوں ہو کہ اس کاروان سے بھی لوگ اٹھ گئے۔

جرات

چودہ بین طبق چارہ معصوم سے قائم
ہر ایک انھوں میں سے ہو سرور دو جہان کا

محاورہ یوں ہو کہ چودہ طبق چارہ معصوم سے قائم ہیں۔

نیک و بد زمانہ ہمیں اختیار میں
رجب علی سرور ہوتا وہی سرور ہر جو سرور شہت ہوا

معاورہ یہ ہے کہ ہوتا وہی ہے جو سر نوشت ہو لفظ ہو گوشت دور جا کر بیان کیا۔	
آتش	
آگیا کیا گلون نے کان ہن اپنے کھڑے کیے	آمد کوٹنے یار کی فصل بہار میں
ہن کھڑے کیے کے بعد چاہیے تھا اور اپنے کا کان سے پہلے ذکر ہونا چاہیے تھا۔	
امیر	
ایک نالو کے علم ہم بھی ضرور آئینگے	ہو گی جبل و زمزم میں تے گھر محفل
گو کہ محفل و مجلس متراوت میں لیکن معاورہ میں محرم کی مجلس ہے نہ محرم کی محفل۔	
اخلاص	
یاد ہے کی زبان صبح و مساکرتی ہے	بس زئی اکھونین تصویر پھر کرتی ہے
زئی اکھونین کئے سے مطلب ل گیا ایسے یوں کہنا چاہیے اکھونین تری تصویر۔	
ناسخ	
یوں نزاکت سے گراں ہے سر مرہ چشم یار کو	جس طرح ہو رات بھاری مردم بیمار کو
ایہاں بیمار پر ہو تو ٹھیک ہے۔	
ولہ	
جو شکر ہن کبھی وہ بھولے بھلنے نہیں	سبز ہونے کھیت دیکھا ہے کہین شمشیر کا
معاورے میں تلوار کا کھیت لٹنے ہن شمشیر کا کھیت نہیں ہے۔	
قواب شاہ جہان بیکم شیرین غلص	
افضل کی جویش سے صدا کاغین آئی	تسیرین ہو یہی دختر انکور کی آواز
معاورہ میں دختر ز اور دختر تاک ہو شراب اور خوشہ انکور کے مٹے میں۔	
ذوق	
اسنہ اٹھائے جانا ہر کمان لڑکے مجھے	ہو ترا نقش قدم چشم منافی کرتا
مجھے دوسرے مصرع کا حق ہو تخفیف معنی میں اسطرح لکھا ہو۔	
آتش	
آرزو ہے پاؤں پر لے کے ہمارا سر ہوا اور	دست شفقت پھیرے وہ شوکت نشان بالائے
اور دوسرے مصرع کا حق ہو کیونکہ حرف عطف معطوف پر آتا ہے نہ معطوف علیہ پر۔	

	غالب	
دل اسکو پہلے ہی زوا دل سے بیٹھے		ہین دماغ کمان حسن کے تقاضا کا
یہاں تقاضے کی جگہ تقاضا کا بالکل بے قاعدہ اور محض ضرورت قافیہ استعمال کیا گیا ہے		
	فسخ	
معنی غزلوں کے وہ صفات ہیں		آئینہ قدرت خدا ہے
مصرع اول میں ہو کی جگہ ہین چاہیے کیونکہ تمام اردو دان معنی کو جمع کے طور پر بولتے ہیں۔		
	آتش	
آتش کش دم کی بار آستین کا کام کرتی ہے		دل بیتاب کو پہلو میں اک گرگ بغلی یا
بغلی کھو نسا اردو کا محاورہ ہو مار آستین فارسی محاورہ ہو گرگ بغل محاورے کے خلاف ہے۔		
	ولہ	
لکھے ہیں سرگزشت کے مضمون یک قلم ستم		تاشا قتل گرگ کا ہو مطالع میرے دیوان کا
مطالع یہاں بے محاورہ ہو۔		
	ولہ	
نہیں غم تیغ ابرو سے صنم سے قتل ہو نیکا		شہادت بھی بمنزل فتح کے ہو مرو غازی کو
محاورہ بمنزل ہے۔		
	ولہ	
عہد طفلی میں بھی تھا میں لبیک سودائی منزل		بیڑیاں منت کی بھی پہنیں تو میں نے بھاریاں
محاورے میں بھاری بیڑیاں ہو۔ دربار اکبری میں میان فیہم کے حالات میں لکھا ہو کمائین خان خانان		
لٹائیں میان فیہم اور یہ محاورے کے خلاف ہو محاورہ یہ ہو۔ اڑائیں میان فیہم آواز نے خود بھی دوسرے مقاموں میں		
لٹائیں کے ساتھ اڑانے کو جمع کیا ہو چنانچہ کہتے ہیں۔ ۵		
لے جائیگا غرض کہ جو چہ ہاتھ آئے گا		دیکھو کما کسے ہو اور کون اڑائیگا
	ولہ	
تھا کوئی دوش پہ غور حین اٹھائے آتا		اور نفل میں کوئی بیگ اپنا دبا لے لیتا
غور حین جسکو اہل ہند غور جی کہتے ہیں ایک چیز ہو جسکو ناٹ وغیرہ سے بناتے ہیں اور سامان امن میں رکھ کر		
ٹھہرا دیتے ہیں اسلئے یہاں صندوق اسکی جگہ مناسب ہو کیونکہ آدمی دوش پر غور حین نہیں اٹھاتے		

صندوق اٹھاتے ہیں۔ یا ترکیب کلام میں کسی لفظ مناسب مقام کا ترک کرنا جیسا کہ۔	
اشرف	ابر و عقرب ہیں تو ہیں کچے اثر در گیسو
دیکے مارے نہیں چھوٹے ہیں فسوں گیسو	
سبب میں ابرو کا عقرب ہونا اور گیسو کا اثر ہونا بیان کیا ہے اور سبب میں ابرو کا ذکر چھوٹ گیا ہے حالانکہ مناسب مقام یہ تھا کہ ابرو اور گیسو دونوں کے نہ چھوٹنے کا حال مذکور ہوتا۔	
میسر	مربع روح ملک ثانی عقل اول
دار حضرت شاہ شہداء ہر واسے	
حضرت کی جگہ روضہ مناسب ہے۔	
ایسر	دو کی جگہ دیے مجھے جسے بہک کے چار
تھے نین میں پڑا اٹھنیں دعو کا حساب میں	
اگر نین کے بدلے نئے کا لفظ کہتے تو ابجھا تھا کیونکہ نین میں دو کے بدلے سو بوسے بھی لیے جائیں تو بھی دعو کا نہیں پڑ سکتا علاوہ اسکے کہ نئے کے مناسب بھی نئے کا لفظ ہے۔	
حالی	اثر فیض عام سے اس کے
اکعبہ آباد و مسکدہ معمورہ	
اسجگہ بتکدہ زیادہ مناسب ہے۔	
دو کے کوالی اضافت لینے پے در پے چند اضافتیں لانا اگر یہ اس وقت عیب ہے جبکہ برا معلوم ہو اور ثقالت پیدا کرے اور آرا یا سنا ہو تو وہ اک مزیدار چیز ہے۔	
شاداب	دور بالائے چراغ مہ کامل یہ ہیں
یا نمایان ہیں ترے منہ پہ پریر گیسو	
انیس	مین ہوں سردار شہاب چمنِ غلدیرین
مین ہوں خالق کی قسم دوش محمد کا کین	
دبیر	دیکھو دو مصرع خط پشت لبِ نمش آب
گویا ہیں یہ کہ مطلع ابرو و ہن انتخاب	
اور اکبر دیرِ بخت حیدر کرار	بازو پہ سجے جو ہر و الماس ضیا بار
ولہ	

ولہ		
نقش قدم سجدہ گہ باد صبا ہے	قطرے یہ عرق کے نہیں نیچے جا رہے	انشا
جنش چین چین بت چین نے چین	آہ کل دل کو ہوا درد کہ رکھا ہم کو	
ولہ		
صدیہ ناکہ نگہ ڈرن توڑیے	آماج گاہ کیجیے گا اور محب آپ	
صد قفل علت کتب صرف توڑیے	دم پڑھ کے کیجیے صیفہ آفت تو ایک بار	
ظفر		
نقش قدم قافلہ عمر روانہ بیچ	پایانہ بجز داغ سیدہ کاری یک عمر	
راجہ سنگر نانہ صبا		
سرخوش کیفیت بادہ انگور ہوا	دل جب اسکی نگہ مست کا محجور ہوا	
ایسر		
امام سچ خاصان ایزد قدوس	چراغ کعبہ دین شہر ہار دوش سول	
<p>تیسرے ابتدال یعنی لیل و خوار وے قدر الفاظ کا استعمال کرنا اور محاورہ عوام لاجس سے خواص پر بیز کرین جیسے شہرات کی رات اور چاہ زمزم کا کنوان اور آب حیات کا پانی اور من ابدلے فلان تاریخ سے لغایت فلان تاریخ تک اور پس غلبت تاریخ قیصری مولفہ مرزا محمد اکبر علیخان دہلوی کی عبارت ہو نشر چنانچہ تعمیل اس حکم کے من ابتداء ۲۸ نومبر لغایت ۲۲ دسمبر سنہ مذکور تک اکثر منہ اور مصعبین تاریخ سے لغایت ۳۰ تاریخ تک لارڈ صاحب ہمارے روسا و صاحبان مروج العصر ملاقاتیں لیتے</p>		
سودا		
ہو گیا ہر شک سے تجھ لے رنگ اس کا بکود	کتے ہیں نیک جسے نہ خانی الحقیقت میں وہ لعل	
نعم		
شام سے ناصح ملک آنکھیں ملا کیجیے	رکھ کے سر اپنے کے تئیں اسکے کف پا پر	
<p>یہاں تک بمعنی ذرا کا موقع نہیں ہے۔</p>		
تپش		
بل ٹون گی بین گھر میں جائے تجھے	کہ تو بیٹھ جا کر فلا نی جگھے	

جگھے عامیانہ محاورہ ہو۔

سودا

اچکنے کی نہیں اس کے کوئی بات

شیرت نہایت مبتذل لفظ ہے صحیح شہادت ہے۔ ایس۔

کمٹی نہیں پانی کی سلامت رہن عباس

مولوی شبلی کہتے ہیں کہ کمٹی لفظ مبتذل ہو۔

ولہ

بت توڑ کے کہنے کو صفا کر دیا کس نے

صفا محاورہ مبتذل ہو صاف چاہیے جیسا کہ مولوی شبلی نے کہا ہے۔

ولہ

جو خوبیاں کہ جاہلین وہ سب محض ہین

محصول عامیانہ محاورہ ہو حاصل چاہیے جیسا کہ مولوی شبلی نے کتاب موازنہ میں تصریح کی ہے۔

میس

یہ عرضیاں حضور کی پہنچے ہین صبح و شام

دستخط نہایت عامیانہ و مبتذل محاورہ ہو دستخط صحیح ہے۔

ولہ

مستان نمازیوں کو خانہ ساز دین جانور

مسجد کی جگہ سیت مبتذل اور نہایت عامیانہ محاورہ ہے۔

چوتھے تغیر یعنی الفاظ کو بصورت دیگر استعمال کرنا جیسے المضات بجائے المضاعف جیسے کہ۔

آتش

زہر پر پیسہ ہو گیا بھگلو

متنوی لائر

دیدون گا مضات اُس کا تمکو

بالفعل امین بھگلو جانور +

میر خلیق

لیلاٹ پڑھی اور آتے دودھ پلایا

صحیح لیلیانے (مستفاد از آجیات)	
میر سوز	
اودار سیاہ زلف سچ کہ	بتلائے دل جہان چھپا ہو
کستہ لی گئے دیکھو نہ ہو دے	کاٹا نہ ہنسی ترا برا ہو +
صحیح افغنی ہر چنانچہ اس قول میں آتش کے۔	
سیاہی دور کرد لی تو بیدار اور عرفان ہو	سرافغی کو کچلا جسے مال اسکا خزانہ ہو
سودا	
جا بڑی عیش برادر پر جو رہنمائی کی نگاہ	منہ بقیہ کی طرف کریں لگی کرے مقال
بقیع رہنے کا ایک قبرستان ہو جسکو بقیع	اکثر قد بھی کہتے ہیں اسکو بقیہ استعمال کیا ہو
میر تقی	
غم زمانہ سے فارغ ہیں مایہ باہر حکان	قمار خانہ آفاق میں ہو ہائے جیت
ہزار شانہ و سموک و غسل شمع کرے	ہمارے عندیہ میں تو ہر وہ خبیثہ طہیت
اب حیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ اصل میں پلید ہے میر نے قافیہ کی رعایت سے طہیت استعمال کیا ہے اگرچہ پلید اور طہیت میں باہم تبادلہ مان سکتے ہیں جیسا کہ فرہنگ اندراج سے مستفاد ہوتا ہے اس لیے اساتذہ فارسی کا استعمال مشروط ہو رہی وجہ ہو کہ صاحب غیاث نے کہا ہے کہ جو لوگ پلید میں وال ملکہ کی جگہ تسے فوفانی لکھتے اور پڑھتے ہیں یہ انکی خطا ہے۔	
امانت	
اربان موج سے نشہ دیا جو در لکے	برس پڑی مری ہر آنکھ اور ترکیطرح
نشہ اصل میں تشنیع ہو طامت کرنے کے معنی میں۔	
ناسخ	
غور و راج دور و زہ عبت ہو تمھو کو اے اصل	میں مثل باہ اگر دونوں تو مثل باہ متغیہ ہے
متغیہ میں میضم مضموم اور قاف مفتوح اور نون مشد مفتوح چاہیے کیونکہ دراصل سبط ہے جیسا کہ تمام کتب لغت اور قواعد میں ثابت ہو اور وجہ تسمیہ اسکی ابو الفداء نے یوں لکھی ہے کان لایسفر عن ہولہ تھذلہ و جاسن ہب فتنہ بد و لک فیل لہ فتنہ یعنی متغیہ اپنا منہ نہیں کھولتا تھا بلکہ اس نے ایک منہ سوئے کا بنوا لیا تھا جس سے اپنے منہ کو چھپائے رہتا تھا اسی لیے اسے متغیہ کہنے لگے تھے۔	

آتش	
اس خون کی کش کف مارسیا ہے	
<p>نمشک بر وزن سرشک صحیح ہے جسکے معنی طائی اور کھن وغیرہ ہیں نمش درست نہیں۔ ہ</p> <p>پانچوین انتقال و متافر حروف یعنی واقع ہونا ایک سے حروف کا آخر کلمہ اول اور اول کلمہ آخر میں</p> <p>یا ایسے حروف کا استعمال کرنا جسکے پڑھنے میں دشواری ہو اور زبان پر نقل پیدا کر دین اور یہ بات متعلق مذاق طبیعت کے ہے جسے شیخ خورم نفع علم طاق قبر۔</p>	
میر	
افتادگی پر بھی نہ چھوڑا اس انھون کا	کو تا ہی کجی دلبر کوئے ہمنے ادب میں
ولہ	
رہتا ہی پیش دیدہ تر آہ کا سبھاؤ	جیسے مصاحب بر کی ہوتی ہو کوئی باؤ
<p>پہلے شعر میں اس انھون کا اور دوسرے شعر میں مصاحب بر کی طبع سلیم کو ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔</p>	
عبرت	
کہ میں طائر فلاطون زمان ہوں	ہیں میرے بال و پر ادراق قانون
انیس	
گشتو گشتو اپنے فوج عدد و زنی لگی	جنگل میں برق قہر خدا کو نہ لگی
<p>بعض لوگوں نے جو یہ قید لگائی ہے کہ حروف ثقیل لائیسے یا ایک جس کے حروف کے استعمال سے کلام میں ہرجا</p> <p>محض یہ اصل ہے ان اسمین شک نہیں کہ بعض اوقات یہ بھی ثعلت متفر ہوتا ہے نہ ہر جگہ اور متافر حروف</p> <p>کچھ نقل کلام ہی پر منحصر نہیں۔ مضابطہ یہاں یہ ہے کہ جسکو طبع سلیم اس موقع پر گوارا کرے نقل اور متعسر النطق ہونے</p> <p>وہی متافر ہو خواہ وہ حروف قریب المخرج ہوں یا بعید المخرج یا ثقیل یا نازش کے اس شعر کے۔</p>	
آزار ہوں ایسا کسی کو میں نظر آنا نہیں	عشق میں کھل کر کر کا یار کے موہ گیا
<p>مصرع ثانی میں چھ کان جمع ہیں مگر متافر پیدا نہیں ہوا۔</p> <p>چھٹے غرابت لفظی یعنی غیر مانوس اور نامشہور لفظ استعمال کرنا جیسے استعمال الفاظ دیکھی اور پوربی</p> <p>اور ہنگامی اور کوہی وغیرہ کا زبان اردو میں یا ایسے الفاظ لانا جن سے بہت سہل زبان ناواقف ہوں جسے</p> <p>اکثر شعرا قصائد کے قافیوں میں لاتے ہیں اور یہ بات فضلاء دہلی و کھنڈو دونوں کے یہاں دیکھی گئی انشاء</p> <p>قصیدے اور موزون و وزن وغیرہ کے قصائد اکثر ایسے ہیں جن کے قافیوں میں مشکل شکل الفاظ اور لغت</p>	

فیروزس موجودین مگر قصائد میں ایسے الفاظ کا قافیہ کی ضرورت سے لانا اولیٰ ہے۔

الشا

و فور در دیہا شک کہ ہون بہ شکل سطح
مطالعہ میں سطرلاب کی گئے سطح
قصیدہ معرنی میں کسی کی کی تہج
علیل اسلئے ہون میں باکل نیز صبح
محمّدی ہون نہیں تابع سطح و طبع
کرس ہے یوں کہ مفصل میں محتجہ ہر فتح
بہ چوب جینی و قیصوم و وج و عشہ و شج

بسان مید مرے بند بند جکڑے ہیں
گئے تھی تیج الخ بیگ ہاتھ میں میرے
کسی کی، جو کسی فارسی میں کہ میں نے
فساد لغز شک سے مجھے نہ تھا پرہیز
سولے تیرے نے کب کسی کو سمجھوں ہون
چمک یہ وج میں محسوس ہو مرے کہ خیال
بروح حیدر صفدر مجھے مکر محتاج

ولہ

خیرہ ہوز ہن کے ہو یہ مسائل ہن ادق
حائق و گفت و دید و ساعد و سف و مرق
ہان مگر فضل جو تیرا ہو بجا نے دورق
تیرے ہی فضل سے محصول سد اسد امتی
اثر چلین اسجہ ارض سے مثل زمین

کیجیے کہ نظر غور با تو اوع صفات
واسطے فائدے کے سب یہ بنائے اعضا
محرمان حقائق سے گذر کون سکے
ہے موالید نلشہ کا علی قدا محال
تو غم فیض نہ چھڑکے تو میاہ الابحار

انشاء کے ایک مستند میں قافیہ پت کھا وٹ سناوٹ محبت تلاہٹ نٹ کھٹ۔ غٹا غٹ۔ زٹ

وغیرہ ہوا سطر ح غزلوں میں بھسٹ۔ چوتھے گھنڈ پھیرے اکنڈ۔ اور سو کھے ڈنڈ۔ کنڈ بر مہاکے رنڈ۔
لنڈ منڈ وغیرہ لائے ہیں۔

ذوق نے ایک قصیدے میں ایاق۔ مہراق۔ اتراق (منزل میں اترنا) قشلاق۔ پیلایاق۔ مہراق۔
نطاق۔ بقباق۔ قلامق۔ شلتاق۔ مطراق۔ استنشق۔ استمراق۔ فواق۔ حاق۔ اذباق۔ حراق۔
قافیہ کیلئے ہے۔

ناسخ نے بھی سنگین اور سخت سخت الفاظ کا استعمال کیا ہو جیسے ثعبان موسیٰ۔ واک۔ حوا۔ سپر غم۔
استقلایق۔ خالق الاصباح۔ تمول۔ اکال۔ حاطل۔ سباح (ہلے موحدہ سے) لطاول۔ انجاق استمالہ انما۔
سو دانے آصف لدو کی تعریف میں ایک قصیدہ کہا ہو حسین ارنٹ۔ گرنٹ۔ اکرنٹ۔ مرغ کی چکرنت۔
جلکر بصنعت تیر کی کمان سے سرکنت۔ زمین میں کھدنت۔ گھوٹے کی کرکنت۔ ڈنٹنت۔ چوڈنت۔

(مقابل) دکنبت۔ (ڈر کر دکنام) رو باہ شیر کو سمجھتی ہو کیا شہمنت۔ پنچنت۔ (بہلگر) رو پیوئی کچھ نہت
ماروئی چھٹکت۔ لپٹنت (لپٹنا) پڑھنت (پڑھنا) گھٹنت (گھٹنا)۔ اور ایک قصیدے میں لپک
اور جھپک کے ساتھ کٹک کہ زبان ماڑو اڑی میں لشکر کے معنی میں ہے قافیہ کیا ہے جیسا کہ دریائے
لطافت سے مستفاد ہوتا ہے۔

سوز	
انہیں بکسے ہوئے دل کی آپا ہے گلہ ہے	اسی خاک سہر خدائے نصرت آپے گلہ ہے
ساتوین مخالفت قیاس لغوی یعنی مادہ اہل زبان کے خلاف۔ قاعدہ صرت و نحو کے خلاف کوئی لفظ استعمال کرنا یہ کئی قسم ہے۔ (۱) وصل یعنی زیادہ کر لینا کسی لفظ کا جیسے ہاے ہوز سودا کے اس شعر میں۔	

سجود در سے ترے ہر دور ہوں اہل زمین	رہے رکوع میں تا قامت سپر دو تارہ
بسان رشتہ کہ دانو میں سب کے ہووے	تری ولا کو رہے اس طرح دانو میں آہ
دو تارہ میں ہاے ہوز زیادہ ہے۔	

جان عقل کامل و شور سردیو انگھان	ولہ رونق آباد گی اور وحشت ویرانہ ہم
آباد گی میں کاف لاندہ ہو ایسے کہ یے مصد ی یا نسبت کے قبل وہاں کا فارسی لکاتے ہیں جہاں لفظ کے آفرین ہاے مخفی ہوا اور یہاں آباد کے آفرین ہا نہیں ہو۔ آتش کے قول میں خوشی بھی اسی قبیل سے ہے۔	

آتش	
سہار گلستان کی ہے آمد آم	خوشی پھرتے ہیں باغبان کیسے کیسے
اینس	

اس خزانے کو سنتے ہی خوشی ہو گئی شیرین	
دبیر	
جب کاغذ وداوات و قلم سامنے آیا	
طوالت میں الف زائد ہے۔	

اینس	
عالم کی تنیسری پہنچالی کی ہے آم	

مولوی شبلی نے کتاب موازنہ میں لکھا ہے کہ تغیر کی جگہ تغیری اضافہ یا کے ساتھ لائے ہیں مگر میں ہوں کہ تغیر شدہ یہیے تختانی کے ساتھ واقع ہے۔

عالم کے تغیر پر بحالی کی ہے آمد

انشا

اپنے گیلکلاس شکر نے بھی کر سینگے حاضر
غنجہ و گل سبھی دان کھولینگے بوتل کے دہان
آر دو کا محاورہ گلاس بغیر یا کے ہے۔

بڑھ سنگھ قلندر صاحب دیوان

ہکو تو بہت آرزوئیں تھیں
اے قلندر یہ نظم یا جبا دو
تنے اک ہی نگہ میں ٹال دیا +
تو نے تو لعل سا اگال دیا +

اصل میں اگل دیا ہے۔

محشر

ممکن ہی نہیں دلیں تھے راہ کسی کی
مر جاؤ کوئی یا کوئی رہ جاؤ تڑپتا
ہر چند کہ ہوسنگ شکن آہ کسی کی
قاتل کو مرے کچھ نہیں پروہ کسی کی
دی رنجیت کے شوق نے محشر تجھے تکلیف
میں در نہ کہاں لائے تھا بالمد کسی کی

اصل میں پروا ہو ہے ہوز زیادہ کر کے پروا استعمال کیا ہو۔
(۲) قطع یعنی کوئی حرت اصل کلمے سے خارج کر دینا جیسے۔

میر حسن

خوشا وہ زمانہ کہ دو ایک جا
کرین پاک دگر جلوہ مہر و ما

ماہ کی ہے ہوز گرا دی ہے۔

دبیر

نرخے میں تیرے لیے پیا سائیں ہونیں
جینے سے کج اپنے ہر سائیں ہوں میں
ہر اسان کا لون گرا دیا ہے۔

سود

کیون مشفق و مہربان کسی کے
بانو کے نہیں غرض یہ باتیں
ہم سے بھی اگر ملو تو کمب ہو
تم اپنی ہی ہٹ کے بادشا ہوں

قلندر		
تڑا ہوتا ہوں بندہ اک نگہ میں	بھلا اس مول کو میں کیا بڑا ہوں	
گدا ہوں اُسکے کوچے کا قلندر	صحیح ہو کر کون میں بادشاہوں	
انہیں		
یہ اچ یہ مرتبہ ہما کو نہ ملے	یہ دلن مرقع امرا کو نہ ملے	
بخشی ہے خدائے ہمو یہ دولت فقر	برسون ڈھونڈے تو بادشاہ کو نہ ملے	
ان تمام اشعار میں بادشاہ کی ہاگرا دی ہے اگرچہ اس لفظ کو بعض اساتذہ فارسی نے بھی حذف ہاکے استعمال کیا ہو جیسے۔		
سعدی		
زن نیک و خوش سیرت و یار سا	کند مرد در ویش را بادشا	
لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس لفظ سے حذف ہاکرن کا نفل فصاحت ہو جیسا کہ مرزا قنیل نے شجرۃ الامانی میں لکھا ہے کہ حذف ہا از لفظ سیاہ موجب مزیت فصاحت ست و از گواہ و گماہ و بادشاہ محل فصاحت باشد اور یہی ایران کے فاضل رضاقلی خان ہدایتی نے انجمن آراء ناصری میں کہا ہے اگر سعدی کا بادشاہ کو بغیر ہاکے استعمال کر لینا مخالفت قیاس لغوی کے عیب سے پاک کرنے کے لیے کافی ہو تا تو انکا دلوگل کا قافیہ کر لینا بھی عیب میں شمار نہ پاتا۔		
نیا مرد را یام ادب بردے	نگویم کہ خارے کہ برگ گلے	
میر تقی		
داغ ہے تابان علیہ الرحمہ کا چھانی چیر	ہو نبات اسکو بچارہ ہے بھی تھا آشنا	
در اصل بچارہ تھا یا بے تخانی حذف کر کے بچارہ استعمال کیا ہے۔		
عزت مؤلف مثنوی پدماوت		
ولیکن جتنے دان خسرو کلاہین	بسان عاشقان اہل وفاہین	
کلاں کا وزن گرا دی ہے۔		
سودا		
سُن کر وہ یہ کہے کہ نہیں رنجیتہ ہو یہ	اور رنجیتہ بھی ہو تو فرزند شہ کی لاٹ کا	
فیروز کو فرزند استعمال کیا ہو یا بے تخانی اور داد کو قطع کر دیا ہے۔		

<p>(۳) تخفیف یعنی حرف مشدو کو بے تشدید کے استعمال کرنا جیسے حج در ب وغیرہ مرزا دہرکتے ہیں ع۔</p>	
<p>پچھن میں حج کعبہ کیا شے نے پیادہ</p>	
<p>حج مشدو ہو اور یہاں بے تشدید کے استعمال کیا گیا ہو جیسا کہ مولوی عبدالغفور خان تیلخ نے اپنے رسالے میں لکھا ہے۔</p>	
<p>رسالہ عبد الواسع میں مذکور ہے کہ اگر لفظ عربی مشدو آخر تہا مستعمل ہو تو اسکو تخفیف کے ساتھ پڑھنا چاہیے غم ہم یعنی اندوہ وقد وخد وغیرہ لیکن ترکیب کی صحت میں اصل کلمے کی رعایت کرنا اور تشدید ظاہر کرنا اولے پر جیسے حج کعبہ</p>	
<p>الائیس</p>	
<p>کرار ہے وہ شخص نہ غیر فرار ہے</p>	
<p>فرار بہ تشدید رہے مستفاد از مواد نہ۔</p>	
<p>آتش</p>	
<p>رنگ زرد و لب بشک و ثرہ گرد آلود</p>	<p>کشتہ عشق میں ہم یہ کفارہ اپنا</p>
<p>کفارہ اصل میں تشدید فا کے ساتھ ہے۔</p>	
<p>میر سید علی عظیم</p>	
<p>بتا ساقی کفارہ کیا ہو کیش سے برستی میں</p>	
<p>قسم پر مغان کی جھوٹ کھا بیٹھا ہوں مستی میں مصحفی</p>	
<p>مری آہ نے جو کھولی اجوق آہ کی برق</p>	
<p>دین برق در عد لیکر علم سحاب اٹا</p>	
<p>اجیات میں اسبطر لکھا ہو عیوق اصل لغت میں یاے تختانی کی تشدید سے ہے جیسا کہ غیاث اللغات میں منتخب اللغات کے حوالے سے لکھا ہے کہ عیوق تشدید یاے تختانی مضموم کے ساتھ ایک شار کیا نام ہے جسکا رنگ سرخ و روشن ہو اور وہ کمکشائلی سیدھی طرف ہو ثریا سے پیچھے نکلتا ہو اور اس کے آگے ہوتا ہو</p>	
<p>ہوس</p>	
<p>لیتی تھی زچہ کی کوئی بلائیں</p>	
<p>دیتی تھی کھڑی کوئی دعا میں</p>	
<p>زچہ دراصل بہ تشدید ہے چنانچہ غیاث اللغات میں برہان قاطع۔ مویہ الفضل اور فرہنگ جلالی کے حوالے سے لکھا ہے کہ زچہ بالغت و تشدید بہیم فارسی نوزائیدہ پس امیر میانی نے جو تخفیف کے ساتھ لکھا ہے وہ بھی سند نہیں ع</p>	
<p>دیکھو نکلی ہو زچہ سائے میں تلوار روئے</p>	

ہاں اگر محاورہ روزمرہ میں اور اہل علم کی نظر و نظر میں علی العموم تخفیف کے ساتھ استعمال میں آنا ثابت ہو جائے تو اس وقت میں ہند کہہ سکتے ہیں۔ اور محقق اس لفظ فارسی و عربی کو کہتے ہیں جو صرف لفظی یا معنوی کے ساتھ زبان آرد و میں استعمال کیا جائے اور اس عمل کا نام تہنید ہو جو مقابل لغویں اور تعریب کے ہو جیسا کہ خان آرزو نے چرخ ہدایت میں لکھا ہو مثلاً تپاک بمعنی گر بخوشی وارتباط ہند ہو اور اصل لغت میں اضطراب بیقراری کے معنی میں ہو اسبطح رسید بمعنی نوشتہ جو کسی چیز کے پہونچنے کے بعد دوسرے سے لیتے ہیں ہند ہر اہل ایران کے کلام میں نہیں آیا وہ اسکی جگہ یافتہ بولتے ہیں اسبطح رسید یعنی آؤدقہ و ذخیرہ جو اشکرا و رفا کے ہمراہ ہوتا ہو اور احتیاج کے وقت کام میں لاتے ہیں ہند ہے مستادان ایران کے کلام میں نہیں آیا ابوطالب کلین نے جو شاہ جہان نامے میں لکھا ہو وہ روزمرہ دربار سلطین و ہلی کے موافق لکھا ہو ہمارے اسبطح مستفاد ہوتا ہو خان آرزو کے نزدیک لفظ روزنامہ بھی ہند ہو یہی حال سرپرست کا ہو کہ مرلی کے معنی میں ہند ہو ورنہ اصل خادم اور مہانداز کو کہتے ہیں۔ ضامن علی جلال نے الفاظ ہند کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہو۔

(۴) تشدید یعنی حرف غیر مشدک کو تشدید کے ساتھ لانا جیسے۔

سودا		
یہ نواب سلیمان فرو نام آصف جاہ	عہد میں جسکے یہ غیور بزرگ و کوچک	
میر حسن		
اگرچہ وہ بی فکر و غیور ہے	وہ بے پرویش سب کی منظور ہے	
غیور غفور کے وزیر ہے کران و دون شعرون میں یہ تختانی کی تشدید کے ساتھ استعمال کیا ہو	حالی اور میر نے درست لکھا ہے۔	
حالی		
خاک ہون اور عرش پر ہو داغ	مجھ سے برتر ہے میری طبع غیور	
عاشق غیور جی سے اور اسطرف نہ کیے	وہ آنکھ جو چھپائے تو تو بھی تک کھاندا	میر
		ظفر
لاتا ہو اپنے بیچ میں ہر اہل بزم کو	عامرہ سچ کے شیخ فضیلت آب گول	
عامرہ بکسر اول و تخفیف میم اول ہو جیسا کہ مولف غیاث اللغات نے منتخب اللغات در الاغانی میں لکھا		

بحر الجواہر۔ کشف اللغات۔ قاموس اور بہارِ عمر سے تحقیق کیا ہو اور بعض شعراے مستند کے کلام میں بھی
ایسا جو غلام امام شہید کہتے ہیں مصرع۔

وہ علمائے ملی سجاد و وہ جبین روشن وہ عباس عربی اور وہ نجیاد امن

بوڑھے بوڑھوں کے علمائے پانوں کے نیچے ملے بیڑھی ٹوپی رکھ کے تو نے اسو جان بلائے سر

مولوی محمد حسین آزاد

جسم پر نور میں پینے ہے جامہ کالا برین جبہ عربی سر پہ عامہ کالا

لیکن گفتگو یہاں اسقدر باقی رہتی ہے کہ صاحب غیاث نے بغیر کسی کتاب لغت کے حوالے کے
تشدیدِ میم کے ساتھ بھی آنا لکھا ہے۔
(د) قصر یعنی الف ممدودہ کو مقصور کر کے لانا جیسے۔

سودا

کہا اُس سے کہ بھر کے آفتابا صحن کے جا ضرور میں رکھوا

آفتابِ صہل میں بالمد ہے

نعمیم

اُمّ شہرہ اضطرابی دل ہے دل ہے یارب کہ مرغِ بسل ہے

اُمّ شہرہ صہل میں الف ممدودہ کے ساتھ ہے۔

(۴) مد یعنی حرفِ مقصور کو ممدود پڑھنا جیسے آناج اور آبرہ۔ آئینہ نے طواریخ و غلطیوں میں تاسخ کا

یہ شعر لکھا ہے۔

دل ملک انگریز میں جینے سے تنگ ہے رہنا بدن میں روح کا قیدِ فرنگ ہے

اور انگریز کو قلعہ لات کے وزینر لکھا ہو پس مثال مد کی ہو اسی قبیل سے ہو یہ شعر۔

منیر

الکمال فارسی انگریزی وار دو عرض و قافیہ و من شعر سے ماہر

(۵) تحریک۔ یعنی حرفِ ساکن کو متحرک لانا جیسے۔

سودا

بیتے کا دیوال بند ایک فرضدار تھا اُسکے ادا کرنے میں سخت مدہ ناچار تھا

قرض بسکون راے ملے ہر گریہاں رلے مٹک کے ساتھ استعمال کیا ہو۔

ولہ

ہو مجھے فیض سخن انسکی ہی مراح کا | ذات پر چسکی مبرہن ہو کنہ عزوجل
کنہ ساکن الاوسط کو متحرک الاوسط موزون کیا ہو۔

پیش

نصم تیرا احسن ہے اور بے ہنر | نہیں شائستہ ہے اسے کچھ خبر
نصم حرف اول کے فتح اور دوم کے سکون سے مالک و صاحب کے معنی میں بھی آیا ہو اور اسوجہ سے شوہر کو بھی کہتے ہیں

دویم

ہو سخت مجھے شرم بتول عذرا سے | عذرا اصل میں حرف دوم کے سکون سے ہونہ قوت ہے۔

میسر

دیکھا نہیں کیا صبر بتول عذرا کو

سید

نصم ابن ابی طالب پہن حربے شجاعت کے

ممتاز جہان ممتاز

بسم اللہ لکھ کے نعت کا سپر کیا حصر | بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
حصر اصل میں صاد کے سکون سے ہو۔

میسوی زائر

حاجت تسلیم کی نہیں ہے | حیوان جسم کو بھی یقین ہے

عجم عین کے ضمے اور جیم کے سکون سے کند زبان اور گونگے کے منہ میں ہر گریہاں جیم کی ترکیب سے آیا ہو
اعظم

منطقی اصرار اثبات و نفی میں ہٹے | اس میں سے اگلی آواز عقدہ کھل گیا

نفی اصل میں بفتح نون و سکون فا ہو۔

دویم

شرط فہم ہو کہ کار و نہ کھاؤ اسکو | فہم کے پہلے قضا سے ملاؤ اسکو

منیر		
اگرچہ گندمی نگوں کو چسپا اس جزیرے نے	نہ پانی ایک دن بھی آرد گندم کی رزانی	
پہلے شعوبین کار و اور دوسرے شعوبین اردکی را کو مفتوح باندھا ہو حالانکہ ساکن ہو۔		
دوسرے مصرع کی قطع دین ہو شرط پنج فاعلاتن ہک کما از فعاتن ن و کما و فعاتن اسکو فعاتن ظاہر ہو کہ کار دکی ہے		
فعاتن کی تائے متحرک کے مقابل واقع ہوئی ہو قطع مصرع منہ ان پانی نے مفاعیلن گ دین بی آ مفاعیلن دے گندم		
مفاعیلن ک آ زانی مفاعیلن اس مصرع میں آرد کی نے مفاعیلن کی میم کے مقابل واقع ہوئی ہو جو متحرک ہو۔		
عظیم		
انادانی کا مری نہودا اگر احتمال	اگر تم بقدر فکر یہی کر محل چلے	
عمر ابغنی ارادے سے کام کرنا بفتختین جو بعض کی زبا پر جاری ہو وہ صحت سے عاری ہو۔		
انشا		
مختص میں تے ہمنے بڑا لطف اٹھایا	ابو عہد آ اور بھی تفصیر کرینگے	
اصل لفظ فتح اول سکون دوم ہو اور شولے فارس آرد کھ شاعرین بھی سکون دوم سے آیا ہو۔		
جلال امیر		
از طاقت من بخش بے جا نہ پرسی	شاید کہ گویم تو عہد آ نہ پرسی	
قلہوی		
در ونداری ز مداد او چہ حظ	دم بکش از مالہ عمر او چہ حظ	
میر		
میسر عہد ابھی کوئی مرتا ہے	جان ہے تو جهان ہے پیارے	
شہیدی		
کبھی عہد آجو بھلا کر دہ بھسے بات گرا ہو	مرزہ دیتا ہو اسکا ہر سخن قدر کر کا	
دبیر		
پہ حق پر یہ باطل ہو یہ بیت ہو یہ خطی	عہد آ نہ سننے کوئی تو یہ بات چلی ہو	
(۸۱) اسکا ل یعنی حرف متحرک کو سالن لانا جیسے قسم بسکون سین گننا۔		
دبیر		
وہ خوان تھا مثل دل فیاض کشادہ	اور حوصلے سے غرض کے تھار نہی زیادہ	

غرض در اصل منتخبتین ہے۔

ہوس

ادہ بے غم و بے فوس و بے قلق
میں خاک فتادہ رہ خلق
خلق منتخبتین چاہیے کیونکہ یہاں بیقراری اور بے آرامی کی نفی مقصود ہو۔

شاہ حاتم

دیکھ سر و چمن ترے قد کون
نجل ہے پا بگل ہے بے برہ
نجل دراصل حن اول کے فتح اور جیم کے کسر کے ساتھ چاہیے کیونکہ شرمندہ کے معنی ہیں انھیں حرکات کے ساتھ ہوا کون جیم کے ساتھ شرم و حیا رکھنے کے معنی میں ہے جو یہاں نہیں بنتا۔

پیش

مخ مہر و مدائستہ تابان کیا
کتاب اور ذرے کو نگراں کیا
مگر ان میں کاف فارسی دراصل متحرک ہو۔

قلندر

کہان سینکے آنسو کہ آنکھوں نے محلیں
لگے برسنے ٹکڑے اب دل کے کٹ کر
برسنے میں دراصل لے مملہ مفتوح ہو۔

مولوی صدر الدین خان آزرده

اُس شوخ سے مربوط بہت سہل سے ہوتے
اگر ہم بھی سب حرکت تاہل سے ہوتے
حرکت دراصل لے مملہ کی تحریک سے ہو۔

قرباب

ہر اک کہتے تھے تدبیر اپنے لائق
حیرت میں تھے سب حکماء حاذق
حکیم کی جمع حکماء کا فتح سے ہو اور شاعر نے کاف کو ساکن باندھا ہو۔

سودا

داغ ہوں آن سے اب زمانے میں
بزم شعر کے ہیں جو صدر نشین
شاعر کی جمع شعراء میں کے فتح سے ہے۔

ولہ

لب ولہ ترانہا جیٹا کب خروبان عالم میں
یہ غلطہ الامام ہر جگہ میں کہ سب مصری کی ٹلیاں ہیں

غلط در اصل لام کے فتح سے ہے۔

میم

سب غلطی ہی باری مطلقاً نہ کی یک سو وہ یاد فراموش تھے ہلکونہ کیا باد

غلط لام کی تحریک سے ہو۔

وہ

کیونکہ پہنچی ہے جن کو امرائی سب وہ اولاد حاتم طائی

امیر کی جمع امرایم کی تحریک سے ہو۔

ممتاز جہان مختار

ابو لبید کرو نظر کرم یا مولا خون برساتے ہیں یہ دیدہ گم یا مولا

نظر اصل بینتین ہے۔

میر تقی

مستثنیٰ کہ ہو گا یہ بیدر دہل دین اگر آوے شیخ نہیں کے جامہ قرآن کا

قرآن بردار عثمان کو زبان کے وزیر باندہ ہے۔

تقطیع رآؤ مفعول شیخ بہن فاعل لائک جا ماتق مفاہیل یان کا فاعل فن خاقانی نے بھی
تحفۃ العرائین کے قیام مقابلے میں قرآن کو زبان کے وزیر ضرورت شعر کی وجہ سے نظم کیا ہے۔

سردان چارند ملک دو یزدان و قرآن و کسب و تو

مولوی سید اکبر حسین اکبر

انوکے ہیں مشاغل حضرت اکبر کے ان وزون الم تر کیف بیٹھے پڑھتے ہیں قیل خلفین

آئینوں اقسام مذکورہ بالا متقدمین کے نزدیک جائز تھیں مگر اب یہ محاورات بالکل متروک ہو گئے ہیں اور استعمال
ناجائز ہو اگر ابتدائی حالت پر نظر کریں تو عیب نہیں در نہ ناجائز اور عیوب کلام سے ہی بعض ہٹ دھرم شاعروں نے
یہ مسئلہ گڑبڑ دکھا جو کہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن باندھنا اور الفاظ مختلف قیاس لغوی کا استعمال کرنا درست ہو
چنانچہ اپنے کلام میں اس قسم کے بہت الفاظ لاتے ہیں اُنے کوئی پوچھے کہ جب اس لفظ کے ترک کرنے میں یا اس مصرع کے
برائے سبب عاجز ہیں تو آپکو شعر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

نقل کسی شخص نے ایک شعر میر معز فطرت کے رد و رد پڑھا کہ جس میں ایک لفظ غلط و بے ناموزون ہوا تھا
فطرت نے وجہ اسکی پوچھی جواب دیا بضرورت شعر فطرت نے فرمایا شعر گفتن پر ضرور یہ وجہ کہ استادان

مسلم الثبوت متقدمین نے ایسا کر لیا ہے کہ گریہ بات انھیں کوزیہ تھی ہیکو استعمال کرنا ضرور نہیں کیونکہ ان خیر و کمی قیامت ایک زائیکے گزرنیکے بعد عقلا و فصلا کے اتفاق سے طالب فن کے ذہن نشین ہوا کرتی ہے۔
(۹) مکملے کو طے موقع استعمال کرنا جیسے اگر کی جگہ اگرچہ اور اگرچہ کی جگہ اگر (مثال اول)

تجھے دیکھیں تو پھر اور دیکھو کہ ہم دیکھیں یہ انھیں بھٹ جائیں گے چنانچہ انھیں فہم دیکھیں

منوی سعدین

اگرچہ وہ بت نہ رام ہو میرا کھانا پینا حرام ہو میرا

حسینی بیگم امرا و تخلص دہلوی

اگرچہ منظور نہ تھی خانہ نشینی میری تو مجھے ساکن ویرانہ بنایا ہوتا

ہر چند لفظ اگرچہ صحیح ہو مگر اسکا استعمال اور موقع پر ہوتا ہے (مثال دوم)

اگر بیل سے بھاگے چمن سے آشیان اپنا پرٹے گرسد ہزار اسون ہنوگا باغمان اپنا

غالب

قیامت ہو کہ ہوئے مدعی کا ہمسفر غالب وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہو مجھے

ولہ

تسبیم بگل لالہ نہ خالی زاد ا ہے داغ دل ہمید و گذر گاہ حیا ہے

دونوں شعر و نہیں لفظ نہ طے موقع واقع ہوا ہو اسکی جگہ نہیں چاہیے۔

تراپ

نام لینے سے مین بدنام ہوا ہوں جس کے پھر کوئی لائے تراب اسکو یہ بدنام تلک

یہ بے موقع واقع ہوا ہوا اس جگہ ہے۔

غالب

اور وہ مین ہوں کہ گرجی مین کبھی خود کوں غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

یہاں پر قاعدے کی دسے مجھے کے بعد اپنی اوقات سے آنا چاہیے تھا مگر نہ نے خلافت قاعدہ مجھے میری قیامت نفرت ہو نہ کر دیا ہے۔

میکس کے گھرانے پر ہے سلیہ بزدان حالی اور ہند کی سلسلہ نہ ہے سایہ فیصل

ارشاد	
یہ جنازہ حضرت شہزادہ وکٹر کا ہے	جو بڑا پوتا ہماری ہندی قصہ کا ہے
دونوں شعرو میں لفظ قصہ موقع استعمال ہوا ہے قصہ کا موقع ہے کیونکہ دونوں نظموں میں	
ملکہ مظفر کوٹن وکٹوریہ مراد ہیں۔	
(۱۰) لفظ ہندی کو طر لفظ ہندی یا عربی یا فارسی کے مضامین کے لئے ہے۔	
دوسرے	
میراث یہ نانا کی ہے اور صرفہ نانا کا	
ولہ	
پہونچی سکینہ لاش چچا پر لب فرات	
ولہ	
بازو پہ سجے جوہر والماس ضیا بار	اور اکہ در نجف حیدر کرار
صرفہ نانا اور لاش چچا اور اکہ در نجف یہ الفاظ حالت ترکیب اضافی درست نہیں کیونکہ مضامین	
اور مضامین الیہ میں سے ایک لفظ ہندی ہے دوسرا ہندی یا فارسی یا عربی اور یہ ترکیب ناجائز ہے۔	
جیسا کہ مولوی عبدالغفور خان نسل کے تحقیق کیا ہے۔	
منوئی مجتہد لقا مصنف علی	
بیسری بھی مرا حوٹے ہر ایک لعل	وہ محفل سر سرستی محو ٹھٹول +
محو کی اضافت ٹھٹول کی طرف درست نہیں۔	
منشیہ	
اکہین بھی تھی دل کشتہ کی صف باقر	اکہین نکلتے تھے نابوت ہاے صبر و قرار
صف یعنی لہجہ یہ لفظ ہندی ہے اسلئے اتم کی طرف مضامین ہو سکتی جیسا کہ طواریک لاطین مرقوم ہے۔	
امیر مینائی	
جب تک صدف میں قطرہ نسیان گریں	نما آہن آبیاری پارس سے زربے
پارس لفظ ہندی ہے آبیاری کا لفظ اُس کی طرف مضامین ہو اور یہ عبارت درست نہیں ہے	
جیسا کہ طواریک لاطین بیان کیا ہے۔	
اور اس باب میں شمولہ متقدمین مثل میر و مرزا و انشاء مصنفی و جرات و غیرہ کا کلام بھی مستند نہیں ہو سکتا	

شیخ امام ناسخ کے عہد سے جو سقم اس قسم کے تھے ترک ہو گئے ہاں یہ ترکیب اعلام میں درست ہے اور شعلے متوسطین و متاخرین کے مثل ناسخ وغیرہ کے استعمال کیا ہو اور اب تک یہ قاعدہ جاری ہو مولف کی رائے میں جو لفظ ایسا ہو کہ سوا ہندی کے فارسی میں نام نہ لکھا ہو ایسے لفظ کی اضافت لفظ فارسی کی طرف اور اظہار کسرۃ اضافت جائز ہو کیونکہ ایسا لفظ حالت عطف اضافت میں حکم فارسی لکھا ہو ہماری اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ طوار اخلاط کے مولف کا اعتراض پر مبنیائی کے شعر تحقیق کے خلاف ہو۔ اسی قیل سے ہر سواد کے شعریں فوجد کی اضافت کو لفظ و ہونہا

جو ایک شخص ہو بائیں صوبے کا خاوند رہی نہ اس کے نصف من فوجداری دل

اے ہاک اضافت یعنی کسرۃ اضافت کا اثر مضام سے ساقط کر دینا جیسے۔

نیم

رورو کے بکاؤنی دل انگار بولی کہ خدا عظیم ہے یار بکاؤنی دل انگار میں اضافت ترک ہو گئی۔

ایاز محمد خان یا زساکن بھوپال

جب آکھد رب خدا کا یہ حال ہو شرمین شریک شرک ہو کیونکر لکھے بشر آکھد رب میں اضافت ترک ہو گئی ہو۔

میر

زیر دست اسکے بہن گردن نشان مالک قاب میں اضافت ترک ہو گئی ہو۔

اموجان مفتون

جسکا ہمسر ہی نہیں آنا نظر شاہ اکملستان مالک ہمسر وہ

ولہ

عادل و باذل کریم و داد گر فیض بخش و قدردان اہل ہنر قدردان اہل ہنر میں اضافت محذوف ہو۔

میر

عاشق غیور جی نے اور اس طرف تکیہ دیکھ جو چپاٹ تو بھی شک کچھارہ

ممتاز احمد ممتاز

تیر سی ظل ہی کہنے سے چڑھی ہو تو چڑھے جھکو کچھ خون میں تیری چین پر چین کا

جبین پر چین کی اضافت مذون ہو۔

نقیم

بند و بست کس لک کا ہوائے دل کے ہاتھ میں
خانہ زنجیر کا دیوانہ صاحب فائدہ ہے
صاحب خانہ میں فلک اضافت ہے۔

میسر

مری ہ کیا بر چھیاں مار رہی ہے
دل شبے ہر دم صد الامان ہے
صدیے الامان چاہیے۔

ولہ

رہون جا کے محضر تباہین
یہی قصد ہے بندہ درگاہ کا
بندہ درگاہ چاہیے۔

انشا

سیر کی اس نے عجب جسے کہ آنے ہی چڑھا
میکدے میں دوسہ قرطہ محکم مقام لیے
اصل قرطہ محکم مقام اضافت کے ساتھ چاہیے۔

ولہ

اسطقات و موالید و جواہر خمسہ
ہفت اقلیم جہان معدن زر بیرون ایک
جواہر خمسہ میں فلک اضافت ہو۔

ہوس

اگر ناتھا وہ گفت گو پریشان
کرنی تھی یہ جیسے مو پریشان
در اصل گفتگو پریشان اور موس پریشان ہونا چاہیے۔

دلغ

احمد شید عصر کلب علیخان فلک جناب
کلب علی خان موصوت ہو اور فلک جناب صفت اور یہاں کسر صفت ساقط ہو گیا ہے۔
اسی طرح صاحب قار سے اضافت ساقط ہو گئی ہو۔

زبان فارسی میں بھی الفاظ عاشق اور مالک صاحب کے فلک اضافت کا ہم ضرورت شعر کی وجہ سے استعمال کیا ہے
اصحاب غرض تاسخن لشبزی سعدی و گراہی بند ی بشتیان شوی

ظہور علی	دورین انجمن کیست عاشق سخن	کہ عشقے نور زید باشعر من
بدراجی	جملہ بدین دادری بدور عقا شدند	کو دست خلیفہ بطور داد مالک رقاب
		اسی سببے مرکب اضافی مقلوع نثرین واقع نہیں ہوتا۔
زین العابدین خان عابد	مجرائی جسے عشق حسین بن علی ہے	حاصل اسے دنیا میں سعادت ازلی ہے
		لفظ سعادت ازلی میں اضافت محذوف ہو۔
ظفر	پیدا کیا وہ اسنے بشر عروج بن عشق	پل جسکی ساق پاسے بنا رو نیل کا
		بن کی اضافت عشق کی طرف چاہیے۔
نامع	ہاتھ سے اسے قاتل عالم کے کیونکر جی بچے	جسکا ہر ناخن بڑیدہ غیرت شمشیر ہو
		ناخن بڑیدہ اضافت کے ساتھ چاہیے کیونکہ موصوف کے حرف آخر کو بھی کسرہ ہوتا ہو۔
آتش	روسیر دشمن کا یون پاپوش سے کیجئے دکا	جیسے سلٹ کی سپر زخم ہو شمشیر کا
		در اہل روس سے چاہیے۔
قلند	اڑا ہر اگر کہ ہے مجھے مست روز است	کچھ آج ہی نہیں ہوئے روز است ہون
		مصرع اول میں روز است میں کسرہ اضافت ساقط ہو گیا ہے۔
احمد علی صادق	حضرت سعدی کا ہو کیا قول است	اگر عادیہ اسکا صادق پر من
		صادق موصوف اور پر من صفت ہو اور کسرہ صفت ساقط ہو گیا ہے۔ عجب کہ صاحب رسالہ
		صنعت اشعر نے تک اضافت کو صنعت تجرید نفی کے قبیل سے لکھا ہو۔
		۲۱۲ اضافت زائد ہے۔

صاحبزادہ علیم الدین خان	
شہ کلب علیخان بہادر خسر و نامی	کہ جسکے در کی دارا جانتا ہو غور بانی
شہ کلب علی خان مین اضافت زائد محض ہو ایسیلے کہ شہ مبدل منہ ہو اور قاعدہ ہو کہ اسکے حرف آخر کو کسرۃ اضافت نہیں دیتے ہیں۔	
میر حسن	
ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر	رکھا نام اس کا شہ بے نظیر
شہ بے نظیر مین اضافت زائد ہو ایسیلے کہ اول مبدل منہ ہو اور دوم بدل۔	
جرات	
خداوند احمق چار دہ معصوم سن بچو +	یہ آنکھیں دیکھیں جرات ہو اسی میدواری مین
کہ شب کو تو پریون کا مجمع ہو دے اور دن کو	پرے فوج کے ہوں شاہ سلیمان کی مولوی مین
شاہ سلیمان مین اضافت زائد ہو کیونکہ ایک مبدل منہ ہو اور دوسرا بدل۔	
ناسخ	
جو کا بنور سے ناسخ چلو بنارس کو	مزار پاک جناب علی حزمین دیکھو
جناب کے حرف آخر پر کسرۃ اضافت زائد ہو کیونکہ مبدل منہ ہو اور علی حزمین بدل ہے۔	
مرزا عبدالغنی ارشد	
یہ جنازہ حضرت شہزادہ وکٹر کا ہے	جو بڑا پوتا ہماری ہند کی قیصر کا ہے
یہاں حضرت شہزادہ وکٹر مین حضرت اور شہزادے کی اضافت زائد محض ہو کیونکہ دو نون مبدل منہ ہیں اور وکٹر بدل ہے۔	
میر حسن	
دھری اک بیاض اور رشک چمن	پراز شمع سودا و میر حسن
میر حسن مین اضافت زائد ہو کیونکہ اول مبدل منہ ہو اور دوسرا بدل۔	
صاوق	
تیسرا تھا اک اعلیٰ پاسے کا کلام	تجھ کو ہم کہتے ہیں اُستاد ظہیر
بادہ خوارا ان سخن روتے ہیں سب	تجھ کو امی مینے کے پس ظہیر
اُستاد ظہیر اور پیر ظہیر مین اضافت زائد ہو کیونکہ اول مبدل منہ ہو اور دوسرا بدل۔	

رند		
سلطان ابو الظفر بہا در	خاقان ابو الظفر بہا در	
من بعد خدا جسم و عادل	ہوشان ابو الظفر بہا در	
احکام قضا کے ہے مطابق	فرمان ابو الظفر بہا در	
سلطان اور خاقان کے بعد اضافت ڈالنے کیونکہ دونوں مبدل منہ ہیں۔		
مثنوی سعدی		
آفتاب سپہر علم و ہنر	سید احمد حسین خان قسمر	
خان اور قمر کے درمیان اضافت ڈالنے کیونکہ اول مبدل منہ ہو اور دوسرا بدل اور مبدل منہ و بدل کے درمیان اضافت نہیں دجاتی پس مرزا کتبیک اور میر مثنو اور شیخ رحیم بخش مین مرزا اور میر اور شیخ کے حرف آخر کو کسرہ نہیں دینا چاہیے اس طرح شاہ اور امام اور بابا اور لالا اور مسر اور پنڈت اور کا کا اور نواب کے حرف آخر کو کسرہ دینا غلط ہے مثلاً شاہ کلو اور امام بو صنیفہ اور بابا غفانی اور لالہ بہاری لال اور مسر کرپا رام اور پنڈت مسارا رام اور کا کا سندرداس اور نواب نظام الملک کو مبدل منہ کے سکون سے پڑھنا چاہیے۔ دریائے لطافت کے بیان نحو میں الثانی یون ہی لکھا ہے۔		
داغ نے چلنے اس شعر میں۔ ۵		
صاحب طبل و علم مالک تمشیر و قلم	میر محبوب علی خان شہ فرخندہ شیم	
شہ کو اضافت کے ساتھ استعمال کیا ہو تو اسکی وجہ یہ ہو کہ یہاں شہ موصوف ہو نہ مبدل منہ بخیر حال مثنوی گلزار نسیم کے اس شعر کا ہو۔		
ادہ باد شہ حباب افسر	یعنی تاج الملوک مضطر	
باد شہ موصوف ہو اور حباب افسر صفت		
یہ کہنے کا حق کسی کو حاصل نہیں کہ شاہ سلیمان یا سلطان ابو الظفر وغیرہ میں اضافت صحیح ہو اور عوام میں کثرت کے ساتھ ایسی غلط ترکیبوں کا شائع ہو جاتا قابل سند نہیں خواص مبدل منہ و بدل کے درمیان کسولانے سے ہمیشہ محترز رہے ہیں چنانچہ صاحب گلزار نسیم کہتا ہو۔ ۵		
سردوس کا باد شہ مظفر	روح افزا جسکی ہون مین و دختر	
تقطیع فردوس مفعول ک باد شہ مفاعیلن منظف فرد فو لن۔ -		
حسن آرا اسبس پری کی اور	باپ اسبس کا باد شہ مظفر	

تقطیع بائیں ک مفعول بادشہ فاعلن مفعول فرعون۔

منہ

یورپ میں ایک تھاشنشاہ سلطان زمین الملوک ذی جاہ

تقطیع سلطان نے مفعولن ملوک فاعلن ک ذی جاہ مفاعلن۔

زبان فارسی اردو میں ترکیب مضان مضان الیہ ترکیب مبدل منہ و بدل کا لفظی فرق سب سے بڑا ہی ہے کہ اسم مضان حرف آخر کو ہوتا ہے اور مبدل منہ کا حرف آخر ساکن اور مضان مضان الیہ کے مصداق میں تھائے ضروری ہے کیونکہ مضان الیہ معنی مضان میں تعریف یا تخصیص کا فائدہ بخشنا ہے اور شو کی تعریف و تخصیص اپنے نفس کیلئے صریح البطلان ہے جیسے پسزید اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب اگرچہ ترکیب مضان مضان الیہ کے مشابہ ہوتی ہے مگر اسمین حرف آخر مبدل منہ پر کسر و نہیں پڑتے بلکہ دونوں اسموں کے حرف آخر کو ساکن لفظین لاتے ہیں اور ان میں مقصود بالذات نسبت بدل کی طرف ہوتی ہے مبدل منہ کا ذکر محض تہید کے طور پر ہوتا ہے اور مصداق دونوں کا ایک ہوتا ہے جیسے امام حسن اور شہزادہ ہرمز علامہ نور الدین احراری سرچ گلستان میں لکھتا ہے کہ سعدی کے اس قول میں شہزادہ ہرمز را گفتند از دیران پدر چہ خطا دیدی کہ بندہ فرمودی بدون اضافت کہ ہرمز مبدل شہزادے کا ہے اور مصداق دونوں کا ایک ہے نہ مدلول ایسی کہ جس ذات پر ہرمز صادق آتا ہو اسی پر شہزادہ بھی صادق آتا ہے۔ ابن مالک نے اس قسم کا نام بدل مطلق رکھا ہے۔

مختصبا النجوم مولوی میر حیدر حسین لکرا می نے لکھا ہے کہ میں نے کتب کے ایک معلم کی زبان سے جو دو سہ معلوم سے ممتاز تھا مٹا کہ حرف آخر مبدل منہ کو کسور پڑھنا چاہیے اور سعدی کے اس قول میں یکے از لوک خراسان سلطان محمود سبکتگین را بخواب دید لفظ محمود کو مبدل منہ اور لفظ سبکتگین کو بدل جانتا تھا حالانکہ یہ نہایت غلط ہے کیونکہ یہاں لفظ محمود مضان ہے اور سبکتگین مضان الیہ محمود یعنی کا نام ہے اور سبکتگین باپ کا اور مبدل منہ و بدل کی ترکیب میں دونوں اسموں کا متحد ہونا شرط ہے اور ظاہر ہے کہ باپ دریا مشہد نہیں ہو سکتے پس لفظ محمود کے حرف آخر کو کسر بوجہ اضافت کہ یہ سبب بدل کے کیونکہ اہل فارس حرف آخر مبدل منہ کو ہرگز کسور نہیں پڑھتے پس نظم فارسی یا اردو میں حرف آخر مبدل منہ پر کسر و لازم فرست شو کی وجہ سے ہوا ہے تو قبل سے جو چاہی کہ اس قول میں

نقش غیر از دل مرید دلے

خواجه نقشبند مند کشاے

قافی

اعداد و در شور و شین احباب ابواب قدر و شان

شہزادہ اعظم حسین ابی اصفہان را نور میں

(۳۱) اسقاط معین اور بے غیر تحقیق اور بے حلی اور دال معلوم وغیرہ کا۔

فائدہ جیسے الف کا زنا جائز ہو ویسے ہی ان حروف کا گرا نامی ہے ہر خبیث کہ بعض متقدمین فارسی
مثلاً حکیم فردوسی اور شیخ فرید الدین عطار وغیرہ نے ایسے حروف کا اسقاط بھی جائز رکھا ہے لیکن متاخرین اہل
سخت عیب جاتے ہیں کسی غلط نسخے میں یہ شعر ظہوری کا۔

برہ ساقی آن رشک باقوت را کہ سازم جوان عقل فروت را

یون لکھا تھا۔

برہ ساقی آن رشک باقوت را کہ سازم علاج عقل فروت را

لوگوں نے بیچلے ظہوری کو کیسا نکو بنایا کہ معاذ اللہ مگر حاشا وکلا اُسے ایسا نہ لکھا تھا اصل شعر
ظہوری کا اسی طرح ہے جیسا ہم نے اوپر لکھا۔

مرزا میر

شیرب میں کئی سال سے رہتی تھی میں لکھیا بہ چھوٹے ہوئے شرب کو اک عرصہ مجھے گذرا

ولہ

ابھو کھینکے آج عالم ہستی کے طبع کو کرتے ہیں نئی آج وصی نائب حق کو
اول شعور میں عرصے کا عین دوسرے میں عالم کا عین تقطیع میں کرتا ہے۔

ارشاد

یہ جوانی اور مزنا سخت تر افسوس ہے یورپ سے تاہند جب کا گھر بہ گھر افسوس ہے

یورپ کی باے فارسی تقطیع میں ساقط ہوتی ہے

نعم

مجھ کو کیا سند ہے عشق عاشقوں کے آگے دیوانے کو ہم ایسے مجذب جانتے ہیں
عاشقوں کا عین ساقط ہوتا ہے۔

شاہ حاتم

ایمان طالعون سے ملتا ہے پیارا عبت دیکھے ہے زاہر استخارا

طالعون کا عین ساقط ہوتا ہے۔

ظفر

ظفر خاں کیون گل کے پہلو میں ہوتے جو تجھے نصیب نصیبوں کے ہوتے
عین عہد لیون کا تقطیع میں ساقط ہوتا ہے۔

ولہ		
کہا غیر کو نہ بلائیو کہا شوق سے میں بڑا دلکشا	تھیں رشک ہو تو نہ آئیو یہ کہا اور بکھو اٹھا دیا	
یہ کہا ارم برون متفاعلن ہم کی ہو تقطیع میں نہیں آتی۔		
نظیر		
انما نا کبھی دے لئے کہنا ہمارا	نہایت ہم عاجز ہوے کہنے کہتے	
عاجز کا عین گرتا ہے۔		
سودا		
لاک عالم لئے گردا گرد ہوا جمع	ہو پروا تو کی جو کثرت کر شمع	
فالم کا عین اور ہوا کی ہو تقطیع میں گرتے ہیں۔ اگر ہوا کی ہو نکرائیں تو گردا گرد کے آخر سے دال کر جاگیں۔		
ولہ		
سودا تجھے کہتا ہوں نہ خواب سے ملاتا	تو اپنا غریب عاجز دولہ نیچے والا	
عاجز کا عین گرتا ہے۔		
ولہ		
محبوبہ رُبنت لطافت تھے بطن	ایک سو تھا میر سید علی مستعد کار	
سید علی کا عین گرتا ہے۔		
میر		
داغ ہوتا بان علیہ الرحمہ کا چھانی یہ میر	ہو نجات اسکو پچارہ ہم سے بھی تھا آشنا	
اس شعر میں رحمت کا حرف آخر تقطیع میں گرتا ہے (یعنی ت)		
تقطیع داغ ہوتا فاعلاتن باعلینہ فاعلاتن زحم کا چافا فاعلاتن تی پر فاعلاتن علیہ الرحمہ کی تے فاعلاتن لفظ کی مثال ہے۔		
ذوق		
علم سے لاکھ ہوشی تری پہ بے تقدیر	لئے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمہ	
منوی عابد		
آفریب عابد کے وہ کہنے لگا	السلام لے رہو راہ ہوا	
عابد کا عین گرتا ہے۔		

	فصح	
ہر در و دیوار پر لکھ دیجیے اس بات کو		اس قصیدہ کو بغیر زیار کے زندان ہے
		قصیدہ کی حالت طبعی گرتی ہے۔
	قلندر	
صحیح ہر گز کہوں میں بادشاہوں		گداہوں اُسے کو پے کا قلندر
		صحیح کی حالت طبعی گرتی ہے۔
	تفسیر منظوم سورہ یوسف مولانا شرف	
و خلقه عظیم ہے کہا دوسرا		عظیم آپ کو اک جگہ ہے کہا
		دوسرے مصرع میں حرف ربط کی اساقط ہوتی ہو۔
	انیس	
باہن جو گل میں تھیں تو بندہ دیرہ خونبار		تصویر سی بستر پر کشیدہ تھی تن زار
	ذوق	
ہاتھ اپنا فکر میں زیر زرخندان ہی ہا		بندہ سرکاہمے مضمون میں بان تنگ کا
	سودا	
مند جا میں چشم عاشق تو بھی دُشمن نہ کھولے		اگم بولنا داد ہے ہر چند پر نہ اتنا
<p>پہلے دونوں شعروں سے بندہ کی دال اور اس سیرے شعر سے مند کی دال گئی ہو یہاں یہ خیال کرنا چاہیے کہ بندہ اور مند کا لون غنہ ہو کیونکہ لون غنہ مطلق صرف میں اُسے کہتے ہیں جو حروف علت یعنی واو ساکن یا قبل مضموم اور یے ساکن یا قبل کسور اور الف ساکن کے بعد واقع ہو جیسے کہان۔ کہوں۔ کہیں۔ اور بندہ و مند کے لون ساکن یہ سکون جلی ہیں اور یہ دونوں فخرج میں متفاوت ہیں کیونکہ غنہ ناک کی آواز سے پہلے ہوتا ہو اور ساکن بسکون جلی کا فخرج وہی ہو جو مخفی لون متحرک کا جو پس غنہ سے صرف ایک بد معلوم ہوتی ہو اور ساکن بسکون جلی تلفظ میں آتا ہو اور چونکہ قطع میں روف محفوظ مقبہ ہیں اسلئے اہل عروض ایسے لون کو جو حروف علت کے بعد واقع ہوا و جس کا نام لون غنہ ہو واجب الحذف سمجھتے ہیں جیسا کہ محمد قوسی نے رسالہ سکتہ میں لکھا ہوا لبتہ خالت عطف و اضافت و توصیف میں لون غنہ کا اعلان ضرور ہو۔</p>		
	میر سجاد	
بجھل اب بن گیا ہے سبز گھٹا		دکلی و مشت کے کوئی لائق نہیں

لائق کافات کرتا ہے۔

حالی

شودر کھلائے راکش کھلائے
بچ پر دیس کے گرد آنکھائے
راکش کاشین تقطیع میں کرتا ہے۔

نصیم

دل اس قدر نصیم مرا محو یا رہے
معلوم نہیں جہان میں خزان یا بہار ہے
معلوم کی واؤ ساقط ہوتی ہے۔

قلندر

ایک لہجے سے قلندر سستی منہ مت موڑو
ایسا بندہ کہیں اس مول کو نہیں پائے کے
مول کی واؤ تقطیع میں کرتی ہے۔

ولہ

میں نہیں ہونیکا مائل مست پڑو میرے خیال
یہ جنوں جایگا نہیں یہ سب خیال خام ہو
جایگا نہیں میں با تقطیع میں ساقط ہوتی ہے۔

اموجان منقون

آج ہے وہ سدا آ رہا جہان
جارج مجسم فیض ہندوستان
جارج کی جیم کرتی ہے۔

راستی

ہوئی جارج مجسم نرمی لہجوشی
رہے کس طرح منہ پہ ہر خوشی
(سم) الفاظ فارسی یا ہندی کو بطور عربی بنا لیا جسے مشکول معنی مثل اس بیت میں مرزا دیر کے۔
جنمیش نہ اٹھو کو تھی نہ تیغ کے در بیان
مشکول کے ہون فیجے میں جیسے مجھ انگلیان
اور بلب معنی لبالب اور غریب معنی زریبا اور مترش مرد پیش تراشیدہ شدہ صاحب فساد نہ عجائب
و آرائش محفل نے اکثر ایسے الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

آکشی

کلفت یا م ہے پر و انہیں کچھ حسن کو
خوبو دیو کو غریب ملگھی پوشاک ہو
خط انہیں دے مترش پہ ترے پھر کھلا
ظفر بدلا قرآن کی ہے تفسیر کا پہلا کاغذ

مرزا ناکمین کہتے ہیں کہ جبے مرزا اور تزیب اور زلف سے مرزا اور روغن سے مرغن درست نہیں
لیکن یہ قول اچھا ضعیف ہے کیونکہ یہ ایک قسم کی صناعتی ہے جو آستان عرب اور عجم دونوں کے یہاں مروج ہے۔
(۱۵) کسی لفظ کے اصلی معنی چھوڑ کر اور معنی انہی طرف سے غلط لینا جیسے۔

بہار عشق

شاہ واجد علی کا علم ہے

مست سمجھنا یہ کوہ شملہ ہے

فائض المعانی میں لکھا ہے کہ علم تحریک ول و دوم بروزن معنی فعل جمع عامل کی ہر صکت معنی بین
کار کن لیکن شاعر نے بمعنی دور حکومت استعمال کیا ہے اور اسی قسم سے ہواہل علم بمعنی اہل عمل انتہی۔

صبا

اگر کا جو سیاست حاکم ظالم رعیت پر

عوض اندر کا گلے میں شمر کے لیکھا

یہاں سیاست کے معنی اصلی چھوڑ کر ظلم و جبر کے معنی میں استعمال کیا ہے اور اس کے اصلی معنی ملک کی
حفاظت کرنے اور انتظام کرنے اور آدمیوں کو درادھم کا فرس و فرور سے روکنے کے ہیں اگرچہ فکر کرنے اور
ہیبت کر نیک معافی میں بھی لکھا ہے مگر عرفین وہی معافی لیے جاتے ہیں جو سمجھنے اور بیان کیے۔
اسی قبیل سے سمجھنا چاہیے اشعار ذیل میں۔

منیر

اکنار رحل میں قرآن جس طرح اظہار

اضیاء ریش مقدس میں چہرہ انوار

دبیر

پھر آج بچتے دون میں زخمیر گرانبار

اب تک ہیں نشا کا نرنگے تو باد نسیم اظہار

آتش

میرے الدھنے باز بچہ تن مجھ کو دیا

لعنہ زکی بھی حسرت نہ رہی کا کش

عجب نفع لام بازی کہتے ہیں مگر شاعر نے لعنہ کے معنی میں کہ گریا کو کہتے ہیں استعمال کیا ہے۔

ولہ

کس قلم کا قطعہ ہے یہ کتاب نقد کا

چار ابرو میں تھی چارن میں سائے خوشنویا

چار ابرو بمعنی چہرہ لیا ہے اور محاورہ میں چار ابرو سے مراد ایمو اور ریش و بر دستہ ہوا یہ لفظ بغیر صفائی
نہیں ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ان کو منٹا دین اور قلندر کے لیے خاص ہے نہ کہ معشوق کیلئے۔
(۱۶) ترکیب کی صورت بدل دینا مثلاً۔

	آتش	
کوئی نہیں چھوڑتا طلوہ بے دوک		اصل شکار کا بوسہ میں کیونکر نہ لوں
		صحیح طلوہ بے دودہ ہے۔
	نشی	
مجھے میل کشتی ہے اور شہر بار		الگا کہنے یوں شیدہ نامدار
اصل میں شیدے نامدار چاہتے کیونکہ جب ایسا لفظ جسکے آفرین الف ہو موصون یا مضان ہو ہی		تو ایک یا بے تختانی اس کے آخر اظہار کسرہ صفت و اضافت کیلئے لگاتے ہیں۔
		(۱۷) نون ساکن کو بطور غنہ کے اور غنہ کو بطور ساکن کے استعمال کرنا مثلاً۔
	سودا	
	سے میل تا برشتہ و برہمی سے تا آخر	
		خبر کا نون ساکن ہو کر یہاں بطور غنہ آیا ہے۔ اسی میں سے ہے۔
	آتش	
دودا فرعون بن موسے دہن پلایا		شرط ہے رتبہ مردان خدا کا انصاف
	دل	
فرعون کو تو نے غرق کیا رودیل کا		موسے کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی
		مقصود بالتشبیہ لفظ فرعون ہے۔
		(۱۸) اُس نون غنہ کا اعلان جو لفظ مضان الیہ کے آفرین واقع ہو جیسے۔
	دیر	
روح حیدر کی قسم عاشق نہیں رہا		صاحب بن محبت شہ ولیگر رہا
		صاحب بن مین نون کا اعلان کیا ہے۔
	انشا	
کر دیجئے کسی مرد مسلمان پہ چٹھی		لالہ مراد فہم ہو اچی اُس پہ کیجیے
		انشا کو معانی ہوئی ہو باغ جملن کی
	ظفر	
ہرے ہن ایسے ہوزیر آسمان سفید		نہیں عمریز عزیز دے سہرے روہر گز

	دلہ	
روز گھر فرود کے رہنا تھے مہمان طریق	یہ بھی کوئی ہو بھلا اے ربّت نادان طریق	
	عبدالقادر و فاء	
کاہن تمام تابع فرمان ہو گئے	دفتر منجموں کے پریشان ہو گئے	
	قلندر	
ذوق مرنوشتی گلشن ہر بخانون کس کو	گفت سین بین گس کے طلانی ہر لیاغ	
	غالب	
بیتھا ہے جو کہ سایہ دیوار بارین	فرمان روئے کشور ہندوستان ہے	
	بعض الفاظ ایسے ہیں کہ مضمین بغیر اضافے کے بھی اعلان نون عیب ہے۔	
	پیش	
دعوت سر پہ زالو کو حیران تھا	تفکر کے عالم میں سلطان تھا	
	دلہ	
کہان ہوئے شکل ایسی انسان کی	نہ جب تک عنایت ہو زبان کی	
	سکین	
آٹکو بھی تو غیر ولسے یہ اخلاص نہیں ہو	جو ربط کہ اس دست و گریبان میں دیکھا	
	دلہ	
سلنے جنت و رخ ہن کہیں بھی چک	بمحلہ عسکریں میان صفت مشن ہجرا	
	اٹھوین تناقض میں ایک معنی کے خلاف دوسرے معنی کلام میں لانا جیسے کسی کی تعریف میں	
	باوقاد سکر کرتا۔	
	اسی پہل سے میر کے اس قول کو سمجھنا چاہیے۔	
جانشینی پیر کے سزا تو ہی تو تھا	قالب خالی کے پردے میں خدا تو ہی تھا	
	پہلے مصرع سے ثابت ہو کہ ممدوح خدا کا بندہ اور ایک بشر ہو کہ نہ پیر کا جانشین ہو سکتا ہے اور نہ پیر	
	خدا کے بندے تھے اور بندہ خدا کا جانشین بھی بندہ خدا ہو گا اور دوسرے مصرع سے ثابت ہے کہ ممدوح	
	خدا تھا کیونکہ مطلب اس مصرع کا یہ ہے کہ خدا نے آدمی کی صورت میں ظہور کیا اور لہذا ممدوح کو جو بظاہر	
	آدمی دیکھتے ہیں یہ درحقیقت خدا ہو کہ اُسے آدمی کا جسم اختیار کر لیا ہے۔	

آفتاب لے رسوا		
ہر زندگی کا لطف نیا و خضر خوش اوقات	جب ہاتھ میں ساغر بومرانی ہو رہو ہو	
غرض اس شعر سے یہ کہ خضر کی زندگی نہائی میں بے لطف گذرتی ہے لطف کے ساتھ زندگی گذرنے کیلئے		
ان چیزوں کا ہونا ضرور ہوا و خضر کو یہ چیزیں حاصل نہیں اور خوش اوقات گننے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ		
خضر کی زندگی لطف سے گذر رہی ہے۔		
اختر		
اگر زن فاحشہ تھی گن نام	راحت جان بھی تھی وہ خوش انجام	
اس شعر میں گنا کو خوش انجام کہا ہوا اور آگے جا کے اسکا ایسا قصہ بیان کیا ہو جس سے برا بھلا می		
ثابت ہوتی ہو چنانچہ یہ شعر اُسی کے بیان میں ہے۔		
چھوڑ کر سلطنت وہ اندر کی	ٹھوکرین کھاتی ہو وہ ہندو کی	
آتش		
سودا ہو دل کو زلف گرد گیر سے	دل بستی ہو کافر خوش اعتقاد سے	
کافر ہونے اور خوش اعتقاد ہونے میں تناقض ہو۔		
توین متاف کلمات یعنی عبارات میں ایسے الفاظ لائے جائیں کہ منظر سے اُٹھے بیان کرنے میں غلط واقع ہو		
یا سرعت کے ساتھ اور اگر کے مثال اُسی عبارت ہو اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کی اونچائی سے اونچی نہیں ہے		
اونٹ کی پیٹھ کچھ اونٹ کے دھلائے کی طرح قدرتی اونچی ہے۔		
سہید کی		
ایک میں نے کب لیا دینا ہو گر تو دو تو دو	خواہ دو سیب قن کے خواہ دو جینے کے دو	
دلہ		
کیفتین تھی ہن جو ہوتا ہوتا ہاں پر	تن تن تن تن تن تن تن در تن میں تھیں	
دسویں تعقید تعقید کے معنی اصطلاحی یہ ہیں کہ کلام اپنے معنی پر بظاہر دلالت کرے لیکن ذرات لہوتی ہو		
گر صریح نہ ہو اور یہ دو قسم کی تعقید نقلی اور تعقید معنوی۔		
تعقید نقلی یہ ہو کہ بسبب تہذیب و تاجروں و صل و فصل الفاظ کے کلام میں خلل واقع ہو جیسے۔		
قالب		
ایسا نہ اگر دل تمہیں دیا کوئی دم نہیں	اگر تاجو نہ مرا کوئی دن آہ و فغان اور	

اصل مطلب یوں ہے کہ اگر تمہیں دل نہ دیتا تو کوئی دم اور چین لیتا اور جو نہ مرنے کو کوئی دن
اور آہ و فغان کرتا۔

دراغ

زمین کے مال پاب آسمان ہوتا ہے ہر اک فراق کین میں مکان رہتا ہے
اصل مطلب یوں ہے ہر اک کین کے فراق میں مکان رہتا ہے۔

منوی یوسف وزلیخا

سومین بالو کا اُس کو کر کے فرزند کروں گا اُس کو اپنا لے کے دل بند
یعنی اُس کو لیکے اپنا دل بند کر دے گا۔

ناسخ

فوج وہ کہ اتنا تو پر چاہئے اس پرغ دل دم پھرک جلتے تڑپنا دیکھ کر صیاد کا
اصل مطلب یوں ہے تڑپنا دیکھ کر صیاد کا دم پھرک جالے۔

ولہ

اصل ہن لال اُسے گویا ہونٹ اصل کا کیا لگان ہو تو پھر
مطلب یہ ہے کہ اُسے لال ہونٹ گویا اصل ہیں۔

ولہ

دوستوں کے روز تیار ہو دل پہنکر کش نو ای پری کہنا ہو دیا تمھ کو دشمن نہیرا
اصل مطلب یوں ہے کہ کش پہنکر دوستوں کے دل روز تیار ہو۔

حسرت

وہ طفل مؤذن کا ماضی حسرت دینے کو اذان چلا جو مسجد میں سحر

ولہ

اما کا پڑھ ہے طفل فاعل مغول میں نے کہا کچھ حرت مجھے کہ مغول

عزیزہ بیوی

انور و ظلمت کو وہ دانتوین لگا کر سی صورت مرد کے نہ بہم کرتے ہیں

آتش

سب کو سودا ہے کسی کا کل کا دل ہے زنجیر کا پابند اپنا

تعمید معنوی یہ ہے کہ عبارت میں خیالات باریک یا قصہ نامشہور کی طرح کی شکل بات لکھیں اور جب تک بہت غرض و تامل نہ کریں اسکا سمجھنا دشوار ہو جیسے اس شعر میں -

آتش

گل کو قبا پہن کے تو اسے کچ کلاہ کاٹ مار سیاہ زلف سے سنبل کی راہ کاٹ

شاعر کا یہ مطلب ہے کہ قبا پہن کر گل کو مشرندہ کر اور اپنی زلف کے مار سیاہ کو دکھا کر سنبل کو بھل کر لیکن راہ کاٹنا کتنا بھل کرنے سے نہیں ہو سکتا پس یہ تعمید معنوی ہے عجب ان لوگوں سے جنہوں نے کہا ہے کہ تعمید فارسی میں حسن صنعتوں میں سے ہے -

غالب

ایک الف بیش نہیں صیقل آئی نہ ہنوز چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریبان بچھا

مطلب شاعر کا یہ ہے کہ صیقل سے جو خطا آئی ہے پر ہٹا ہے وہ ہو ہوا الف کی مانند ہوتا ہے تو گویا آئینہ ابھی الف ہی کی مشق کر رہا ہے یعنی ہنوز روز اول ہے مگر چاک گریبان اپنا کہ وہ بھی بصورت الف تھا سیکڑن ٹپکین اسکی بدل گئیں تو معلوم ہوا کہ مشق گریبان درمی میں آئی نہ بتدی ہے اور شاعر کا گریبان مٹی -

ولہ

ایک ذرہ زمین نہیں بیکار باغ کا یان جاوہ بھی فیتلہ کر لالے کے داغ کا

موسم بہار کا ذکر کرتا ہے کہ کج کل باغ کا ایک ذرہ زمین بھی بیکار نہیں مثلاً باغ کی روشون پر آمد و رفت مردم کی وجہ سے کچھ نہیں اگتا لیکن اس زمانے میں جوش گل کی یہ کیفیت ہے کہ اُس میں بھی گلہاے سُرخ کی کثرت کی وجہ سے گویا لالے کے داغ کا فیتلہ بنی ہوئی ہے فیتلہ اس جی کو کہتے ہیں جو بہت جلد آگ قبول کر لے یہاں جاوہ چمن کو فیتلہ کہا گیا اُس سے لالے کے داغ روشن ہوتے ہیں -

ولہ

حسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہے آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

خریدار متاع جلوہ یعنی خواہشمند جلوہ گری فکر اختراع جلوہ یعنی اس بات کی فکر کہ جلوہ گری کی خواہش کس طور پر پوری ہو آئینے کو اس فکر یعنی فکر اختراع جلوہ کا زانو قرار دیا اس لحاظ سے کہ بوقت آرایش آئینہ استعمال کیا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ حسن باوجودیکہ بے پردہ ہوتا ہے لیکن جلوہ گری کی فکر اسکو بھی رہتی ہے چنانچہ آئینہ گویا اس خواہش جلوہ گری کا زانو ہے فکر ہوتا ہے -

غالب

ایک قدم وحشت سے درسِ فقر مکانِ کھلا جادہ اجنک دو عالمِ وحشت کا شیرازہ تھا

ایک قدم وحشت ہو یعنی تھوڑی سی وحشت دو عالمِ وحشت سے کثرت مراد ہے اور جادے سے مراد جادہ وحشت ہے مادہ وحشت کو اجزائے دو عالمِ وحشت کا شیرازہ اس بنا پر کہنا کہ ایک قدم وحشت سے تمام دفترِ امکان کی حقیقت معلوم ہو گئی مطلب یہ ہے کہ دفترِ امکان کا درسِ بصیرت عقل و ہوش بریں خوف و کم ہمتی مشکل تھا وحشت نے اُسے آسان کر دیا کیونکہ وحشت نے اُسے ہمتی کو مٹا دیا۔

حالی

وہ بکر اور تغلب کی نامی لڑائی جیلوں کی کردی تھی جسے صنائی صدی جس میں آدمی انھوں نے گنوائی تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا اتحاد کرشمہ اک انکی جہالت کا تھا وہ

یہ لڑائی جاہلیت کے اُٹار میں حربِ بسوس کے نام سے مذکور ہے بنیاد اس کی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت میں چلا گیا کھیت والی عورت نے اُسے مارا اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اس بات پر ۳۹ھ سے ۳۳ھ تک برابر لڑائی رہی اول یہ لڑائی بنی بکر اور بنی تغلب میں ہوئی شروع ہوئی مگر رفتہ رفتہ تمام عرب کے قبیلے اس میں شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک شہرِ ہزار آدمی مارا گیا۔

گیارہویں کراہیت سمع یعنی عبارت میں ایسے الفاظ لائے جنہیں غش صریح ہو جیسے

میر تقی

سو یہ بڑچود ایسا خوش قرار کہ ہر اک کو دینے سو سو بار

چنانچہ حیرن خلعِ ضامک نے اپنے باپ کی جو کچھ بے میں مرزا سودا کی مذمت میں ایک شعر لکھا ہے جسے شعر کہنے کی موجودہ تہذیبِ جازت نہیں دیتی بلکہ شائستگی کے سننے سے کانپ رہتا ہے۔

غرض اس شخص میں سودا کی ان بہن جو روئے کسی کو نہیں بخشا ہو اور ایسا کلام سر سر تہذیب اور شائستگی کے خلاف ہو اس لیے ایسے الفاظ اور مضامین سے بچنا چاہیے اور اگر کبھی اس قسم کے الفاظ و مضامین کہنے کی ضرورت واقع ہو تو بطریق استعارہ اور مجاز اور کنایے کے ادا کرنا چاہیے جیسا کہ فقہاء و علماء کرام کو قبل اور ذہراد و سبیلین سے کنایہ کرتے ہیں اور ان نشانے آگے تاسلِ شصت اور فرج کو مردہ اور قبر سے استعارہ کیا ہے۔

بن نہ تو میری جان کو ہند	رکھ دے مردہ ہی قبر کے اندر
اور نسیم نے آگے تاسل کو تیر اور فرج کو ترکش سے تعبیر کیا ہے۔	
سردی نے جو بھر وجود پایا	ایستان کو بے نمود پایا
ترلش پہ نگاہ کی تو تھا تیر	قبضے میں پھرائی کھوکے شمشیر
اسی طرح اس شعر میں۔	

بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام	جنھر کا ہو کیا نیام سے کام
مرد کے عضو تاسل کو خھر سے اور عورت کی شرنگاہ کو نیام سے تعبیر کیا ہے۔	
شعوی سحر البیان میں فعل مباشرت کو یون ذکر کیا ہے۔	
غم و درد دامن کشیدہ ہوے	وہ گل نار سیدہ رسیدہ ہوے
اور اسی مضمون کو سرور نے یون بیان کیا ہے شر آخر کار جب غمزہ و ناز کی نوبت بڑھ گئی تھک کر ڈھب پر چڑھ گئی تو غمزہ سر بستہ تمناء ویرینہ بحرکت نسیم وصل شگفتہ و خندان ہوا درج شہیاری رشک حقیق یعنی غیرت وہ لعل بدخشان ہوا رشک و حسرت سے بجا صدف جاک ہوا قطرہ نسیان گرا دشمن در پردہ ہلاک ہوا	

انسانے مباشرت کے سوال کو کیسے پر دہمین بیان کیا ہے۔	
آج کیا ٹھہرے گی بان یا کہ نہیں ٹھہرے تو چھوٹ	ہو گی وہ بات وہان یا کہ کہیں ٹھہرے تو چھوٹ
واجد علی شاہ نے اپنے ایک مصاحب کی بہنوئے پیشہ ناز کا رسی کو یون بیان کرتے ہیں۔	
آخر چنان آسکی بہنیں چلتی تھیں	رات بھر سب کا دانہ دلتی تھیں
اور شعی سعیدین میں فعل مباشرت کو یون ادا کیا ہے۔	
آفسر کا ر کام بین لایا	اڑتی چڑیا کو دام میں لایا

<p>حلقہ دام بگلی آغوش ہوے کچا جو دونوں میں نے کہا سمن دلالہ جب ہوے یک جا تیر حکمی نشانے پر بیٹھا قصہ کو تہ وہ غنچہ ہو گیا گل گو ہر آبدار سُفتہ ہوا ہام باقوت مٹھرا شیر کا ظرف</p>	<p>خط تو ام ہوے کنار و دوش مہر و مٹکے ہو گئے جوڑا گل رعنا کی پھبتی کہ اُٹھا تا بہ سونہار کام کر بیٹھا جس کو کہتے ہیں نیمہ بے جمل غنچہ تنگ دل شگفتہ ہوا ساغر لالہ میں جانی برف</p>
<p>بارہویں لفظ واحد کی کثرت تکرار یہ بھی عیب ہے خواہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو اور اسم خواہ ظاہر ہو یا ضمیر ہو اور بغیر کثرت کے عیب نہیں اگر بغیر کثرت کے عیب ہوتی تو تاکید لفظی بھی قبیح ہوتی اور کبھی بغیر کثرت کے بھی تکرار فصاحت کے خلاف ہوتی ہے پس اگر تاکید منظور نہ ہو تو تکرار عیب ہے جیسے شاہنامہ منشی کے شعر میں پھر کی تکرار۔</p>	
<p>اتو پھر ہاتھ سے پچو دیو کے</p>	<p>نہ ہرگز ہونی پھر رہائی اُسے</p>
<p>خارسی آہ دل میں کھٹکے ہے</p>	<p>آہ ہر آن گلرخان کی ادا ++</p>
<p>آہ کی تکرار معیوب ہے جیسا کہ اس شعر میں۔</p>	
<p>شایان</p>	
<p>اگر جب تک آہ میں آؤنگا پھر کہ</p>	<p>یہ جسم نہ آہ رہ جائے کامر کہ</p>
<p>احمد حسین خان بی اے</p>	
<p>دنیا کا حال دیکھ لیکن کبیدہ ہوں</p>	<p>بغیدہ ہوں کبیدہ ہوں خاطر کبیدہ ہوں</p>
<p>بہار دانش منظوم</p>	
<p>وے کوئی اُس میں نہ انسان ہے</p>	<p>نہ انسان ہے اور نہ حیوان ہے</p>
<p>یہاں انسان کی تکرار عیبِ خالی نہیں۔</p>	
<p>صحراے دوم سرقات شہری کے بیان میں</p>	
<p>بدترین عیوب کلام سرقت شہری ہے اور یہ عیب ذاتِ شاغریک بمقدمی ہوتا ہے یعنی بخلاف اور</p>	

عیوب کے اسمین شاعر سارق کی بھی ایک قسم کی بدنامی ہے۔ عہد الواسع ہانسوی نے اپنے رسالے میں اس عیب کو صنعت سرقہ شعری لکھا ہے سچان امدید کیا عمدہ صنعت ہو کہ دوسرے کا شعر یا مضمون یا الفاظ چورالین۔

اگر دو شاعر کسی ایسی صفت و غرض پر اتفاق کریں جو عموماً سب آدمیوں کو مقصود ہوا اور علی العموم لوگوں کا اُس سے تعلق ہو جیسے شجاعت یا سخاوت کی تعریف اور بخل و نامردی کی ہجو تو یہ چوری نہیں البتہ فصاحت و غیر فصاحت دیکھی جاتی ہو کیونکہ یہ امور عقل و عادات میں داخل ہو گئے ہیں اور انکو فصیح و غیر فصیح اور شاعر و غیر شاعر کام میں لاتے ہیں تو ایسی چیزیں دو شاعر و نکا اتفاق کر لیں اور اپنے کلام میں باندھنا سرتے میں داخل نہیں کیونکہ ان میں تمام شریک ہیں ایسے ایک کو دوسرے سے اخذ کرنے اور چور کرنے کی احتیاج نہیں ہو اور جو دو شاعر ایسے لفظ پر اتفاق کر لیں جو اُس غرض عام پر دلالت کرتا ہو خواہ بطور حقیقت یا بطور مجاز یا کنایے یا تشبیہ کے تو اُس صورت میں دیکھنا چاہیے کہ اگر وہ لفظ ایسا ہو کہ خاص و عام میں اُس کے متبادل ہو سکیں وجہ سے سب اُسے سمجھنے میں شریک ہیں جیسے بُخ کی تشبیہ و تمثیل اور قد کی تشبیہ و تمثیل مشادہ اور آنکھ کی تشبیہ و تمثیل با دام سے اور جہی شجاعت کی تشبیہ و تمثیل دریائے تو یہ بھی داخل سرقہ نہیں اور نہ ان الفاظ کا استعمال داخل سرقہ ہے جو محاورات اور ضرب المثل بن گئے ہیں جیسے حساب دوستان در دل ان شعر و نین۔

حساب ملانہ پوچھے مجھے میرے دے زخم نیکا	ذوق	حساب دوستان در دل اگر وہ دلر با سمجھے
ستین سو گالیاں اک بوسہ لیکر لے رہی بیکر	میریم السد	پھر بآز رہ کیون ہو تو حساب دوستان مودل
اور ٹٹی کی اوٹ میں شکار کھیلنا ان شعر و نین۔		
ہو دنگے داؤن گھات میں مچانے شہ پار	ذوق	کرتی ہر قصد ٹٹی کی اوجھل شکار کا
ٹٹی کی اوٹ میں وہ کیا کرتے ہیں شکار	اسیر	منہ کو چھپائے رکھتے ہیں اپنے نقاب میں
پرنے میں خط لے لینی ہر بوسے وہ آپ کے	سماعت خان	ٹٹی میں خوب کھیل ہی ہو شکار زلف

اور لہو لگا کر شہید و نمین داخل ہونا ان اشعار میں۔

ناخن سے بواہوس کلا یون ہی چھل گیا	میر	لوہو لگا کے وہ بھی شہید و نمین مل گیا
اگل اس نگہ کے زخم رسید و نمین مل گیا	ذوق	یہ بھی لہو لگا کے شہید و نمین مل گیا
انکا کر اب لہو دخل ہے ہن سب شہید و نمین	امانت	صنم میں ہون قتیل ابرے خمر پہلے سے
اور ماتھا ٹھکانا ان اشعار میں۔	میر تقی	
بہودن تنین تم جسم دم سچ نکلتے تھے اک چرا	نثار	اُس دن ہی تھین دیکھے ماتھا مٹھکا تھا
ہم آگے ہی سمجھتے تھے وہ گھر کو سدھائیے		جسوقت گجر باجا ماتھا مٹھکا تھا
اسی قبیل سے ہو۔		
خیال زلف و دتا میں نصیر پٹا کر	نصیر میر	کیا ہو سانپ تل اب لکیر پٹا کر
سانپ بھاگ گیا پٹتے ہن لوگ لکیر	تمنا	خوب پوشیدہ کیے تھے دکھا کر گیسوا
سرفے ار گیسوے جانا کی یاد میں	رند	پٹا کر و لکیر کو کالائجیل گیا
اسی قبیل سے ہو۔		
سودا بڑا ناناخو واعظا کی گفتگو	سودا	آواز دہل ہر خوش آئندہ دور کا
سینہ کو بی من نے دوری میں جو کی لکھنا	ناسخ	کیا خوش آئندہ یہ آواز دہل ہر دور کی
اور اگر وہ غطا ایسا نہ کر اسکے چھتے من سب نامی ٹرک ہوں اور سب کا ذہن اس تک نہ پہنچ سکتا ہو		

اسوجہ سے کہ وہ ایک خاص قسم کا مجاز ہو یا کوئی خاص کنا یہ ہو یا تشبیہ و تین ہو جو بے فکر و غور کے سمجھ میں نہ آسکے تو ایسے لفظ کی نسبت یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ ان دو شاعر و نہیں سے جنھوں نے اسکو استعمال کیا ہے ایک نے کامل طور پر باندھا ہے اور دوسرے نے ناقص طور پر اور ایک نے دوسرے پر بڑھا دیا ہے اور دوسرے نے اس سے کم کر دیا ہے اور اس قسم کے لفظ کی جسکے سمجھنے میں تمام آدمی شریک نہ ہوں دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ عامتہ زبان اسکو نہ سمجھ سکتے ہوں بلکہ نہایت فکر و غور کے بعد سمجھ میں آتا ہو دوسری قسم یہ ہو کہ ہر ایک شخص اسکو سمجھنا ہو غرض پہر شاعر نے اس میں تصرف کر کے غرابت پیدا کر دی ہو اور ابتداء اسکا دور کر دیا ہو جیسے زلف کو سبب و ش پر افتادہ ہونیکے شبہ و ش کے یا بارود کو شمشیر زہر آلودہ سے استعارہ کر کے گواہ و کاغذ سے استعارہ مہنڈ عامیہ نہ ہو لیکن زہر آلودہ کہنے سے ایک قسم کی غرابت آئیں آجاتی ہے کہ نوک زہر کو مہنری سے نسبت ہے اور مہنری اور سیاہی میں چند ان تفاوت نہیں ہے پس اگر دکا سبب سیاہی رنگ کے تیغ زہر آلودہ سے استعارہ کرنا اور غریبہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرفے کی دو قسمیں ہیں ایک سرفہ ظاہر اور دوسرا سرفہ غیر ظاہر۔

بیان سرفہ ظاہر

سرفہ ظاہر وہ ہے کہ اگر دونوں شعر و نثر کی علی قیل کو سنایا جائے تو وہ حکم لگائے کہ ان میں سے ایک کی اصل دوسرے پر بشرطیکہ اس لفظ کو جو غرض و صفت پر دلالت کرتا ہو تمام آدمی بخانتے ہوں اور یہ تین قسمیں ہیں۔
ایک استحصال و نسخ یعنی کسی کے کلام کو بغیر اختلاف لفاظ و معانی کے اپنا کر لین جیسے یہ بیت۔

جانین مشتاقوں کی لب تک آئیاں | بل بے ظالم تری بے پروا نیان

میر محمدی بیدار اور خواجہ بیگنا شیداد و نون کے کلام میں موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں صاحبو نہیں سے ایک نے سرفہ کیا ہے علیٰ ہذا القیاس یہ اشعار۔

اعجاز لب اسکا دم عیسے سے نہیں کم | وہ پنجہ سین میں بیض سے نہیں کم
معدوم کو کیونکر کوئی ثابت کرے آنا | مضمون کمرا کا غفلت سے نہیں کم

نواب حماد الملک غازی لدین خان نظام مخلص کے کلام میں بھی موجود ہیں اور والد فیض آبادی کے یہاں بھی لکھے ہیں اور تیسرے مصرع میں دانائی جگہ والہ لکھا ہوا ہے۔

رند

نہ کیسو چھوٹے دیتے ہیں نہ خویش کا بوسہ دیتے ہیں | یوں ہی اک عمر گذری ہے کہ صبح و شام کرتے ہیں
صاحب تذکرۃ النساء لکھتے ہیں کہ یہ شعر زکات مخلص کند و نام نہت حسینی خوشحالی والی بیچنی

مشہور ڈیرہ دار بالفعل وار دجیو ر شاگرد میر واجد علی لکنوی شفیقہ تخلص مقیم جیو ر نے پڑھکر اپنی طرف منسوب کیا۔ اور یہ بیت۔

ہر خواب میں دیکھا تو بظاہر بھی ملینگے قسمت نہ گزراپ کی تعبیر اٹ جائے

خرا سوام زوجہ شمر و فراسیس مقرب خدمت یب لسا یلکم اور خیرانی خان دلسوز دونوں کی طرف منسوب ہے

میر ضیاء الدین ضیا

دل جیسے غم سے اور آنسو بہانا منع ہو
سینے میں شورش ہو اور ضبط فغا کو حکم ہو

سینے میں شورش ہو اور ضبط فغا کو حکم ہو
ضیا کے اشعار کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملائیے مصحفی کا پورا شعر ہوتا ہے۔

میر

کوے کیا کہ دل ہی تو مجبور ہے
زمین سخت ہو آسمان دور ہے

میر حسن

جدائی تری کس کو منظور ہے
زمین سخت ہو آسمان دور ہے

حکایت ایک روز شہر بھوپال میں یار محمد خان صاحب شوکت کے مکان پر چند جہاں کا جلسہ تھا مولف بھی حاضر تھا خان صاحب صوفیہ ان اشعار کو اپنے نام پر پڑھا اور بجاے صابر اپنا تخلص شوکت کر دیا۔

ہو فذا ت میں کہ تو نہ ہے
تیری ہستی کا رنگ دلو نہ ہے

اگرچہ ستر ہو کے غیر ہو نہ ہے
اگرچہ ستر ہو کے غیر ہو نہ ہے

تندرہ گلشن بیچارہ میں لکھا ہو کہ فضل مولے خان فضل تخلص لکنوی کی یہ عادت تھی کہ آپ شعر کہتے اور دوسرے شعر کا شعر اپنی طرف منسوب کر لیتے تھے ختم نتیجہ سوائی اور بدنامی ہوا الغرض ایسا سرفہ نہایت معیوب سخت عیب ہو کیونکہ سرفہ محض ہو جس میں کچھ بھی دوسرا شاعر اپنی طرف سے شعر مسودہ میں نہیں ملا ہے اور ظاہر ہو کہ ایسا سرفہ جس میں کچھ بھی اپنی طرف سے نہ ملا یا جائے ایسے سرفے سے جس میں کچھ اپنی طرف سے بھی ملا یا جائے نہایت بدتر ہے۔

اور اچھی فریب یہ بھی کہ پہلے شعر کا تمام مضمون لکرا کے بعض الفاظ یا تمام کویدلین اور ان کی جگہ دوسرے مترادف الفاظ رکھ دین جیسے میر کا مصرع ہو ع۔

عاقبت بندہ خدا ہیں ہم	
جراتی کہے۔ ۵	
آخر شش بندہ خدا ہیں ہم	
جراتی عاقبت کو آخر شش سے بری پیا ہو۔ یہی حال اشعار ذیل کے مصرع دوم کہے۔	
اسیخ علی بخش بیمار	
سانس آہستہ لیجیو بیمار	لوٹ جائے نہ آبلہ دل کا۔
افششی واحد علی نکل	
انوک مرگان ذرا خیال رہے	پھوٹ جائیں نہ آبلے دے
اسی قبیل سے ہر اشعار ذیل کا مصرع دوم۔	
میسرے تغیر رنگ پر مت جا	اتفاقات ہیں زمانے کے
میسرے تغیر رنگ کو مت دیکھ	
نہجھکو اپنی نظر نہ ہو جائے	
میر	
چمن میں گل نے جو گل دعویٰ جال کیا	جمال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا
رہی تھی دم کی کشاکش گلے میں کچھ باقی	سو اسکی تیغ نے جھگڑا ہی انصاف کیا
بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو	چمن کو مین قدم نے ترے نہال کیا
یہ تینوں شعر دو ایک لفظوں کے فرق سے پڑتے یا شکر نسیم کے دیوان میں بھی موجود ہیں حالانکہ میر صاحب کی یہ سات شعر کی غزل ہو اور لکے دیوان اول میں موجود ہے مقطع یہ ہو۔	
اگلا نہ دلو کہ میں کیا سنا نہیں تو نے	جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا
اسی قبیل سے ہے۔	
خلیفہ محمد علی سکندر شاگرد ناجی	
اگر ابے نامک میں ل میر آہ ڈھونڈن کدھر	کہ آدھی مات ادھر ہو اور آدھی مات ادھر
عماد الملک غازی الدین خان نظام	
پچھیا ہو نامک میں اب سے میں ڈھونڈن کدھر	کہ آدھی مات ادھر ہو اور آدھی مات ادھر
اسی طرح۔	

شوریدہ	
جو زندگی سے اپنی بیزار اسقدر ہیں لب خشک مچہ ہے ہیں کٹنے زبان ہیں	باتوں کی گرمیوں نے ملے دل و جگر ہیں تنج نگاہ کسی دیکھی ہو رہے یارب
حیدر علی بیگ گرم	
جو زندگی سے اپنی بیزار اسقدر ہیں	تنج نگاہ کسکی دیکھی ہے بنے یارب
شوریدہ کا دوسرا اور تیسرا مصرع ملکر گرم کا پورا شعر بنا ہو۔	
امیر مینائی	
دہ زبان بے دہن ہو یہ دہان بے زبان	اغنیہ و سوسن سے کیا ہو شکر احسان
دہ زبان بے دہن ہو یہ دہان بے زبان	تڑے منہ کے لگے بالکل نہیں قد سوسن گل
دوسری قسم مرتے کی مسخ اور غار ہے یہ اُسے کہنے ہیں کہ کسی شخص کے کلام کے تمام لفظ معنی لیکر صورت کلام کی بدل دیں یعنی ترکیب الفاظ میں تغیر و تبدیل کر دیں یا بعض الفاظ لین تمام الفاظ نہ لین جیسے۔	
میر	
جان و ایمان و محبت کو دعا کرتے ہیں	اکہیو قاصد وہ جو پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
اس شعر کو آئینے نے اپنا یون کر لیا ہو۔	
اکہیو قاصد کہ دعا کرتے ہیں	وہ جو پوچھے ہمیں کیا کرتے ہیں
اور مرزا دیر نے یون لکھا ہو۔	
اکہیو کہ شباب آؤ دعا کرتے ہیں	ایقا جو مرا پوچھے کہ کیا کرتے ہیں
اسی تبدیل سے ہو۔	
میر ضمیر	
دیکھو تو عبا کس کی ہو کا ندھے پہنودار	پہچانتے ہو کس کی مرے سر پہ ہو دستار
میں جس پہ سوار آیا جون کس کا ہو یہ رہوار	یہ کس کی زرہ کس کی سپر کس کی ہو توار
باندھا ہو کسر میں جسے یہ کس کی روا ہو	
کیا فاطمہ زہر نے نہیں اس کو سہا ہو	

میسرین	
یہ قبا کس کی ہو تہاؤ یہ کس کی دستار	یہ زرہ کس کی ہو پہنے ہوں جو میں سینہ نگار
برہین کس کا ہے یہ چالائے جو ہر دار	کس کا رہاوار یہ ہو آج میں جیسر مون دار
کس کا یہ خود ہو یہ تیغ دو سر کس کی ہے	
کس جری کی یہ مکان ہو یہ سپر کس کی ہو	
اسی قبیل سے ہے۔	
محمد یار بیگ	
شلخ کو کوئی ہلائے تو غر جھڑتے ہیں	ارنی ہر جنبش مژگانے گھر جھڑتے ہیں
سعادت یار خان رنگین	
یون سرشک مژہ اب شام دسھر جھڑتے ہیں	شلخ پسمیدہ سے جس طرح جھڑتے ہیں
اسی قبیل سے ہے۔	
عشرت	
کبھی تھی اسکو یان تک نا توانی	کدوے سے بھی تھی سرگراتی
اکتس	
اس قدر ہم پر نا توانی ہے	موسے سے تک بھی سرگراتی ہے
اسی قبیل سے ہے۔	
ادبائش	
دل و دیرہ اپنے جو یار تھے نوہ دروغ میں چپکا	ہین جن سے چشم امید تھی وہی آنکھ ہے چڑا گئے
سید حسین شاہ انزلی	
چشم امید جن سے رکھتے تھے	وہی آنکھیں چڑا گئے ہم سے
اسی قبیل سے ہے۔	
میر	
اے تم اس قدر جفا ہم پر	عاقبت بندہ خدا ہیں ہم
جرات	
مکت تو کر رسم اجرت ہر دم	آخر میں بندہ خدا ہیں ہم

	گویا	
آخر میں بندہ خدا ہوں	انہی تو جفا کیں کہ نہ اسے بت	
	شاہ جهان بیگم شیرین	
اے صنم بندہ خدا ہیں ہم	انکو وہم پہ اتنی جو رجفنا	
	اسی قبیل سے ہو	
	خواجہ وزیر	
ایسی سمٹی کہ ہتیلی کا بنی تل قاتل	دست ناک کی نزاکت جو پیر نے کچی	
	مرزا دہیر	
ایسی سپر ایسی کہ ہتیلی کا بنی تل	جوڑے ہوئے ہاتھوں کو ادب ہے جلا جل	
	اسی قبیل سے ہے۔	
	خواجہ محمد ناصر عندلیب	
وہی پڑا کبوتر کا	تھا بندھا جس میں نامد بکا	
	میر محمد تقی میر	
وہ پر کہ جس میں تھا مرا نامہ بندھا ہوا	قیمت کی خوبی دکھو کبوتر کا گر پڑا	
	داغ	
وہ ہی مرغ نامہ بکا ٹوٹ کر شہر گرا	وہ ناکامی کہ جبین بنے باندھا غنائی	
	اسی قبیل سے ہے۔	
	مومن	
کہا میں کیا کروں مرضی خدا کی	کہا اُس جتنے جا مڑتا ہو مومن +	
	وزیر	
تو کتنا ہے دہ بت مرضی خدا کی	اکھون جب میں کہ بڑھے ہرن مڑتا	
	اسی قبیل سے ہے۔	
	وزیر	
عین غفلت میں ہو شیار رہا	خواب میں تجھ سے ہم کنار رہا	
خواب میں ہنسنے یا رکود کیا	اپنی غفلت ہے عین ہشیاری	
	گویا	

اسی قبیل سے ہے۔

امانت

جو بھولے آپ کو ایدل اسے پھر یاد کیا کیجئے

عبث کرتا ہو جسے تو خیال یاز کا شکوہ

بحر

بھولے جو آپ کو اس شخص کی پھر یاد عبث

غم عبث شادی عبث تار و قزاق عبث

اسی قبیل سے ہے۔

سراج

اگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کین سوہری رہی

چلی سمت غیب کے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا

فطرت

جسے کہتے ہیں دل اب تک ہری ہو

انسو کھی شاخ غم احمد بد

شاہ نیا احمد

اگر ایک عشق کی کشت غم جسے دل کین سوہری ہو

چلی باد گرم فراق ہو جلاسب وجود نیاز کا

اسی قبیل سے ہے۔

وصفی

اصل میں بھی سُرخ روئے گل خاتھی میں نہ تھا

پسے بوسی آپ کی کس دن ہوئی بھگنو نصیب

سیرین

اپکے قدموں کے نیچے اسکو جاتی میں نہ تھا

سُرخ رو ہو نیلے قابل کیا خاتھی میں نہ تھا

اسی قبیل سے ہے۔

محمد حسن کلیم دہلوی

کسی نے دیکھا ہو اب تک حباب میں دریا

بھپا ہے امری چشم پر آب میں دریا

منفعتی صدر الدین خان آرزوہ

وہ دیکھ لے مری چشم پر آب میں دریا

یہ دیکھا ہو جو کسی نے حباب میں دریا

فطرت

عجب یہ ہو کہ بھر ہے حباب میں دھوا

ادل سے ہند ہو چشم پر آب میں دریا

اسی قبیل سے ہے۔

	غالب	
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے	تھین بتاؤ یہ انداز گفتگو کیا ہے	
	نثار علی خان نثار	
مجھ سے کہتے ہیں وہ کہ تو کیا ہے	کوئی پوچھے یہ گفتگو کیا ہے	
اسی قبیل سے ہے -		
	خواجہ درد	
یا وجود کہ پرو بال نہ تھے آدم کے	وہاں پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا	
	قصۂ شاہ روم	
خدا کو یاد کرے پستل خاک	بنایا جس نے تجھ کو ایسا چالاک	
بغیر از ہر تجھے ایسا اڑایا	فرشتوں نے بھی وہ رتبہ نہ پایا	
اسی قبیل سے ہے -		
	میر	
لوے کباب سوختہ آئی دماغ میں	شاید جگر کو آتش علم نے جلا دیا	
	ظفر	
خدا جانے کیا کیا حال دل کا آتش غم نے	کہہ دیوے کباب سوختہ ہر آہ سوز نہیں	
اسی قبیل سے ہے -		
	جرات	
کیونکہ بستر پہ کہے پائون وہ بچہ دراز	جس کو خود فکلی بھی ہو سفرد دراز	
	عبدالواحد خان مسکین	
کیوں نہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو اس بچہ کو	جس کو از خود فکلی بھی اک سفرد دراز کا	

اسی قبیل سے ہے۔

میر

ہاے اُس سے خدا جدا کرے

دور اُس سے جیون خدا کرے

حسرت

مجھ کو تجھ سے خدا جدا کرے

میں ہوں تجھ سے جدا خدا کرے

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن

اگک ہم سے یون رہنا اور چھوٹنا

یہ اوپر ہی اوپر مڑے لڑنا

گلز انیسیم

کیون ہی یہ ایکلے شب کو جانا

اوپر اوپر مڑے اڑنا

تیسری قسم سرقے کی سلخ اور المام ہو یعنی پرانے مضمون و مطلب کو اور الفاظ میں بدھنا
اُسکے الفاظ چھوڑ دینا کہ جسے۔

شنیفہ

کس لیے لطف کی باتیں ہیں بھر

کیا کوئی اور ستم یاد آیا

سیسم دہلوی

مفسر ربلا آئے والی جو کوئی

انہیں بے سبب مہربانی تھاری

اسی قبیل سے ہے۔

بادشاہ

گلستان میں جا کر ہر اک گل کو دکھایا

نہ تیری رنگت نہ تیری سی بوہر

شیرین

جہان میں بھڑا میں لبیکل صبا

کسی گل میں بو تیری پاتا نہیں

اسی قبیل سے ہے۔

میر

گلہ میں جس سے کروں تیری بے وفائی کا

جہان میں نام نہ لے پھر وہ آشنائی کا

گلہ لکھون میں اگر تیری بے وفائی کا

سو داہون میں غرق سفینہ ہوا آشنائی کا

اسی قبیل سے ہے۔

رات ساری تو کٹی سننے پریشان کوئی ^{میر} میر بھی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

ستودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات ^{سودا} اب آئی سحر ہونے کو ملک تو کہیں بھی

اسی قبیل سے ہے۔

صبح گذری شام ہونے آئی ^{میر} تو نہ چیتا اور بہت دن کم رہا

چونکا تو نہ اب تک آج سوئے سوئے ^{ابج خلف مرزا دبیر} دن ڈھل گیا اور رات ہوئے آئی

اسی قبیل سے ہے۔

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہر عجب ^{ذوق} مشک سودہ کسے ہر زخم پہ کار مرہم

اشاب جہان سے جو کہیں دفع ضرورہ ^{امیر} زخموں کے لیے مشک میں مرہم کی ہوتا تاثیر

اسی قبیل سے ہے۔

یہ ناتوان ہوں کہ ہوں اور نظر نہیں ^{مومن} مرا بھی حال ہوا ہر تری کمر کا سا

زار ہوں ایسا کسی کو میں نظر نہیں آتا ^{آتش} عشق میں گھل کر کمر کا یار کی سو ہو گیا

کاہش غم سے ہجر میں تو آب ^{نواب کلب علی خان} کہیں تیری کمر نہ ہو جائے

اس قدر زار ہو رہا ہوں ^{حسن مرزا قصد} کمر یار ہو رہا ہوں میں

کیا ہے حُصن نے پہنانے لپڑے ^{محمود الدین احمد نجم} کمر سائین ہوا عشق کربے

اسی قبیل سے ہے۔

مسکین

اکل چمن مین مین جو نعت مصطفیٰ کہنے لگا
کھول ہر غنچہ دہن صل علی کہنے لگا

لطف علیخان لطف بریلوی

باغ مین جا کر پڑھا جب روح احمد پر درود
کھل گئے غنچوں کے منہ صل علی کے واسطے
اسی قبیل سے ہے۔

جرات

کب وہ صیاد اسیر ونگی خبر لیتا ہے
اور جو لیتا ہو تو مقرض سے پر لیتا ہو

مہر

اسیران قفس پر جب عنایت آپ کرتے ہیں
کسی کو فوج کرتے ہیں کسی کے پر کرتے ہیں
اسی قبیل سے ہے۔

فرحت علی امید

چھو جولی ہو زلف بے پیر اسکی اپنے ہاتھ سے
ڈالی اپنے بانو نہیں زنجیر اپنے ہاتھ سے

دیانا تھ جو مہر

زلف چھو کر اس بیک فرکی قیدی ہو جیے
پالے دل مین پڑ گئی زنجیر اپنے ہاتھ سے
اسی قبیل سے ہے۔

انشا

کیا ہنسی آتی ہے مجھ کو حضرت انسان پر
فعل بد تو اسے ہو لغت کرین شیطان پر

ظفر

استیظنت سے کرے انسان تو سب کا مخراب
کیا تماشہ ہے کہ شیطان کا ہو نام خراب
اسی قبیل سے ہے۔

میر تقی

کاسہ چشم لیکے جو نرگس
ہمنے دیدار کی گدائی کی ++

آتش

آکھین نہیں ہیں چہرے پر ترے فیر کے
دو ٹھیکرے ہیں بھیک کے دیدار کیلئے
اسی قبیل سے ہے۔

سوز		
جھلکے نامے پہونچتے ہیں تجھ تک	کاش ان کا میں نام نہ رہتا	
جرات		
بے خوف نامے پہونچتے ہیں اتر تک نہ	انھیں کا کاشکے جرات بھی نام نہ رہتا	
اسی قبیل سے ہے۔		
ذکی		
کیسا کمال ہو کہ ستارے ہیں بدر میں	افشان چنی ہوئی یہ تمھاری جبین میں	
شرم		
اتنے افشان جو چنی چاند سی پشانی پر	ہو گئے چہرہ متاب پہ اختر پیدا	
رند		
میں بھی تو دیکھوں چاند میں تلکے جیسے ہوئے	افشان چھڑک کے یار دکھائے حسین مجھے	
اسی قبیل سے ہے۔		
جرات		
بند آنکھیں کیے رہتا ہوں پڑا	خواب میں آئے نظر تاکوئی	
آتش		
رات بھر آنکھوں کو اس امید پر رکھتا ہوں	خواب میں شاید کہ دیکھوں طالع بیدار کو	
اسی قبیل سے ہے۔		
بُردہ سنگ قلندر		
زلف میں چہر کا کچھ اور ہی ہوتا ہو فروغ	رکھے ہو روشنی شمع شب تار سے کام	
ناخ		
پڑتی ہو روشن دلوں کو تیرہ جان سے غرض	جس طرح ہے شمع کو حاجت شب بچور کی	
اسی قبیل سے ہے۔		
کمال		
بل جو رخسار و نہ کھاتے ہیں دیکھو	قتل عاشق کو کر گئے پھر مگر گیسو	
خوب بیاں کھاتے ہیں پھر ترسے دیکھو	ہو یقین تیج کوئی ڈالینگے ہم پر گیسو	
آفاق		

اسی قبیل سے ہے۔

سودا	نہیں شایان زیب گنبد و ستار کچھ زاہر
ناخ	اگر مسواک ہی اسپر کلس ہوئے اگر موئے
اسی قبیل سے ہے۔	دیکھو ناخ سرخی معمم کی طرف
	کیا کلس مسواک کا ہو گنبد و ستار پر

آتش	واہ ری شانے کی قسمت کس کو یہ معلوم تھا
بنجر شل سے کھلینگے عقد ہائے موسے و دست	
فہیم	ازخیر توڑی بنجر شل لے غضب کیا
شلے سے اس پر پی کی ہوئی تار تار لپ	
	اسی قبیل سے ہے۔

اسیر	شکر ہو د لب شیرین تو دل ہو خال سیاہ
بجا ہو تل شکری کا گمان ہو نٹو پیر	
صفا	اشکر تو دل نظر آتے ہیں لب و خال سیاہ
اچھے ہم ذائقہ ہو تل شکری کا کیا منہ	
	اسی قبیل سے ہے۔

رند	گمان زلف سے نظارہ سنبھل نہیں کرتے
ہمین کاٹا ہو جبے سانپے رسی سے ڈرتے ہیں	
شفاعت	دھوکے میں گیسو کے سنبھل سے کانپنا ہون
جس طرح سانپ کاٹا ڈرتا ہے رسن سے	
	اسی قبیل سے ہے۔

دیر	باب مطلب ہمزہ ہمین ذاکر یہ سنائے
حمزہ کی سپر پٹ پر مولائے لگائے	
امیر	ہو سپر پٹ مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر
ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر و دم	

اسی قبیل سے ہے۔

شاید اس سادہ نے رکھا ہر خط
میر کہ میں متصل لکھا ہے خط ۶۶

میر ضیا الدین ضیا
صاف تھا جب تک تو کچھ بھی جواب نہ تھا
اسی قبیل سے ہے۔

امانت

مثل ہاروت اسیر چہ بابل ہووے
دل مگر زہرہ جبینون پہ نہ مائل ہووے
سر دار حسین سعید
عجب کیا ہر اگر میں بھی اسیر چاہ بابل میں
کسی زہرہ شامل کی تن پر لے مائل ہوں
اسی قبیل سے ہے۔

امانت

پستان نمودین قد موزون یا بین
یہ کو نسا ہے سرو کہ حسین شریک
میر نصاحب یقین
بچھائیوں کا ہر نہال قد کلرو میں ابھار
سرو میں بھی نظر آتی، ہر ٹرکی صورت
اسی قبیل سے ہے۔

اگر عدم سے نہو ساتھ فکر و ذہنی کا
سودا تو آب و دانہ کو لیکر گھر نہو پیدا
بکھر
دم سے جانب ہستی جو میں روانہ ہوا
ننگرگ وار مرے ساتھ آب و دانہ ہوا
پچھلے شاعر نے گھر کی جگہ نگرگ بدل دیا ہے

مرزا کامل بیگ کامل

مرزا کان سے گریچے دل بردے ہر کڑ
یہ بات میں نے کچھ جواب سے داد چاہی
کنے کا کہ ترکش جس وقت ہووے غالی
تو ار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی
خوش وقت کے شادان
جب تک ہو کا مگر کافے تو برہمت چھا
تیرے کہ ہوئے کوئی کھینچے نمی ہر تو از کو

اسی قبیل سے ہے۔

سودا	
ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا نہ زمین	رہے ہیں مرغ قبلہ نا اشیائے زمین
انشا	
یاں ملک تو ہو ترا عالم تیرے اندازی	کہ تجھے کہتے ہیں اُستاد عرب اور عجم
طائر قبلہ نما پر بھی اگر کبھی خیال	تو وہ بھی ترپے ہو گھر اپنے میں اور ٹوٹے ہو دم
فوق	
تیرا نوک کو ترے دیکھ کے ہر لوٹا ہوا	طائر قبلہ نما خاک کہہ کا طیران

اسی قبیل سے ہے۔

جرات	
صنم سُنتے ہیں تیرے بھی کمر ہے	کہاں ہو کس طرت ہو اور کہ ہر ہے
اسعد	
ہے جسم میں تمھارے مزاج اگر کمر	دیکھیں دکھاؤ کیسی ہو اور ہو کہ ہر کمر

اسی قبیل سے ہے۔

میر	
کیا کہتے کہ خوبان نے اب ہم میں ہو کیا رکھا	ان چشم سیاہوں نے بہنو نکو سلا رکھا
امیر شیبانی	
وہ سُرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جاوہرین	گفتگو نکو لگا رکھا گفتگو نکو سلا رکھا

اسی قبیل سے ہے۔

مہر	
نہ سینے سے تو نسبت برابر کی ہے سینے کو	دہان جوین ابھرتا ہو یہاں چھالے ابھرتے ہیں
امداد	
دہان سینے پہ وہ ابھرتے یہاں دلیں ابھرتے ہیں	ہمارے داغ ملتے ہیں تمھارے ابھرتے ہیں جوین سے

اسی قبیل سے ہے۔

بہر کی زندگی سے مرگ بھگتلی	شاہ قاتم کہ جہان سب کہیں وصال ہوا
----------------------------	-----------------------------------

نغمیم	کہتے ہیں مرگ کو وصال نغمیم	نہ ہوا وصل پہننے مردیکھا
گویا	مرے کو بھی لوگ کہتے ہیں وصال	یہ اگر سچ ہے تو مرجانے ہیں ہم
ناسخ	خط جو ہم کر چکے تحریر تو پہونچانے کو	آشیا نو نے نکل آئے کبوتر باہر
نواب کلب علیخان	نامہ یہ کس کو لکھا ہے جو کبوتر سیکڑون	میرے آگے بیٹھے ہیں مشتاق پر کھولے ہوئے
تسکین	اب یہ حالت ہے کہ اُنسا بیدار	میرے بچنے کی دعا مانگے ہے
نواب	ابنویہ مشکل ہے کہ اُن کو بھی	حال پر میرے رقت آتی ہے
ظفر	تو بہائے اشک خون اور پانی وہ برسائے فقط	رولے میں کباب بر حشیم پر غم ایک ہی طور کے ہیں
ظفر	مری اس حشیم تر سے ابر باران کو ہو کیا نسبت	کہ وہ دریا کا پانی اور یہ خون دل ہے برساتی
میر	پیام اُس گل کو اُسکے ہاتھ دیتے	بک پائی نہ ہوتی گر صبا میں
مذاق	پاؤں اُس گل کو پیغام دینا ہزاروں	ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

افضل	آئے ہیو اسکی کمرنگ تو لنگ کے گیسو
طرف راہ عدم مین مجھے رہ گیسو	نواب
آئے گی راہ عدم پیش نظر کو نئے روز	زلزلت ہو چنے گی تری تا بکر کو نئے روز
	اسی قبیل سے ہے۔
نادر	نفی و اثبات مین گو کہ قیل و قال ہے
کالیون کا دینا لیکن ناطق استدلال ہے	عقل
ابتودہن کے ہونے میں حجت نہیں ہی	دینے ہو گا لیان یہی کافی ثبوت ہے
	اسی قبیل سے ہے۔
امیر	چوٹی مین تقری موبان عجب نے یا ہو
دامن شے گریبان سحر نامکا ہو	رسا
صبح روشن ہے گریبان گیر شب	انقری موباف کا کل مین نہیں
	اسی قبیل سے ہے۔
طو طار ارام شایان	معد مشکین مین نہیں موبان ذرا
گر پڑی بجلی شب دیکھو زمین	مفتون
خلق کہتی ہو پڑی بجلی شب دیکھو زمین	دیکھ کر موباف زمین اسے مفتون جعدین
	اسی قبیل سے ہے۔
مہدی علی زکی مراد آبادی	دل مجھ سے راجد اہیشہ
کو یادہ ضعیف منفصل ہے	مولوی سید محمد صدیق حسن خان نواب خاص
کوئی کہ ضعیف منفصل بہت	دل ماند زمین جسد اہیشہ
	اسی قبیل سے ہے۔

شیخ علی حنین	
نکہ از گوشہ ہمیش چنان ستانے آید	کہ ترسا دادہ بدست از میانے آید
ذوق	
ایون نگہ نکلے ہے چشم یار سے	مست جیسے خانہ خار سے
اسی قبیل سے ہے۔	
شہنوی پدماوت مؤلفہ عبرت	
از اکت سے شکم میں پچھ اس کا	انظر آکے تھا جون مینا میں صہبا
غالب	
چون صورت کینہ زافراط لطافت	آید نظر بچہ ادا از شکم او
اسی قبیل سے ہے۔	
اندر رام مخلص	
ندہ گرام جدائی کا	چیز خوب سے آشنا کا
میر	
اطریق خوب ہو اکسین آشنا کی کا	نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا
اسی قبیل سے ہے۔	
صائب	
ہمار عمر ملاقات دوست داران سے	چہ حظ برد خضر ادھر جادان تھا
نہما پچند لاہوری	
ہو عزیزوں ہی کی صحبت تو جینے کی بہا	در نہ کیا فائدہ ہو خضر ساتھ رہنا
افضل سلیمان افضل	
حضرت خضر بنے رہ کے جو نہا کیا لطف	زندگی وہ ہو جو ہو جائے بسرا روئین
قلق	
ہم جو بار روئین نہ بیٹھیں تو ہمیں صبر نہ آئے	حضرت خضر کو کیا اہیت کی لذت ہوگی
اسی قبیل سے ہے۔	
دوستان مٹے گندم کہ چا دل تو داوم سعدی	باید اول بگو گفتن کہ چنین خوب چرائی

خواجه احسان الدین بلی	
یہ لوگ منع جو کرتے ہیں عشق میں مجھ کو	آنکھوں نے یار کو دکھایا ہوا نہیں دیکھا
میر	
چاہنے کا ہم پہ یہ خوبان جو دھرتے ہیں گناہ	انہی بھی پوچھو کوئی تم اتنے کیوں پیارے ہو
اسی قبیل سے ہے۔	
شیخ فرید الدین عطار	
حمد سجدہ مرشد اسے پاک را	آنکھ ایمان وادشت خاک را
غلام امام شہید	
حمد سجدہ اس خدے پاک کو	انور ایمان جسے بنشا خاک کو
اسی قبیل سے ہے۔	
سلج الدین علیخان اردو	
شیخ دتارنج جہان اکسم	کعبہ نو کہنہ صنم خانہ ایست
سودا	
اپنے کعبے کی بزرگی شیخ جو چاہے سو کر	از رے تا پنج تو بیش از صنم خانہ نہیں
دلہ	
تو اچھ جائے شیخ جی ہم خوب ہیں گاہ	اُس کعبہ اگر سمجھے ہو جو تھا دیر یوں سمجھو
اسی قبیل سے ہے۔	
حاجی محمد گیلانی	
از گداز شمع باشہ شعلہ را پایستگی	میکند از پہلوئے مظلوم ظالم زندگی
سودا	
جو ناتوان نکرین دستگیری دشمن	نفس نکرین شعلے کو بھوربا
اسی قبیل سے ہے۔	
الوری	
تا عشق تو در سیمینہ مکان کرد کراجا	کس دید در آفاق بیک شہر دعا جا
دل میں خیال ایک ہی دلیر کا خوب ہو	قلندر اُجڑے ہو ملک اُسے ہو جب شاہ دوسرا

اسی قبیل سے ہے۔		
دولہ	بسمہ در چشمم دلم ہر خطہ یاقوتی	ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توتی
درد	بیکانہ گر نظر پڑے تو آشنا کو دیکھ	بندہ گر آئے سامنے تو بھی خدا کو دیکھ
اسی قبیل سے ہے۔		
یو علی سینا	اگر دم ہمہ مشکلات عالم داخل	ہر بند کثودہ شد مگر بند اجل
میر انیس	باعدے سب جل مجھے مگر آہ انیس	یہ بند اجل کسی سے کھٹولانہ گیا
اسی قبیل سے ہے۔		
غنی	اگشت چون رشتہ عمر کوتاہ	معنی سالگرہ فہمیدم
انیس	جب سالگرہ ہوئی تو عقدہ یہ کھلا	یان اور گرہ سے اک برس جانا ہر
اسی قبیل سے ہے۔		
کاتبی	بودیم بچہ نافع ہمہ عمر در خطا	موسے سفید بین و در دن سیاہ را
انیس	انسانی کی طرح عمر خطا میں گزری	بالونپہ سفیدی ہے سیاہی دل میں
اسی قبیل سے ہے۔		
نظامی	سنان بر سنان رستہ چون لوک خار	سپر بر سپر بستہ چو لالہ زار
انیس	ہر سخت تھی سنان پہ سنان مثل خار زار	ہر صغیر تھی سپر پہ سپر مثل لالہ زار

اسی قبیل سے ہے۔

لاحد	چو نفی نفی ثبات ستاد مردن نمی برم
بقائے من چو شمع کشته باشد در فلے من	
انیس	خود پیام زندگی لانی قضا میرے لیے
شمع کشته ہون فنامین ہو بقا میرے لیے	
اسی قبیل سے ہے۔	

مخلص کاشی

صبر ایوب کنم گر یہ یعقوب کنم	در فراق تو چہ لے بُت محبوب کنم
نشر الدین مضمون	
صبر ایوب کیا گر یہ یعقوب کیا	بہنے کیا کیا نہ تے عشق میں محبوب کیا
اسی قبیل سے ہے۔	

بیدل

تماشا کن تہ آتش و خان ست	مسی آلودہ بر لب نگ پان ست
ناسخ	
تماشا ہے تہ آتش دھوان ہے	مسی مالیدہ لب پر نگ پان ہے
اسی قبیل سے ہے۔	

ناصر علی

گر سرمہ چشم تو گران ست ازان ست	گویند کہ شب بر سر پیار گران ست
ناسخ	
جس طرح ہوا ت بھاری مردم پیار کو	نامتوانی تے گران ہو سرمہ چشم یار کو
اسی قبیل سے ہے۔	

لاحد

گر آنہم ندارد و طاقت شبہاے تار من	برود یکسی کس نیست غیر از سایہ یار من
ناسخ	
کہ تار کی مین سایہ بھی جدا ہوتا ہے انفاق نے	سیرہ بختی مین کوئی گہ کسی کا ساتھ دیتا ہے

اسی قبیل سے ہے۔

خرد مشا رگنہ را کہ گنا ہے ست بزرگ	صائب	گنہے کرد ز فردوس بدون آدم را
گنہ کو مت گنو چھوٹا کہ جنت کے مدراج سے	ہادی	گھون چھوٹے سے دل نے کیا بڑا آدم کو

اسی قبیل سے ہے۔

قتیل

مارا بنمزدہ کشت و قضا را بہا نہ ساخت	خود سوے ماندید و حیا را بہا نہ ساخت
مصرع کا مضمون روشن شاہ روشن کے شعر کے پہلے مصرع میں بندھا ہے۔	اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون مرزا جیم الدین حیا کے شعر کے پہلے مصرع میں اور دوسرے مصرع کا مضمون روشن شاہ روشن کے شعر کے پہلے مصرع میں بندھا ہے۔

حیا

اداسے جان لیتے ہیں اجل کا نام کرتے ہیں	حیا	وہ اپنے سر کی یہ تہمت پرانے سر پہ دھرتے ہیں
دیکھ کے مجھ کو منہ نہ چھپایا اور حیا کا نام کیا	روشن	واہ ری تیری دانشمندی اس میں بھی اک کام کیا

اسی قبیل سے ہے۔

قدسی

آلودہ قطرات عرق دیدہ جبین را	قدسی	اختر فلک می نگر دورے زمین را
آلودہ قطرات عرق دیکھ جبین کو	سودا	اختر پرے جھانکین ہیں فلک پرے زمین کو

اسی قبیل سے ہے۔

لاحی

بہا رہے سپر جام یا رے گندو	لاحی	نسیم ہجو خدنگ از کنار میگندرد
بہا رہے سپر جام یا رے گندو ہے	سودا	نسیم تیر سی چھاتی کے پار گندے ہے

فائدہ مرزا فیع سودا سے اور فردی و میرزا حاکم مولوی نذرت کشمیری وغیرہ سے بخش تھی اور

سودا ان لوگوں کی جو بہت کیا کرتے تھے اسلئے یہ لوگ اُنسے عداوت رکھتے تھے اور چند مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب کوئی غزل یا شعر تازہ مضمون کا سودا کرنے کہا اور ان تک پہنچا انھوں نے اُسی مضمون کی غزل یا شعر فارسی زبان میں تیار کر کے شہر کر دیا اور کہہ دیا کہ سودا نے چوری کی ہو اصل شعر فارسی کا تھا پس اصل میں چور وہ لوگ تھے نہ مزارِ رفیع سودا اور جہان کین سودا کے شعر کے مضامین کسی ایسے فارسی شعر میں جگنا تھے اُنکے زمانے سے سابق نہویا شاعر کا نام نہ معلوم ہو پائے جائیں وہ شعر بلاشبہ مخالفین کا ہو گا۔

بیان سرقہ غیر ظاہر

سرقہ غیر ظاہر اسے کہتے ہیں کہ اگر دو شاعر دن کے شعر کسی عاقل کو سُنائے جائیں تو وہ اُنکے سُننے کے بعد اس بات کا حکم کرنے میں کہ ایک کی اہل دو سر بہ تامل وغور کی طرف محتاج ہو اگرچہ سرقہ غیر ظاہر میں بھی پہلے شاعر کے معنی دو سر شاعر لیتا ہے لیکن اس میں یہ بات مخفی ہوتی ہے کہ دوسرے نے پہلے سے معنی لیے ہیں بخلاف سرقہ ظاہر کے کہ اس میں یہ امر خوب ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے معنی نے دوسرے سے لیے گئے ہیں اور اسکی پانچ قسمیں ہیں۔

ایک قسم یہ ہے کہ کوئی شاعر ایسا شعر لکھے کہ اس کا مضمون دوسرے شاعر کے شعر سے مشابہت رکھتا ہو اور شاعر ظاہر وہ ہے کہ مشابہت کے انھامین کو شش کرے اس طرح کہ شعر کی زمین بدل دے اور مضمون بھی بدل دے اس طرح کہ اگر پہلے کا شعر مرج میں ہو تو ہجو میں لکھے اور اگر پہلے کا شعر مرثیہ میں ہو تو تمہینت کے موقع پر لائے۔

میر	کفر کچھ چاہیے اسلام کی وفی کیلئے
سودا	حسن زنا را و تسبیح سلیمانی کا
سودا	ہو واجب کفر ثابت ہو وہ تمکا مسلمانی
نہ ٹوٹی شہج سے زنا را تسبیح سلیمانی	اسی قبیل سے ہے۔

۵	بھاگ ان بردہ فریوٹو سے کہا مکے بھائی
نہج ہی ڈالین جو یوسف سا برادر بائیں	حالی
اور یوسف سے برادر کو دعا فرماتے ہیں	آہر سقرط سے ناصح کو پلا دیتے ہیں

اسی قبیل سے ہے۔

سودا

دل ستم زدہ کو پہنے تھام تھام لیا

ہم سے لگے ترا جب کسی نے نام لیا

جرأت

رگیا بس نام سننے ہی کلبہ تھام کے

پاس جا بیٹھا جوین کل اک تے ہمنام کے

اسی قبیل سے ہے۔

ذوق

چشمک ہو برق کی کہ تبسم شاد کا

کلیا اعتبار ہستی ناپاؤ ار کا

غالب

گری ہم ہوا اک رقص شر ہونے تک

اک نظر بیش نہیں فرمت ہستی غالب

اسی قبیل سے ہے۔

شرم

جام حباب ہو گا کٹورا گلاب کا

دنیا میں تیرے عارض گلگونو دکھ کر

ناسخ

حباب بحر ہر اک شیشہ گلاب ہوا

مضطرب اسکے نہانے سے بسکاب ہوا

اسی قبیل سے ہے۔

اسیر

یہی کافی ہے خونہا میسرا

دست رنگین سے خون بہا میسرا

میر بہادر علی محبت

تو لو لگا دست گارین سے خونہا دل کا

اگر حنا تب اٹھو سے خون بہا دل کا

اسی قبیل سے ہے۔

آسیا کنتی ہے ہر صبح آواز بلند میلویش رزق سے بھرتا ہو رزاق دہن تھر کے

وزیر

گویا یہ وہاں آسپاس ہے

منہ جس نے دیا وہ رزق دیگا

اسی قبیل سے ہے۔

	سودا	
	ابو بر قسم ہونے کی ہمارے	
	ٹپکا ترے کلمہ نے کبھی نکت جگر بھی	
	ظفر	
روئے میں کب ابو خشم پر ہم ایک ہی طوے کہیں		تو ہمارے اشک خون اور پانی وہ برسے لے فقط
		اسی قبیل سے ہے۔
	ممنون	
دہی فتنہ ہو لیکن یاں ذرا سانچے میں ڈھلاؤ		لغات قامتِ یار اور قیامت میں ہو کیا ممنون
	غالب	
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں		ترے فتنہ قامت سے اک قدر آدم
		اسی قبیل سے ہے۔
	ہ	
یہ خدا کی ہو بنا بندے کی وہ تعمیر ہے		ابو سے ہمارے میں در کعبے میں ظاہر ہو فرق
	ظفر	
وہ تعمیر کے ہاتھوں کی یہ تعمیر اپنے ہاتھوں کی		اول و بعد میں دونوں کھڑے کے فرق پر ہے
		اسی قبیل سے ہے۔
	دلہ	
مردار ہے حلال و لاتین دن کے بعد		ہو جائے ہو بُرا بھی بھلا وقت احتیاج
	امیر	
تیسرے دن میسر آئی ہے		بھگو دا ہر نہیں شراب حرام
		اسی قبیل سے ہے۔
	ہ	
اچھے سے ہی رہیں گے ہنسوں ہم نہ ہینگے		دنیا کے جوڑے ہیں ہرگز یہ کم نہ ہونگے
	مولوی محمد اسماعیل	
کہ جو میں یہاں ہوں تاہی کاڑو بار ہوتا		ہو اس انجمن میں کیساں عدم و دو دیرا

سودا کا شعر ہے۔

۵

اپنے ہوا آشیان میں بانکے بچہ کو تر کا
 ثبانی نے گرگ کو گلے کی سوچی بچہ بانی
 اس شعر کے پہلے مصرع کا مضمون قلق کے شعر کے دوسرے مصرع کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہو اور
 دوسرے مصرع کا مضمون مومن کے شعر کے مضمون سے مشابہت رکھتا ہے۔

مومن

گرگ نے دور عدل میں اُسکے
 سیکھ لی راہ و رسم چو پانی

قلق

یہ عدالت سے ہے جان معور
 باز سینا ہے بچہ عصفور
 دوسری قسم سرقہ غیر ظاہر کی یہ ہو کہ ایک شاعر کی بیت میں ادعا عام ہو دوسرا اپنے شعر میں
 ادعا خاص کرے مثال اسکی۔

محمد یار خان امیر

ہاے سُرخ تھے رخسار کی ہنگام عتاب
 جتنا بگڑا ہے تو اتنا ہی سوز جاتا ہے

شہیدی

غصے میں نیارنگ نکالے ہیں پریر و
 بیون جون یہ بگڑتے ہیں سوز جاتے ہیں کیسے
 پہلے شعر میں خاص اپنے معشوق کے رخسار کا عتاب میں سُرخ ہو جانا اور جتنا اُسکا بگڑنا اتنا ہی سوز جانا
 بیان کیا ہو اور دوسرے شعر میں یہ باتیں عام معشوق کے واسطے ثابت کی ہیں دلغے نے بھی اس مضمون کو
 باندھ لیا ہو اور اُنکے شعر میں ادعلے خاص ہے۔

داغ

غصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا
 اچھی بنی بگاڑ میں صورت عتاب کی

اسی قبیل سے ہے۔

خواجہ وزیر

ایک عالم نے جبہ سائی کی
 اے تو تنے بھی حسد ائی کی

نسیم دہلوی

جھکے دا بند نہرا پئے صنم پر سجدہ کرنے کو
 خدا کی شان بُت کرنے لگے دعوے اخلاقی کا

پہلے شعر میں حکم سجدہ کیا عام ہے یعنی تمام عالم کا سجدہ کرنا بیان کیا ہوا اور دوسرے شعر میں خاص کر اہر و نگہ سجدے کیلئے لکھا ہے۔ عاشق نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے۔	
تاشا دیکھتا ہو نہیں ترسی قدرت نانی کا	خدا کی شان دعویٰ ہو تو کج بختی خدا کی
اسی قبیل سے ہے۔	
ازلفت من رے عرق آلودہ پر لڑائے ہے	خفہ
صبح جون ناگن گلو پڑ جائے اُس کے ہے	
نہیں ہو رے عرفاق پر وہ مشکین زلف	وزیر
یہ اوس چائے نکلا ہے ملک چین کا سانپ	
پہلے شعر میں عمر کا ہر ایک ناگن کے گلو کی اوس چائے کیلئے خاص صبح کے وقت نکلنے کا ادا ہوا اور دوسرے شعر میں خاص ملک چین کے سانپ کا اوس کو چائے کیلئے دعویٰ کیا ہوا اور اُسکے نکلنے کا وقت معین نہیں کیا ہوا اور نہ کسی خاص قسم کی اوس کا ذکر کیا ہے۔	
شیخ عبدالرزاق شاد نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔	
چھتے ہوئے عرق آلودہ رخ پہ کیسو پہن	کہ اوس چائے کھلے ہیں ماہتاب میں سانپ
اسی قبیل سے ہے۔	
ہم آہوان صحر اسر خود ہنہادہ برکف	امیر خسرو
با میدان کہ روز بشار خواہی آمد	
ہر سو سر تسلیم رکھے صید حرم ہیں	میر
وہ صید فکن تیغ بکف تا ادھر آوے	
پہلے شعر میں شائق شکار کا ہونا تمام اہوان صحرائی کی نسبت بیان کیا ہوا اور دوسرے شعر میں صحر کے جانور کی نسبت تیسری قسم سرقہ غیر ظاہری ہے کہ کسی خاص مضمون کو ایک محل سے دوسرے محل میں نقل کرین یعنی وہ خاص مضمون ایک شاعر نے کسی اور موقع پر لکھا تھا دوسرا اسکو کسی اور موقع پر لائے مثال یہ قول دیکھ لے	
آنکھو نہیں پھیرے اور نہ مردم کو خبر ہو	
انیس	
آنکھو نہیں یوں پھیرے کہ مرہ کو خبر نہ ہو	

اول مصرع میں خبر ہونی کی نسبت مردم دیدہ کی طرف ہو اور دوسرے میں مرثہ کی طرف۔

میر تقی

چمن میں گل نے جو گل عوی جمال کیا
جمال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا

حیدری

برابری کا تری گل نے جب خیال کیا
صبا نے مار لیا پتہ منہ اسکا لال کیا

حیدری کے شعر میں صبا کے طپا پنچ مارے سے گل کا منہ لال ہونا بیان کیا اور میر کے شعر میں جمال یا رکے شرمندہ کہنے سے گل کا لال ہو جانا بیان کیا جو نہیں منہ کے مخرج کرنے کے معنی کو جمال یار سے لے کر صبا کی طاق متعل کر دیا میر سوزنے اس مضمون کو یوں باندھا ہے۔

دعویٰ کیا تھا گل نے اس رخ سے رنگ ہوکا
مارین صبا نے وصولین شبنم نے منہ پتھو کا

اسی قبیل سے ہے۔

ع

علی کا نام بھی نام خدا کیا راحت جان ہے
عصا سے پر ہو تیغ جوان ہو جز طفلان ہے

ذوق

نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شہر
پہلے شعر میں بیان کیا گیا ہو کہ علی کا نام پڑے کیلئے

عصا ہو اور جوان کیلئے تلوار ہو اور دوسرے
شعر میں ان امور کو راستی کی طرف نسبت کیا ہے۔

اسی قبیل سے ہے۔

جرات

مشاطہ تہ گھر سے جب لیکے نبات آئی
لب بند ہوئے جبکہ کچھ منہ سے نبات آئی

ایلا محمد خان ایاز

گلشن میں ہمالیا کی جب گل کی نبات آئی
خیمے کے ہوئے لب بند کچھ منہ سے نبات آئی

پہلے شعر میں معشوق کی نبات کا لانا مشاطہ کی طرف منسوب کیا ہو اور لب بند ہونے کی نسبت دوسری کی طرف
کہی ہے اور دوسرے شعر میں گل کی نبات کا لانا صبا کی طرف منسوب کیا ہے اور لب بند ہونے کی نسبت
خیمے کی طرف کی ہے۔

غیاث الدین بلبن بادشاہ دہلی کا بیٹا محمد سلطان جب لاہور کے باہر اودی کے کشتات پر ترکان تاتاری کی

لڑائی میں مارا گیا تو میر خضر نے اسکا مرثیہ ترکیب بند میں لکھا ہوا اسمین کہتے ہیں۔	
بیکہ آب چشم خلق شد روان در چارو	پنج کبے دیگر اندر مولتان آمد پدید
شیخ ہاشم نے ادا کیا دین ٹھیکر اسمین سے یہ مضمون تراشا۔	
ایک تربیتی ہو دو آنکھیں مری	اب ادا بھی پنجاب ہے
اول شعر میں مولتان کا آئندہ کی کثرت کی وجہ سے پنجاب ہو جانا بیان کیا ہوا اور دوسرے شعر میں ادا کا چونکہ اس ملک میں پانچ دریا ہیں تلج یاس لاوی جہلم چناب ایسے اس ملک کو پنجاب کہتے ہیں۔	
اسی قبیل سے ہے۔	
رند	
میں بھی تو دیکھوں چاند میں تارے جڑے	افشان چھڑکے گیارہ دکھا دے جہین مجھے
میر مہدی جنون شاگرد رشک	
کسی نے تارے نہیں دیکھے چاند میں اتنا	تھارا چاند سا چہرہ ہوا اور تارے کمال
اول شعر میں چاند میں تارے ہونے کے ساتھ افشان چھڑکے کی ہوتی جہین کو تیرہ دی ہوا اور مضمون کو بطریق انہماک کے ادا کیا ہے اور دوسرے شعر میں چاند میں تارے ہونے کے مضمون کو چہرے اور کمال کی تشبیہ یا مدح اور اول اس حدیث کے وجود کا احوال کر کے پھر چہرے اور کمال کی تشبیہ سے ثبوت کو پہنچایا ہے۔	
اسی قبیل سے ہے۔	
میر شمس الدین فقیر	
خال اُس کی بیاض گردن کا	لفظ انتخاب ہے گویا
میر تقی	
لفظ محال سے ترا برو	بیت اک انتخاب کی صورت
اسی قبیل سے ہے۔	
میر	
عجب صحبت ہو کہ نکر صبح اپنی شام کرے	جہان ملک آن بیٹھے ہم کہا آرام کرے
آتش	
جب میں جانا ہوں تو نہ پھر کوں	نہ آئی ہو بہین آپ بھی آرام کریں
رتبہ گل بازی کا دلا کاش تو پاتا	جرات ہاتھوں سے جو کرتا تو وہ اکھوئے آٹھانا

	ذوق	
مرے زخم و زین پر کرد و فلک اب کیا بچاؤ گے	اگر گیارہ زمین پر یہ لو اکٹھوئے اٹھاؤ گے	
اول شعر میں نسبت اکٹھوئے اٹھائی گئی گل بازی کی طرف ہے اور دوسرے میں تلک کی طرف۔	انشا	
امداری رنگت تری بہلاری نزاکت	بوے لیے تو پہننے کیے ہونٹ ہین نیلے	
محسن مولف سراپا سخن		
لیا تھا پہنے تصور میں ایک دن بوسہ	غضب ہے آج تلک بنگلون ہین سارے گال	
پہلے شعر میں نیلے ہونٹ کی نسبت بوسے کے تصور سے ہونٹوں کی طرف ہے اور دوسرے میں گالوں کی طرف میر حسن نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے۔	وہ رخسار نازک کہ ہو جائیں لال	اگر اسیہ بوسے کا گذرے خیال
اور میر باد می علی بنو دے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔	اینگلون فرط نزاکت سے ہوا جاتا ہر	ابو بوسے کا تصور بھی ہر بار حاضر
اسی جیل سے ہے۔		
صمیم سا کن بلند شہر		
سوز دل و جلوئے آخریہ جوڑ ڈالے	اُس بت کو کیا رک لایا پتھر جوڑ ڈالے	
فرید احمد وفا		
پتھر اگین جو کہیں بل بل کے بولنغمے	اشک آنے کیا کالے پتھر جوڑ ڈالے	
پہلے شعر میں رولانے کی نسبت معشوق کی طرف ہے اور اُسی کے دل پر پتھر قرار دے کر پتھر ڈالنے کی نسبت کی ہے اور دوسرے شعر میں عاشق کی طرف رونے کی نسبت کی ہے اور اکٹھوں کو پتھر قرار دے کر اکٹھی طرف پتھر ڈالنے کی نسبت کی ہے اور یہ مضمون دراصل انشا کے شعر سے اخذ کیا ہے۔	اگھین پتھر اگین اور تپہ بھی سیکے تھو	بل بل بھران تری قدرت کہ پتھر ڈالے پتھر
چوڑھی قسم سر قہ فیض ظاہری یہ ہے کہ ایک شاعر کا کلام دوسرے شاعر کے کلام کی ضد ہو جیسے۔		
۵		
منہ دھا کند یا خواب میں اس تلک پر کیا	کیا پہنے بگاڑا تھا نسیم سحری کا	
منہ کھو کند یا خواب میں اس تلک پر کیا	منون ہون میں کن نسیم سحری کا	

اسی قبیل سے ہے۔

انتر	نہ دیکھی جستم ناز سے چھوئی ہوسرت آئے	سنا کیے ہین بارہا یاد کے کمر نہیں
------	--------------------------------------	-----------------------------------

برق	حسبے چلتے ہوئے آنکھوں نے انھیں دیکھا ہو	پھر یہ کیونکر نہ کہیں لوگ کمر رکھتے ہین
-----	---	---

اسی قبیل سے ہے۔

وزیر	یوسف جو کہا انھیں تو بولے	کیا اپنے مول لے لیا ہے
------	---------------------------	------------------------

اسیر	اپہو بچا ہوا بتو حسن کا رتبہ یہاں تک	کثر وہ بول اٹھتے ہین یوسف کے نام سے
------	--------------------------------------	-------------------------------------

خواجہ حمید رعلی آتش نے اس مضمون کو یون باندھا ہے۔

	لکے جو یوسف انھیں کوئی تو یہ کہتے ہین	اہین بھی سمجھے ہو تم بیچنے کے قابل کا
--	---------------------------------------	---------------------------------------

اسی قبیل سے ہے۔

حافظ	الَا یَا اَیُّهَا السَّامِیُّ اَدْرُکَا سَاوَدَنَا وَلِہَا	کہ عشق آسان نمود اول دے افتاد سکھا
------	--	------------------------------------

ناخ	اے دل زار بڈر کوہ غم عشق سے تو	کہ او خسر ہو بکرا و ادا کل بھاری
-----	--------------------------------	----------------------------------

اسی قبیل سے ہے۔

نشاط	نمود سبزہ خط کیا عذار آتشین پر ہو	زمین شور سے کئے آگاد دیکھا ہو سنبل کو
------	-----------------------------------	---------------------------------------

عزیز بریلوی	آگاہ سبزہ خط رخ پہ اس کان ملاحظہ	زمین شور سنبل پر پیار و کون کہتا ہے
-------------	----------------------------------	-------------------------------------

نابینے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے۔

	نیک پروردہ رخ پر سبزہ خط	زمین شور میں سنبل آگاہ ہے
--	--------------------------	---------------------------

اسی قبیل سے ہے۔

میر حسن	قسم مجھ کو حضرت سلیمان کی	ہوئی دشمن اب اُسکی مین جانی
پیش	اُدائی ہے مجھ کو سلیمان کی	کہ دشمن نہیں مین نری جان کی
	اسی قبیل سے ہے۔	
میر	اکاشکے دل دو تو ہوئے عشق مین	ایک رہتا ایک کھوئے عشق مین
لغیرہ	اکاشکے دل سوکھی ہوئے عشق مین	رفتہ رفتہ سب کو کھوئے عشق مین
	اسی قبیل سے ہے۔	
	بقا و الد خان بقا	
	ان آکھو نکانت گریہ دستور ہے	دو آہ جہان مین یہ مشہور ہے
دلہ	سیلاب سے آکھوئی لہتے مین خرابے مین	ٹکڑے جو مرے دک بسترے مین دک مین
میر	ہے دن گئے کہ آنکھیں دریائے بہتان بھدین	سو کھا پڑا ہے اب تو مدت سے یہ دو آہ
	بقائے تو اپنے شعر و نین کہا ہو کہ آنکھیں ہمیشہ آنسو بہاتی رہتی ہیں اور یہ دو آہ ہمیشہ لبریز رہتا ہو	و میر نے بیان کیا ہو کہ آنکھیں مدت سے آنسو نہیں بہاتیں یہ دو آہ کبھی کا خشک پڑا ہو۔
میر تقی	تیز رکھنا سر پہ خار کو لے دشت جنوں	شاید آجائے کوئی آبلہ یا میرے بعد
ظفر	خار صحرے جنوں یوں ہی اگر تیز ہے	کوئی آئے گا نہیں آبلہ یا میرے بعد
	اسی قبیل سے ہے۔	
میر	ایک نمود مچے میر جین دنیا سے	ور نہ عالم کو دمانے نے دیا کیا کچھ

	سودا	
جاتا ہوں ایک مین دل پر آرزو ہے		سودا جہان میں آکے کوئی کچھ نہ لیکے
پہلے شعر میں اپنا دنیا سے محروم جانا اور زلے کا عالم کو بہت کچھ دینا بیان کیا ہوا اور دوسرے شعر میں عالم کا زائیکے عطیہ سے محروم ہونا اور اپنا دنیا سے محروم نہ جانا ذکر کیا ہے۔ اسی قبیل سے ہے۔		
	محمدی بیدار	
در نہ یہ نالے تو پتھر میں اثر کرتے ہیں		ہم ترسی خاطر نازک سے حذر کرتے ہیں
	خواجہ امانی	
بتو نکلے دل ہو تو یارب یہ آہیں کام کریں		اثر ہو سناب میں کیونکر انھو نکور ام کریں
اسی قبیل سے ہے۔		
	سیکچند بہار	
سیاہی کے خط کو دیکھ کیوں زناہ کرتے ہیں		اگر جلوہ نہیں ہے کفر کا اسلام میں آہ
	ظفر	
دو وزن فرقوں کا سلسلہ ہے اور		کفر و اسلام ایک ہیں کس طرح
اسی قبیل سے ہے۔		
	نواب آصف الدولہ	
برق کی طرح جدھر جاوین چمکتے جاوین		ساتیا مہ سے چمکائے کہ بھکتے جاوین
	ملک محل	
ملک محل جاوین جدھر کو تو مہکتے جاوین		ایسے کم ظرف نہیں ہم جو بھکتے جاوین
اسی قبیل سے ہے۔		
	نواب آصف الدولہ	
عمارت بناتے چیلے جالیے		جہان میں جہان تک جگہ پائیے
	ملک محل	
خاندان دل جو گرا ہوئے سو تعمیر کروا		امت کو فخر عمارت کی کوئی زیر فلک
پانچویں قسم سرقہ غیر ظاہری ہے جو کہ دوسرے شاعر کے مضمون سے کچھ لیکر اور چیریں ایسی عبادت		

کہ نسبت اول کے زیادہ لطف ہو جائے جیسے۔

مومن	خونہما قاتل ہر جسم سے مانگا کس نے
ذوق	کہ فرشتے مجھے یاں داغ درم دیتے ہیں
کہتی تھی ماہی بریان	داغ دیتے ہیں اُسے جس کو درم دیتے ہیں
ظاہر ہو کہ مومن کے شعر میں	داغ درم دینا اور خونہما مانگا محض ادعا ہے اور ذوق کے شعر میں
داغ درم دینا اور صاحب درم ہونا ثابت ہے	مومن کے شعر سے داغ درم کا مضمون لیکر ایسی طرح سے ادا کیا کہ
اسکی نسبت بہت بلین ہو گیا ہے۔	اسی قبیل سے ہے۔

مومن	کیا کیا جلی ہے بزم میں تجھ بن نہ جب پھر
داغ	پر واندہ شمشاد شام کے آس پاس
مومن	رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اسی قبیل سے ہے۔	اُدھر جاتا ہو دیکھیں با اُدھر پر واندہ مانا ہو

شنا و السد خان فریق

آنا یہ بچکون کا ہمیں بے سبب نہیں	بھولے سے اُسے یاد کیا ہو عجب نہیں
مرزا محمد تقی خان ہوس	آئی بچکی تو کہا اُسے ہمیں یاد کیا
نزع میں ہم نے عجب طے دل شکا کیا	پہلے شعر میں صرف بچکی کا آنا اور معشوق کا یاد کرنا بیان کیا ہو دوسرے شعر میں نزع کی بچکی کا آنا اور
نزع کے وقت دکا شاد گزرا زیادہ کیا ہے جس سے شعر نہایت لطیف ہو گیا۔	اسی قبیل سے ہے۔

ناسخ	دکھ کو دیکھ کر کیا مار سیہ تشہیر
سایہ زلف ہو چلے ہیں اثر در پیدا	کشتش جرف سے ہون سطر و زمین اثر در پیدا
مرق	تیرے نونہ کے اگر گھنے لگو نہیں اوصاف

حسرت امام موسیٰ کاظم کی معین کتاب ہے۔	
حسرت	صلب آدم میں تو ہی تھا کہ تجھے سجد کیا
سب فرشتوں نے بفران خداوند کریم	
سودا	امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی
ملک سجدہ کرتے آدم خاکی کو گر آسکی	
اسی قبیل سے ہے۔	
ناسخ	دیا میرے جانے کو جو کا ندھا اُس پر سیکو
گمان ہو غمخہ تابوت پر تخت سلیمان کا	
وزیر	پر پڑا دون نے مٹی سی جو مجھ کو بعد مرنے
کوئی تختہ لحد میں ہو مگر تخت سلیمان کا	
اسی قبیل سے ہے۔	
امیر مینائی	دقت قرار ہو زرد پر عجب فیض قدم
نقش پارہ مین بنجالتے ہیں زینار و درم	
افضل	جو نقش پا ہو در ہجر ز سے نہیں ہے کم
رکتے ہیں کیا پدم بت زردار پاؤں میں	
اسی قبیل سے ہے۔	
میر	چشم رکھتا ہو تو جل فیض ہوا کو تک دیکھ
زرگس اگتی ہو جہان بوی تھی ہفتان سے بصل	
نطق	طالب چشم تماشا ہے جو گلشن کی بہار
زرگس اگتی ہے اگر باغ میں بونے ہیں بصل	
چمکے شعر میں نہایت ہی لطف ہو گیا ہو۔	
اسی قبیل سے ہے۔	
میر	قسم جو کھا ہے تو طالع زلفی کی
عزیز مصر کا بھی صاحب اک غلام لیا	
سودا	گمان ہند کی عشق سے خداوندی
کہ ایک دن نے مصر سا غلام لیا	

اسی قبیل سے ہے۔

امت ریح کرکسو کو کہ اپنے تو اعتقاد	میر	دل ڈھالے کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا
کعبہ اگرچہ ٹوٹا تو کیا جلے غم پر شیخ	سودا	یہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائیگا

اسی قبیل سے ہے۔

جب تک کہ ذوالفقار نے کٹے نہ تین پر	ضمیر	ہرگز نہ دم لیا پر روح الامین پر
خبر مین کیا گزر گئی روح الامین پر	انیس	کاٹے ہین کسی تیغ دو پکیر نے تین پر

اسی قبیل سے ہے۔

اکنبہ ہوا پار وہ سو سو کے جگرے	ضمیر	کشتے کا گزر ہونا ہو جون سلک لہرے
ہوتا تھا پار آکے وہ ہنگام دار و گیر	انیس	سودل سے مثل رشتہ تسبیح ایک تیر

اسی قبیل سے ہے۔

ہوا جو اسکا وہ کوچہ چین شریف نصیب	نظیر	خدا نے ہکو اسی جا کیا ہشت نصیب
ہمیشہ کہتے تھے الفت کو لوگ شریف نصیب	افت	سورج کو پے مین پرے ہو ہشت نصیب

اسی قبیل سے ہے۔

محو نظارہ ہوا گل کیا نقطہ زنگ کی آنکھ	فرغ	چشم بدور آپ پر پڑتی نہیں ہر کسی آنکھ
آنکھ پڑتی ہے یا رب کی آنکھ	فروغ	چشم بدور ہے غضب کی آنکھ

اسی قبیل سے ہے۔

بیچار

یوں چمکتے ہیں وہ دملن لب خندان کے تے جس طرح سلاک گہ پارہ مرجان کے تے

اسیر

اُسے اٹکل جود مائی کبھی دندان کے تے شاخ مرجان نظر آئی دُرِ غلطان کے تے

اسی قبیل سے ہے۔

مجیب

مشک نتن زلف کو مین نے کہا مجھ سے یہ اک کار خطا ہو گیا

عیادت

مشک ختن کہا تری زلفوں کو کر معاف پڑتا ہوں پاؤں باندھ نہ مجھ نے خطا کے ہاتھ

اسانہ کا قاعدہ ہو کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ایک مضمون کسی متقدم شاعر نے باندھا چھٹی طرح نہ بندھ سکا یا اُس پر ترقی ممکن ہو تو وہ دانستہ اُس مضمون کو لیکر اس طرح ادا کرتے ہیں کہ جو کس بھی نکل جاتی ہے اور شعر بلند رتبہ ہو جاتا ہے اور یہ عیب نہیں بلکہ مستحسن ہے مولانا غلام علی آزاد کیا خوب فرماتے ہیں۔

شاہد مئے کہ باشد جامہ لفظش کہن نکتہ دلے گر حریر تازہ پوشاند خوش سست

سرفہ غیر ظاہر کی قسمیں بلغائے نزدیک مقبول ہیں بلکہ سرفے کا اطلاق اُن پر نادر و لہجہ۔

فائدہ جلیلہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ تذکرہ نمین جو کلام داخل ہوتا ہو وہ مختلف طریقوں سے لیا ہو جن شاعروں کے دیوان ہاتھ آئے ہیں ان کے اشعار دیوان سے منتخب کیے جاتے ہیں اور جیسے دیوان دستیاب نہیں ہوتے ان کے اشعار معاصرین سے طلب کر لیے جاتے ہیں بعض اسانہ اپنے تلامذہ کے اشعار بھجواتے ہیں بعض تلامذہ اپنے استادوں کے شعر لکھوا دیتے ہیں کوئی سخنور کسی شعر کو اپنی یاد پر لکھ دیتا ہو پس اس صورت میں اکثر دھوکا ہو جاتا ہے کہ کسی شاعر کے شعر کسی کے نام سے تذکرے میں درج ہو جاتے ہیں۔

بیانِ قرار

ایسا بھی اتفاق ہوتا ہو کہ کسی شاعر کا کوئی شعر اپنے استاد یا غیر اختلاف لفظ و معنی کے ہو ہو دیکھے شاعر کے کلام کے مطابق ہو جاتے ہیں یا مضمون بالکل مطابق ہو تا ہے اور قصد سرفہ کا متہین ہوتا۔

اس کو تو اردو کہتے ہیں اور ایسا بعض اساتذہ کے کلام میں پایا جاتا ہے اگرچہ یہ بات کمال جوہر و دلالت کرتی ہے اور اتفاقی ہو مگر مایہ در دو عالم ہے کیونکہ جب ایک جادوور قلم کسی پر نژاد مضمون کو کبسال محنت و جستجو تسخیر کرتا ہے اور پھر دیکھتا ہے کہ مجھ سے پیشتر دوسرا پر ہی خوان اُسی دلربا کو میناے عبارت میں اتار چکا ہے تو کیا کچھ انوس کرتا ہو غم کھاتا ہو اور خون جگر بہتا ہے۔ اور تو اردو و سرقد میں فرق یہ ہے کہ تو اردو دانستہ ہوتا ہے اور سرقد دانستہ اور جو کلام کبھی نظر سے گزرا ہو اور کانون تک نہ پہنچا ہو اُس میں اکثر تو اردو نہیں ہوتا اور اگر کہیں احیا نا ہو جاتا ہے تو مذموم نہیں بلکہ پچھلے شاعر کی علو طبیعت پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کی فکر اُستاد کی فکر سے جا ملی لیکن برگناؤن کی زبانوں سے چھٹکارا کہاں کہ وہ اس بلند پروازی اور عقافتکاری کو سرتے پر حمل کرتے ہیں اور سنان طعن و تشنیع سے طلسم بھگا دینے، لوگوں کو چھیدتے ہیں۔

نقل ایک مرتبہ لشکر گواہیار میں مشاعرہ ہوا اور یہ طرح ہوئی مصرع

کیا جانے لکھد یا اُسے کیا اضطراب میں

مولوی سید اکبر حسن صاحب بخود بریلوی مسکن بدایونی موطن کا مطلع تھا۔

ساتھی کا عکس رخ نہیں جام شراب میں

ہر آفتاب جلوہ نما آفتاب میں

انھیں دونوں میں چودھری سعید الدین حسین صاحب ایس کھیتڑہ بدایون نے مجلس مشاعرہ ترتیب دی تھی اور وہاں کبھی یہی طرح ہوئی تھی مولوی احمد حسن صاحب خشک بدایونی جو اپنے شاعر اور ایک نامی آدمی ہیں اُن کا بھی مطلع غزل یہی تھا۔

ساتھی کا عکس رخ نہیں رخ

ایک کو دوسرے شعر سے اطلاع تو درکنار نام سے بھی واقفیت نہیں تھی اور اتنا زمانہ کبھی نہیں گزرتھا کہ انکا شعراں تک پہنچتا یعنی ایک ہی ہفتے میں دونوں جگہ مشاعرہ ہوا تھا۔

نقل و مکر انجیات میں لکھا ہو کہ ایک فہ قلعہ دلی میں مشاعرہ تھا حکیم آغا جان عیش نے ایک شعر اپنی غزل میں پڑھا

اے صبح صبح ہوتی ہو روتی ہو کیسے

تھوڑی سی رہ گئی ہو اسے بھی گزار دے

ذوق کی غزل میں بھی اس مضمون کا ایک شعر تھا۔

ابو صبح تیری عمر طبعی ہو ایک ات

رو کر گزارا یا اسے ہنس کر گزار دے

نقل انجیات میں نسخ کے حالات میں لکھا ہو کہ آغا آباد میں ایک دن مشاعرہ تھا شیخ صاحب نے

جو غزل پڑھی سکا مطلع تھا۔

دل اب محو ترسا ہوا چاہتا ہے یہ کعبہ کلیسا ہوا چاہتا ہے

ایک لڑکے نے غزل پڑھی جبکہ مطلع تھا۔

دل اس بت پر پیدا ہوا چاہتا ہے خدا جانے اب کیا ہوا چاہتا ہے

اس وقت شیخ ناسخ نے بہت تعریف کر کے کہا کہ بھائی تمہارا مطلع آقا اب ہے میں اپنا پہلا صبح غزل میں سے نکال ڈالوں گا۔

بیان تمغا

کبھی شعر کا کلام انھیں کے دوسرے کلام سے مل جاتا ہے اور مضمون کر رہ بندھ جاتا ہے مضمون کے نزدیک اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اس امر کو اصطلاح شعرا میں تمغا کہتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ وہ مضمون بتدل ہو جاتا ہے شعرے فارس میں سے مرزا صاحب کے کلام میں اور شعرے غنیمت میں سے ترقی میر کے یہاں مکرار مضامین بہت باقی جاتی ہے۔

سودا

اتنا حسد ہو عاشق و معشوق میں کہ تو بے انتہا پر جو ہوئے شمع کے نوجل محسوس ہو

اس شعر کا مضمون ایک قصیدے کے مطلع سے لڑ گیا ہے کہتے ہیں۔

ولہ

اٹھا رکابستان جہان میں ہے عجب ٹھنک جلتا ہے چار اس سے رخ گل پہ جو ہو رنگ

سودا

اے ابر قسم ہر تجھے روئے کی ہمارے چپکا تری آنکھوں نے کبھی نحت جگر بھی

ولہ

دیکھیں تو کسی چشم سے گرتے ہیں نحت دل تو اس طرح سے دیکھے ای ابر ترکہ ہم

عشرت

یہ گرمی آپس کی آہو لے تھی پیدا کے تو باغ سارا غسل گیا تھا

ولہ

یہ آتش اُنسی آہو نبے تھی پیدا کہ جس سے دشت سارا جل گیا تھا

	میر	
چشم خون بستہ سے کلمات اہو پھر پرکا	ہنسنے جانا تھا کہ بسا بتو یہ ناہور کیا	
دوسری جگہ کہتے ہیں۔		
مجھے تھے میر کہم کہ یہ ناہور کہ ہوا	پھر اند لو نہیں دیدہ ناخونہ نام ہوا	
	ولہ	
چمن میں گل نے جوں عوی جمال کیا	جال یار نے منہ اسکا خوب لال کیا	
دوسری جگہ کہتے ہیں۔		
	ولہ	
دعویٰ کیا تھا گل نے تھے باغ میں	سیلی لگی صبا کی سونہ لال ہو گیا	
حق صحبت نہ طیر و نکور ہا یا د	کوئی دد پھول بھی بان تک نہ لایا	
عجب نقشہ ہے نقاش ازل نے	کوئی ایسا نہ چہرہ پھر بنایا	
دوسری جگہ کہتے ہیں۔		
گلشن کے طارون نے کیا بھرونی کی	اک برگ گل قفس میں ہم تک نہ کوئی لایا	
نقشہ عجیب اس کا نقاش نے ازل کے	مطہوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا	
سورج و خون ہر جو منہ دھو چوں ہوں	یہ منو کہ ایسے کے گھر مہمان ہے	
دوسری جگہ کہتے ہیں۔		
جام خون بن نہیں ملتا ہین کچھ صبح کو میر	جب سے اس چرخ تہ کار کے مہمان ہوئے	
	ولہ	
بے کباب سوزہ آئی دماغ میں	شاید جگر بھی آتش غم نے جلادیا	
دوسری جگہ کہتے ہیں۔		
آتش غم میں دل بھنا شاید	دیر سے بوکباب کی سی ہے	
	ولہ	
غیر عزیزا جان عین گفتا وہ گفتے کی	کیا غرور میر زانی ہے ہمارے بار کو	
دوسری جگہ کہتے ہیں۔		
جشن ہرادر عزیز یوسف کو	مہین گفتا کبھو غرور سے وہ	

ذوق

جنگلی شادابی گوہر کو اگر دیکھئے تو دکھ	طرقتہ العین میں ہو کاہر باکیرقان
دوسری جگہ کہتے ہیں۔	
اور اگر بھی مچھون دہ خوش آنکھیں کھیکے	طرقتہ العین میں ہو کاہر باکیرقان
	ظفر
انہیں عزیز عزیز و نسے سحر رد ہرگز	ہوے ہیں ایسے لہو زیر آسمان سفید
	منہ
عزیز دشمن نہیں پاتے ذرا ہم بوجہت کا	سفید ایسا زمانے نے کیا کیا بار لو ہو کو
	غالب
زندگی اپنی جیساں نگ سے گذری غالب	ہم بھی کیا یاد کر سکتے کہ خدا رکھتے تھے
یہ مضمون تھوڑے فرق کے ساتھ فارسی غزل میں بھی مرزا صاحب نے باندھا ہے۔	
گفتنی نیست کہ بر غالب ناکام چہ رفت	میتوان گفت کہ امین بندہ خداوند نیست
	دلہ
رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزاں بھی	بچھو موت کہ پاس دروے دیوانہ غافل ہے
	منہ
زخم سلوانے سے مجھ پر چارہ جوئی کا بھون	غیر سمجھا ہو کہ لذت زخم سوزان میں نہیں
	انشا
الصدری زلفت تری بہلہری نزاکت	بو سے لیے تو پہنے کیے ہونٹھو ہیں نیلے
	دلہ
صبح رخسار اُسکے نیلے تھے	شب جو گذرا خیال بو سے کا
	ہمارا جہ سرکش پر شاد
ہر طرح اسکی خیر نیت ہے	اگر وہ اسلام سے محبت ہے
	دلہ
اگر وہ اسلام کا نہیں ہے خیال	ہر طرح خیر شہ کی نیت ہے
پوچھو انہی کے حسن کا عالم کہ آفت ہے	بلا شوخی غضب و فارتا متاں کی قیامت ہے
	ملشی

چشم ہو قہر بلا زلف قیامت قامت	منہ	ایسے لوگ تمھیں آفت جان کہتے ہیں
دڑتا ہوں لاگ جائے کسی کی چشم زخم	خشم	اس دھج سے لگے سبکے تو میرے نہایت
سبکے آگے اس دے تیغ میرے مت لگا	منہ	ناحق امر قاتل کسی کی لوگ میں آجائے گا
انداز کلام کا ایک سا ہونا		
ایسا بھی ہوتا ہو کہ دو شاعر و نکلے کلام کا انداز ایک سادق ہوتا ہے مثلاً۔		
جہان اس غم کی گرمی تھی نہ تھی وہاں آگ کو غمت	شاہ مبارک آبرو	مقابل اُسکے ہو جاتی تو آتش گلزاران کھاتی
اُخت رسے کما میخانے میں شب زندن	احسان نے ایک شعر کہا ہے۔	آج تو خوب ہی خلتے تری سو کن کو لگے
یعنی بھنگڑا خانے میں بھنگڑاؤں نے خوب سبزبان گھوٹیں	اور طے اڑنے لگے تم بھی یارو پیر نظر عنایت کرد۔	اعظم
بڑھتی فن سے فطروے یار کی قیمت	زیادہ ہوتا ہو محصول کشت چاہی کا	شایان
کیون نہو چاہ ذقن سے سبرہ خط کی بہار	باغ وہ سبز ہو جسکے کنواں نزدیک ہے	زکی
عشق میں نسبت نہیں بلبل کو پرانی کے ساتھ	وصل میں وہ جانے یہ ہجر میں جیتی ہے	میکچند بہار
کے وہ سلطنت یہ عشق میں شیریں کے سر دوا	تکلف بر طرف خسرو کو کیا فرما دے نسبت	محسن
ایسا تھا جتنے تصور میں ایک ن بوسہ		
عجب آج تک یوں میں سارے کمال		

مخمور		
خواب میں پہونچا جوان ست خیال	نیلا سیلا اُسکا رانہ ہو گیا	
اسی قبیل سے ہے۔		
میر		
سر ہانے میر کے آہستہ بولو	ابھی تک روتے روتے سو گیا ہو	
سودا		
سودا کے جو بالین پہ ہوا شور قیامت	خدا م ادب بولے ابھی اٹکھ لگی ہے	
اسی قبیل سے ہے۔		
لاحیہ		
اگر دتر ہم اشبہجوم بیل بود	اگر چراغ مزارم زروغن گل بود	
میر		
اچلے روغن دیا کہ ہے عشق	خون بیل چراغ میں گل کے	
اسی قبیل سے ہے۔		
میر		
کیا خوبی اُسکے منہ کی اور غنچے نقل کرے	تو تو نہ بول ظالم بواقی ہر دہانے	
سوز		
دعوے کیا تھا گل نے اُس نے رنگ دبوکا	مارین صبا نے دھولین شبنم نے منہ پہ تھوکا	
تنبیہ		

یہ بات قابلِ بجاظہر کہ جب تک پورا پورا حال معلوم نہ ہو جائے تب تک سرقہ نگین اور سہی حال ہماری مثالوں کا ہو چنانچہ علامہ تفسارانی نے مطول میں لکھا ہے کہ سرقے کا حکم اس وقت کرنا چاہیے جب شہابی کاغذ اول سے یقینی ہو ورنہ سرقے کے احکام مترتب نہیں ہو سکتے تو اردو کے قبیل سے ہو گا اور جس صورت میں کہ ثانی کا اخذ اول سے معلوم نہ ہو یہ کہنا چاہیے کہ فلان شاعر نے یون کہا ہو اور دوسرے نے سبقت کر کے اس طرح پایا ہو کیونکہ اس حسنِ تعمیر سے فضیلتِ صدق کی ہاتھ سے نہ جاسکی اور علمِ غیب کے دعوے اور غیر کی طرف

نقص کی نسبت کہ جسے بھی محفوظ رہیگا اگر نظرِ نقیض سے ملاحظہ کیا جائے تو توار و مضامین سے خالی کم شاعر پائے جائینگے اس لیے کہ احاطہ جمیع معلومات کا علم الہی کا خاصہ ہو معنی نگار کا خامہ اندھیرے میں تیر چلانا ہو کیا جائے کہ صید و راستہ ہو یا بال و پر بہتہ ہو کلیمے کیا خوب گوہر انصاف پرئے ہیں

منہم کلیم بطورِ بلند ہی ہمت	کہ استغوا وہ معنی جہاز خدا کلیم
بنوانِ فیض الہی چو دسترسِ ارم	نظر بکاسے در یوزہ گدا کلیم
وے علاج توار دے تو ائم کرد	مگر زبانِ سخن گفتن آشنا کلیم

اور ہم نے فرض کیا کہ شاعر ایک زبان کے دیوان کا احاطہ کرے مگر غیر زبانِ دیوان کا کیا علاج السنۃ خلفہ کا جامع ہونا قدر بہت نادر ہے۔

لمحاتِ سرقہ

بحثِ سرقہ کے لمحات میں سے تضمین اور اقتباس اور عقد و حل ہو اور انکے سرقہ کے لمحتی ہونے کی یہ وجہ ہو کہ انہیں بھی کلام سابق کے معنی کو کلام لاحق میں داخل کیا جاتا ہے۔

بیانِ تضمین

تضمین سے کہتے ہیں کہ ایک شاعر دوسرے شاعر کا پورا شعر یا مصرع کا کڑا لیکر اپنے کلام میں بانہ سے اور اسکا نام بھی لکھ دے اور اس طرح نام لینے سے کوئی سرتے کا گمان نہیں کرتا بھی پورے شعر اُس سے زائد کی تضمین کو استعانت کہتے ہیں اور مصرع اور مصرع سے کم کی تضمین کو ایداع اور رفوہ کہتے ہیں اور اگر تضمین میں تھوڑا سا فقرت بھی کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں مگر تغیر کثیر مصرعے کیونکہ تضمین سے کلکڑ حد سرقہ میں داخل ہو جائیگا جیسے۔

مہنا لچند لاہوری مولفِ مہرب عشق

مسی نکلر جو آسنے پاں لکھایا	یہ مطلع پڑھکے ناخ کو سنایا
مسی نابیدہ لب پر رنگ پاں ہے	تماشا ہے نہ آتش دھوان ہے

میں نے تضمین ایسے مشہور شعر کی کرتے ہیں کہ اُس پر گمانِ سرقہ کا نہیں ہوتا مثلاً۔

پوچھا میں نے بدد سے کہ بنا تو سہی تجھے میر درد آؤ فنانِ خواب ہو تیرا بھی گھر کہیں

کنے لگا مکان معین فقیر کو	لازم ہے کیا کہ ایک ہی جاگہ میں کسین
در ویش ہر کجا کہ شب آدرس کاوت	تو نے سنا نہیں ہے یہ مصرع مگر کسین
یہ مصرع فتح سعدی علیہ الرحمۃ کا مشہور ہے۔	
ناسخ	
اختیار کی جو سعی سے بالفرض جاو نہیں	قاعدہ ہو نگاہ میں مثل سفر بہشت
بجھکو تو لے بلبل شیرا دیاد ہے	کیا گھنٹہ کہ منہ نہ کردن ہو اگر بہشت
حقا کہ با عقوبت دولخ برابرست	از فن بیاد مردی ہمسایہ در بہشت
تذکرہ شمع الجمن مولفہ نواب مولوی صدیق حسن خان میں مروا آزاد کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ	
تضمین چسبان مقطع غزل میں مرزا محمد علی طریشی متخلص بہ سلیم شاعر فارسی کی ایجاد ہے ہر کجا مقطع ہے	
سلیم مشب بہ یاور تربت حافظ قبح تو تم	الایا ایہا الساقی اور کا سا و ناد لہا
مولف کہتا ہے کہ انھیں آزاد کے تذکرہ عامرو میں لکھا ہے کہ ہلالی جو اس سے مقدم ہے اور نو چھتیس ہجری میں مارا گیا ہے اُسے بھی اس مصرع کو تضمین کیا ہے۔	
ہلالی چون حریت بزم زمیں شد بخوان	الایا ایہا الساقی اور کا سا و ناد لہا
اس کا یہ مصرعہ اس کے ہاں اس کے پیش کردہ دوسرے دو ہی کے چند مصرعوں کو تضمین کیا ہے یہ اک مقطع اُس کا ہے۔	
ایہ دی دل عشاق کمال از سخن خوب	خوبان عمل فتنہ زد دیوان تو یا بند
بموجب ہے کہ نواب صاحب کا تذکرہ مولانا غلام علی آزاد کے دونوں تذکرے قدرے	
کئی بیشی کے ساتھ لفظاً و معنیاً اخذ ہے مگر انھوں نے اس مقام پر کچھ بھی متبع نہ کی مثال اردو۔	
ناسخ	
یاد آیا ہے مجھے مصرع گرم ام و ناسخ	نفس سرد بھرون تو بھی نہ دم خالی
مناق	
اب نے ہنسنے بولنے کی بات بھی گئی	رونے کی بات ہے کہ ملاقات بھی گئی
جلسہ ہی زند مشربون کا ہو گیا خراب	مستونکے ساتھ بزم خراب است بھی گئی
میں غنی مذاق کہں کی رہی اب بقول میر	اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی
گلرخون سے نہ ملج و بقول ہر امداد علی امداد رامپوری درخ مسرت نہ کھا کہ نہ حاصل ہوگا	

غالب	
غالب اپنا یہ عقیدہ ہو بقول ناسخ	آپ بے برہ ہو جو معتقدِ قیسرین
رند	
جگر پہ نقش ہو صریح یہ مصحفی کا رند	لکھتے ہیں تری ہیکل کے تا کر فتویٰ
ناصر	
جسم و گردن کا تری جس بزم میں افسانہ تھا	تھی تھی غالب صراحی و ازگون پیانہ تھا
ایک قلم شمشیر قاتل نے کیا اس کو قلم	کیا نہالِ عمر اپنا سبزہ بیگانہ تھا
قبر ناصر سے بقول درد آتی تھی صدا	خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا
ملوفہ	
اے گریہ کنان ہم عمر بکھرا فلاک کے بیچے	میکھا چین کیونکر دیکھیے اب خاک کے بیچے
گلی ہو آنکھ شاید دخت ز سے سافیا دلی	پڑا رہتا ہے جو آنکھوں پر نیلک کے بیچے
سمجھ کر دل مے دل کو جلانا تو نہ اہ ظالم	دینی چراگ یہ تو تودہ غاشاک کے بیچے
جیسے بھی آہ اگر محی بقول برکت اسدخان	لی ہو جملے مرقد کوزہ گر کے چاک کے بیچے
ولہ	
شب کو جو ماہر سے ملاقات ہو گئی	ساری مفارقت کی مکافات ہو گئی
خورشید اسکے رخ کی چمک سے خجل ہوا	زلفون کا رنگ دیکھ کے شب ات ہو گئی
سمجھتا نہ کوئی آنکھوں ہی آنکھوں میں ات کو	میری اور اس پر پی کی عجب بات ہو گئی
انجمی کے دل پہ آج تو مسودا کی طرح سے	ہونی جو کچھ تھی قبلہ حاجات ہو گئی
بیان اقتباس	
کوئی آیت یا جزو آیت کلام الہی کی یا حدیث لائی جائے تو اسکو اقتباس کہتے ہیں اور فرق تضمین و اقتباس میں یہی ہو کہ تضمین ہر ایک شاعر کے کلام کو اپنے کلام میں موزون کرنے کو کہتے ہیں اور اقتباس صرف کلام ربانی یا حدیث کے موزون کرنے سے عبارت ہے۔ مثال اسکی۔	
انشا	
ای عشق جلوہ گر ہو خود تجھ میں ذاتِ بولا	والسا بجات سبھا فالسا لغات سبھا

[illegible]

تغیر کے ساتھ نظم کیا ہے۔

حالی

پانگے کسی فن میں کین بند نہ لگو
اور جلتے ہیں بن آپ طیبو نہیں سخن گو
پر ہیچ ہیں جسوقت کہ موجود ہوں دلو

ہے مرد سخن ساز بھی دنیا میں عجب چیز
موجود سخن گو میں جہاں ان میں طیب پ
دلو نہیں سے کوئی نہ تو آب میں سب کچھ

ان اشعار میں مثل مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے کہ میں ملا طیب بہت طیب ملا پیش ہیچ ہر دو پیش ہر دو ہیچ

وہ

وسیلہ ہے اب وہ سراسر ظفر کا

سفر جو کبھی تھا نمونہ سفر کا

اس شعر میں اس حکمت مشہور کو تغیر کے ساتھ باندھا ہے السفر وسیلۃ الظفر۔
آب حیات میں سدا نشا کے حالات میں لکھا ہے کہ اس محلے میں میان مہتاب کا قول لکھ رکھنے کے قابل ہے
کہ سدا نشا کے فضل و کمال کو شاعری نے لکھ دیا اور شاعری کو سعادت علی خان کی مصاحبت نے ڈبو دیا۔

بیان حل

یہ ہے کہ کسی کی اعظم کونفر کر کہ ہمت الہ کہا جائے جسے۔

انشا

جملہ کو قسم زبور کی فرقان کی قسم

توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے

اس قول کو غالب نے یوں حل کیا ہے بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم توریت کی قسم زبور کی قسم۔

حالی

ہر اک قلم کا نشان جس سے پایا

سر رہ چرخ اک عرب نے جلایا

اس قول کو مولوی ذکا و الد صاحب نے شوکت سلطنت انگلشیہ کے بانی میں اس طرح حل کیا ہے یہ لڑکا
نغمہ نغمہ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تھوڑی دیر چلا تھا کہ تنگ گیا اور کھینٹو نے بل مار کر بیٹھ گیا
نہیں آنکھ قد مونے آگے نہ چل سکا گر اپنے ہاتھ نے ایک گیت راہ میں ایک مٹی کا دیا ایسا جلا گیا
کہ زمانہ جفا آگے چلا گیا اور دیے اس سے روشن ہوئے ہے خرمن ایک راہ پھلون کو تبا گیا اور
اس ادا کار نہ ہوا اور میٹھا نہ گیا کہ پرو کی رہی کر نی پڑی راہ ڈھونڈ مٹی نہ پڑی۔

شتر بچہ نامادہ خوش قسمت سعدی میں اذرقین آفر زلمے بخت

گفتار بہت مستی مہار	نندیری کسم بارکش در قطار
---------------------	--------------------------

اس قول کو مولوی محمد اسماعیل نے اردو کی چوتھی کتاب میں اطلح حل کیا ہے
 کہوز بولا ابے ہوقف اگر ایسا حیلہ مجھ سے بن پڑتا تو میں اپنی ہی رہائی کی فکر کرتا تیرا حال
 اُس اونٹنی کے بچے کا سا ہو جس نے سفر کی ماندگی سے اُگنا کر کہا تھا اے میری پیاری بان ارتبی دیر
 تو کٹھن چاکہ ذرا میں دم لیلوں مان نے جو ابدیاب میرے بھولے بھالے بچے اگر مہار میرے ہاتھ میں
 ہوتی تو بھلا میں یوں لدی لدی کیوں پڑی پھرتی۔

بیان تصرف

کسی کے کلام میں کچھ الفاظ کو تغیر دیکر اپنی مرضی کے مطابق کر دینے کو تصرف کہتے ہیں
 جیسے میر کے اس مقطع میں۔

میر کو کیوں نہ معتمد جانیں	اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ
----------------------------	-----------------------------

مرزا غالب نے یوں تصرف کیا ہے۔

کیوں نہ میرن کو معتمد جانیں	دلی دالون میں اک پہا ہے یہ
-----------------------------	----------------------------

میر کی جگہ میرن اگلے لوگوں کی جگہ دلی اور دہلی کی جگہ پہا بنا دیا ہے۔

وزیر

جاؤر جو تہ صدے میں رہا ہوتا ہے	لے تہ حسن وہ چھٹے ہی ہا ہوتا ہے
--------------------------------	---------------------------------

جو تہ اکثر صدے میں کو اچھوڑا کرتے ہیں اسلئے ذوق نے یوں تصرف کیا ہے۔

زراغ بھی گزرتے صدے میں رہا ہوتا ہے	لے تہ حسن وہ چھٹے ہی ہا ہوتا ہے
------------------------------------	---------------------------------

اور مصحفی کی غزل میں جس کا یہ مقطع ہے۔

تھا مصحفی یہ مائل گریہ کہ پس مرگ	تھی آسنے دھری چشم یہ تابوت میں لگی
----------------------------------	------------------------------------

انشاء ابد خان نے مرزا سلیمان شکوہ کے اشارے سے تصرف کر کے اُن کا ہے چنانچہ
 مقطع یوں بنایا ہے۔

تھا مصحفی کا ناجو چھپانے کو پس مرگ	تھی آسنے دھری چشم یہ تابوت میں لگی
------------------------------------	------------------------------------

جو تہ یہ تصوف نہایت بھو برہمنی ہو اس سبب اُن دونوں شاعروں نے باہمی ایک عرصہ تک
 محبوب مناقشہ اور معرکہ آرائیاں رہیں اور طرفین سے بھوکوئی اور رسوائی ہوئی فقط۔

اب یہاں پر قلم نے نارسائی کی اور کافذ نے کوتاہی ناچار تحریر و تسوید سے ہاتھ اٹھایا اور قلم جو ایک مدت سے گرم راہروی تھا اُسے آرام پایا اسد کا شکر ہے کہ یہ بوجہ اُٹانے راہ میں کاندھے سے نگر اور بخیر و خوبی منزل مقصود تک پہنچا۔
الحمد للہ اولاد آخر و ظاہر ادا باطن و الصلوۃ والسلام علیہ و آلہ متوالیا و متواترا

یہ کتاب تمام ہوئی بتاریخ ۱۸۔ اکتوبر ۱۲۹۷ء مطابق ۳۴ اشوال ۱۲۸۶ھ ہجری
یوم شنبہ وقت ۵ بجے صبح کے۔ بمقام اودھ پور ملک میواڑ

خاتمۃ الطبع از جانب کارپردازین مطبع

ہزار ہا شکر تبارگاہ ناظم مجموعہ کن فکان تازگی بخش گلستان جہان کہ اس کساو ناری علم و فن کے ولنے میں بھی ایسے ایسے صاحب عالم علوم قدیمہ ماہر فنون و قیقہ موجود ہیں جو بلا اپنے کسی ذاتی فائدہ کے خیال کے صرف عام فوائد پر نظر کر کے علمی مشاغل و تصانیف مفیدہ میں مشغول رہتے ہیں منجملہ ان کے ذات ستودہ صفات جناب عالم اجل فاضل اہل مولانا مولوی حکیم محمد رحمہ العفی خالص صاحب راہپوری ابن مولوی محمد عہد العفی صاحب اعلیٰ المد مقامہ کی ہر جگہ فیوض نافعہ کی کئی خطرات برابر فیضیاب ہوتے رہتے ہیں کیے قلم فیض رقم سے اس وقت تک بہت سی کتب عربیہ و فارسی و اردو وغیرہ تصنیف و تالیف ہو کر شائع ہو چکی ہیں اور ہر ایک میں خلعت قبولیت پا چکی ہیں چنانچہ فی الحال کتاب فیض انساب مجموعہ لطافت و منبع بلاغت عینی نحر الفصاحت جو پہلے ایک مرتبہ ۱۲۸۶ھ ہجری میں طبع ہو کر شائع ہو چکی تھی اب دوبارہ بعد نظر ثانی و ایراد ضروریات میں مصنف صاحب موصوف کی محنت شاقہ سے تکمیل کو پہنچ کر باخند کل حقوق تصنیف بھی مطبع از جانب مصنف صاحب سب دیارے عالی جناب مالک مطبع نفسی بشن ٹران صاحب بھارگو مطبع عشق نولکشو واقع کٹھن میں بابو موہن لال صاحب منیر کٹر نے یک ماہ ستمبر ۱۲۹۷ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۲۸۶ھ چھپوا کر شائع کی خداوند کریم شرف قبولیت بخشے اور طالبان فن کو اس سے فیضیاب کرے آمین ہم نہیں

قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۱۱	دیوان امیر موسوم بہ مرآۃ الغیب -	۱۲	(۴) قلعہ نقیب -
۲	دیوان خواجہ میر درد -	۹	کلیات صنعت -
۱۰	دیوان بہار عرب -	۱۰	دیوان تہ - غیر مطبع -
۱۰	بہارستان سخن -	۱۱	دیوان شاہ قراچ -
۲	دیوان لطیف -	۱۱	کلیات نظیر اکبر آبادی
۲	دیوان نیاز -	۱۱	زندگانی بے نظیر یعنی سواخ عمری
۳	شرح پوستی دیوان حافظ -	۱۱	میان نظیر -
۳	دیوان نعت سروری -	۱۰	دیوان وقار - مصنفہ راجہ کشن کمار
۳	دیوان جوار -	۱۲	بہارستان اشعار دیوان رائے کشن کمار
۲	دیوان عاشق -	۱۲	کلیات نظیر اکبر آبادی کلان از عبد اللہ
۲	دیوان ضامن -	عکب	شہباز -
۱۱	مظہر عشق - معروف بہ دیوان قلق -	عکب	کلیات صدر -
۸	دیوان شائستہ پاخ -	۹	کلیات مدنی - کاغذ دو قسم -
۲	دیوان حمزہ ایزدی -	۷	(۱۱) کاغذ سفید چکن -
۷	دیوان چمنستان جوش -	۷	(۱۲) کاغذ سفید رسمی -
۱۱	دیوان بختاور -	۱۲	دیوان غافل -
۸	دیوان میر حسن -	۱۲	دیوان ذوق -
۱۱	جمع الاشعار -	۷	دیوان فدا - جلد ثانی
۱۱	چمن بے نظیر -	عکب	دیوان داغ -
۱۱	دیوان گویا کاغذ سفید و معالی -	عکب	گلزار داغ -
۱۱	گلستانہ امانت -	۱۲	آفتاب داغ -
۷	دیوان حیرت -	۱۱	دیوان رند -
۷	دیوان سخن دہلوی علی گڑھ دو قسم کاغذ	۱۱	دیوان غالب -
۱۱	(۱۱) کاغذ سفید گڑھ -	۱۱	دیوان مرغوب جہان -

کتاب

خزانۃ الادویہ

بر

انقلاب زمانہ و کوتاہی اہل فن اور قناعت پر جاسے جو آفات علوم و فنون قدیمہ کو پہنچے وہ
 اظہر من الشمس ہے جسکی وجہ سے اختراعات اور ایجادات کے ساتھ ہی دائرہ تحقیقات و معلومات
 اس قدر تنگ ہو گیا کہ باریک سے باریک پرکار سے بھی اُس دائرہ کی شکل نہیں کھینچ سکتی۔ چنانچہ ایک
 فن شریف طب یونانی ہی ملاحظہ فرمائیے جو آج جاہل عطاروں کے ہاتھ میں پڑ کر کس حالت کو
 پہنچ گیا ہے کلی کلی اشتہاری طبیب اومہر بلک کو خراب کرنے والے دو افروزش اپنی بے بنیاد
 افغانی اور جلاسی سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں معلومات کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے درجہ کے
 اطباء بھی دو اکی صورت سے ناواقف ہیں دوا سازی کے قواعد اس قدر عام ہو گئے ہیں کہ ہر شخص اپنے
 ذہن میں اسکو سہل الاصول سمجھے ہوئے ہے انھیں خرابیوں پر نظر کرتے ہوئے مولانا حکیم
 محمد نجم افغانی صاحب نامپوری نے ایک مکمل ذخیرہ ادویات خزانۃ الادویہ کے نام سے
 نہایت محنت و جانفشانی سے تیار فرمایا ہے جس میں تمام ادویات یونانی و انگریزی و ویدک کے
 افعال و خواص و مصلحتات حیات و تراکیب وغیرہ مفصل طور سے تحریر فرمائے ہیں مولانا کی
 قابلیت و وسعت نظری کا اندازہ انکی اس کتاب سے ہو سکتا ہے اگرچہ اس فن کے متعلق بہت سی
 کتابیں اردو میں ہونگی مگر ایسی جابجاستاب شاید آج تک نظر سے نگذری ہوگی مولانا نے مدد و معونہ
 بڑی بڑی کتب مستندہ فن طب یونانی و انگریزی و ویدک کی ورق گردانی کر کے یہ ایک ذخیرہ بے بہا
 جمع کیا ہے جسکے لیے ہم مولانا کا شکریہ ادا کرتے ہیں قدر دان فن طب کو مولانا کی ساعی جمیل کا تہ دل سے
 معرفت ہونا چاہیے ایسے ہی ہمدرد ملک و قوم کی ذات پائے رکات سے امید پڑتی ہے کہ شاید خزانہ اردو
 بھی ایک دن انوع و اقسام کے جو اہر علمی سے مالا مال ہو جائیگا اس کتاب کی چار جلدیں ہیں اور ہر ایک
 جلد تقریباً چھ سو صفحہ پر ختم ہوگی جو بفضل زیر طبع ہے شائقین فن ہذا کو چاہیے کہ جلد سے جلد اپنی
 فراکشات بنام منیر نوگلشور پریس بکلاؤپکھنویہ کیکر پریس سے اسکی خرید لیں اس کے مستحق بن جائیں تاکہ پھر
 دوسرے ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

ہم جنس بے بہاے جان ہیں کیونکہ
 مصیبت رنگ طبع خریدار و کیکر

منیر نوگلشور پریس بکلاؤپکھنویہ

کتاب
 خزانۃ الادویہ

حسب الاہل و جناب شفیق نراین صاحب بھارگو مالک نوگلشور پریس بکلاؤپکھنویہ

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یہ وہ دیرانہ لیا جائیگا۔
